ظریف ہفتہ وار
مشہور با تصویر
LUCKNOW
OUDHPUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
قیمت پیشگی (ہندوستان)
سالانہ
ششماہی
قیمت پیشگی سالانہ
(بیرون ہند)
دس روپیہ
قیمت فی پرچہ

ضمیمہ اودھ پنچ لکھنؤ
۱۴ فروری ۱۹۳۱ء

مضامین غیر

مراسلات

ہم لکھا ہے اودھ پنچ سے بہت آدمیوں کو یہ کہ مضمون بھیجتے ہیں تو وہ چھاپا نہیں جاتا ہم کیا کریں۔ کلام کے مضامین لوگ لکھتے ہی کب ہیں جو تو مستورہ ہیں ہیں اور ظرافت میں فرق ہی نہیں کرتے۔ ظرافت پر ہر شخص قادر نہیں۔ لہذا اگر ایسے مفید مضمون دفتر میں آئیندہ موصول ہونگے تو چھاپ دیے جائیں گے۔ مگر ایسے حضرات جواب طلب مضامین کے تسلسل کی ذمہ داری خاکسار ایڈیٹر کے سر پر نہ ڈالیں۔

ذیل میں ایک مضمون بہ نیت اصلاح نصاب تعلیم شائع کیا جاتا ہے۔ "ایڈیٹر"

استدعا

عالیجناب اڈیٹر صاحب اودھ پنچ دامت افادتکم

بکمال ادب دست بستہ گزارش ہے کہ میں اُردو کے علمائے قابلیت کا امتحان دینے والا ہوں جس میں مثنوی گلزار نسیم بھی داخل نصاب ہے اسی بنا پر میں نے پانچ نسیم کو دیکھا جو مجموعہ ہے مثنوی گلزار نسیم اور انتخاب دیوان نسیم کا جسکو مولانا اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی نے مرتب کیا ہے اسکے شروع میں ممدوح نے لکھا ہے کہ یہ ایڈیشن طلباء کے لیے تیار کیا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ فٹ نوٹ اور حواشی کے ذریعہ سے طلبہ کو کافی مدد دی جائے نیز شعر و ادب میں انکی نظر بلند ہو سکے اور صحیح تنقید اور صالح ذہنیت پیدا ہو۔ یہ بھی لکھا ہے کہ مقدمہ اور فٹ نوٹ لکھنے میں بیدا آپ پنڈت منوہر لال صاحب زُتشی نے انھیں کافی مدد دی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل اشاعت یہ کتاب پنڈت صاحب ممدوح کی نظر سے بھی گزر چکی ہے لیکن اکثر فٹ نوٹ میری سمجھ میں نہیں آتے چونکہ اصغر صاحب کی نسبت بھی بعض ذی فہم حضرات کی رائے ہے کہ لکھنؤ کے گزشتہ و موجودہ شاعروں سے زیادہ قابل ہیں اور پنڈت صاحب بھی ایک مسلم ادیب ہیں لہذا یہ خیال نہیں ہو سکتا کہ ایسے ذات شریف حضرات اس قسم کی ذلیل غلطیاں کرینگے اس لیے میں اپنی نافہمی پر محمول کرتا ہوں اور اپنے شکوک اس غرض سے پیش کرتا ہوں کہ حضور اودھ پنچ میں ان کو جگہ دیں تاکہ یہ دونوں حضرات یا اور کوئی صاحب میرے شکوک رفع کردیں چونکہ اودھ پنچ مجھے دیکھنے کو مل جاتا ہے لہذا گزارش ہے کہ اسکے ذریعہ سے مجھے مطلع کریں۔ مجھے پریشانی اس وجہ سے زیادہ ہے کہ پنڈت صاحب ممدوح اکثر ممتحن ہوتے ہیں اگر امتحان میں یہ مقامات آگئے اور میں نے اُنکی رائے کے خلاف لکھا تو یقیناً فیل ہوجاؤں گا اور ان کی رائے کے موافق جب تک سمجھ نہ لوں کیسے لکھ سکتا ہوں میں تو حضور سے بھی استدعا کرتا کہ حضور ہی مجھے سمجھا دیں کیونکہ حضور سے بہتر علم بلاغت کا ماہر کون ہو سکتا ہے لیکن اس وجہ سے جرأت نہیں ہوتی کہ آجکل حضور جگر گھسنی کانفرنس کے چکر اور منطق آرا بیگم کے پھیر میں ہیں اور یہ ملک کا کام ہے میرا کام تو ملک کے ایک غریب فرد کا ہے۔

اس شعر میں صنعت تجنیس لکھی ہے

کر یاد کہیں چہ ذقن کو
کودے نہ کنوئیں میں باؤلی ہو (صفحہ ۲۱)

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس شعر میں صنعت ایہام تناسب ہے جو معنوی صنعت ہے یعنی باؤلی کا لفظ کنوئیں کی وجہ سے تناسب کا وہم دلاتا ہے حالانکہ دیوانی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے جس سے چاہ اور کنوئیں کو کوئی نسبت نہیں ہے صنعت تجنیس میں تو الفاظ تلفظ میں مشابہ ہوتے ہیں اور معنی میں مغائر۔ چاہ اور کنوئیں اور باؤلی میں کوئی تشابہ تلفظ میں نہیں ہے لہذا یہ سمجھا دیجیے کہ صنعت تجنیس اس شعر میں کیسے ہوگی

اس شعر میں پلنگ اور شیر میں صنعت تجنیس خطی لکھی ہے۔

حاجت کے گماں سے جب ہوئی دیر
جھنجھلا کے پلنگ سے اُٹھا شیر

میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں بھی صنعت ایہام تناسب ہے یہ نہیں سمجھ میں آتا کہ شیر اور پلنگ میں تجنیس خطی کیسے ہوگی

اس شعر میں صنعت تضاد لکھی ہے:

ہر چند کہ تھا وہ دیو کڑوا
حلوے سے کیا مُنہ اُس کا میٹھا

صنعت تضاد تو اُسوقت ہوتی ہے جب دو لفظوں کے معنوں میں تضاد ہو۔ اس شعر میں کڑوا بدمزاج کے معنی میں ہے لہذا میٹھا کے ساتھ صنعت تضاد کیسے ہوگی البتہ صنعت ایہام تضاد ہو سکتی ہے جو صنعت تضاد سے علیحدہ صنعت ہے۔

اس شعر میں صنعت مراعات النظیر لکھی ہے۔

وہ طفل بھی گر پڑا قدم پہ
مانند سرشک چشم مادر

میں سمجھتا ہوں کہ اس میں صرف تشبیہ ہے علم بدیع سے اس شعر کو کوئی تعلق نہیں ہے۔

اس شعر میں لکھا ہے کہ لعل گراں بہا کنایہ بکاؤلی سے ہے

دیکھا تو وہ ماہرو نہ وہ برج
وہ لعل گراں بہا نہ وہ درج

میں سمجھتا ہوں کہ کنایہ نہیں ہے استعارہ ہے کیونکہ کنایہ میں حقیقی معنی کی طرف بھی رجوع جائز ہوتا ہے اور یہاں لعل گراں بہا کے حقیقی معنی مراد نہیں ہو سکتے استعارے میں معنی مجازی ہوتے ہیں اور تعلق تشبیہ کا ہوتا ہے یہاں بکاؤلی کو لعل سے تشبیہ دی ہے اور وجہ شبہ گراں بہائی مذکور بھی ہے لہذا یہ استعارہ ہوا یعنی بکاؤلی مستعار لہ ہے اور لعل گراں بہا مستعار منہ ہے۔

اس شعر میں بکاؤلی کی آفتاب سے تشبیہ لکھی ہے۔

بیدار کیا وہ ماہ پیکر
جاگا گو تھا آفتاب سر پر

میں سمجھتا ہوں کہ تشبیہ نہیں ہے بلکہ استعارہ ہے کیونکہ تشبیہ میں مشبہ و مشبہ بہ دونوں مذکور ہوتے ہیں اور استعارے میں طرفین استعارہ میں سے ایک غیر مذکور ہوتا ہے اس شعر میں بکاؤلی جو مستعار لہ ہے وہ غیر مذکور ہے اور آفتاب جو مستعار منہ ہے وہ مذکور ہے

نسیم کا شعر ہے

پایا جو سفید چشم صفحا
یوں میل قلم نے سرمہ کھینچا

اس پر فٹ نوٹ لکھا ہے کہ چشم صفا کی جگہ چشم صفو ہونا چاہیے۔ کھینچا کے ساتھ صفو کا قافیہ صحیح ہے لیکن چشم صفو (فارسی ترکیب کے ساتھ) کا قافیہ صحیح نہیں سمجھا جاتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ چشم صفا میں اضافت نہیں ہے بلکہ صفا چشم میں ترکیب مقلوب ہے اس وجہ سے صفا کا قافیہ کھینچا کے ساتھ صحیح ہے کیونکہ اردو ترکیب کے ساتھ ہے اگر چشم صفو میں اضافت ہوتی تو بجائے پا یا کھاؤ ہوتا کیونکہ چشم مؤنث ہے۔

بادل سا رہ بھر آسماں جوش
تھا بجلی کی لہر سے ہم آغوش

اس شعر میں دوسرے مصرعہ کی تصحیح اس طرح کی ہے۔ بجلی سی لہر سے تھا ہم آغوش۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح تصحیح کرنے میں دوسرا مصرع ناموزوں ہو گیا کیونکہ لہر کی ہائے ہوز ساکن ہے۔

بہرحال جہاں جہاں علم بدیع و علم و بیان کے مسائل لکھے ہیں وہ کہیں میری سمجھ میں نہیں آتے لیکن وہ چند شعروں میں خدا جانے لکھے ہیں کہ اگر وہ سمجھ میں آجائینگے تو ممکن ہے کہ اور جگہ بھی میری سمجھ میں آجائے لہذا میرے حال پر رحم فرما کر کوئی صاحب مجھے سمجھا دیں۔

راقم

ذوالفقار علی از موضع کہرا ڈاکخانہ بہنوان گنج ضلع الہ آباد

تحائفِ سالِ نو

(نمبر ۲)

چمنستان امرت سر

"پنجاب" اور "زبان اردو" مرادف المعنی ہو گئے ہیں "چمنستان" کے نام سے ایک ماہانہ رسالہ دو سال سے جاری ہے اس کا سالانہ جدید نمبر اسی جنوری میں ہماری نظر سے گزرا صورت اور سیرت کے اعتبار سے خوب ہے کئی چھوٹے دلچسپ افسانے اور متعدد نظمیں عمدہ ترتیب کے ساتھ اسمیں درج ہیں۔ دو تین مستقل مضمون بھی ہیں (رسالوں یا اخباری کاغذوں میں اوور کیا ہوتا ہے؟ پنچ)

ان میں سے ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ قابل اشاعت ۔۔۔ ایک ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ مگر حضرت کیپ ۔۔۔ [illegible] ۔۔۔ آپ نے خوب مضمون لکھا۔ مدیر مضمون اس وجہ سے نامناسب ہے کہ نہ ہی تعصب اسکی تحریک کا اصلی محرک ہوتا ہے۔ ایک ادبی رسالے میں نہ ہبی یا مقامی عصبیت کا وجود نامحمود اسکی خوبیوں کو زائل کر دیتا ہے فردوسی نے شاہنامہ لکھا۔ محمود غزنوی نے انعام میں بخل سے کام لیا۔ یہ ایک مشہور حکایت ہے۔ سوال یہ ہے کہ اہیں ہمارا اہتمام اور اس جرم کا مرتکب؟ ہم تو اپنی زندگی میں آج سے بدنام ہو لے دیکھئے۔ اردو لانا کو قلم۔ بات تیرے فردوسی کی دم میں ساتھ شہرار شعر فیروں کا کرنا۔ شہر توسی۔ اب تو حضرت سلطان محمود خلد آشیاں پر وعدہ خلافی اور کنجوسی کا الزام لگاتا ہے بقول میر حسن ؎

تجھے سیر کرنے کو گھوڑا دیا
کہ اس مالزادی کو جوڑا دیا

نسبت نیلام فروخت کے لئے

سمن واسطے قرار داد امور تنقیح طلب

نمبر مقدمہ ۳۹ سنہ ۱۹۳۰ء

بعدالت جناب چودھری محمد علی صاحب آنریری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول ضلع بارہ بنکی

منشی لچھمن نرائن خلف آنریبل رائے بہادر قوم بھارگو ساکن شہر لکھنؤ محلہ حضرت گنج .... مدعی

بنام

رام دولاری

رام دولاری ولد صاحب بھا قوم پاسی ساکن اونیاپور مزرعہ موضع نور پور پرگنہ بسوڑھی تحصیل رام سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی

مدعا علیہ۔

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت بیدخلی دفعہ ۱۲ [illegible] کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۰ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء بوقت ۱۰ بجے دن کے بمقام رودولی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور کل امورات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور تم کو لازم ہے کہ اسی روز جملہ دستاویزات پیش کرو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو۔

تم کو اطلاع دی جاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور منفصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۶ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم محکمہ انگریزی

نسبت نیلام فروخت کے لیے

سمن لغرض انفصال مقدمہ

نمبر مقدمہ ۱۲ سنہ ۱۹۳۰ء

بعدالت جناب حاجی چودھری محمد علی صاحب آنریری اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول مقام رودولی ضلع بارہ بنکی

ملہ یو سہائے وغیرہ مدعیان

بنام

صاحب ڈپٹی کمشنر منیجر کورٹ بارہ بنکی وغیرہ

بنام مسماۃ پاربتی بیوہ مہابیر تواری برہمن ساکن موضع سدھ پور پرگنہ مواضع تحصیل سنہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی مدعا علیہا نمبر ۱۲

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت بقایا لگان سلغ [illegible] بابت سنہ ۱۳۳۸ فصلی تا سنہ ۱۳۳۸ فصلی کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۱۹ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء وقت ۱۰ بجے دن کو بمقام رودولی اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حالات سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے کی کرو اور چونکہ وہی تاریخ جو تمہارے حاضری کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم کو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز جملہ دستاویزات جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

اور تم کو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور منفصل ہوگا۔

بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲ ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

(دستخط حاکم محکمہ انگریزی)

سمن لغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبری ۲۴۵ سنہ ۱۹۳۰ء

بعدالت جناب سید حسن ارشاد صاحب بہادر منصف مقام اکبرپور ضلع فیض آباد

رجپٹی تیواری وغیرہ مدعی

بنام

محمد ایوب بیگ وغیرہ مدعا علیہ

بنام مقصود علی بیگ ولد ریاست بیگ ساکن موضع الن پور پرگنہ تانڈا ضلع فیض آباد۔ مدعا علیہ ۵

واضح ہو کہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت دخلیابی کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲۲ (بائیس) ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء وقت دس بجے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جسکے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مثل مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ تمہاری غیر حاضری میں مسموع اور فیصل ہوگا

آج بتاریخ ۱۲ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم محکمہ انگریزی

وقت حاضری بدفتر منصفی اکبرپور ضلع فیض آباد ۱۰ بجے صبح سے ۴ بجے تک

جلد ۱۶ نمبر ۳

ضمیمہ اودھ پنچ لکھنؤ

مضامین غیر

بابتہ ۱۰ جنوری ۱۹۳۱ء

منطق آرا بیگم بنام مسٹر میکڈانلڈ وزیر اعظم انگلستان

سنو مسٹر

چکر گھنی ختم ہوئی اور بقول مولانا پنچ کے "فیت" کی سنت ادا کرلی ضروری تھی تم نے بھی "فیت" کی صدا منھ سے نکالی۔ اس کا فیصلہ کہ "فیت" کو منطق سے کتنا لگاؤ ہے بجز اس بندی کے اور کوئی نہیں کرسکتا گنوار و مثل ہے:۔

"جانئے مرا تب جانئے جب تیرھویں ہو جائے"

تمہاری چکنی چپڑی باتیں فلک سیر کی معجون ہیں جس سے تھوڑی دیر کے لیے اگر فتنہ و فساد بیہوش ہو جائے تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اس اجڈ جاٹ نے ہمیشہ کے واسطے دُنیا سے کوچ کیا۔ کیا معنی کہ "تیرھویں" کو ہوئی نہیں اور بغیر تیرھویں کی رسم ادا ہوئے جاٹ کے مرنے کا یقین ہو نہیں سکتا۔ یہ تو ہوئی گنوار و منطق۔ اب تم اپنی تقریر کے بعض فقرات کا صغریٰ کبریٰ سنو۔ یہ ایسے قضایا ہیں جن کی ذم میں ان کے قیاسات اور نتائج تھے ہیں۔

مرے یہ تم اپنے بارے میں کہتے ہو "اپنی عمر بھر میں بندے کو ایسی خوشی کبھی حاصل نہیں ہوئی جیسی کہ اس جلسے کی صدارت میں ہوئی واللہ یارو میری اس بات کو پتھر کی لکیر سمجھو"

میں کہتی ہوں کہ ہاں یہ ایسی ہی خوشی ہے جیسی کہ نتائج سے غافل ماں باپ اپنے بچوں کی رضامندی حاصل کیے بغیر لڑکی اور لڑکے کا سنجوگ ملا کے دو بول پڑھ دیتے ہیں۔ اماں بھی خوش باوا بھی مارے خوشی کے جامے سے باہر۔ ایک آتا ہے "خدا مبارک کرے" کہتا اور نیوتا دے کے چلا جاتا ہے۔ دوسرا آتا ہے اور "بہت خوشی ہوئی خدا نے آپ کو اپنے فرض سے سبکدوش کیا" کہتا اور دعوت کا پلاؤ کھا کے گھر کی راہ لیتا ہے۔

چار دن کے بعد جب دولہا دُلھن میں "حق حق ہو۔ پہلی تو ٹیں تو ٹیں" ہوئی اور منہ تھپڑوں میں دال بٹنی ہے۔ اسوقت دونوں میں سے کوئی خوش نہیں ہوتا۔ نہ لڑکی والے نہ لڑکے والے۔ نہ دولہا نہ دُلھن۔

خدا نہ کرے جو کچھ دنوں بعد تمہاری یہ خوشی بدلے کیا بُری گھڑی تھی" کہنے پر ختم ہو۔ چاہیے کہ دولہا دلھن کی رضامندی نکاح میں شرط ہے۔ اور یہ شرط پوری نہیں ہوئی۔ تم نے اور حکومت ہند نے ایسے ہی براتی بلائے جو "مبارکباد" کہہ کے اور پلاؤ کھا کے رخصت ہوگئے۔ اگلے زمانے میں دولہا دُلھن کو ماں باپ کی تجویز میں حیل حجت یا عذر کا حق نہ تھا قاضی صاحب آئے پردے کے پاس کھڑے ہوئے دو گواہ ساتھ لائے اور فرمایا "نواب تُن تُن تڑ لُئی خاں صاحب خلف نواب گھمساں الدولہ کے ساتھ آپ کا عقد ساڑھے تین آنے مہر پر کیا جائے آپ کو قبول و منظور ہے؟" دولھن تو نے اندر سے سسکیاں بھر کے ٹُسک ٹُسک رونا شروع کیا۔ پیری بچی۔ اب ہر ایک عزیز سمجھا رہا ہے "کہہ دو بی بی کہہ دو۔ ہاں" مگر وہاں نہ "ہاں" ہے نہ "ہوں"۔ جب سہ مرتبہ قاضی صاحب سنا چکے اور "ہوں ہاں" کی آواز نہ آئی تو دولھن نے نہیں دُلھن کی اماں نے "ہوں" کردی۔ بسمت دُلھن کیونکر ہامی بھرتی وہ تو سُن چکی کہ دولہا آنکھ سے کانا ٹانگ سے لنگڑا کالا و صیم چیچک رو کھوسٹ شرابی جواری رنڈی باز ہے۔ انصاف کی نگاہ سے دیکھو کہ یہ نکاح اماں کے ساتھ ہوا جنھوں نے خواہ مخواہ دنیا بیٹی عرف صاحبزادی کا "ہوں" کی یا صاحبزادی کے ساتھ؟ "ہوں" کی صدا اُدھر سے آئی اُدھر ڈومنیوں نے :۔

ہمیشہ دلبر سوجاں مبارک باشد

گانے اور انعام مانگنے کی ٹھہرائی۔

چکر گھنی کانفرنس اور اگلے زمانے کی شادی میں کوئی فرق نہیں۔ گڑیا گڈے کا بیاہ ہے جس کا صیغہ یوں پڑھا گیا:۔

یہ گا جسکی چندی گل خیرو کے پھل۔ کہو میاں گڈے تمہیں گڑیا قبول ہے

میں زبان سے فال بد نہیں نکالتی۔ خدا کرے تم یوں ہی خوش ہوا کرو۔ اے ہاں! مثل مشہور ہے "یا فال زبان یا فال قرآن" فارسی شاعر کہتا ہے۔

مزن فال بد کاورد حال بد

کل کوئی طعنہ دے کہ بی منطق آرا بیگم صاحب غضب کی گٹ جیبی (سیاہ زبان) ہیں ایسی بچکیا منھ سے نکالی جس سے ہمارے وزیر اعظم صاحب کی عارضی اور مصنوعی خوشی بھی اُدس پڑ گئی تو میں بد نام ہو جاؤں گی۔ آخر بیگم کیوں بیچ میں درخمی ہوئیں؟۔ انکی بلا سے جا ہے کوئی خوش ہو چاہے جلا بھن۔ ہائے کیا کروں بیاہ بیچ کا معاملہ ہے بے بولے گھونٹ بھی نہیں۔ ذری غور کرو کہ چکر گھنی کانفرنس میں ہمارا دولھن کی طرف سے کس نے بھرا؟ وائسرائے نے "ہوں" کی یا تم نے؟ جو لوگ گواہی شادی کے لیے بلائے گئے وہ کوئی قاضی تھے؟ مہر کس نے طے کیا؟ صرف گواہوں اور قاضیوں نے یا "دولہا" والوں سے بھی جدو کد ہوئے الگ کونے میں یا جیل خانے میں باندھ رہے میں کچھ پوچھ ہوئی۔ یہ الٹی رسم کہاں کی ہے کہ اکیلے دولھن والے

سمن بغرض قرار داد امور تنقیح طلب

مقدمہ نمبر ۲۵ ۱۹۳۰ء اپیل معمولی

عدالت جناب پنڈت غلام منوہر تیواری صاحب بہادر منصف اترولہ مقام گونڈہ

ہر ہر پرشاد .... مدعی

بنام

مسماۃ راجکماری وغیرہ .... مدعا علیہ

بنام { ۱- مسماۃ راجکماری عمر ۵۰ سال زوجہ کاشی پرشاد ۲- لالہ کاشی پرشاد عمر ۵۰ سال ولد مہا بیر پرشاد } اقوام کائستھ ساکنان موضع .... پرگنہ بوڑھا پالی تحصیل اترولہ ضلع گونڈہ .... مدعا علیہ

واضح ہو کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت استقرار حق مالیتی ... کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۹ ماہ فروری ۱۹۳۱ء وقت ۱۰ بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل سوالات اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ کوئی اور شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جوابدہی دعوے مدعی مذکور کی کرو اور تم کو ہدایت کی جاتی ہے کہ جملہ دستاویزات کو جن پر تم بتائید اپنی جوابدہی کے استدلال کرنا چاہتے ہو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۱۱ ماہ جنوری ۱۹۳۱ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔ تنبیہ: حکم ہوا کہ اظہار بیان تحریری بتاریخ مذکور فریقین ۱۹۳۱ء داخل کریں۔

مہر عدالت

دستخط حاکم بخط انگریزی

وقت حاضری بہ لحاظ منصفی اترولہ ۱۰ بجے سے چار بجے تک ... ۴

جلد ۴۶
ضمیمہ اودھ پنچ لکھنؤ نمبر ۴
(۱۳ر جنوری ۱۹۳۱ء)

مضامین غیر

منطق آرا اسکیم بنام وزیر اعظم

(بقیہ نمبر ۳)

بھتیا سینرے۔ اعلان کی تمہید پر ہندی حاشیہ لکھ چکی تھی کہ تم سے اور چرچل سے بھری محفل میں جو دو دو باتیں ہوئیں اُن کا حال اخباری کاغذ میں پڑھا۔ میں اس بات پر خوش ہوئی کہ تم نے اس ہرجائی مورے کی زنبیا خوب پکڑی جو اپنی ہٹ دھرمی کی باتیں ہر جگہ دکھاتا ہے۔ بھونکا پڑے اسکی زنبیا میں نگوڑی کسی طرح رکتی ہی نہیں۔ ساٹھ ہزار آدمی قید ہوئے سیکڑوں آدمی اس کشمکش کے طفیل فنا ہوئے مگر ابھی تک حافظ جی سختی کی تلاش میں مبتلا ہیں اور یہ گنواری مثل ورد زبان ہے:-

"ہائے مورے کرم جہاں لوُ ہواں نرم"

اخباری کاغذوں نے اُس کی تقریر کے دھرّے خوب اڑائے۔ میں بھی جو کچھ سمجھانا تھا نرم الفاظ میں بیٹا بھیا بنا کے سمجھاتی رہی مگر وہی مثل ہے "کتے کی دُم بارہ برس گڑی پھر بھی ٹیڑھی کی ٹیڑھی" اسکے کان پر جوں نہ رینگی۔ اسکی تقریر کا خلاصہ تمہیں صاف لفظوں میں ظاہر کیے دیتی ہوں کہ یہ کیا چاہتا ہے؟ سختی! سختی کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستانی اپنے قول و فعل سے حکومت کی مخالفت نہ کرسکیں کوئی بولے تو گردن دبا دو۔ کوئی کسی بات کا ارادہ کرے تو فوراً پھانسی پر لٹکا دو۔ اس بیچارے کو میں نے "حافظ" کے لقب سے یاد کیا۔ ہندوستانیوں کی اصطلاح میں "ڈراما" کہتے ہیں کانے کو، حافظ کہتے ہیں اندھے کو چرچل کی عقل اندھی ہے تو وہ حافظ اور پورا حافظ ہے جسے "سختی" کا احساس ٹٹولنے پر بھی نہیں ہوتا۔ وہ صاف صاف یہ نہیں کہتا کہ کہ دو نفس عام کو ہم سختی سے تعبیر کرتے ہیں چرچل صاحب تو ہیں حافظ جی۔ ان حافظ جی کی سبھا میں دو چار مصاحب بھی ہیں۔ وہ کون؟ میاں سر سیمول ہور۔ بھیا سائمن۔ میاں ہور نے جو کچھ کہا اپنے قومی فائدہ کے لحاظ سے کہا۔ کاتا ہمیشہ ایک ہی طرف دیکھتا ہے اسلیے وہ "اہل الغرض مجنون" (غرضمند احمق ہوتا ہے) کے تحت میں داخل ہیں اور سائمن صاحب نے جو کچھ ارشاد کیا وہ کھسیانا پن تھا۔ انکی رپورٹ ردی کی ٹوکری میں جھونک دی گئی تم نے خواہ مخواہ اپنی جھینپ مٹانے کے لیے اخلاقاً انکی تعریف کردی حافظ چرچل کے سے کمزوری کے ساتھی مل گئے تو انھیں جھک مارنے کا ایک موقع مل گیا ہیں انکی رپورٹ کی طرح ان کے کلمات بھی لا یعنی دکھائی دیتے ہیں۔ کھسیانا جب کبھی ہونٹ کھولنے کے لیے مجبور ہوتا ہے تو وہ بےمعنی تقریر کرنے لگتا ہے جسے منطق سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا سر سائمن الجھی ہوئی پولیٹکل ڈور کے سلجھانے پر مقرر ہوئے درحقیقت یہ ایک بڑا عہدہ تھا۔ ان کا ظرف اسی وسعت قبول نہ کرسکا۔ یہ کوئی نرالی بات نہیں۔ یہی اکثر ہوتا ہے۔

ایک تھیں دیہاتن ماما جی سکونت ان کا نام تھا اُن کو اتفاق سے دو اشرفیاں پڑی مل گئیں ان کے تین لڑکے تھے اور جہاں تو لڑکیں ان کی تین لڑکیاں تھیں۔ اشرفیاں کبھی آنکھ سے دیکھی نہ تھیں اب جو ایک چھوڑ دو سونے کی ٹکلیاں بٹوے میں آئیں تو غرور کا بخار دماغ میں گھسا اور لگیں بہکنے۔ سمجھیں کہ قارون کا خزانہ ہاتھ آگیا اب میں ہو گئی بڑی سرکار۔ لہذا چودھری صاحب کی لڑکیوں کو بیاہ لانا چاہیے ماما جی تنہائی میں بیٹھ کے یوں خیالی پلاؤ پکانے لگیں:-

منجھلی کھوجنیا (خوشنادی) ربجیا (رجب۔ ماما جی زادہ) کا

بڑی کھوجنیا مُنوا کا۔

چھوٹی کھوجنیا سلریا (سلاری) کا۔

قضائے کار چودھرائن صاحب نے یہ تجویزیں لی سُنتے ہی آگ ہو گئیں۔ جب میاں آئے تو ان سے ماما جی کی الاؤ لی باتیں کہیں۔ میاں تھے زمانہ شناس فوراً سمجھ گئے کہ کوئی غیر معمولی نعمت بی سکونت کے ہاتھ لگی ہے۔ ٹوہ لگائی گئی تو معلوم ہوا کہ بی سکونت کے خزانہ عامرہ میں دو اشرفیاں ہیں۔

"اُف وہ جب ہی یہ اُڑن گھائیاں ہیں۔ رہ تو جا" دو تین دن کی کوشش میں اشرفیاں بٹوہ سمیت غائب کردی گئیں۔ بیچاری غریب سکونت کے دل کی کلی مرجھا گئی نشہ اتر گیا۔ ہر وقت چپ۔ ایک دن بی بی کو ترس آیا پاس بلایا اور پوچھا "کہو بی سکونت ربجیا کی شادی منجھلی کھوجنیا کے ساتھ کب کرو گی؟" چوری کھل گئی۔ بی سکونت نے گردن جھکائی۔ کہنے لگیں "ارے اب کا ہوئی (ارے اب کیا ہوگی) رات گئی بات گئی" سر سائمن کی قدر و منزلت بھی ہندوستان میں غیر معمولی آؤ بھگت یعنی دو اشرفیوں سے کی گئی۔ ظرف کوتاہ مظروف سطبر۔ آنکھیں کھل گئیں مگر مقدر اچھا نہ تھا ابھی و بڑی کھوجنیا مُنوا کا۔ چھوٹی کھوجنیا سلریا کا "فرماتے ہیں تھے کہ رپورٹ کا بٹوا چوری گیا اب یہ نہ کہیں تو کیا کہیں کہ "پارلیمنٹ اپنا فرض اسوقت تک ادا نہ کرسکے گی جب تک کہ اُسے مجوزہ اسکیم کے قابل عمل ہونے کا یقین نہ دلایا جائے" گویا آپ نے جو رپورٹ تیار کی تھی وہ پارلیمنٹ کے نزدیک قابل عمل تھی۔ بٹوا چوری گیا بس "ارے اب کا ہوئی رات گئی بات گئی"

سلے ہذا القیاس ایک تھے نائی صاحب انکو بھی دو تین اشرفیاں مل گئیں۔ نائی کا خزانہ ہے کسوت۔ اشرفیاں کسوت میں جلوہ گر ہوئیں اب جس حجمان کی حجامت بنانے بیٹھے یہ تذکرہ چھیڑ دیا کہ حضور وہ آدمی ہی کیا جو دو چار اشرفیاں ہر وقت اپنے پاس نہ رکھے۔ حجمان سنتے سنتے عاجز آگئے آخر ایک صاحب نے معاملہ تاڑ لیا۔ اور باتوں ہی باتوں میں کسوت سے دونوں اشرفیاں نکال لیں۔ دو تین دن کے بعد پھر حجام صاحب تشریف لائے تو معزول خلیفہ تھے۔ آتے ہی کہنے لگے "حضور کیا زمانے کا حال عرض کروں ایک آپ ہیں کہ اللہ نے سب ہی کچھ دیا ہے ایک ہم غریب غربا ہیں جن کے پاس ایک اشرفی کیسی ایک روپیہ بھی نہیں" سر سائمن صاحب کا یہ قول کہ جب تک آگے قدم نہ بڑھایا جائے یہ بھروسا نہیں ہو سکتا کہ یہ تجویز کیونکر عملی صورت اختیار کرے گی پھر بھی جو

جلد ۱۶ نمبر ۶
ضمیمہ اودھ پنچ لکھنؤ
۱۴؍فروری ۱۹۳۱ء

مضامین غیر

(تلاش علت غیر معلومہ)

خدا کی خدائی میں ہزار ہا چیزیں بلکہ تمام مخلوقات کی صورت سیرت وضع قطع کی علت مخفی ہے۔ اور ایسی مخفی کہ دُنیا بھر کے فلسفی اُسکے سمجھنے سے قاصر ہیں کوئی بتائے کہ فلاں درخت کے پھل اور برگ اس شکل پر کیوں ہیں یا جب ہم شکر بناتے ہیں تو اُس کا بلورہ (کرسٹل) مربع کیوں ہوتا ہے اور بعض دوسری اشیا کا بلورہ مثلث یا مسدس کیوں ہے؟ خود حضرت انسان کی شکل طبعی اعجوبۂ روزگار ہے پھر اصناف انسانی بھی یکساں رنگ اور وضع کے نہیں۔ ان میاں نے بھی علت بیان نہیں کی کہا تو یہ کہ اِنَّ اللّٰہ خلق آدم علی صورتہ (خدا نے آدم کو اپنی ہی کی صورت پر بنا دیا یعنی جس طرح مشیت کو منظور ہوا) بھلا بتائیے اس گول مول عبارت سے کوئی خاک سمجھ سکتا ہے کہ مستقیم القامۃ صاحب عقل و ارادہ دو ٹانگوں چلنے والے سر سیاہ و دندان سفید حضرت انسان کی طبعی شکل میں کیا اسرار پنہاں ہیں؟ ہرگز نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ موجد سے کوئی سوال اُسکی ایجاد کی صورت یا آفرینش سے متعلق ہو ہی نہیں سکتا۔

بنا بریں علیہ ہمارے دوست لارڈ اروِن سے کوئی یہ پوچھنے کا حق نہیں رکھتا کہ تم نے جو نئے ٹکٹ (برائے چندے) ایجاد کیے تو پیسے والے ٹکٹ پر دہلی کے پُرانے قلعے کی تصویر کیوں رکھی۔ ادھنی ٹکٹ پر یادگار جنگ کی محراب کیوں چھپوائی۔ ایک آنہ والے پر کونسل گھر کا نقشہ کیوں بنوایا۔ دو آنے والے پر آشیانۂ وائسرائے یعنی اپنے عارضی گھر عالیشان گھونسلے کی تصویر کیوں رکھی۔ تین آنے والے پر گورنمنٹ آف انڈیا کے سکریٹریٹ کی عمارت کی شکل کیوں مرتسم کی اور ایک روپیہ والے پر ڈومینین کے چار کالم (ستون) کھڑے کرنے کی علت کیا ہے؟۔

ہاں یہ حضرت انسان کی عادت ہے کہ جو بات معلوم نہ ہو سکتی ہو اُسکا کھوج لگانے کے درپے ہو جاتے ہیں چاہے تھک بیٹھیں یا نہ بیٹھیں۔ ان میں سے جو محقق زیادہ طبیعت دار ہیں وہ گڑھی ہوئی علت کو کھینچ تان کے واقعیت کے نزدیک پہونچا دیتے ہیں اور انکی تحقیق سے مستفید ہونے والے "واہ واہ کیا دور کی کوڑی لائے" کے نعرے لگا کے آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں۔ عادت کو کیا کیجیے۔ یہ کمبخت جانے کا نام نہیں لیتی۔ جب سے نئے ٹکٹوں کا معاملہ چھڑا ہے یاروں کے خیالات خاک بیزی میں مصروف ہیں۔

سُنا بھائی! یہ پیسے کے ٹکٹ پر اتنے عالیشان قلعے تاریخی یادگار۔ اُجڑی ہوئی اسلامی تختگاہ کی تصویر بنوانے کے بھی کوئی معنی اور گہرے معنی ہیں۔ بات یہ ہے کہ جس زمانہ میں یہ قلعہ آباد تھا اُسوقت ہندوستان کی منڈی میں بجز پول سیاہ (پیسے) کے زر سفید و سُرخ کا نام نشان نہ تھا۔ ایک پیسے میں دو وقت پیٹ بھر کے غذا مل جاتی تھی اسلیے ضرورت سونے چاندی کی نہ تھی۔ چاندی سونے کے سکے کا چال تھا کہ اُسکی قیمت۔ چاندی سونے کے تاؤ بھاؤ کے ساتھ گھٹتی بڑھتی رہتی تھی مسکوک اور غیر مسکوک میں کوئی نمایاں فرق نہ تھا۔ تو معلوم ہوا کہ اب سے ستر برس پہلے ہندوستان پیسے والا تھا۔ جسقدر پیسے کا بھاؤ گرتا گیا اُسی قدر کھانے پینے کی چیزوں کا پلہ بھاری ہوتا گیا۔ پیسے نے غلّے کی جگہ لے لی۔ یہ نوبت پہونچی کہ چار پیسے دو تو پاؤ بھر آٹا میسر آئے۔ مسلمانوں کی حکومت کا بس چاندی سونے پر چلتا نہ تھا بس تانبے کے سکّے پر اوقات بسر ہوتی تھی یعنی سونا روپیہ کا دو سیر بکتا تھا اور ایک روپیہ کے پیسوں کا وزن آدھ سیر سے کچھ زیادہ ہوتا تھا۔ پیسے بھی نہایت بھدّے بدصورت تکنے جو کوڑیاں ہوتے تھے یہ سمجھ لو کہ تانبے کی موٹی چادر کے ٹکڑے کاٹ کے دو چار اُبھرے ہوئے نشان اُس پر بنا دیے اور پیسا تیار۔ بازار میں کوئی ایسے پیسوں پر اعتراض نہ کرتا تھا۔ عموماً یہ پیسے "موٹے پیسے" کے نام سے موسوم تھے۔ مگر ان میں تفریق تھی۔ مثلاً دھوسا ہی پیسا۔ جھاڑ سا ہی پیسہ (جس پر ایک عجیب درخت بنا ہوتا تھا) اور تیس برس اُدھر تک بندیل کھنڈ میں جس کا رواج تھا) ان پیسوں کی بھی کچھ اتنی وقعت نہ تھی گر اب یہ پیسے کنٹر کے بھرے جاتے تھے جو چھرّوں کا کام دیتے تھے تو وجہ کیا؟ تانبے کی اصلی قیمت اور پیسے کے وزن میں کچھ بہت تفاوت نہ تھا تانبے کے ٹکڑے نہ بنائے پیسے ہی کے آٹھ دس ٹکڑے کر لیے اور قرابینوں میں بارود کے ساتھ ٹھونس دیے۔ پھر بھی پیسا ایک چیز تھا اور اشرفی یا روپیہ سے زیادہ چلتا تھا۔ اتنی عزت اسکی تھی کہ میاں نظیر اکبرآبادی نے روپیہ یا اشرفی کے بارے میں کوئی نظم نہیں لکھی مگر کوڑی اور پیسے پر اپنی شاعری صرف کی۔ لہذا ثابت ہوا کہ پیسے سے پرانے قلعے کو ایک خاص تعلق ہے۔ لارڈ اروِن آدمی ہیں شاعر اُنھوں نے مناسبت ڈھونڈھ لی یہ بھی پیسا حاصل کرنے کی ایک ترکیب ہے۔

ہائے پیسا۔ ہائے پیسا

ایسٹ انڈیا کمپنی یہاں ابتدا میں پیسا کمانے آئی تھی تجارت کے زور اور بھانت بھانت کی چالوں سے زمین کے مختلف ٹکڑے اسکے ہاتھ لگے۔ اس نے پیسے کو خوبصورت سڈول ہموزن گول بنایا اور اُس کے ایک رُخ پر تو گھوڑے اور شیر کا مارکہ نقش کیا دوسری طرف ترازو کی شکل کا کانٹا اُبھارا جسکے دونوں پلّے ٹھیک برابر دکھا کے نیچے ایک دلفریب لفظ لکھا وہ کیا؟ "عدل"۔ یہ لفظ نستعلیق خط میں ایسا صاف و خوشخطی سے درست تھا کہ دیکھنے والے کا دل خواہ مخواہ بھدّے بدشکل طرح بنگلے دھوسا ہی اور جھاڑ سا ہی یا شاہی پیسے کی طرف نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا۔ اب وہ عدل والا پیسا ناپید ہو گیا (کون کہے کہ اُس پیسے کے ساتھ ہی "عدل" بھی تشریف لے گیا)۔ اس پیسے کا نام "ڈبل پیسا" رکھا گیا اور دوسرے پیسوں کا نام "کچا پیسا" پڑ گیا۔ ڈبل پیسے نے کچے پیسے کو خوب پیسا حالانکہ وزن میں

ڈبل پیسا کچھ کم چوڑا ساٹھ کا تھا اور سکہ پیسا تو لا بھر کے قریب۔ مگر بچارے کا بس نہ چلا۔ واقعی پیچ کے آگے ڈبل ڈبل کچھ کام نہیں دیتا۔

جب الیسٹ (انڈیا) کمپنی نے برقع اُتار کے تاج پہنا تو چہرے دار پیسے صاحب تعریف لائے منہ آب تو یہ تھا کہ "عدل" کا دلفریب تصویری لفظ کسی کونے میں اس پیسے پر بھی جلوہ گر ہوتا مگر خدا معلوم کس مصلحت سے میاں عدل کنارہ گیر ہو گئے۔ اچھا بھائی جاؤ خدا حافظ۔ بہرکیف پرانے ٹکے سے جدید پیسے والا ٹکٹ ضرور ایسے تاریخی تعلقات رکھتا ہے جن سے انکار نہیں ہو سکتا۔

اب لیجیے دو پیسے والے ٹکٹ کو اس پر محراب جنگ کی شکل بنی ہوئی ہے۔ دُنیا جانتی ہے کہ جس جنگ کی یادگار یہ محراب ہے اُس میں انسانی جانیں ٹکے سیر ہو گئی تھیں۔ اُردو زبان میں "دو پیسے" کا نام ٹکا ہے۔ بنگالی زبان میں ٹکا "روپیہ" کو کہتے ہیں جنگ کا زمانہ وہ زمانہ تھا کہ جب ہندوستان نے اپنی جان اور خدمت کا عوض مانگا تو رولیٹ ایکٹ کی صورت

نوٹس تاریخ مقررہ نسبت تصفیہ شرائط اشتہار نیلام

(آرڈر ۲۱۔ قاعدہ ۶۶)

بعدالت منصفی کانپور ضلع کانپور مقام کانپور

مقدمہ نمبر ۶۰ بابت سنہ ۱۹۳۰ء نمبر اجرا ۵ بابت سنہ ۱۹۳۰ء

سیوورشن سنگھ ولد ٹھاکر کو دھر سنگھ۔ ساکن کاکا دیو۔ پرگنہ و ضلع کانپور .... مدعی

بنام

جمیل الرحمٰن .... مدعا علیہ

بنام جمیل الرحمن ولد منشی عبدالغنی مسلمان۔ ساکن طلاق محال شہر کانپور حال ملیم شہر دہلی محلہ بلی ماران مقبول کوٹھی مسالدین مدیون ڈگری چونکہ بمقدمہ مندرجہ عنوان مدعی ڈگری دار نے واسطے نیلام جائداد مفروقہ کے درخواست گذرانی ہے لہذا آپ کو اطلاع دی جاتی ہے کہ تاریخ ۲۰ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۱ء واسطے طے کرنے شرائط اشتہار نیلام کے مقرر ہوئی ہے۔

آج بتاریخ ۱۱ ماہ فروری سنہ ۱۹۳۱ء بثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت — دستخط حاکم بخط انگریزی

نام عدالت منصفی کانپور
نمبر مقدمہ ۶۰ سنہ ۱۹۳۰ء
نام فریقین: سیوورشن سنگھ بنام جمیل الرحمن وغیرہ۔

میں اُسے ٹکا سا جواب ملا۔ ہندوستان افیمی کے تختہ کی طرح ٹکے گننے لگا (ٹکے گننا۔ تختے کی تیز کو کہتے ہیں) جلیان والے باغ کا حادثہ اور مارشل لا اُس ارزانی جان کی دلیل ہے جو اس نا قدرنی اور ناقابل فراموش واقعے سے پیدا ہوئی۔

مختصر یہ کہ جب کانگریس نے اعلان کر دیا ہائے ٹکا "مزدوری" کا بھی ہاتھ نہ لگا اور یہاں ہندوستان کا خزانہ عامرہ بھانڈوں کے دس ٹکوں کی طرح وزن و خرچ کے اعتبار سے برابر ہو گیا۔

حکایت یوں ہے کہ ایک بھانڈ بنتا ہے خادم اور دوسرا مالک۔ مالک اپنے دس ٹکوں کی تحویل کا محاسبہ خادم سے کرتا ہے۔ خادم کہتا ہے:۔ سُنو۔

ٹکے تھے دس۔ میاں گئے کیچڑ میں پھنس۔ ٹکا دھلوائی دیا۔ ٹکا دھلوائی دیا۔
ٹکے رہے نو۔ میاں نے کھائے تھے جو۔ ٹکا ٹھنڈائی دیا۔ ٹکا ٹھنڈائی دیا۔
ٹکے رہے آٹھ۔ میاں کی ٹوٹی تھی کھاٹ۔ ٹکا بُنوائی دیا۔ ٹکا بنوائی دیا۔
ٹکے رہے سات۔ میاں کی اُکھڑی تھی لات۔ ٹکا بٹھوائی دیا۔ ٹکا بٹھوائی دیا
ٹکے رہے چھے۔ میاں کو آئی تھی قے۔ ٹکا اُٹھوائی دیا۔ ٹکا اُٹھوائی دیا۔
ٹکے رہے پانچ۔ میاں کی نکلی ...... ٹکا دبوائی دیا۔ ٹکا دبوائی دیا۔
ٹکے رہے چار۔ میاں کو آیا بخار۔ ٹکا چھپوائی دیا۔ ٹکا چھپوائی دیا۔
ٹکے رہے تین۔ میاں کی ٹوٹی تھی زین۔ ٹکا ٹھکوائی دیا۔ ٹکا ٹھکوائی دیا۔
ٹکے رہے دو۔ میاں گئے تھے کھو۔ ٹکا ڈھونڈھوائی دیا۔ ٹکا ڈھونڈھوائی دیا۔
ٹکا رہا ایک۔ ...... میخ۔ ٹکا نکلوائی دیا۔ ٹکا نکلوائی دیا۔

الغرض جنگ نے میاں ہندوستان کو لنگوٹی بند چھوڑا۔ ٹکے ٹکے کو محتاج ہو گئے۔ اُس پر بھی بقول لوانسیس کے

دیکھا یا گا۔ سو جیسے ٹکا تھا کہ پہلی سیاسی کی ہو تو انہیں بھی رنگئی اور مکمل ٹکا اپنے ہونگا تاکہ یہ معنی ہمارے ولسرائے نے ٹکے کے ٹکٹ کو جنگی محراب کی تصویر سے آراستہ کرنے میں واقعی شاعری فرمائی ہے۔

اس مناسبت کے علاوہ جب ہم جنگ کے اصلی وجوہ و علل پر غور کرتے ہیں تو بے اختیار اس منحوس لڑائی کو "ٹکاہی" کا خطاب دینا پڑتا ہے۔ کیوں؟ اسلیے کہ تاجرانہ جنگ تھی۔ یار لوگ کمیشن یا نفع کے ٹکوں پر لڑے۔ میاں ہندوستان تاجر تو نہیں کمیشن ایجنٹ یا دلال تھے۔ دلالی کا ٹکا پیٹ پالنے کا سہارا رہ گیا تھا۔ اس ٹکے میں بھی سیکڑوں ساجھی تیرا دیکھا معاصرت۔ دلالی کی چاٹ پر انھیں بھی شریک ہونا پڑا۔ خدا ہی جانے کہ ٹکا بھی بچے بچا یا موچی کے موچی ہی رہے۔ لارڈ اِروِن کی اس شاعری پر بے اختیار داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ واہ واہ کیا شعر ارشاد ہوا ہے۔

ٹکے کے بعد ایک آنے والے ٹکٹ پر یوں طبع آزمائی ہوتی ہے کہ اسمیں کونسل گھر جو بنا ہے وہ چار پیسے والوں کے آرام کے لیے بنا ہے۔ دُنیا گول ہے یہ بھی گول ہے اسکی تصویر ایک تسبیح نکالے ہوئے جبڑے سے مشابہ ہے ہاں چار پیسے کا مقدور رکھنے والے نہ ہنسیں گے تو کون ہنسے گا۔ اسمیں زیادہ تر وہی لوگ براجیں گے جو ہنس ہنس کے اپنا گھر بسانے کے عادی ہیں جا ہے ان کے قوانین وضع کرنے پر عوام کی آنکھ ناقت خنظل (اندرائن کا پھل توڑنے والا) بنی رہے یا ملاح کی لنگوٹی ہو جائے جس میں سے ہر وقت پانی ٹپکتا رہتا ہے۔ ایک آنے کا سکہ جس دھات سے بنا ہے وہ بھی نئی

جلد ۱۶

ضمیمہ اودھ پنچ لکھنؤ

(۲۸ر فروری ۱۹۳۱ء)

بکثرت خطوط "اودھ پنچ" کی پرانی جلدوں کی طلب میں آتے رہتے ہیں۔ پرانی جلدیں فروخت ہو کر ختم ہو چکیں۔ پرانی جلدوں کے جو مضامین باعتبار انشا و فصاحت و بلاغت و ظرافت محفوظ رہنے کے قابل ہیں ہم خود بھی بالالتزام ہفتہ وار انہیں دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ بہت کم ایسے حضرات ہیں جنکے پاس اودھ پنچ کی پرانی فائل محفوظ ہو گی ہمیں امید ہے کہ خریداروں کی اکثریت ان مضامین سے لطف بھی حاصل کرے گی اور اگر اپنے ذوق ترقی کے واسطے ان جواہر کو ذخیرہ کرنا چاہے تو بغیر کسی مزید زحمت و تلاش کے یہ مقصد بھی پورا ہو جائے گا۔

کئی معزز معاصرین نے ہم سے خواہش کی تھی کہ منشی سجاد حسین مرحوم کے عہد کی جلدات اودھ پنچ سے ہم عمدہ مضامین کا انتخاب کرکے حال کے اودھ پنچ میں شائع کریں خدا بخشے حضرت حالب مرحوم کو اسپر اصرار تھا مگر ہم نے یہ عذر کیا کہ دنیا اس انتخاب کے دوسرے معنی لے گی یعنی اپنی فوقیت کا اظہار (بذریعہ تقابل) یا اپنی مفلس الدماغی کا اخفا۔ اور بہر حال ہمیں ناروایات کے جنجھٹ میں گرفتار ہونا پڑے گا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ ہم سے مشورہ لے کے دوسرے حضرات اس کام کو انجام دیں۔ مگر ہمارے پاس ایک جلد بھی اس دور کی موجود نہ تھی۔ کوئی دوسرا اس طرف متوجہ نہ ہوا۔ دو تین اصحاب علاوہ خود کے منتخبات کتابی صورت میں شائع کیے تو وہ مقبول نہ ہوئے اسلیے کہ ان میں سے بعض حسن انتخاب سے عاری اور بعض کسی غرض خاص سے وابستہ۔ الغرض ہم اپنی ہی کوشش کے نمونے پیش کرتے ہیں عجب نہیں کہ ان میں شرقی ادب کی بہترین مثالیں نظر آئیں۔ والسلام

خاکسار منیجر اودھ پنچ

اودھ پنچ نمبر ۱ جلد ۱ کا افتتاحی اعلان مورخہ ۱۶ر اکتوبر سنہ ۱۸۷۶ء

اعلان نزول اجلال وورود اقبال

زمانہ کو مقدار حرکت سے تعبیر کرنا فلسفیوں کا ڈھکوسلا ہے۔ اجی زمانہ حقیقت میں مقدار مسرت کا نام ہے۔ جو وقت ہنسی خوشی سے نہ گزرے وہ زمانہ میں شامل کرنے کے قابل نہیں اسے رکھ دار سمجھ کر رشتۂ زندگی کی چرخی سے نکال ڈالیے۔ ورنہ بدولت واقبال مدظلنا کی غیبت ضروری یا حبس نفس کی ریاضت سے جو کر آج تک جتنے فلسفر یا جنتر پان خائف ہوئی ہیں سب کو کانجی ہوس کی نذر کیجیے۔ کیا معنی کہ اسوقت تک ہر ایک انسان یعنے حیوان ناطق یعنے جزئیات کے کلیات خانہ زاد ترقی یافتہ چمپانزی۔ دماں ورزانیات بلکہ قید حیات سے خارج تھا اب خدا خدا کرکے شاخ آہو میں ثمر۔ صدف کاذب میں گوہر۔ شورہ بوم میں شجر۔ رمانے ریاکار میں اثر دیدۂ نرگس میں نور نظر پیدا ہوا نہیں بلکہ عمر منت میں بسر آیا یعنی مسماۃ خوشی خانم جو کہ خانۂ صنوبری گنبد معکوس مضغۂ گوشت ہوش آرزو کابل یعنی عالم صد جہان آباد دل سے اصلاح رفوچکر ہو گئی تھیں جیسے آفتاب تصویر سے گرمی۔ دل معشوق سے نرمی۔ خرابہ سرائے دلاوری و دماغ زاہد سے تری۔ رخ عاشق سے حمرت۔ طبع لئیم سے سخاوت دم سگ سے استقامت۔ کلام واعظ سے صداقت اور یعنی صدق انبض میت سے حرکت۔ ازرق چشم سے مروت۔ ہندوستان سے دولت۔ ہندوستانیوں سے رسم الفت بعد مدت جہان جہان خراماں خراماں۔ اٹھلاتی۔ بل کھاتی مسکراتی۔ گدگداتی پھر اسی اجڑی ہوئی منزل میں یوں آ رہی ہیں جس طرح ذہن میں بات۔ دماغ میں خیالات۔ دشت نینوا میں نہر فرات۔ دست مینوا میں رقم زکوۃ۔ پس آج سے اگر کوئی بیوقوف مسرت دشمن۔ حسرت دوست۔ استخوان بے گوشت و پوست۔ منہ پھلائے نظر آئے تو اسکو فوراً کالج لیجائیے عارضہ سخت ہے نیلا پرشین کچھ دفع ہو گا۔

ہے یہ غصہ یا تیوری یا گلوری گال میں
آپریشن سے علاج گل پھلول ہو تو ہو

ترش ابروئی و سرکہ جبینی نفرہ سرد آہ کو گرمی بیجز یا خیرۂ الفت کا خمیر ہے۔ یہ سودا نصیحت کے سوڈے سے زائل ہو سکتا ہے۔

رقت مصیبۂ دمیدہ میں پکچر ہو جانے کا نام ہے (اگر کبھی غدۂ ضحک سے بھی آنسو نکل آتے ہیں) پس اس حمام کی چھت ترنج انبیق فلسفر اور طرح کی لنگوٹی سے بندھا یا کاٹھنے والی آنکھ کو بر اعظم افریقہ میں آب پاشی کرنے کے لیے بعد قدح پیڈ پارسل کر دینا چاہیے۔

ان نینوں کا یہی لیکھ
یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھ

عبوست۔ ایک خبیث خلقی و خلقی مرض ہے۔ حل ناصح۔ چہرۂ واعظا جبین معلم الصبیان۔ سیاہ کلام میں اکثر پیدا ہو جاتا ہے اور روغن قاز کی مالش اسکی حکمی دوا۔

ان کے چہرہ کی عبوست کے لیے
روغن قاز ملا کرتے ہیں

بدمزاجی۔ اکثر افلاس یا زوجہ متقدسہ یعنی بی گھر بسی یعنی توالد و تناسل کی کل یعنے بڑھاپے کی جل یا کھل یعنی شباب کی عزاوت سے ان بن ہو جانے کے باعث عارض ہو جاتی ہے اس کا دفیعہ تقابض البدلین ہے۔

مرا تا نقرہ باشد می فشانم
ترا تا بوسہ باشد می ستانم

الغرض با بدولت واقبال کا ورود مسعود و نزول مقبول عقل۔ خیر۔ ایمان۔ تصدیق۔ عدل۔ شکر۔ توکل۔ رحمت علم۔ فہم۔ تواضع۔ حلم۔ صبر۔ وفا۔ طاعت۔ سلامت۔ صدق حق۔ امانت۔ اخلاص۔ معرفت۔ انصاف۔ راحت۔ برکت عافیت۔ حکمت۔ وقار۔ سعادت۔ نشاط۔ فرح۔ الفت۔ سخاوت کا پیش خیمہ ہے۔ اور جہل۔ شر۔ جمود۔ جور۔ سخط۔ کفر۔ حرص۔ غضب۔ حمق۔ کبر۔ سفاہت۔ فزع۔ غدر۔ معصیت۔ بلا۔ کذب۔ باطل۔ خیانت۔ شوب۔ انکار۔ عصبیت۔ تعب۔ نحوست۔ موت۔ نخوت۔ شقاوت۔ کسل۔ جزع۔ فرقت۔ بخل کا استیصال کلی ہے

پھر یکہ کو دیجیے دل میں
آمد فصل نو بہاری ہے

فلسفۂ جہل

دیباچہ — مسٹر ولیم ہلٹن کہتے ہیں کہ کرۂ ارض میں انسان سے بڑی کوئی چیز نہیں اور وہ انسان ہی

نہیں جس میں عقل و تمیز نہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ تجربۂ دنیا میں جہل سے بڑی کوئی چیز نہیں اور وہ انسان نہیں ہے جو کسی نہ کسی وقت جہالت میں مبتلا نہ ہو۔

اگر عقل ہی سے کام نکلتا تو یورپ جو کبھی علم و عقل میں حکمت استاد تھا آج جنت فطری پر مائل نہ ہوتا اور جہالت و سفاہت میں شیخ چلی کا شاگرد رشید اور پیرامن ہبنقہ کا اخلاص مند مرید نہ بن جاتا۔

فی الحال جہل کی قدر افزائی جسقدر یورپ میں ہو رہی ہے اور کسی طبقہ میں شاید نہ ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ بیچاری جہالت کو تیلی گرہ کا سمجھ کے بی عقل صاحب سلجھانے بیٹھے تھک سو بایا اسقدر عاجز کیا کہ سوتا ہے کی جلن نہ ت ہو گئی۔ غریب جہالت کو بھاگتے ہی بن پڑی۔ آپ جانیے احمق کی عقل کی طرح سطح ارض ٹھہری گول آخر خاصہ گردونیت سے بھاگتے بھاگتے پھر اسی جگہ دم لیا جہاں سے بھاگی تھی۔ اور تنگ آمد بجنگ آمد کی مثل پوری ہوئی جسقدر جہالت ہو جائے کوئی وجہ نہیں کہ بالشت بھر کی کھوپڑی میں رہنے والی چیز تو ساری دنیا پر قابض و متصرف ہے اور یہ تمام ڈیل پر حکومت کرنے والی تھے دودھ کی مکھی کی طرح نکال باہر کی جائے۔ ہاں سوا اسکے مصنوعیت اور اصلیت میں فرق ہے۔ اصالت جہالت پر ڈاکٹر ڈارون فیلسوف کی تحقیقات دلیل قوی ہے۔ اسلیے جہل کو ترجیح نہ دینا عقل کا قصور ہے۔ ایک دوسرا فلسفی کہتا ہے کہ حماقت کو بھیس بدلنے کی عادت ہے چنانچہ ایک زمانہ دراز سے وہ تہذیب و تمدن کا لبادہ اختیار کیے ہوئے تھی۔ تیسرا فلسفی اسکی تائید میں کہتا ہے کہ انسان سے جسقدر عقلمندی کے افعال سرزد ہوتے ہیں، سب جہالت و سفاہت کی خاطر سے ہوتے ہیں یعنی اسلیے کہ جہالت کا مقصد اصلی پورا ہو جائے اور عقل کا جائزہ گرنے نہ پائے مثلاً گھوڑے پر بیٹھکر اچکنا۔ اچھل کود کی قوت طبعی ہے۔ اگر کوئی شخص خواہ مخواہ کود کر نامہ کا سبق پڑھے تو تم اسکو مجنون خیال کروگے اور دل کی چالانے کے لیے جب گھوڑے کی پیٹھ پر کبھی اونچا کبھی نیچا ہو تو پورا ہنر خالص عقلمند کہا جائیگا۔

حالانکہ افلاطون سے کسی نے پوچھا کہ گھوڑے کی سواری کی نسبت آپ کی کیا رائے ہے تو اس نے جواب دیا

کرامات عقل ۔۔۔ جاری

دوڑنا کھیلنا کمانا کہ بیاہ تک میری عقل کی رسائی چی۔ کرکٹ۔ فٹ بال۔ ٹینس۔ ہاکی۔ بیڈمنٹن۔ بہیر ڈ ... سے لیکے۔ توپ سازی۔ بندوق بازی۔ لشکر آرائی۔ جہاز رانی فیشن و فیشن کا خیال۔ مختلف سیاسیات کا وجود جہالت کے غرض حقیقی کے پورا کرنے کے لیے ہیں۔

ان تمام فیلسوفوں کے اقوال سے ہمارا مقصود اصلی ہر طرح حاصل ہے۔ ڈاکٹر ڈارون کا نظریہ اگر صحیح ہے تو اور صاف مسلم ہے کہ حضرت انسان کے خمیر میں داخل ہی عقل کا جامہ اور علم کا عمامہ بناوٹ کا ہے شب و روز میں کسی وقت اتار کے ضرور رکھ دیا جاتا ہے خصوصاً جبکہ نفسانی قوتوں میں ہیجان پیدا کرنے والا کوئی سبب پیدا ہو جائے۔

آئینہ دیکھکے انسان کیونکر منہ نہ بنائے گا ... نکالے ہکلن۔ بچہ کھلانے میں ... زبان کے بلانا۔ کثیر الوقوع اور بخلوص نیت زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔ سنگار کرتے وقت عورت مرد کو۔ ترجیح مرجوح تفضیل مفضول سبب مسبب۔ علت و معلول۔ معقول غیر معقول۔ حاصل محصول کا خیال فضول علوم ... اور خلوت میں تو واہ واہ۔ کوئی صفت منجملہ صفات بہیمیت ادھوری نہیں رہتی۔ لوازم تہذیب تمدن یعنی خود ساختہ طرز عمل یا ان نیچرل ہولیزیشن سے طبیعت از خود اکتا کر اصلیت کی جانب رجوع کرتی ہے اور اکثر لوگوں کو دم دیکھے ... بنیے کی ضرورت داعی ہوتی ہے۔ ہیو علیہ علیہ خراب علیہ اللعنۃ والعذاب کی طرف رجحان ہوتا ہے۔

الغرض جب صنعت اصلیت کے حقوق جائز میں سنہ انداز اور تابع ہونے کی حالت میں بہیمیت کی روح بیدار ہونے لگی تو خالص انسانیت یعنی بہیمیت کا تنازع للبقا کے لیے آمادہ ہو جانا کچھ عجیب نہیں۔ پس اس انقلاب پر غور کرنے سے ہمیں ضرورت پیدا ہوئی کہ موجودہ مکتب و مدرسہ کو بدتمیزی کی ٹوکری میں پھینکدیں اور نیا نصاب تعلیم درست کریں۔ امید ہے کہ مدارس عالیہ آئندہ اسی فلسفہ سے متمتع ہونگے اور ارادی و غیر ارادی افعال کو جانچنے کے حکم لگائینگے کہ مصنوعی کون سا فعل ہے اور اصلی کون سا۔

مقدمہ

اسکے اتفاق ہوا کہ ... نے کہا آنکھ نے دکھائی کہ ... اپنے محسوسات میں خواہ مخواہ غلطی نکالنے پر مستعد ہوئے نہ معلوم پہلے تخم پیدا ہوا یا درخت انڈا وجود میں آیا یا بچہ یعنے حس بشری سے کوئی غلطی سرزد ہوئی یا عقل کی لگائی بجھائی نے چھوٹے بڑے واہمہ کو جھوٹی سچی پٹی پڑھائی۔ لیکن اسمیں شک نہیں کہ بیکار کی ادھیڑ بن کی بنیاد روز بروز مضبوط ہوتی گئی اور سمجھنا چاہیے کہ زندگی کو اسی وقت سے روگ لگا۔

یہ بات غور طلب ہے اور ہمیشہ رہیگی کہ جب عقل اور حس دو جداگانہ چیزیں ہیں تو ایک کو دوسرے کے ذاتیات میں مداخلت بیجا کا حق کیونکر حاصل ہوا۔ اگر عقل کو یہ حق ہے کہ وہ حس کی خطا گیری کرتی رہے تو کیوں حس کو عقل کی عیب بینی کا استحقاق نہیں نگاہ آفتاب کے جھجھاتے گولے کو ایک لڈو کے برابر دیکھتی ہے تو عقل کو اسمیں چون وچرا کا کیا محل ہے۔ اگر چاند ابر میں بھاگتا ہوا دکھائی دیتا ہے تو بی عقل کا اسمیں کیا دخل ہے۔ پانی کے اندر کی چیز اپنے جثہ سے بڑی نظر آتی ہے تو کیا خرابی ہے بی عقل نے جربات میں کلیان اور کھینے نے لگائے اُس سے کیا نتیجہ ہوا۔ آفتاب بڑا ہے وجہ یہ ہے کہ ہم کو دور کی چیز چھوٹی دکھائی دیتی ہے؟ غلط! دور کی چیز جب نزدیک آجاتی ہے تو بڑھ جاتی ہے ابر اور چاند میں چھلی چھپا ہوتی ہے۔ پانی میں چیز ڈالنے سے بڑی ہو ہی جاتی ہے۔ صرف اپنی اپنی عقل کا پھیر ہے وہی آنکھ ہے جس نے پہلے ایک چیز پر چھوٹے ہونے کا حکم لگایا تھا اور وہی اب اسی چیز کو بڑا دکھاتی ہے۔

عقل کو آنکھ میسر نہیں اسلیے مرئیات پر اس کا حکم صحیح نہیں۔ عقل کے کان نہیں ہیں لہذا سمعیات میں اسے دخل نہ ہونا چاہیے اسی طرح دیگر حواس میں بھی۔ اس کے علاوہ جب عقل و حس میں تعارض ہو تو انصاف کسی کو ڈگری نہیں دے سکتا۔ ان تمام مباحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ عقل و عاقل و معقول سب ایک ہی ہیں ان کے پھیر میں پڑنے والا بیوقوف ہے۔

(باقی)

جسم ساحت کے دائرہ میں رہ کر زندگی بسر کرنے والا
عالم کی حقیقت کو خوب سمجھا اور دُنیا میں جس لیے
آیا تھا اُس مقصد کو پورا کرے گا۔ عقل پر زور دینے والا
ایک بدعت سیئہ کا بانی مبانی ہے جس بات کو
ہم سمجھ سکتے ہیں اُسکو سمجھنے کے درپے ہونے سے
دماغ کمزور ہو جاتا ہے مخل خیال مضطرب اسطرح طرح
کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر بھی جتنا چاہا تو
اُتنا گر گرا۔ ایک آیا اور اُس نے کہا زمین گھومتی
ہے دوسرے نے کہا آسمان گھومتا ہے۔ یہاں نگاہ کام
نہیں کرتی عقل گدھے لگائے جا رہے ہیں۔ نہ زمین
گھومتی ہو نہ آسمان گھومتا ہے، دراصل عقل چکر
کھا رہی ہے۔ اور کوئی گھومے بھی تو ہماری بلا سے
ہمیں آسمان سے کوئی رشتہ ناطہ نہیں ہاں یہ زمین ہماری
ہے اور جب تک ہم ہیں ہماری رہے گی اگر ٹکی ہی
ہے تب بھی اگر گھوم رہی ہے تب بھی اگر چپ چاپ ہے
تب بھی۔

اگر فلسفۂ عقل نے ہم کو اس زمین میں فساد پھیلانے
کا مشورہ دیا ہے تو یہ ایک غلط مشورہ ہے وہ گردش
کرتی ہے تو اس لیے نہیں کہ اُس میں خونریزی کی
جائے۔ اس لیے نہیں کہ ایک جگہ کے فلسفی دوسری
جگہ کے باشندوں کی زندگی خاک میں ملا دیں۔ اسلیے
نہیں کہ بڑی بڑی توپوں کے گولوں سے آشیانے چھلنی کر دیا جائے
فلسفۂ عقل نے اعتباری فوائد کا عروج تعلیم کیا ہے
اسکی ہر اصل اسی نتیجہ پر منتہی ہوتی ہے اور یہی فساد
کی جڑ ہے۔ اگر ہم محسوسات ہی میں رہتے اور آگے
قدم نہ بڑھاتے تو ہمیں ہر ایک انسان اپنی شکل و صورت
وضع قطع میں اپنا مماثل دکھائی دیتا صورت شکل
ایک ہے تو ضروریات زندگی قانون معاشرت بھی
یکساں ہونے لازم ہیں مگر جب شامت آتی ہے تو
آرام بصورت ہوس کے ابھارتا ہے کسی شاعر نے خوب کہا ہے۔

بس کہ شکستہ ام ز آسیب خاطری
مارسی کہ عافیت بے آزار کس مباد

آج جہل کی عقل دیکھتے ہوئے پرانے جہل پر حسد ہوتا ہے
یعنی اُس جہل نے کبھی اپنی حماقت سے عالم کی طبیعت
بدلنے کی فکر یہ سعی نہیں کی جہلائے حال کی عقل کے یہی
وجہ ہے کہ رفتہ رفتہ اُسی جہل کی جانب حضرت انسان
کا رجحان ہوتا جاتا ہے۔ الغرض فلسفۂ جہل وہ علم ہے
جسمیں جہل بشری کے جمیع قویٰ سے بحث کیجاتی ہے۔
یا یوں کہو کہ وہ قانون جس سے قوائے بشری پر جہل
حکومت کرتا ہے۔

جہل کی صرف دو ہی بال باندھی لونڈیاں ہیں
ایک کو خواہش کہتے ہیں اور دوسری کا نام
مردانہ ہے یعنی طیش یا تیہا۔ قدرت نے ان دونوں
سے بڑے بڑے کام لیے ہیں مصنوعی عقل ان
دونوں سے جلتی ہے۔ مگر جسے خدا رکھے اُسے کون چکھے۔
اصل اصل ہے اور نقل نقل ہے۔ خواہش سے
جو کام نکلتا ہے اگر کوئی بڑا فلسفی عقل سے نکالنا
چاہے تو نہیں نکل سکتا۔

تمام دُنیا میں جو کچھ نظر آتا ہے یہ خواہش کا
ظہور ہے خواہش کی ہمہ گیری کا ادنی کرشمہ
پیدائش ہے پیدائش استقرار وجود کا نام ہے۔
وجود عدم سے افضل ہے۔ پس خواہش کی
افضلیت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔

حکمت یعنی موجودات کا علم خواہش ہے۔
عفت یعنی [illegible] شہوانی کی فضیلت خواہش ہے۔
شجاعت یعنی بہادر ہونا یہ بھی خواہش ہے۔ عدل یعنی
انصاف و اعتدال یہ بھی خواہش ہے۔ پس عقل صاحب
نے ان چاروں صفتوں کو اپنے صفات و فضائل میں
شمار کیا ہے حالانکہ یہ ایک غاصبانہ دعوے ہے
جس کا ثبوت نہیں مل سکتا۔

بابا آدم اور ماما حوا جنت میں رہ کے خواہش کو
ترک نہ کر سکے گیہوں کھا گئے۔ یہی خواہش اُنھیں دُنیا
میں لائی اور اُنکی ادنی خواہش سے یہ ویران کرہ
آباد ہو گیا۔ مرضی الٰہی کی خواہش کا مقتضا یہی تھا۔
اگر غالب مرحوم کی صلاح پر حضرت آدم عمل کرتے
شاہ ظفر کی بھیجی ہوئی بیسنی روٹی لونگا کرتے اور گیہوں
کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے تو مرضی الٰہی کے خلاف ہوتا۔
وہ عقل محض رہتے جسکو عناصر سے کوئی علاقہ نہیں
حکمت یعنی موجودات کا علم بھی کوئی شے نہ ہوتا جسکو
فلسفی اپنا مایۂ ناز سمجھتے ہیں۔ جب تک جاننے والا نہ ہو
اسوقت تک کسی چیز کا وجود مسلم نہیں ادراک علم وجدان
و وجدانیات یہ سب خواہش پر مبنی ہیں اگر عقل کوئی
شے ہے تو وہ بھی خواہش کے بغیر ہیچ ہے۔

روزمرہ کی زندگی میں جس مقام پر عقل کو دخل دیا گیا
وہیں ٹھوکر کھائی۔ قانون وقت میں بھی جہاں کہیں
عقل کی ٹٹ شریک کی گئی وہاں دھوکا کھایا۔ کام
تو جہل سے نکلتا ہے۔ اگر اس وقت ایک نابالغ بچہ
گھر سے نکل کے خبر دے کہ کھانا تیار ہے چلیے کھا لیجیے
آپ فوراً اعتبار کر لیتے ہیں۔ نابالغ کی شہادت اور
وہ بھی خبر واحد کیونکر قابل تسلیم ہوئی۔ اگر عقل
کی بات مانیے اور قانون کو دخل دیجیے تو آیت اللہ
قل ہو اللہ پڑھیں اور گھر میں مسماۃ جورو صلوات
علیہا الگ گرم ہوں کہ کھانا ٹھنڈا ہوا جاتا ہے
اور میاں کو دوستوں سے فرصت ہی نہیں ملتی۔

فلسفۂ اخلاق والے لکھتے ہیں کہ حکمت عین نادانی
ہے۔ اسلیے کہ جب ہم کسی فلسفی سے پوچھتے ہیں کہ
مادہ کیا ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ ایک چیز ہے بڑھتی
ہے گھٹتی ہے رنگ رکھتی ہے قابل تجربہ ہے ایسی ہے
ویسی ہے بھلا بتائیے تو سہی کہ صفات کے گنوا دینے
سے موصوف کی ماہیت اور حقیقت کیونکر معلوم ہو سکتی
ہے۔ پھر یہ نادانی نہیں تو کیا ہے۔ اسوقت علم و حکمت
کا دعویٰ خونخواروں کے گرو گھنٹال خدا کی خوار
اہل جرمن کو ہے حکمت کے رموز دریافت کرنے میں
اُنھوں نے اپنی اور اپنی انسٹری یا مادہ پی اسٹریا کی
ساری عقل صرف کر دی مگر سوا حماقت کے کچھ خطاب
نہ ملا۔ اور یہ سچ ہے اسلیے کہ حکمت کو عقل سے
کیا واسطہ چشم معشوق کی طرح بے آواز کی گولی
اور بے دھوئیں کی بارود دیکھ کر دوروں پر اپنا اثر
دکھا کے رہ گئی۔ اسی طرح عفت کی ضد شرہ ہے
شرہ کے معنے ہیں لذت میں انہماک۔ اسی قوت
کے اعتدال کو عفت کہتے ہیں۔ پس عفت میں
انہماک لذت شامل ہے۔ اگر عقل کو اس میں دخل
دیا جائے تو دُنیا کی مردم شماری گھٹتے گھٹتے صفر
ہو جائے۔ پیرس والوں نے اس صفت میں عقل
کو دخل دیا اور طرح طرح کے آلات ایجاد کیے آخر

عرضداشت دولت باختگان قمار بازی
بخدمت روح راجہ نل آنجہانی

سائلان حسب ذیل عرض پرداز ہیں

جناب عالی

دنیا کی حقیقت جن لوگوں پر کھل گئی ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ دنیا بالکل قمار خانہ ہے اور انسان جو اری جو کام اس بازی گاہ میں کیے جاتے ہیں عام اس سے کہ وہ اپنے بس کے ہوں یا نہوں مگر وہ جدوجہد اتفاق سے خالی نہیں انہیں ہار جیت ہوتی ہے اسی کا نام جوا ہے۔ یہی ان گول گول چیزوں پر جن کا نام سکہ ہے موقوف نہیں ہے۔ کسر وانکسار فعل وانفعال۔ عناصر سے اخلاط کا وجود۔ ایک خلط پر دوسرے کا طالب ہونا۔ مزاج کا حدوث۔ کسی شے میں کسی کیفیت کا غلبہ نطفہ کا انعقاد یہ سب جوا ہے۔ عقل کا ادراک مشاعر خمسہ کا احساس دماغ کا تصور۔ عقلا کی تصدیق جزئیات سے کلیات کا نظم۔ مدرکات کا حفظ صور و معانی کی ترکیب و تفصیل۔ قوتوں کا تصرف۔ اچھے برے کی تمیز۔ یہ سب جوا ہے۔

فضائے اثیری ایک بساط ہے۔ کرہ ہائے نجوم نردیں ہیں وہ چال چلی وہ گوٹ پٹی۔ ادھر کی نرد ادھر گئی۔ کبھی خسوف ہوا کبھی کسوف ہوا کبھی زلزلہ آیا کبھی تصادم ہوا۔ یہ سب جوا ہے۔

پیدا ہوئے تو دودھ سے کھیلے چسنی چچنے سے دل بہلایا۔ دودھ سمجھ کے انگوٹھا چوسا گھٹنیوں چلے تو کھلونے آئے۔ کھڑے ہونے لگے تو گنڈولا چلایا۔ پھر بتدریج گلی ڈنڈا کھیلے۔ لنگر لڑائے کنکوے ہڑائے وہ کاٹا کی مصنوعی فتح سے دل خوش ہوا۔ یہ بھی جوا ہے۔ مدرسہ جانے کی نوبت آئی۔ ہم مکتبوں سے مقابلہ کی ٹھہری امتحان دیے۔ کامیابی قسمت کے ہاتھ ہے یہ بھی جوا ہے۔

جوان ہوئے۔ بہر پرزے جھاڑے۔ ورزش کی ٹھنٹے اینٹھتے اکڑاتے ہوئے سینہ و بازو دیکھتے بھالتے چلنے لگے۔ سیر و شکار۔ کرکٹ ہاکی فٹبال میں جی لگایا۔ یہ بھی جوا ہے۔ شادی بیاہ لیجئے۔ فرح شہر۔ ہم دہر۔ کسر ظہر۔ نقل مہر۔ کی ہوس نے نقد دل کا داؤں لگایا۔ نگاہ نے طاق جفت کھیلا۔ بی مشاطہ نے مہربانی فرمائی۔ شامت لے پیٹ سے پاؤں نکالے روتے دولہا کے بوجھ مانگی۔ موافقت و ناموافقت قسمت کے ہاتھ ہے۔ یہ بھی جوا ہے۔

جورو جنجال لڑکے بھونچال۔ چوتھی میں کنگنے کے کھیلنے کے وقت علامہ روشن ضمیر لینے بی ڈومنی نے پیش گوئی کی تھی" وہ تو جیتی ہیں وہ تو ہارا بنایا جواری فال اور شگون پہ ایمان رکھتا ہے۔ ایک تو پہلے ہی سے ہار گلے پڑا تھا۔ دوسرے بی ڈومنی نے یہ بدفال منہ سے نکالی۔ اب جیت کہاں۔ ہار کا بچھا پھاڑنا پٹ سے چت ہونا لازمی۔ مدت سے زوج ہونے کے بعد ایک مدت تک پیشانی کی پپڑی کوڑیاں بجتی رہیں تین ہاتھ کے چار ہاتھ کے دو ہاتھ کے آتے رہے پو نہ آئی پوگوٹ بیٹھی اور پو آئی تو کب جب تمام دولت ختم ہوئی اور افلاس کی پو بیٹی بخیہ صرف اپنے اڑکا تدابیر پر موقوف ہے جن کا نتیجہ نامعلوم جسے خواہ نتیجہ قسمت کے ہاتھ ہے۔ لہذا یہ بھی جوا ہے۔

نوکری کی عرضی دی۔ بلیسرڈ اسنگ کا غلاف لینے جورو کا پائجامہ گرویں رکھا۔ خانساماں کو بخشش۔ بیرا کو انعام۔ صاحب کو ڈالی۔ میم صاحب کو سلام۔ دو وقتہ نوکری بجالی۔ ڈیم فول سنا سمجھے قدر افزائی ہے۔ دیکھینگے تو ٹھوکر ماریں گے۔ کھائی تھی گنڈیری پھینکا تھا چھلکا تھوڑا تھوڑا بہو کا سہاگ بڑھا۔ جھوٹی خوشامد اہل وطن کی چغلی۔ بے گناہوں کی غیبت دیبا چہ کارگزاری پھر بھی کارگزاری قسمت کے ہاتھ ہے۔ یہ بھی جوا ہے۔

زراعت۔ پانی برسا۔ ہل چلا۔ تخم ریزی ہوئی۔ دانہ کا پیدا ہونا قسمت کے ہاتھ ہے یہ بھی جوا ہے۔

تجارت کے کل شعبوں میں جوا ہے۔

صنعت۔ دستکاری۔ ادنی چیز کو اعلی بنانا بناوٹ اور تیز کھرا ہوا ہے۔

حرفت۔ تجارت کی سوتیلی اور صنعت کی حقیقی بہن ہے لہذا یہ جوا ہوا ہے

سپاہگری یعنی جانبازی۔ ملک الموت سے کھلاڑی کا سامنا۔ کھلا کھلا جوا اور بہت کرارا جوا ہے۔

میونسپل کمشنری۔ ووٹ کی لاٹری۔ خودداری کی بازی۔ دولت گراں بہا کے عوض اڑی ایسی تالیوں کی بادشاہت۔ کسی سے عداوت کسی سے شکایت۔ سولہ آنے ہار ہے پس یہ بھی جوا ہے۔

طبابت۔ مرنے والا شکایت نہیں کرتا۔ جو اچھا ہو گیا وہ شکرگزار۔ دوسروں کے زنان خانوں میں در خور۔ غیروں سے بے تکلفی۔ کمزوری کا ساتھی۔ انگوٹھا یار۔ سینہ کا صندوق رازکی مسلوں سے بھرا پڑا۔ مریض تو خیر مگر حکیم صاحب ہروقت بحران میں مبتلا۔ شہرت وکامیابی نصیب کی بات ہے۔ لہذا یہ بھی جوا ہے۔

وکالت۔ خطرۂ جان و مال و آبرو و ایمان ہے جاؤں جو بن ہارے تو ایک پالا جیتے جیتا سو ہارا ہارا سو مرا۔ یہ بھی جوا ہے۔

مختاری۔ پانسہ پھینکنے کی ملازمت۔ یہ بھی جوا ہے۔ خریداری مقدمات۔ پرلے سرے کا جوا۔ بلکہ اعلی درجہ کا کمینہ جوا۔

امیروں کی مصاحبت۔ بہوسی۔ دروبستی۔ ملازمت۔ رتنالی ٹھاٹ بدیا چودھری کسب۔ دلالی اناڑی مجسٹریٹی۔ کونسل کی ممبری۔ وغیرہ وغیرہ سب کو غور سے دیکھا ہم تو یہی سمجھے کہ یہ سب بھلا برا کا ایک مجمع ہے۔ بتی کے سر پر چراغ جل رہا ہے اور چوسر پانسہ پلٹ رہے ہیں۔ نتیجہ کسی فعل کا کسی کو معلوم نہیں۔ اور شاید حضور بھی یہی سمجھتے تھے ورنہ اپنی ہڈی کے پانسے بنوانا اور سلطنت ہار دینا کسی عقلمند کا کام نہیں ہو سکتا۔ کہئے آپ بھی جو ہم سمجھے کچھ پہلو بے سمجھا۔ طریقہ سب کا جداگانہ ہے۔ چوسر پچیسی۔ گنجفہ۔ سولہی برجا۔ تین تیلی۔ کعبتین۔ یہ ادنی درجہ کے جوے ہیں۔ ان کو اب جو کوئی کھیلتا

ہے وہ ذلیل و کمینہ سمجھا جاتا ہے۔ البتہ گھوڑ دوڑ میں ڈنکے کی چوٹ بازی بدی جاتی ہے۔ ادنیٰ اعلیٰ گورا کالا جسکو دیکھیے داؤں لگا رہا ہے آنکھوں کے سامنے دن دہاڑے لین دین ہوتا ہے اور سب یہی سمجھتے ہیں گویا کوئی ضروری عبادت کی رسم ادا ہو رہی ہے۔ ہمیں اس ترجیح بلا مرجح میں کوئی اعتراض نہ تھا اگر اس کا ضرر ہمارے عائد حال نہوتا۔ اگر گھوڑ دوڑ کے مقابلہ میں ہمارے کھیل حقیقۃً ذلیل ہیں تو عرضی بذاگزرانا کر ہم لوگ اُمیدوار ہیں کہ آپ تھوڑی دیر کے لیے اُس دُنیا سے اس دنیا میں تشریف لائیے اور ہمیں وجوہ سمجھا دیجیے تاکہ تمام بادیوں سے تقابلاً دی کہا کر ہم صرف میدان گھوڑ دوڑ میں قسمت کا گھوڑ دوڑائیں اور دوسرے کھیلوں سے ہاتھ اٹھائیں اس باب خاص میں آپ کی رائے سے بہتر کسی کی رائے نہیں ہو سکتی۔ اور اگر مساوات ہے تو صرف تحریری رائے کافی ہوگی آگے ہم سمجھ لیں گے کامیابی و ناکامی قسمت کی بات ہے۔ اور کس سے کہنے جائیں ورنہ پولیس پکڑ لے جائے گی۔ یہ بھی جوا ہے۔ آفتاب اخلاق و انصاف تاباں باد۔

عرضے

شطرنجی خاں و گنجفہ لال و تاش بیگ پچیسی مل ساکنان موضع ہارنگر

موسیقی کا ایک جلسہ

ایک ہمارے لوکل نامہ نگار تحریر فرماتے ہیں۔ علم موسیقی کی ایک لیڈی پروفیسر نے جنکا نام حلقوم و خیشوم سے بحالت تحریک نواول اکثر بلا ارادہ نکل جاتا اور ریزش رطوبات کا سبب ہوا کرتا ہے جلسہ کیا اور بڑی دھوم سے جلسہ کیا۔ کئے کے میدان میں دوڑنے والی گھوڑیوں نے اس گھوڑ دوڑ کے زمانہ میں ایسی ایسی چالیں دکھائیں کہ واہ جی واہ۔ جاکیوں کو یہ لطف کبھی نہ بھولے گا۔ نمبر ۱۔ سہ راگن کی اکتاسی۔ اُترہی جیکاری تاکند پھیری۔ ستار کی سندری۔ لکڑی ہولی تان طنبورے کا غلاف۔ گم او نگن و بیس کاسی لٹکن

دتال کی نہ سم کی نہ ٹھری
نہ گنگری نہ منجھا نہ ٹھرکی

نمبر ۲۔ غنیمت نخاس۔ سمند گون۔ دوہرا بدن۔ بیٹری کا مال اگر چوری کا نہ ہو تو مشتری بھی نفع میں رہے۔ اور بائع بھی مزے میں

غیر کے ہاتھ نہ بک جائیے گا

نمبر ۳۔ لے پنچ۔ لانبی بیل کی معشوق کا م عاشق نام۔ فیدائیوں کی طمع خام۔

دل مرا جس دن سے مست پیدا ہو گیا
یہ سرخ گل رنگ میدا ہو گیا

نمبر ۴۔ عشق پیچہ کی بیل دلبلاب استاخ پر سیاوشاں۔ بید مجنوں۔ ریشۂ قلم کمیب کی مال کمانی۔ شہاب ثاقب۔ روح شبو۔ برگ بجالو۔ آہ مرداں۔ اوہ زناں۔ تار ستبر تین

آستیں شمیم عطر بیز نسیم صبح خیز ۔
نرمک نرمک نسیم زیر گلاں می خزد
غبغب ایں می کند عارض آں می مزد
گیسوے ایں میکشد گردن آں می گزد
گہ چمن می چمد گہ بہ سمن سے وزد
گاہ بشاخ درخت گاہ بہ آغوش یار

نمبر ۵۔ بہ صورت کمتر بہ سیرت بہتر۔ کلف ماہ۔ داغ خورشید۔ گرما گرم لونگ جڑے کے کباب مگر سوختہ۔ شکر ہے کہ مادہ جوانی میں داغ نہیں لگا ورنہ وہ بھی جل گیا ہوتا۔ گو کہ شاعر کا خیال یہی ہے ۔

جلا ہے جسم جہاں وہ بھی جل گئی ہوگی۔
کریدتے ہو جواب راکھ جستجو کیا ہے

نمبر ۶۔ روضہ والی۔ بہوا و ہمہ اسبزار یہاں یہ نئی کتاب نصیحت نامہ کی۔ میدان فرسود و پانی پت بندوق کا غرارہ ۔

سو اتین پیسے کھیلی میں تانا پیچوں گی

نمبر ۷۔ آثار صنادید عجم۔ مالکوس کی رکھب و پنچم آفت نظر و آرام گوش۔ صاحب تن و توش۔ لعاب اسبغول۔ دانہ ابو یوسف سفید گول گول۔ ٹمنک سنگ میں چڑھی مگر جھکا کوں کی بے اعتدالی یا کثرت استعمال سے ہو کا بھی جانا قیمت گر دینے کو کافی ہے۔ نہ لذت کلام باقی ہے نہ نظارت نگاہ۔ سر اختری کی بات دوسری ہے۔ غرض اب سننے کی چیز ہے دیکھنے کی نہیں ۔

اے متاع درد در بازار جاں انداختہ
گوہر ہر سود در جیب زیاں انداختہ

نمبر ۸۔ واہ۔ پری نہفتہ رخ دیو در کرشمہ و ناز جسم قطور کا رقص غمزۂ شتر سے کم نہیں۔ لنکا میں راون نے یہی ناچ ناچا تھا ایک ہی توڑے میں گنا اُکھڑ گیا۔ یہ اپنے اپنے جسم کی مضبوطی ہے رقص طاؤس کی اس ناچ کے آگے کیا حقیقت ہے۔ قد بھی سیدھا اور آنکھیں بھی۔ نقادی امال ہمارا کام نہیں۔ البتہ اتنا جانتے ہیں کہ ان فقروں کے لیے سن و سال کی ضرورت ہے ۔

بے شگفت نباشد اگر رقص آمنا۔
زمین پہ اینٹ کی بادہ فلک او منیر

آخری نمبر۔ خاتمہ کا نبر۔ جاتی فصل کا میوہ۔ پچھلے پہر کی نیند۔ سمے ہوئے پانی کی حرارت۔ نزلہ پختہ۔ عطر بیری کے بیر۔ بیوہ سہاگن قناعت پیشہ۔ صبح پیری حسن ظاہر نا قابل اعتنا۔ گانے میں کراری رہی مگر بیچ بیچ میں پھینک ہو گئی ہاں ڈھولنا رات بھر جاگنے سے نزلہ ہو جانا کیا بعید ہے ۔

میں نے کہا سحر کیوقت جاگ چکے بس اب اُٹھو
ناک میں بتی ڈال کے برلا رقیب آچھیں

راقم تماشائی

نوٹ

ضمیمہ کے صفحات بہ ترتیب نمبر علحدہ جمع کیجیے ۱۹۱۶ء کی جلدیں اب مفقود ہو چکی ہیں۔ لہٰذا ان کے ضروری اور عمدہ مضامین محفوظ رہنے چاہئیں۔

منیجر

مسماۃ کانفرنس کے رزولیوشن

(ایڈیٹر)

بی ظرافت کے کنور کنھیا حضرت پنچ!

دلی میں آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس ہونے والی ہے۔ اس جانب کی اہلیہ ایک پردہ دار باحیا شریف خاتون کی تعلیم یافتہ بی بی ہیں جس نے اپنے شوہر یعنی مجھ غریب کے اپنے دل کی بات کسی سے کہنا پسند نہیں کرتیں اُنھوں نے اس کانفرنس کا حال سنا اور میں نے بھی اُنھیں کانفرنس کے معنی سمجھانے میں اپنی طرف سے کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ بات کا لمندورا بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہونچا کہ کانفرنس کا نا پھوسی کی جلسہ کو کہتے ہیں اور اسمیں ہر ایک بات مشورہ سے طے ہوتی ہے۔ یہ مشورہ کاغذ پر لکھے جاتے ہیں اگر بہت سے لوگ انھیں پسند کرتے ہیں تو پاس کردیے جاتے ہیں۔ پاس کردینے سے مطلب ہوتا ہے کہ یہ بات عمل کے قابل ہے اور اسی پر سب کو چلنا چاہیے جب یہ امور ان کی سمجھ میں آگئے تو اُنھیں بھی زمانہ کی ہوا لگی اور اُنھوں نے مجھ سے کہا کہ واللہ ایک بات کہیں جو تم مانو۔ آپ جانیے اس لجاجت سے جو درخواست کی جائے وہ کس دل سے نامنظور کی جاسکتی ہے۔ میں نے کہا کہو تو بھلا اس دو حرفی جواب پر جبتک حلف شدید کی مہر نہ ہوتی کیونکر قابل تسلیم ہوتا۔ کہا میری جان کی قسم کہ مان لوگے۔ یہ آخر قسم کھائی اور اُنھوں نے چند رزولیوشن پیش کیے کہ یہ کانفرنس میں بھیجدو۔

اگرچہ بی بی کے مال پر تصرف جائز ہے لیکن میں نے دیانت کو دخل دیا اور عبارت میں بغیر کسی ترمیم و اصلاح کے یہ رزولیوشن نقل کرلیے۔

پردہ حیا و عفت تو نئی تہذیب کی آندھی میں تک نہیں سکتا۔ ابھی بے پردگی خلاف عادت ہونے کے سبب سے کسی قدر گراں ہے لہذا کچھ زمانہ تک اس کانفرنس میں مردوں کا دخل کھلم کھلا نہیں ہوسکتا۔ غیر عورتوں سے خط و کتابت میری بی بی کی شریعت میں ممنوع ہے۔ پس آپ سے گزارش ہے کہ یہ رزولیوشن اپنے کالموں میں درج کردیجیے۔ خدا کی عنایت سے آپ کا عملہ و خلہ جنس ذکور و اناث میں مساوی ہے اسلیے اُمید ہے کہ یہ رزولیوشن کسی نہ کسی طرح آل انڈیا مسلم لیڈیز کانفرنس تک پہونچ جائیں گے۔

رزولیوشن نمبر ۱

یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ بیویاں ملاحوا کے وقت سے لے کے آج تک نہایت صبر کے ساتھ بچہ جنتی رہیں۔ مردوں سے تو اں نہیں کی اب سے آئے گھر سے آئے اب کچھ دنوں کے لیے یہ کام مردوں کے حوالہ کیا جائے۔ آخر لوگو میں کہتی ہوں کہ اللہ ظالم نہیں ہے جو ظالم کہے وہ کافر۔ مردوے اب منصف مزاج ہوتے جاتے ہیں پھر یہ مصیبت اکیلے ہمارے سر کیوں ڈالی گئی ہے۔ پیٹ سب ہی کے ہوتا ہے چاہے مرد ہو چاہے عورت مگر رہنا عورت کو ہے۔ مردوے اسکے بھی قائل ہیں کہ عورتیں نازک ہوتی ہیں دھان پان ہوتی ہیں۔ پھر لڑ جھنے تک جو یہ گولر کا پھل پڑا ہوا بوجھ ہم لوگوں سے اُٹھوایا جاتا ہے تو کیوں۔

ٹوکرے والی سودا بیچنے آتی ہے۔ کہو۔ ہاں اگر اسکا بوجھ بھاری ہوتا ہے تو اُٹھاتے وقت ہاتھ لگادیتے ہیں کہ نہیں۔ تو کیا ہم لوگ نگوڑی سودے والیوں سے بھی گئے گزرے ہیں۔

رزولیوشن نمبر ۲

اس کانفرنس کی رائے میں ہر ایک بی بی کو اختیار ہے کہ اپنے شوہر کے دوستوں کی ریوڑمیں جتنی چاہے کمی کردے۔ اللہ میاں نے وقت اسلیے نہیں بنایا ہے کہ سب کا سب دوستوں کے کٹے لگے اور گھر والی حق حیران یا چولھے میں مُنھ دیا کرے یا گھر واسے میں بیٹھی مکھیاں مارا کرے۔ یہ بات نہایت افسوس کے قابل ہے کہ ادھر میاں نے گھر میں قدم رکھا اور ادھر باہر سے خدمتگار نے آواز دی۔ بڑی اناجی میاں سے کہدو کوئی صاحب آپ کے پاس تشریف لائے ہیں۔

رزولیوشن نمبر ۳

یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ شادی ہوجانے کے بعد کم از کم ماں کی اطاعت کا حق مردوں پر سے ساقط سمجھا جائے ایک میان میں دو چھریاں نہیں رہ سکتیں ایک آدمی دو کی اطاعت نہیں کرسکتا ایک دل میں دو کی محبت برابر نہیں ہوسکتی۔ ماں کی مامتا بی بی کے حق میں ساجھا لگاتی ہے یہ ظلم ہے۔ ہر ایک ماں کے لاڈلے کو جورو کا مزدور ہونا چاہیے۔ پرائی بیٹی پر یہ کڑوا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہے کہ گھر بھر کے چھوٹے بڑے کو وہ اپنا مالک سمجھے۔ ساس سے کہدینا چاہیے کہ اپنی ساس گیری تہ کر رکھیں جیسے بی چاہے رہی سہاگن نند سے کہو کہ بھائی پرائے مالعدار ہو گئے اب اپنی چہ چہ پوپو اُٹھا رکھو۔

ابا جان اگر آپ کو اپنی اطاعت میں کمی گوارا نہ تھی تو کیوں آپ نے صاحبزادے کی شادی کی۔

رزولیوشن نمبر ۴

یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ جتنے کہار آجکل ڈولیاں اُٹھاتے ہیں ان کو ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ دیا جائے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسلی۔ نہ ڈولی رہے نہ ڈنڈا۔ سواری پیدل ہوا کھاتی پھرے پردہ کی ناپاک رسم سے صحت الگ خراب ہوتی ہے اور کہاروں کے کندھوں پر رکاب دوال کے بدنما گھٹے جدا انسانی ہمدردی کا رونا روتے ہیں۔

رزولیوشن نمبر ۵

اس کانفرنس کی رائے میں مردوں کے زنانہ نام اور عورتوں کے مردانہ نام قطعاً بدل دینے کے قابل ہیں اس آڑ میں مردوں کو غیر عورتوں سے لکھا پڑھی رقعہ بازی میں بہت مدد ملتی ہے۔ ننھن۔ بتن۔ چھبن۔ چھٹن۔ ننھو۔ اچھن۔ بگن۔ علی جان۔ امیر حیدر جان۔ خورشید وزیر صاحب۔ لڈن صاحب۔ یہ نام سا جھے کے ہیں۔ خطوط میں۔ پیارے دوست بیان من۔ یار دلنواز۔ عورت مرد سب ہی لکھنے لگے ہیں۔ لکھائی میں کلو۔ کلن۔ بتو۔ ببو۔ سنبھو۔

پڑھی لکھی عورتیں سوسائٹی کے لیے ضرر رساں اور نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں ہمارے کان میں ہماتما سوراج ہی کے الفاظ گونج رہے ہیں جو آپ نے عورتوں کے بچے پیسے فیشن لیڈی بنانے کا شوق اور کالج سے نفرت کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمائے تھے کہ یاد رکھو میں سخت منع کرنا چاہتا ہوں کہ اس طرح سے تم اپنی بیویوں کو بدمعاش بنا رہے ہو یہ آزادی مذہب کی رو سے جائز نہیں اور اسکو کوئی حق تمام عورتوں کی نسبت اپنی زبان کھولنے کا حاصل نہیں ہے ہم مسلمان ہیں قرآن حدیث پر عمل کریں۔

ہمارے باانصاف مرد ہم کو گاڑی میں بٹھا کے سیر کراتے ہیں اچھے کپڑے پہناتے ہیں اپنے پرائے سے ملاتے ہیں۔ تھیٹر دکھاتے ہیں۔ وہ بھی دن آئے گا جب ہم اپنے مردوں کے ساتھ مزے سے ناچیں گے گائیں گے۔ اب سل بٹہ کے گھٹنے میاں کے ہاتھ میں ہونگے۔ بچے کے پوتڑے میاں دھوئیں گے بیگم میاں ٹھونکیں گے۔ ہم اپنے مزے سے دوستوں کے ساتھ باغ میں گھومیں گے۔ تم دیکھ لینا مولوی کسبیوں کو دنیا میں نہ رہنے دینگے دوکان کھول کے بیٹھی ہیں پرائے مردوں کو تاکتی ہیں سوئی بے حیائیں۔ نہ قرآن پر عمل نہ حدیث سے واسطہ۔ پردے کو طرے کو آگ لگے۔ اللہ ہمارے مردوں کو سلامت با کرامت رکھے دیکھنا کیا کیا ترقیاں ہوئی ہیں۔ جس چیز کو ہمارا دل نہ چاہے گا حرام ہو جائے گی جو بات ہم چاہیں گے جائز ہو جائے گی خالی خولی پڑھ لکھ کے ہمیں کوئی آنو گیری کرنی ہے ہم فوج میں جا بیٹھے مرد بیٹھے انڈے لڑائیں گے۔ ہم ہل ہانکیں گے میاں کودوں پھاکیں گے۔ ہم اب ایسے وہمی نہیں رہ سکتے کہ آئینہ دیکھ کے اپنے پیروں کے نیچے کی خاک اپنے اوپر سے ؟ تاریں اب ہم کسی بدنظرے کی نظر نہیں لگ سکتی۔ موئے کے دیدے ٹم ہو جائیں نگوڑے طمنچہ وہ گولی ماریں کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے۔ اچھا تی سراہئے اُن مردوں کی جنھوں نے

ہمیں سب باتیں سکھادیں۔ ہم کیوں چھپیں کیا ہم میں کوئی عیب ہے۔ اللہ نے حسن دیا ہے دکھانے کے لیے ایسے بخیل کنجوس مکھی چوس کوئی اور ہوتے ہونگے جن کے بارے میں کسی نے خبر جوڑا ہے

آنکھیں دکھلاتے ہو جوبن تو دکھاؤ صاحب
وہ الگ باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے

یہ کہاوت کہ خاوند مزاج (مجازی) خدا ہے کوئی آیت نہیں حدیث نہیں پھر بیری ہو تم ہی خدا لگتی کہو چوہا بل میں سماتا نہیں دُم میں باندھے چھاج بنتر نہ جائے تو سانپ کے بل میں انگلی ڈالے۔ جورو کرنا ہنسی ٹھٹھا نہیں ہے۔ پہلے بوجھ سنبھالنے کا بوتا رکھ لے تو شادی کرے یہ نہیں کہ گانٹھ گرہ میں کوڑی نہیں گنگے والے ہوت۔

پنچ۔ طبیعت کے ٹٹو کو روکیے اتنی کلیل اچھی نہیں

زبان زوجہ قلم شوہر

لطیفہ

دوست "ارے میاں تمہاری لڑکا بی بی تو اچھی ہیں؟"

"معلوم نہیں۔ وہ تو مدت ہوئی ایک بدمعاش کے ساتھ چل دیں۔"

دوست "اور تم نے اُس بدمعاش کو سزا نہ دی"

"اجی حضرت وہ عورت خود ہی کچھ سزا سے کم نہیں۔ خدا کی مار ہے"

لطیفہ

طالب علم "جناب روح کیا چیز ہے"

فلسفی "روح ریح سے مشتق ہے"

طالب علم "اور نفس؟"

فلسفی "نفس یعنی سانس سے مشتق ہے کیوں تم فکرمند کیوں ہو؟"

طالب علم "مجھے بادی بواسیر اور کھانسی کا مرض ہے"

فلسفی "تو پھر؟"

طالب علم "ڈرتا ہوں کہ کھانسی اور ... میں روح نہ نکل جائے"

لالہ شاہی باشد و گرفت

(ہوا) (دلی)

مشفق من لالہ پنچ جیو سلامت۔ بعد بندگی و نیاز خلاصۂ مرام آنکہ آپ کی زیارت شریفہ کا اشتیاق از حد دل ماں (میں) موجزن۔ نئے گھر بندگی و بیچارگی کچھ گفت و شنود کی گنجائش نہیں ہے قسم لالٹن کی جشمان نئے گوں و رخسار بوسہ فرود کی آپ کے درشن سے اُس (ایسا) سرور و نور حاصل ہوا (ہوا) کہ ایں جانب فرط مسرت سے اپنی شست (دھوتی) ماں شاشا گئے دین۔

شاعری تو ستمگر خمار فریبی دیڑھی کھیرا ہے مگر اینکہ چند اشعار آبدار مشتمل بر حالات ہولی شریفہ قدسہ دوام الطافہا نظم کئے کے سر دست ابلاغ خدمت ہوت ہیں۔ بقول جناب عموی صاحب قبلہ و کعبۂ دارین جناب شیخ سعدی صاحب "اندر خرس ہوے لبس ہست" غنیمت شمار فرماویں وثانیاً امید کہ انگشت قبول جیمان نیاز ہمدا ایں ہیچ میل در سرمہ دان دخول فرمائے دیں۔ و ما علینا الا البلاغ۔

وھی ھذہ

لالٹن ہے بہت دشوار اینک باغتن ہولی
زنانا یا بی ایمان سر بسر ہے بیوہ زن ہولی
شنو تم ہو بہو اوصاف آمد اسم ہیں ظاہر
کہ امسال آئی ہے رتی صدائے وطن تن ہولی
بجائے رنگ پچکاری ایں دے کے خون اشفق
بس اب برلن ماں کھیلیں جائے کے اہل وطن ہولی
چکت نان ہوسے کے نشے اں لالٹن سے خجالت ہے
کہ مثل بادۂ خرخیز لیس سیب ذقن ہولی
شفق کی دیکھ کے سرخی لالٹن بولی خجل ہیں ہم
کہ کھیلت ہے مثال طفل یو خیر ...

نئے اشتہاری طبیب کی مجرب طلسمی دوائیں

" طلسمی ماء الحیوٰۃ "

۱۸۸۹ء کی بہترین ایجاد

بیماری تو بیماری ہر ایک خانگی و بیرونی عقلی، نقلی، شرعی، قانونی، وضعی، فطری، ارضی، سماوی، تقدیری، تدبیری، ذہنی، ظاہری اپنی پرائی مشکل کا نہایت زود اثر علاج ہے مثلاً :-

اگر کسی کا گھوڑا چوری جائے تو نہ تھانے پر رپٹ لکھانے کی ضرورت نہ انعامی اشتہار شائع کرنے کی حاجت نہ تلاش میں تگ و دو کی زحمت کشی نہ تحقیقات پولیس کی منت کشی صرف ایک شیشی ماء الحیوٰۃ نوش فرمایئے۔ پھر اگر پونی ٹوکی سرپٹ لنگوری پر آپ قادر نہ ہو جائیں یا ناک کھیرے بن کر ہنہنانے نہ لگیں تو ہمارا ذمہ۔

اگر بے موسم پانی برسنے یا نہ برسنے سے زراعت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو کچھ پروا نہیں ایک ایک شیشی ماء الحیوٰۃ نوش فرمایئے۔

انشاء اللہ اندیشۂ فردا اور وسوسۂ دی سے بالکل نجات۔

صاحبزادہ لکھنے پڑھنے سے بیزار آوارگی پر مائل کسی کے تیغ ابرو کا گھائل ہو، جواری ہو، شرابی ہو، آپ اندیشہ نہ فرمائیں ایک شیشی ماء الحیوٰۃ نوش کیجیے۔ انشاء اللہ صاحبزادہ آنکھوں کا ٹھیک ہو جائے گا۔

اگر کوئی صاحب گھر سے غیر حاضر رہنے کے باعث لاولد ہوں تو ان کے لیے سب سے بہتر علاج یہی ہے کہ طلسمی ماء الحیوٰۃ کی چند شیشیاں منگا کر خود استعمال فرمائیں گھر والی گھر بیٹھے افزائش نسل کرتی رہیں گی۔ اور آپ بے زحمت صاحب اولاد ہو جائیں گے۔

مرض افلاس و فاقہ کشی کا بے مثل علاج "ماء الحیوٰۃ" ہے موجد کو بہت فائدہ ہوا اب خدا کی عنایت اور آپ کی قدردانی کی بدولت نفع لائے وسیع جو احمق دو جہاں بکیسہ آنکو

مرض افلاس بالکل جاتا رہا۔ اور بے استعمال کیے جاتا رہا۔ صرف گھر میں رہنے کی برکت سے جاتا رہا۔

غرض جیسا کہ ہم نے گزارش کیا دنیا کی کوئی مصیبت ہو ہمارے طلسمی ماء الحیوٰۃ سے فوراً زائل ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ ضرور آزمایئے۔

اسناد

مشفق من جناب حکیم صاحب۔ بعد ماوجب آنکہ مدت ہوئی اینجانب کی اہلیہ آنجہانی ہوگئیں اور حقیر بیمار گلدستہ شتر اور پامال شکستہ تر کی طرح جدھر منہ اٹھ گیا ادھر چل دیا۔ مگر یہ حسرت دل میں تھی کہ افسوس مرحومہ کی یادگار میں کوئی طفل یا مادہ طفل زینت آغوش نہیں، جو اس ریش فش کو اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے آراستہ و پیراستہ کرے آپ کا طلسمی ماء الحیوٰۃ ایک دوست کی معرفت دستیاب ہوا اور نوشینہ مرحومہ کی قبر پر کیوڑے گلاب کی طرح چھڑکا گیا۔ رفتہ رفتہ اندرون قبر سے آواز ٹیہوں ٹیہوں کی کان میں آنے لگی آخرکو دو میاں عیشی تیار و زادہ روحانی شکم قبر کو چاک کر کے برآمد ہوا۔ والحمدللہ خیریت سے ہے مگر تلی یا بجوے بہت ستاتا ہے براہ مہربانی ایک شیشی اور مرحمت فرمایئے تاکہ آدمی کی صورت اختیار کر لے زیادہ نیاز

کمترین زندہ علی ازمری نگر

دیگر

مسیحائے زمانہ تسلیم طلسمی ماء الحیوٰۃ دفع ضعف رجولیت کے لیے منگایا تھا حقیقتاً یہ عرق انسان کو اولیا (ولی) بنا دینے میں اپنی آپ ہی نظیر ہے ؎

وہ بھی بھولے مہرباں ہو کچھ کہ سکو یاد تھا

ایک ہی خوراک میں دماغ کا جن کام دیو کا سایہ رفو چکر۔ منگنی کی فضول خرچی سے قطعی نجات انکار دنیا سے بالکل قطع تعلق زوجہ منگنو نہ (منگنی شدہ) ہمیشہ کنواری رہے گی۔

مدرسۂ نسواں میں معلمی کی جگہ بعد امتحان ڈاکٹری آپ کے طفیل اور اس عرق کی تاثیر سے حاصل ہو گئی ہے۔ جوان صالح عفیف کا خطاب ہر شخص کی زبان پر جاری۔ طبیعت میں اس قدر حلم و انکسار پیدا ہو گیا ہے کہ ہر وقت گردن نیچی رہتی ہے شوق عبادت بڑھتا جاتا ہے۔ نجاست یا غسل کی حاجت سے مستغنی ہو گیا ہوں نہ غذا کی لذت باقی ہے نہ زنانہ کی قدرت۔ میں سفارش کرتا ہوں کہ یہ اولیا ساز عرق کثیر النکاح مولوی اور بوالہوس پادری صاحبان ضرور استعمال فرمائیں۔ فقط

ملتمس لٹھ بہادر خاں از ہیلاسو

" حبوب حیوٰۃ "

یہ گولیاں بغاوت شکم کا حکمی علاج ریاح کیا ارج کو تحلیل کے لیے بھی کافی ہیں۔ بواسیر کی قلعہ شکن پیچش و اسہال کی دشمن ہیں۔ غذا کے بعد نوش فرمایئے اگر معدہ تنگ مع غذا نہ گل جائے تو ہمارا ذمہ۔

سرٹیفکیٹ

جناب حکیم صاحب ارسطوئے زماں بقراط وقت افلاطون دوراں سلامت۔ بعد سلام خلاصہ مرام اینکہ مبلغ ایک نفر حبوب حیات کا بکس جو کہ مرسلۂ جناب تھا بہت آپ تھا پہونچا کچھ عرض کرنے کا موقع نہیں از بس تیر بہدف ہوا بعد طعام علیہ السلام ایک گولی بلع کرتے ہی از قعر معدہ تا قعر پا رحینا یا ایسا ریاح کی وہ دوا دوش ہوئی کہ پہلے ہی حملہ میں منہ بائے بواسیر بٹرہ ہائے جینی کے راستہ برآمد ہوگئے۔

زہے اتفاق کہ فدوی کو اسی روز ایک دعوت میں جانا تھا اور شرکت دعوت بہا ضروری تھی قراقر شکم کی شدت سے حضرت عم مکرم سعدی رضی اللہ عنہ کی نصیحت ؎

چو باد اندر شکم پیچد فرو ہل

پر عمل کرنا ضرور ہوا اب جو باد پرانی خروج ہوئی تو آوازہائے گوناگوں و خوشبوہائے لطیف سے مشام و گوش اہل محفل محظوظ و مسرور ہونے لگے اور جوش انبساط سے ہر شخص خود بخود خندہ زن ہونے لگا کوئی نگاہ نہ تھی جو میری طرف متوجہ نہ ہو گئی ہو۔ دعوت کی آتش بازی جو کہ قیمت کہ بیش مرداں بہا یہ لہذا میں تصدیق کرتا ہوں

کہ آپ کی مہذب رنگین گولیاں تین فائدے رکھتی ہیں ایک قوت تسخیر دلبا دوسرے غلط بیزی مخفی با نہیں ۔۔ کار غیب و دل بے سنت اتبا۔ فقط
۔ اکم ترین ۔۔ لالہ شکر چند ازنقارہ پور

سرٹیفکیٹ

حکمت وصباہت مآب جناب حکیم صاحب
دارالشفا لکھنؤ۔ تسلیم۔ گولیاں بہو پخیں چونکہ مجھے
شادی بہشتی کا مرض ہے اور ایک حسن فروش
بازاری سے برخلاف رضامندی اس کے انواع
جھپ کر ملا کرتا ہوں لہذا ایک گولی کھا کے
وعدہ گاہ پر پہونچا نصف شب کا وقت گرمیوں کا
زمانہ مخفی جگہ کھڑا ہوا اُس سے مصروف حرف و
حکایات تھا کہ آدا نہ ہائے پڑا اذ نما صادر کرنے پر
مجبور ہوا اتفاق سے کتا میری اس حرکت شنیع سے
چونکا اور غرانے لگا مگر پھر میرے اور کتے کے
سوال جواب و ہمزبانی سن کے دوڑا یہاں بجز
فرار کے چارہ ہی کیا تھا جدھر گیا چھپ نہ سکا۔
اتصال کے ساتھ ریاحی قلعہ کا دغنا چھپنے کی
جگہ اور اس کی سمت بتا دیتا تھا آخر درخت پر
چڑھ کے دیوار پھاند گیا ایک ٹانگ ٹوٹ گئی
شکر ہے کہ بال بال بچا اب مجھ میں اور تیمور میں
صرف بادشاہی و غریبی کا فرق ہے۔ لہذا اسطارش
کرتا ہوں کہ تمام چور اگر تیمور رہنا چاہتے ہیں تو اس
گولی کا استعمال کریں۔ آگ کبھی غیر مسلح نہ بھیجئے فقط
تماشبین مرزا انا لنگ آباد

"سرمۂ مجلی بصر"

نورٌ علیٰ نور اگر تین ترلوک نہ سوجھیں تو ہم
گنہگار ہو کیئے جرمانہ داخل کریں بصیرت بصارت
دونوں حاصل۔ آنکھ خوردبین ہو جائے تو سہی
دن کو تارے نظر آئیں تو سہی دق وسل کے
جراثیم خون کے قلزاتی ذرات ایک سلائی میں
دیکھ لو مصدقہ اسسٹنٹ میکانیکل اکزامنر مسٹر
بلینڈ سی۔ ایس۔ آئی۔ ایم۔ آر۔ سی۔ ایس بہادر
رائد ہنبرا یونیورسٹی پروفیسر آبزرویٹری برلن۔
اس سے بڑھکر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے"

ڈاکٹر شیخ امی صاحب اسسٹنٹ سرجن جہانگر
تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے سرمۂ مجلی نظر کو
آنکھوں کے مریضوں پر آزمایا اور بہت مفید پایا
چند روز میں نہ سیاہی رہتی ہے نہ سفیدی
آنکھیں تارا سی ہو جاتی ہیں۔

ڈاکٹر مسٹر رمی صاحب لکھتے ہیں کہ ہم نے
آپ کے سرمہ میں قدرت کا تماشا دیکھا۔ اوپ
انجمن نور پروف روشنائی رہا ہونے میں کوئی
شبہ نہیں رنڈی کے گھورنے کا مرض اس سے
بالکل جاتا رہتا ہے بعض شوخ دیدہ لڑکیاں
دیدہ دلیری اور نین مٹکا کرنے سے بالکل محروم
ہو گئیں اب آرام ہے۔

ڈاکٹر لالہ تین سکہ صاحب بھلی سو کے اسسٹنٹ
سرجن تصدیق فرماتے ہیں کہ بدنظری کا اس سے
بہتر نسخہ مجھے کوئی دستیاب نہیں ہوا البتہ بے نقط
چیچک کھائے دیدہ پانی ہو کے بہ گئے اب آسمانی
شیشہ کی مصنوعی آنکھ بلا آپریشن لگائی جا سکی
نوٹ:۔ اگر کوئی صاحب ہماری کل دواؤں کے
کسی سرٹیفکیٹ کو جعلی یا فرضی ثابت کر دیں گے
تو کارخانہ بھر اُنکی ملکیت ہو جائے گا ہم ایسی کچی
گولیاں نہیں کھیلے ہیں کیا معنی کہ جتنے اسناد
ہیں وہ اکثر مرے ہوئے اشخاص کے ہیں اگر فرضی
بھی ہوں تو کون پوچھتا ہے جو نامی ڈاکٹر یا امیر
کبیر مشہور معروف آدمی مرتا ہے فوراً اُسکا نام
درج رجسٹر کر لیا جاتا ہے یہ ترکیب ہمیں لکھنؤ کے
ایک مشہور اشتہاری معالج امراض بیہودگی نے
جو کہ پورا ٹھگ اور بے ایمان ہے بتائی ہے۔

"خضاب سواد الوجہ فی الدارین"

حضرات یہ نایاب شے ہے جسکے استعمال سے
قبر تک منھ کی سیاہی نہیں اٹھتی سواد قلب شیخ
شیطانی ظلمت شب ہجرانی دود زلف یار جانی سیاہی
چہرۂ غول بیابانی آب مقطر بوالہوسی و قلتبانی
میں حل کر کے ایک مرکب نہایت جفاکشی سے تیار
کیا گیا ہے انکا نے پاند ھنے کی سند ورہے تھیر ہو
شیشی کی طرف نگاہ بھر کے دیکھیے اچھے نہ کیا ہے

سب کالے کالے نظر آئیں گے۔

اسناد

قاضی القضاۃ جناب سواد العلما مدسیاہ الفضلا
مولوی شیخ بکلو صاحب جونپور سے تحریر فرماتے ہیں
کہ آپ کا خضاب واقعی لاجواب ہے بروز جمعہ
اُسکا استعمال ہوا ضعیف کی عمر اسوقت ۸۵ سال ہے
بارہ برس کا امرد خوبرو بے ریش بہوت ہو گیا پہلا
پانی کے ساتھ ساتھ کنگھی کے کھر پرے میں چوکی
دم آ رہی بعد فراغ جب گھر میں گیا تو لڑکیاں
"بھیا" اور اہلیہ مقدسہ "میرا بچہ" کہتی معلوم ہیں
لاکھ لاکھ سمجھاتا ہوں کوئی یقین نہیں کرتا کہ
میں وہی ہوں۔ چہرے کی جھریاں تیتج کے شکنجہ
میں پھنس کے بالکل صاف ہو گئیں کسیقدر جراحت
کی تکلیف تو ہے۔ باقی خیریت ہے۔

دیگر

مولانا ریشا ئیل نصیحت نگرسے قلم فرسا ہیں: کہ
آپ کے خضاب کی تعریف نہیں ہو سکتی لگاتے
ہی داڑھی مونچھ بغل ابرو سر میں ایک بال نہ رہا
نہ حجام کی ضرورت نہ نورے کی حاجت نہ داڑھی
منڈانے میں نائی کی اخذ لحیۃ والی گستاخی نہ
شرعی مواخذہ کا خوف۔ نور علی نور ڈانٹ کھولتے
ہی جہان نظروں میں تاریک ہو گیا۔ کسترین کو
بوجہ ایک حادثہ شنیعہ کے گھر سے منھ کالا دیس
نکالا کرنے کی ضرورت تھی آپ کے خضاب نے
ایسا بھیس بدل دیا ہے کہ جامع مسجد سے
نمازیوں نے جو ہمیشہ پیچھے اوندھے پڑے رہتے تھے
دھتکار دیا شاگردوں نے مسند بدر کیا۔ اہلیہ مقدسہ
نے لگے لگے کہہ کے لاٹھی اٹھائی بال بچوں نے
اجنبی سمجھ کے جڑاؤ کام کی ٹھہرائی مداخلت بیجا
میں پولیس نے چالان کرتے کرتے رشوت کی بدولت
چھوڑ دیا۔ ایک تھیٹر والے کا لونڈا کھو گیا تھا وہ
دھوکے میں پکڑ لے گیا اب ناچ کی گتیں اور بے تکے
گریز ۔۔ ۔۔ مزے سے زندگی کٹتی ہے۔
۔۔ میری تیری کی بڑی ۔۔ پیاری اے میری تیری جوڑی
مزیدار۔ ہاں میری تیری جوڑ ۔۔ مزے ۔۔ دار

مقدمہ مذکور میں رپورٹ ہوگئی کہ مولانا لاپتا ہیں
فراری میں حلیہ جاری ہے اور بندہ شہر میں موجود
دعیہ روز تھیٹر میں آتی ہے اور بندہ کو نہیں پہچانتی
خدا آپ کے بال بچوں کا بال نہ بیکا کرے عین
وقت پر خضاب بھیج کے تمام مصیبتوں سے رہائی دلائی
والسلام والاکرام۔

سفوف معین الوارثین

یہ نایاب سفوف نہایت مفید چیز ہے تمام
امیرزادوں رئیس زادوں سوداگر بچوں دو شوہر
والی عورتوں اور دو عورت والے خاوندوں اور
پیشہ طبیب مولوی۔ ڈاکٹر۔ مہاجن۔ وکیل۔
مقدمہ باز۔ جرائم پیشہ۔ ملازم پیشہ کو ایک ایک شیشی
اپنے پاس رکھنی چاہیے۔
اس سفوف کا نام کلید تموّل رکھنا بیجا نہیں
کیا معنی کہ بغیر محنت بغیر جفا کشی کے غریب سے غریب
شخص متموّل ہوسکتا ہے۔ اکثر قلندروں صفت
صورت فقیر [illegible] دولت کے ساتھ [illegible] طوالت عمر
کا [illegible] لیتے ہیں غریب [illegible] نے
کی لو لگائے خدا کو یاد کرتے رہتے ہیں لیکن دیکھیے
کب بڑے میاں یا بڑی بی جنت کا پا تراب کرتی
ہیں چالیس چالیس سال اسی امید میں گزر جاتے
ہیں اور دل کی دل ہی میں رہتی ہے جب وہ بیمار
ہوتے ہیں تو اعزا، دوستان کے علاوہ اور بھی چند
باتوں کا بندوبست کرتے ہیں قرآن خوان حمال
جنازہ کفن، ملا، گورکن قرآن خواں کی عرضی پر دستخط
ہوتا ہے وہ امیدوار ہوتے ہیں اور [illegible] انتقال سے کہنا پڑتا
ہے کہ بھائی مرنا ملتوی رہا اللہ کو یاد کرو مولانا سے
دست بستہ "زحمت کشی بیجا" کی معافی مانگی جاتی ہے
اور بایں الفاظ مانگی جاتی ہے حضور کو بہت زحمت
ہوئی حضور کے قدوم برکت لزوم سے مریض یا مریضہ
نے صحت پائی اور مولانا بھی خدا حافظ یہ آپ کیا
فرماتے ہیں خدا نے صحت دی اچھا انشاءاللہ پھر
حاضر ہوں گا یہ فرما کے گھر راہی ہوجاتے ہیں کفن
تہ کرکے صندوق میں آہ حسرت ناک کے ساتھ چیلا
تمام رکھ لیا جاتا ہے کہ دیکھیے اب پھر کس وقت
نکلے یہ گورکنوں سے معذرت ہوتی ہے کہ بھائی
پھر آنا اب تو خدا نے صحت دیدی" ہمارا یہ سفوف
ایسا نایاب ہے کہ ان زحمتوں کو بار بار نہیں ہونے
دیتا۔ لطف یہ ہے کہ استعمال کوئی شخص کرتا ہے
اور فائدہ کسی دوسرے کو حاصل ہوتا ہے خریدار
صاحبان ہرگز خود استعمال کی زحمت گوارا نہ فرمائیں
بلکہ بزرگوں کو استعمال کرائیں اور فائدہ خود نسل
در نسل اٹھائیں قیمت فی شیشی جسمیں چند ہی دوا
ہوگی اور بہت سے مریضوں کے لیے کافی ہوگی کچھ
نہیں صرف چہارم رقم متروکہ

سرٹیفکٹ۔ ابن الوقت حریص الدولہ مولوی منفی
ابوالہوس طامع الدین خاں بہادر وارث ریاست
کوہ پیدکش رقم طراز ہیں کہ انجانب نے آپ کی
کیمیائے دولت اکسیر تموّل معین الوارثین دوا کے
چند قطرے جد فاسد حضرت قارون الدولہ ابوالمال
بخیل نواز جنگ کو استعمال کرائے واقعی بندہ کا مرض
افلاس [illegible] بہت [illegible] انجانب کے برادر
خورد غلام علیخاں کے نام ہونے والی تھی اسکے
شر سے نجات حاصل کرلی۔ ابھی پارسلمٹ دوا اور
باقی ہے۔

سرٹیفکٹ

نامی جناب حکیم فضلۃ الحکما دام افضالہ تسلیم تکریم۔
آپ کی نوایجاد دوا سے میرے مرض تنگ حالی و
پریشاں روزگاری کو غایت درجہ کا نفع ہوا۔
تمام رقم جو میرے پاس آقائے ولی نعمت نے بطور
امانت مخفی طور پر رکھوادی تھی میرے پاس رہی۔
اور اب میں اسکا مالک جائز مطلق ہوں۔
الراقم نمک حرام خاں از خیانت پور

سرٹیفکٹ۔ حکیم عیسی دم مسیحا نفس حامل اسرار امرا
خوشامد خور یکے جور۔ کارگزار زمانہ گھس پیٹھ علیخاں
صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ طبابت پیشہ ہونے کے
باعث اکثر امرا کی راندواسی میرے ترفیع و بلندنامی کا
باعث ہوئی ہے لیکن آپ کی آدھی رتی نے جو
باون تولے کا فائدہ دیا ہے اس سے زیادہ نافع
چیز آج تک میرے تجربہ میں نہیں آئی قانونی گرفت
سے بالکل پاک ہے کسی سرکار سے انعام کا گزارنے
میں جیغہ و سرپیچ و کلغی مرصع ہاتھ آئی کسی امیر سے
نالکی پالکی کے علاوہ اعتماد و وثوق و رازداری کی
دولت حاصل ہوئی۔ کنجوس النسا بیگم کے نواب صاحب
نے جنسے نانی بوجہ بدچلنی و آوارگی نہایت متنفر تھیں
اور سامنے آنے نہ دیتی تھیں انہی جائداد کا مختار عام
کردیا۔ ایک بیگم صاحبہ عاشق روے شخص حقیقی
شوہر ظالم کا علاج اور اپنے مرض زناکاری کا مداوا
چاہتی تھیں نہایت خوشی کی بات ہے کہ اسی سفوف
کی بدولت بیگم صاحب کے مرض کو نفع اور شوہر
صاحب کا ازالہ دونوں کام بن پڑے میں اس نسخہ کو
معلوم کرنا چاہتا ہوں اگر آپ یقین فرمائیں تو تمام
کمائی کا نصف دینے کو تیار ہوں۔ ایک درخواست بیان
اور مرحمت ہوں وی پی فوراً وصول کیا جائیگا۔

سرٹیفکٹ مقدمہ [illegible] کیادان بصورت مولوی
بیسرت قصائی۔ حاضر باش کچہری سبحہ بدست
عمامہ بسر۔ [illegible] خلاف مشہور [illegible]
خودغرض الدین صاحب مختار عدالت اندھیر نگری
چوپٹ راج فرماتے ہیں کہ فریق مخالف کے حملوں کے
مرض سے بچنے اور مقدمہ کو عدم پیروی میں خارج
کروا دینے کی اس سے بہتر دوا میری نگاہ سے نہیں
گزری۔

سرٹیفکٹ لالہ زن مرید لال جورو نگر سے رقم
فرماتے ہیں کہ مشفق من سرگین الاطبا فضلۃ الحکما
دام پاکیزگیتہ۔ بعد ما وجب التماس ہے کہ انجانب
کی اہلیہ اصلیہ کو بالمقابل اہلیہ داشتہ کے جو ایک کماری
زمانہ گزشتہ میں تھی مرض سوتیا ڈاہ بروز کرآیا کماری
حامل یک عدد بچہ غیر منولہ بھی تھی از سم تا شام اخبار
زلف پیچانی باہمی (یعنی جھونٹم جھاٹا) و سخن ناسزا
(یعنے کوسم کاٹا) کی سماعت سے گوش این احقر شوہر
پر صدا رہتے تھے۔ للائن موصوفہ کی بدخوئی سے
عاجز آکر دو روپیہ منگائی للائن کی قسم ماں آدا کہ بیو کو تو
لطیف اشیا رہے [illegible] دو روپیہ کو رتا ہے [illegible] بیچی
تھی کہ کماری اجل گرفتہ یعنی معشوقہ حقیر یعنی والدہ
کنور شبین لال ہاتھ سے لیکے نوش فرمائے گئی۔

اب صرف لاؤن قدیمہ جنابیہ باقی ہیں جنکے وجود سے دل انڈلتیش ہیں اور دق انجا تشہبر [illegible] آلودہ ومعتب ہے امید قوی ہے کہ انجناب کا مرض جنت پائے پوش خواری وقت آپ کی ادویہ سے جاتا رہے گا لہذا ایک شیشی اور مرحمت ہو تاکہ عارضہ اولی کے ہمراہی ماں یہ مرض کمنہ یعنی جوڑ ملا نے کا قصہ پاپوش کاری ست بھی نجات حاصل ہو فقط مکرر آنکہ مرض تجرد کا علاج بھی تحریر فرمادیں زیادہ نیاز۔

سفوف دندان یعنی منجن

یہ مایہ منجن تمام دنیا کے منجن فروشوں کا دندان شکن جواب ہے حریف سے مقابلہ کیجیے مناظرہ کیجیے اگر دانت کھٹے نہ ہو جائیں تو دام واپس جب سے یہ منجن ایجاد ہوا ہے تمام دنیا کے ڈنٹسٹ کھیسیں نکالے پھرتے ہیں۔ اسکے استعمال سے سیکڑوں پوپلے بڈھے۔ دودھ۔ مکھن۔ بالائی۔ سالودانہ۔ ارارورٹ۔ کارن فلاور۔ میلنس فوڈ بلا تکلف کھانے کے قابل ہوگئے۔ دانتوں میں لیک پیدا کرنا اس کا خاص فعل ہے چند روز میں دندان فیل کی تجارت گھر بیٹھے حاصل ہو جاتی ہے اور منہ سے حلق حلق سے فم معدہ فم معدہ سے قعر معدہ تک آری کی طرح دانت نکل آتے ہیں لوہے کے چنے چبائیے کنکر پتھر نوش جان فرمائیے کیا مجال ہے کہ یہ دانت تعمیل ارشاد میں کوتاہی کریں بشرطیکہ معدہ کے سنگلاخ بنانے والی دوا یعنی طلسمی حبوب کا بھی استعمال ہو۔ پھر مضبوطی کا یہ عالم ہوگا کہ دریدہ دہنی کے عوض اگر کوئی شخص ہزار ڈنڈے بھی رسید کرے کبھی دانت حلق میں نجاتے رہینگے اور ضرب شدید کی دفعہ لازم ہو یا معائنہ سول سرجن کی ضرورت مستغیث کو نہ پیش ہوگی۔ جب سوڑھوں کی جگہ دانت ہی دانت ہوں گے تو گندہ دہنی پیدا کرنے والا مادہ کہاں جمع ہوگا۔ اگر دانتوں میں ہاتھی کے برابر بھی کیڑے پڑگئے ہوں تب بھی یہ منجن اپنا دخل رکھتا ہے۔

طبقہ نسواں کو خصوصاً اطلاع دیجاتی ہے کہ یہ منجن استعمال فرما کے تماشا دیکھیں انگلی کیسی اگر سارا منہ کیچڑ ہوجائی تو بھی بطنج کی طرح کالا ہو جائے تو ہمارا ذمہ و صدقہ کی تمی مسی خوشبودار روزانہ دامت سفید کو دمالیق بنانے کی زحمت سے نجات حاصل ہونا بڑی بات ہے۔ اسناد ملاحظہ ہوں۔

سند

مائیجناب حکیم صاحب نیاز مند کم۔ ایک زمانہ دراز سے میری نسبی اطفار بیگم کی دستیابی کی معاد رنگا بادی میں کرتا رہتا تھا۔ بارے اس مجیب الدعوات نے اپنا کرم شامل حال کیا۔ لیکن بیگم صاحبہ اپنے حسن پر بہت اترا تی تھیں خصوصاً اپنے موتی سے دانت دکھا کر ہمیشہ دندان دریدہ دہنی تیز کرتی رہتی تھیں مطلب یہ تھا کہ جب تک بتیسی سلامت ہے تو تم جیسے بیچاروں کی پروا کسے ہے۔ آپ کا منجن منگایا ایک ہی مرتبہ کے استعمال میں میدان دہن کو وہ اسے دندان سے سطح صاف ہو گیا جیسے سرکار برطانیہ کی توپ سے لشکر جرمن کی صف آہنی۔ دانتوں کا ہونا تھا اور دریدہ دہنی کا خاتمہ اگر غرور حسن کا سہ بیکار برابر ہے کبھی غصہ میں ایک آدھ چپت دے بیٹھتی تھیں اس سے بھی برات ہوگئی۔ لہذا شکریہ عرض کرتا ہوں۔

کمترین اسنان علی خاں از آرہ

دیگر۔ معلے جناب ایناب الحکما نو اجد الحکماء دامت ضوا حکم۔ بعد ترشیح بزلال تسلیم و تبلیل بصاق تجدید تکریم و ضیح رائے لعاب آمیز و رضاب تکبیر باد کہ اہلیہ حقیر پر تقصیر جسیم لحیم و شحیم رکھتی تھی مگر قدرت نے دانت نہ دیے تھے اسلیے باوصف جوانی شیرخوار تھی اسکے والدین تا استعمال منجن ایجاد کردہ جناب سامی دودھ بڑھائی کی غرض سے روزانہ منہ میں لکڑی ڈال کے دانتوں کی تلاش کرتے رہتے تھے اس دنوں میں سیکڑوں مرتبہ بالشت ڈالے گئے مگر ایک دانت کا بھی پتہ نہ لگا علاوہ بریں حقیر ہمیشہ مرضعہ تازہ کی تلاش میں سرگرداں رہتا تھا۔ سیکڑوں دن آنامیں آئیں بامراد دودھ پلایا بڑھیا ہو کے چلی گئیں بفضل خدا سے آپ کا منجن ایک ہی دفعہ استعمال کرایا تھا کہ تھیلیاں دیکھنے لگیں اور دوسرے مرتبہ میں ٹیاں سے دانت نکل آئے انکے والدین نہایت خوش ہوئے حقیر کے گھر بھر میں اسوقت سوائے کھجوروں کے کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی لیکن ایک امر قابل تذکرہ ہے کہ قوت نامیہ کے زور سے ایک انچ روزانہ ترقی ہو رہی ہے چند روز میں کھانے کے دانت نہ رہیں گے دکھانے کے ہو جائیں گے شب کو تاریکی میں ان کے قریب جاتے ہوئے ڈرتا ہوں بارہا دھکی دے چکی ہیں کہ پاس آئے اور ناک یعنی مکھی بیٹھنے کا اڈا اڑا نہ دوں تو سہی۔ براہ عنایت اپنے مشورہ سے مطلع فرمائیے۔ فقط دندان حرص دراز تیز باد

الملتمس خادم العلما محمد فصیح

دیگر

جناب حکیم محبوب الحکما رحمدا صاحب کہیے تحریر فرماتے ہیں کہ جناب کا منجن اتفاقاً بر وقت عمل گرہ میں گھڑیال بیگ میں گر گیا جتنی سیڈ کیاں تھیں سب کی سب کمر نیچے ہو گئیں اور جس قدر کیچوے تھے گھڑیال ہوگئے۔ غرض آپ کا معجزانہ منجن واقعی لاجواب ہے اگر آرہ کش اپنے پاس رکھیں تو کبھی آری کی گھس نہیں ہو۔ اور اگر ماہی کی سیاٹ سیل پر مل دیا جائے تو دانت رکھوانے کی کھٹ کھٹ کبھی سامعہ خراش نہو۔ پوپلی جمہائی لینے میں شرمائے فقط

دیگر

جناب حکیم صاحب۔ مختصراً التماس ہے کہ جب آپ کا منجن پہونچا ہے تو ہمسایہ میں ایک پیٹ والی عورت نے اتفاقاً یا امتحاناً مل لیا۔ اب بچہ جو پیدا ہوا ہے چبینا چباتا ہے اور زرا آدمی سے بونی ہتنی ہوگی والسلام۔

راقم ورندہ بیگ از کجلی بن

طلسمی روغن

یہ روغن ذو خاصیتین ہے بال اگاتا بھی گراتا بھی ہے جہاں جہاں بال نہوں ایک قطرہ مل دینا کافی ہے جہاں کے بال گرانا مقصود ہوں وہاں بھی علی ہذا القیاس ہمیں اپنے منہ سے اپنی تعریف

(باقی آئندہ)

پسند نہیں آپ خود ہی دیکھیے زمانہ کیا کہتا ہے۔ اسناد کی غلطی و صحت کے ہم ذمہ دار ہیں۔

اسناد

جناب کامل نواز جنگ کھڑ گیتہ گنج سے تحریر فرماتے ہیں کہ یہ میرے پاس طلسمی روغن کے مفید ہونے کی چند شہادتیں ہیں اس میں شبہ نہیں کہ یہ روغن ذو خاصیتیں ہے۔

---

(۱) ایک مرتبہ باورچی نے میٹھے عطر کے دھوکے روغن طلسمی کے چند قطرہ پلاؤ میں ڈال دیے جس کسی نے پلاؤ کھایا زبان پر بال نکل آئے آجتک اُن سبھوں کو بہ تجویز حکیم زلف علی صاحب روزانہ آدھ سیر نورا کھلایا جاتا ہے۔

(۲) خود میں نے شیشی کو نظر بھر کے دیکھ لیا تھا آنکھوں میں پر بال پیدا ہو گئے صبح کو چند گھسیارے کُھر پالے کے چھیلتے ہیں تب آنکھیں دیکھنے کے قابل ہوتی ہیں۔

(۳) منشی گیسو بخش صاحب المتخلص بہ کیسرو کی معشوقہ چکن پٹی خانم کے سر میں میاں کے شاعرانہ مبالغہ کی نظر لگ گئی تب گیسو میں چاند نکل آیا مانند لااصلی چھپا بھونا کیسرو ہو گیا بیچارے تبدیل آب و ہوا کے لیے نینی تال گئے تھے وہاں آپ کا روغن طلسمی ایک دوست سے مل گیا بس پھر کیا تھا بال بڑھنا شروع ہوئے بیچارے نے چوٹی گوندھنے کے لیے رسی بٹنے والا انجن منگایا چھت میں چوٹی کا بار سنبھالنے کے لیے بالکیاں گاڑیں تب کسیقدر سر کو جنبش ہوئی واپسی میں اتفاقاً ایک سر لٹ کا بالا گنج میں لٹکا رہ گیا کاٹھ گودام تک ایک الگنی سی تن گئی دھوبیوں نے کپڑے پھیلا دیے۔ اب سُنا ہے کہ ٹیلیگراف آفس بالوں کا ٹھیکہ لینے والا ہے۔ جنگ کے باعث آہنی یا مسی تار گراں ہو گئے ہیں اسی کالی پھانسی سے کام نکل جائے گا۔

دیگر

لالہ چیدو لال صاحب چندیا مُو سے رقمطراز ہیں کہ انیجانب کے کف دست میں بباعث روغن آمیزی یہ قدر نمو ئے موئے ہوا ہے کہ دنیوا اگلیم بافتہ کرے کا ٹھیکہ لیس ہے قسم لالائن کی زلف رسا کی کہ ہیچ قسم روغن گاہے ندیدہ شدہ مگر ایک خرابی بھی معائنہ ہوئی ہے وآں اینکہ لالائن کی یافوخ مدوّر بباعث ریزش موئے مار جیل معشر ہو گئی مشفق من بزودی ہر چہ تمام تر دفعیہ مرض فرماویں۔

دیگر

مسٹر پیرا ہکان ہیڈ ڈپیر سٹرائیٹ لا رقمطراز ہیں ڈیر فضلو حکیم صاحب۔ ہم اپنا مونچھ کے لیے تیل منگایا تھا مونچھ بھی کھڑا ہوا اور برش بھی گنجا ہو گیا۔ البتہ آپ کا تیل بہت کیرفل ہے۔ ہم ایک چیٹھی ولایت کو لکھا ہے کہ جھاڑو بنانے والا صاحب لوگ اس کو لے گا۔

دیگر

جناب علامہ آغا شیخ مروحہ صاحب قبلہ و کعبہ تحریر کی چونری اس طرح ہلاتے ہیں کہ مکرمی جناب حکمت مآب نضلۃ الحکما زادت مکارمکم السامیہ پس از استحان سلام کہ سنت سنیۃ اسلام است مکشوف خاطر باد کہ روغن طلسمی کا استعمال نحیف نے اپنے محاسن میں اور اہلیہ ادت حُسنہا و جُوبنہا نے اپنے بالوں میں کیا بفورہ واحدہ و بمجرد استعمال تقابض البدلین واقع ہوا لیعنی صورت نحیف پر سوئے ظن نسائیت کا اور چہرۂ معظمہ اہلیہ پر گمان غالب رجولیت کا ہونے لگا ہنگام خلوت دست نحیف رخسارۂ لطیف اہلیہ سے مس ہو گیا تھا طرفہ ماجرا ہے کہ سنت شریفہ کا مو عذار اہلیہ پر ہونے لگا ہے تمام کتابیں تفحص و تصفح کر ڈالیں اریسکہ اجازت حلق لحیہ ممنوع و مقدوح ہے لذالک اس مسئلہ میں کہ آیا زوجہ محترمہ مذکورہ کو تحلیق جائز ہے یا نہیں نہایت محل تردد ہے۔ والسلام والاکرام۔

دیگر

مس گنجو طوالف ساکن زلف آباد موئے تحریر میں موتی پروتی ہیں کہ جناب حکیم صاحب اللہ جانتا ہے آپ کے طلسمی روغن نے نگوڑی چندیا پر ایک بال نہ رکھا صدقے کیا تھا یہ تیل۔ نگوڑی چھپکلی کی دُم بھی نہ رہی جسمیں کلکتہ کی چوٹی گوندھ لیتے تھے اب تو ہر طرح صورت دکھانے کے لائق نہ رہی۔ گالوں پر بال نکل آئے ہیں ہر وقت دوپٹہ کے آنچل سے چھپائے رہتی ہوں۔ آپ کو ہماری جان کی قسم جلدی کوئی تدبیر بتائیے۔ امّی جان کو شبہ ہو گیا ہے کہ میں مردوا ہو گئی ہوں پہلے سیل کے کونڈے ہوئے اب ایک اچھے گھرانے کی لڑکی سے شادی ٹھہرائی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو میں کیا کرونگی

"حبّ بخت بیدار"

یارو۔ یہ عجیب شے خاص الخاص ہماری ایجاد ہے۔ بڑے کام کی چیز ہے ہر ایک متمول آدمی کو اپنے پاس رکھنی چاہیے اگر کسی کے مال کو چوری جانے کی عادت ہو گئی ہو تو وہ ہم سے دوا منگائیں بہتر تنبہ کیا ایک ہی گولی میں آدمی سے چوکیدار بن جائیں گے چوری چھپنا لے دونوں سے نجات یقینی ہے۔ کہانی کی تمہید لیجیے "سوتا سنسار جاگتا پاک پروردگار" غلط ثابت ہو گی "سوئے سو کھوئے جاگے سو پائے" کی نقد النقد مثل سے اگر فائدہ اٹھانا ہے تو جلد منگائیے دیر نہ لگائیے خدا نے چاہا تو حکیم جی بھی رہیں اور کھانسی بھی۔ چور بھی رہے اندھیاری بھی۔ مال بھی بچے جان بھی۔ لگے ہاتھوں سارٹیفکیٹ ملاحظہ ہوں۔

سارٹیفکٹ

جناب کلب الحکما گیدڑ الفضلا کھانس کھنکھار بیگ خاں صاحب شغال نگر سے تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے سر غزیزہ کی قسم حب بخت بیدار عجیب الخاصیتہ ہیں کیا مجال کہ نیند کا چور دماغ کے خزانہ پر سان ڈال سکے چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

مرا ہر شب چو دزداں خواب گرد چشم تر گردد
ز کھنکھار یمن من ترسد و آہستہ بر گردد

ڈیوڑھی کا افیونی دربان ہر وقت پینک میں رہتا تھا ہاں چور آئے اور ڈبیہ افیوں کی اٹھا لے گئے دن دہاڑے بیت الخلا سے پانی بھرا لوٹا لے کے چلتے ہوئے اور

فصل میں نکھٹو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے آسیب
زدہ مکان تک پہنچ گئے شب کو ان کا بھی
امتحان ہوا بھلا وہ کب چوکنے والے تھے جھٹ
بول اٹھے کہ عشق دل کا مرض ہے اسکو حسن سے
تعلق نہیں جسپر چاہے آجائے ؎
آگیا جی اجی وہ جی ہی تو ہے
جواب شافی تھا جان بخشی بھی ہوئی مکان بھی ملا
اور دولت تو آپ جانیے جنات کے قبضے میں ہوتی ہی
ہے متمول بھی ہوگئے۔ سقراط کی بی بی ایک صورت
چڑیل کی بدزبان کج خلق عورت تھی مگر سقراط بھی
اس سے لڑا بھڑا نہیں زہر کھانے کے وقت تک
وہ پاس موجود تھی ہمیں تعجب ہے کہ زہر نے سقراط پر
اثر کیونکر کیا جب کہ زہر سے زیادہ روح فرسا دوا اسکی
بی بی تھی جن حضرات کو فرشتہ صورت حور و پیکر
شیریں [illegible] زبان [illegible] کی [illegible] ایک
بولی [illegible] کام کرنے والی بسا اوقات اپنی زبان سے
بھی نکالا [illegible] "اجی کیا کہیں ہماری جورو
تو کچھ ایسی افسردہ دل پھیکی بدمزہ بجھی ہوئی شمع
ہے کہ الٰہی توبہ دن بھر حبیب شاہ کی بالکی بنی منہ
تھو تھائے تھوتھن لٹکائے بیٹھی رہتی ہے ہم
کہتے ہیں پان بنا دو وہ بے عذر گلوریاں لگا کے
چپ چاپ دے جاتی ہے۔ جورو کا ہے کو ایک
کاٹھ کی پتلی ہے ہاتھ کے اشارے اور ابرو کی
جنبش پر بیٹھتی اٹھتی ہے۔ گھر میں ایک سناٹا
پڑا رہتا ہے ایسی بے لطف فرمانبرداری کو دور ہی سے
سلام ہے۔ مزا جب تھا کہ ہم کہتے پان بنا دو وہ
مسکرا کے کہتی گھانس کھاؤ اور پھر دو آم اٹھا کے
لگاتی (خواہ بنگلہ یا دساوری) ہم کہتے لیٹ جاؤ وہ
کہتی منہ دھواؤ ٹھنڈا کھاؤ"
پھر بھلا بتائیے جب اس حال میں بھی انسان راضی
نہیں ہے تو لڑاکا جورو کا ٹھکانا کہاں رہا۔ الحاصل
پھر وہی سوال پیدا ہوا کہ جورو ہو تو کیسی ہو کسی
شریف النفس معتدل المزاج نے کہا ہے کہ یہ محبت کرنے والی
بچہ دینے والی "ارے توبہ توبہ یہ مہمل باتیں سخت
ہیں جورو اگر میاں پر عاشق ہے تو سمجھ گئے یا اطاعت کی

بیماری سے کم نہیں۔ اتصال جسمانی تو رہا ایک طرف
وہ وصال روحانی کی خواستگار ہوتی ہے۔ میاں گھر سے
باہر قدم نہیں نکال سکتے وہ گھڑی کو باہر نکلے اور بی بی
گھر میں بیتاب ہیں "
"اے بی گھمانی خانم دیکھنا تو میاں کہاں گئے ہیں"
گھمانی خانم سا جاسوس تھر ہے تھر۔ ادھر ادھر ٹہلیں
اپنی لڑکی والوں کی خبر لی گھر میں آئیں تو کہا "بی بی
کوئی کیا جانے میاں کہاں گئے ہیں گئے ہوں گے
اپنے یار دوستوں کے یہاں میں تو سارے میں ڈھونڈھ آئی
ان کا کہیں پتہ نہیں۔ میرا ماما کہتا تھا کہ چوک کی
طرف کہیں گئے ہیں "ہے میرا ہماتی اب آفت آئی۔
منہ میں ورم پیدا ہوگیا گال سوج گئے آنکھیں
شالیاف ہوگئیں۔ میاں نے گھر میں قدم رکھا
تو معلوم ہوا کہ جہنم ہے "کیوں بیگم مزاج کیسا ہے"
بیگم جلتی بلتی جواب دیتی ہے "میری خوشامدوں
[illegible] تو اسقدر تمھاری بلا سے۔ تم اپنے یار
دوستوں میں داد عیش دیا ہی کرو۔ الٰہی خیر ابھی تو
اچھی بھلی تھیں۔ یہ کیا ہوگیا۔ گر بانوں پر آگئیں
تو شکایت کے دفتر کھل گئے۔
"ارے تم کو تو اب ہماری صورت سے نفرت
ہے۔ وہ اگلی سی نگاہ ہی نہیں وہ تیور ہی بدل گئے
وہ زمانہ ہی گیا۔ گھر میں قدم نہیں ٹکتا۔ ہم اپنی
جان کی قسم دیتے ہیں تم ٹال جاتے ہو گویا ہماری
جان تمھارے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔ خیر جی
دیکھا جائے گا۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ ادھر تم نے
گھر سے قدم نکالا اور ہم نے آیۃ الکرسی نادعلی پڑھ کے
دعا مانگنا شروع کی الٰہی گھر میں خیر صلا سے آئیں
تمھارا یہ حال ہے دیکھو برا نہ ماننا۔ رسیاں تڑاتے ہو
ادھر میں آکے بیٹھی ادھر تمھارے تیور بدلے۔ میں
خوب جانتی ہوں دل کو دل سے راہ ہوتی ہے۔
شام ہوئی اور کنگھی چوٹی کی فکر ہوئی صابن سے
منہ دھویا گیا آئینہ سے مشورے ہوئے۔ اجلے اجلے
کپڑے پہنے گئے۔ گلوری کلے میں دبائی نکل کھڑے
ہوئے ہماری طرف رخ بھی نہیں کرتے"
آپ خیال تو کیجیے آدمی کہاں تک گھر سے باہر

قدم نہ نکالے۔ سو کام ہیں۔ مگر بی بی کی محبت لاسا
بن کے پیروں میں چپک گئی ....
اور ایسی چپک گئی کہ چھٹنے کا نام نہیں لیتی اگر گھر سے
نکلتے ہیں تو سو درجہ بدی کا خوف ہے اور نہیں نکلتے
تو کام کاج میں حرج ہوتا ہے اس پر طرہ یہ کہ ضروریات
زندگی میں سے کسی چیز کی گھر میں کمی ہوئی اور آفت
آئی "یہ کیا کہوں عجب گھرانے میں قسمت نے
پہونچایا ہے۔ مہینہ بھر سے کہہ رہی ہوں کہ میرے
پاس دوپٹہ نہیں ہے میاں کو کچھ فکر ہی نہیں۔
یا تو گھر سے نکلنے کا نام نہ لینگے یا نکلیں گے تو آنا بھول
جائیں گے" پھر اگر اتفاقیہ قدم باہر نکالا اور سفر کی
ٹھہری تو ماتم کی صف بچھ گئی۔ بی بی سر سے لوٹی
ہوگئیں اور لگیں بروگ میں گیت گانے ؎
کاہے کہوں موری گوئیاں ہم پردیسیا چلے گئے
غرض محبت والی کا تو یہ حال ہے اب اگر سال میں
دو جھول نکالنے والی ہوئیں پھر تو اللہ دے اور
بندہ لے۔ فکروں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ آسائش میں
بادھا لگا۔ جورو سے ماں کے درجہ تک ترقی کی۔
کہیں یہ نہ سمجھیے گا کہ میاں کی ماں اجی حضرت
بچوں کی ماں ہوگئی۔ اگر آدھم سا بچا ہوتا تب بھی
غنیمت تھا یہاں تو بالکل قبضہ مخالفانہ ہوگیا۔
کچھ بس ہی نہیں چلتا۔ اگر اتفاقی جا و بیجا کہیں
ہاتھ پڑ گیا تو صاحبزادے نے چیں پیں شروع کی
سمجھے کہیں ایسا نہ ہو کہ میری غذا میں شریک
ہو جائیں ننھے ننھے ہاتھوں سے ہاتھ ہٹا دیا۔
اور لگے غٹر غٹر پینے۔ علاوہ بریں حکیم ڈاکٹر بید
دائی کھلائی آتا کی غلامی گھاتے ہیں۔ پھر ایک
آدھ تک مضائقہ نہیں۔ ایک دو تین چار یا پنج
تانتا بندھ گیا مار ٹنگ گیا۔ بی بی کو اپنی اچھوتی
کوکھ میں ٹھوکر لگنی گوارا نہیں اب پھر وہی سوال
پیدا ہوا کہ "جورو ہو تو کیسی ہو" اچھا آپ کے محلہ میں
میں شاعر صاحب رہتے ہیں ان سے پوچھیے شاید
یہ بال کی کھال نکالنے والے بزرگ کچھ مدد دیں
کیوں جناب "جورو ہو تو کیسی ہو" وہ فرماتے ہیں
کہ "قد سرو شمشاد کی طرح موزوں، دہن [illegible]

ہوں جو منہ تنفیت - قافیہ وسیع کرنے والی - زُلفا
ستے خالی، مصرعِ ستزاد کی طرح کندھے پر ایک
لٹ نہ رکھتی ہو۔ روی اور الجھا کے عبرت پاک
دکل اور سیاہ ہو یا عقرب ہو یا ہر ہو یا سنبل
ہو یا منفعلہ ہو۔ ابرو کمان ہوں مژگاں تیر -
آنکھیں بادام ہوں رخسار گلاب کے پھول - ناک
الف ہو منہ غنچہ یا ایسے ہو تنہا ہو پر لنظر ڈالتے ہی
میاں کے منہ سے آہ (کی) نکلے رہی پستہ ہو نٹ
وسق گل یا تنگ شکر یا کوزہ نبات یا کان شہد
دانت موتی - ٹھڈی سیب گردن جام بلوریں کمر
اسطح معدوم ہو جیسے دو مصرعوں میں اتصال
سیمیں بدن قمر طلعت حباب سے زیادہ نازک
عقل سے زیادہ لطیف - بدخوئی میں شیطان
کی خالہ عاشق کشی میں طاق ستم آفرینی میں
شہرۂ آفاق - رقیب نوازی میں مشہور عالم (دنیا)
میں معروف یاروں سے انجمن گرم رکھنے والی - خدا
کی پناہ ایسی جورو کس کام کی - اس صورت
کی جورو تو ایک مصیبت ہوگی - عطار و شیشہ گر کی
دوکان سلح خانہ کی کوٹھری - رسالہ عبد الواسع
کے صفحات - میوہ فروش کی ٹوکری - سُنار کی
انگیٹھی غرض تلاش میں عجیب عجیب چیزوں کی
سیر دیکھنی پڑے گی کبھی باغ میں تو کبھی چوک میں
کبھی میوہ والی گلی میں تو کبھی پیک ایلین کی دوکان
پر - زمانہ بھر کی خاک چھانیے تو ایک بی بی میسر
آئے - بی بی اور کیسی بی بی جسکی پھُننگی پر درخت
سمجھ کے جانور بسیرا لیں دہان شیریں میں چڑیاں
مکھیاں - سیب ذقن میں بھڑیں لپٹیں - ہاتھ لگائے
ٹوٹے - رات گزرتے ہی سڑ جائے پولیس کو خبر ہو
تو مخفی ہتھیار رکھنے کے جرم میں چالان ہو جائے۔
ایسی جورواں ہی حضرت کو مبارک ہوں - اچھا آئیے
یہ پڑوس میں وکیل صاحب کا مکان ہے ان سے
دریافت کریں کہ جورو تو کیسی ہو؟ یہ فرماتے ہیں
کہ وکالت نامہ میں آٹھ آنے کا ٹکٹ نستی ہے لیے
لکھوائی ہمارے لیے مشورہ کا محنتانہ لاؤ تو جواب
ملیگا - بہت خوب لیجیے - کچھ حاضر ہے مگر بتایئے تو سہی

جورو ہو تو کیسی ہو؟ مختصر جواب اصطلاحِ قانونی
جواب تو یہ ہے کہ منشی جلد گئی تاریخ مقررہ پر پل
مانگتے کو دوں پھاٹکتے مثل مقدمہ زیرِ تعمیل زیر
فیس امد دوں جیب آنا تو بتا دیں گے خیر امر
البتہ قابل غور ہیں کہ تمہارا سوال امد حد اختیار
عدالت ہے؟ حضرت خدا کے لیے بتا دیجیے - کچھ
تو تسکین ہو - اچھا مختصراً سُن لو - جو حقاً قانونی
ہونا چاہیے جیسے بہر خفیف نہو تاکہ پریوی کونسل
تک مقدمہ لڑنے کی گنجائش ہو - کابین نامہ کے
الفاظ بھی قانونی ہوں تاکہ دو سرا مطلب نکلے
گواہ حاشیہ اگر زندہ نہوں تو بہتر ہے - نکاح نامہ
مصدق ہو رجسٹری ہونا چاہیے خواہ صیغہ پڑھا
جائے خواہ نہ پڑھا جائے ہمیشہ میکے میں بیٹھی
رہے تاکہ ہمارے ذریعہ سے دعوی نسبت دلاپانے
ایک عدد زوجہ لڑا کا دائر کیا جاسکے - ہر بوسہ
کی رسید میاں سے طلب کرتی رہے تاکہ زوجیت
کا ثبوت تحریری بآسانی مہیا ہو - بوسہ دینے میں
اتنی مزاحمت کرے کہ شوہر بر خود دار کو ادائے
حقوق زوجیت کی ڈگری حاصل کرنے میں عدالت
سے چارہ جوئی کی ضرورت ہو - اپنا گہنا پہ دستاویز
لکھوائے میاں کو ندے بچہ جنے تو وکیل سے مشورہ
لے کے اور نو مہینہ پیشتر نوٹس دے کے - ورنہ
حرامی قرار پائے گا - باقی صورت شکل وضع قطع
سیرت خصلت کا حال کسی قانون میں نہیں ہے
تمھیں کیا بتائیں - البتہ تمھارے لیے یہی کافی
ہے کہ استعمال بوسہ بالجبر - مداخلت بیجا ضرب
شدید - ازالہ حیثیت عرفی - نقصان رسانی
حُسن وجمال سے بچے رہو - عنقریب نکاح ہونے
کے بعد داخل خارج اور قبضہ کی درخواست
دیے بغیر کوئی جورو اپنے خاوند کے تصرف میں
نہ آسکے گی - نہ بوسہ بغیر اطلاع و اجازت عدالت
میسر آئے گا - اور عجب نہیں کہ بچہ جنوانا بھی مکطرفہ
قرار پاکر نقصان رسانی حسن وجمال کی حد میں
آجائے؟"

لا حول ولا قوۃ ماس جو اب سے بھی تسکین

نہوئی - چلو مولانا صاحب قبلہ العلماء سے پوچھیں کہ یہ
مولانا یہ جورو ہو تو کیسی ... صالحہ
رشیدہ ودودہ ودود حسینہ جمیلہ لذۃ للعاشقین؟
پابند صوم وصلوٰۃ وطہارت با مروت وا طاعت
صابرہ حلیمہ یہی اوصاف ہیں جو ایک جورو میں
ہونا چاہئیں لیکن ایسے ازدواج قلیلۃ الوجود ہیں
تمام اوصاف تو قبول ہیں لیکن لذۃ للعاشقین ہونا
منظور نہیں علاوہ بریں بہتر ہوگا کہ حضور تکلیف
فرمائیں اور اس عبد ذلیل کے لیے بارگاہ رب جلیل
میں یہ امن یجیب المضطر کا عمل پڑھیں ممکن
ہے کہ برکت دعا سے ایک ایسی ہی جورو میسر آجائے
ورنہ دنیا میں ہر ایک کو ایسا معشوق جو نمازی -
متقی - پرہیزگار - پاک طاہر - مطیع - فرمانبردار
حسین جمیل ہو ملنا محال ہے -

منطقی جورو کی مزے وار شکایت

(نمبر ۱)

بی بی: اے میرے اللہ! کیا دُنیا ہے سب کو
اپنی اپنی پڑی ہے کوئی کسی کا نہیں - ولایت
سے لاٹ صاحب جو آئے ہیں تو گھر میں تمھارا
قدم ہی نہیں ٹکتا - میں کہتی ہوں کہ آخر وہ تو
آئے ہیں ولایت سے کسی اور شہر میں اور تم
یہاں پیٹ پکڑے پکڑے پھرتے ہو - یہ آخر بات
کیا ہے میں بھی تو سنوں - ساری دنیا مزے سے
اپنے اپنے گھروں میں ٹانگ پھیلا کے سوتی ہے
ایک اکیلے تمہارے ہی پاؤں میں چلی بلی نیند حرام ہے -
میاں: اونہہ! تم تو نہ سمجھتی ہو نہ بوجھتی ہو جو منہ
میں آیا کہہ ڈالا - اب تمھیں کیا بتائیں کن فکروں
میں ہیں - کانگریس کی الگ فکر ہے مسلم لیگ کی
الگ فکر ہے - قومی جلسوں میں اگر نہ جائیں تو
بات کیونکر بنے؟

بی بی: تو آخر تم ان جلسوں میں جا کے کیا بناتے ہو
ذرا میں بھی سُنوں؟

میاں: اچھا ان میں مشورہ ہوتا ہے اس مشورہ میں

شریک ہوتا ہوں۔"

بی بی: "آخر کیا مشورہ کیسا مشورہ۔ یہ الگ ہی الگ بے ہم سے پوچھے کچھے صلاحیں ہونے کی وجہ کیا تھی؟"

میاں: "تو صاحب اس میں شک و شبہہ کی کیا ضرورت ہے۔ صلاح مشورے کچھ شادی بیاہ کے تو ہوتے نہیں۔"

بی بی: "ارے تم مردوں سے کچھ بعید ہے۔ اچھا پھر کاہے کے مشورے ہوتے ہیں؟"

میاں: "ابھی یہی ملکی اصلاحات کے۔"

بی بی: "یہ کہیے تو آپ قاضی جی شہر کے اندیشے سے دُبلے ہیں۔ اور گھر کی کچھ فکر نہیں۔ باہر اُبے تیتے گھر میں چوہے تکے۔ پہلے گھر کی تو خبر لو۔ چلے ہیں شہر بھر کا انتظام کرنے۔ آخر شہر میں کس بات کی کمی ہے؟"

میاں: "سیکڑوں خرابیاں ہیں۔ ہندوستانی بیچارے اپنے بہت سے حقوق سے محروم ہیں۔"

بی بی: "تو کیا سب حق آپ انکو دلوا دیجیے گا؟"

میاں: "بیشک انکو ملیں گے۔ نئے قانون بنائے جائیں گے نیا انتظام ہوگا۔"

بی بی: "اچھا پھر اس نئے انتظام میں تنہا مردوں کو حق ملیں گے یا عورتیں بھی اپنا حق پائینگی۔ ہندوستان میں تو ہم بھی رہتے ہیں۔ سرکار کے نزدیک جیسے ہم ہیں ویسے ہی تم ہو۔"

میاں: "حقوقِ زن و مرد سے کوئی علاقہ نہیں وہ تو قانون کے ذریعے سے ہر ایک کو ملتے ہیں۔ ہاں مطلب اُن حقوق سے ہے جو ہندوستانیوں کو ابھی تک حاصل نہیں ہوئے۔"

بی بی: "بات ایک ہی ہے۔ جو حق مل چکا ہے اور نہیں دیا جاتا وہ بھی نہ پانے میں داخل ہے جیسے ہم لوگوں کا مہر ہے شادی ہونے کے وقت تو مہر پر وہ جھگڑا بکھیڑا پھیلتا ہے کہ معاذ اللہ گویا ابھی کھرے کھرے روپے گنوا لیے جائینگے اور شادی کے بعد کہاں کا مہر اور کہاں کا روپیہ اُلٹا جہیز لڑکی والوں سے لے لیتے ہیں۔"

میاں: "پھر اس سے کیا مطلب؟"

بی بی: "اس سے یہ مطلب ہے کہ مہر کا حق خدا نے دلوایا رسول نے دلوایا اور تم لوگ ہضم کر کے بیٹھ رہتے ہو۔ بہن امانی بیگم نے اپنے مہر کی نالش کی میاں نے ساری جائداد اپنی بہن کے نام لکھ دی تھی۔ چلیے بیچاری اپنا سا منہ لے کے رہ گئیں میاں ہو گئے دیوالیے۔ اگر مہر کا حق مضبوط ہوتا تو بہن کے نام جائداد لکھنے کا اختیار اُنھیں نہ ہوتا۔ آخر یہ بھی تو ایک قرضہ ہے پھر جو قرضدار ہوتا ہے اُسکی جائداد کہیں بک سکتی ہے؟"

میاں: "تو پھر؟"

بی بی: "پھر یہ کہ جس کسی کی شادی ہو جائے اور وہ پیسہ والا جائداد والا ہو تو جب تک وہ مہر کا روپیہ ادا نہ کرلے اُس وقت تک اُسے اپنی جائداد گرو کرنے یا بیچنے یا کسی کو دے ڈالنے کا اختیار نہ ہونا چاہیے۔"

میاں: "اگر مہر نامہ میں جائداد مکفول ہو تو بیشک اختیار نہیں۔ مہر تو ہمیشہ ذات سے تعلق رکھتا ہے کابین نامہ میں جائداد مکفول کرنے کی رسم نہیں ہے اگر رقعہ عند الطلب لکھوا لیں تو اچھا ہے۔"

بی بی: "سنتی ہوں کہ رقعہ کی میعاد تین برس کی ہوتی ہے اسکے لیے تین برس کے اندر نالش کرنا ہوگی۔ اِدھر نالش ہوگی اور اُدھر میاں بی بی میں جوتا چلے گا اور نباہ کیسی۔ کیا کوئی کسی کی بوٹیاں نوچ کے روپیہ لے سکتا ہے ایمانداری کے تو یہ معنی تھے کہ تم لوگ خود ہی اپنی جائداد مہر میں لکھ دیا کرتے۔ جی کو اطمینان ہو جاتا۔ آخر قرضہ قرضہ سب برابر۔ اب تم بتاؤ کہ میرا مہر کتنا ہے؟"

میاں: "ایک لاکھ۔"

بی بی: "پھر تو تم جائداد والے ہو کیوں ایک لاکھ کی جائداد ہمارے نام نہیں لکھ دیتے؟"

میاں: "اوں۔ اوں۔"

بی بی: "اوں۔ اوں کیسی۔ سرکار سے کہتے ہو کہ وہ تمھارا حق ادا کرے اور اپنے ذمہ جو دوسرے کا حق ہے اُسکو ادا کرتے دشمنوں کی جان پر بن جاتی ہے۔"

میاں: "بات یہ ہے کہ تم تو جان مال کی مالک ہو۔"

بی بی: "ہاں خالی خولی زبان سے گھر بار سب تمھارا مگر کوٹھری میں ہاتھ نہ لگانا۔ میاں تم تو سارے ملک کا انتظام کرنے پر تلے ہوئے ہو تمھیں کیا خبر۔ حق کا لحاظ کرنا بڑی بات ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تمھاری بہن کو تمھارے باپ کی جائداد سے کیا ملا؟ وہی چار پانچ ہزار کا جہیز ہی تو بیچاری لے گئی یا اور کچھ؟"

میاں: "پھر اسے میں کیا کروں کہ قانوناً لڑکی کا حق علاقہ میں نہیں ہے۔"

بی بی: "اے کیوں نہیں۔ خیر تو نہیں آئی پہ کیتے خدا کے قانون سے تمھارا قانون بڑھ گیا وہ دلاتا ہے مگر تم مجبور ہو تمھارا قانون نہیں دلاتا۔ اچھا یہ بھی جانے دو گھر کی گرہستی بھی علاقہ میں شامل ہے۔ اے خدا تمھارا بھلا کرے مکان بھی علاقہ ہے۔ گاڑی گھوڑا زیور اسباب بھی علاقہ ہے۔ ان چیزوں میں سے تم نے اُس بیچاری کو کیا دیا؟"

میاں: "اجی ان باتوں کا اسوقت کیا ذکر ہے؟"

بی بی: "اے ہاں سچ ہے ان باتوں کا کیا ذکر ہے وہی "اصلاحات" کا ذکر کروں تو تمھیں اچھا لگے گا۔ میری باتیں ابھی سے تو تمھیں اچھی نہیں لگتیں کہ کھری کہتی ہوں ابھی نگوڑی رنڈی منڈی کا ذکر تمھارا کوئی دوست کرتا تو کیسے مزے سے سنتے۔ پرسوں مولوی صاحب باہر بیٹھے ہوئے چار چار پانچ پانچ نکاحوں کا ذکر کر رہے تھے وہ خوب کان لگا کے سنا گیا۔"

میاں: "اجی ہاں کل اُن سے مسئلہ تعدد ازواج کی بحث چھڑ گئی تو واللہ باللہ بالکل تعدد ازواج کے مخالف ہو گئے جیسے وہ مولوی صاحب ہی نہ تھے کہنے لگے کہ محل و موقع ہے اگر شوہر عدالت بین الازواج پر قادر نہ ہو تو اُسے ایک ہی پر قناعت کرنی چاہیے۔"

بی بی: "(مسکرا کے) شکر ہے میرے سو روپیہ کام آ گئے۔ نہیں تو نگوڑے مولوی صاحب نے تم کو دوسرا نکاح کرا ہی دیا ہوتا۔"

میاں: "ایں واللہ کیا تم نے رشوت دی؟"

بی بی: "رشوت کیسی آخر تم جو حاکموں سے ملتے

جاتے ہو۔ ڈالیاں لیجاتے ہو۔ بیگم صاحب کے
بچہ کھلاتے ہو چپراسیوں کو انعام دیتے ہو تو آخر
کس لیے۔ اور یہ منڈ نگوڑی دعوتیں جو ہوتی ہیں تو
کس غرض سے کوئی خاطرداری کرنا نہیں ہے یہی
مطلب ہوتا ہے کہ وقت پر کام نکلے گا دیکھو جب
عشرے کے دن کوئی گاڑی کربلا تک نہیں جانے پاتی
مگر تمہاری گاڑی اور وہ جو موٹے سے خاں بہادر
ہیں بھلا سا نام ہے انکی گاڑی بھی روکی نہیں جاتی
یہ سب انعام اکرام لین دین کا صدقہ ہے یا اور کچھ۔
اپنا کام نکالنے کے لیے خالی خوشامد کرنا بھی رشوت
ہے کیا رشوت روپیہ پیسہ ہی پر موقوف ہے؟"

میاں "کربلا میں تو میری گاڑی صاحب کے
ساتھ جاتی ہے دوسرے میں ہوں۔ ڈپٹی کمشنر
انتظامی امور میں میری ضرورت ہوتی ہے۔ اگر میں
کچھ انعام اکرام نہ دیتا تب بھی گاڑی روکی نہ جاتی۔"

بی بی "خوب! میں کہتی ہوں کہ آخر کربلا میں
فرق کیوں سمجھا جاتا ہے؟"

میاں "اسلیے کہ یہ ایک مقدس دن ہے اور غم کا
دن ہے لوگ پاپیادہ جاتے ہیں اگر اس ہجوم میں
گھوڑا جائے تو لوگوں کے کچل جانے کا اندیشہ ہے"

بی بی "ہاں اور انتظام کرنے والوں کا گھوڑا
تاشے ڈھول کی آواز سے چاہے کسی کا خون خچر
کر ڈالے تو کچھ پروا نہیں نگوڑے پولیس والے
خونخوار صورت بنائے گھوڑوں پر سوار شاہی فوج
کے رسالدار بنے برابر گھوڑا کداتے پھرتے ہیں انکے
گھوڑے تو دلدل پاس ہوتے ہیں نہ؟ بس سیدھی بھی
نہ لوگوں کو نہ کربلا کا ادب ہے نہ تعزیہ کا خیال۔
دل تو چاہتا ہے کہ صاحب لوگوں کے ساتھ گلی ڈنڈا
کی طرح پھر دسارا جھگڑا انتظام کے سر تو تنخواہ
رکھتے ہو۔ ایک تم ہی تو بڑے منتظم ہو"

میاں "اس حاضرباشی سے بہت کام نکلتے ہیں"

بی بی "دیکھو پھر وہی بات ٹھہری نہ۔ کسی نے اپنا
مطلب حاضرباشی سے نکالا کسی نے روپیہ خرچ کیا
بات ایک ہی ہے"

میاں "اس حاضرباشی سے تو ایسے ایسے کام
نکلتے ہیں کہ ہزاروں روپیہ خرچ ہوں تب بھی نہ نکلیں"

بی بی "ہاں ہاں یہی تو میں بھی کہتی ہوں میں نے
روپیہ خرچ کرکے مولوی صاحب کو اپنا بنا لیا تم نے
خوشامد، درآمد حاضرباشی سے صاحب کو رام کر لیا
خالہ شہزادہ بیگم نے جو جائداد اپنے مرنے جینے کے لیے
وقف کی تھی تمہارے بہنوئی صاحب اسکو ہضم
کر گئے اور تم بھی۔ لی سارا خرچ اسی جائداد سے چلتا
ہے۔ ان بیچاری کا نہ دانہ ہے نہ دودھ۔ جانی بھیا
نے مقدمہ لڑا تھا اور بھلا بہنوئی کی ماں کا صاحب
کو کیونکر یقین ہوتی تم بیچ میں رکھی ہوئے ان بیچارے
نے تو جانا تھا اپکے۔ ایک کام ہے سو بھی بگاڑ دیا تو
تم اس جائداد کو نکال لو دیا ان سے کہو کوئی تمہارے
بہنوئی کے باپ کی جائداد تھی مگر انکے منہ کو تو سور
لگا ہے تم نے سعی سفارش کرکے مقدمہ کو بالا بالا اڑا دیا
جانی بھیا کی ایک نہ چلی الٹے بیچارے کہتے پھرے کہ انکی
کوئی جائداد نہیں کوئی املاک نہیں کوئی تنخواہ نہیں
آخر اتنی بڑی جائداد ایک نفقے کے بہانے برباد کر دی
گئی ہے جس کا بال بال قرضہ میں گروی ہے"

میاں "کچھ واللہ۔ تم تو بہت بڑھ گئیں"

بی بی "ذری سچ کہنا"

میاں "کیوں کیا انکے گھر میں کھانے کو نہیں؟"

بی بی "اس وقف کی بدولت سب کچھ ہے۔ میں
کب کہتی ہوں کہ نہیں ہے مگر دس برس ادھر کا
حال بتاؤ جوتیوں میں دال بٹتی تھی۔ ان کی
حقیقت ہی کیا تھی۔ اور آج بھی انکی ذاتی جائداد
کون سی ہے کہیں نوکر چاکر ہیں نہیں۔ کوئی کاروبار
نہیں کرتے پھر آخر کس برتے پر جھتے جھولتے ہیں۔
یہ تو کوئی بتائے۔ گاڑی کہاں سے مول لی جاتی
ہے گھوڑا کیونکر خریدا جاتا ہے۔ آخر کوئی دست
غیب کا عمل ہے انکے پاس یا جنات دے جاتے
ہیں۔ کچھ معلوم تو ہو"

میاں "میں نے اس وقف کے بارے میں
کوشش ہی کیا کی؟"

بی بی "اے بس رہنے دو۔ ہر وقت صلاح مشورے
کے لیے اپنے دولہا بھائی کے پاس دوڑے جاتے ہو
اور پھر کہتے ہو کہ کوشش ہی کیا کی۔ کوشش کے
سر پیر تو ہوتے نہیں ہیں۔ حاکموں سے ملنا جلنا۔
کہنا سننا۔ یہی کوشش ہے۔ لگائی بجھائی کہنے
سننے میں بڑے بڑے آگ آجاتے ہیں تم نے کہدیا
ہوگا کہ جانی بھیا سے اور تمہارے دولہا بھائی سے
عداوت ہے۔ عرضی میں جو کچھ لکھا گیا ہے عداوت سے
لکھا گیا ہے جائداد موجود ہے کوئی کھائے نہیں لیتا
خود بھی کہا ہوگا اور دو چار آدمیوں سے بھی
کہلوا دیا ہوگا بس حاکم کو یقین آگیا"

میاں "یہ تو تمہاری بدگمانی ہے"

بی بی "اچھا بدگمانی ہی سہی۔ ایمان سے کہو وہ کہ
وقف کا سارا روپیہ انہی کاموں میں صرف ہوتا ہے
جنکی خالہ شہزادہ بیگم نے وصیت کی تھی؟"

میاں "مولوی صاحب تو یہی کہتے ہیں"

بی بی "مولوی صاحب نے کہا اور تم کو یقین آگیا
ان مولویوں سے خدا بچائے۔ اول تو تمہارے گھر کی
بات ہے وہ بیچارے کیا جانیں دوسرے عقل بھی
کوئی چیز ہے"

میاں "مولوی صاحب بڑے مقدس آدمی ہیں"

بی بی "اے کیوں نہیں۔ کیسے مقدس اگر بیچارے
کو اپنے صاحبزادے کی خبر نہیں سنتی ہوں دن بھر
پتے کھیلا کرتے ہیں"

میاں "پتے کیا"

بی بی "اے یہی تاش"

میاں "اوفوہ! تاش کھیلنے میں کیا خرابی ہے انکے
نزدیک جائز ہوگا"

بی بی "سچ ہے تاش بھی جائز ہے اور رنڈیوں کو
جو باہر کمرے میں مٹکا ہیاں بلائی جاتی ہیں وہ بھی
جائز۔ خدا تمہارا بھلا کرے گھانی خانم مغلانی کی
مقبولن کے ساتھ آشنائی بھی جائز انگریزوں کی طرح
کمرے سج کے رہنا سہنا وہ بھی جائز۔ میں تو سارے
گھر کا حال جانتی ہوں۔ خالی کوٹ پتلون پہننا
باقی ہے تو وہ بھی ایک دن دیکھ لینا۔ ان صاحبزادے
کو تو لندھن (لندن) بھیج کے کرسٹان بنوانا باقی
تھا۔ مولوی تو یہ بنے ہیں نہ بنیں گے۔ اور اب کیا

خاک نہیں گے بس بن ۔ ماشاءاللہ سر آپکا اور خط کا املا بھی درست نہیں۔ بس سامان کرتے ہیں اور صاحبزادے ہیں۔ صاحبزادے کے بھنوئی ہیں۔ رشتہ کے بھائی ہیں۔ ایک اور مولوی صاحب کا آوارہ لوکا ہے جو حق۔ تماش کھیل جارہا ہے اور تا شکوڑرلیا اُترتی ہیں کیسی کتاب کہاں کا پڑھنا لکھنا۔ صاحبزادے کی میز پر اگر کوئی کتاب دکھیی بھی جاتی ہے تو ناول قصہ کہانی کی۔ دو چار ٹے میاں سگرٹ کی دو نو نوش کرتے ہیں۔"

میاں :۔ "اجی نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو مولوی تمہارا قبلہ محفلوں میں سر وقد تعظیم نہ کرتے اور درود کے نعرے مارتے۔ تمھیں غلط خبر ملی ہے۔"

بی بی :۔ "غلط خبر کی ایک ہی کہی۔ وہ تعظیم تواضع کی نہ کہو یہ دوکانداری ہے وہی ملا اپنے دہی کو کھٹا کہے تو کوئی مول نہیوں لے۔ لوگوں کو تعظیم کی ابھی سے عادت ڈالی جاتی ہے۔ آگے چل کے جوت مُنڈا سے اور عبا کو سلامت رکھے انھیں کے ہاتھ جوڑے جائینگے۔"

میاں :۔ "اچھا پھر سگرٹ پینے سے کیا ہوتا ہے عرب میں سب مولوی پیتے ہیں۔"

بی بی :۔ "اے ہاں سگرٹ تو ایک۔ ہائے ... صاحبزادے بھی تو پیتے ہیں وہ تو میں نے دو تین تھیں نکھائیں تب سے ! ہر جو دن چھپے پی پیتے ہونگے۔ گھر میں نہیں پیتے۔"

میاں :۔ "واللہ سچ کہو۔ وہ بھی پیتا ہے۔"

بی بی :۔ "تمھاری جان کی قسم۔ یہ اسکول کی صحبت کا نتیجہ ہے بُری بات جب پھیل جاتی ہے اسکی بُرائی جاتی رہتی ہے لوگ ندھن جاتے ہیں کالا پانی پینا شروع کر دیتے ہیں وہاں اس بات کا عیب نہیں رہ سکتی ہوں قانونی شادی بھی ہوتی ہے نہ نکاح بیاہ ہم تم راضی تو کیا کرے گا قاضی۔"

میاں :۔ "واللہ یہ تو تم نے بڑی سنائی مجھے تو سگرٹ کی بو سے نفرت ہے۔ دیکھو میں مویدالاسلام میں اس مسئلہ کو پیش کروں گا کہ وزیر ہند کی خدمت میں جو ڈیپوٹیشن جانے والا ہے وہ صاف الفاظ میں اُنسے درخواست کرے کہ ہمارے بچوں سے اس بدعادت کو چھوڑوا دیں یہ ایک بہت ضروری مطالبہ ہے۔"

بی بی :۔ "یہی میں کہتی ہوں کہ میاں پہلے اپنے گھر کی اصلاح کر لو پھر ملکی اصلاحات میں پھنسنا۔ تمہارا یہ حال ہے کہ سارا سارا دن گھر سے غائب رہتے ہو۔ آج کیا ہے فلاں جگہ جلسہ ہے کل کیا ہے صاحب کی ملاقات ہے پرسوں ممتروں کی سرداری نالیوں سنڈاسوں کی نگرانی کا جھگڑا ہے۔ یہ کام اُن لوگوں کے ہیں جنکو گھر میں کچھ کام دھندا نہو۔"

راقم ۔۔۔۔

منطق آپا بیگم

اے خواجہ پر خطا کہنی خود بخود کہنی
و شرمے از خدا کن و بر دیگراں مبند
موئے دراز ریش اگر کوسہ بر کند
ہم بر درازی ریش او دجائے ریشخند

آجکل حفاظت اسلام کے کوہ آتش فشاں میں اس غضب کا ہیجان پیدا ہوا ہے کہ آلی رجا کے دور میں اتنا نہ آیا ہوگا۔ آرے میں بلوہ ہوا الہ آباد میں شورش ہوئی بہرائچ میں بم چخ مچی مگر نشینان علم میں سے کسی صاحب نے عزیز آسہ تہ زرد کی خبر نہ لی نہ چندے کیے نہ خود گئے۔ اور بار ہا ایسی آفتیں آئیں مگر الوقوف علی الطل اسلم" صدہا کتابیں اسلام کی رد میں لکھی گئیں مگر اب تک بغیر جواب پڑی ہوئی ہیں۔ ہزاروں قیدی جیل خانوں سے بے کلمہ پڑھے قبر کی جیل میں منتقل ہوئے مگر کسی نے عقائد یاد دلانے کی زحمت گوارا نہ کی۔ لاکھوں لاوارث یتیم پلپلی صاحب بن گئے مگر یتیم خانے نہ کھولنا تھے نہ کھولے سیکڑوں مسلمان سود کے شکنجہ میں پھنسے جائدادیں تباہ ہوئیں مگر اسلامی تجارتی بنک کھولنے کی توفیق نہوئی جو غیر مسلم سے منفعت حاصل کرتا اور مسلم کو بلا سودی روپیہ دیتا۔ ہزاروں وقف ہضم ہوگئے اور ڈنکا تک ملے پیکار سے ہوکے تماشا دیکھا سلامتی ہے۔

نہ لی۔ غرض یہ سب کچھ اور اس سے ہزار درجہ زیادہ ہوا کیا۔ مگر حمایت دین کا وہ کامل عیار ٹیفہ ہی میں رہا۔ نہ ٹسکنا تھا نہ ٹسکا۔ یہ سب باتیں واجب کفائی تھیں میں تیرے انتظار میں تو میرے انتظار میں۔ ہوو ہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا۔ شامت کی مارے لفظ شیدائیان پالیٹکس نے ہند و مسلمانوں کے اتفاق کی بنیاد ڈالی بس پھر کیا تھا۔ خوشامد خورے رئیس سمجھے کہ خطاب کی چڑیا ہاتھ سے گئی۔ ملا سمجھے کہ تمغہ ریاست ہلا چھن گیا۔ ملازمین سرکاری کو خوف پیدا ہوا کہ ڈالی لگانے سے کام نکلنے کی رسم نیست نابود ہوئی۔ سب کو بقدر ہمت اپنی اپنی فکر پڑی۔ اور لگی جلسہ بازی ہونے۔

جمھائی کا قاعدہ ہے کہ محفل میں ایک نے مُنہ کھولا اور سب کے جبڑوں میں کُھل شروع ہوئی سوداگر کی دوکان ہو یا نیلام کا میدان ایک دو تین کی آواز سُن کے ٹوٹ پڑے۔ سڑے ہوئے زین۔ از کار رفتہ پرانی بوسیدہ دریاں۔ سکڑا اُکھڑے لیمپ کسی کو چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ یہی حال فیشن کا ہے کبھی چوگوشہ ٹوپی کی ہوا چلی کبھی فلٹ کیپ کا تانتا بندھا کبھی مونچھوں کی دُم بڑھی کبھی گھٹی تو اتنی گھٹی کہ ناک کے نیچے دو نقطے ہو کے رہ گئی۔ کبھی لمبی داڑھیوں کے باعث دُنیا چوتری کی دوکان نظر آئی کبھی صفا چٹ ہوئے کبھی منت ... چراغ۔ یا دسترخوان کی طرح بڑھاؤ زیادہ کرو۔ مطلب یہ ٹھہرا کہ غائب کرو جھگڑا ایجاد۔ زمانہ کی نت نئی ضرورتوں نے شکنجہ میں کسا تھا کی طرح مزاج بدلے مزاج کے ساتھ نیت بدلی غرض خربوزے کو دیکھ کے خربوزے نے رنگ بکڑا۔ لکھنؤ میں موید الاسلام ہوئی تھی تو دلی نے حفاظت اسلام کی ہانک لگائی سلطنت کی حفاظت کا پُرانا تجربہ اسوقت کام آیا اور سہ

دو چار مجھنکلے جمع ہوئے نیل کنٹھ اُڑانے

آرہ اور شاہ آباد کے مضمون سے ابتدا اور ... کی مخالفت پر انجام گر ہم یہ نہیں کہہ سکتے انجام ... ہوا اسلیے کہ اثنائے تقریر میں حفاظت ... [illegible] اپنے ہی بھائی نہ ہوں کی غیبت ... [illegible] کبھی

[illegible]

زبان کا سیل چھوڑا گیا لعنت ملامت پھٹکار جلت بانی تک خیریت تھی دفعۃً گالی گلوچ وسُور کا بچہ کافر داڑھی منڈا کی وحشت آمیز آوازیں بلند ہوئیں اور ساتھ ہی کسی رمئے سادہ پر طمانچہ پڑا مگر جھنڈی جھاڑی تھی نہیں ہاتھ پڑا اور پھسل گیا دوسری جانب سے ”است مرحبا خوب بیادم آوردی اویو ڈگ“ کے مقدس نقرات سے لوگ جمع کئے ہوئے اور کیا دیکھتے ہیں کہ داڑھی کنکوے باز کے ہاتھ میں داڑھی کی اُلجھی ہوئی دو لٹ جھکیاں اس تشدد کے ساتھ دیجاتی ہیں کہ چہرۂ نورانی کٹی تکل کی طرح سامنے با ئیں سے بھنے لے رہا ہے حاضرین لاکھ چلاتے چیختے ہیں ”پیٹا ہے پیٹا“ مگر وہ بندۂ خدا اس قدرتی ڈینچ کے لوٹنے اور نکالا کرنے میں کچھ ایسا مصروف ہے کہ ایک کی نہیں سُنتا بیچارے مولانا الحیتہ الدین رئیس الملت کا با چھیں ابریشم خام متفرض کی طرح چری جاتی ہیں اور اُگال کی لپ بھی نصلہ کی صورت گر رہی ہے ایک رنگ آتا ہے ایک جاتا ہے۔ صدف دہن گوہر ہوتی اُگلتی ہے اور یہ موم روئیا بال بال بیدار ہا ہے۔ یا بالفاظ دیگر مقدس نورانی گونچی لعاب دہن کے چھینٹے سے آغشتہ ہے اور پرانی تہذیب کی دیوار پرنئی آنسکاری کی جارہی ہے۔ الغرض مولانا بیچ آپ کی ریش مختصر کی کی قسم یہ تماشا ایسا دلچسپ تھا کہ ہم نے اپنی تمام عمر میں تھیٹر کے سیکڑوں کو ئک پارٹ دیکھے مگر یہ لطف کبھی نہ ملا۔ آپ جانیے جب صحبت کا یہ رنگ ہو تو جلسہ کیسے بر پا رہ سکتا تھا۔ لوگ بیچ بچاؤ کرنے دوڑے اور مضحل یہ نورانی بھولس کا پولا اس موم رولیے سے چھینا کیسے رزولیوشن اور کہاں کی تقریریں جیند آدمی تھے وہ بھی تر بتر ہوگئے اور بندہ نے بحسب رسم زمانہ اکیلے میں ایک رزولیوشن بایں الفاظ پاس کر دیا ”یار آزمودہ را آزمودن جہل است“ آج کی بات یاد رکھو کہ داڑھی سے اور اس قسم کے جلسہ سے ہیں ملکی اُمور کے لیے عقل درکار ہے اور جہاں عقل ہے وہاں داڑھی کا گزر نہیں۔ پس اگر عقل صحیح رکھتے ہو تو آئندہ ضرورت داڑھی سے ریش طولانی ہو گئے کے اس قسم کے جلسے نہ کرنا۔ ورنہ عقل اور داڑھی دونوں کی مار پڑے گی

ہائے کیا بیکسی کا وقت تھا ہاے
رام کرے کہیں داڑھی نہ اُلجھے
ہاں رام کرے ....
اس داڑھی کی ریت یہی ہے
جب اُلجھے سلجھائے نہ سلجھے
ہاں رام کرے ...

راقم

تماشائی

اتی بچ

اس زمانہ میں جبکہ ایک تعلیم یافتہ جورو کی مدد و عنایت سے میدان ترقی کا تمام سفر بسہولت طے ہو جاتا مسلم ہے اینجانب کو بھی اپنی نازک بیڑیوں میں جو ہمیشہ پابندی ازدواج کی قید سے آزاد رہی ہیں طلائی بیڑی ڈالنی مد نظر ہے قبل ازیں اینجانب کا شمار ان لوگوں میں تھا جنکو مسٹر اسٹرنو نیر (انیسویں صدی کا ایک جرمنی فیلسوف) کی طرح طبقۂ نسوان سے کوئی ہمدردی نہ تھی میں سمجھتا تھا کہ بڑے بڑے عقلی اشتغال اور بھاری بھاری جسمانی افعال کے لیے اس نازک نوع کی خلقت نہیں ہوئی یہ تو اس کام کی ہیں کہ نخرے کریں کشیدہ کاڑھیں بارور ہونے کا بوجھ اُٹھائیں بچہ جننے کی سختی سہیں چنگی پوٹے پالتی رہیں کھائیں پئیں گھروں میں میٹھی ٹکیاں بنائیں اور بڑکے سوہا کریں۔

پس صرف اسقدر تماشا دیکھنے کے لیے بندۂ درگاہ کو ایسے بیوقوف عزیزوں کے گھر کیا کم تھے جو ایسے بیجے سجائے بلا شرکت غیرے مکان کو تماشا گاہ بناتا اور رہنستا تھا۔ ناظرین میں سے بعض ایسے بھی ہونگے جو والد مرحوم پر طعنہ زن ہوں لینے اُن جنت مکان نے بھی یہ تماشا گاہ بنانے گھر میں جب تک نہیں کھولی اسوقت تک اینجانب کے وجود باجود سے دنیا خالی اور عالم ویران رہا۔ مگر یہ اُنکی غلط فہمی ہے درحقیقت والد مرحوم کو اس حماقت میں مبتلا ہوئے بغیر اینجانب مل گئے تھے۔ اب آپ پوچھیں گے کہ یہ کس طرح ممکن ہے ؟۔

محبے جناب اس پوچھا گچھی میں بندہ کا اصلی مقصد مفقود ہوا جاتا ہے مگر کیا کروں مجھے تو اب اس وقت کیا پھنسنا ہی ہے آپ کی کٹ حجتی کا جواب دینے کیلیے نہیں بلکہ شاید کسی نیک خاتون سے لگن لگ جائے تو اُسکو اپنی شان نزول سے مطلع کر دینے کے لیے اپنی مختصر ابتدائی حالت بیان کر دینی لازم ہے۔

والد مرحوم کو اتفاقاً سفر عراق میں بدویوں نے لوٹ لیا اور عالم غربت میں بطلب نان و آزوقہ بغداد کی گلیوں میں گھومنے لگے۔ ایک ویران مقام پر انھیں ایک ایرانی بیگم دکھائی دی جو سر سے پاؤں تک چادر ہیں لپٹی ہوئی تھی بھوک بُری بلا ہوتی ہے انھوں نے اس بیگم کو امیرانہ ٹھاٹھ سے دیکھ کے سوال کیا بیگم پہلے تو متوجہ نہیں ہوئی مگر یکایک پلٹی اور دس بیس روپیہ اُنکے ہاتھ دھرے آپ جانیے عراق میں ایسی فیاضی کا ظہور نہایت تعجب انگیز تھا والد مرحوم بہت خوش ہوئے اتنے میں اُس بیگم نے اپنے روے روشن سے برقعہ اٹھایا اور مسکرا کے کہنے لگی ”اے بندۂ خدا از تو کارے دارم“ ایک خوبصورت فیاض خاتون کی التجا قابل رد نہیں ہو سکتی لہذا والد مرحوم نے سر تسلیم خم کیا اور فرمانے لگے ”بفرمائید“ خلاصہ یہ کہ بیگم صاحبہ نے کہا تم کو میرے ساتھ قاضی کے یہاں چلنا ہوگا۔ اگر تم اُسکے سامنے اقرار کروگے کہ یہ بیگم میری زوجہ ہے میں فقیر ہو گیا ہوں اور اسکو راحت نہیں پہونچا سکتا اسلیے طلاق دیتا ہوں تو اے لو یہ ایک مُشت زر اور تمھاری نذر کروں گی۔ ایسا الناظرون کام آسان تھا اور ضرورت سخت۔ یہ بیچارے جھٹ آمادہ ہو گئے اور قاضی کے سامنے اقرار کیا کہ ”حالا تاب مفاوضت بایں زن نمی دارم وطلاقش میگویم“ بیگم بھی بغیر دعوئ مہر راضی ہو گئیں چلیے بے نکاح کا طلاق ہو گیا مگر جب والد مرحوم چلنے لگے تو اس بیگم نے پیٹ سے پاؤں نکالے یعنی چادر بچہ سے اینجانب کو باہر کیا اور کہنے لگی کہ ”اے میاں شاہ جی یہ اپنی امانت تو لیتے جائیے اس بندی میں اب طاقت دودھ پلانے کی نہیں ہے۔ غرض والد مرحوم کو قاضی نے آڑے ہاتھوں لیا اور وہ ناچار اینجانب کو کندھے پر ڈال کے راہی ہوے۔ پس اس طرح

بھی ظاہر ہو جائیگی کہ جہالت کے ابنجانب سے کیونکر اب کی مکی کی طرح نازل ہو گئے۔

ان مرحوم کی توجہ اور اپنی ذاتی قابلیت کے باعث اب ابنجانب بیرسٹری کرتے ہیں۔

عادۂ مرحومہ کی ستم ظریفی والد مرحوم کی صحبت اور آنفطر شوپنہر کی کتاب نے یہ سبق دیا کہ کنوارا پن فرخ آبادی ہو بہتر ہے۔ باقاعدہ شادی کی ضرورت نہیں۔ کنوارا ہا اور کنوارا رہا۔ وطنی سلطنت کا انکار ا لیکن اب فکر ہوئی ہے کہ کسی طرح لیڈر بنیں اور پبلک میدان میں وہ بکر کود جائیں کہ تو بہ بھلی ہو جائے۔ آپ کو خوب معلوم ہے کہ پبلک میں حصول اعتبار کی تین شکلیں ہیں لمبی داڑھی ہو یا توند ہو یا جورو ہو۔ انگریزی تعلیم نے داڑھی کے جال سے چھڑا دیا۔ فٹ بال کرکیٹ دوڑ دھوپ نے توند کا کھٹ کھلا دیا۔ اب تو ریشمائیل بن کے دام تزویر بچھانے کی ضرورت ہے۔ توند ہٹالے کے خواہ مخواہ مرد آدمی بننے کی البتہ صرف ایک جورو کی کسر ہے مگر پرانے فیشن کی جورو نہیں بلکہ آنفطر شوپنہر کے خیالات کو جس عورت نے باطل کر دیا ہو وہ عورت درکار ہے۔

شرائط حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اشغال عقلیہ رکھتی ہو یعنی جیالوجی۔ بیالوجی۔ زوالوجی۔ تیھالوجی۔ فزیالوجی۔ میٹالوجی۔ آشنالوجی۔ نخرالوجی۔ حصہ نخرالوجی۔ جھگڑالوجی۔ نیو۔ کریسی۔ ڈپلومیسی۔ پالیسی۔ چالیسی۔ گاج کنزرورسی۔ تھی ازم۔ فشلزم۔ ڈاکٹری۔ لسٹری۔ مسٹری۔ بیرسٹری۔ ہیڈ ماسٹری۔ میکانکس فزکس۔ پالٹکس جاگرفی۔ فوٹاگرفی۔ فوٹوگرافی۔ سہاگرفی۔ انالوجی۔ اکانومی۔ اسٹرالوجی۔ اگوم بگوم۔ الم غلم۔ سب سے بخوبی واقف ہو (۲) حسن و جمال میں منفرد ہو۔ انسان دیکھتے ہی لٹو ہو جائے (۳) پردے سے متنفر ہو۔ (۴) زحمت بچہ کشی سے بالکل کنارہ (۵) کسی نہ کسی طرح ان عورتوں میں شامل ہو جائے جنہوں نے وزیر ہند سے ووٹ کا حق طلب کیا ہے۔ (۶) جب بندہ درگاہ کسی کونسل میں ممبری کی درخواست کریں تو ووٹروں کو پھانس لائے اور بعد ووٹر کی تاریخ مبلغ ایک نظر ہوسہ چتاخ پتاخ نقد الوقت کر دیا کرے

تاکہ احسان کا پچھا سر سے دور ہو اور ابنجانب کی شان فیاضی کا ظہور ہو۔ (۷) اگر اعیاناً خدانخواستہ دشمنوں کے کان بہرے سات سمندر پار نظرہٴ ابنجانب تقلید ابنجانب مکت طلسم پر غاصبانہ بلا اجازت قابض ہو جائے تو وہی ترکیب مناسب و مجرب ہو گی جو والدہ مکرمہ ابنجانب نے فرمائی تھی۔ درخواستیں جلد آنی چاہئیں بات تھوڑی سی ہے تنگ بہت ہے۔

المشتہر

جورو خواہ از بڑھوا نگر

شتر غمزہ

(یعنی ایک اونٹ کی سوانحعمری اُسی کی زبان سے)

اے انسان سیاہ سر دنمان سطید تیرے بادر تفضیلیات اشتر اگر تیرے لیے قرآن میں لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم مذکور ہے تو ابنجانب کی تعریف میں بھی افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت کا عظیم الشان قصیدہ موجود ہے اور اس قصیدہ میں خطاب بھی تیرے ہی طرف ہے اسلیے تمام دنیا کی مخلوق میں ابنجانب کو بنظر حقارت دیکھنے والا تو ہے تو ہی ظہر میں ابنجانب کو بدنام کرتا پھرتا ہے پھر بدنام کرنا بھی میری صنف تک محدود نہیں بلکہ تیرے ہم جنسوں میں بھی جو کوئی لمبا بیڈول کجی فلک کا سکا ہمسایہ ہو جاتا ہے وہ اونٹ کے نام سے پکارا جاتا ہے اگر تو بنظر انصاف دیکھے تو تجھ کو "اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی" کی حقیقت اچھی طرح نظر آ جائے۔ تیرے ایک ہم جنس مہندس کا قول ہے کہ "تمام خوبصورتی قوس میں جمع ہے" اب ایمان سے کہہ کہ اس جانب کی قوس دار گردن کو کسی کمان قد بڈھے آدمی کی پشت سے کیا نسبت ہے۔ آہ یہ گردن کیسی موزوں کسقدر خوبصورت اور کتنی آرام دہ ہے۔ قدرتی مناظر سے فائدہ اٹھانے والی ذالسکی کی جنبے پہلا شعر فارسی کا ہے کیا ہے؟ مخول ابنجانب کے صوبہ گردن کو دیکھ کے کہا ہے وہ

اشتر مہار می گردنا آیا چہ خواہی کرد تا؟
گردن درازی ہا کنی نہیہ بہنا بھی چود تا؟

فارسی کے قاعدہ شناس کہتے ہیں کہ اردو نامید بالفعل نام بعض ابنجانب کی طولانی گردن کے طفیل سے ہے تیری حقیر ذلیل گردن میرے گردنے سے کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ تو فخر و مباہات کے محل پر قناعت و توکل سے اپنی ذات کو نسبت دیا کرتا ہے۔ حالانکہ کجا تو کجا توکل۔ بھلا بتلاؤ سہی ان قطار در قطار بے مہار سولوں میں کونسی ذات ہے جو پلاؤ قورمہ کی حرص نہ رکھتا ہو کے محض نیم کی پتی اور ببول کے کانٹوں پر قناعت کرتی ہو۔ غیر صالح افراد کی تجھ میں کمی نہیں اور ناقہ صالح ابنجانب کی برادری میں سے ایک فرد ہے۔ کہنے کو اختیار ہے جسکا جی چاہے کہے "ایں ہم بچہ شتر" مگر وہ کارنامے جو ابنجانب کی ذات سے آج تک سرزد ہوئے ہیں دنیا کی ہر ایک کتاب میں درج ہیں خواہ وہ تاریخی ہو یا مذہبی اگر تو کلیلہ دمنہ یا ابوالفضل یا عجائب المخلوقات یا حیوۃ الحیوان اٹھا کے دیکھے تو تیری آنکھیں کھل جائیں۔ جبھی کا یہ عالم ہے کہ تیرے ہم جنس عربوں نے ابنجانب کی کنیت ابو ایوب رکھی ہے۔ جو دنیا کی نعمتوں میں اہل عرب کے نزدیک حمر النعم (سرخ اونٹوں) سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں ہے ان تمہیدی فقرات کو تو رجز خوانی نہ سمجھ مقصود صرف تیری ناسپاسی کا اظہار ہے نہ اپنا ترفع ارے میں تو خدا ہی سمجھے کیا ہے کوئی آہیں کیا بلندی دے گا بیٹھ جا اونچی اونٹ کی۔ کچھ اونٹ کی اونچائی سے نہیں اونچی پیٹھ اونٹ کی۔ پیٹھ ہی اونچی اونٹ کی! بھلا اس فقرے کو جلدی جلدی دس پانچ مرتبہ کہہ تو دل پھر تو دیکھے گا کہ ابنجانب کا نام بھی تیرے منہ میں اچھی طرح نہیں سمایا۔ تیری حماقت کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ زلف معشوق کی تشبیہ ڈھونڈھنے کے لیے زمین آسمان کی ہر ایک لمبی چیز کا جائزہ لیتا پھرتا ہے حالانکہ ڈھنڈھورا شہر میں لڑکا بغل میں یہ گردن کیا اس قابل نہیں ہے کہ زلف معشوق کے ساتھ اسکا کچھ تذکرہ کیا جائے یہی حال قد کی درازی کا ہے سرو ہو یا کھجور ہو یا شمشاد ہو یا تاڑ ہو یہ چیزیں کس کام کی ہیں ابنجانب کے قامت رعنا کو دیکھ اور اپنے معشوق کو دکھا قسم گھنٹہ گھر کی اگر سوا نیزے

آپ [illegible] غرق ہوجائے تو جب ہی کہنا ہے

بھرنا جلائے قالم تیری قامت کی کاٹھی کا
جو کوئی اونٹ کا فرزند ہو گردن کے کٹم نکلے

شاعر کا یہ شعر بیسرے ہی شان میں ہے ؎

اے قامت تو بلند فدائی ورکش تو
رعنائی آفریدہ قد بلند تو

شیخ حزیں مرحوم نے اس شعر پر بلحاظ اصلاح دی ہے ؎

صید از حرم کشد خم گردن بلند تو
فریاد از تغافل مشکیں کمند تو

انھیں کہنا چاہیے تھا کہ اے از حرم چو خم جید بلند تو۔ بیوقوف انسان تو ایجانب کے گرد کو بے عقلوں کی بات تشبیہ دیتا ہے اور اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ جس طرح ایجانب کا گو دنہ زمین کا ہوتا ہے نہ آسمان کا اسی طرح یہ بالکل بات کو بھی زمین و آسمان سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ تو سمجھتا ہوگا کہ اس تشبیہ سے تو نے مشبہ یا مشبہ بہ کی تذلیل کی۔ حاشا وکلا تذلیل نہیں بلکہ عین توقیر ہے کیا معنے کہ گورنگاہ کو منھ قرار دے یا منھ کو گورنگاہ بہرحال اگر کچھ بنے گا بگڑیگا تو تیرے منھ کا۔ یہاں کچھ اثر نہ ہوگا۔ خوشا بحال اس منھ کے جسکی تشبیہ ایسی مقدس شے سے دی جائے۔ تجھے بعض محققین یورپ کا یہ قول یاد رہنا چاہیے کہ نماز کا رکوع سجود قیام قعود ایجانب کی نشست کی ہو بہو نقل ہے دنیا میں اور کوئی جانور ایسا ہے؟ جسکی نشست برخاست کی نقل کسی عبادت میں کی گئی ہو۔ حج میں ہر ولہ بھی علے ہذا القیاس الغرض فضائل و محامد ایجانب کا مشرح بیان کرنا آسان بات نہیں۔

آمدم بر سر مطلب حضرت انسان کی عادت ہے کہ جہاں کسیقدر وجاہت حاصل ہوئی اور لگے اپنا شجرہ جبریل امین سے ملانے ایجانب بھی اگر چاہتے تو گردوں کی طرح شجرۂ نسب کو لمبا کرتے اور نا قۂ صالح تک پہونچا دینے مگر یہ بعادت انھیں حضرت کو مبارک رہے۔ یہاں صرف اسقدر یاد رہے کہ قبلہ گاہم جناب مولانا البعیر الکبیر یعنے والد مکرم سرکاری بار برداری کی خدمت پر مامور تھے یعنی صاحب ڈپٹی کمشنر یا کسی دوسرے حاکم کے دورے کے ہنگام مہر رسانی

بارکشی۔ نامہ بری یا اسی کا کام دیتے تھے۔ یہ عذر کام کرنے اور حاضر باشی کی بدولت صاحب بھی خوش اور شتربان بھی راضی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ ان کی نکیل درخت کی جڑ سے کھل گئی۔ اب بھلا وہ اپنی جگہ کیوں کھڑے رہتے۔ کبھی گردن سیدھی کبھی بڑھائی کبھی گھانس کی طرف التفات فرمایا کبھی دو ایک قدم آگے بڑھے رفتہ رفتہ جنگل کی جانب چل نکلے آزادی کی ہوا کانوں میں بھری وسیع میدان سامنے تھا چلتے چلتے ایک ببول کے درد زرد پھول دیکھتے ہی کچھ تنقل کی طرف طبیعت مائل ہوئی اتفاق کی بات کہ یہ درخت ریل کی پٹری سے متصل تھا۔ یہ بیچارے بے خبر از ظلم چرخ نہایت ذوق شوق سے ببول کی پتیاں نوش جان فرمارہے تھے کہ ریل آگئی وسلی نامعقول گھڑگھڑاہٹ سے متوحش ہوکے انھوں نے بھاگنا چاہا مگر نکیل کا پھندا بجا گئنے میں اونچا ہوکے گاڑی کے کسی کڑے میں الجھ گیا۔ ظاہر ہے کہ اب چارۂ کار ناک اور ٹانگوں کے قبضہ قدرت سے نکل چکا تھا تھوڑی دور تک جھٹکوں کی برداشت کرتے رہے آخر جدھر ریل لے گئی اسی طرف یہ بھی لیٹے لیٹے چلے گئے مگر زندہ نہیں بلکہ مردہ۔ اب رہیں مادر مکرمہ ان کے انتقال کا ماجرا نہایت عجیب ہے خدانے اپنے فضل و کرم سے انکو اسقدر دولت شیر سے مالامال کیا تھا کہ ایجانب کے سیر ہوجانے پر بھی تھن میں رسی سے گرہ دے دی جاتی تھی تاکہ دودھ ضائع نہو محلہ بھر اس دودھ سے سیراب ہوتا تھا۔ چراگاہ کے سامنے ایک سوکھا تالاب تھا ایک روز وہ ٹہلتی ٹہلتی خوش فعلیاں کرتی اس تالاب میں اتر کھڑی ہوئیں تالاب کے نشیب و فراز سے تھنوں میں جھٹکا لگا اور گرہ کھلگئی پھر کیا تھا کہ تھن کی جوئے شیر کی کیا حقیقت ہے فارالتنور کی مثل اصل ہوئی دودھ کا طوفان نوح آگیا تالاب موجیں مارنے لگا بندہ وساوری الی جبل کنارہ گیا۔ اور جناب مکرمہ محترمہ اپنے دودھ میں آپ ہی غوطے کھاتے کھاتے روانہ نہر لبن ہوئیں مرتے مرتے دودھ کی سبیل رکھتی گئیں جسقدر ضرورت تھی

کا ٹک [illegible] گئے [illegible] جب ہوگیا تھا اصلی وہاں کی رسم [illegible] کے موجب فروخت ہوتی ہوگا اسے وہاں [illegible] بہت کم لا وہاں کا [illegible] اور کسی [illegible] ہے اسکی حکایا خود فروشی کیا ہوجاتی ہے [illegible] انتقال کے بعد دو سال کا ایک اونٹ والے نے خرید کیا یہ شخص نخاس کے آگے کاظمین کے قریب [illegible] پر اور ساونٹ گاڑی چلانے کا روزگار کرتا تھا۔

لغو و غیرہ اس گھر میں داخل ہوتے ہی بندہ کو معلوم ہوا کہ دیہات کا کھلا میدان اور یہ تنگ و تاریک مکان یکساں نہیں ہے۔ نہ یہاں ہری ہری دوب ہے نہ سرسبز شاداب درخت۔ بھوک وہ ظالم بلا ہے کہ اس نے چوری کرنے پر مجبور کیا اور بندہ لے چپکے چپکے اپنے پتلے باریک فنگاف دار ہونٹوں سے روٹی پر جو کپڑا ڈھنکی ہوئی تھی اسے سرکایا اور باریک چپاتیاں نوش کرنی شروع کیں۔ میاں کی بی بی اپنے صاحبزادے کو دودھ پلا پلا کے تھن کھلے چھوڑ کے سوجاتی تھیں اسوقت ایجانب کو موقع مل جاتا تھا اور نہایت صفائی سے دو چار گھونٹ اڑا جاتا تھا ایک آدھ مرتبہ اگر انکی آنکھ کھلگئی تو مامتا کی وجہ سے انھوں نے صرف دُھت کہہ دینے پر کفایت کی اور پھر پڑکے سورہیں۔ آپ جانیئے نہ توالد و تناسل کا کوئی خاص قاعدہ مقرر ہے نہ تہذیب و اخلاق محض انسان کی ذات پر موقوف کپڑے کی جوں کالی سے سفید ہوجاتی ہے بصورت رنگ کا کھٹمل خون چوس کے لال ہوجاتا ہے۔ کمہاری اپنے چھتے میں کہیں سے کیڑا لا کے بند کردیتی ہے اور وہ کمہاری کی شکل کا ہوجاتا ہے۔ انسان کے یہاں کچھوا بندر سانپ بچھو پیدا ہوجاتے ہیں قلیمر کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے ؎

سگ اصحاب کہف روزے چند
پے نیکاں گرفت مردم شد

پس اگر انسانی دودھ اور گیہوں کی روٹی نے اس احقر میں بعض صفات آدمیت پیدا کردیے تو مادو کو تعجب نہ کرنا چاہیے۔

جس طرح چنے کا کیڑا دریا میں بند کرکے رکھنے سے

تلی ہو جاتا ہے اسی طرح اینجانب نے بھی مجاورت وہم نشینی کے اثر سے متاثر ہو کے انسانی شکل و شباہت اختیار کرنی شروع کی۔

رفتہ رفتہ یار کی صورت میری صورت ہوئی

نک چھیدن آدمیوں میں لڑکیوں کے کن چھیدن نک چھیدن کا رسم ہے جب کسی لڑکی کے کان چھید ے جاتے ہیں یا ناک میں سوراخ کیا جاتا ہے تو بڑی دھوم ہوتی ہے۔ سب عزیز قریب مہمان بلاے جاتے ہیں کھانے پکتے ہیں میرے آقا یا شتربان یا اونٹ گاڑی والے یا منھ بولے ابا یا دائی کے میاں دادا جی نے اپنی صاحبزادی کی یہ رسم بڑی دھوم سے ادا کی۔ اسمیں کچھ ڈھول ٹھپا نہ تھا اسلیے کہ وہ مولویوں کے حجروں میں رہتے تھے پس جسطرح میں آدمیوں میں رہ کے اونٹ سے آدمی بن گیا تھا اسیطرح وہ آدمی سے کٹھ ملا بن گئے تھے اُنکی وضع قطع ایسی تھی کہ جو کوئی دور سے دیکھے تو سمجھے کہ کوئی اوسر کا جالم سانڈا چلا آتا ہے۔ گو ان مرحوم کی عمر ہمیشہ تیرے میرے مقدمہ مول لے کے لڑانے میں صرف ہوئی اور بلا مبالغہ صد ہا جھوٹے حلف اور جھوٹی شہادتیں اُٹھا ڈالے لیکن اپنی وضع قطع ملاور ان کی رکھی۔ ناچ نہیں دیکھتے تھے مگر منافع کے نام سے سود نوش کر جاتے تھے۔ ظاہری طہارت و نوست کا خبط تھا مگر باطنی نجاست کا خوف نہ تھا۔ اسی لیے اس تقریب میں ناچ گانے کے علاوہ اور باقی تمام اسراف کے مد ہوت خرچ موجود تھے۔ غرض جب کن چھیدن کا وقت آیا تو عورتوں نے کہا کہ حجروں سے مولوی صاحب کو بلاؤ وہ اپنے ہاتھ سے کان چھیدیں اتنے میں بندہ بھی ادھر جا نکلا بس مجھکو دیکھتے ہی مولوی شتربان نے فرمایا کہ اسکا بھی ناک چھیدن آج مولانا مدظلہ العالی کے مقدس ہاتھوں سے ہو جائے تو بہت بہتر ہے۔ اینجانب انسانوں میں رہتے رہتے عجیب عجیب باتیں سیکھ گئے تھے مثلاً چارپائی پر بیٹھنا رزائی لحاف اوڑھنا۔ عبا دیکھ کے اپنے ہاتھوں کو ملنا کرنا عمامہ دیکھ کے سر جھکانا پیشاب کر کے گھر کے حوض میں نچلے دھڑ کا ڈبونا۔ ان عجیب امور سے لوگ سمجھنے لگے کہ ہو نہو کسی کٹھ ملا کی روح اس اونٹ میں حلول کر گئی ہے یہ مشورہ ہو رہا تھا کہ دفعۃً "بسم اللہ" کی آواز آئی اور معلوم ہوا کہ مولانا بتقریب ادائی رسم کن چھیدن تشریف لائے زنان خانہ میں پردہ ہوا اور نہایت تعظیم تواضع کے ساتھ مولوی صاحب کو مسند پر لیجا کے بٹھایا بندہ نے بھی بہ زبان بے زبانی و باظہار عقیدت مندی سر جھکا کے بلکلم (السلام علیکم) کی آواز لگائی۔ مولانا نے صورت دیکھتے ہی فرمایا انا للہ عظیم الشان ("یہ اونٹ کچھ ہو کے رہے گا") پھر نہایت شفقت سے کوہان اینجانب کو صفا و مروہ اور اپنے دست حق پرست کو حاجی بنایا یا خدا جانے مولانا کے ہاتھ میں کونسا عمل بادہ بھرا ہوا تھا کہ جنہہ مرتبہ ہاتھ پھیرنے سے کوہان اینجانب آستین مولانا میں اسطرح جذب ہونے لگا جیسے بلاٹنگ پیپر میں سیاہی یا ذرہ میں تیا سا تیزاب میں کو مین سمنک میں گلی۔ پشت سے فرصت ہوئی تو سر کی باری آئی تھوتھن کی لمبائی سر کی طرف کھنچی جسطرح نیچہ ال کھا کے نوندونند ہو جاتا ہے۔ سر پر گولائی پیدا ہونے لگی اور گردن ٹوٹ کی تھرکی یا تاڑ کے سانپ یا دور بین کے قاں کی طرح تھرہ اندر دھرہ کھینے لگی چند منٹ کے اعمال بالید (دستکاری) سے اینجانب شتری انسان یا انسانی شتر ہو گئے۔ اب ہر شخص کو اختیار ہے خواہ شتر کہے یا انسان کا خطاب دے۔ بندہ کا تو یہ حال ہے کہ بیش انسان شتر بیش شتر انسان بیش ہردو ہیچ بیش ہیچ ہر دو کیا معنی کہ کوہان زائل ہوتے ہوتے کوہڑ بن گیا۔ تھوتھن میں تقلص ہوا مگر دم کی لسری گردن میں تخفیف ہوئی لیکن انسانی حد تک نہیں۔ ہر ایک عادت اپنے حذف کی علامت چھوڑ گئی ہے تعلیل کرنے والے طالب علم کو لازم ہے نہ تعلیل العلیۃ کی دے میں دھوکا نہ کھائے۔ صاحبو یہ کوئی عجیب بات نہیں ہے طوفان نوح سے بیشتر اس صفحۂ ارضی پر سیکڑوں مخلوق تھے جنکو آج دنیا بھول گئی ہے۔ لیبتھو تھیریم (ایک دبلا پتلا جانور) مرکو تھریم (جگالی والا جانور) اب اس دنیا میں چلتے پھرتے نظر نہیں آتے اناپ لا تھیریم جو گھوڑے گینڈے اونٹ اور دریائی گھوڑے کا مجموعہ تھا اب کہاں ہے مسٹوڈن جیسے ہاتھی کا رب النوع یا قبلہ گاہ کہنا چاہیے موجود نہیں دیو پیکر صد گرے انسانوں سے کس نے ملاقات کی لیکن ان کی ہڈیاں آج بھی طبقات زمین سے جیولا کی تیوں نکلتی ہیں۔ اینجانب کے شتر سے دفعۃً انسان بن جانے کو وہ لوگ تعجب کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے جنھوں نے تغیرات عالم پر گہری نظر ڈالی ہے۔ مکان کا تبدل اور زمانہ کی گھٹ بڑھ سے اگر قطع نظر کر لو تو تمھاری سمجھ میں آ جائے گا کہ اینجانب کے اونٹ سے بشری ہیئات میں تبدیل ہو جانے میں سوا عجلت کے اور کوئی عجیب بات ظہور پذیر نہیں ہوئی ہے۔ دیکھتے دیکھتے صاف آسمان پر بادلوں کی شتر جولانی پھر ان بادلوں کا دفعۃً پانی کی صورت قبول کر لینا روزانہ کا منظر ہے۔

کن چھیدن کی رسم خدا کے فضل سے بخیر و خوبی انجام پا گئی اور اینجانب کی نازک ناک رتی اور استا منی سوے کی تکلیف سے بچ گئی مگر عربی کا ایک مقولہ ہے "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" ساری دولت نہ مل سکتی ہو تو تھوڑی ہی سہی۔ نکیل سے نجات ملی۔ بلاق چھید گیا اور اینجانب مکان کے صحن میں دوسرے بچوں کے ساتھ ادھر ادھر پھدکنے لگے۔ اسوقت اینجانب کو تمام دنیا ایک نئی چیز معلوم ہوتی تھی بس یہ سمجھیے کہ اگر کسی کور مادرزاد کی آنکھوں میں بینائی پیدا ہو جائے تو اسکی بھی یہی کیفیت ہوگی جو میری ہوئی۔ دماغ کی تاریک کوٹھری میں بجلی کا لیمپ دفعۃً روشن ہو گیا ہری ہری گھاس سے دل کو نفرت پیدا ہوئی۔ نیم کی پتیاں زہر معلوم ہوئیں ببول کے کانٹوں سے روح لرزتی۔ میں نے خیال کیا کہ اب مجھے انہی غذا میں آدمیوں کی طرح تصرف کرنا چاہیے قدرتی غذا اُسی حالت میں زیب دیتی ہے جبکہ جامۂ انسانیت و آدمیت کو جسم سے لگاؤ نہو۔ میں نے فوراً نیم کی ہری ہری کونپلیں توڑیں بوا حسینی خانم (ماما) سے ایک ہنڈیا مانگی چار اینٹیں رکھ کے ایک چولھا بنایا آگ جلائی اور بھجیا پکانے کا خیال تھا کہ اب یہ غذا

ف ہ لیبل سینوہ سنا رہ بیلہ مضبوط اور مٹی ۱۲

مسماۃ کانفرنس کا فرضی سین

ابھی جلسہ تو جب ہو گا دیکھا جائے گا بشرطیکہ کہیں سے عمرو عیار کی گلیم یا الوپ انجن بھی مل جائے یا نئی تہذیب کے طفیل میں پردہ کی قید نہ آئے ہم آپ اپنے خیالی اسٹیج پر ایک فرضی سین تو اس کانفرنس کا کھینچ ڈالیں کس کی رہی ہے کس کی رہ جائے گی۔

اشخاص

بنت ظفر اللہ خاں بہادر۔ ممبر یہ انجمن ...
بیگم صلاح الدین بیرسٹر۔
حمید النساء۔ بنت ظفر اللہ کی نانی۔
ماما ہوم دھام۔ بیگم کی خادمہ۔
خیالی / گمانی } بنت ظفر اللہ کی خادمہ۔
میڈم ٹیم ٹام۔ بنت ظفر اللہ کی اتالیق۔
ایم۔ بیکر ... فرینچ ... کا شیدو
باقی اشخاص جلسہ۔

پہلا باب

مکان ظفر اللہ خاں

بنت ظفر اللہ: "گمانی او گمانی اسکی میڈم پر آفت آئی ہے اری تجھکو روز میڈم ٹیم ٹام سکھاتی ہیں کہ سویرے اٹھا کر گرم ... سے منہ باندھکے سوتی ہے۔"

گمانی: "کچھ فرمائیے تو سہی"

بنت ظفر اللہ: "جا ہوم دھام سے کہدے بیگم صلاح الدین آج ہمارے ساتھ جلسہ میں جائیں گی انکے لیے جوڑا نکال دے"

گمانی: "واہ بی بی یہ بھر پا کا نام لیتی ہو"

بنت ظفر اللہ: "تو کیا جانے ہماری استانی نے یہی سکھایا ہے بھوپھا کا بھی کوئی رشتہ ہوتا ہے صاحب لوگ برابر اپنے بھوپھا خالو کو مسٹر فلاں مسٹر فلاں کہتے ہیں۔ تو جاتی ہے یا باتیں بناتی ہے۔"
(گمانی ...)

اے خیالی تم میرے بات کا سامان کرو۔ ذرا سا پانی گرم کر کے حمام میں رکھدو۔ سنگار میز کو صاف کردو۔ پیرا بوٹ باہر بھیجدو۔ سائیس سے روغن مل دیجائے سائیس سے کہدو ایک گھنٹہ میں ہم سوار ہونگے

(خیالی جاتی ہے میڈم ٹیم ٹام آتی ہے)

ٹیم ٹام: "(انگریزی میں) میں آسکتی ہوں؟"

بنت ظفر اللہ: "ہلو میڈم ٹیم ٹام"
(دو کرسی پر رونق افروز ہوتی ہیں)

ٹیم ٹام: "میں خیال کرتی ہوں کہ شاید میں کچھ دیر پہلے آگئی ہوں"

بنت ظفر اللہ: "کچھ نقصان نہیں"

ٹیم ٹام: "بیگم تم کو جلدی کرنا چاہیے"

بنت ظفر اللہ: "ہاں میں تیار ہوئی جاتی ہوں۔ میڈم آپ نے سنا کل مجھ سے اور بیگم صلاح الدین سے اس بارے میں بہت دیر تک گفتگو رہی کہ شوہر کو بی بی کے کمرے میں بلا اجازت آنے کا حق ہے یا نہیں"

ٹیم ٹام: "خیر (پھر)"

بنت: "میں نے ان کو قائل کر دیا وہ کہتی تھیں کہ حق ہے میں کہتی تھی کہ نہیں ہے"

ٹیم ٹام: "وہ اولڈ فیشن کی لیڈی ہے۔ البتہ شوہر کو کوئی حق نہیں ہے"

بنت: "میں اس رزولیوشن کو آج کانفرنس میں پیش کروں گی۔ مسٹر اصلاح الدین کے بڑے بھائی ریفارمر اللہ خاں بھی میری تائید کرتے ہیں اور انھوں نے اپنی بیگم کو سمجھا دیا ہے کہ وہ بھی تائید کریں۔"

ٹیم ٹام: "امید ہے کہ پاس ہو جائے"
(خیالی آتی ہے)

خیالی: "بی بی پانی تیار ہے"

بنت: "تمہاری یہ عادت کسی طرح نہ جائے گی جب دو آدمی آپس میں باتیں کرتے ہیں تم بے اجازت چلی آیا کرتی ہو۔"

ٹیم ٹام: "اچھا پیاری تم گسل (غسل) کر ڈالو میں جبتک نیوز پیپر دیکھوں گی"
(جاتی ہے)

(بیگم صلاح الدین کا آنا۔
بنت ظفر اللہ خاں میڈم ٹیم ٹام اور مسٹر اصلاح الدین ایک ہی جگہ جمع ہیں)

مسٹر اصلاح الدین: "(گھڑی دیکھ کے) میرے خیال میں ابھی تو بہت دیر ہے"

بیگم: "ہاں دیر ہے۔ مگر پہلے سے تیار ہو رہنا چاہئیے۔ میری بھتیجی ذری جلد باز ہے"

بنت: "آپ لوگوں کو وقت کی پروا کرنی چاہیے"

مسٹر صلاح الدین: "سچ ہے"

ٹیم ٹام: "آل رائٹ"

(ایم بیکر فیشن سے لدے پھندے گسے کسائے آتے ہیں)

ایم بیکر: "مے آئی کم؟ (کیا میں آ سکتا ہوں؟)"

بنت ظفر اللہ: "یس"

ایم بیکر: "گڈ مارننگ مس ظفر اللہ خاں"

بنت ظفر اللہ: "گڈ مارننگ"

مسٹر اصلاح الدین: "تم نے دیر کی اب یہ لوگ جانے والے ہیں"

بنت ظفر اللہ: "ہم لوگ زیادہ یہاں نہیں ٹھہر سکتے (بیکر سے) ذرا میری چوٹی کا پھول تو سنبھال دو مہربانی کر کے"

(سب چلتے ہیں بیگم اصلاح الدین پیچھے رہ جاتی ہیں بیکر ادھر ادھر دیکھ کے بنت ظفر اللہ کا بوسہ لیتا ہے)

خیالی: "آچھیں آچھیں آچھیں"

حمید النساء: "خدا کی مار ہوئی یہ میری بچی تو سوا ہو رہی ہے یہ تڑاتڑ چھینک رہی ہے۔ بیٹی پان کھاتی جاؤ"

بنت: "آپ کی بھی کیا باتیں ہیں چھینک سے کیا ہوتا ہے۔ پان کھانا تہذیب کے خلاف ہے میں نہیں کھاؤں گی"

حمید النساء: "بی بی پان بھی کوئی بری شے ہے سب ہی کھاتے ہیں۔ تمہاری ماں بھی خدا بخشے کھاتی تھیں تو یہ سب بدتمیز تھے۔ بہتر ہے۔"

بنت ظفر اللہ: "ماں باپ بیوقوفی کرتے ہوں تو میں بھی بیوقوف ہو جاؤں" (الائچی کھا کے جاتی ہے)۔

راستہ

گاڑی تیزی سے جا رہی ہے۔

بیگم اصلاح الدین: روکو۔ روکو۔ روکو۔ (گاڑی رکتی ہے) اری دھوم دھام ذری لپک کے گھر تو جانا میں نے آج کی تقریر لکھ کے صندوقچہ کے پاس میز پر رکھدی ہے۔ دیکھ تو اتمام کرکے کانفرنس میں آنا ہم بیٹھے ہیں۔ وہاں سن تو تیز بیٹھے بھی وہیں رہ گیا ہے۔ تیری بھول پڑھ آئی سنوار۔

بنت ظفر اللہ: (جیبیں ٹٹول کے) تو میری آنچ بھی میز پر رکھی ہے۔ توبہ کیا بھول ہوئی ہے۔ پیارے بیکر کی نظم بھی تو نہیں ہے اسے لو۔ اُوں اور گلوبند کھلا چھوڑ آئی ہوں کتا کھیل ڈالے گا؟

گاڑی چلی پھر رک گئی۔

بنت ظفر اللہ: گمانی ذری پکار کے کہدے ٹفن بکس بھی لیتی آنا۔ (پھر چلی)

بیگم اصلاح الدین: رو کر رو کر مجھے ان کی عادت ڈبیا میں پان نہیں لائی۔ اس باڑی میں جیب بھی تو نہیں ہے ڈبیا لیتی آنا (پھر چلی بازار میں پہونچکے) ایک پنسل اور ایک نوٹ بک لے لو۔

(نوٹ بک خریدی گئی اسمیں آئینہ تھا آئینہ میں صورت دیکھ کے) اے ہے میری مانگ ٹیڑھی ہے سارا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔ واہ تم لوگوں نے یہ بھی نہ بتایا یہ نگوڑی دھوم دھام بالکل سٹرن ہے۔ (رسالے سے) ایک کنگھی بھی دینا۔

بنت ظفر اللہ: پھوپھی آپ کا ایک مُنہ ابھی گر گیا ہے۔ مُنہ اسی گاڑی میں ڈھونڈھا گیا گدیاں الٹ پلٹ ہوئیں سایہ نما لنگے جھاڑے گئے روپیے برقعے کی شکنیں ٹٹولی گئیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ نہیں ایک گھنٹے کی دیر ہو گئی۔

فرضی سین

(نمبر ۲)

باب دوسرا

(کانفرنس کا میدان۔ چار دیواری کے اندر پردانہ انتظام۔ ڈولیاں۔ چوپہلے۔ پینس تانگے بگیاں۔ موٹر کھڑے ہیں۔ صدر دروازے پر پردہ پڑا ہوا ہے اور ایک نیم فرضی صاحب بہادر بنظم زنانہ کرسی پر بیٹھے سپاہی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ ایک ماما بچہ کا ہاتھ تھامے ہوا لیے منتظر ہے)۔

ماما: منشی جی منشی جی۔ پانی کہاں ہے۔ ذری پردہ کا بچہ نہیں تو خراب ہو جائے گا۔

منشی جی: پانی یہ رکھا ہے؟

ماما: تو ذرا پانی بھی ڈال دیجیئے۔ تو اب میرا ہاتھ کام کے نہیں ہیں۔

(صاحب بہادر دیدہ سے نکالتے ہیں۔ اتنے میں دھوم دھام آگے پر سوار تشریف لاتی ہیں۔

منشی جی: (صاحب بہادر) تم کس کی نوکرانی ہو جی؟

دھوم دھام: اصلاح الدین خاں کی۔

منشی: وہاں کی سواریاں تو ابھی نہیں آئیں۔

دھوم دھام: مجھکو کیا خبر میں تو پرائی تابعدار ہوں مجھکو بی بی نے رستے ہی سے کاغذ لینے کو بھیجا تھا۔ جانے رستے میں کہاں دیر ہوئی۔

منشی: اچھا تو تم اس ماما کے ہاتھ پر پانی ڈالدو۔ (کنارے جاتی ہے)

کانفرنس ہال

رنگ برنگ ساریاں گھٹنے سائے باڑیاں طرح طرح کے زیور۔ عجب بہار ہے۔ مگر توبہ بھلی وہ شور و شغب وہ ہنگامہ یہ بچہ رو دیا وہ ماما چیخی۔

صدرنشین: خاموش خاموش۔

کھلائی: (ایک بچہ کو لوری دیتی ہے) آجاری نیند یا تو آ کیوں نہ جا میری بی بی کی آنکھوں میں گھل مل جا۔ میں اپنی بچی کو رونے نہ دوں۔ آوے سوداگر میں گڑیا لے دوں۔

(خاموش۔ خاموش)

بچہ: ٹھیوں ٹھیوں۔

ا۔ باہر لے جاؤ۔

صدرنشین: معزز بیگمات خدا کا ہزار ہزار شکر۔

ٹھیوں ٹھیوں۔

مختلف آوازیں: ارے یہ کس کا بچہ ہے (ٹھیوں ٹھیوں) نہیں نہیں روؤ نہیں میری بی بی میری ننھی آجاری نیند یا تو آ کیوں نہ جا۔ (خاموش خاموش) کیا جانے آج میری بچی کا جی کیسا ہے۔ باہر لے جاؤ۔ ارے جلدی دوڑو ٹکسال والی بیگم صاحب کو درد لگے ہیں۔ اُف۔ آہ۔ اوہ۔ (ٹھیوں ٹھیوں)

ا۔ بھلا ان کو ایسے وقت میں آنا ہی کیا فرض تھا۔

ا۔ اچھا تو یہاں۔ تیری سُنت سے فائدہ ہی کیا مسز بے اٹکل کی خبر لو۔ (آ۔ ذرا آ رڈر ٹھیوں ٹھیوں)۔

۲۔ ارے کوئی ماماؤں کو بلاؤ۔ (خاموش خاموش) خادم علی۔ خادم علی۔ (خاموش خاموش باہر جا کے پکار کر (ٹھیوں ٹھیوں) کل سے کچھ بچہ کی طبیعت گھنکن ہے بیٹھا اچھا ہے۔

(مسز بے اٹکل دایہ اور بچہ بیت اپنی والدہ کے ساتھ سوار ہو جاتی ہیں اعزا بھی مجبوراً ہمراہ جاتے ہیں)

صدرنشین: بہنوں نہایت رنج کی بات ہے کہ اسوقت اس پُر لطف جلسہ میں مسز بے اٹکل صاحبہ اپنی نہیں بلکہ ہماری خلقی کمزوری کے باعث شریک نہو سکیں۔ میں یقین کرتی ہوں کہ آپ حضرات ہمدردی کا ووٹ پاس فرمائیں گی اور اس دعا پر آمین کہیں گی کہ ہماری معزز ممبر یہ چارپائی پر لات مار کے اُٹھ کھڑی ہوں اور انشاءاللہ سال آئندہ مع اپنے چاند سے صاحبزادے کے شریک جلسہ ہوں (چیئرز کے ساتھ چوڑیوں کی جھنکار) افسوس کی بات ہے کہ ہم میں ابھی اسقدر قومی حب نہیں پیدا ہوا ہے کہ تکلیفوں کو ٹھنڈے کلیجے ضبط کریں اور اعزا کی ہمدردی کو تھوڑی دیر کے لیے بھول جائیں۔ آپ دیکھتی ہیں کہ مسز بے اٹکل صاحبہ کے اچانک درد میں مبتلا ہونے سے جلسہ آدھا رہ گیا تمام تعلیم یافتہ بیگمات بوجہ رشتہ داری کے نازک تعلقات کے اس قومی جلسہ سے اُٹھ کے تشریف لے گئیں لیکن جیسا کہ میں ابھی گزارش کر چکی ہوں وہ سب مجبور تھیں۔ لہٰذا میں بھی مجبور ہوں کہ کارروائی جلسہ آپکی عدم موجودگی میں جاری رکھوں لہٰذا بعض رزولیوشن مسز ظفر اللہ خاں پیش فرمائیں گی۔

بی بھول یہ صاحبزادی ہیں اپنی اٹھی دیکھ کے
کتنی بھلی پڑھی لکھی دستت وقلم دسوں انگلیاں
دسوں چراغ اندھیرے گھر کا اُجالا ہے (چیرز)
انگریزی بھی خوب جانتی ہے اور بہت سمجھدار ہے
اللہ بُری نظر سے بچائے (چیرز) جب یہ چار برس
کی تھی تو اس کی ماں نے قضا کی (ٹھنڈی سانس)
مگر اللہ کو کچھ اچھا ہی کرنا منظور تھا پھوپھی نے پالا
پرورش کیا (چیرز) اب اللہ رکھے اس قابل ہوئیں
کہ آج آپ کے سامنے دو حرف کھولنے کھڑی ہونگی۔
(بنت ظفر اللہ خاں آتی ہیں اور نازک نازک
ہاتھوں سے خوب تالیاں بجائی جاتی ہیں)۔
دو دھوم دھام اور دھوم دھام لا میسری
نوٹ بک دیدے ۔ (دھوم دھام بجائے نوٹ بک
الف لیلہ کی جلد حوالہ کرتی ہے) - توبہ توبہ خدا تجھے
سمجھے ری پاگل سٹرن دیوانی یہ کیا اُٹھا لائی۔
دھوم دھام - میں کیا جانوں بی بی میں کوئی
پڑھی لکھی ہوں جو مجھے ملاّ لے آئی لائیے ابھی
رکھ آؤں اور جو کچھ بتائیے اُٹھا لاؤں۔
(بنت ظفر اللہ اپنا سا مُنھ لے کے رہ جاتی ہیں
اور جلسہ سے مخاطب ہوتی ہیں)۔
پیاری بیگم صاحبات مجھے افسوس ہے کہ میں
ایک عمدہ نظم اور بعض مفید تجویزوں کا مسودہ
گھر پر بھول آئی ہوں بے علمی کے نتائج کا ایک
صاف اور ظاہر نمونہ آپ لوگ دیکھ رہی ہیں
یہ ماما اگر پڑھی لکھی ہوتی تو کتاب اور مضمون میں
فرق کرسکتی - شام کے جلسہ میں اگر خدا نے چاہا
تو میں آپ کو وہ رزولیوشن سناؤں گی جنکو میں
اسوقت پیش کرنے والی تھی - جناب صدر نشین صاحبہ
کی اجازت سے میں اسوقت ایک دوسرا رزولیوشن
پیش کرتی ہوں جو شادی کی رسموں میں اصلاح
سے متعلق ہے ۔ ملک میں کم سنی کی شادی اب
عموماً ناپسند کی جاتی ہے ولایت میں شادی کا
زمانہ عورت کے لیے بیس برس کے بعد شروع
ہوتا ہے ہمارے پڑھے لکھے مردوں کی بھی عموماً
یہی رائے ہے کہ ہندوستان میں بھی شادی کا

سن بیس برس کے بعد سے تجویز ہونا چاہیے اس
سن و سال میں عورت اچھی طرح سمجھدار ہو جاتی ہے
اور اونچ نیچ سوچنے سمجھنے کی اسمیں عقل آجاتی ہے۔
لہذا یہ کانفرنس تجویز کرتی ہے کہ لڑکیوں کی شادی
کی عمر بیس سال کے بعد مقرر کی جائے اور میں اس
تجویز کو آپ کے سامنے پیش کرتی ہوں - (مختلف
آوازیں) وئی بی بی - لڑکی ہے کہ آفت بن آئی ہے
کنواری لڑکی کے مُنھ سے یہ باتیں کیسی بھلی معلوم
ہوتی ہیں - نوج دور پار - میری لڑکی اگر ایسی تقریر
کرے - تو جیتی زندگی اُسکا مُنھ نہ دیکھوں - یہ
دیدہ دلیری تو دیکھو - توبہ اللہ توبہ - اس چودھویں
صدی میں جو کچھ نہ ہو جائے تھوڑا ہے آرڈر آرڈر)۔
اس رزولیوشن کے پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی
مگر ہماری بہنیں ہمیشہ سے کمسنی کے بیاہ کو لڑکیوں
کے لیے پسند کرنے کی عادی ہیں۔ بیگم صلاح الدین
تائید کرنے تشریف لاتی ہیں)۔
بیگم صلاح الدین - یہ تجویز جو اسوقت میری
بھتیجی نے آپ کو سنائی ہے نہایت ضروری
ہے کیا کہوں دھوم دھام کی غلطی سے جو کچھ
میں نے اسکی بُرائیاں لکھی تھیں گھر ہی پر رہ گئیں
مگر اتنا تو آپ جانتے ہی ہوں گے کہ بچپن کی شادی
گڑیوں کا کھیل ہوتی ہے جورو خاوند کا رکھ رکھاؤ
بڑی مشکل چیز ہے بچے اسکو سنبھال نہیں سکتے
ساس نندیں بُری عادتوں سے عاجز ہوتی
اور بعض وقت کیڑا سی جان پر ایسا بوجھ لاد دیتی
ہیں کہ ہاتھی بھی اُسے اُٹھا نہیں سکتا - دوسرے
تعلیم تربیت سے محروم رہتی ہیں بیس برس کا زمانہ
کوئی ایسی بڑی عمر نہیں ہے - اس زمانہ میں لکھنا
پڑھنا سینا پرونا پکانا ریندھنا - بچہ پالنا خاوند
کی دیکھ بھال سب سیکھ سکتی ہیں - بات چیت
میں تمیز سلیقہ سب کچھ آسکتا ہے لہذا میں
اسکی تائید کرتی ہوں - (چیرز)
(بیٹھ جاتی ہے - ایک پُرانے زمانے کی دقیانوسی
بڑی بی جنکی تعلیم قرآن مجید اور روزے نماز کی
کتابوں تک محدود ہے - تشریف لاتی ہیں)۔

بڑی بی - یہ چھوکریو تمھاری عقل ماری گئی ہے -
میری اور کیسی مشہور ہے
بیس برس پورا ایک قرن ہے اگر لڑکی بیس برس تک
ماں باپ کے پہلو سے لگی بیٹھی رہے تو پھوڑے کی طرح
اُن کو تکلیف دے - تیرہ چودہ برس کی عمر میں لڑکی
جوان بیاہنے کے قابل ہو جاتی ہے - دل پر کسی کا
اختیار نہیں ہے اور جب بیس برس تک انتظار کی
کٹھن گھڑیاں گنتی رہے گی - تو بتاؤ کون سی آڑ
یا کون سا سہارا ہے جو اونچ نیچ سے اُسکو بچائے گا
ولایت کی بات جانے دو - وہاں سردی پڑتی ہے
جوانی دیر میں آتی ہے - وہاں کی رسمیں اور ہیں
یہاں کی رسمیں اور ہیں - وہاں سُنتی ہوں کہ جہیز کا
کوئی جھگڑا نہیں ہوتا - سسرال والوں کو کچھ
لالچ ہوتا ہے یہاں جہیز کی رسم ہے اور اگر جہیز نہ
ملے یا کم ملے یا بے حقیقت ہو تو لڑکی پر ایسے سخت
تشنے (تشنیع) پڑتے ہیں کہ آٹھ آٹھ آنسو روتی ہے
بھلا بتر ہے اگر پاؤں جاتے بیجا پڑ گیا تو گھرانے
بھر کی ناک کٹ جاتی ہے اور پھر اُسکو کوئی
نہیں پوچھتا - اس ایک بات کے ماننے کے لیے
تمھیں کتنی باتوں اور کتنی رسموں کو بدلنا پڑے گا
تم اپنے جوش میں دیوانی ہو رہی ہو میں نے یہ
چونڈا دھوپ میں نہیں سفید کیا ہے - جو باتیں میں
تم سے کہہ رہی ہوں گرہ میں باندھ کے رکھو کام آئینگی -
(تھک جاتی ہے - ہانپ کر ذری دم لے لوں تو کہوں
(لڑکیاں کھل کھل ہنستی ہیں - اور تالیاں بجاتی ہیں)
چھوکریوں ہوش میں آؤ دیوانی نہ بنو اپنی اماں پر
تالیاں پیٹنا لو اور سنو یہ نیا چونچلا ہے رنڈیا ڈانے
کی طرح تالیاں بجائی جاتی ہیں - واہ کیا تمیزداری
ہے اماں باوا نے اچھی تعلیم دی ہے کما کھاؤ
بیٹا شاباش ہے (خفا ہو کے بیٹھ جاتی ہیں مسز
فضیحت آتی ہیں)
مسز فضیحت - پیاری لیڈیز اور ماں ... طرز
گفتگو کے) میرے پیارے شوہر کی بھی یہی رائے
ہے کہ جب تک لڑکیاں پوری جوان نہ ہو جائیں
اُسوقت تک شادی نہ کرنا چاہیے میں کوئی نئی ...

مَن کی نہیں لگاتی اسلیے کہ چودہ پندرہ برس کی عمر میں لڑکی اچھی خاصی جوان ہوجاتی ہے۔ ہائے میرے اللہ شوہر بھی کیا چیز ہے مبارک ہیں وہ جو اپنے شوہر پر مرتی ہیں۔ اپنے شوہر پر جان دیتی ہیں۔ بیویو میں سچ کہتی ہوں یہی زندگی کا لطف۔

آواز:۔ بیٹھ جائیے بیٹھ جائیے "

مسز فضیحت:۔ کیوں بیٹھ جاؤں میں تو نہیں بیٹھتی۔ زرگو کیا مشکل ہے یہاں تو بات کی مسلمانی ہوتی ہے۔

آواز:۔ بیٹھ جائیے بیٹھ جائیے ۔ تالیاں ہی تالیاں۔ ہُش ہُش۔ تالیاں)

(مجبوراً بیٹھ جاتی ہیں)

صدر نشین:۔ بیگموں یہ بات بہت زمانہ سے مردوں میں کھائی گئی ہے اب میں چاہتی ہوں کہ دوسرا رزولیوشن پیش ہو۔ لہٰذا تم سب اپنی رائے کا اظہار کردو۔ کہو یہ رزولیوشن پاس کرنے کے قابل ہے۔ یا نہیں "

۱:۔ ہاں۔ ہاں۔ میری بی بی ضرور یہی ہونا چاہیے صاحبزادی ماشاء اللہ عقلمند پڑھی لکھی ہے اسکی چار آنکھیں ہیں ہم نگوڑے اندھے بھلا ان باتوں کو کیا سمجھ سکتے ہیں "

۲:۔ بی بی میری لڑکی تو ماشاء اللہ سے جوان ہوگئی ہے اسکے ابّا باہر سے آلیں تو شادی کردوں لڑکا بھی عزیزوں ہی میں ہے "

۳:۔ میں بی بی بیس برس تک انتظار نہیں کرسکتی بیس برس میں تو عورت نواسہ کھلانے کے قابل ہوتی ہے۔ نا صاحب یہ بات میرے مان کی نہیں ہے صاحبزادی تو یہ چاہتی ہیں کہ جتنے دن انھوں نے بن بیاہے پن میں کاٹے ہیں اتنے ہی دن دوسرے بھی کاٹیں۔ تو سیری جو تم کو سمائی تھی تم گھر میں بیٹھی رہیں دوسرا کیونکر سے تمہارا سا ہو جائے۔

(چاؤں چاؤں ہوتی ہے)

صدر نشین:۔ خاموش خاموش۔ جو بیگمیں اس بات سے متفق ہوں وہ اپنا ہاتھ اٹھائیں "

(کوئی ہاتھ نہیں اُٹھاتا)

صدر نشین:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کمسنی کی شادی پسند کرتے ہوں وہ ہاتھ اٹھائیں

(ایک دو تین چار پانچ۔ پھر بولیں ایک دو تین چار........ ۲۵) اب جو کوئی کمسنی کی شادی نہ پسند کرتا ہو وہ ہاتھ اُٹھائے۔

(ایک دو تین........ ۵) رزولیوشن خارج۔

(دوسرا رزولیوشن پیش ہوتا ہے)

صدر نشین:۔ آپ لوگوں نے کم سنی کی شادی کے نقصانات پر غور نہیں فرمایا ہے ورنہ یہ ضروری رزولیوشن ضروری کامیاب ہوتا "

ایک بڑی بی:۔ اچھا اگر جو آپ کی مرضی یہی ہے تو ہماں کیا عذر ہے "

دوسری:۔ اے کیوں نہیں تم نے کہی اور میں نے مانی تمھیں تو کوئی شادی بیاہ کرنا نہیں ہے کوئی میرے دل سے پوچھے! شے اللہ پانچ پانچ نواسیاں بیاہنے کو موجود ہیں میں سب کی نسبتیں ٹھہرا بھی چکی ہوں یہاں سے گئی اور میں نے سب کو اپنے اپنے گھروں کا کردیا "

صدر نشین:۔ اچھا وہ تو بات گئی گزری اب جو بات کہنی ہے وہ بہن مسز اصلاح الدین آپکے سامنے پیش کریں گی "

(مسز اصلاح الدین آتی ہیں)

بیگم اصلاح الدین:۔ میری بہنوں۔ اب جو بات میں کہنے آئی ہوں وہ اس کاغذ میں اسطرح لکھی ہوئی ہے۔

"خدا نے مردوں اور عورتوں کو برابر کا حق دیا ہے صدقے جائیے اُس پاک پروردگار کے جس نے یہ دن دکھایا کہ ہم لوگ بھی دو ہونٹ کھولنے کے قابل ہوئے ورنہ ہم تو سارا دن دالان کی کڑیاں گنا کرتے تھے۔ نہ اچھے کے نہ بُرے کے۔ گائے بھینس کی طرح کھلی بھوسی کھائی پڑ رہے۔ یا بچے کھلاتے رہے۔ خیر اب جو ہمیں دو ہونٹ کھولنے کی اجازت دیگئی ہے تو صاف صاف کہتے ہیں کہ جسطرح سب باتوں میں خدا نے مردوں اور عورتوں کو برابر کا حق دیا ہے اُسیطرح رسم رسوم میں بھی برابری ہوتی چاہیے۔ آخر اتنے دنوں تک جو ہمارا حق تلفی ہوئی اُسکا عوض ملنا چاہیے........

ایک:۔ بی بات کو زیادہ نہ بڑھاؤ کہہ چکو ہاں پھر کیا ہوا؟

صدر نشین:۔ خاموش!

بیگم اصلاح الدین:۔ جب لڑکی رخصت ہوتی ہے تو سسرال جاتے وقت روتی ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ رونا بالکل حق بجانب ہے مرد بیوقوف اس زنجیر میں خوشی خوشی پاؤں ڈالتا ہے اور عورت سر سے پاؤں تک سوچتی ہے خیر یہ بات ہو یا نہ ہو مگر آدمیوں کے بدلے یہ دستور کو چاہیے کہ آئندہ اپنی قسمت کو روئیں اور عورتوں کو چاہیے کہ رونے کے عوض میں ہنسیں اسلیے کہ میاں آزاد تھے پابند ہوئے بیوی نے قید سے رہائی پائی "

اسی طرح مانجھے میں مدتوں دولھن بیٹھی بیکار رہا کرتی تھی اب دولھا میاں کو گھونگھٹ نکال کے بیٹھنا چاہیے۔ کمانے کے بہانے سے میاں نے خوب گلچھرے اڑائے اب کمانا کجا عورتوں کے ہاتھ منڈھا جائے گنوار ایک مثل کہتے ہیں۔ "جوئے کو سکھ نا ئے کو سکھ مرد کو دیکھ برہ دیں (؟) کو دُکھ " یہ شکایت بھی جاتی رہے گی اور بی بی کی کمائی میاں کو نوش جاں شیر مادر ہو جائے گی "

میری تائید مسز فضیحت کرینگی۔

مسز فضیحت:۔ نپولین اپنے زمانہ کا ایک بہت بڑا بادشاہ گزرا ہے وہ کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی بات ناممکن نہیں ہے آئیے ہم آپ مل کے کوشش تو کریں اسکی ابتدا یوں ہو کہ اپنا اپنے شوہروں سے پہلے قومی مجالس میں پردہ ڈال کے بیٹھنے کی اجازت مانگیں پھر رفتہ رفتہ میلے ٹھیلے تک نوبت آئے اور پردہ بھی روز بروز دری چاندنی سے گھٹتے گھٹتے کریب تک پہنچ جائے بس کریب تو ایک مکڑی کا جالا ہے سرِ وقت رفتہ رفتہ ہوتا رہے گا آخر خود بخود یہ بیکار کی شے جاتی رہے گی

میز لیتی ہیں سچ کہتی ہوں عورتوں کے حق میں بہت اچھا آدمی تھا۔ میں نے ایک پڑھے لکھے مرد سے کی زبانی سنا ہے اُسکا قول تھا کہ دنیا سے باضابطہ رسم ازدواج اٹھا دی جائے تاکہ نسل انسانی کی کمزوریاں جو اس پابندی سے پیدا ہوئی ہیں دور ہوں اور آزادی و مطلق العنانی کی ہوا سے ایک بڑی قوت آیندہ نسلوں میں پیدا کی جائے دیکھیے کیسی پتے کی بات کہی ہے۔ خیر ابھی یہ وقت دور ہے۔ ہمیں اُمید رکھنی چاہیے کہ جب کوئی بات ناممکن نہیں ہے تو ہماری دلی حسرت پوری ہوگی "زندہ رفتہ رسموں کو بدلنے سے مردوے مغضوب الغضب کے عادی ہوجائیں گے جو وہ ہمارے ساتھ کیا کرتے تھے میں اسکی تائید کرتی ہوں"

بنت ظفر اللہ:- دیکھیے یہ رزولیوشن اچھا نہیں ہے اسے نکال ڈالیے سوتی بھڑوں کو جگانا اچھا نہیں۔

مسز اصلاح الدین:- بیٹھو اپنی جگہ پر۔ لو اور سنو جہانتک ہم لحاظ کرتے ہیں کہ بن ماں کی بچی ہے۔"

صدر نشین:- ہاں ہاں جانے دیجیے۔

بنت ظفر اللہ:- بی بیو میں تم کو گواہ کرتی ہوں کہ بیگم اصلاح الدین نے میری سخت توہین کی ہے۔" (خفگی نسائیت کے تقاضا سے روتی ہے اور بلند آواز سے روتی ہے)

گمانی:- واہ بی بی واہ صاحب آپ صاحبزادی کو جو جی میں آتا ہے کہہ لیتی ہیں کیا خوب بن ماں کی بچی کی آپ نے قدر کی ہے۔"

دھوم دھام:- چل اوئی تشفتل تیرا ابھی یہ منہ ہے کہ بی بیوں کو اولنادے موئی بند ہو۔

(مجمع کا تماشا چل پڑی۔ ہم [illegible] دو لڑو گھیر دیکھ لو لینا لینا خاموش خاموش)۔

ڈراپ سین

راقم

واہمہ خلاق

نیچرل شاعری

نوا را تلخ ترمیزن چو ذوق نغمہ کم یابی

ابو العلم مالکتہ مولانا [illegible] دام اقبالکم۔
شاعری پر جو ادبار بے گرتے بے استادے شعرا کے ہاتھوں نازل ہوا ہے وہ آپ سے مخفی نہوگا۔ شاعر کا یہ فرض کہ الفاظ کو محل مناسب پر معنی مناسب کے ساتھ استعمال کرے روز بروز فراموش ہوتا جاتا ہے۔ آجکل کی شاعری میں نہ حسن معانی ہے نہ لطف بندش الفاظ و محاورات بلکہ ضرب المثل کا صحیح محل استعمال تو نہایت کم بلکہ شاذ و نادر شعرا کے کلام میں پایا جاتا ہے لیکن معانی سے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ نہ زبان نے ترقی کی نہ خیالات نے۔ پرانی روش کے شاعروں سے اس شکایت ہے کہ وہ ایک ہی دائرہ میں کولھو کے بیل کی طرح گھوما کرتے ہیں وہاں نئے شاعروں سے یہ شکایت ہے کہ وہ زبان کو معنوی و لفظی خوبیوں سے خالی کرتے جاتے ہیں۔ ان حضرات کا دعویٰ ہے کہ وہ نیچرل یعنی فطری کیفیات و جذبات کی تصویر کھینچتے ہیں۔ ہمیں اس دعوے پر اعتراض نہیں نہ اصلی خوبی ہے کلام ہے لیکن لطف زبان اور معنویت سے کلام کو خالی کر دینا دل کو ہرگز گوارا نہیں ہم تو ظرافت میں صنائع و بدائع [illegible] کا عاری ہونا پسند نہیں کرتے۔ اور اس قسم کی نظم سے ہمیں نفرت ہے جسمیں کنایہ استعارہ تشبیہ نہ ہو۔ ایک عربی شاعر صاحب فرماتے ہیں۔

کاننا والماء من حولنا
قوم جلوس حولهم ماء

(ہم ہیں اور پانی ہمارے گرد ہے گویا ایک قوم بیٹھی ہے اور اُس کے گرد پانی ہے)۔

ابن الوردی ایک شاعر تھا اُس نے شعر مذکور سنا اور ان الفاظ میں داد عنایت کی ؎

وشاعر اوقد الطبع الذکاء
فکاد یحرقه من فرط اذکاء
اقام یجهد ایاما قریحته
وشبه الماء بعد الجهد بالماء

(مطلب یہ ہوا ایک شاعر نے بڑی ذکاوت طبع آتش ذکاوت کو اتنا روشن کیا کہ حدت ذکاوت سے طبیعت کا چھپر (شاعر کا نفس) قریب جلنے کے ہو گیا چند روز طبیعت پر زور ڈالتا رہا اور پانی کی تشبیہ سوائے پانی کے اور کچھ نہ جڑی)۔

فارسی کا ایک مشہور شعر ہے ؎

چشمان تو زیر ابروانند
دندان تو جملہ در دہانند

اُردو کے شاعر صاحب فرماتے ہیں ؎

اے آدمی زاد دیکھ تیرا
دونوں کانوں کے درمیاں ہے
ترکیب کو صاف صاف سمجھو
[illegible] ہیں ایک ناک کا نشان ہے

یہ شاعری نیچرل شاعری ہے اور اتنی بھونڈی نہیں ہے جتنی وہ نظمیں ہیں جن میں بے پروائی سے شعرائے فارس کے مستعمل الفاظ کی ترکیب معانی سے بالکل غافل کر دیا ہے شعرائے فارس کی زبان پر وہ لفظیں چڑھی ہوئی ہیں اس لیے ان کا مصرف بے محل نہیں ہوتا مگر بیچارے لوگ بغیر مطلب و مضمون پر غور کیے ہوئے انھیں الفاظ کو نظم کر جاتے ہیں غالب مرحوم فارسی گوئی میں منہمک تھے اردو کو وہ اپنے خلاف طبیعت سمجھا کیے مشق فارسی نے [illegible] نظم میں وہ لطف رقت و بیساختگی باقی نہ رہنے دیا جو [illegible] معنی کی نغزی میں ہے۔ مگر انھوں نے جو فارسی ترکیب اردو میں صرف کی ہے وہ باعتبار معانی و محل غلط نہیں ہے صرف کانوں کو گراں گزرتی ہے۔

البتہ ان کے بعد کچھ لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے اردو کو کند چھری سے ذبح کرنا شروع کیا اور اردو کے ساتھ ہی فارسی ترکیب کو بھی اپنے غلط استعمال کا محل بنا دیا۔ چنانچہ فی الحال ایک [illegible] عشر مصارع یعنی ایک [illegible] قطعہ یا مخمس [illegible] نظر افروز ہوا سبحان اللہ اسکی خوبی تو دیکھیے [illegible] رکھتی ہے شاعر فرماتا ہے

محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

ان شاعر صاحب سے کوئی پوچھے کہ سینا و فارابی نے کونسا حیرت خانہ بنایا تھا جسے آپ عرفی کے تخیل کے محل کی تعمیر پہ تصدق فرماتے ہیں اگر آپ کا یہ شعر کسی کورس کی کتاب میں لکھ دیا جائے تو اسکا مطلب طالب علم کس طرح سمجھائیگا ذرا اسے صاف اردو میں سمجھائیے تو سہی صرف قافیہ لانے کے لیے یہ مینا کاری و فاطرب کتنی فرمائی ہے یا اور کچھ خلاصہ یہ کہ سینا و فارابی کا ذکر کس مطلب کے مفید ہے اور حیرت خانہ سے کیا مراد ہے۔

قضائے عشق پہ تحریر کی اسنے نوا ایسی میسر جس سے آنکھوں کو ہوا اتنک اشک عنابی

صرف قضا بغیر فرد قضا یا قرطاس قضا کے تحریر کے لیے موزوں نہیں ہے دفتر عشق یا نامۂ عشق یا دستاویز عشق یا کتاب عشق فرمانا چاہیے۔ آخر اس قضا سے آپ کی کیا مراد ہے قضائے معلق قضائے مبرم قضائے قاضی قضا و قدر اور اگر یہ لفظ فضا بمعنی وسعت ہے تو یہ کاغذ کس پیپر مل میں ملتا ہے ذری ہمیں بھی منگا دیجیے ہم بھی اسکی نوا تحریر کرکے دیکھیں۔

نوا تحریر کردن کہاں کا محاورہ ہے اور کس اردو یا فارسی شاعر نے اپنے کلام میں نظم کیا ہے اجی نظم نہ سہی آپ نثر ہی کوئی جملہ دکھائیے جس میں نوا تحریر کردن کا مضمون ہو۔

اشک گلگوں۔ اشک گلابی۔ اشک خونی۔ اشک سرخ۔ ان سبکو تو شعرا رو چکے یہ عنابی اشک کس عطارہ کے لاکھی کھیا سے نکلے ہیں اجی حضرت خون کا رنگ سرخ ہے نہ عنابی عناب گہری سیاہی لیے ہوے ہوتا ہے۔ خون آنسووں میں مل کے گلابی یا گلگوں یا سرخ ہو سکتا ہے عنابی نہیں ہو سکتا۔ کہیں مستی ملی ہوئی پیک بہہ تو خیال نہیں بہک گیا جسے ہونٹوں کے تعلق سے عنابی لکھنے پر مجبور ہوئے۔

مرے دل نے یہ اکدن اسکی ہر بیت شکایت کی نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامان بیتابی

کیوں جناب شاعر صاحب دام اقبالکم یہ ہنگامہ کی لفظ حشو تو نہیں ہے؟ سامان بیتابی کی تفصیل نہ پہلے بیان ہوئی نہ آگے۔ سامان کے لیے ظرف تلاش کیا تو ہنگامہ کا لفظ ملا چاہے کوئی اچھے معنی دیتا ہو یا نہ دیتا ہو۔ سبحان اللہ کیا شاعری ہے اور کیا اردو کی ترقی ہے۔

اصل تو یہ ہے کہ آپ اگلے شعرا کی محنت پر خوب پانی پھیر رہے ہیں جنھوں نے ہزار محنت و جانکاہی سے اردو کو دلپسند بنایا حضرت کسی زبان میں اگر کچھ لکھنا ہو تو اُسکے ما لہ و ما علیہ سے آگاہی منجملہ واجبات ہے محض الفاظ جمع کر دینے سے کام نہیں چلتا۔

کسی کا شعلۂ فریاد ہو ظلمت ربا کیونکر گراں ہے شب پرستوں پر سحر کی آسماں تابی

قلم کیا قلمدان شکست فرما دیے۔ یہ شب پرست کون صاحب ہیں۔ چمگادڑ۔ بربا گلو۔ اُلو۔ پہرہ دار۔ چور تو شب پرست ہو نہیں سکتے اسلیے کہ وہ شب کو جاگا کرتے ہیں یہاں آپ کی مراد سونے والوں سے ہے جنکو نیند سے جاگنا دشوار ہوتا ہے یا جاگنے والوں سے اجی وہ سونے والے ہوں یا جاگنے والے شعلۂ فریاد کے لیے مانع ظلمت ربائی کیونکر ہوے۔ گراں تو وہی چیز ہوتی ہے جو محسوس ہو شعلۂ فریاد اگر رات کو بلند ہوا تو سونے والوں کو سحر کے آثار محسوس کیونکر ہوئے اور جاگنے والے شب پرستوں کو شعلۂ فریاد محسوس ہونا چاہیے تھا لہذا ظلمت ربائی ثابت ہو گئی۔

آخر کے تین مصرعہ یہ ہیں ؎

صدا تربت سے آئی شکوۂ اہل جہاں کم کن نوا تلخ تری زن چو ذوق نغمہ کم یابی

حدی را تیز تر میخواں چو محمل را گراں بینی

عرفی کے ارشاد پر عمل تو آپنے خوب کیا یعنے قضائے عشق پہ نوا تحریر کر کے عنابی رنگ کے اشک بہائے اب دیکھتے ہیں کون آپ کی تحریری نوا سے بیدار ہوتا ہے ہم تو اسقدر بیدار ہوے اور اُسی بیداری میں آپ کے قطعہ کو آپ ہی کے رنگ میں مخمس بنا ڈالا یعنی مطلب سے نہ ہمیں غرض نہ آپ کو۔ قافیہ پیمائی اور بیہودہ رکاکت ترکیبات کا حق ہم بھی آپ ہی طرح ادا کیے دیتے ہیں۔ کیا کہیں ایک مصرعہ چھٹیل رہا اسکا افسوس ہے۔ آپ کے مجموعۂ کلام کی زیارت اگر ہو جاتی تو شاید کچھ اور جواہرات ملتے۔

مخمس

کیے ہیں ست شہبا نہ ادا ملیا کی تقتل نے گھٹا یا زور بازوئے ضخامت جنبش گل نے
چمن پیرائی آغوش منہاج تخیل نے محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے

تصدق جس پہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

کیا بیل دماں تجویز عرفی کے تخیل نے دکھائی ہے نئی تاثیر عرفی کے تخیل نے
بنائی شمع کی تصویر عرفی کے تخیل نے محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے

تصدق جسپہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

بنائے نقش فریادی جہاں منہ رش گل نے دکھائی زمزمہ سنجی فغاں ساز بلبل نے
گرائی برق خرمن سنبل پیچاں کا کل نے محل ایسا کیا تعمیر عرفی کے تخیل نے

تصدق جسپہ حیرت خانۂ سینا و فارابی

دوائے حسن پہ تعمیر کی اُس نے نوا ایسی ادائے ناز پہ تقریر کی اس نے نوا ایسی
نوائے خال پہ تسطیر کی اُس نے نوا ایسی قضائے عشق پہ تحریر کی اُس نے نوا ایسی

میسر جس سے آنکھوں کو ہے اتنک اشک عنابی

مریض ہجر کی تجویز کی اُس نے دوا ایسی پکائے گا بورچی کیا بھلا نان روا ایسی
تحیر سوز دامان تعقل ہے ہوا ایسی قضائے عشق پہ تحریر کی اُس نے نوا ایسی

میسر جس سے آنکھوں کو ہے اتنک اشک عنابی

نہ پھر اور نہ لیبو کی عدالت سے شکایت کی نہ کھٹمل کی شرر افشاں حرارت سے شکایت کی
نمک افشانی کاوِ حلاوت سے شکایت کی میرے دل نے یہ اکدن اسکی ترتیب شکایت کی

نہیں ہنگامۂ عالم میں اب سامان بیتابی

مرے دل نے یہ اکدن اسکی غربت سے شکایت کی مرے دل نے یہ اکدن اسکی ترتیب شکایت کی

میں وہ بے برندش کے طور پر چراغ کا کام دیتا ہے اور صبح کو گھما لیا جاتا ہے۔ شنا ہے کہ بند رہ بھی اسکے ساتھ دل لگی بازی کرتا ہے۔ شمع کے ساتھ اسکی تشبیہ صرف شاعر کی روشنی طبع ہے۔ ایک طرف جگنو کی تعریف نکلتی ہے تو دوسری جانب شمع کی مذمت ایسی ٹپ ٹپ جلنے والی شمع موٹر کار کی دُم میں اگر روشن کی جائے تو بائی دو میں چالان ہو جائے یا شاید بھولوں کی انجمن میں یہی شمع جلتی ہو اس محفل کا سیر سامان اگر کوئی لے تو معلوم ہو۔........

....

بہتر ہے کہ تخمیس بھی ساتھ ساتھ ہو جاتی جائے ؎

افشاں چنی ہوئی ہے گیسوے پُر شکن میں ۔۔۔ جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا چھوٹ جھڑ رہی ہے پانی بھری لگن میں ۔۔۔ جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں

دوسرا شعر ہے ؎

آیا ہے آسماں سے اُڑ کر کوئی ستارہ ۔۔۔ یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں

دونوں تشبیہیں بے اٹکل کی پھبتیاں ہیں۔ ستارہ گرتا ہے اُڑتا نہیں ہے دوسرا مصرعہ بھرتی ہے چاند کی کرن یا چاندنی کی کرن چاند کا جزء ہے خود ترکیب اضافی ظاہر کر رہی ہے پس اگر اسکی زندگی مان بھی لیں تو اسکا سمٹ کے یکجا ہونا ثابت نہیں اور بغیر اس ثبوت کے شاعر کے لیے چاند کا ذہین پر اُتار لینا زیادہ آسان ہے بہ نسبت اس جزء لاینفک یا عرض کے جو اپنے وصف میں غیر کی احتیاج خود اپنی اضافت سے ثابت کر رہا ہے ؎

آتش فشاں پہاڑی کا ہے کوئی شرارہ ۔۔۔ جل کر گرا ہے آتش بازی کا یہ غبارہ
یا ہے جہاں دانی کا یہ کوئی مُنارہ ۔۔۔ آیا ہے آسماں سے اُڑ کر کوئی ستارہ
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں

تیسری تشبیہ تو ایسی تام ہے کہ جگنو کی قسمت جرمنی ہوتا .... سے لڑ گئی بھلا کہے تو یوں کہے ورنہ دُم میں سوختہ لگا کے جگنو بن جائے ؎

یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا ۔۔۔ غربت میں آ کے چمکا گمنام تھا وطن میں

یہاں غربت سے مراد ظلمت اور وطن سے مراد نور ہے۔ چاہے شعر سے نہ ثابت ہو شعری ضرورت ہی تو ہے تخمیس سُنیے ؎

شیطاں دبا کے دُم میں آتش کا تیر آیا ۔۔۔ سُلگا کے ایک کھپر جادو کا بیر آیا
مُنہ میں چُھٹ دبائے زنگی شریر آیا ۔۔۔ یا شب کی سلطنت میں دن کا سفیر آیا
غربت میں آ کے چمکا گمنام تھا وطن میں

چوتھی تشبیہ میں اندھیرے سے اُجالے میں آ رہے ہیں فرماتے ہیں ؎

تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا ۔۔۔ ذرہ ہے یا نمایاں سورج کے پیرہن میں

یہ قبا کے مقابل پیرہن اور تکمہ کا جوڑ ! واللہ درزی کی دوکان کی ساری کترنیں بلکہ سارا تیلی گھر صدقہ کیا تھا۔ بھلا یہ نورانی تکمہ کہاں سے مل سکتا تھا اگر سورج مہاراج اور چندرماں بلی میں ہاتھا پائی نہ ہوتی۔ ایک کا تکمہ ٹوٹتا دوسرے کے کمین جھڑتے تب جا کے یہ تشبیہ ہاتھ آئی۔ مہتاب کی قبا میں گھنڈی تکمہ جا ہے لگا دیجیے مگر یہ سورج کے پیرہن میں ذرہ کس رسی کے بھر گئے تھے جو یوسف جہت کی طرح جھڑ جھڑا کے گرنے لگے کہیں چندرماں نے کسا تو نہیں یا یہاں کی ساری شیخیت کرکری ہو گئی۔ کچھ ہی ہو اس بیچ بچاؤ میں شاعر کے ہاتھ خاک ذریں لگ گئی اس فضائے بسیط میں عالم ذرہ سے ان چکر کھومنے والے ذروں کو شاعر کی مشت طلا افشار جگنو کی صورت میں لے آئی کہیں تکمہ بنا دیا کہیں ذرہ۔ سنگ ستارہ کی پوشاک میں ذرہ کے سوا کیا رکھا ہے۔ اور .... کیا نمایاں رہی ہے ؎

جھگڑا یہاں نہیں ہے اچکن کا اور عبا کا ۔۔۔ مطلب یہ ہے کہ غل ہو تحسین و مرحبا کا
مقصود شاید تو تھا شاید کہیں صبا کا ۔۔۔ تکمہ کوئی گرا ہے مہتاب کی قبا کا
ذرہ ہے یا نمایاں سورج کے پیرہن میں

پانچواں شعر قابل داد و صاد ہے ؎

حُسنِ قدیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی ۔۔۔ لے آئی جسکو قدرت خلوت سے انجمن میں

حُسن قدیم نے پوشیدہ اک جھلک دکھائی قدرت اس جھلک کو خلوت سے انجمن میں پکڑ لائی یہ بیان واقعہ ہے قدیم کی قید حسن کے ساتھ جدید کی نفی کرتی ہے یعنی جگنو کے باوا آدم کے سکڑ دادا نے اتفاقاً دُم ہلائی اور چُھپا چُھپا کے ہلائی ادھر اُدھر دیکھ کے ہلائی قدرت کو یہ پوشیدگی گوارا نہیں ہوئی۔ حاصل شعر جا ہے سامعین و ناظرین کی سمجھ میں آئے جا ہے نہ آئے سو دو سو مرتبہ گھوما پھرا کے یہی الفاظ دوہرائے گا۔ نہ قدیم کا فائدہ معلوم ہو گا نہ قدرت کے دخل در معقولات کا۔ بس یہ سمجھ لینا چاہیے کہ دُم ہے اور چمکدار دُم ہے شجرہ نسب اسکا قدیم ہے اور قدرت نے اسکی پوشیدگی کا پردہ چاک کر دیا ہے اب معلوم نہیں حادث حُسن ہے اور قدیم قدرت یا قدیم حُسن ہے اور حادث قدرت یا دونوں حادث ہیں یا نعوذ باللہ صحیح ہے بہر نوع یا یوں ہے یا دوں ہے جس تفلسف کی تعریف زلیخی صاحب نے کی ہے وہ زیادہ ان رموز سے واقف ہو گا۔ خلوت میں ٹھنڈی سانسیں بھر کے جتنا آپ کے امکان میں ہو دل کو متاثر کیجیے۔ کبھی حُسن پر آہ کبھی جھلک پہ واہ کبھی پوشیدگی پر بیقراری کبھی قدرت پر نعرہ کبھی خلوت پر سسکی کبھی انجمن پہ اُف۔ مگر یہ اشعار نہ حقیقت سے تعلق رکھتے ہیں نہ مجاز سے۔ یہ تو کچھ گڈ مڈ سا معجون مرکب ہے شاید مصرعہ لگانے سے کچھ سمجھ میں آ جائے ؎

نور تہِ زمیں تھی تحت سرِ فلک تھی ۔۔۔ گر دو ماغ جن تھی اندر دلِ ملک تھی
سہرے میں وہ چمک تھی سُنے پر دہ ڈھلک تھی ۔۔۔ حُسنِ قدیم کی یہ پوشیدہ اک جھلک تھی
لے آئی جسکو قدرت خلوت سے انجمن میں

آگے چل کے فرماتے ہیں ؎

چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی ۔۔۔ نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں

یعنی چاند ار کرن سے بیچ کا چاند تیار ہو گیا چراغ کے دکھلانے اور

آنکھ مچولی دھوپ ... کی گہن سے اچھو تبدر ربیع اور سورج میں فروغ یا زاس ہوتا ہے تشبیہ دینا کتنی اعلیٰ خیالی ہے چھوٹا سا چاند کہہ کے مبالغہ سے بچنے کی کوشش کی گئی ہے مگر ٹھیک چھپتی تشبیہ نے تو کھٹے سے گھٹنہ گھر پہ چاندماری کر دی ؎

محتاج بھی وہی ہے اور ہے وہی غنی بھی
آدھا اگر سخی ہے تو آدھا ہے دنی بھی

منہ سے اگر ہے جبشی تو دُم سے لندنی بھی
چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی

نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں
بندر کی طاق جفت کھیلنے والی دم میزی یا دھوپ چھاؤں کا لب لباب آخری شعر ہے ؎

پروانہ ایک پتنگا جگنو بھی ایک پتنگا
وہ روشنی کا جویا یہ روشنی سراپا

مصرعہ اول میں "ہے" محذوف مان لینا چاہیے اس لیے کہ ایک پتنگے کے پر جل گئے ؎

کوئی ہے گورا گورا کوئی نرا بھجنگا
ہے دبلا پتلا کوئی تو کوئی ہٹ کرٹنگا

دُنیا کا کارخانہ دیکھو تو ہے دو رنگا
پروانہ اک پتنگا جگنو بھی اک پتنگا

وہ روشنی کا جویا یہ روشنی سراپا

اسوقت ایک ہی بند کی تخمیس کی گئی ہے آئندہ ہفتہ میں کچھ اور عرض کیا جائے گا۔

شاعر صاحب دام اقبالہ فرماتے ہیں ؎

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی
پروانہ کو تپش دی جگنو کو روشنی دی

اب خدا کا نام قدرت ہے فطرت ہے نیچر ہے طبیعت ہے وغیرہ۔ پرانے نام بدل ڈالنے کے قابل تھے نیچرل شعرا کو ضرورت محسوس ہوئی کہ یہ نام بدل دیے جائیں۔ ذرۂ معطل سے مراد ذرۂ عامل ہے تو کیوں قدرت سے مراد قادر فطرت سے مراد فاطر نیچر سے مراد ناچر یعنی خالق نیچر نہ ہو ؎

مکڑی کو جال تیدی کوسٹ کو شب پری دی
مکھی کو بھن بھناہٹ مچھلی کو تھرتھری دی
مچھر کو نغمہ سازی نیچر کو نیچری دی

ہر چیز کو جہاں میں قدرت نے دلبری دی
پروانہ کو تپش دی جگنو کو روشنی دی

شعر تو یہ ہوا ہے ؎

رنگیں نوا بنایا مرغان بے زباں کو
گل کو زبان دے کر تعلیم خامشی دی

چڑیوں کے زبان نہیں ہوتی یہ آج نئی بات سننے میں آئی۔

اور گل کو زبان دے کے خاموشی کی تعلیم بھی غلط ہے۔ یہاں اگلی شاعری کی ستیاناسی کی گئی ہے چڑیوں یا اور غیر ناطق جانوروں کو بے زبان حقیقی معنوں میں نہیں کہا گیا ہے۔ شعرا کا مطلب اُن کی بے زبانی سے کنایتہً یہ ہوتا ہے کہ وہ گویائی نہیں رکھتیں جواب نہیں دے سکتیں ورنہ زبان تو رکھتی ہیں اور ان میں شاید کسی کو شبہ نہ ہوگا۔ گل کے بعض حصہ ہم صورت زبان ہیں۔ لیکن وہ خاموش نہیں ہے وہ جب شگفتہ ہوتا ہے تو صدا دیتا ہے۔ پہلا مصرعہ اگر دوسرے مصرعے کے مقابل میں نہ لایا جاتا تو دونوں مصرعے اپنی اپنی جگہ پر بے معنی نہ تھے۔ تقابل غلط ہے جبکہ گل سے بہتر زبان مرغ کو حاصل ہے اور وہ گویا بھی ہے تو مقام عجب کیا ہے۔

لاغر بدن کیا ہے عشاق نیم جاں کو
قد کی خمیدگی سے تشبیہ دی کماں کو

شیریں ادا بنایا ہر پیر اور جواں کو
رنگیں نوا بنایا مرغان بے زباں کو

گل کو زبان دے کر تعلیم خامشی دی

تشبیہ کی جان تو اس شعر نے نکالی ہے واہ سبحان اللہ فرماتے ہیں۔

رنگیں کیا سحر کو بانکی دولھن کی صورت
پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی

بانکی کی قید دولھن کے لیے خالی از عوجاج واختنائے طبع شاعر نیست جو کوئی اسے خورگیر کی بھرتی سمجھے وہ بیوقوف شبنم کی آرسی اور لال اسقدر مختصر سا جھنجر ہے۔ کلر بلینڈ رنگ کے اندھے شعرائے انگلستان صبح کا رنگ گلابی قرار دیتے ہیں اس لیے ہمارے شاعر صاحب نے بھی صبح کی مشاطگی لال جوڑے سے کی ہے۔ رہی شبنم کی آرسی تو وہ طبعزاد تشبیہ ہے ؎

گل بوٹے ہیں بنائے بالکل چکن کی صورت
آراستہ کیا ہے رُخ کو چمن کی صورت

اور مانیوں بٹھایا سورج گہن کی صورت
رنگیں کیا سحر کو بانکی دولھن کی صورت

پہنا کے لال جوڑا شبنم کی آرسی دی

نیچرل شاعری اسکو کہتے ہیں ؎

سایہ دیا شجر کو پرواز دی ہوا کو
پانی کو دی روانی موجوں کو بیکلی دی

میدان نہایت وسیع ہے جسقدر جس کا جی چاہے تک جوڑتا چلا جائے مثلاً۔

پپیے کو دی ہے چوں چوں تاثیر دی دعا کو
خورشید کو حرارت اور طوق فاختا کو

ہر کان میں ہے جاتی طاقت یہ دی صدا کو
سایہ دیا شجر کو پرواز دی ہوا کو

پانی کو دی روانی موجوں کو بیکلی دی

آگے چل کے مشتعل طبیعت میں فصاحت کی رال کا ٹپکنا اس طرح بڑھا ہے ؎

اک مشت گل میں رکھا احساس کا شرارہ
انساں کو آگہی کیا ظلمت کو چاندنی دی

واقعی پُر لطف تشبیہ ہے تخمیس ملاحظہ ہو ؎

جگنو کی دُم کا چمکا جسوقت ہے ستارا
ناز سے نیا لیوں کا بننے لگا چہکارا

راز نہان قدرت آخر شدہ آشکارا
اک مشت گل میں رکھا احساس کا شرارا

انساں کو آگہی کیا ظلمت کو چاندنی دی

جلدی میں ایک شعر کی تخمیس بے ترتیب ہو گئی ہے اصل امر یہ ہے کہ شاعر کی او پہنچ نے دل میں تحسین وآفرین کا تموج پیدا کیا کہ بنگاہ ایک شعر کو پھاند کر دوسرے پر جا پہونچی شاعر فرماتا ہے ؎

نظارۂ شفق کی خوبی زوال میں تھی
چمکا کے اس پری کو تھوڑی سی زندگی دی

شفق کے نظارہ کی خوبی زوال میں تھی کیوں؟ وجہ

نامعلوم - یہ ایک فیکٹ ہے گو اسکو تاریخ و حکمت وفلسفہ سے کوئی امتیاز نہیں تعلق زوال کا شفق کی جھلک کے ساتھ ثابت ہے: نظارے کے ساتھ - بی شفق پری - چمک پری نہیں اور بن کے تھوڑی دیر میں مٹ گئیں یہ حاصل شعر ہے خوبی نظم و سلامت بیان و حسن معنی کا احساس ناظرین کی سخن فہمی کے حوالہ اور اگر یوں سمجھیے نظارۂ شفق کا سریع الزوال ہونا ہی اُسکی خوبی ہے تو خوبی نظارہ میں ہوئی نہ حسن شفق میں فافہم ؎

سُرخی زمانے بھر کی لیلےٰ کے گال پر تھی
مجنوں کی چشم میں تھی یہ اُسکے گال میں تھی
نقصہ یہ ست دُنیا حُسن و جمال میں تھی
نظارۂ شفق کی خوبی زوال میں تھی
چمکا کے اس پری کو تھوڑی سی زندگی دی

اس بند کا آخری شعر ہے ؎

یہ امتیاز لیکن اک بات ہے ہماری
جگنو کا دن وہی ہے جو رات ہے ہماری

دیکھیے بات میں بات نکلتی ہے۔ مطلب اگر ناظرین کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ہو تو میں سمجھا دوں کیا معنی کہ جگنو کی دم رات کو چمکتی ہے۔ انسان کی دم دن کو۔ وجہ شبہ صرف اسیقدر ہے باقی سمجھنے کا آپکو اختیار ہے ؎

اضدادت سرشتہ گو ذات ہے ہماری
راتوں کو جاگنا بھی اک گھات ہے ہماری
جگنو کی ٹانگ جو ہے وہ لات ہے ہماری
یہ امتیاز لیکن اک بات ہے ہماری
جگنو کا دن وہی ہے جو رات ہے ہماری

اب تیسرا بند یہاں سے شروع ہوتا ہے اور اس میں تصوف و وحدت وجود کے نئے نئے کھیل نئے نئے تماشے دکھائے گئے ہیں۔ ہم سلسلہ وار اختیر تنقید مصرعہ لگا کے اس قصہ کو ختم کرتے ہیں اسلیے کہ وحدت وجود کے وہ معنی نہیں ہیں جو شاعر صاحب نے لیے ہیں صوفیائے کرام نے جس خوبصورتی سے اس بحث کو نبا ہا ہے اُس خوبصورتی کو شاعر صاحب نے برباد کر دیا ہے ؎

بس چھپکلی کی دم میں جو کچھ چمک دمک ہے

رقاصہ کی کمر میں پنہاں وہی لچک ہے
پتی میں جو کھڑک ہے بجلی میں وہ کڑک ہے
حسن ازل کی پیدا ہر چیز میں جھلک ہے
انسان میں وہ سخن ہے غنچہ میں وہ چٹک ہے

یہ چرخ نیلی رنگت جنگل کا پل ہے گویا
اور ساتھ کا یہ لقمہ بیچ کا تل ہے گویا
یہ غار ہر جبل کا چوہے کا بل ہے گویا
یہ چاند آسماں کا شاعر کا دل ہے گویا
واں چاندنی ہے جو کچھ یاں درد کی کسک ہے

چھالا ہر اک زباں کا شاعر کا دل ہے گویا
چولھا ہر اک مکاں کا شاعر کا دل ہے گویا
اور فرش ہر دکاں کا شاعر کا دل ہے گویا
یہ چاند آسماں کا شاعر کا دل ہے گویا
واں چاندنی ہے جو کچھ یاں درد کی کسک ہے

مضمون تو تیرہ کا جاسوس ال تھا ہوا یا
سر پیشہ نہ کسی نے یہ جوتی نیا پہرایا
اور سر زمیں نے سیموں کا دانہ بویا
یہ چاند آسماں کا شاعر کا دل ہے گویا
واں چاندنی ہے جو کچھ یاں درد کی کسک ہے

طبل و دمامہ کوس و ناقوس و عود وکرنا
سینائی و پپیری اور بانسلی و شرنا
گدھوں کا سیپوں کرنا یا سات سر کا بھرنا
انداز گفتگو نے دھوکے دیے ہیں ورنہ
نغمہ ہے بوئے بلبل بو پھول کی چہک ہے

کرلے کے دم کٹے میں ہے شاہیانہ مخفی
ہاتھی کے کان میں ہے چھوٹی سی تار مخفی
ہے غمزہ شتر میں لیلے کا ناز مخفی
کثرت میں ہو گیا ہے وحدت کا راز مخفی
جگنو میں جو چمک ہے وہ پھول میں مہک ہے

لیمو کا بیج ہو یہیں اصطبل در گل ہو
یا تخم کنگنیا ہے تمر ہند کا بچل ہو
یا زنا دے جل سے خوش ذائقہ پھل ہو
یہ اختلاف پھر کیوں ہنگاموں کا محل ہو
ہر شے میں جبکہ پنہاں خاموشی ازل ہو

یہ جگنو کے تحت عنوان تین ہی بند تھے جو پیش ناظرین کیے گئے اس قسم کی نظم میں نہ دین کا فائدہ ہے نہ دُنیا کا نہ زبان کا حظ ہے نہ دل کی لذت نہ کسی کی معلومات میں ترقی ممکن ہے نہ ذہنیات ہیں۔ بے معنی الفاظ بے ربط مطالب کا ایک ذخیرہ ہے جو خالی الذہن لڑکوں کے سپرد کیا جاتا ہے جسے وہ خواہ مخواہ حفظ کرتے ہیں اور اسی قسم کی خرافات اُنکے دماغ میں بھرتے جاتے ہیں۔ ناولوں اور بعض اخبارات نے اُردو کی مٹی خراب کی ہے کہ تو یہ پھلی۔ نتیجہ یہ ہے کہ بفضل خدا مسلمان جو کہ اُردو کے دعویدار بنتے ہیں اُنکے بچے اُردو میں فیل ہو جاتے ہیں۔ یہ اُردو اُن بیچاروں نے اپنے ماں باپ کی زبان سے نہیں سُنی تھی۔ بھلا خاموشی ازل اور اختلاف سے کیا تعلق اور خاموشی ازل کے معنی ہی کیا ہیں۔ جس مجموعۂ الفاظ میں معنی کو دخل نہ ہو وہ کیا سمجھ میں آئینگے۔ کیونکر سمجھائے جائینگے اور امتحان میں کامیابی کیونکر ہوگی۔

۱۲، اپریل کو بزم اُردو کا مشاعرہ بھر بریڈلا ہال لاہور میں برپا ہوا اور پھر آپ کا یہ نیاز مند سیر دیکھنے کے لیے ایک کونے میں جاکے بیٹھ رہا۔ بہت کثرت سے مشتاقین سخن جمع تھے حق یہ ہے کہ لاہور اُردو کے لیے جو کوششیں کر رہا ہے وہ اُن لوگوں سے بھی سرزد نہیں ہوتیں جو اُردو کو خاص اپنی ملک سمجھتے ہیں۔ یاد ش بخیر ہمارے لکھنؤ میں بھی اب اتنے بڑے مشاعرے نہیں دیکھے جاتے حامد علی خاں صاحب بہادر بیرسٹرایٹ لا کے مشاعرے میں سال گزشتہ جسقدر مجمع تھا اُتنا ہی مجمع اس مشاعرہ میں برپا ہوتا ہے۔ ہر ایک شاعر کا کلام نہایت ذوق کے ساتھ سُنا گیا۔ مگر ہمیں تو خوب لطف

پروفیسر اقبال صاحب کے غیر ملکی کلام میں علاوہ اوروں کے کلام میں قیمیں تھا۔ پروفیسر موصوف غالب مرحوم کے رنگ سخن طرازی پر پانی پھیرنے میں بہت مشاق ہیں حالانکہ یہ رنگ کچھ ایسا نازک ہے کہ ذراسی غفلت میں اڑ جاتا ہے خود غالب مرحوم اپنے ایجاد کردہ طرز کو جسے انھوں نے بیدل سے لیا تھا اردو دیوان میں بہت جگہ نباہ نہ سکے۔ کہیں کو تو بہت دور کی بات اور اونچی بات کہی مگر سمجھے بالاتر اور مطلب کے سلسلہ سے بعض کڑیاں نادرد ہونے کے باعث لطف خاک میں مل گیا پروفیسر صاحب فرماتے ہیں سے

نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینہ میں اسے اور ذرا تھام ابھی

نالہ کی خامی کا ثبوت ہمیں تو شعر میں ملتا نہیں یہ اور بات ہے کہ اس نالہ سے راوی شاعر نالی کا پیالہ اور ٹھری کا قبلہ گاہ ہو خامی کے لیے نضج تام کی ضرورت ہو اسکو سینہ کی دیگچی میں تھام کے پکانا۔ واللہ یہ لطف سے بالکل خالی اور معنویت سے کوسوں دور ہے سے

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

عقلمندی و جنون کا مقابلہ تو خوب ہے مگر آگے کا شعر اگر اس شعر سے مطابق کیا جائے تو معنے بہت برے پیدا ہوتے ہیں سے

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عشق تو نہ کودا نہ اسکی عادت کودنے کی ہے اگر وہ کودتا بھی ہے تو کانوں سینہ یا دماغ کی گہرائیں ابراہیم خلیل اللہ بھی خود کودے نہ تھے بلکہ زبردستی ڈھکیلے گئے تھے پس یہ نمرود کوئی اور نمرود ہوگا جس کی آتش میں عشق کودا اور چھپا کودوں کا تماشا دکھانے لگا۔ اچھا جناب عشق کودا بیچ کھیت کودا اور آتش نمرود میں کودا لیکن لب بام کیا تماشا ہو رہا تھا جسکے دیکھنے میں عقل محو تھی۔ اور یہ عقل آلو کی پٹھی چڑیل تھی کہاں عشق کے ساتھ جاتا کودنے کو آئی تھی ہمت نہ پڑی رہ گئی یا لب بام نٹ کا تماشا دیکھنے پر مصروف ہو گئی [illegible] بام کا تقابل وہ دنیا تماشا عجیب تھا تو [illegible] ذکر نے میں کیا گن دکی [illegible]

ہونا چاہیے سے

عشق فرمودۂ قاصد سے [illegible]
عقل [illegible]

سبک [illegible] مصروف [illegible]

اچھا صاحب عاشق نے حکم دیا عشق چلنا پھرتا نظر آیا۔ مگر عقل کو کس نے پیغام دیا تھا کیوں ایسا مغلق پیغام دیا تھا جسکے معنی کی گتھی نہ گتھیاں پڑیں اور پھر سلجھائے نہ سلجھیں یا یہ عقل ہی ایسی بیوقوف تھی جسکی سمجھ میں معمولی پیغام کے معنی نہ آسکے۔ دوسرے شبہ ادامی عشق کو عقل کے پیغام نہ سمجھنے سے کیا علاقہ ہی کیا ہے سے

شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی
تو ہے زناری بت خانۂ ایام ابھی

واہ سبحان اللہ تاروں گھنڈیاں پھوڑنے قطب مینار کیوں صاحب یہ دہر آشوبی کس جانور کا نام ہے یہ کوئی مرض ہے یا عرض [illegible] کیا ہیں آشوب کے معنی تو فتنہ فساد و شعلہ وغیرہ کے مشہور ہیں اور دہر بھی ایک عام لفظ ہے مگر اس ترکیب سے جو مطلب ذہن شاعر میں ہے وہ شاید کسی شخص کی سمجھ میں نہ آیا ہو اور یہ تو کھٹا رہ گئی گئی ہے اسکا منشا یہ کون سے ایام کا صنم خانہ یعنی جیہ او بیو کولی اس صنم خانہ کا ہندو ہے وہ آزادی و دہر آشوبی کا شیوہ رکھتا ہے یا نہیں رکھتا یہ تعریض ہے یا توصیف ہے۔ آخر کچھ حال تو کھلے فضول الفاظ کا جمع کر دینا شاعری نہیں ہے افسوس ہے کہ آپ کا بے معنی کلام ہمارے بچوں کی زبان خراب کرنے کے لیے داخل کتب درسیہ کر دیا گیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم تعرض کرتے ہیں ورنہ ہمیں کیا پڑی تھی۔ ابھی کوئی دوسرا تو ہا در کنار آپ خود مصنف ہو کے بھی ان بے ڈھنگے الفاظ سے کوئی مطلب نکال نہیں سکتے۔ اور نہ سمجھا سکتے ہیں۔

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات
تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

حق یہ ہے کہ جسوقت مشاعرہ میں یہ بلیغ العلائیت والے شعر آپ نے پڑھے ہونگے لوگ سمجھے ہونگے کہ کوئی قرآن میں شامل کر دینے کے لائق کلام تصنیف ہوا ہے۔ واہ! سعی پیہم ہے معلوم نہیں کس کی ترازو کم و کیف حیات کیوں جناب یہ ترازو سعی پیہم کے ایک ہی پلہ سے بنی ہے یا اسکا دوسرا پلہ ابھی ہے اور اس سعی پیہم کی ترازو میں کمیت و کیفیت حیات کن باٹوں سے تولی جاتی ہے تیری میزان یعنے آپ کے مخاطب مردود کی میزان کیا ہے شمار سحر و شام۔ زمان حیات یعنی کیفیت حیات تو اسی سحر و شام کی [illegible] معلوم ہوتی ہے [illegible] سعی پیہم کی ترازو اور [illegible] "تیری" کی میزان کا فعل ایک ہی ہوا فرق صرف اتنا ہوا کہ سعی پیہم زندگی ترازو و کم و کیف حیات کی ہے [illegible] ایکا دونا ہے [illegible] اور "تیری" صاحب انگلیوں پہ یا دل میں سحر و شام کا شمار کر رہی ہیں مگر میزان [illegible] شمار [illegible] نیا فسانہ

[illegible]

[illegible]
[illegible]

ہم [illegible] آپ کی [illegible] نظم کو قطعہ سمجھیں غزل [illegible] کیا چیز قرار دیں کوئی صنعت آپ ہی ایجاد کیجیے کہیں مقام پر تو ایک شعر دوسرے کا تتمہ معلوم ہوتا ہے اور کہیں بالکل علیحدہ۔ کاوش انجام کے التزام مالا یلزم سے آپ خاموش رہتے یہ آپ ہی کا دل گردہ تھا ہم تو بے سزا دیے نہ چھوڑتے مگر سا قی نا معقول سے تو ہم کو کبھی واسطہ ہی نہیں ہوتا۔ آگے چل کے "چیرہ دستی" کلام میں زیادہ ہو گئی ہے سے

ابر نیساں یہ تنک بخشی شبنم کب تک
میرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

کیوں جناب یہ تنک بخشی شبنم کیا چیز ہے تنک بخشی تو ایک لفظ ہم نے گھڑی ہے جسکے معنی ہیں باریک خالوں کی

ہنسی جو یاروں سے بنی جائے۔ پھر ابر نیساں سے شبنم کا طلب کرنا بھی کیا خوب ابھی جناب جب ابر ہوتا ہے تو شبنم کہاں ہوتی ہے ابر اور شبنم سے تو عداوت ہے۔ پھر ابر نیساں سے بجائے قطرہ ہائے آب نیساں اپنے کہسار کے لالوں کے خالی جام پُر کرنے کے لیے شبنم طلب کرنا بھی آپ ہی کا کام ہے۔ بات یہ ہے کہ تنک بخشی کے معنی بوجہ بے علمی ہماری سمجھ میں نہیں آتے ورنہ یہ معمے حل ہوجاتا۔ اب آپ ہی بتائیے تو کچھ پتہ چلے۔ کہسار کے لالہ صاحب کا خالی جام لیے ٹھکری جیو چھپی بیل پیاسا کاسے میکھا پانی دے "رائے تو بہ اوس دسے جس کے چاٹنے سے پیاس بجھتی ہے) کرنا تو کچھ اچھا منظر نہیں ہے ؎

جلوۂ گل کا ہے اک دام نمایاں بلبل

اس گلستاں میں ہیں پوشیدہ کئی دام ابھی

رگ گل کا دام تو تیتری کی چڑیا ہوسکتا ہے مگر جلوۂ گل کا دام ہمیں نہیں معلوم کس کارخانے میں تیار ہوتا ہے۔ اور بلبل کمبخت کے لیے تو گل ہی کا دام کافی ہے ایک مرتبہ گرفتار ہونا تحصیل حاصل ہے سو دام ہوں تو کیا پروا ؎

ہم نوا لذت آزادی پرواز کجا

بے پری سے ہے نشیمن بھی مجھے دام ابھی

نشیمن کی تشبیہ دام سے خوبصورت تشبیہ نہیں ہے نشیمن بمنزلۂ قفس کہنا چاہیے دُم یا پروں کے گرجانے سے نشیمن دام نہیں بن جاتا یہاں دام صرف قافیہ کی خاطر سے لایا گیا ہے۔ ایک ہی قافیہ کے تین چار شعر ایک ہی جگہ لکھ دینے سے لطف اور زیادہ ہوگیا ہے ؎

خبر اقبال کی لائی ہے گلستاں سے نسیم

نو گرفتار پھڑکتا ہے تہ دام ابھی

یعنے قفس یا چھلکی کا استعمال ابھی صیاد نے نہیں کیا ہے۔ نسیم بھولی ہے مردار سنہ کو نیا نو گرفتار ہے دیکھ بھڑک رہا ہے۔ نہ دام کا وجود ہے نہ صیاد کا اب تخمیس ملاحظہ ہو ؎

ہے ترِی نغمہ سرائی کا نہ ہے نام ابھی

بلغم فج کا نکلنا ہے بڑا کام ابھی

انجام نغمہ پا جائے جو کھا تھوڑے سے بادام ابھی

نالہ ہے بلبل شوریدہ ترا خام ابھی

اپنے سینہ میں اسے اور ذرا تھام ابھی

ہیں ردی لازم و واجب جو دریش ہو عقل

اور سبیت ستم ہے جو درویش ہو عقل

وہ بھی ہیں عنوانِ حسن کی جو کہیں ریش ہو عقل

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل

عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

کبھی تہ در تہ ہیں ہے اور کبھی بار رو دیں عشق

کبھی معدوم میں ہے اور کبھی موجود میں عشق

مبتلا روز ازل سے ہے اُدھل کود میں عشق

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق

عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

بہ سبدخ عقل تو ممکن ہی نہیں دین ہو نکام

کیا اٹھائے گا بھلا عشق کے میدان میں گام

گر چلا چند قدم بھی تو سحر سے تا شام

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گام عمل

عقل سمجھی ہی نہیں معنیٔ پیغام ابھی

عقل کی ہو جسے منظور نظر سر کوبی

خانۂ حسن کی لازم ہے اُسے جاروبی

ہمیں منصیار ہو حجام ہو یا ہو دھوبی

شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی

تو ہے ہندوئے صنم خانۂ ایام ابھی

کہ حاصل نہیں دنیا کو کبھی صبر و ثبات

صورت عمر رواں جاری ہے جیحون و فرات

شاخ آہو پہ نظر آتی ہے عاشق کی برات

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات

تیری میزاں ہے شمار سحر و شام ابھی

ہے کہکشاں اگر آگیا اقبال ممات

اور نہ موجود رہا وال میں ترے صبر و ثبات

دیکھ لینا وہیں فرمائے گا یوں یار کے لات

سعی پیہم ہے ترازوئے کم و کیف حیات

تیری میزاں ہے شمار سحر و شام ابھی

تنقیہ لینے سے طاقت نہ رہی کچھ باقی

ضعف جسمانی سے طاری ہوا حال استغراقی

یاں تو یہ حال تھا واں پڑھ گئی پودینا چاقی

عذر پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی

ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی

دے گا یوں تشنہ لبوں کو تو بھلا دم کب تک

چارۂ دفع عطش کھیرۂ بالم کب تک

چاٹ کر اوس بھروں پیٹ میں پُر غم کب تک

ابر نیساں یہ تنک بخشی شبنم کب تک

میرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

صورت گل ہے جو مخمل میں لگی ہے جھلجھل

ہے کسی جا پہ دھتورا تو کسی جا مہمل

نوجوانان چمن ہورت رہے ہیں پھلپھل

جلوۂ گل کا ہے اک دام نمایاں بلبل

اس گلستاں میں ہیں پوشیدہ کئی دام ابھی

ناچنا آتا ہے آنگن کہاں ٹیڑھا از کجا

نالہ حاضر ہے مگر نالہ میں آواز کجا

ہو سانیولی کی سواری کو ملے قاز کجا

ہم نوا لذت آزادی پرواز کجا

بے پری سے ہے نشیمن بھی مجھے دام ابھی

حسن ظن رکھنے کا ہے حکم خداوند کریم

پہلے جو کہتی تھی کرلیتے تھے اس کو تسلیم

پر نہ معلوم تھا بیتی ہے وہ جھٹکے پہ ابھی

خبر اقبال کی لائی ہے گلستاں سے نسیم

نو گرفتار پھڑکتا ہے تہ دام ابھی

تھا ———— ہم زبان فطرت اودھ

نیچرل شاعری

ہم سمجھتے تھے کہ پروفیسر اقبال صاحب اردو میں غزل نہیں کہتے مگر آج ایک غزل نظر آگئی اس غزل کو دیکھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پروفیسر صاحب ذہین اور طبیعت دار تو ہیں لیکن بے استادے اور بے گرے ہیں۔ اگر دہلی یا لکھنؤ کے کسی کہنہ مشق شاعر کو اپنا کلام دکھایا کرتے تو یہ خامیاں نہ رہتیں۔ فرماتے ہیں ؎

بلا کشانِ محبت کی یادگار ہوں میں
مٹا ہوا خط لوحِ سر مزار ہوں میں

لوحِ مزار کے مٹے ہوئے نقش ہونے سے بلاکشانِ محبت کی یادگار کیونکر ہوگئے۔ دوسرا مصرعہ اچھا ہے گو اضافتوں کی بھرمار ہے لیکن پہلے مصرعہ سے کوئی ربط نہیں رکھتا قیس وامق فرہاد یا اور کسی عاشق کے مزار کی لوح یا قبر کے گلے ہوئے تختے بنے سے بلاکشانِ محبت کی یادگار البتہ ہوسکتے تھے۔ تمام قبرستانوں اور تکیوں پر بلاکشانِ محبت کا قبضہ مسلم نہیں ہے ؎

فنا ہوئے پہ بھی گو یا وفا شعار ہوں میں
جو مٹ گیا تو حسینوں کا اعتبار ہوں میں

یہ تو کچھ بھی معنی نہیں رکھتا گویا کی لفظ حشو ہے وفا شعاری کا ثبوت مصرعۂ ثانی میں ہونا چاہیے تھا وہاں آپ حسینوں کی ساکھ یا بھرم بن گئے ہیں مٹ گیا کی لفظ نے اور بھی معنی سے عریان کر دیا۔ اور حسینوں کا اعتبار بھی ساتھ ہی ساتھ جاتا رہا ؎

نسیم صبح نہ چھیڑے مجھے کہ دامن سے
کسی کے ہاتھ کا جھاڑا ہوا غبار ہوں میں

مطلب صاف ہے مگر نسیم صبح سے منع ہونا مقصود ہے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ صرصر و سموم آندھی جھکڑ کو چھیڑنے کی اجازت ہے۔ لیکن ہوا یا نسیم صبح اگر چھیڑے بھی تو کسی کے ہاتھ سے جھاڑے ہوئے اثر کو مٹا کیونکر سکتی ہے کوچۂ یار یا در یار سے دور ہونے کے لیے شعرا اس مضمون کو اکثر باندھتے ہیں اُسنے اپنے ہاتھ سے آپ کو جھاڑا اب کیا باقی رہا ہاتھ کا اثر جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ؎

نشہ میں مست سمجھتا ہے مجھکو کیوں واعظ
وہ نہیں وعظ کے جانے ہوشیار ہوں میں

خلاصہ کلام ہے اور صاف صاف ہے ؎

تڑپ کے غالبِ کریمی نے لے لیا بوسہ
کہا جو سر کو جھکا کر گنہگار ہوں میں

غالبِ کریمی کی یہ حرکت کچھ نئی سی ہے اور اسکا وقوع آپ ہی کے ساتھ ہوا ہے جس کا تڑپ کے منہ چوما گیا ہو بمشکل سے کوئی دوسرا ہوگا ؎

رہی نہ دہر میں اقبال وہ پرانی بات
کسی کے ہجر میں جینے سے شرمسار نہیں

حضرت آپ کچھ ہی کہیے مگر پہلے مصرعہ کو دوسرے سے کوئی ربط نہیں ہے۔

پروفیسر اقبال اور ہم

حضرت شیخ دام اقبالکم۔ پروفیسر اقبال صاحب کے منظومات کو ہم نے بے معنی ثابت کیا اور خود انہیں جرأت نہیں ہوئی کہ میدان میں تشریف لاتے اسلیے کہ انکی اردو دانی یا فارسی دانی کی وسعت سے اہلِ فن خوب واقف ہیں مریدوں کی قوت پر کمالِ شاعری کا دار مدار ہے پہلے تین نمبر اودھ پنچ کے لاہور میں شائع ہوئے مگر کسی کو جواب دیتے نہ بن پڑی اب ایک بہاری نبی نامرسل کی رسالت یا فضولی وکالت مضمون مندرجہ اخبار ۲۴ مئی کے متعلق اشاعت کے ایک ماہ بعد شروع ہوئی ہے ہمیں بھی دیکھنا ہے کہ بنگال کی فارسی دانی غالب مرحوم کے زمانے سے آج تک جیوں کی تیوں باقی ہے یا کچھ زیادہ ترقی کر گئی۔ بہاری صاحب کے تو ہم پہلے ہی سے قائل ہیں اقبال صاحب کا شعر ہے ؎

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینہ میں اسے اور ذرا تھام ابھی

ہمارا اعتراض ہے کہ نالہ نام نہیں [illegible] نے نظم نہیں کیا اور تصرف شاعرانہ سے کو ثبوت [illegible] کے بغیر ناقص بہاری صاحب اپنی باد بہاری کا روپ یوں دکھلاتے ہیں کہ "شوریدگی تو نالہ کی خامی کے لیے کافی ثبوت ہے" سچ ہے شوریدگی اگر نالہ کی خامی کا ثبوت نہیں تو نزلہ کی خامی کا ضرور ثبوت ہے یہ شوریدگی غل و شور برہمی وغیرہ کے ہم معنی نہیں بلکہ بلغم شور کے مانند ہے۔ جیسے ہنڈیا کی دیگچی میں جوش دے کے نضج تام دینا مقصود ہے۔ ایسے اشعار پر جنکو محاورہ سے تعلق ہی نہ ہو کوئی محاورہ کا اعتراض کیوں وارد ہونے لگا پھر بہاری صاحب کے بقول "یہ لکھنؤی محل خانہ کی اردو نہیں بلکہ فارسی ہے فارسی اس پر کرم کی نظر رکھیے" اقبال بیچارے اردو جانتے ہی نہیں شعر مذکور فارسی خالص میں نظم فرمایا ہے۔ رہی کچے آموں کی خامی تو کھٹیک۔ یا کبڑیے میاں بہاری صاحب کو اسیں سبق دیں گے۔ خامی آم میں بھی ہوتی ہے علم میں بھی ہوتی ہے عقل میں بھی ہوتی ہے فن میں بھی ہوتی ہے شعر میں ویسا ثبوت نہیں خامی کا [illegible] جیسا بہاری صاحب کی اعتراض فہمی میں آپ [illegible] کہ سند لائیے [illegible] شعر ہے ؎

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لبِ بام ابھی

ہمارا اعتراض یہ ہے کہ عشق تو نہ کودا نہ کودنے کی عادت ہے اگر وہ کودتا بھی ہے تو کانوں سینہ یا جگر دماغ میں الخ بہاری صاحب فرماتے ہیں کہ [illegible] داغ پڑھ لینے سے رموز شاعری نہیں آتے [illegible]۔ ہم تو جانتے ہیں کہ داغ کے ادنیٰ سے ادنیٰ شاگرد آپ کو اور آپ کے قبلۃ الشعرا میاں اقبال کو برسوں رموزِ شاعری سکھانے کے لیے کافی ہیں فارسی شعرا کا نام لے لیکے آپ کیوں اس قدر پرائی دولت پر مغرور ہو رہے ہیں آپ کیا جانیے [illegible] کیسی ہوتی ہے فارسی بہت دور ہے [illegible] ان کی عمدہ زبان اردو کے محاورات پر آپ کو [illegible] جو کوئی آپ کی اس دلیل کو سنے گا ہنسے گا [illegible] ایک معنوی صفت ہے یہ مجاز مرسل کی ایک قسم ہے جسے کہتے ہیں تسمیۃ الشی باسم فاعلہ عشق سے

... عاشق ہے اور یہ صفت بہت عام ہے؟ یہ قید کس کتاب میں لکھی ہوئی ہے اور یہ تسمیۃ الفاعل باسم اسکے ہے یا تسمیۃ الشئ باسم الفاعل۔ دوسرے اصطلاحی معانی مراد لینے میں قرینہ کی ضرورت ہے اور آپ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا کہ قرینہ کا پتہ دیدیتے۔ قرآن کی آیت سمجھنے کا سلیقہ اور آپ؟ کیوں نہو ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ بر آسمان نیز پرداختی

یہاں بھی یہ محاورہ مستعمل ہے "گاؤں بھر سے پوچھ لو" کے معنی یہی ہوتے ہیں کہ گاؤں بھر کے لوگوں سے پوچھ لو۔ اسمیں بہت بڑا قرینہ خود محاورہ ہے ورنہ ہر جگہ قریہ سے مراد اہل قریہ لیے جا سکتے اگر کہا جائے کہ فلاں ضلع میں فلاں قریہ ہے تو اسکے معنی اہل قریہ کے نہونگے۔ عشق بمعنی عاشق لینے کے لیے بھی قرینہ صارفہ کی ضرورت ہے۔

ابراہیم علیہ السلام پر یہ طعن کس نے کی ہے کہ وہ ثابت قدم نہ رہے آپ نے قرآن تو پڑھا نہیں ہے ورنہ معلوم ہو جاتا کہ ارادہ آگ میں جھونکنے کا قوم نمرود نے کیا تھا حضرت خود آگ میں کودنے نہیں گئے تھے۔ نمرود اور اسکی قوم کے اس فعل سے نہ خدا راضی تھا نہ رسول۔ اگر آپ راضی ہوں یا اپنی طرف سے اس ابتلا میں رضامندی ظاہر کریں تو ہمارا کیا نقصان ہے ؎

شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی
تو ہے بندۂ صنم خانۂ ایام ابھی

ایک تھوڑی کسر آپ میں رہ گئی ورنہ آپ بھی پروفیسر اقبال ہوتے آزادی و دہر آشوبی کا بندۂ صنم خانۂ ایام سے تعلق تو سمجھا دیجیے مطلب سمجھانے کے بعد دہر آشوبی و شہر آشوبی پر کچھ کلام ہوگا۔ جہاں تک تو اس بے معنی کلام پر مباہات کرنے سے خود ہی ظاہر ہے پھر ہم کیوں اپنی زبان سے کچھ کہیں ؎

سعی پیہم ہے ترازوے کم و کیف حیات
تیری میزان ہے شمار سحر و شام ابھی

اخلاق کی شکایت تو آپ کیا آپ کے اقبال صاحب بھی اس شعر کی نسبت اخبار اودھ پنچ کے کالم ...

میں نہیں دکھا سکتے پیچھے پڑے تو ہر ایک شعر کے اوڑادیے گئے ہیں۔ البتہ بھونڈی ترکیب بندش اور معانی کی مہملیت ضرور قابل اعتراض ہے جسکا جواب آپ سے ممکن نہوا ؎

عذر پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی
ہے ترے دل میں وہی کاوش انجام ابھی

حقیقت یہی ہے کہ نہ یہ نظم قصیدہ ہے نہ غزل ہے نہ قطعہ ایک طرفہ معجون ہے جسے آپ ہی ایسے اچھے دماغ والے عالم پسند کرتے اور اپنے مقام پر کچھ سمجھ لیتے ہیں ؎

ابر نیساں یہ تنک بخشی شبنم کب تک
میرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

اسکا مطلب آپ یہ لیتے ہیں کہ "اے ابر نیسان شبنم پر کب تک قناعت کی جائے"۔ تو معنی تنک بخشی کے قناعت ہوے۔ اک ذرہ تکلیف ہوگی یہاں تو کوئی فارسی جانتا نہیں بہار ہی کے کسی پڑھے لکھے شخص سے یہ معنی لکھوا دیجیے۔ اور آپ کی دہان کی خوبی تو اس جملہ سے ظاہر ہی ہو گئی "اے ابر سے شبنم کس نے طلب کیا ہے"۔ ہم تنک بخشی کے لیے طالب سند ہوے تھے اور آپ نہ دے سکے پھر کس منہ سے جواب لکھنے بیٹھے۔ جہاں کہیں سند کا نام آیا ہے جناب کنائی کاٹ گئے ہیں اور کئی اعتراضوں کے جواب بھی عنایت نہیں ہوے مثلاً عشق فرمودۂ عاشق سے سبک گام خرام آگو پر جو اعتراض تھا اسکے متعلق کچھ ارشاد نہ ہوا ؎

جلوۂ گل کا ہے اک دام نمایاں بلبل
اس گلستاں میں ہیں پوشیدہ کئی دام ابھی

ہم سچ کہتے ہیں کہ جلوۂ گل کا دام ایک نو مشق شاعر بھی نہ باندھے گا رہا یہ کہ "آپ کی نگاہ میں جتنی خوبصورت چیزیں دکھائی دیں وہ سب دام ہیں"۔ ساس کے پوت سب ہی برابر لنکا میں جو ہے وہ باون گز کا۔ اس نرالی توجیہ کو خود ہی دنیا دیکھ لیگی اور ہٹ دھرمی کا تمغہ آپ کو مل رہے گا ؎

نغمۂ لذت آزادی پرواز کجا
بے پری سے ہے نشیمن بھی مجھے دام ابھی

جب کسی طائر کے پر نکلنے سے پیشتر ہی نشیمن میں پڑا رہا ہو اسے نشیمن کہاں نصیب ہو جاتا۔ آپ فرماتے ہیں اجتماع متضادین نے وہ کیفیت پیدا کر دی ہے جو مذاق سلیم پر روشن ہے۔ یہ تو ہی بہاری مذاق سلیم ہوگا۔ پہلے اعتراض کا مطلب تو ذہن نشین فرمائیے پھر ایراد یا جواب کی طرف قدم بڑھائیگا نگارش۔ ہزل گو شاگردان ابن جنی نحوی قائل ما انکر تکا سکاتم علی کما تکاکاتم علی ذی جنۃ افرنقعوا عنی۔ یاد رکھیں کہ ایسے ایسے ہزل ولچر مضامین کا یہاں کوئی قدر دان نہیں ہے جسکو خود مصنف بھی نہ سمجھ سکے نہ اسمیں کوئی لطف ہو۔ اور آئندہ ان کا جواب وہی ہے جو ابن جنی کو دیا گیا تھا۔

راقم

بہار لظلم و بان فطرۃ "ادبار"

پیام اقبال
و
تنقید اہمال

پھر حضرت اقبال کا بے نظیر کلام کہئیے پیام کہئیے سلام کہئیے غرض جو جی چاہے کہہ لیجیے روزانہ قومی رپورٹ مدراس میں پیش نظر ہوا اور پھر تنقید کے پاؤں میں پھانس چبھ گئی۔ اسکی مرتبہ اصول مقررہ اہل فن سے نا واقفیت کلیۃً ثابت ہو گئی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان حضرت پر شاعری کی تہمت کن بزرگ نے رکھی ہے جنکو نہ عروض سے مطلب ہے نہ قافیہ سے غرض۔ فرماتے ہیں ؎

اوروں کا ہے پیام اور میرا پیام اور ہے
غربت کے دردمند کا طرز کلام اور ہے

حضرت یہ غربت کی بات جو کہتے ہے ہالو ہوکے تال سے گرادی گئی ہے اسنے کیا قصور کیا تھا یہاں بھی بعض بزرگوں نے مطالبہ ایک ایک شعر کہہ رکھا ہے ؎

تقویم نوروز عالم افروز
بابت ۱۹۱۷ء

بفضل خداوند عالم وطفیل رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نوروز عالم افروز کی عجب برزخ ہے یہ سال دورۂ اثنا عشریہ سے ایک دوجن کا ادھوا (نصف) مدت حمل نسوانی کا اٹھ گنا اور جنگ یورپ کا دونا جھیلی کا نرلیعنے چھٹا سال ہے بتاریخ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۱ مارچ ۱۹۱۷ء روز چہارشنبہ بعد صبح کاذب وصبح صادق یا قبل نصف النہار ۹ بجے ۲ منٹ ۴۴ سکنڈ پر بساعت لا الکھنی جنید فلک (عطارد) تحویل آفتاب برج حمل میں اور ظہور نوروز عالم افروز ہے سواری میں نہ موٹرکار نہ ایروپلین نہ ریل گاڑی ہے نہ جہاز نہ اونٹ ہے نہ گدھا۔ نہ گھوڑا ہے نہ ہاتھی۔ نہ پالسی ہے نہ ڈولی نہ تہنیکی ہے نہ پالکی نہ رتھ ہے نہ اکا نہ تانگا نہ لینڈو نہ بایسکل نہ ٹھیلا ہے نہ چھکڑا ہے نہ ٹمٹم۔ اگر ہے تو ایک اژدہا آتش فشاں یعنی عصائے موسیٰ کی باقیات صالحات مع رخ جانب شمال ومغرب (دونوں طرف) وسعت سہت میں نقطہ کی طرح برج حمل کی اندھیری کوٹھری میں داخل ہونے کے لیے بخیال ع

چراغ لائیو واں سے یہاں اندھیرا ہے

مٹی کا تیل (روغن نفت) اور دست راست میں دیاسلائی اور وہ بھی ولایتی دیاسلائی جسکی آمد مدت سے بند ہوگئی۔ حونساک بموجب دعوت منشی رحمت اللہ رعد دل بنیر کے لباس سے کباب رنگ خربزہ کو دیکھ کے سروئی پکڑا ہے۔ نام سال بروزن پیلاں پیل ٹیلاں ٹیل اور مالک سال حسن کی دیوی بی زہرہ جیں ع

بڑی دھوم گھر سے آیا ری بنا

پس اس سال کے آثار خیالی درج ذیل کیے جاتے ہیں:-

ملکی حالیت

بہار میں سبزی خزاں میں زردی۔ گرمیوں میں گرمی جاڑوں میں سردی۔ تماش بینوں کو کوچہ گردی عاشقوں کو صحرانوردی۔ یہی تسلسل قائم رہے۔ برسات میں جھم جھم مینہ برسے خشکا کھائیں خشکی کو جی ترسے۔ بادل کے گھٹا ٹوپ سے روزہ داروں کی بن پڑے پھر دن رہے سے روزہ کھول ڈالیں عذر معقول ہاتھ لگے سڑکوں پر چھڑکاؤ موقوف ہو۔ پھسلن سے جو گرے وہ بیوقوف ہو۔ ہوا میں کبھی خنکی کبھی گرمی ہو۔ پتھر میں سختی روئی میں نرمی ہو مچھر کھٹمل تکلیف دیں۔ کاغذ کی گرانی نسخہ نویسی میں حیرانی۔ اخباروں کی قلت۔ اشتہاری دوا فروشوں کو وقت مفلسی کے نیلام میں مالک کو شفعت خریدار کو ذلت۔ سن، لشر، اون، سوت، ریشم ندارد۔ آگے ہاتھ پیچھے پتا وضع فطری کا بول بالا بنا ولی لفافہ الفت۔ چمڑے کا سودا زندہ ہو یا مردہ امریکا کا پورا ہاتھ۔ جاپان کی سلامتی میں شیشہ موتی کے ڈھیر ہوں۔ جنبتان کھا کے بھوکے سیر ہوں۔ حسن فروشی کی دوکانیں سدا آراستہ رہیں اندر ہی اندر آتشک کی آفت سہیں منہ سے کچھ نہ کہیں۔ تماشبین ذلیل وخوار ہوں جورو والے عزت دار ہوں مفلس شاہ پرستوں کا مسجد مقام ہو۔ دل میں اللہ اللہ زبان پر رام رام ہو۔ ریشم وپشمینہ کی قیمت میں نمو ہو۔ پرانے دوشالوں میں رفو ہو۔ مالدار جورو کی ہر طرف سے مانگ بڑھے مگر عام افلاس کی بدولت یہ بیل منڈھے نہ چڑھے۔

ڈور کنکوے۔ کھجور کے پنکھے۔ باندھ بیٹی کے ماٹو۔ روئی کے لنگر۔ ڈوبل میں آپ ہی آپ ڈل پاس جگادری۔ ڈبل میں دم کیڑے کی گڑیاں۔ پیسے والا چکارا۔ دھڑی کا چل چوں۔ اڈھی کا چلے باز۔ بن قوتش کے بدھنے بے پیندے کے جھجر کے علاوہ مفید وقیمتی صنعتوں سے دل لفورہ اعلے کاریگری اور محنت سے طبیعت کوسوں دور ہو۔ تمام پیشہ ور میں ٹھیک ٹھیک ڈالنے والے ڈرتے رہیں منہ بند عائیں شیشہ بھیجے گالیاں دیں عادت ڈالیں اخبار نویسوں کی بدولت ہندو مسلمانوں میں جوتی پیزار شیخ شتی میں جھوڑ ہوتی رہے۔ دوسرے میں قیام امن کا کافی بندوبست ہو یورپ میں تلافی مافات کے لیے لال دوتیا الدل کی مشین تصنیف ہو۔ بچوں میں رونے کا عادت عورتوں کو نخرے کا آزار پیدا ہو آزادی کا شوق بڑھے۔ کانفرنسوں کی وبا عالمگیر ہو مردوں میں کالر نکٹائی کا کنٹھا لانا قابل اندمال ہے فیشن کی بیماری شان نہ ملے۔ جورد کا ہاتھ بغل میں اور ٹھنڈی سڑک کی سیر ہو۔ پتلون کی جیبوں میں مُٹھ رہے اور بیٹے ہوں مگر صاحب بہادر بنے ہوں۔ عبادت وریاضت میں ریاکاری کا جزو شامل کیا جائے زاہد گوشہ نشین کو سرکار سے ”فخر الزاہدین“ خطاب ملنے کی ہوس پیدا ہو خاموشی کی زندگی خواب خیال اور جیل یوں سے زندگی وبال ہو۔ جارج پنجم کو دشمنوں پر فتح ہو۔

اودھ پنچ کا بول بالا اور حاسدوں کا منھ کالا
الغیب عنداللہ

راقم

زبردستی کا رمّال۔ بعلم واقف کار رمّال

عراضداشت ابلیس

عرب میں ایک مثل ہے ”کل شاعر شیطان“ بعض لوگ کہتے ہیں کہ شیطان صاحب اتنے کثیر الاولاد ہیں کہ ہر انسان کے یہاں جب نیا مولود ہوتا ہے تو ان کی مادہ کے یہاں بھی فوراً ولادت عارض ہوکے صاحبزادہ تولد ہوجاتا ہے دیر نہیں لگتی۔ اس مقولہ کو باعتبار مکرر ہی تو شاعر کی قید فضول ہے۔ لیکن اس میں شبہہ نہیں کہ یہ راندۂ درگاہ الٰہی مخلوق موجود ہے اور اغوا کا

کام خوب چل رہا ہے گو بوجہ پیرانہ سری اب طاقت
جواب دے چکی اور بچہ بازوں لونڈے لاڑیوں سے
کام لیتا ہے مگر وہ جانتا ہے کہ جو کمالات خود اسکی
ذات میں ہیں وہ نسل بھر کو نہیں مل سکتے بہ نسبت
جبکہ خدا کا محبوب ترین مخلوق ہے ان کمالات میں
بھی کچھ اس سے بڑھ گیا ہے جو خود اسکے ایہ ناز تھے
چنانچہ اس نے ایک عرضی لکھی ہے انسان کی چالاکی
و رسائی دیکھیے کہ عرضی بیچ ہی سے غائب کر دی۔
یہ کوئی عجیب بات نہیں مقدمات میں سرکاری
عدالت کی مسلوں سے کاغذ غائب کر دیے جاتے
ہیں اور سزا یا عقوبت و تعزیر کا خوف نہیں کیا
جاتا یہاں کوئی سزا مقرر نہ تھی اس عرضی کا غائب
ہونا کتنی بڑی بات تھی۔ تاکہ انھیں لوگوں کو تھی
جنکے متعلق یہ عرضی تھی لہذا ہمیں جسوقت معلوم ہوا
اسکی نقل حاصل کرنے میں جانکاہی کے ساتھ
کوشش کی اور اب آپ کی خدمت میں بھیجتے
ہیں۔ عجب نہیں ایسا حیان تدبر کو نفع پہنچائے
اور متنبہ کر دے۔ لعنت بکار شیطان۔

وھو ھذا

بعز عرض اقدس اعلیٰ — میسہا ملہ

پروردگارا۔ اس دنیا نے کرو روں
دور سے ختم کر دیے۔ احقر نے بھی ہر حالت وزہ نہ
کے موافق اپنے فرائض کی انجام دہی میں کوئی
دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اکثر بلند پروازی
بھی کی اور اس میں زک اٹھائی اب پیرانہ
سری و کہولت کے باعث طاقت پرواز
باقی نہیں رہی۔ صرف اسی دنیا میں جو کچھ
کام ممکن ہے انجام دے رہا ہوں۔ کمترین
کثیر الاولاد ہے مگر اتنی اولاد میں کوئی فرد
قائم مقامی اور نیابت کے قابل نہیں ہے
گویا نطفہ میں وہ خباثت خیز تاثیر ہی نہیں
رہی جس سے عالم زیر و زبر ہو جائے صالح
اولاد کا پیدا ہونا اس حقیر سراپا تقصیر کے
لیے بہت کچھ مایوسی کے اسباب پیدا
کر رہا ہے انسانوں میں ایک مقولہ مشہور
ہے الولد سر لابیہ "عورتیں کہتی ہیں۔
باپ پر پوت پتا پر گھوڑا بہت نہیں تو
تھوڑا ہی تھوڑا" مگر یہاں معلوم نہیں کیا
باعث ہے کہ صلاحیت و راست کرداری
اولاد نا ہنجار میں پیدا ہوتی جاتی ہے اپنی
تمام عمر میں تو خوب واقف ہے کہ اس بندہ
گندہ نے بہت تھوڑی مدت تک عبادت
و ریاضت سے سروکار رکھا تھا شاید یہ
اسی نامرغوب فعل کا اثر ہو البتہ جس مخلوق
سے اس حقیر کو بغض و عداوت ہے یعنے اس
مٹی کے پتلے کی اولاد جس کی وجہ سے یہ حقیر
راندۂ درگاہ خداوندی ہوا البتہ کسی قدر
کوشش کرتی ہے کہ میرا ہاتھ بٹائے۔ مگر یہ شرط
کہ ان بچوں کو [illegible]
بھی شریک و شامل ہو۔ اس مختصر تمہید کے بعد
اب یہ مردود ازلی معانگار ہے کہ ان ابالسۂ
آدم روئے زمین سے اپنی قائم مقامی و
بازوگیری کے لیے ہر زمانہ میں ایک شخص کے
انتخاب کر لینے کا حق اس حقیر کو عنایت ہو گو
تیری شریعت نے تبنیت کو موجبات ارث
میں سے نہیں قرار دیا ہے مگر قانون وقت نے
اسکو جائز کر دیا ہے اس حقیر کو تیری شریعت سے
کوئی واسطہ نہیں چنانچہ جس شخص کو بذریعہ تبنیت
ورثہ دار بنانا مقصود ہے اس نے بھی شریعت
کے اس قانون کی کوئی وقعت نہیں کی اور نہ
شریعت کے دیگر قوانین کی اسے کچھ پروا ہے
وہ صرف وضع قطع سے مولوی مقدس معتمم
معتاد اس لیئے ڈاسن کے کارخانہ کا لوٹ
بنے ہوئے معلوم ہوتا ہے مگر اسکے حرکات ٹھیک
ویسے ہی ہیں جیسے اس حقیر سراپا تقصیر کے۔
اس نے سیکڑوں مقدمہ لڑا لڑا کے ہزاروں روپیہ
لوگوں کے اڑا لئے ایک بیوہ کو گانٹھ گونٹھ کے
اسکی جائداد امور خیر میں صرف کرنے کے لیے
وقف کرائی اپنا نام تولیت میں لکھوایا۔ وقف کا
منشا تھا کہ ہر ایک پیسہ بجائے امور خیر کے اس
حقیر کی راہ میں صرف کیا گیا یعنے مقدمہ بازی
و ایذا رسائی وغیرہ میں۔
اس حقیر کو مولویوں سے ڈر معلوم ہوتا ہے اسلیے
کہ وہ ہر وقت تسبیح ہاتھوں میں لیے ایک جملہ پڑھا
کرتے ہیں جس سے اس حقیر کی جان پر بن جاتی ہے
مگر یہ نائب رشید و خلف ارجمند اس کلام سے بھی
نہیں ڈرتا اور اس مقدس مجمع میں ایسا درخور
رکھتا ہے کہ بہت کچھ کام نبٹنے کی امید اس حقیر کو
ہوتی جاتی ہے۔ ہم جنس ہونے کے اعتبار سے
مولوی صاحبان بھی اسکے بہکانے میں بہت جلد
آجاتے ہیں خصوصاً بعض پر تو یہ ایسا مسلط ہے
کہ اسکی اصل حقیقت میں یہ بندہ گندہ بھی شرمایا
جاتا ہے۔ نائب مناب احقر ہر طبقۂ اعلیٰ و ادنیٰ
حکام و امرا و علما و اتقیا میں درخور نام رکھتا ہے اور
سبا او نیات غیبت و بدگوئی و اغوا و غمازی و نمامی
سے اکثر نکوکاروں بے گناہوں کو پھنسا لیتا ہے
پولیس میں بھی اسکا بہت کچھ اثر ہے اور گو اس طبقہ میں
سے اکثر افراد اس حقیر کے شاگردان خاص میں سے ہیں
مگر اسکو اپنا واجب التعظیم گرو سمجھتے اور اسکی دوستی کا
دم بھرتے ہیں اس نے شکل بھی عجیب پائی ہے
چہرہ گھونگھے کے نقش و نگار سے ملتا جلتا دمڑی گوش خر
سے مشابہ گردن و قامت اونٹ سے مستعار لیا گیا ہے۔
اس حلیۂ فعال کا انسان ضرور اس قابل ہے کہ
اپنے مادام الحیوۃ حقیر کا یہ وخاص رحمی الیسر خوانده
با اختصاص رہے اور تجھ سے تعلق نہ رکھے۔ تیرے لاکھوں
بندوں میں سے ایک پر نظر انتخاب نے صاد کیا ہے۔
وہ از خود حقیر کا تابع و مطیع ہوا ہے لہذا عرضی ہذا گزران کر
امیدوار ہوں کہ اسکا نام دفتر عباد اللہ سے جو کہ بہ زبردستی
کار پردازان سرکاری درج ہو گیا ہے ستر دکر کے دفتر جنود شیطان
میں درج کیا جائے۔ اگر زیادہ تفصیلی حالات و دلائل کی
ضرورت ہو گی تو یہ حقیر آئندہ ثابت کر دے گا کہ یہ شخص
ہرگز تیرے عباد میں داخل ہونے کے قابل نہیں ہے۔ واجب العرض

فدوی مردود بارگاہ تعالیٰ ابلیس علیہ ما علیہ

مدرسۃ الازواج والزوجات

یعنی

جدید تعلیم گاہ زوجہ و شوہر کی اسکیم

تعلیم یافتہ شوہروں اور ان پڑھ بی بی میں الجھن ہونا نئی بنائی بات ہے پڑھی لکھی ویڈ پلیر بی بی اور جاہل کودن میاں میں وہ تنازع کھل ہونا آن کان سیدا بیل (غیر معقول و متقبل) ہے ہندوستان میں جہاں بہت سی بے جوڑ باتیں ہوا کرتی ہیں وہاں ایک وبا یہ بھی ہے اکثر گنگا ڈیڈی اور خشکا - ہاتھی دانت اور امرود کا ساتھ ہو جاتا ہے بی بی انٹرنس پاس اور میاں دستخط کرنا بھی نہیں جانتے - میاں بی - اے اور بی بی نری جاہل نخالص (خالص) گاودی - از سرتا پا پھوہڑ اگر میاں جاہل اور بی بی خواندہ ہے تو استانی اور بی بی اماں کہے جانے کی مستحق ہے ہر وقت تعلیم دیتی رہتی ہے - وکیا تمہاری عادت ہے تڑکے اٹھا کرو آدھی رات تک جاگتے ہو دوپہر دن چڑھے تک سوتے ہو - روز نہایا کرو - توبہ وہ آدمی کیا جو وقت کا پابند نہو - اگر چار لفظ روز یاد کرتے تو سال بھر میں چودہ سو چالیس لفظ یاد ہو جاتے مگر تم کو تو خدا نے فضول اوقات ضائع کرنے کے لیے بنایا ہے - کہتے کہتے میرا منہ تھک گیا کتاب اٹھاؤ میں دولبل پڑھا دوں پھر وہی تباہی دوست آجائینگے تم باہر چلے جاؤ گے خدا معلوم کہاں کے دوست پیدا ہو گئے ہیں - موے خانہ بدوش صبح ہوئی اور چلے - رات کو جو سبق دیا تھا آخر تم نے بھلا دیا - غرض شوہر کی ہر بات قابل اصلاح نظر آتی ہے - اسیطرح اگر جناب شوہر صاحب مد ظلہ العالی پڑھے لکھے جدید تعلیم یافتہ ہیں تو جاہل جورو کے اتالیق یا معلم ہوتے ہیں - اسطرح بھی نبھ جاتی ہے بشرطیکہ طرفین میں سلیم الطبعی ہو ورنہ میاں کنکوے اڑاتے ہیں بی بی کا مزاج ہوائی اور چلا یہ کا لنگور ہوا ہے آسمان ہو جاتا ہے میاں مرغ لڑاتے ہیں بی بی کڑکڑاتی ہیں میاں بلیرڈ کھیلتے ہیں بی بی انٹے لڑاتی ہیں میاں گھوڑ دوڑ میں بازی لگاتے ہیں بی بی چلاغ یا نقل وہ آتش مُنہ زوری دکھانے پر آمادہ ہو جاتی ہیں - میاں ٹنکار کھیلتے ہیں بی بی پیٹ پیٹراتی ہیں - اگرچہ علاوہ دو ایک کھیلوں کے باقی کھیل مہذب سنجیدہ ممالک کے کھیل ہیں لیکن جاہل بی بی انکی قدر و قیمت سے ناواقف ہوتی ہے اگر وہ اخبار دیکھ سکتی اگر وہ ناول پڑھ سکتی تو اسے معلوم ہوتا کہ جس طرح مصدر کی علامت فارسی میں دن و تن ہے اسیطرح ایک جنٹلمین کی علامت یہ افعال ہیں - اسی قسم کی سوختیاں جاہل میاں کو ڈیڈیا یافتہ بی بی سے ہوتی ہیں وہ نیکلے جاتی ہیں میاں رہ کتے ہیں وہ حقوق کی بحث پیش کرتی ہیں - میاں ایک نہیں سُنتے وہ میز کرسی لگا کے ناول دیکھتی ہیں یہ کہتے ہیں اجی ہٹاؤ یہ کہاں کا جھول جھال - ہے وہ وہ شوہر صاحب سے ملنے کے لیے اوقات مقرر کرتی ہیں یہ پابندی نہیں کر سکتے - وہ تہذیب کے اس حق کو کہ مرد ایک ہی دن میں چار بچوں کا باپ ہو سکتا ہے اور اس طرح مردم شماری کے خانہ اور بندگان خدا کی تعداد بڑھا سکتا ہے تسلیم نہیں کرتیں شوہر صاحب کو بے چند عورتوں کے زندگی دو بھر معلوم ہوتی ہے - وہ پردہ عصمت کو حقیقی پردہ سمجھ کے چہرہ بے نقاب رکھنا چاہتی ہیں یہ تشدد کرنا چاہتے ہیں وہ داڑھی مونچھ کو بیماری کے اجرام کا مسکن بھڑ کا گھر سمجھ کے جھاڑو ہاتھ میں رکھتی ہیں اور بے داڑھی جھاڑے پلنگ پر قدم نہیں رکھنے دیتیں یہ پابند سنت بغیر التقائے سنتیں کرنے والی داڑھی کے زندگی بیکار سمجھتے ہیں یہ خاوند پر بعد شادی کے حقوق والدین کو ساقط سمجھتی ہیں وہ سو کام چھوڑ کے ماں باپ کو سلام کرنے ضرور جاتے ہیں - وہ سوائے اپنی مرضی کے قدم بڑھانا نہیں چاہتیں یہ ساس نند کے احکام کی تعمیل بجبر کراتے ہیں - وہ بے تمیز ناول نویسوں کے تعلیم کردہ طرز نا شوئی کو پسند فرماتی ہیں یہ بیچارے ان چھنالے ناٹک کمپنی سے کورے نظر آتے ہیں سنگھار میز کی نوکری بجاتی ہیں انھیں اس سنگار کی قدر نہیں - اختلافات خیالات سے آخر نوبت جھگڑوں کی و منع رو نگاری و ترش کلامی و سرکشی پر پہنچتی ہے اے حضرات نظر بر اشارات مذکورہ بالا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایسے مدرسہ کی بنیاد ڈالی جائے جسمیں غیر تعلیم یافتہ خواتین اور نا تعلیم یافتہ مرد شادی ہونے کے بعد بعلاقت شوہر مکرم و معظم و زوجہ مکرمہ و معظمہ داخل کیے جائیں - اب وہ زمانہ نہیں ہے کہ نوجوان لڑکیاں اپنے اپنے گھروں میں بیٹھی کے شوہر اور اسکے اعزا کی خوابی تباہ کریں اور اسطرح تباہ ہو جائے اب لڑکی وہی ہے سہ

لڑکی وہ جو مدرسوں میں کھیلے
اور لڑکوں میں جا کے ڈنڈ پیلے

اتو میاں بھی پڑھتے پڑھاتے ہوتے ہیں اور بی بی بھی گھر سے سیکھی سکھائی کھیلی کھائی آتی ہیں - ان کو ساس کی اس تعلیم سے استغنا ہے کہ میاں تکلف نہ کرو پائوں اٹھا کے بیٹھو یہ تو انکو انداز دلبری میں آئینہ کی استادی درکار نہیں - خدا سلامت رکھے حال کے ناول نویسوں کو جنھوں نے ہر قسم کا چھنالا سکھا دیا ہے طالبعلمی میں مشق عشق میں میاں کی کٹنا پے کے طریقے نکل بھاگنے کے وسائل یعنے سلف ہلب کی عدیم النظیر ترکیبیں تعلیم فرمائی ہیں ہائے ولے آہ اوہی - مرتے ہیں دم نکلتا ہے - اسنے اسٹرکنینا کھایا اس نے جان دیدی وہ گھر سے بھاگ نکلی اسنے چھپا چھپا کے نکاح کر لیا - ناز انداز نخرے تلے کی انسائیکلو پیڈیا بد اخلاقی اور بیہودگی کی لغت تیار موجود ہے اور اس سے فائدہ وہی اُٹھا سکتے ہیں جو اُٹھا سکتے ہیں پس لازم و لائق ہے کہ جن بد نصیبوں نے خواہ وہ عورت ذات ہو یا مرد ذات ان امور میں کوئی مہارت حاصل نہیں کی تقدیر نے سنجوگ ملا دیا اور اس وجہ سے انکے آپس میں شکر رنجی ہو گیا اندیشہ ہو انھیں یہ سب امور تعلیم دیے جائیں -

ا ب ... ا ن ی

خیر خواہ ازدواج

حکایت

باپ: بیٹا۔ کوشش کرو کہ پاک و پاکیزہ غذا تمہارے پیٹ میں جائے۔ تمام دُنیا کی بدکاریاں ایک طرف اور لقمۂ حرام سے پیٹ بھرنا ایک طرف جو شخص ناپاک خوراک سے بچا وہ ضرور جنتی ہے۔"

بیٹا: قبلہ و کعبہ! ہمارے مولوی صاحب تو خدا بخشے نہایت پاک و طاہر آدمی تھے نہ؟ جنھیں افریقہ کے مردم خواروں نے کھا لیا۔"

باپ: اسمیں کیا شبہ ہے۔ کیسے طیب و طاہر۔ سبحان اللہ۔"

بیٹا: تو پھر یہ مردم خوار بھی بہشت میں جائینگے۔"

باپ: کیوں؟"

بیٹا: اسلیے کہ اُنھوں نے نہایت طاہر لقمہ کھایا ہے۔"

باپ: کیا کفر بکتا ہے۔"

پنچ: سچ کہتا ہے آجکل کی منطق یہی سکھاتی ہے۔ اکثر متولیان اوقاف اسی منطق کی رو سے جنت میں جانے کے آرزومند ہیں۔ وقف کی آمدنی نہایت پاک و پاکیزہ ہے۔ خصوصاً وقف عام۔ عوام میں متولی بھی داخل ہے بس تین بیسی ساٹھ والی ترکیب سے اوقاف کی آمدنی ایک لقمۂ طاہر ہے جسمیں گمان نجاست نہیں۔

جب معدۂ شریف کے مدابرت (خیرات) سے اس خون صالح کی تولید ہوئی خون روح ہے اور روح پاکیزہ ہے تو نجات میں شبہ کرنا کفر ہے۔ بعض بیوقوف بادشاہ اکل حلال کی فکر میں ٹوپیاں بناتے کلاہ دوزی کرتے قرآن لکھتے رہے آج ہوتے تو ہم اُنھیں یہی مشورہ دیتے کہ اگر کوئی وقف مل سکے تو اُسکے متولی ہو جاؤ بات یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی کمائی میں جائز و ناجائز ہونے کا ہر وقت شک ہو جاتا ہے شک آیا اور یقین رخصت ہوا یقین چلا اور اطمینان نے استعفا دیا۔ گداگری کی بنیاد بھی اسی منطق پر قائم ہے فرق صرف یہ ہے کہ گداگر لوگوں کی سخاوت پر گزر اوقات کرتا ہے اور متولی ذوالوقف لاینفک سے فائدہ اُٹھاتا ہے گداگر دست نگر ہے اور متولی خود تونگر غضب یہ ہے کہ اکثر اوقاف جمہور کے فائدہ کیلیے قائم کیے گئے ہیں مگر اُن کا انتظام شخص خاص کے زیر قبضہ ہے۔ اگر وقف میں صاحب اعتیان مومن و متقی کی قید لگی ہوئی ہو تب بھی متولی صاحب کو اختیار حاصل ہے کہ اپنی ذات میں یہی اوصاف جب چاہیں پیدا کرلیں اور اسطرح شرائط وقف اُن کی ذات پر منطبق ہو جاتے ہیں۔

کسی پبلک وقف کے متولی سے قانونی باز پرس بغیر لیگل ریممبرنسر کی اجازت کے نہیں ہو سکتی۔ نہ کسی کو کتے نے کاٹا ہے کہ خدا واسطے کی کشمکش میں پھنسے ناراضی مول لے دوڑے دھوپے اور شہر کے اندیشے سے دُبلا ہو۔ لہذا متولی صاحب بے اندیشۂ انجام مزے کرتے ہیں۔ اور ان شاء اللہ جنت یعنی خدائی وقف براے نکوکاران کی تولیت پر بھی دانت لگائے ہیں۔ کیا معنی کہ جنت میں وہی گوشت جائے گا جو پاک طاہر حلال ہو گوشت ہے معدہ کے اندر معدہ ہے سر بند مقفل اور دوسرے اعضا سے متصل لہذا تن تن کے وقف کا مال کھائیے اور کھڑے بہشت میں جائیے۔

حضرت انسان کی خدمت میں بیل کی عرضداشت

حضرت! اخوان الصفا والی کانفرنس کے بعد یہ پہلا موقعہ ہے جبکہ یہ بے زبان عاجز ترین مخلوقات عالم آپ کی خدمت میں کچھ گزارش کرنے کی جرأت کرتا ہے۔ گو آپ کی طبیعت کا مدتوں سے تجربہ ہے کہ سوا اپنی بات کے دوسرے کی بات آپ کی نظر میں قابل توجہ و سماعت نہیں ہوتی مگر دُنیا میں مساوات و عدالت کا جو غوغا اسوقت بلند ہے اسکی بانی مبانی آپ کی ذات والا صفات ہے یہ الفاظ برابر سُنے جاتے ہیں اور گوش زدہ اثر ے دارو کی بنا پر ہم وحشیوں کو بھی طمع پیدا ہوئی کہ اپنی التماس آپ کے گوش ناشنوا تک پہنچادیں۔ آگے سے یا قسمت یا نصیب یا محنت۔ کیا معنی کہ کمیٹی انسدادِ مظالم نا ... آپ ...

بعض افراد نے بنائی ہے ظلم عدالت کی ضد ہے اور ظلم کا انسداد کیا جائے گا تو عدالت رونما ہو جائیگی ہم اس لفظ سے یہی مطلب نکال سکے حالانکہ مطلب سعدی دیگر است۔ آپ کی مراد یہاں ظلم سے بیکار کی ایذا رسانی ہے۔ انصاف و عدل نہیں ہے۔ اگر انصاف و عدل مقصود ہوتا تو جوے کے کھٹے ہمارے کندھوں پر چابک کے نشان ہماری جلد پر اور ایک نیا سوراخ ہمارے نتھنے کی کُرّی میں نہ دکھائی دیتا۔ ہماری ذات نے جتنا نفع آپ کو پہونچایا ہے اُتنا کسی اور جانور نے نہیں پہونچایا نہ میاں گھوڑے باپس تیز روی و سبک خرامی ہمارا مقابلہ کر سکتے ہیں نہ میاں ہاتھی صاحب باین تن و توش لایعنی گوشت پوست سینگ آنتیں ہڈیاں یہاں تک کہ گوبر سے بھی آپ نفع اُٹھاتے ہیں۔ مگر خدا لگتی کہیے کہ اسکا معاوضہ ہمیں کیا ملتا ہے۔ آپ اپنے دل میں سمجھتے ہونگے کہ کھانا پلانا کافی معاوضہ ہے حالانکہ ایسا نہیں آپ کی خوراک تو ہماری گاڑھی محنت کا نتیجہ ہے کوسوں زمین ہم نے اپنے کھروں سے روندی۔ کروروں گیلن پانی چرسے کھینچ کے زمین سینچی۔ دانہ اُگا اُسکو روندا پھر ہم چکی پر جوتے گئے اسے پیسا یہ سب کس کے ... میں گیا۔ ہمیں سوائے اُس بیکار چیز کے جو ہم نہ کھاتے تو آپ کے کسی کام میں نہیں آسکتا تھا کیا ملا۔ اچھا ... جو کچھ بھوسا کھوسی کھلی ہمیں ملی اُسکا گوبر بنا کے پھر ہم نے آپ کو واپس ... پاپلیے عوض معاوضہ گلہ ندارد ہمارے گوشت سے جو منفعت آپکو پہونچتی ہے اُسکا بھی کال عوض آپ سے ہم تو نہیں ملتا جس محنت کی اجرت نہ دی جاسکے اُس سے فائدہ حاصل کرنا ہرگز جائز نہیں ہے اب فرمایئے کہ وہ آپ کا انسداد ظلم کدھر تشریف لے گیا جس وقت ہماری دُم میں نہرا باندھا جاتا ہے یعنی ہماری پیٹھ پر منوں کا بوجھ لاد کے دُم کسی غصہ ور بہادر کی مونچھ کی طرح مروڑی جاتی ہے

اُسوقت ہم آپ کی اس کمیٹی کو کوّے کی قائیں قائیں یا نسے کے گوز سے زیادہ نہیں خیال کرتے۔ ہندُستان کے رہنے والے بھی آپ ہی میں سے ہیں اور عقل عمل و نعمت کی طلب میں جسقدر اُن کو ستاک ہے اور کسی ولایت کے انسانوں کو شاید ہو گا علاوہ اسکے ہمارے احسانات انکی ذات پر جسقدر ہیں اور کسی مُلک کے انسانوں پر اتنے نہیں ہیں۔ مگر تمام کرۂ ارض سے زیادہ ہم پر ہمیں ظلم ہوتا ہے یعنی ان تمام مصائب کے اسباب نہ عقدہ یعنی البتہ مکرمہ تواتیں ... کی بدولت انحضرات کے مقدسات میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اب رہ گئے انجانب تو اُن کی کچھ نہ پوچھیے کس کی جورو کو اماں اور کس کی اماں کو جورو کہیں۔ اسلیے کہ جو چیز جورو کو ماں بنانے کا ذریعہ ہوتی ہے یعنی جس چیز سے نہ ایک مادہ صاحب اولاد ہو سکتی ہے یہاں سرے سے لوگ اُسی پر چوٹ کر بیٹھتے ہیں اور انجانب نے البدیہ بدھیا ہو جاتے ہیں۔ انجانب کی ملیہ کچھ ایسی بیوقوف سچ مچ اللہ میاں کی گائے واقع ہوئی ہیں کہ ذرا بھی دُم نہیں ہلاتیں ورنہ اگر آج وہی عقلمند ہوتیں تو اپنے مُنھ بولے بیٹوں کو اس فعل سے ضرور روکتیں جسکا نقصان رساں اثر خود اُن ہی کی ذات پر ہونے والا ہے۔
یا ایہاالانسان یہ ایک عضو ہمارے کام کا ہے اور آپ کے کچھ نہیں بگاڑتا لیس براہ عنایت دور کے رشتہ کا کچھ تو لحاظ کیجیے اور یہ ہوم رول ہمیں عطا فرما دیجیے۔ ورنہ یاد رہے کہ اہلیہ انجانب کبھی دودھ نہ بخشینگی۔ واجب بود عرض نمود

عرض ــــــــــــــــــ
فدوی بیل عفی عنہ

مناظرہ

نمکین علیخاں:- بندہ کو تو نمکین غذا زیادہ پسند ہے۔ اور جبسے سُنا ہے التشبیہ فی الکلام کالملح فی الطعام۔ اسوقت سے بے چٹپٹی بات نہیں کہتا۔"

شکر محمد:- برخلاف اسکے انجانب کو مٹھاس بہت مرغوب ہے۔ المومن حلو و یحب الحلویٰ۔"

نمکین علیخاں:- ہاں زیادہ مٹھاس میں کیڑے پڑتے ہیں۔"

شکر محمد:- اور زیادہ نمک میں تلخی پیدا ہو جاتی ہے۔"

نمکین علیخاں:- وجی ہاں ذیابطیس کو شکر مضر ہے۔"

شکر محمد:- بال خورا اور گنج نمک سے پیدا ہوتا ہے۔"

نمکین علیخاں:- حق نمک کا نباہ مشکل ہے۔"

شکر محمد:- یہی سے تو نمک حراموں کی تعداد زیادہ ہے۔"

نمکین علیخاں:- جس چہرہ پر نمک نہ ہو وہ کالا توا ہے۔"

شکر محمد:- جس کلام میں شیرینی نہ ہو وہ گالی ہے۔"

نمکین:- نمک خوان تکلم ہے فصاحت میری۔

شکر محمد:- قند و شکر کی بھی نانی ہے حلاوت میری۔"

نمکین علیخاں:- کھانا ہمیشہ نمکین کھایا جاتا ہے۔"

شکر محمد:- مگر دُنیا میں کوئی نمکین پھل مشکل سے ملیگا۔"

نمکین علیخاں:- حسن ملیح کی کیا بات ہے۔"

شکر محمد:- لب شکرین کا کیا کہنا۔"

نمکین علیخاں:- شراب کی گزک نمک ہے۔"

شکر محمد:- افیون کی جان شکر ہے۔"

نمکین علیخاں:- شکر پر مکھیاں بھنکتی ہیں۔"

شکر محمد:- نمک کو کوئی بھی نہیں پوچھتی۔"

نمکین علیخاں:- کھٹمل کی بو۔ لاحول ولا قوۃ۔"

شکر محمد:- سیاہ نمک کی عفونت استغفراللہ

نمکین علیخاں:- جاحظ کی حکایت ہے کہ اُسنے اپنی ایک کنیز سے کھانا مانگا وہ روٹی لائی نمک بھول آئی جاحظ نے پوچھا اور نمک؟ کنیز بولی میرے چہرے میں۔"

شکر محمد۔ ماموں رشید کے دسترخوان پر حلوا آیا ایک عرب للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا ماموں نے از راہ ظرافت کہا کہ جو کوئی حلوا کھائیگا اُسکی جان لی جائیگی عرب سے صبر نہوا وصیت کر کے جھٹ لقمہ مارنے لگا۔

نمکین علیخاں:- اخبارات میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ نمک سے میدان جنگ میں بہت ضروری کام لیا جاتا ہے۔"

شکر محمد۔ جی ہاں نہایت افسوسناک سین تھا جب ولایت میں لوگ بازار سے خالی ہاتھ پلٹ آئے اور شکر نہ ملی۔"

نمکین علیخاں:- جرمنی نے اتحادی قیدیوں کو بے نمک کھانا کھلایا۔"

شکر محمد:- ایک برطانوی سپاہی نے نہایت ضبط نفس سے کام لیا اُسے رشوت میں آدھ سیر شکر ملتی تھی مگر اُس نے قیدی کو نہ چھوڑا۔"

نمکین علیخاں:- لارڈ کرزن نے نمک کا محصول معاف کرنے سے دُنیا پر احسان کیا۔"

شکر محمد:- خاں بہادر سید محمد ہادی ڈپٹی کمشنر کی تجویز پر شیعہ کانفرنس نے شکر کا کارخانہ جاری نکرنے سے شیعوں پر ظلم کیا۔ گڑ کا نفع چیونٹی کھا گئی۔"

نمکین علیخاں:- آپ تو میٹھے ہیں۔"

شکر محمد:- آپ تو سلونے ہیں۔"

نمکین علیخاں:- آپ میٹھی چھُری ہیں۔"

شکر محمد:- آپ شور انگیز ہیں۔"

نمکین علیخاں:- بندہ ایسے مضامین تحریر کرتا ہے کہ دنیا کے سینے نمک بر جراحت ہوتے ہیں۔

شکر محمد:- یہ عاجز۔ ایسی عبارت لکھتا ہے کہ دوست دشمن دونوں شربت کے گھونٹ کی طرح پی جاتے ہیں۔"

نمکین علیخاں:- ہائے ملاحت۔"

شکر محمد:- وائے حلاوت۔"

نمکین علیخاں:- افسوس نمک سی چیز روپیہ کی دو سیر۔

شکر محمد:- واحسرتا شکر کی یہ قیمت۔"

نمکین علیخاں:- واہ رے شور محبت خوب ہی چھڑکا نمک
استخواں سے ہما کس کس طرح سے کھائے ہے"

شکر محمد:- ایں ہمہ قندو شکر کز دہنم می ریزد
اجر صبریست کزاں شاخ نباتم دادند"

نمکین علیخاں:- شکر کبھی ارزاں نہ تھی۔"

شکر محمد:- نمک کبھی گراں نہ تھا۔"

پنچ:- یارو نہ خالی نمک سے پیٹ بھریگا نہ شکر سے غلّے کی خیر مناؤ۔ تمہاری تقریر میں بھی سلونا میٹھا مل کے شقنجن کا لطف آگیا مگر پیٹ بھرنے والی غذا نہ ملنا تھی نہ ملی فقط

راقم ــــــــــــــــــ
چرندم خرندم

اخلاقِ جمالی

(نمبر ۱)

پرانے زمانہ کے اخلاق کی کتابوں میں محققین نے صفاتِ انسانی کی دو قسمیں لکھی ہیں حمیدہ و رذیلہ انکے ڈھالنے کے لحاظ سے قسمیں تو برقرار ہیں مگر اعتقادِ تبایُن و تضاد پُر کلّی واقع ہو گیا ہے کہ ہر ایک چیز کی کایا پلٹ ہو گئی ہے جنکی وہی اچھائی بُرائی اب اُس رنگ پر نہیں جن باتوں کو اگلے عیب سمجھتے تھے اب محاسن میں اُن کا شمار ہے جو باتیں اُنکے نزدیک اچھی تھیں اب قابلِ نفرین و ملامت ہو گئی ہیں پس ایسے زمانہ میں بھلا سوسائٹی میں وہ دفترِ پارینہ کیا خاک کارآمد ہو سکتا ہے انکے زمانہ کی سیاہ چیز گردشِ زمانہ سے اب سپید نظر آتی ہے ایسی صورت میں اگر وہی لکیر پیٹے جائیں تو یہ حماقت آمیز تعصب ہی تو ہے۔ اسمیں تو شک نہیں کہ ان بزرگوں کے قول کے مطابق بھی اچھے ہم ہی رہیں گے کیونکہ اُن کا یہ قول ہے کہ اخلاق انسانی ... درجۂ اعتدال پر ہوتے ہیں فضیلت میں اس سے بڑھے تو عیب گھٹے تو عیب۔ سبحان اللہ کیا پل صراط کی راہ نکالی ہے کیا کانٹے کی تُلی ہوئی چال ہے کہ ادھر ذرا رتی ماشہ جو کے اور بھی ہوئے امکان کیا کہ گھٹ بڑھ تو جائے افراط تفریط کا نام تو آئے بہر حال یہ فضیلت ایک ثلث کی مالک ٹھہریں باقی دونوں ثلث ہمارے ہی رہے خیر ان کرم خوردہ کتابوں کو جانے دیجیے اب یہ فضیلت ہمارے کام کی نہیں ہو سکتیں چنانچہ آج کے نمبر میں ہم ایک دو صفات کا حال بیان کرکے دکھلائے دیتے ہیں کہ اگلوں نے جو کچھ ہجو و ملامت کی ہے وہ انھیں معصوم بھولے حضرات کے واسطے تھی نئی پود کے واسطے یہ چراغِ ہدایت ہے۔ اسی پر مہذب دنیا کا عمل درآمد ہے اور تعلیم یافتہ و روشن دماغ حضرات کا یہی دستور العمل ہونا چاہیے۔ معترض ان فن سے قدر دانِ سخن کی امید ہے ہاں ذرا سے

ہمارے لحنت جگر اٹھ کے دیکھ لو تم بھی
زمانہ اور ہے یہ رنگ بھی نظر میں رہے

فصل دربیان سبب بے ایمانی

سبحان اللہ اس ہنر کا کیا کہنا ہے۔ اس جوہرِ سپید کی کما ینبغی تعریف کیجائے۔ اس سے بڑھ کے دولت کا کوئی اور سہل طریقہ ہی نہیں اب ایمانداری کا زمانہ نہیں ہے ایماندار کی مٹی خراب ہے یہی ذریعہ حصولِ عزت و دولت ہے اسی کو کیمیا سمجھیے یا یقین نہو تو ہمارے مخفی نیلا پر شاد سے پوچھیے کہ اسکی ترکیبیں نہایت آسان ہیں مبتدی بھی سہل الوصول کر سکتا ہے مثلاً آپ نے اشتہار دیا۔ تجارت کی کمپنی قائم کرتے ہیں یوں کرینگے ووں کرینگے دو سو فیصدی منافع دینگے ماہواری ملکہ ہفتہ واری نفع تقسیم ہوا کرے گا یار و حصّہ خرید کرو۔ بجز فائدہ کے منافع کی کوئی انتہا نہیں ہے اور بعد چندے جب دیکھا روپیہ وصول ہو گیا شکار جال میں پھنس گیا۔ کام چل نکلا پس ہزاروں کے وارے نیارے کر لیے ہر طرح شریکِ غالب رہے حساب فہمی کے وقت کنائی کاٹ گئے

اِن تلوں تیل ہی نہ تھا گویا
آپ سے میل ہی نہ تھا گویا

آجکل کے زمانہ میں ذرا آدمی کمرِ ہمت چست باندھ لے اور ایمان سے پیٹھ پھیر لے کیا امکان افلاس چھو تو جائے۔ پاس ہو کے تو نکل جائے توڑے کے توڑے ہر دم موجود سکۂ علیہ السلام کی زیارت ہر وقت آنکھوں کے سامنے یا عزیزو کی کھنا کھن سے کان کے پردے ٹکسال بنے ہوئے۔ یہ تو خالص بے ایمانی کی تعریف ہوئی اب ذرا اسکی اولاد اور شاخوں کا بھی حال سُن لیجیے۔ اسکی شاخیں بہت ہیں۔ مثلاً دغا جعل بد عہدی وغیرہ وغیرہ ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ تعریف کروں۔ دغا یہ کہ مثلاً آپ نے میری نوکری کی دن رات نماز وظیفہ پڑھ پڑھ کے قال اللہ قال الرسول کرکے مجھے رجھایا ایمانداری کا کامل ثبوت پہونچایا گنڈے تعویذ جھاڑ پھونک فیلے کا بازار لگایا زہد و تقویٰ کا سکہ بٹھایا۔ کرامت ولایت کا رنگ جمایا۔ عام لوگوں کو لبھایا خوب کمایا ہر کام میں خرج مطلب بات بات پر مسئلہ مسائل کا ذکر بعد چندے جب دیکھا قلوب مطمئن ہو گئے ایک مرتبہ پُر دمار کے چل دیئے یا مثلاً آپ میرے بڑے دوست ہیں میں نے آپ سے اپنے مقدمہ کا حال کہا کچا چٹھا کہہ سنایا تمام رازِ نہاں آپ کو بتا دیے کسی بات کا پردہ نہ رکھا اور آپ نے یہ دغا کی کہ مجھ سے الگ ہو کے فریق ثانی سے جا کر مل گئے رسوخ بڑھا کر راز بتا کر روپیہ کما لیا۔ یہی دغا ہے۔

فریب مثلاً آپ تجارت کر رہے ہیں مال تجارتی چُنا ہے۔ سب ظاہری دکھینے کا محض نمائشی۔ دام وہ کہ نیچے مال کے رونے اور جب سودا خرید کرکے لائے معلوم ہوا کچھ بھی نہیں محض واہیات نکما۔ کلن خاں کے دو ٹیکے کر جواہرات کے مول بیچا۔ یا اسکی ترکیب خوب نکالی ہے۔ پہلے اشتہار دیا ہم اخبار نکالیں گے بڑا عمدہ ہو گا لٹریچر بہت اچھا ہو گا گورنمنٹ کا شفیق مشیر رعایا کا وکیل ہو گا۔ وعدہ کرتے ہیں کہ نہایت آزاد ہو گا ملک کا بڑا ہمدرد ہو گا اور علاوہ سب اخباروں سے اسمیں یہ زیادتی ہو گی کہ ایک ٹینی سیجر صاحب مشہور ناولسٹ کا نہایت عمدہ و دلکش زنجیر دار ناول اور ریجنل ناول مُفت خریداروں کو ملا کرے گا اور صرف یہی نہیں ہر مہینہ کسی حکیم کسی شاعر مثل بیکن گبن۔ ارسطو۔ فلاطون وغیرہ وغیرہ کی سوانح عمری بھی مُفت خریداروں کو تقسیم ہوگی اور سب سے بڑی فضیلت یہ ہوگی کہ ایک اور کتاب بھی جو نہایت عمدہ ہے مُفت نذر کی جائے گی لوگوں نے اسی چاٹ پر خوب جی لگا کر خریدی کی بس ناول کا ایک حصّہ دے کے چُپ ہو بیٹھے نہ سوانح عمری تقسیم ہوئی نہ ناول کا دوسرا حصّہ کسی نے منہ پر ٹوک دیا تو خالیاں بنا گئے عذر معذرت کرکے ٹال گئے۔ یہ فریبی کارروائی سب سے اچھی رہی۔

جعل

ماہ وار - یہ تو بہت ہی چلتا ہوا نسخہ ہے۔ اس سے تو ہزاروں نے کھایا ہے بعض بعض نشاقوں نے تو صرف ایک آدھ تمسک دستاویز ہی لکھ کے سو پچاس ہزار - دو ہزار کھڑے کیے بعضے اُن سے بڑھے چڑھے منچلے جعلیوں نے ہاتھ کی یہ صفائی دکھائی کہ پورے مقدمہ کے مقدمہ لکھ ڈالے۔ حکم کا حکم عرضی دعویٰ جواب دعویٰ۔ .... اور درمیان مقدمہ کی کارروائیاں مختلف ہاتھوں کی نقلیں جعلی بناکے رکھدیں۔ اُستادی کے معنی بھی یہی ہیں اِسکی ضرورت بڑے بڑوں کو پڑ جاتی ہے۔ اسلئے بغیر دُنیا کا کام ہی نہیں چل سکتا ہے اور چلے تو کیونکر۔ آجکل کی آدمی دُنیا بھری ہوتی ہے وہاں اسکا چلن بلٹنے اسی جگہ اسکی گرم بازاری ہے وہ مثل کہتے ہیں کہ بغیر جھوٹی کارروائی کے سچی نری نہیں چلتی جب تک ایک آدھ جعلی دستاویز نہو مقدمہ رنگین نہیں ہوتا۔ یہ بھی نہ سہی تو یہ ہنر اگر کسی کے ہاتھ میں ہے تو ہر طرح آدمی کو مفید ہے خدا جانے اگلے بزرگ اسکو داخل عیب کیوں کر گئے کس لیے بُرا سمجھتے تھے میری تو یہ رائے ہے کہ آجکل کے شریفوں کی بھی مٹی خراب ہے نوکری چاکری ملتی نہیں ایم اے بی اے کی ڈگری حاصل کرنے میں مُفت تضیع اوقات ہوتی ہے ساری عمر محنت مشقت کرکے پڑھا دن کو دن رات کو رات نہ سمجھا عیش و آرام ترک کیا پاس ہوئے تو جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں کوئی بات بھی نہیں پوچھتا۔ نوکری کے واسطے اور ہی گُن چاہیے بس اس مفید و بکار آمد فن کی طرف توجہ کرے ہنر سیکھ لے یہی پیشہ اختیار کرے ہزار کام چھوڑ کے بس جعل بنانا سیکھے۔ کیا مجال کہ کبھی نشانہ خطا پڑے ابھی اور کچھ نہیں وقت فرصت سو کے نوٹ میں ہزار کر لیے ایک ذرا سے پھیر بدل میں پورے نوسو کا فائدہ علیٰ ہذا القیاس اسٹامپ میں بدل دیا۔ بھلا اتنا فائدہ کسی نیک کمائی میں ہے کھری مجبوری جیسا کام۔ اگر اسمیں ملامت نے جھجکاہٹ کی یا دل نے گوارا نہ کیا تو دوسرے ... آسان یہ ہے کہ کسی راجہ بابو نواب تعلقدار اہل مقدمہ سے حامی بھر لی کہ ابھی جیسی کہو جس خط میں کہو دستاویز دستخط مہر بنا دیں۔ چلیے صاحب نسلاً فیہ کی دستاویز جعلی تیار۔ رجسٹری شدہ۔ داخل عدالت مقدمہ جیتنے میں کون کسر رہ گئی اب انعام نذر نیاز خلعت وغیرہ کے بوجھ سے گردن اُٹھ نہیں سکتی بات کی بات میں مالا مال ہوگئے اسمیں اگر عقلاً پوچھیے تو فائدے دو ہوئے اور نقصان ایک وہ یوں کہ گیا تو ایک ہی شخص کا نا۔ نقصان ہوا تو اکیلے اُسکا یا اُسکے کنبہ کا۔ اور علاوہ آدمیوں کو ایک تو جس نے بنائی اور اُنکے سبب رو پیسے گنے والوں کا فائدہ ہوا۔ یہ معمولی روزمرہ کا جعل عدالتی کارروائی ضابطہ کی بات تھی۔ اب اور جعل سُنیے۔ مثلاً آپ کہیں سفر کر رہے ہیں آپ کے پاس روپیہ پیسہ نہیں رہا ہے زادِ راہ کی سخت تنگی ہے بیچو بیچ ادھر میں روپیہ کمی کر گیا۔ منزلِ مقصود دور ہے۔ سکان بھی پلٹ نہیں سکتے آخر کیا کیا جائے۔ لوگوں سے حال احوال پوچھا کہ کسی سخی دل داتا کے ہاں ہو پہنچے سری ٹیک کی۔ عرض حال کیا کہ آوارہ وطن ہوں آپ کے اُن دوست کا بھانجا بھتیجا ہوں فلاں مقام کو جاتا تھا یہاں اسٹیشن پر سے حوائج ضروری کو اُترا ریل چل دی یا پورٹ منٹو اتنے عرصہ میں کوئی چُرا لے گیا اُسمیں نقد و جنس سبھی کچھ تھا۔ میرے سرٹیفکٹ تھے اسنادِ کارکردگی تھے اب سخت مجبور ہوں نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن اگر آپ سے ممکن ہو میری مدد کیجیے گھر تک پہونچا دیجیے۔ یا اگر یہ ترکیب نہ چلنے والی ہو تو فوراً یہ فقرہ تیار کر دے کہ فلاں اخبار کا ایڈیٹر ہوں سیر کی غرض سے نکلا ہوں یہاں دو دن قیام ہے آپ کا ذکر خیر اکثر لوگوں سے سُنا ملنے چلا آیا۔ آپ ڈرے کہ بھئی یہ ڈھب آدمی ہیں سرکار دربار میں انکی پہونچ ہے حاکموں تک رسائی ہے کہیں ایسا نہو خاکہ اُڑائیں کچھ زہر اُگلیں بس آنکھ بند کرکے ایک پچاس نذر کیا۔ یہ تو بڑے جعل کا ذکر ہوا اب ایک مثال ایسی سُناؤں جسمیں جعل فریب سب ہی کچھ ہے۔ پہلے تو اشتہار دیا۔ یار دوستوں ایک کمیٹی قائم کرتے ہیں اسمیں کوشش کرکے ایسی باتیں کی جائینگی جنکے ذریعہ سے سرکار دربار میں بڑا خیر خواہ مشہور ہوگا بڑا پبلک ثابت ہوگا بڑا لائق سمجھا جائیگا لاٹ صاحب کے دربار میں سرخرو ہوگا صاحب لوگوں میں رسوخ ہوگا انکے تک تشہیر ہوگی۔ ملکی رفارمروں اور قومی خیر خواہوں سے ہم منہ در منہ لڑینگے اور ملک کی بھلائی ہونے دینگے (جب ہی تو خطاب کی اُمیدواری ہوگی) اور جب یہ سب ہو چکے گا تو ہم لاٹ صاحب کے آگے ہاتھ پاؤں جوڑ کے سفارش کرکے خطاب حسب حیثیت دلائیں گے جس کسی کو منظور ہو ہماری کمیٹی کا چندہ داخل کرے اور شریک ہو ہر طرح نفع ہی نفع ہے نقصان کا نام نہیں اور جو لوگ اپنی حیثیت کے مطابق چندہ سے زیادہ دینگے اُنکے ہم مشکور ہونگے اور چندہ دینے والوں کے نام بڑے ڈبل اخبار میں جسکو سب صاحب لوگ دیکھتے ہیں چھپوا دینگے۔ چلیے صاحب کمیٹی قائم ہوئی لوگوں نے بید ریغ روپیہ لٹا چندہ ڈونیشن سب مد دل میں دیا۔ بعد چندے صرف ناموں کی تو تشہیر ہوگئی باقی کارروائی ملازم سانس ڈکار تک نہیں لیتے کچھ اجارہ ہے "ہم کو فرصت نہیں اپنے گھربار کا کام دیکھیں کہ خواہ مخواہ لڑائی جھگڑا مول لیکر بسیں" بدعہدی بے ایمانی کی یہ بھی ایک بڑی شاخ ہے۔ ہزار عیب آدمی کرے مگر کبھی عہد پورا نہ کرے ہرگز نہ کرے اسمیں سراسر زیان ہے۔ اگر آدمی اس شاخ پر نہ چلے تو ایمان کچھ نہ بھلے روپیہ ہاتھ نہ لگے اسکی ضرورت ایمان دار بے ایمان سب کو یکساں ہے بھلا ہماری سرکار سے بڑھ کے ایماندار آج کوئی ہو تو لے مگر وہ وعدہ بھی سمجھ بوجھ کے کرتی ہے اور ایفا میں بھی جلدی نہیں کرتی۔ آدمی مجبور ہے چارہ نہیں کرنے کو ایک وقت زبان سے وعدہ تو کر لیا حامی تو بھر لی اب ضرورت کے وقت خواہ مخواہ زبان پلٹنا ہی پڑتی ہے۔ میں پوچھتا ہوں آج وعدہ پورا کرنے پر اگر کوئی شخص آمادہ ہو جائے تو اُسکی زندگی کیونکر ہو۔ خوشامد میں انسان

کہدیتا ہے کہ جہاں تمہارا پسینہ گرے وہاں اپنا خون بہادوں ۔ مگر خون گراتے کسی کو دیکھا نہیں ۔ دمڑی ۔ آسائش ۔ دولت سب کچھ اسم اعظم کی برکت ہے ۔ بدعہدی میں علاوہ مصلحت کے ایک مزا بھی ہے ۔ معشوق ہمیشہ بدعہدی دیکھے اور عاشقوں کو ہمیشہ مزا لے لے کے یہی پڑھنے شاق

ہر صبح نیا وعدہ ہے ہر شام نیا عذر
بن بن کے بگڑتا ہے مقدر کئی دن سے

اسکے یہ بھی معنی ہیں کہ مثلاً میں نے آپ سے عہد کر لیا کہ اپنی ملکیت پر از راہ بھائی بندی اور اتحاد کے مجھے چند دن کے واسطے حکومت کرنے دو ۔ نمبر امبر میرے نام کرادو ۔ دخل خارج میں میرا نام چڑھادو ۔ پٹے میری طرف سے لکھے جایا کریں بعد میرے تمہاری املاک ہوگی ۔ بر اسم قدیم و نیز اتفاق و یکجہتی پر نظر کر کے اور اپنے خلقی بھولے پن سے اس بات کو مان بھی لیا ۔ اب مجھے حکومت کا چسکا پڑا تو وعدہ وعید ۔ معاہدہ کو ٹال گئے ۔ اپنا حق بگھارنے لگے ۔ قبضہ دخل جتانے لگے ۔ اور آپ منہ دیکھتے رہ گئے ۔ اگر آپ کو زیادہ شرارت دکھی تو ترکی بہ ترکی جواب دینے کا قصد کیا ۔ فضیحتی فضیحتا ہوئی تعلم ٹھکانا حاصل الا الذی نہ اولا الذی محنت کی دردسری ۔ اور میں تو ما انک بنا ہوا ہوں جعل فریب سے کام لیا اور آپ کو عدالت سے بھی ناکام کیا ۔ اور یہ تو ہمارے آپ کے روزمرہ کرنے کی بات ہے کہ کسی مہاجن سے روپیہ لیا تمسک لکھا جائداد مکفول کی ۔ میعاد کے اندر دوسری جگہ جائداد بیع کردی یا ایک جگہ رہن کر کے تیسری جگہ بیع کردی اب آپ سب آپس میں جھگڑا کریں ہماری بلا سے سب سے الگ تھلگ ۔ یا مثلاً ہمارے آپ کے عہد ہوا کہ بھئی روپیہ تمہارا اور محنت ہماری دوکان قائم کرتے ہیں آدھا آدھا منافع بانٹ لیا کرنا بعد چندے عہد سے منہ موڑ گئے روپیہ جتنا نفع میں آیا تھا اصل میں لگا کر آپ کے حوالہ کیا اور آپ منہ دیکھتے رہ گئے ۔

راقم اخلاقی

الکذب

(نتیجۂ اخلاق جبالی ۲۴ جنوری ۱۹۱۹ء)

یعنی الدروغ یعنی الجھوٹ مع رادرشتہ استغفراللہ ولعنۃ اللہ علے الکاذبین ہر ایک زبان پہ چڑھا ہے مگر سمجھدار ہے تو اس کلمہ کو منہ سے نکالنے کی قسم کھا لینا چاہیے کیا معنی کہ یہ صفت ہر موصوف میں موجود ہے ہم چھٹ باقی کون ہے جو اس شے بچا ہوگا ۔ نمرود ۔ شداد ۔ فرعون ۔ دقیانوس کی خدائی اسی نے چمکائی ۔ اور اسی چمکائی کے پیچھے روتے رہ گئے ۔ خیر وہ تو پرانا زمانہ تھا ۔ ہمارے دیکھتے دیکھتے مع مہا تما سیکڑوں نبی ہزاروں جھوٹے امام بن گئے ۔ خالی خولی زبان سے دعویٰ کیا اور مریدوں نے آمنا و صدقنا کہا ۔ چلیے مطلب حاصل کروڑوں کی آمدنی ۔ وزیر کی زبان ہلاتے ہی موجود ہے ۔ اور بچنگری کی ایسی تیسی بیان پہلے ہی سے رنگ چوکھا تھا اب اور نکھرا ۔ اچھا سعدی فرماتے ہیں

"جہاں دیدہ بسیار گوید دروغ"

یہ ایک تجربہ کی بات ہے محفلوں میں ریل گاڑیوں میں جب اپنی طرف کسی اجنبی کو متوجہ کرنا مقصود ہو کوئی جھوٹا قصہ گڑھ کے سنا دیجیے پھر زمانہ اگر سب کے سب آپ کی طرف متوجہ نہ ہو جائیں ۔ مثلاً بندہ ایک مرتبہ سفر افغانستان میں ساتھیوں سے جدا ہوگیا اور راہ بھول گیا ۔ صاحبو ! اسوقت کی بیچینی بیان نہیں کر سکتا ۔ وہ برف سے ڈھنکے ہوئے کالے پہاڑ ۔ وہ بے سبزہ و برگ زمیں ۔ نہ آدمی نہ آدم زاد چٹیل میدان ۔ حق حیران چلا جاتا تھا ۔ یا اللہ کدھر جاؤں کس کو مدد کے لیے بلاؤں ۔ کہ اتنے میں دور سے ایک جگہ دھواں اٹھتے دیکھا ۔ شام ہوگئی تھی اور میں پریشان تھا کہ دیکھیے رات کیونکر کٹتی ہے ۔ دھوئیں کو دیکھ کر جان میں جان آئی اور میں اسی طرف چل نکلا ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بزرگ نہایت نورانی شکل منڈھی میں بیٹھے مصروف عبادت ہیں میں پشت پر کھڑا ہو رہا جب وہ نماز سے فارغ ہوے اور دعا مانگنے لگے میں نے پشت سے با آواز بلند ۔ آمین کہی وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہوے اور اپنی زبان یعنی پشتو میں فرمایا "کوڑے دغا ئم" حاضرین میں سے پشتو جاننے والا کہاں تھا جو سمجھتا کہ اس فقرہ کا کیا مطلب ہے بندہ نے عرض کی "یا مرشد ہندوستان" غرض اس پیر روشن ضمیر نے مجھے غور سے دیکھا اور جو کچھ مجھ پر گذری تھی سب خود ہی کہہ سنائی ۔ میں قدموں پر گر پڑا اور انھوں نے نہایت شفقت سے مجھے گلے لگایا فرمایا تو بہت جلد اپنے دوستوں سے جا ملے گا تیرے مقدر میں مرشدوں کی زیارت تھی جو ہزار کوس کی راہ ایک دن میں طے کی ۔ شب کو میں نے وہیں قیام کیا ۔ ایک خالی برتن مرشد نے میرے سامنے رکھا اور فرمایا بابا بسم اللہ میں حیران ہوا کہ یا اللہ خالی خاک پر بسم اللہ کیسی فرمایا وسوسہ نہ کر اور جو غذا تجھے مرغوب ہو اس کا دل میں نام لے ۔ میں نے مدتوں سے پلاؤ نہ کھایا تھا بس پلاؤ کا نام دل میں آیا ہی تھا کہ گرما گرم پلاؤ اس خالی برتن سے نکلنے لگا ۔ پلاؤ کھاتے ہی مجھے خیال آیا کہ علی حسین نانبائی کی شیرمالیں مدت سے نہیں کھائیں دیکھتا کیا ہوں کہ رکابی تازی تازی شیرمالوں سے لبریز ہے غرض خوب سیر ہوکے کھانا کھایا اور نیت لی کہ اب ایسے ولی اللہ کے قدم چھوڑ کے کہیں نہ جاوں گا مگر سوائے اس منڈھی کے وہاں کوئی مکان نہ دیکھ کر مجھے اندیشہ ہوا کہ رات کو برف میں آسمان کے نیچے بیٹھنا پڑے گا ۔ دفعۃً شاہ صاحب نے آواز دی کہ پشت پر دیکھ ۔ اب جو نگاہ اٹھا کے دیکھتا ہوں تو سبحان اللہ وہ عالیشان مکان موجود ہے کہ میری ان آنکھوں نے باوصف جہاں دیدہ ہونے کے کہیں نہ دیکھا تھا ۔ شب بہت آسائش سے بسر ہوئی صبح کو میں بعد نماز حاضر خدمت ہوا شاہ صاحب نے فرمایا بابا میں نے تجھے اپنے کام کے لیے بلایا ہے یہ دنیا عبرت کا مقام ہے ہم سب

ہم سب آپس میں مسافرانہ وارد ہوتے ہیں غفلت کے پردے آنکھوں پر پڑے ہیں اس بے ثبات چندروزہ قیام گاہ کو وطن سمجھنے لگتے ہیں۔ رہے نام اللہ کا اس فقیر کی حیات کا یہ آخری روز ہے اس مقام پر پچاس سال عبادت کرنے کے بعد اب وطن اصلی کا ارادہ ہے تو مرد مسلم دیندار ہے اسلیے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ جب اس جسم خاکی سے روح مفارقت کرے تو اسے سپرد خاک کردینا۔ اب میں اپنے دل میں خائف ہوا کہ اتنی ہزار کوس کی مسافت ان بڑے میاں کے مرنے کے بعد آسانی کیونکر طے ہوگی مرشد نے مطلب پر اطلاع پاتے ہی فوراً اپنی کھڑاؤں کی طرف اشارا فرمایا کہ یہ تجھکو تیرے وطن اصلی تک پہونچادے گی۔ اور یا پانی معاش کی طرف سے بے آرام رہتا ہے لے یہ پتی خوب دیکھ بھال لے تیرے وطن میں بہت پیدا ہوتی ہے اس سے پاؤ رتی باون تولہ سونا بنتا ہے ایک اشرفی بھر سے زیادہ سونا ایک دن میں بنانے کی اجازت نہیں خبردار اس سے زیادہ ہوس نہ کرنا ورنہ پچھتائے گا۔ یہ فرماکر فقیر صاحب نے رحلت کی بعد انکی تجہیز و تکفین کے بندہ نے اس پتی کو بحفاظت گرہ میں باندھا۔ ہاں دنیا سے صرف ایک کھڑاؤں اور ایک مصلٰے شاہ صاحب کے پاس تھا بندہ درگاہ نے یہ دونوں چیزیں حق الخدمت میں حاصل کیں اور اپنی راہ لی شاہ صاحب کی کھڑاؤں پہنتے ہی مجھے معلوم ہوا کہ میں اڑا ہوا چلا جاتا ہوں۔ قریب شام ایک قافلہ دکھائی دیا اب جو دیکھتا ہوں تو وہی قافلہ ہے جسکے ہمراہ میں روانہ ہوا تھا“ اس حکایت کو سنتے ہی آپ ہی انصاف سے کہیے کون ہیوقوف متوجہ نہو جائے گا ”ہاں جناب پھر وہ کھڑاؤں کیا ہوئی“ ”یہ تو فرمائیے کہ اس بوٹی سے آپ نے کیمیا بھی بنائی“ اس قسم کے سوالات شروع ہو جائیں گے چلیے مطلب حاصل۔ سیاح صاحب کام ٹھنڈا ہر ایک اہل محفل کو ناگوار۔ ہر ایک طرف سے حقہ پان اور الائچی کی

بوچھار۔ ادھر آئیے ادھر بیٹھیے جناب کا اسم گرامی۔ مسکن کا دولت خانہ۔ بیمار دعائیں پوچھتے ہیں راسخ العقیدہ مرد و زن گنڈے تعویذ دعائیں طلب کرتے ہیں۔ امیر غریب کے باوجود و پیر سبکے ملجا و ماوا محض ایک من گھڑت قصہ کہہ دینے سے بن گئے۔

اب اور چاہئے کیا ہیں پیری ہوجائے

ناظرین سے انصاف طلب ہوں کہ عالمان علم اخلاق نے جھوٹ کو اخلاق رذیلہ میں شامل کرکے غلطی کا ارتکاب کیا یا نہیں؟

بھلا ایسی بکار آمد چیز کو یوں ملعون قرار دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ سچے کے دشمن ہزاروں ہیں۔ جھوٹے کے دوست ہزاروں۔ فرض کیجیے کہ کسی دوست کی نانی مرجائے اور بندہ ازراہ صداقت اس سے کہے کہ بھائی میں نے ان مرحومہ کی خبر انتقال اسیوقت سنی تھی جب ان کا دم نکلا۔ مگر کیا کروں کاہلی کے باعث نہ آسکا چلمن صاحب نے چوسر کھیلا کیا اور یہ بھی خیال ہوا کہ کب تک زندہ رہتیں۔ آپ کو واللہ سچ کہیے یہ عذر پذیرا ہوگا ہرگز نہیں اور اگر میں کہوں ”کہ بھائی میں نے اس جانفرسا واقعہ کو آج ہی سنا۔ بس کیا کہوں جو صدمہ دل کو ہوا افسوس وہ مرحومہ مجھ سے بہت محبت کرتی تھیں (ہو ہو ہو ہی ہی ہی) (ہا ہا ہا) انکی قبر تا دم شکر میں تو اب شاید ہی اس صدمہ سے جانبر ہوں بس تھوڑے دن کی زندگی اس مقدس بی بی کی قبر پر بیٹھ کے تیر کر دوں (غش آیا) ہائے او بے رحم موت تو نے کیسی شفیق معظمہ کا سایہ سر سے اٹھایا۔ ارے تین سو سال کی عمر بھی کوئی عمر ہوتی ہے لوگ تو دو دو سو برس تک ہٹے کٹے موٹے تازے رہتے ہیں۔ واللہ بھائی آپ سے شکایت ہے کہ نہ انتقال کی خبر دی نہ سوم کی نہ چالیسویں کی۔ میں تو جب آپ سے ملا تھا تو آپ نے یہی فرمایا تھا کہ حالت خطرناک ہے اطبا جواب دے چکے ہیں۔ مگر نیلا پیلا ہوں قسم میں سمجھا کہ فرط محبت سے

جو ان مرحومہ کے ساتھ آپ کو تھا ایسا فرماتے ہیں۔ آج ڈیڑھ مہینہ سے برابر انہی مرحومہ کو خواب میں دیکھ رہا ہوں۔ اور جب کبھا باغ میں ٹہلتے پایا۔ انکے جنتی ہونے میں شک نہیں۔ تو فرمائیے کہ دوست صاحب مجھ سے کہاں تک رنجیدہ رہیں گے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب انکی جدۂ فاسدہ نے نوے سال کی عمر میں قضائے دہر کو اپنے گھاس لینے کا کھینے کراہنے کی تکلیف وہ آواز سے نجات بخشی اور بندہ احسان بنا یا تھا۔ اس وقت اینجانب مسماۃ ماہ منیر کے کمرے پر تشریف فرما تھے سگریٹ ہاتھ میں تھا پان منہ میں۔ کان نغمۂ ہوش رُبا کی طرف متوجہ آنکھ غمزۂ دلکش کی جانب منعطف اتنے میں ”لا الٰہ الا اللہ“ کی صدا آئی جھک کے جو دیکھتا ہوں تو دوست صاحب بیچارے غمگین صورت بنائے آنسو بہاتے چلے جاتے ہیں اور جنازہ آگے آگے رواں ہے بھلا مجھے کیا غرض پڑی تھی کہ رنڈی کی ناز برداری پر بڑھیا کی جنازہ برداری کو ترجیح دیتا۔ دوسرے دن بھی بدھ کا تھا۔ تیسرے دو گھنٹے کے بعد بھائی چھاجو صاحب کے یہاں کنکوے میں شریک ہونا تھا۔ سوم کے روز مسماۃ گوہر جان نے اپنی لال ہی جان کی قسم دے دی تھی کہ گوڑیا کی شادی کا سامان کر دینا پھر اسکے بعد متواتر جلسے ہوتے رہے احباب سے بہت شرمندگی ہوتی اگر انکے یہاں نہ جاتا اور ہاں خوب یاد آیا گھوڑ دوڑیں بھی تو اُسی زمانے میں تھیں بھلا چہلم کی مجلس میں کیونکر پہونچتا۔

مضمون نگار پھر طالب انصاف ہے کہ دونوں عذروں میں سے کون سا عذر دل پسند ہے۔ سچا عذر کہ جھوٹا عذر سچا محبوب ہے کہ جھوٹا؟ سچے عذر پر آپ اپنے دل میں کہیں گے کہ نہایت بیہودہ بے رحم کج خلق آدمی ہے اُس شخص کی تو نانی مرگئی اور یہ کہتا ہے کہ مرنے ہی کے دن تھے۔ مردود چوسر کھیلتا رہا اور یہاں تک نہ آیا تو سہی

[illegible] والی [illegible] اور وحشی دوسرے
[illegible] آپ خود صاحب
[illegible] کے آنسو پونچھیں گے اور صبر کی ہدایت
فرمائیں گے جہاں [illegible] مباح اور رعایتِ خاطر
[illegible] کی کمائی خاطر پیش کی گئی اب ایک
[illegible] درپیش ہے وہ یہ کہ سچے کی عمر کم اور
جھوٹے کی بہت دراز ہوتی ہے۔ پس جو کوئی اپنی
جان کا دشمن ہو وہ سچ بولے کیا معنی کہ سچے
مرجاتے ہیں اور جھوٹوں کو بخار بھی نہیں آتا۔ فرض
کیجیے کہ آپ کو کسی محبوب کے ساتھ سچی الفت ہے
یا باصطلاحِ شاعرانہ عشق ہے اور معشوق صاحب
حجاب و نقاب کے پردے میں ہیں۔ ستارۂ خطا پر
عزیزوں سے ڈرتے ہیں رسائی ممکن نہیں صرف
کبھی کبھی پچھواڑے کے قبرستان سے اشارہ [illegible]
ہو جاتا ہے وہ آپ کو دیکھ لیتی ہیں آپ انکے دیدار
سے محظوظ ہو لیتے ہیں۔ انھوں نے عمر فرقت میں
چھوٹی سی چوڑی پیس کے کھا لینے کا اشارہ کیا اور
آپ نے سچوں (از راہ صدق) ہڑتال یا زہر نوش
فرما کے اپنی جان ہلاکت میں ڈالی ؎

دیکھو یوں بات پہ مرجاتے ہیں مرنے والے

تو فرمائیے کہ لال سی جان گئی یا رہی۔ اب اسی کے
مقابل رقیب روسیاہ کی مکاری ملاحظہ ہو قبل
دیکھے کہ معشوقہ جان چوڑی پیس کے پھانکنے کا
اشارہ کریں اس نے ٹھیکری پیس کے پڑیا جیب
میں رکھی اور سیدھا قبرستان یعنی دیدارگاہ میں
جا ڈٹا۔ ادھر کھڑکی کھلی اور رخِ زیبا بے نقاب
ہوا ادھر اس مکار نے منصوبے بہانے شروع
کیے گویا جب نقاب رخت کا بند تھا اور رخ زیبا
[illegible] یا پیارا دلستان یا عطر آنکھوں
میں لگا کے [illegible] کا ایک ٹکڑا یا پچی
کی آواز [illegible] کے انجن سے زیادہ رو رو کر [illegible]
پہونچی اور پیام آخری [illegible]
کرو۔ ہجر کی گھڑیاں کاٹے نہیں کٹتیں۔ [illegible]
توڑنے کی تدبیر کرو ورنہ یہ عاشقِ نامدار جان دیگا۔
اگر معشوقہ [illegible] سے مضمون سمجھ لیا

کہ [illegible] میں مزا رونے کا ہے۔ مرنے والوں کو دیکھا
مگر کسی کا جنازہ نظر آیا۔ ایسے ہی خیر سے وار ہوتے
نوجوان ہونے کی راہ دیکھئے۔ پس فوراً ہاتھ بڑھا
جیب کی طرف اور نکالی گئی چٹکی [illegible]
کی اور ڈال لی گئی بیچ حلق کے اور آنے لگیں اُبکائیاں
اور چھا گئے سناٹے۔ [illegible] اپنے کاشانۂ عالی پر۔
اب طرفِ ثانی کا یہ حال ہے کہ آدمی پر آدمی خیر صلاح
کو بھیج رہی ہیں یہاں اُن آدمیوں کے ہر قدم کے ساتھ
ابکائی آ رہی اور رلے پستے ہوتی ہے۔ آخر معشوق کا
نازک دل ہجر دائمی کی گرمی سے پگھلتا ہے اور وہ خود
دیوانہ وار کہاں کا پردہ اور کیسی پاسداری ؎

عشق نا تمام ست با شد بستۂ زنجیر شدم
بخت معزول جنوں را کہ حیا زنجیر پاست

کھم کھم ڈولی کرتی بستر عاشق مکار کو رشکِ فردوس
بنا دیتی ہیں۔ اب انصاف فرمائیے سچا فائدے میں
رہا یا جھوٹا۔ ایک بیچارہ کشتۂ صدق بے
فاتحہ و درود چل بسا اور دوسرے نے ادھی کی ٹھیکری
میں مکاری ملا کے معشوق کو عاشق بنا دیا اڑایا
تڑپایا قسمیں لیں وعدے کرائے سب طرح فائدے
میں رہا۔ امتحان میں پورا محبت میں ثابت قدم
بخار بھی نہ آیا چاہے لہو کو حال کھل جائے کہ عشق
معشوق کی دولت کا تھا دولت مل گئی اب ڈنر پارٹی
ہے جوا ہے شراب خواری ہے۔ کہاں کے تم کہاں
کے ہم۔

ایہا الناظر۔ کذب کی عجیب صورتیں اسقدر
ہیں کہ انکے گرد کوئی احاطہ نہیں کھینچا جا سکتا ایشیائی
شاعری کی بنیاد اسی کارآمد دل پسند زمین پر
ڈالی گئی ہے اور آپ خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ
شعرا کی کثرت اس شئے کے مرغوب ہونے کی
کافی دلیل ہے۔ کم نفس ہوں گے جو کذب کا
ارتکاب کرنے کے بعد اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوں۔
ملامت تو جب کرتے جب اس صفت کی ثناخوانی
نہ ہوتی۔ اسکی ضرورت نہ ہوتی ٹھاٹ کے ساتھ اسکا
استقبال نہ کیا جاتا۔ اس درخت سے ہمیشہ شیریں
پھل نہ نکلتے۔ شاندار تجارت گاہیں جھوٹ پر نہ
قائم ہوتیں۔ بڑے بڑے ہمیشہ جھوٹ سے ترقی
نہ کرتے۔ واقعات کا ایک انبار ذہن دماغ میں
لگا ہوا ہے جس دانہ کو اٹھاتا ہوں اسمیں جھوٹ
کا گھن موجود ہے۔

بخل

کیا کہنا اس صفت کا۔ اگر آج ہندوستان میں یہ
صفت موجود ہوتی تو یوں مفلس کنگال نہ ہوتا دل
بخیل تنگ سہی مگر مطمئن تو ہے جن کے دل کشادہ
ہیں انکے گھر میں خاک اڑتی ہے۔ بھائیو اگر بخیل
بننے کا سلیقہ بھی تم میں موجود ہے تو تم سے زیادہ
مطمئن کوئی سخی نہ دکھائی دے گا اس علم کے
حاصل کرنے میں عقل کی مدد بہت کچھ درکار ہوتی
ہے۔ ہمارے محلہ میں ایک میر قارون صاحب تھے
تھے ایسے چلن کے آدمی کہ ٹکوں ٹکوں نام مشہور
تھا۔ ایسی وضعداری سے نباہی کہ تمام عمر میں
صرف دس روپیہ صرف ہوئے وہ بھی اپنے ہاتھوں
اپنی زندگی میں نہیں بلکہ مرنے کے بعد صاحبزادہ ناخلف
کی فضول خرچی نے دفن کفن میں صرف کر ڈالے
صاحبزادے کی اس فضول خرچی سے یقین ہے کہ ان
مرحوم کی روح کو صدمۂ عظیم پہونچا ہوگا۔ مرنے میں
روح کا خرچ تھا اس وجہ سے میر قارون صاحب نے کبھی
اس ناشدنی امر کی جانب توجہ بھی نہیں فرمائی آپ
یقین کیجیے کہ اگر انھیں اس جانب توجہ ہوتی تو اپنی
زندگی ہی میں کوئی نہ کوئی ایسی تدبیر فرما جاتے کہ
کفن کی قیمت اور دفن کی اجرت میں زر علیہ السلام
کے مدد کی ضرورت نہ ہوتی۔ مرحوم نے اپنی زندگی میں
کبھی علم صرف کی کتاب نہیں پڑھی۔ خدا بخشے ایسے
کفایت شعار تھے کہ بعد عقد بی بی سے کہلا بھیجا ابھی
مجھے فرصت نہیں ہے جہیز میں جو مال اور نقد و جائداد
لاؤگی وہاں ایک بچہ بھی لیتی آنا۔ خوش قسمتی اسے
کہتے ہیں کہ بیگم صاحبہ تھوڑے ہی دن [illegible]
سکا بار اپنے والدین پر ڈالنے کے بعد [illegible]
بچہ [illegible] نانا نے پرورش کیا اور جوان ہونے کے بعد
باپ کے حوالے کیا۔ گو یہ ناقابل برداشت [illegible]
تھی مگر مجبوراً سہنی پڑی۔ جوان جہان صاحبزادے

نانا کے سے اچھے تلے اڑاتے آئے تھے۔ باوجود کہ گھر
آتے ہی شعاری کے متعلق جو کچھ بن پڑا کیا
کفایت شعار گھرانے کی تلاش میں سرگرداں رہے۔
آخر جو ڈھونڈا پایا ایک اپنے ہی نام پیشہ بزرگ
سے ملاقات ہو گئی۔ یہ حضرت تھے تو بہت کفایت شعار
آدمی میاں بی بی لڑکی گھر کے ۳ آدمی اور صرف
چار آنے ماہوار کا خرچ۔ لیکن انکو وہ خداداد
ذہانت عطا نہیں ہوئی تھی جو ہمارے دوست کو
مبداء فیاض سے ملی تھی۔ ہمارے دوست نے
قحط الرجال کے زمانے میں اس فضول خرچ گھرانے
کو دوسرے خاندانوں پر ترجیح دی۔ ایک دن
بات جیت گفت و شنید کے لیے معین ہوا۔ ہمارے
دوست اپنے صاحبزادے کو ہمراہ لے کر گئے
دروازے پر پہنچے تھے کہ ڈیوڑھی میں چند دانے
چاولوں کے پڑے دیکھے دل میں کہنے لگے خدا
خیر کرے اس گھر میں بہت فضول خرچ لوگ بستے
ہیں۔ دیکھیے نباہ کیونکر ہوتا ہے اتنے میں سمدھی
صاحب سے سلام علیک ہوئی مزاج پرسی کے بعد
آمدنی کا سوال کیا سمدھی نے جواب دیا کہ جناب
آجکل آمدنی کہاں گھروں پر ٹیکس بندھ گئے ہیں
چندے والے ناک میں دم کرتے ہیں پھر بھی [illegible]
روپیہ سالانہ بچتے ہیں۔ ہمارے دوست نے فوراً
ماہواری مصارف کا سوال کیا معلوم ہوا کہ چار
آنے ماہوار کا صرف ہے بہت جھلائے اور فرمانے
کہ جناب جہاں اناج بوریوں میں بہا پھرے
وہاں کے مصارف کا پوچھنا ہی کیا۔ اتنے میں
میں زور سے زنجیر کھٹکھٹانے کی آواز آئی۔
سمدھن صاحبہ اپنے میاں کو بلا رہی تھیں
ہمارے دوست نے جھٹ اعتراض جڑ دیا جناب
ہماری سمدھن صاحبہ سے پوچھیے کہ زنجیر کے گھسنے
کا نقصان کس کے سر ہوگا۔ سمدھی صاحب اندر
گئے وہاں سے تین دانے کھچڑی ایک سینی پر لگا کے
لیتے ہوئے آئے "آئیے جناب بسم اللہ" اب تو
ہمارے دوست کو تاب نہ رہی فوراً اٹھے پر سے
اکھڑ گئے۔ افوہ مہمانوں کی دعوتیں بھی ہوتی ہیں

ابھی ان لوگوں سے نباہ کیونکر ہوگا۔ بھلا آپ کے
دوست اس دعوت کو جو فضول خرچی پر مبنی تھی کیونکر
قبول کر سکتے تھے لیکن سمدھی نے اپنے بعینہٖ
مستقبل داماد کو زبردستی شریک طعام کیا جیب سے
شیشی نکالی اس میں ساری کے وقت کا گھی تھا
جو موسیٰ کے عہد سے اس خاندان میں نسل بعد
نسل چلا آتا تھا ایک سینک میں لگا کے کھچڑی
میں ڈالا۔ تو یہ اب تو ہمارے دوست کا کمربند پہلے
سے زیادہ ڈھیلا ہو گیا۔ استغفر اللہ جناب یہ
چھچھورا پن یہ گھر لٹاؤ خرچ ہم نہیں دیکھ سکتے
سمدھی بیچارے دعوت کر کے بہت شرمندہ ہوئے۔
اور پوچھا کہ جناب آخر آپ کیونکر بسر کرتے ہیں۔
اس دنیا میں بغیر کچھ کھائے پیے تو زندگی بسر نہیں
ہوتی۔ ہمارے دوست نے فرمایا کہ حضرت کوئی
بندہ بھوک مرتا تو خدانخواستہ ہے نہیں تدبیر
سے سب کام نکلتا ہے آپ اگر ہوشیار ہوتے تو
یہ گھی شیشی میں جیسے کا تیوں رہتا اور کبھی خرچ
نہ ہوتا کھچڑی گرما گرم ہے شیشی کو کھچڑی میں گاڑ دیجیے
اور دو منٹ ٹھہر جائیے گرمی سے گھی پگھلے گا اور
اسکی خوشبو دماغ میں جائے گی مزے سے کھانا کھائیے
سمدھی قائل ہو گئے بات یہ ہے کہ معقول بات
فوراً قبول کر لی جاتی ہے انھیں ضروری اور
کفایت شعاری کا سبق ہمارے دوست سے سیکھنے
کی ضرورت ہوئی اور انھوں نے سوال کیا جناب
ہم تو آپ کی [illegible] کے بہت مشتاق ہیں آخر
آپ اوقات گزاری کس طرح فرماتے ہیں؟
جناب میر صاحب نے جیب سے دو ڈبل پیسے
نکالے اور سمدھی کو دکھائے ان پر سنہ ۱۸۴۳ء کا ٹھپہ
تھا۔ (میر صاحب کے والد مرحوم کی جیب سے یہ پیسے
نئے ٹکسال کے برآمد ہوئے تھے) میر صاحب نے کہا
جناب سمدھی صاحب یہ کل کائنات ہے جس پر
آج تک زندگی کے دن بسر ہوئے اور امید ہے کہ تا
حیات یہ سرمایہ اسی طرح موجود رہے گا۔ سمدھی
بیچارے کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا اور وہ تفصیل
و توضیح کے خواہاں ہوئے۔ ہمارے دوست نے

فرمایا کہ [illegible]
جاتا ہے۔ [illegible]
مرض ہے مشہور ہے [illegible]
ہے اس میں [illegible] پانی کی [illegible]
اس میں پانی دیتی ہے [illegible]
کی دکان پر جو بیچ جاتے ہیں [illegible]
دینا ہے لالہ نے آٹا تولا [illegible]
نے فوراً آٹے کی جانچ کرنی شروع کی [illegible]
چکھا اور فوراً یہ کہہ کے واپس کر دیا کہ لالہ جی
میں کرکراہٹ آتی ہے اپنا پھیر دو گھیلے دال میں
جو کچھ رہ گیا وہ اپنے جناب کا مال ہے اسے احتیاط
سے پڑیا میں باندھا آگے بڑھے دوسری دکان
سے مول لیا اسے بھی گھی کا عذر پیش کر کے واپس
کیا تین چار گھنٹے کی محنت میں آدھ سیر آٹا مفت ہو گیا
پیسے پھر جیب کے جیب میں رہے کسی دن بیچارے
سعادت گنج کی دکان سے چاولوں کی بالی جمع کر لی کسی روز
شکر کے نمونے۔ محلے میں جب کسی سے ملنے گئے تو
کھانا پکانے کی فرمائش کی اپنے بزرگی منظور کر لی
برسوں کا ماجرا سنیے کہ صاحبزادے ابھی جوان
ہیں ماما نے کچھ فضول خرچی کی عادت بھی ڈالی
ہے تربوز کی فرمائش کر بیٹھے یہاں آپ جانیے
یہی دو ڈبل سرمایہ ہے۔ مجبوراً محلے کی کنجڑن سے
تربوز قرض لیا گودا چھیل کے صاحبزادے کے
حوالے کیا چھلکوں کی بھجیا ہوئی بیج چھیل کے
مانگی کی شکر میں پاگے۔ چار [illegible] بنا کے
پیسے پیسے پڑیا بیچی۔ کنجڑن کے تین پیسے اسکے
حوالے کیے ایک پیسہ پھر بھی نفع ہوا۔ خلاصہ یہ
کہ اگر عقل سے آدمی کام لے تو خرچ دار ہونے کے
بعد بھی مال میں کمی نہیں ہوتی جیسے کا تیسا رہتا ہے
اور جیسا کہ انجناب پیغمبر بغداد کی صفت
بخل ایک ایسی عمدہ شے ہے جو انسان کو مطمئن
رکھتی ہے اگر چہ مال کی یہ دولت جان کی بلا بھی
ہو جاتی ہے مگر انسان جب تک زندہ رہتا ہے
امید گاہ خلائق رہتا ہے ہمارے ہندوستان
جنت نشان میں آگے یہ صفت بدرجہ کمال تھی

یہ نہیں کہتے ؎

ہم اس سے قرضخواہ کا قرضہ چکائیں گے

خواہ مخواہ کی دل میں ٹھیس لگی اور اجرت طلب کرنے لگے پھر اجرت میں بھی جالا ہے کی سی تنگیا کرتے ہیں وستوری اور کمیشن پر اڑے ہوتے ہیں ؎

گر صد ہزار لعل و گہر سید ہی چہ سود

دل را شکستہ نہ کہ گوہر شکستۂ

معشوق نے بوسہ کے عوض دل مانگا اور یہ جھلائے ؎

عوض بوسہ حسیناں دل ماجاں ہمی طلبند

وللہ الحمد آنچہ بما کالکے از ما گیرند

مطلب یہ ہوا کہ اے مسخرے بوسہ میں خرچ ہی کیا ہوتا ہے ایسے ایسے ہزار بوسہ تو ہم سے لے لے دل پر چوٹ کیوں کرتا ہے۔ یہاں سوا اس دل نامعقول طالب علم کی لنگی کے رکھا ہی کیا ہے وہ بھی تو ایک چٹانے کے عوض میں لے لے گا تو جئیں گے کس کے بھروسے ؎

دل لے کے چلے جاؤ گے کیونکر جئیں گے ہم

الغرض بخیل کو اپنا دل ایشیائی شاعر کے دل سے بدل لینا چاہیے تاکہ جھنجھی گرہ سے نہ جائے اور کام نکل آئے۔ جوانی دیوانی مشہور ہے۔ بخیل بھی کبھی جوان ہوتا ہے لہذا بمقتضائے جوانی اگر کبھی اسے چوک کی ہوا لگے تو لازم ہے کہ کسی مال دار رنڈی سے آنکھ لگائے ولوکانت عجوزا شمطاء (اگرچہ وہ بڑھیا کھوسٹ ہو) کیوں نہ ہو اور سوا الفت دل کے دوسری کوئی چیز روٹھائی میں نہ دے۔ حافظ شیراز کی طرح بجائے سمرقند و بخارا کے مارٹین کی کوٹھی کیننگ کالج جھوٹیز علیگڈھ کالج یہ پیشکی شیعہ کالج اور اگر زیادہ کی فرمائش ہو تو اودھ کی کوئی رنگیلی رنڈی ہیرور ریاست اسکے یا ر نام کردے کسکی رہی ہے کس کی رہ جائے گی۔ لیتا مرے یا دیتا۔ یہ بائی جی بھی حیدر جان اور مشتری کی طرح ننگ لاڈلی ہونا چاہئیں تاکہ ورثا کی کثرت سے دقتوں کا

سامنا ہو یہی رنڈی بازی نفع سے خالی نہوگی کیا معنی کہ رنڈی کو اپنی آخری عمر میں ایک ناز بردار کی ضرورت ہوتی ہے خواہ برنائے تہنیت بیاہ یا زوجیت اور اگر کوئی نوجوان اس پھندے میں پھنس گیا تو سمجھ لینا چاہیے کہ دن پھر گئے سیل کھیل چھوٹ گیا عمر بھر کی کمائی نائکہ جی کی اور تازہ بتازہ نو بنو کمائی نوچیوں کی سب اسی کا مال ہے۔ نوچیاں بے محنت و تکلیف اتا لیتی ہیں۔ زندگی کھاتے ہیں بی زندگی بھر نوچیوں کے ذریعہ سے مل میں گو لڑکا بھول بڑا نائکہ جی کے خانی الغمزہ مرگ ہونے کے بعد حق پدری و شوہری دونوں حاصل کیے اور پیچھے سے آیا۔ وختر قادردان (حسابی جورو) سے ایک رات کا نکاح کر لیا تاکہ یہ گاڑھی محنت کی کمائی نوکھ بھر میں بی فاختہ اور کوتے انڈے کھائیں میں صرف نہ ہو۔

حسابی جورو سے مراد یہ ہے کہ پیسے میں چار دھیلے ڈبل کی چھ پائیاں تھا نہ دال ہو چنانچہ ایک دوست کی حسابی جورو نے شوہر کے گھر آنے کے ساڑھے چار ماہ بعد بچہ دیدیا۔ میاں سمجھے کہ تیزی و تیز رفتاری کا زمانہ ہے کسی زمانے میں بیل کی سواری تھی پھر گھوڑا گاڑی نکلی۔ پھر ریل گاڑی ہوئی اگر مدت حمل نے بھی بجائے بیل پر سوار ہونے کے موٹر کار یا ریل گاڑی پر سواری گانٹھی تو کیا عجب ہے۔ مگر یار دوستوں نے سوال کرتے کرتے ناطقہ تنگ کر دیا۔ ارے میاں سُنا ہے تمھارے گھر میں لڑکا ہوا اماں ساڑھے چار مہینے کے بعد ہمیں تو یہیں شک ہوا ہے کہیں جہیز و لڑکا نہو۔ آخر انھوں نے بی بی کی عدالت میں استغاثہ بنا بر استقرار مدت حمل دائر ہی تو کر دیا۔

میاں ”اے جی۔ مجھے نہایت تعجب ہوتا ہے یہ بچہ کیونکر ہو گیا“۔

بی بی ”کیونکر کیا معنی جس طرح تم پیدا ہوئے اسی طرح یہ بھی پیدا ہو گیا“

میاں ”اجی نہیں میرا مطلب یہ ہے کہ سب کے یہاں تو نو مہینے میں ایک بچہ ہوتا ہے۔ ہمارے یہاں ساڑھے چار مہینے بعد کیونکر پیدا ہو گیا“

بی بی ”آخاہ اتنی ذرا سی بات تمھاری عقل میں نہیں آتی ہم تم گانوں گنوار کا حساب کتاب کیونکر سمجھتے ہو گے میں جانتی ہوں تم نرے گاؤدی ہو۔

میاں ”واللہ باللہ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی“

بی بی ”اے میں تو سمجھا دوں گی چھری کے نیچے دم لو“

میاں ”مجھے بہت تشویش ہے۔ جلدی سمجھاؤ“

بی بی ”ہماری شادی کو کتنے دن ہوئے“

میاں ”ذی الحجہ کے مہینے میں نکاح ہوا تھا“

بی بی ”میں نہیں جانتی کیسی ذی حجہ بی حجہ“

میاں ”اجی بقرعید کے مہینے کو ذی حجہ کہتے ہیں تم تو جاہل ہو“

بی بی ”ہاں تو یوں کہو۔ بقرعید ایک محرم دو تیزی تین بفات چار خواجہ بندین (خواجہ معین الدین) کا مہینہ ہے اسکی پندرہ کو میرے یہاں زچاخانہ تھا پورے ساڑھے چار مہینے ہوئے۔ کہو ہاں“

میاں ”ہاں“

بی بی ”اچھا تو ساڑھے چار مہینے میرے اور ساڑھے چار مہینے تمھارے یہ سب مل کے کتنے ہوئے“

میاں ”نو مہینے“

بی بی ”خدا تمھارا بھلا کرے اب جاکے ان ایسے عیسوں سے پوچھو کہ سہی کہ وہ خود کے مہینوں میں پیدا ہوئے تھے“

میاں (منہ چوم کے) ”واللہ تم تو اقلیدس کی نانی اور انٹی کانگریس والوں کی استانی ہو۔ انٹی کانگریس والے بھی ایسے ہی الٹے سیدھے حساب لگاتے رہتے ہیں بھئی میں سچ کہتا ہوں یہ حساب میری سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ ہر مرتبہ نو سے اوپر گنتا تھا اس ڈبل سواری کا اوٹ سمجھ جاتا تھا بس اب میرا شک جاتا رہا تم ہی قابل ہو

کہ شیعہ کانفرنس کا بجٹ کیسا تمام ہندوستان کا بجٹ تم ہی سے بنوایا جائے۔

ناظرین کو خیال کرنا چاہیے کہ حسابی جوڑ رواب مرقع پر کس قدر مفید ثابت ہوا کہ مفت میں جو ساڑھے چار چھیئے میاں کے ضائع جاتے تھے وہ اُس نے بچائے۔ اور اگر یا وصف تلاش اس قسم کی کوئی وکنشی نہ ملے تو انسان کو چاہیے کہ نئے بگڑے ہوے روساؤں میں سے کسی ایک رئیس کے ساتھ ہو لے مصاحبت کی تنخواہ ساتھ ساتھ رنڈی لیلا بھیجنے کے ضرور مل سکتی ہے بشرطیکہ کارگزاری کی لیاقت ہو۔ چوک میں ایسے صدہا مفلوک الحال رنڈی باز ہیں۔ جو محض ہاتھ پیروں کی قوت پر رنڈی بازی کرتے ہیں۔ اگر بی صاحب اپنے آشنا سے فرمائش کرتی ہیں تو فوراً رنڈی کے طرف دار ہو جاتے ہیں اگر کسی رئیس کے یہاں تقریب میں ناچ گانا ہوتا ہے تو وہ اس کا انتظام اپنے ذمہ لے لیتے ہیں اسطرح کمیشن میں رنڈی مل جاتی ہے سوا سلف میں دیانت داری نائکہ کی نظر میں ایماندار بنا دیتی ہے بدگلوئی بے سری تانوں کی تعریف رنڈی کا دل بڑھا دیتی ہے سامعین کے دل میں گرمی پیدا کر دیتی ہے انھوں نے غلط ٹھان لی انھوں نے جھٹ ایک روپیہ نکال کے صدقہ کیا اور پھر جیب میں داخل اہل شوق نے دینے لینے میں کوتاہی کی اور انھوں نے ابتدا اپنی طرف سے کر کے غیرت دلائی۔ بعد کو اس کی بری بٹیر بازی کے دام واپس مل گئے۔ طبلیے سارنگیے کی تعریف و کومیت اُن کا خاص فرض ہے۔ تالیف قلب کی بھی گھات ہے۔ کوئی دیہاتی بیوقوف رئیس طالبات کی ٹوپی میں زرلفتی بیل لگائے ہوئے اگر پھنس گیا تو پوبارہ ہیں۔ پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں۔ غرض زبان اور ہاتھ پاؤں کی محنت سے شوق بھی پورا اور بے عزتی بھی کچھ نہیں امیر رئیس کے مقرب نائکہ کے خیر خواہ سپرپا ئیوں کے بہی خواہ۔ رنڈی کے سچے

وفادار محبتی ملاقاتی دوست۔ بیمار ہوئی تو تیمار دار۔ پولیس نے گھیرا تو پیروکار۔ ناچنے گئی تو گھر کے رکھوالے۔ ہر طرح قابل تعریف ہی ٹھہرتے ہیں پس ایسے سخی سے سوم بھلا جو اپنی دولت لٹا کے دوسرے کے ہاتھ دیکھے۔

الجبن

یعنے نامردی ضد شجاعت۔ جان بچانے کا زبردست آلہ۔ ایک قدم آگے بڑھے تو گیا اور پیچھے ہٹے تو آیا۔ خدا سلامت رکھے خواہ کسی طرح سے ہو۔ یہ تن نازک اور لوہے کی آنچ ؎

لوہا لوہا سب کہیں لوہا بڑی بلائے

استغفر اللہ۔ ہم نے تو کسی شجاع کو دیکھا نہیں اور شجاع ہوا تو بچا نہیں۔ خدا کی مخلوق اسلیے نہیں ہے کہ ہر شخص اپنی تلوار کی باڑھ آزمائے۔ آخر ایک دن خدا کو منہ دکھانا ہے۔ مونچھیں کھڑی ہوئیں تو واہ واہ پڑی رہیں تو واہ وا۔ قیامت کا دن اسی لیے ہے کہ بُرے اپنی سزا بھگتیں اچھے جزا پائیں مرگ سے پیشتر اور قیامت سے قبل انتقام و قصاص کی ضرورت ہی کیا ہے ماں باپ نے اسلیے پیدا نہیں کیا تھا کہ یوں مفت اپنی جان دیں۔ ہلاکت میں ڈالنا اپنے نفس کو حرام ہے۔

دائم

فلاسفر

نوٹ:۔ مضمون اخلاق جلالی یہانتک پہونچا تھا کہ حضرت فلاسفر بیمار ہوے اور اچھے ہونے کے بعد انھوں نے باوجود ناظرین کے تقاضا کرنے کے ادھر توجہ نہ فرمائی ؎

نیچرل شاعری

نمبر ا ۱۸ء

مولانا اشعر الشعرا حضرت شیخ امام الشعرا قبالکم بھیرا بیچا نب نئے فلر سکند منش کو تڑکی کا زمان یاد آیا اور وہ بحر بحر خیالات ہدافر کی تیزی کو چلا۔ اُردو کورس کی کتاب سامنے ہے انتخاب کرنیوالے

کی قابلیت پر عش عش کر رہا ہوں۔ جھوم رہا ہوں۔ گھوم رہا ہوں۔ حصۂ نظم کے مضامین بلندی کی چوٹی کو دیکھتا ہوں اور یوم قلم کی طاقت پر دانتوں کو توڑتا ہوں پھڑپھڑا کے رہ جاتا ہے۔ درحقیقت اس قسم کی نظم سے اردو زبان نے بہت ترقی کی اور آئندہ ایسی ترقی کرے گی جیسی ہندوستان میں انگلش فیشن نے قبا کے دامن کٹے اور گھٹتے گھٹتے کرے سے دو بالشت اونچے ہو گئے یعنی قبا مرزائی بن گئی مونچھوں کی دُم کتری گئی لنڈوری ہو گئیں پھر اللہ دوری بھی نہ رہیں بالکل صفاچٹ میدان چہرہ کے بہ نظم میں نہ جھاڑی ہے نہ جھنکاڑی۔ امرد سادہ رو کو چھپنے کی ضرورت نہیں۔ وہ زمانہ گیا جب تھیٹر کے ایکٹر داڑھے گھر سے نکلتے ہوے شرماتے تھے اب تو فیشنی دُنیا کے تماشا گاہ میں وہی وہ نظر آتے ہیں۔ ہائے ہائے ؎

از سادہ رخاں درتب و تاب است دل ما
زیں آتش بے دود کباب است دل ما

آئی! اجان صاحب کی لڑیاں بہشت نصیب ہوئی فرماتے ہیں یہ داڑھی منڈ اسماؤں میں یاد آئی خدا کرے یہ اس فرمائش کی مقبولیت عام اُنکے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگی۔ آج جیسے دیکھیے تعمیل و اطاعت پر آمادہ ہے۔ افسوس نہ ہوے میاں بشیر۔ میاں الماس۔ میاں کامیاب۔ میاں داراب۔ آج پھر نے والے ہوتے تو مزے سے بغیر کسی شرمندگی کے ان چھیلے ہوے کسیروؤں کے ساتھ گرم صحبت ہوتے اور خدا کا شکر بجا لاتے کہ اُس نے بغیر تخم کے منس میں ترقی عنایت فرمائی۔ آج شاخیں چھنٹی ہیں تو کل جڑ کی باری ہے۔ اُردو بھی کنایہ استعارہ تشبیہ کے بار احسان سے روز بروز سبکدوش ہوتی جاتی ہے کچھ ہی دن جاتے ہیں دیکھ لیجیے گا کہ ان قیود سے بالکل آزاد نظر آئیگی اور ایسی ہی آزاد نظر آئے گی جیسے کسی مسلمان پالیٹشین کا دل نور ایمان سے۔ کیا معنے کہ پالیٹکس مذہب نہیں ہے مذہب اور پالیٹکس میں اکثر تصادم ہوا ہے اور اس تصادم میں غلبہ پالیٹکس کو اکثر ہوتا رہا ہے نتیجہ یہ کہ روحانیت مسلوب مادیت غالب۔ چالاکیاں

شاعر کی جانے بلا اگر حشو ہے تو ہوا کرے شبنم کا آنا بھی نیا محاورہ ہے شبنم گرتی ہے۔ اوس پڑتی ہے مگر لاہور کالج میں نہ گرتی ہے نہ پڑتی ہے بلکہ آتی ہے منھ دھو یا جاتا ہے میاں گل کا اور رو تے ہیں پرندے صاحب چوٹ لگتی ہے پرندے صاحب کے بات بھی دل پر چوٹ لگانے والی ہے مگر یہ نہیں کھلتا کہ رات بھر بی شبنم صاحب کیوں تشریف لائیں اور کس کے آبدست میں مصروف رہیں ؎

آزاد ہیں پرندے پنجرے میں بند ہیں ہم
پنجرا ہو یہ کہ اڈا ہیں دونوں بھائی توام
یاں گو بہت تگ و دم واں بچ رہی ہے پنجم
لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم
شبنم کا صبح آکر پھولوں کا منھ دھلانا

دیگر

پنجرے میں بند ہیں ہم کیچڑ ہے یاں نہ بلغم
اور تھپکی تھپکی کو اماں کر رہی ہے شبنم
اس غم سے دیکھیں بچتی کیونکر ہے جان پُرغم
لگتی ہے چوٹ دل پر آتا ہے یاد جس دم
شبنم کا صبح آکر پھولوں کا منھ دھلانا

اب آگے رقت کا بند ہے یعنی مادہ جان کی یاد ؎

وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت
آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانہ

تھا کیسا اب بھی ہے فرق صرف اسقدر ہے کہ یہ تو یہاں پنجرے میں نبی جی بھیجو بول رہے ہیں اور کامنی سی مورت پر دوسرے صاحب غٹر غوں کرتے ہیں معلوم نہیں اسکول ماسٹر جب ان مضامین عالیہ کی تشریح بچوں کے سامنے کرتا ہوگا تو وہ کیا فائدہ اٹھاتے ہوں گے۔

حیراں ہوں لگی ہے کیسی لگن مورت
چھائی صفائے عالم میں کیسی یہ کدورت
کیونکر دکھائی دے گی۔ عینک کی ہے ضرورت

وہ پیاری پیاری صورت وہ کامنی سی مورت
آباد جس کے دم سے تھا میرا آشیانہ

ذیل کا شعر پہلے شعر کا تتمہ ہے ؎

تڑپا رہی ہے مجھکو رہ رہ کے یاد اس کی
تقدیر میں لکھا تھا پنجرے کا آب ودانہ

خاکی انڈے دینے کا وقت آگیا۔ مطلب صاف ہے پنجرے کا آب ودانہ وہی ہے جو پالنے والا پنجرے کے اندر کلھیا میں رکھتا ہے۔ یعنی خلاف فطرت۔ انسانی دماغ سے نکلا ہوا مضر صحت آب ودانہ۔

دانے کی ہے تمنا اور سی ہے نہ بھس کی
خندق کی ہے نہ پروا اور ہے نہ فکر و عس کی
انیونی کی طرح سے میں ہوں لگائے چسکی
تڑپا رہی ہے مجھ کو رہ رہ کے یاد اسکی
تقدیر میں لکھا تھا پنجرے کا آب ودانہ

اس بند کا اب خاتمہ ہوتا ہے اور بندہ بھی ناظرین کو اپنی طبع آزمائی سُنانے سے پیشتر سلام کیے لیتا ہے آئندہ دیکھا جائے گا ابھی بہت کچھ ہے دیکھوں اب کس نبی نامرسل کی رسالت تو صدر پہونچتا ہے ؎

اس قید کا الٰہی دُکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہی قفس میں میں غم سے مر نہ جاؤں

میں بالفتح والکسر کی تکرار ہر ایک بزنجش کو لطف دے گی کیا ہوا حیوانات کا ذکر تو ہو ہی رہا ہے ؎

اقبال منتن لکھیں میں دُم ہلا کے گاؤں
ادبار سے پھر اسیر تنقید بھی کراؤں
سمجھے زباں جو میری سامع کہاں سے لاؤں
اس قید کا الٰہی دُکھڑا کسے سناؤں
ڈر ہے یہی قفس میں میں گھٹ کے مر نہ جاؤں

راقم

زبان فطرت ادبار

نشترِ غمزہ

(تتمہ جلد سنہ ۱۹۱۰ء)

یا ایہا الناظرون و ایہا المشتاقون! پدر نامکرم کی فہمایش و تنبیہ نسبت اس نرالے جو مجھ غریب کو … جناب اُستاد نا الفریق فی حوض الکیچڑ کی بدولت دی گئی اب مجھ پر لازم ہو گئی اسلیے کہ گر بہ کشتن روز اول کا مجرب نسخہ میں نے ایک پرانی کتاب میں پڑھا تھا حقیقت یہ ہے کہ خواہش انتقام ہر شخص میں ہوتی ہے بندہ جب پیکر بشری میں تھا اُسی وقت سے کینہ کا مادہ اعتدال سے زیادہ اپنے دل و دماغ میں رکھتا تھا اب انسان ہونے کے بعد بھی طبیعت میں کامل انقلاب نہیں ہوا۔ بلکہ عقل کا جزو شامل ہو جانے کے باعث نئے نئے فقرے نئی نئی ترکیبیں ذہن میں آنے لگیں۔

پدر مرحوم آنجہانی کی تعلیم بھی یہی تھی کہ جس کسی پر رعب قائم کرنا مقصود ہو پہلے ہی سے آمد کی جائے مرحوم اپنے زمانہ قیام عرب کا ایک قصہ بیان فرماتے تھے۔ ایک عرب تھا جس کی پانچ نہایت خوبصورت اور حسین لڑکیاں تھیں ان میں جو سب سے چھوٹی تھی وہ اپنی بہنوں میں جسقدر باعتبار حسن صورت تفوق رکھتی تھی اسیقدر زیادہ بدخو واقع ہوئی تھی۔ اس کی بدخوئی جوانی تک نہ گئی۔ اور اسی بدخوئی کے کارن اسکی شادی بھی نہ ہو سکی مرحوم فرماتے تھے کہ جب کبھی وہ لشت پر ہوتی تھی تو مارے کوڑوں کے میاں تمام ڈیل نیلا کر دیتی تھی۔ جوانان عرب میں سے اکثر خوشحال اشخاص نے لڑکی کے باپ سے خطبۂ نکاح کی بات چیت کرنا چاہا اور کیا مگر اُسکی طبیعت اور مزاج دیکھ کے سب لوگ کنارہ کش ہو گئے اسکا باپ ایک شریف آدمی تھا وہ نہیں پسند کرتا تھا کہ عقد اپنی مرضی سے کر دے اور بعد کو جھگڑا بکھیڑا ہو۔ جو کوئی طالب عقد اسکے پاس جاتا تو فوراً اپنی لڑکی کو خبر دیتا کہ اگر تمھیں منظور ہو تو بات ٹھہرائی جائے یہ ایسی نیک واقع ہوئی تھیں کہ فوراً بیچارے اُمیدوار کو گالیاں دینے لگتیں۔ دجنت یا ملعون لعن الیک، جو ایک ہی زینہ کے عاشق تھے وہ صلواتیں سنتے ہی بھاگے اور جو کسی قدر زیادہ جری تھے اُنکی عادت آمد و رفت کھوپڑی کی بے پناہ ڈنڈی نے چھوڑا دی غرض روز یہ رشتہ جڑتا اور ٹوٹتا تھا۔ آخر ایک ترم باز خار عاشق ہوئے۔ عقلمند کی دور بلا آتے ہی انھوں نے تعظیم صاحب سلامت درخواست پیش کر دی خسر ائیل علیہ الرحمۃ نے تعظیم تواضع سے بٹھانا چاہا مگر یہ کھڑے ہی رہے۔ آخر خسر ائیل نے فرمایا: جناب جس لڑکی کی خواستگاری آپ فرماتے ہیں وہ نہایت بدمزاج

اور میں چاہتا ہوں کہ آپ براہ راست اُس سے رضامندی حاصل فرمائیں باقی رہا مہر تو وہ میں طے کرلوں گا۔ میری طرف سے آپ اطمینان رکھیے۔"

خواستگار" بہت خوب چلیے۔ مگر ایک بات عرض کیے دیتا ہوں اُسکا لحاظ رہے آپکی صاحبزادی جو کچھ فرمائیں اُسکی برا آپ نہ کیجیے جو میں کہتا جاؤں آپ اُسکی تعمیل کیجیے ورنہ صاحبزادی ہمیشہ بن بیاہی رہیں گی۔

خسرائیل" یہ بہت خوب۔ آپ چلیے تو سہی"

حجرے کے قریب پہونچکے خسرائیل نے اطلاع کیا کہ اپنی آمکی اطلاع دیں مگر اُنھوں نے روکا اور فوراً چیڑی سے پردہ ہٹا کے اندر داخل۔

صاحبزادی" یا ملعون۔ یا خبیث یا انحس العرب یا کلب البریہ یا تیس الجبل یا مفقوم یا نحس۔ اے شخص تکون۔ لماذا دخلت علی غیر اذن منی (مرے) تو کون ہے جو بے پوچھے یہاں چلا آیا؟

اُمیدوار" آپ کا تفضل آپ کی عنایت یہ سب القاب آپ ہی کے لیے زیبا ہیں میں کس قابل ہوں"

زبان سے تو یہ کہا مگر صاحبزادی ایک بکری کا بچہ گود میں لیے بیٹھی تھیں اُسکی ٹانگ پکڑ کے کھینچ لی اور بہت بیدردی سے اُس مسکین کو زمین کا نقش بنا دیا۔ اب تو صاحبزادی گھبرائیں کہ یہ کون بے ڈھب (ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ بیڈھب سے مراد ہمارے دوست ڈھالیوں والے ہیں) اودھر بکری کی قضا آئی اُودھر ہنسی ہنسی میں چاسبا پنج شیشہ کے برتن بھی زمین پر گرا دیے"

صاحبزادی" مردوے کچھ پی کے آیا ہے۔ خدا جانے کس پاگل خانہ سے چھوٹا ہے خوب اجان نہ پہچان بڑی خالہ سلام۔ ابّا اس پاگل خبطی کو یہاں سے نکالو نہیں اللہ جانتا ہے مارے لکڑیوں کے اسکی کھال گرادوں گی۔ چہ خوش جرا نیا طلا آپ تو بڑی جلدی بے تکلف ہو گئے"

اُمیدوار" بے شک آپ کو میری بے تکلفی پسند آئی۔ میں پہلے ہی سے جانتا تھا"

صاحبزادی نے وہی کوڑا جو اکثر میری پشت کو مجروح کرتا تھا اٹھایا مگر اسمیں کامیاب نہ ہوئیں۔ امیدوار صاحب نے پہلے ہی اُسکے پرزے اُڑا دیے (الحمد للہ) تیرا شکر ہے یہ منحوس تازیانہ تمام تازیانہ ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور امیدوار صاحب نے قہقہہ لگا کے اپنی تطیف کی "استغفر اللہ میرے سامنے آپ تازیانہ اٹھا سکتی ہیں دست نازک کو صدمہ پہونچے گا اور مجھے یہ گوارا نہیں ہے

خود گلا کاٹوں مجھے خنجر عنایت کیجیے
دیکھیے دُکھ جائے گی نازک کلائی آپکی

صاحبزادی" او موے جلاد۔ دور ہو یہاں سے۔ خدا تجھے غارت کرے۔ نگوڑے۔ بھئی ابّا دیکھو یہ موا کہاں سے گھس آیا ہے۔ میری بکری کو مار ڈالا برتن توڑ ڈالے۔ چابک ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ ہاے اللہ"

خسرائیل علیہ الرحمتہ باشارہ امیدوار خاموش ہیں۔

اُمیدوار" بیگم میں جانتا ہوں کہ یہ چند برتن آپ کو عزیز تھے مگر کیا پروا ہے بندہ اس سے بہتر حاضر کریگا لاحول ولا قوۃ کیا کثیف قالین ہے جس پہ آپ تشریف رکھتی ہیں"

قالین فوراً کھینچ لیا گیا اور بیگم صاحبہ تخت کے نیچے آ رہیں ناقلان آثار و حاکیان اخبار روایت کرتے ہیں کہ قالین پھر ثابت نہ رہا اُسکا ایک ایک تار ہوا میں اُڑتے دکھائی دیا۔ بیگم صاحبہ طیش میں اپنے بال نوچنے لگیں مگر فوراً ہاتھ رومال سے باندھ دیے گئے اب بیچاری مجرموں کی طرح جکڑی ہوئی رو رہی ہیں اور اُمیدوار صاحب کہتے ہیں۔

" میں جانتا ہوں کہ آپ کو مجھ سے بہت اُلفت ہے میں حاضر ہوں آپ روتی کیوں ہیں"

صاحبزادی" اللہ کرے تو مرے تیری لاش پھیچا تی جائے۔ تجھے کہری گور میں تو پوں نگوڑے سودائی خدا جانے کہاں کا گستا نگر یہاں آیا ہے تیری صورت پر مثل القار جھاڑو پھیروں"

اُمیدوار" نہیں بیگم میں ایسا بیدرد نہیں ہوں کہ تم سے جھاڑو دلواؤں جب تم اس گھر سے اپنے گھر میں جاؤ گی تو دیکھو گی کتنے غلام خدمتگار موجود ہیں کیسا عمدہ مکان ہے کسقدر وسیع و پر بہار باغ ہے کتنے نفیس اونٹ کیسے سبک گھوڑے ہیں"

صاحبزادی" آگ لگاؤں تیرے گھر کو لوکا لگے تیرے منھ کو۔ ہاے کیسی آفت میں جان ہے۔ یا اللہ موئے پر میرے قد کے برابر کڑکڑاتی بجلی گرے"

اُمیدوار" بجلی! بجلی! وہی جو گنتا ہوتا ہے ہندوستان میں؟ اوہ کیا پروا ہے بندہ کے پاس چند جلد اسکے موجود ہیں فوراً حاضر کر دے گا"

قضارا اُدھر سے ایک غلام نکلا امیدوار صاحب نے فوراً تلوار سے اُسکے کان کاٹ لیے۔

" کلب ابن الکلب۔ ہمارے تخلیہ میں خلل انداز ہوتا ہے" قصہ مختصر بیگم صاحب شرما آئی رہیں خسرائیل علیہ الرحمتہ سمجھے کہ اس شخص سے بہتر مسلم صاحبزادی کو مل نہیں سکتا لہذا خاموش رہے تھوڑی دیر کے بعد قاضی صاحب حسب الطلب تشریف لائے۔

قاضی کو دیکھ کے صاحبزادی اور جھلا ئیں"

صاحبزادی" دیکھیے قاضی صاحب میں ہرگز راضی۔۔۔۔۔"

اُمیدوار" ہاں ہاں راضی راضی راضی راضی ابے او قاضی (گھونسا رسید کیا) کیا دیر لگائی ہے جلدی نکاح پڑھ بیگم صاحبہ کو غصہ ہے۔ ہاں ہاں راضی (گھونسا) راضی (تھپڑ) ابے جلدی پڑھ (دھول دھاں) پڑھ"

قاضی بیچارے کی جو یہ گرما گرم آؤ بھگت ہوئی تو جھٹ "راضیت باللہ جو ہے سو ہے" پڑھ کے وہاں سے الگ کھڑے ہوے دھول دھاں کی آواز سے صاحبزادی ایسی بوکھلائیں کہ اقرار وغیرہ سب بھول گئیں مبارک سلامت ہونے لگی۔ ادھر تو زبردستی کا عقد ہوا اُدھر سواری عروس کے لیے ایک لنگڑا لاغر حشری کمری کم خور منھ زور قدم قدم پر ٹھوکریں لینے والا گھوڑا میاں سودا کے گھوڑے سے بھی قیمت میں کچھ کم مہیا ہو گیا طفل مکتب نمی رود ولے برندش یا بدست دگر و دست بدست دگرے" ہاے ہاے نہیں نہیں اوہ توبہ معاذ اللہ بھاڑ میں جائے دلی" کے سُریلے نغموں کے ساتھ دولھن اُسی گھوڑے پر بٹھا دی گئی۔ جب تک عقد نہیں ہوا تھا اُسوقت تک بیگم صاحب نیچے پر ہاتھ

کھٹیا پٹی کو پیری میں جوانی کا مزا یاد رہے ۔
چھچھوندر کی خودداری نے علاقہ کا بھرکس نکال دیا
چھچھوندر میں قرض کا لدا اور ایسا بڑھا کہ علاقہ کی کمر
بھی بڑے میاں کی نقل کرنے لگی۔ آپ جانیے جب بزرگ کا
یہ رنگ ہو تو خوردوں کی حالت کیونکر درست رہ سکتی ہے
چھچھوندر میں بڑے میاں تو چھوندوں کی ہم آغوشی کے
نشے سے عدم کو سدھارے اور نصف درجن کنبہ ناحرث
اولاد چھوڑ گئے۔ بڑے نہ تھے نام محمد فاضل۔ علاقہ
کا قوام پہلے ہی سے بگڑا ہوا تھا اب جو ناتجربہ کاری
کے چھینٹے پڑے تو بالکل ڈھیلا ہو گیا۔ صاحبزادہ بلند
اقبال یعنی نوم اکبر لینے بڑے میاں آنجہانی کی پہلی حماقت

سگ نشیند بجاست گہپائی

ورنہ باپ احمق ہوئے پر بیٹا گوار کے، حباب ہوا آب
کار جسٹر ڈھاڑی بھڑ دوں خوشامدیوں اہالیان
فروخوں سے بھرا پڑا تھا ہی گروہ صاحبزادے کے
آستانہ میں داخل ہوا۔ جس انتظامی مشین کے پرزے
دیئے تھے تم بالشان ہوں اسلی رستی میں ہر کہ شک آرد
کافر گردد۔

قرض کا تماشا نہ تھا۔ علاقہ برائے نام رہ گیا۔ تنگ دستی
کی عادت بزدل بنا دیتی ہے مشکلات کا حل سلیقہ اور
مردانگی پر موقوف ہے اس بےکسی بےبسی میں سوجھی
تو یہ سوجھی کہ لگے ہاتھوں کسی امیر گھرانے میں شادی
کر ڈالو۔ خدا کے عجیب کارخانے ہیں۔ اس نے اگر کسی کو
اندھا کر دیا ہے تو وہی کہہ رہی چشم اسکا مارقہ رہ گئی۔
یہ دلوا کو میاں اندھے محتاج کو۔ اگر کوئی صاحب لنگوٹے
کے پیچھے کوٹھے سے گر کے تیمور ثانی ہو گئے تو وہی لڑتی
ہوئی سڑک پر ما تو کرنے والی ٹانگ بھیک مانگنے کا
وسیلہ ہو گئی۔

لنگڑا اپاہج ہوں نوکری نہیں کر سکتا کچھ دلوا دیجیے
اگر کوئی صاحب گیند کھیلنے میں لنڈے ہو گئے تو وہی
دست شکستہ وبال گردن۔ جاذب ترحم کا آلہ ہے۔
ہاتھ میں پٹی لپیٹی اور لگے راہ چلتوں کو ٹھینگا دکھانے۔
دیکھو اس لنڈے اپاہج کو بھی دیتے جاؤ۔ حالانکہ پیدائی
کشتی میں جانا چاہیے تھی ٹانگ کو راہ خدا میں
ٹوٹنا چاہیے تھا۔ ہاتھ کو خلق خدا کے کام آنا تھا مگر
خدا کسی طرح ان اعضا میں نقصان پہونچا ہو بارش
نقصان کا خلق اللہ کی گردن پر ہے۔ علی ہذا القیاس
قرض کا بار اگر کسی پر ہوتا ہے تو دنیا اس پر ترس
کھاتی ہے۔ بہت سے بندگان خدا اپنے زمانۂ تمول
میں ایک نہ ایک شوق رکھتے ہیں اور وہی شوق
زمانۂ افلاس میں انکی روزی کا ٹھیکرا بن جاتا ہے
فلاں نواب طبلہ خوب بجاتے تھے محتاج ہوئے تو
طبلچی بن گئے۔ فلاں رئیس موسیقی پہچان دیتے تھے
زمانے کی چکر گھنی میں جو پھنسے تو اب رنڈیوں کو تعلیم
دیتے ہیں۔ فلاں صاحب طرح طرح کے کھانے پکانے
کا شوق رکھتے تھے تباہ ہوئے تو باورچی گیری کام آئی
ہمارے بلند اقبال کو خدا نخواستہ ان شوقینوں میں
پھنسنے کی نوبت نہیں آئی تھی علاقہ کسی قدر باقی
تھا بزرگوں کے نام اور افتخار پر بزم سلطاں نور پر
کبھی زوال نہ آیا تھا لیکن انھیں دو وسیلوں سے کام لیکے
مالدار جورو ملنے کے خواب خرگوش میں مبتلا ہوئے
پیام سلام انعام اکرام کے مراحل طے ہونے کے بعد
رشتۂ تقدیر نے ایک بڑی جگہ پھندا لگا ہی تو دیا۔
تھوڑی دیر دھمکیاں دینے میں بسر ہوئی آخر پیچ
لو ہی گیا کاؤں بکا اور خانہ آبادی ہوئی ؎

اب تک تو دل لگی تھی یہ اب ٹھنسے دل لگا

سنجوگ ملا تو ایسی جگہ جہاں مغربی تعلیم نے مردوں کو
چھوڑ کے عورتوں میں اپنا عمل دخل کر لیا تھا تا فتاب
اور لب کٹ۔ گلاب جامن اور چاکلیٹ ستو اور مٹن چاپ
سیخ کے کباب اور بیف۔ چپاتی اور نان پاؤ کا جوڑ
آن ملا بدرنگ... گلستاں اور کنگ ریڈر سے کیا
نسبت۔ یامات آراستہ ہوئی نفیری جھانجھ کے شور نے
محلہ کے امن میں خلل ڈالا اور بلند اقبال بحال ہوالی
جمعہ۔ نفاتی۔ شکرو۔ سجانی۔ بلو۔ ہیرا۔ بنو۔ گھسیٹے۔
وغیرہ وغیرہ سمیت لیڈی دولھن صاحبہ کے بنگلے پر
آ دھمکے۔ بھانڈوں نے غل مچایا ؎

"ہمیشہ دلبرے نوجان مبارک باشد"
آ ہے آ ہے سلامت باشد ہمیشہ دلبرے نوجان
تو۔ اُو۔ تو۔ شد و الٰہی صدہزار ...
آ ہے آ ہے سلامت باشد تُو۔ اُو۔ تُو۔ ہے۔

یہ طوفان بے تمیزی اور تعلیم یافتہ دلھن کا گھر۔ فوراً
ایک خانساماں۔ چپڑ کیا مادھی بنگلے کا اب چپراسی
لیس باہر نکلا "او بدمعاش غل مت مچاؤ میم صاحب
آرام کرتا ہے۔ چلو چلو نہیں تو پولیس سے خبر لی جائیگی"
بھلا بھانڈ کس کی سنتے ہیں انھوں نے پھبتیوں پہ
رکھ لیا ایک نے چہرے کی دم پہ ہاتھ ڈالا "اے تلوری
نکل گیا دُم چھوڑ دی۔ ہٹ یہاں سے ہم خاصان
خدا ہیں ہماری بددعا سے ڈر" دوسرے نے آواز
کسا "یہ بھئی اسکے کانوں پر بال نہیں ہیں ان رنگنی
کانوں پر جورو جب پیار کرتی ہوگی تو خوش ہوتی ہوگی
تو۔ اُو۔ آ ہے آ ہے سلامت باشد" تیسرا بولا "ارے
یار یہ زمین کا ابھرو ہے آدمی نہیں ہے اس سے ڈرنا
چاہیے کیوں میاں بالشتیے تم اتنے ہی بڑے پیدا ہوئے
تھے" ادھر تو خانساماں صاحب پولیس کی دھمکیاں
دیتے ہیں ادھر بھانڈ پھبتیاں کہتے ہیں اور جب تپ لا
کر دے تیور ڈالتا ہے تو وہ گانے لگتے ہیں۔ دولھا میاں
نے دیکھا کہ بات بڑھتی ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ پھینک
ہو جائے سخاوت کی تھیلی کھولی اور منہ بھرائی دے کے
خاموش کر دیا مگر توبہ کہیں ان ذات شریف کی زبان
رکتی ہے۔ لگے دولھا والوں کو دعائیں دینے اور دولھن
والوں کی تعریفیاں کرنے۔

"اللہ رکھے ان سمی ہاتھوں کو۔ ہائے تقدیر پھوٹ گئی
کس کنجوس مکھی چوس گھرانے میں بیاہ دیا ہے جو دینے
کے نام گالی بھی نہیں دیتا۔ دیکھ لینا ہم شیرخوردوں کی
دعا کا اثر" شدہ شدہ یہ خبر زنان خانہ میں پہونچی
لیڈی دولھن کو اسقدر غصہ آیا کہ توبہ بھلی جھٹ قلم ہاتھ
میں لے لیے ایک سلیپ کھینچ مارا۔ سلیپ پر لکھا تھا "پیارے جناب مجھے افسوس ہے کہ آپ نے تہذیب کا
کوئی حصہ نہیں پایا ہے۔ ایسے بدمعاش گروہ کو بطور
مہمان کے کسی شریف کے گھر پر لے جانا سخت توہین
کی بات ہے۔ آپ یقین رکھیے کہ اس غلطی سے مجھے سخت
صدمہ پہونچا ہے اور اگر آپ انھیں نہ روکتے تو آپ
ضرور پولیس کے حوالے کر دی۔ براہ مہربانی اگر آپ شرافت
کے معنی جانتے ہیں تو اس قسم کی بے تمیزیوں سے
متعلق آئندہ کے لیے تسلی اطمینان معاف کیجیے

بھی بانی کے ذہن میں جو مضمون سب ہی جانتے نہیں کیا وجہ ہے کہ اس کے مصرعے میں ایک سقم رہ گیا ایک مرثیہ کا شعر لکھ کر میں خواہ مخواہ اس کے شوہر کا نام ڈھونڈنے کو صد پریشے کیے گئے ہیں حالانکہ وہ بیچارہ سوت حکمت نہ تھا اور اس شخص کا نام مادہ کے مصرعے میں کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا اتفاق دیکھئے تین سال کے بعد اس غریب کی بھی تو تربت لگی گئی آپ نے کیا حرکت کی کہ زوجہ کے مادہ تاریخ کو الٹ پلٹ کے اُن کے لیے بھی موزوں کر دیا چونکہ دونوں قبریں برابر ہیں اس وجہ سے یہ ترکیب پسندیدہ نہیں معلوم ہوتی اور اس کا عیب ظاہر ہو جاتا ہے ایسے مصرعے خیر مناسب ہیں۔ لیکن یہیں ایک قبر عجیب و غریب نظم نظر آئی جس سے سنہ رحلت نکلتا ہے نہ شاعر صاحب کے ممدوح کا پتا چلتا ہے۔ اگر نثر عبارت نہ ہو تو محض نظم سے کسی طرح نہیں معلوم ہو سکتا کہ مرد کی قبر ہے یا عورت کی کون ہے کہاں کی رہنے والی ہے یا رہنے والا ہے۔ اپنی عمر میں اس ترکیب کی نظم کبھی سنگ نشان قبر پر نہ دیکھی تھی لہٰذا فوراً پنسل نکال کے نوٹ کر لی لیجیے آپ بھی ملاحظہ کیجیے۔

قبر ہا بدہ نساء مہ خاتون ... زوجہ ... جنھوں نے بتاریخ ... انتقال کیا۔

بنام خداوند جاں آفریں
میں لکھتا ہوں کچھ حال قلب حزیں

یقین مانیے گا جس وقت پہلے مصرعے پر نظر پڑی معاً یہ خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو شیخ سعدی کی قبر ہے اُن کے کسی مرید نے بوستاں لکھ کر دھر دی ہے لیکن ساتھ ہی اسکے دوسرے مصرعے نے خیال کے ٹکڑے اڑا دیے تو کیا دیکھتا ہوں بنارس میں شیخ علی حزیں کی قبر پر کھڑا ہوا فاتحہ پڑھ رہا ہوں۔

جو رہتا تھا پہلو میں آٹھوں پہر
لٹایا اسے تختۂ غسل پر

یہ نہیں معلوم ہوتا آخر وہ کون صاحب تھے جو اگر کسی کے جوں لیلے کی طرح آٹھوں پہر پہلو میں دبے پڑے رہتے تھے اور شاعر صاحب کو جیتے جی انھیں تختۂ غسل پر لٹانے کی کیا ضرورت ہوئی کچھ جان سنانا چاہیے تھا اس سے پہلے کہیں مرنے جینے کا ذکر نہیں ایکبارگی تختۂ غسل پر لٹا دینے سے سننے والے کو وحشت ہوگی یا نہ ہوگی۔

کیے قطع جس کے لیے پیرہن
پنہایا اسے اپنے ہاتھوں کفن

یعنی زندگی میں تو ستو خلیفہ کی ڈیوٹی انجام دیا کرتے تھے مرنے کے بعد سید علی کا کام کر رہے ہیں۔

شب و روز تھا ہاتھ میں جس کا ہاتھ
چلا اُسکے تابوت کے ساتھ ساتھ

مولانا شیخ یہاں سے مثنوی دہر عشق شروع ہوتی ہے آپ بھی صورت گروکار رہاں انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتے ہوئے قلم اُٹھائے چلے چلیے۔

چمن غارت پائمالی ہوا
بھرا گھر ضعیفی میں خالی ہوا

واللہ کیا محاورہ نظم ہوا ہے زباں والی اسکو کہتے ہیں یہ بات آج معلوم ہوئی کہ اگر انسان کے بیٹی بیٹیاں داماد بہو پوتے نواسے بھانجے بھتیجے بھائی بہن کوئی نہ ہو اور صرف ایک عدد بی بی ہو تب بھی بھرے گھر کا اطلاق ہوگا محض زوجہ شریفہ کے مرنے سے بھرا گھر خالی ہو گیا اور وہ بھی ضعیفی میں کیا کہنا ہے اس محاورہ دانی کا اسی کے ساتھ غارت پائمالی کی ترکیب چمن اور ضعیفی کا گٹھ بندھن یہ ثلاثی مجرد قابل ملاحظہ ہیں۔

وہ محفل نہیں اب وہ ساقی نہیں
کوئی زیست کا لطف باقی نہیں

لیجیے مثنوی قلق سنیے مگر خدا کے لیے کہیں ضعیفی کو نہ بھول جائیے گا ورنہ سارا لطف خون کر کرا ہو جائیگا۔ اس لحاظ سے کہ ضعیفی کا دھبا شاعر صاحب نے اپنے دامن میں لگایا ہے خدانخواستہ کہیں زوجہ مرحومہ کو ضعیف نہ خیال کیجیے گا بھلا آجتک کسی نے ضعیف ساقی کے باقی نہ رہنے کا بھی افسوس ظاہر کیا ہے آیندہ واقعہ جو کچھ ہو۔

قمر کی دعا ہے یہ رب جہاں
رہیں خلد میں وہ بعد عز و فغاں

آمین!

مولانا شیخ اسی کے ساتھ یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ بارہا ضعیفی وہی تین مہینہ کے بعد میاں ہنوز نے پُرانے گھر کے میں نیا چو لہا لگا دیا اور ذہن میں ساقی سے پھر محفل گرم رہنے لگی زیست کا لطف عود کر آیا۔

الراقم
اقتدار خلد آباد ضلع کوہ ندا پوسٹ آفس الہ آباد

تقویم نوروز عالم افروز

الحمدللہ کہ اکیسویں تاریخ ماہ مارچ کو حسب دستور قدیم ٹھیک اُس وقت جبکہ دوپہر کی ناف ٹلی اور دن کا جوبن ڈھلا تحویل آفتاب برج حمل میں واقع ہوئی۔ ایک روزگار نے باپ بے بہری خیالی دہ دان میں آخر یہ چمکتا جھلملاتا جھمجھاتا بیج بو یا اور بیج کھیت بو یا۔ منجم ہائیں ہائیں کہتے رہے۔ اسٹرانومر چلاتے پیچھے جھگھاڑتے رہے مگر میاں آفتاب صاحب نے ایک نہ سنی آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ نذیدے کے نوالے کی طرح داخل انبر شکم ہوئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ گھوڑے پر سوار تھے ہم کہتے ہیں کہ گھوڑے کی سواری آجکل آسان نہیں کیا معنی کہ پانچ سیر کے چنے بک رہے ہیں بھلا کبھی کوڑی میاں کے پاس نہیں گھوڑا نہیں تو نہی ایسی تیسی پر سوار تھے ابھی یہ سب کہنے کی باتیں ہیں نہ گھوڑا تھا نہ کچھ تھی بیماری کے مارے چل نہ سکتے تھے کسی نے گڑگڑے پر بٹھا کے تا منزل پہونچا دیا۔

خیال کیجیے ابھی تو بیچارے نطفے کی طرح قائم ہوئے ہیں گھوڑے پر چڑھنے اور شاہ مینا تک جانے کی نوبت کہاں آئی۔ بسکٹ اور چائے کی صورت اُن کے باپ نے بھی کبھی خواب میں نہ دیکھی ہوگی یہ خوراک افیونیوں کی ہے۔ اجی حکیم جی نے مونگ کی دال اور پھلکا تجویز کیا تھا وہ بھی بیچارے کو میسر نہوا۔ ہاں دست رہمت کشادہ ضرور تھا مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ خالی نہ تھا بلکہ کشکول گدائی بھی آویختہ تھا لینے لاؤ کچھ چندا دلواؤ سے

ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا

معلوم ہوتا ہے کہ منجموں کی نہ ٹھہرے میں سمجھائی نہ دی

انگریزی گٹ پٹ میں غلطہ۔ بجائے پان اور الائچی کے سگرٹ کی بدولت بدبو خوشبو منہ سے آنے لگے۔ بھائیوں اور نمادہ کی شرمندگی سے دماغ پریشان ہو۔ جلنا اور سہاگ کی دہلی میں اسراف۔ حضرت پنچ کی ظرافت کے لیے عبرت سامان ہے۔ پھلادل کا ارمان ہو۔ باقی ممالک کی حالت جیسی پڑے ویسی جھیلیں کبھی پاپڑ بیلیں کبھی ٹنڈ بیلیں افریقہ امریکہ کی حالت قصہ زمین برسر زمین ہندوستان سے کسی کو ہمدردی ہے نہ ہندوستانیوں سے لگاؤ۔ اگر گرانی سے بچ گئے تو کسی نہ کسی کی خدمت کرینگے ورنہ سسک سسک کر مرینگے۔ باقی تم جانو تمہارا کام جانے۔

راقم زبردستی کا رتال بقلم ٹھنڈا کار مآل

اُردو نصاب نہیں بلکہ اُردو پر عذاب

حضور ماسٹر ڈائرکٹر اکزامنر پنچ صاحب بہادر کی خدمت میں اس غریب الدیار ادبار کی کورنش بمعیت منافت پرچۂ امتحان پیش کش ہے ۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مدت کے بعد قلم ادبار زدہ پر پنچ سوار ہوا ہے اکثر مضامین ناتمام رہ گئے۔ اس گناہ کے سرزد ہونے پر ممکن ہے کہ جناب کے پائجامے اے توبہ تنبان اے توبہ پتلون۔ لاحول ولا قوۃ دھوتی بیچارہ غصہ کی جھڑیوں جا گھسی ہوں مگر کیا عرض کروں آجکل نہ دل قابو میں ہے نہ چھیتا ٹھیک ہے اب آپ استفسار فرمائینگے کہ نصیب دشمناں کیا شکایت ہے۔ سنیے جناب نصیب دشمناں نہ کوئی شکایت ہوتی ہے نہ مصیبت جو کچھ ہے وہ بہ عنایت اہل وطن حوالہ دوستان غیر کا سر اس قابل نہیں کہ اسپر تیغ آزمائی ہو۔ اب رہی شکایت تو شکایت کوئی نئی نہیں اُردو کورس پر مدت سے نظر کی جارہی ہے سلسلہ بیچ بیچ سے منقطع ہوجاتا ہے۔ اسمیں نہ بندہ کی خطا ہے نہ آپ کا قصور۔ کورس صاحب خود ہی اس منش اس انداز کے واقع ہوئے ہیں اور ممتحن صاحب تو نور علیٰ نور ہیں اردو نصاب و قواعد کا پرچہ روبرو ہے۔ صاحبزادہ بلند اقبال جنہوں نے امتحان دیا ہے سامنے کھڑے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ممتحن صاحب کی عبارت کا مطلب کیا ہے اور وہ چُپ ہیں۔ ممتحن صاحب تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) "عبارت ذیل میں صرف خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کرو اسطرح کہ ربط مطلب عبارت سے ظاہر ہوجائے"

یا۔ مطلب عبارت سے ربط ظاہر ہوجائے۔ (اس تشریح کا جو تم لکھو گے) طالب علم کو اختیار ہوگا جس طرح چاہے ناک پکڑے ممتحن صاحب کو سلامتی سے خود سوال کرنے کا طریقہ بھی نہیں معلوم۔ خط کشیدہ الفاظ کی جو شرح طالب علم کو لکھنا چاہیے وہ کس طریقہ سے لکھی جائے۔؟

اب عبارت ملاحظہ ہو۔

"شراب وہ بلا ہے کہ صد ہا نوجوانوں کو اس طرح چمٹی کہ پیرانہ سالی تک نہ چھوڑا! عمر بھر اسی چڑیل سے ناتا جوڑا یہ وہ کالی ناگن ہے کہ جس کا کاٹا منھ سے بولے نہ سر سے کھیلے لہر تک نہ آئے۔ یا انواع واقسام کی ذلت کی کان ہے مگر شرابی کی جان ہے۔

شراب کہنہ کہ روشنگر روان من است
مصاحب من و پیر من جوان من است

وہ بلا ہے کی تشریح اس طرح چمٹی کی تعریف کن الفاظ میں ممکن ہے ذرا ممتحن صاحب خود ہی کچھ تحریر فرمائیں بچے بیچارے تو حیران ہونگے اور ایسا ہی کوئی نقطہ انھوں نے لکھ دیا ہوگا جیسا کہ اصل سوال میں ہے۔ دریافت کرنے کے قابل جو چیز تھی وہ فارسی کا شعر ہے مگر وہ خط کشیدہ نہیں ہے سوال کے لیے ساری کتاب میں سے کیا چُن کے فقرہ نکالا ہے سبحان اللہ۔ بلا کی یہ ہے کہ عبارت کی ابتدا شراب کی مذمت سے کی گئی ہے اور شعر میں تعریف و تحسین کے پُل باندھے ہیں۔ یعنی شراب روح کو روشن کرنے والی بھی ہے جناب شاعر کی مصاحب خاص بھی ہے استاد و مرشد بھی ہے معشوق بھی ہے ایسے طالب علم کی لنگی کس نخاس میں بک سکتی ہے اصل یہ ہے کہ جس پایہ کے سلیقہ شعار مولف صاحب ہیں اُسی پایہ کے ممتحن صاحب۔ آنویں کا آنواں بگڑا ہوا ہے۔

(۲) عبارت ذیل کا مطلب صاف و سلیس اردو میں اس طرح لکھو کہ خیالات مصنف کی تبدیلی جسم بعد مرگ کے بابت ہیں واضح ہوجائیں۔

"ہماری خاک سے سبزہ اور گھاس اُگے تو نیچر کے لیے زیادہ بکار آمد ہے۔ اجزائے لطیف ہوا میں اور کثیف مٹی میں مل ملا کر لالہ و گل پیدا کریں تو کیا کہنا۔ جزو لطیف کا عالم بالا کو پہونچنا ہماری ہستی کی معراج اور خاک سے سبزہ و گیاہ کا اُگنا عجیب لطف ہے کہ ہر بہار و خزاں میں عالم ہستی و فنا کی تصویر پیش نظر رہے گی"

جناب ممتحن صاحب کبھی آپ کو بھی اس مسئلہ پر غور کرنے کا اتفاق ہوا ہے جسے آپ ایک بیچارے طالب العلم سے دریافت فرماتے ہیں؟ تبدیلی جسم بعد مرگ سے مراد شاید تغیر ہے اور جناب کو معلوم نہیں کہ تبدل و تغیر میں کیا فرق ہے یہاں تغیر مقصود ہے نہ تبدل اسلیے کہ تبدل میں زوال کلی عین شے کا ضروری ہے اور تغیر میں نہیں۔ استحالہ کو تبدل سے علاقہ نہیں بلکہ تغیر سے ہے۔ افسوس ہے کہ جناب کو سوال کرنے کے ڈھنگ بتانا پڑے۔ دوسرا افسوس یہ ہے کہ جناب کو سوال کرنے کے لیے جتنے نامربوط جملے کتاب میں ہیں وہی ملے آ [illegible] گھاس نیچر کو کیا فائدہ دیتی ہے! [illegible] نے اپنے کس فائدے کیلیے اسے اُگایا ہے۔ اجی حضرت یہاں کاتب سے غلطی ہوئی ہے اور یہ غلطی نقل در نقل ہوتی چلی آئی ہے غالباً مصنف نے بجائے نیچر کی لفظ کے ڈنگر تحریر کیا تھا اسلیے کہ گھاس اُسکے لیے بہ نسبت نیچر کے زیادہ بکار آمد ہے۔ یہ ڈنگر بے وقوف کی عقل کی طرح گھاس چرتا ہے وہ اسکے جزو بدن ہوتی ہے فضلہ اسکا نافہموں کے دماغ میں بھر دیا جاتا ہے اور یہی فضلہ آجکل سررشتۂ تعلیم کی اردو کتابوں کا مادہ اصلی ہے اجزائے لطیف ہوا میں ملے اور کثیف سے لالہ و گل کی نشو و نما ہوئی اب ان لطیف اجزا کو معراج ہوئی وہ معراج کیا ہے؟ ہوا میں مل جانا یا اور کچھ؟ ہوا میں مل جانا اگر مصنف صاحب کے لیے معراج ہے تو زندگی میں سیکڑوں معراجیں ہوچکی ہونگی کیا معنے لہ غذائے ہاضمہ کے تبدل فرمانے پر ہر شخص کا شکم کچھ خوشبودار ہوا میں بھی خارج کرتا ہے جو ہوا سے خارج میں داخل و پیوند ہو کر گل تمام کی طرح اسکو بھی اپنی کیفیت سے متکیف کرلیتی ہیں۔ نہیں

یہ فضا کی معراج ہوئی۔

"خاک سے سبزہ و گیاہ کا اُگنا" یہ جملہ یہیں پر ختم ہوتا ہے یا عجیب لطف ہے یہ تمام ہوتا تھا یا آخر تک ایک ہی سلسلہ میں مسلسل ہے۔ اگر اُگنا پر جملہ ختم ہوتا تو اس سبزہ کے لیے بھی کوئی معراج یا منزال (منزل) تجویز فرمانی چاہیے تھی ورنہ فصاحت میں ضعف آتا ہے اور مقابل کی سنہٹ یا کمنکھنی ہوئی جاتی ہے۔ اور اگر عجیب لطف ہے پر ختم ہوا تو کات بیانیہ کو زمین معراج نصیب ہوئی جاتی ہے حالانکہ کاف بیانیہ کے لیے جو کو بہر افشانی فرمائی ہے وہ عجیب لطف ہے" اور وہ گھٹنا ہو لکھنے والوں کا دماغ سبحان اللہ ؎

تعریف کیا کروں میں آپکی اس کتاب لاجواب کی
فصاحت بلاغت میں ایسی آپ جیسی شخص نہ تھی کوئی

ایسی فصاحت بھی عجیب لطف ہے اسکی بلاغت بھی عجیب لطف ہے آپ کا سوال بھی عجیب لطف ہے۔ کہ

"ہر بہار و خزاں میں عالم ہستی و فنا کی تصویر پیش نظر رہے گی" یہ مطلب یہ ہے کہ تنہا نہیں گئے کہ عالم بالا کی سیر کرینگے یہ ہستی کی بہار کی تصویر ہوئی۔ خاک بن کے کثیف کیچڑ اسپانس میں سلے اور پھر گل و لالہ میں گھلے ملے یہ خزان فنا کی تصویر ہوئی۔ دونوں کی تصویر عجیب و لطف ہے و (لطیف نہیں)

(۳) ارشاد ہوتا ہے کہ یہ عبارت ذیل کا مطلب یا معنی درکار نہیں صرف جو سوالات اسکے ذیل میں کیے ہیں اُن کا جواب دو۔

"سرسید ابتدا ہی سے تحریر یا تقریر میں تصنع اور الفاظ کی تراش خراش سے نفرت رکھتے تھے شعر گوئی میں وہ اُن تکلفات لاحینی سے جو شاعری کے لیے لازم ہیں اور حقائق نگاری میں مخل ہوتے ہیں ہمیشہ کے لیے دست بردار ہو گئے۔"

سوال (۱) سرسید کی تحریر اور اُن سے پیشتر کے مصنفوں کی تحریر میں کیا فرق ہے ۔۔

(۲) شعر گوئی میں وہ کیا تکلفات ہیں جو مخل ہوتے ہیں۔

(۳) پُرانے رنگ اور نئے رنگ کی اُردو لکھنے والوں میں ایک ایک عمدہ مصنف کا نام بتاؤ۔

سوال مذکورۂ بالا اپنے بچے بالوں سمیت سیلانی ہیں غلط بازیاں کھا رہا ہے۔ اور ناظرین خود ہی ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ عبارت مذکورہ کے متعلق جو سوالات ترتیب دادہ ممتحن صاحب نے فرمائے ہیں اگر وہ بلا یک جناب ممتحن صاحب سے پوچھے جائیں تو سوا سے سر جھکا کے رہ جانے کے اور کچھ بن نہ پڑے کیا معنی کہ سرسید کو باعتبار شاعر کے کبھی میدان میں آتے ہم نے نہیں دیکھا وہ جانتے ہی نہ تھے کہ شعر کیا چیز اور شاعری کس چڑیا کا نام ہے۔ جب ایک فن سے کسی کو مطلق لگاؤ نہیں تو اُسکا ذکر شاعروں کے ذیل میں کرنا ہی ضعف عقل ہے۔ اپنے مطلب کو اپنی زبان میں ادا کرنے کے سوا انھیں شاعری کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ کسی اچھے مقرر کو شاعر کہنا حماقت سے کم نہیں۔ وضاحت اور صفائی کے ساتھ نثر میں اپنا مطلب ادا کر دینا اگر شاعری ہے تو دُنیا میں کوئی شخص باقی نہیں رہتا جو شاعر نہو۔ سرسید کی کس تحریر کو ضمن (۱) میں آپ دریافت کرنا چاہتے ہیں آیا فارسی یا اُردو۔ فارسی میں تو اُنکی کوئی کتاب بکیفیت عبارت آرائی و شاعری ہماری نظر سے نہیں گزری۔ جس کا پیشتر کے مصنفین سے مقابلہ کیا جائے۔ پھر مصنفین کی لفظ عام ہے شاعر و غیر شاعر دونوں کو شامل۔ پیشتر کا دائرہ بھی محدود نہیں ہزاروں مصنف گزرے ہیں بیچارے بچے کس کس کا نام لیں۔ اور مصنف بھی ایسے جو زبان دانی کی حیثیت سے سرسید کو عمر بھر تعلیم دیسکتے تھے۔ اب رہے اُردو کے مصنف تو اُس وقت تک اُردو زبان میں خط لکھنا بھی کم لیاقتی میں داخل تھا۔ رہے افسانے تو اُنکا موضوع اور سرسید کی تصانیف کا موضوع جداگانہ ہے لہٰذا یہ سوال ایسا ہے جیسے کوئی پوچھے کہ جناب ممتحن میراث ساعت بچارنے والے پنڈت میں کیا فرق ہے۔ پھر جو فرق خود عبارت مسئول عنہا میں کسی نے ظاہر کیا ہے تصنع اور الفاظ کی تراش خراش سے سرسید کا متنفر ہونا وہ خود ہی ایک لایعنی فقرہ ہے اور ایسا لایعنی ہے کہ اُسکے متعلق جو سوال ممتحن صاحب نے کیے ہیں وہ بھی لایعنی ہو گئے ہیں اسلیے کہ کسی بڑے مطلب کو مختصر کرنے کے لیے اُسے تشبیہ کنایہ یا استعارہ سے کام لینا پڑتا ہے۔ اگر سرسید کلام موزوں کہنے کی زحمت گوارا فرماتے تو وہ بھی تراش خراش سے جسکو بہار و خزاں کی قید سے مقید کرتے ہیں بچ نہیں سکتے تھے بلکہ اُنکو اچھے شعر کہنے کا دماغ بھی مبدع فیاض کی جانب سے ملا ہوتا (اور یہ عند الشعرا مقبول نہیں ہے) کہنے کو تو کہدیا مگر تراش خراش یا تکلفات کی مثال لایعنی کسی عمدہ شاعر کے کلام سے دکھائی نہ گئی اور نہ تا قیامت دکھائی جا سکتی ہے البتہ مطالب کا مناسب یا نامناسب ہونا ظاہر کیا جا سکتا ہے سقم شاعری ظاہر کیا جانا ممکن ہے جب وہ شعر گوئی سے دست بردار ہو گئے تھے تو معلوم ہوا کلام موزوں سے قطع تعلق کر چکے اب تراش خراش کی ضرورت رہی نہ تکلفات کی ؎

کوئی بیٹھے غل کو کوئی جھنے بولنے والا۔ تنہائی تیرے بازو میں

میدان وسیع ہے زبان مُنھ میں ہے دُنیا کو بکواس سُننے کی مہلت بھی کچھ کم نہیں کبھی محدثین پر چوٹ کبھی فضولیات کی اشاعت کبھی آیات قرآنیہ کی تاویلات علیلہ۔ ان اُمور میں شاعری کو دخل دینا کسی سمجھدار کا فعل نہیں ہو سکتا نہ کسی نے ایسے امور میں آج تک شاعری کو دخل دیا تکلفات و ترددات کا ذکر ہی بے محل ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ جو بات اپنے کیے نہو سکے تو عدم استطاعت کی خامی نفس ہے کی مذمت کے پردے میں پوشیدہ کر دی جائے۔

عبارت مسئول عنہا کا ٹکسال باہر ہونا ہی سے ظاہر ہے کہ شعر گوئی میں وہ ..... ہمیشہ کے لیے دست بردار ہو گئے ۔ کیوں نہو آپ شاید امتحان میں دست بردار ہو جائیں کیونکہ امتحان لینے میں آپ کو سوال ہی نہ مل سکے تراش خراش اور تکلفات لاینی سے ہر ایک سوال ملو ہے۔ مدعی حقائق نگاری یہ کوئی نئی صنعت شاعری ہے اس لیے کہ ہمیں حقیقت نگاشتن کا مصدر جیلی کسی لغت میں ڈھونڈھنے سے نہیں ملا ہے کوئی

اصطلاح واضح ہے جسکو مصنف خود ہی سمجھ سکتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارہ مصنف کو شعرا میں حقیقت نگاری کی صنعت سے متصف کوئی شاعر بجز جناب مدرسہ کے اور کوئی نہیں ملا۔ ہم تو حقیقت نگاری سے واقف نہیں ہیں اگر ممتحن صاحب چند جملے مشتمل حقیقت نگاری (یا اصطلاح مصنف) تحریر فرمائیں تو ہم تلفات شاعری و قراش خواص کے ساتھ انکو دوسرے الفاظ میں جلدان کر دیں جملے (ملفا یا نثرا) مدرسہ کے لڑکوں سے اس قسم کے سوالات جنکو وہ اچھے اشرفی کر سکتے ہیں ممتحن صاحب کو خود اچھی طرح کمسکر نے کی قوت حاصل ہے کہا تک قرین انصاف ہیں عبارت مسئول عنہا خود نامربوط ہے اسپر طرہ یہ سوالات کا طومار۔

"زاد علی الطنبور نغمہ"

کا مصداق۔ اردو کا قلیہ تمام طالب علم بیچارہ متحیر مہمل سوال کا جواب نامربوط ممتحن صاحب کے رحم پر زندگی کا مدار ہے اور کوئی پوچھنے والا نہیں کہ کیا کتاب پڑھائی تھی کن صاحب نے نصاب مرتب کیا تھا انکی مہارت اردو کیونکر مسلم ہوئی اور کس واقف کار اردو نے امتحان لیا کیا سوال کیا اور کیا جواب ملا۔

آگے چل کے حقیقت نگاری کی ایک مثال مل گئی اور ماشاءاللہ خوب ملی ورنہ دل کی دل ہی میں رہ جاتی سنیے حضرات سنیے:۔

سوال نمبر ۴۔ اشعار ذیل کا صاف مطلب لکھو اور خطوط کشیدہ الفاظ کی تشریح کرو:۔

(۱) ظہور نرگس و گل جلوۂ سمیع و بصیر
نسیم نکہت گل اطہر و لطیف و خبیر

واہ ری حقیقت نگاری۔ نرگس اور گل کا ظاہر ہونا سمیع و بصیر کا جلوہ ہے۔ اگر سمیع و بصیر سے مراد ذات باری ہے تو یہ شعر بچوں کو کفر کی تلقین و تعلیم دینے کے لیے کافی ہے اسلیے کہ جب باغ میں اس سمیع و بصیر کا جلوہ موجود ہو رہی ہے اور شاعر صاحب مجاز سے تعلق رکھتے نہیں حقیقت نگار ہیں تو ضرور سمیع ہے نرگس اور بصیر ہے گل بشرطیکہ لف و نشر مرتب مانا جائے اگر غیر مرتب ہے تو نرگس بصیر ہے اور گل سمیع۔ واہ ری حقیقت کیسا شنوا ہیں گل سے مراد ہونا چاہیے وہ ہے (گلاب) اور ہونا

تو نرگس بھی ایک گل ہے اور بفرض تسلیم اس صورت کے صرف گل سمیع و بصیر ہو گیا نرگس مردہ گئی آنکھیں پانی کے۔ دوسرا مصرعہ اپنی لطافت میں کچھ پہلے مصرعہ سے بھی بڑھا چڑھا ہے اسمیں بھی مراعات و سماوات کو شاعر نے ہاتھ نہیں جانے دیا ہے اور اگر صرف لغوی معانی ان الفاظ کے مقصود ہیں۔ تو یہ ربطی سمیع و بصیر کی نرگس و گل کے ساتھ محتاج بیان نہیں ہے اس لحاظ سے کہ ظہور اور جلوہ مشبہ مطلب ہے۔ اسی طرح نرگس و گل اور سمیع و بصیر اور یہ تشبیہ المجموع بالمجموع نہیں ہے۔ نرگس کو تو خیر کھلی ہوئی آنکھ سے تشبیہ دے سکتے ہیں (دہ نگاہ سے) لیکن یہ گل کا ظہور جو سمیع کا جلوہ ہے۔ باعتبار صورت مشارکت رکھتا ہے نہ باعتبار فعل نہ باعتبار خواص۔

یہ چند امتحانی سوالات ہم نے نقل کیے ہیں جنسے مؤلف کا سلیقہ سخن فہمی و بالغ نظری مکسٹ بک کمیٹی کی لیاقت علمی ممتحن صاحب کی قابلیت ذہنی۔ بادنی تعمق دیکھنے والے پر حالی ہو جائے گی۔

حقیقت یہ ہے کہ اردو داں پبلک ایسی بے پروا بےحس (واقع ہوئی) ہے کہ وہ اس تخن ناشنو محکمہ سے جس کا نام سررشتۂ تعلیم ہے کسی قسم کا مطالبہ کرنا جانتی ہی نہیں علمی نقصانات پے در پے پہونچ رہے ہیں۔ بچوں کی زبان الگ بگڑتی ہے تحریر کا انداز جدا خراب ہوتا ہے وہ اعلے استعدادات یوماً فیوماً خالی ہوتے جاتے ہیں۔ خواہ مخواہ کی فیس بڑھائی جا رہی ہیں۔ اور نہ کوئی بازپرس کرنے والا ہے نہ نکتہ چینی کرنے والا۔ کہنے کو تو مدرسۃ المعلمین کی کروک مرغی ہر سال بیسوں چوزے نکالتی ہے مگر ان میں فیصدی ۹۵ صحیح املا تک نہیں جانتے ایڈیٹر صاحب اودھ پنچ کے پاس اس عاجز اور بانے کئی اسکول ماسٹروں کے خطوط دیکھے ہیں جو سرکاری ورنیکلر مدارس میں اردو پڑھاتے ہیں اگر ممکن ہوتا تو ہم انکی شان تحریر اُن کی خوش خطی انکی اردو اور املا ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے۔

ان اسکول ماسٹروں کو لیاقت سے کوئی بہرہ نہیں ہے اور سلامتی ہے جو کتابیں انھیں پڑھانے کو ملی ہیں وہ بھی لیاقت سے کوسوں ہیں جیسے سامنے اسوقت محمد اسمٰعیل خاں صاحب میرٹھی کی نصابی کی ہوئی

سفینہ اردو ہے۔ یہ کتاب صوبۂ اودھ کے تمام مدارس میں مروج ہے۔ اور ساتویں آٹھویں جماعت کو پڑھائی جاتی ہے (واضح رہے کہ صوبۂ اودھ کی زبان ابھی تک بہت سی خرابیوں سے محفوظ ہے مگر ان کتابوں کی تعلیم سے کچھ تو خراب ہو چکی ہے اور جو رہی سہی آئندہ خراب ہو جائے گی) سفینۂ اردو کا پہلا ورق دیکھیے تو سطحی نظر سے کئی غلطیاں آپ کو محسوس ہونگی۔

(۱) ادب کے اصلی معنی ہیں ہر شے کے حد و اندازہ کی نگہداشت۔ اس فقرہ میں "ہیں" کے مقدم رکھنے کی ضرورت سمجھ میں نہیں آتی۔ بوڑھیاں کہانی کہتی ہیں "ایک تھا بادشاہ" (ایک بادشاہ تھا) یہ طرز ادا تقریر کے لیے بھی بہت کم پسندیدہ ہے مگر یہاں تعلیمی و تحریری مضمون میں اختیار کیا گیا ہے "ادب کے ..... معنی ہیں ..... نگہداشت" کیا کروں مرحوم ہیں گئے مرصاحب خاں اب تو۔ ورنہ کرتا عرض خدمت میں اُن کی زیادہ۔

(۲) "علوم ادبیہ اور اُن کے جاننے والے کو ادیب بولتے ہیں" یہ کہاروں کی زبان ہے شرفا کی زبان نہیں وہ میانہ بولتے ہیں یہ ادب بولتے ہیں۔

(۳) "اگر جوش و خروش کو ابھارنا مقصود ہے تو عزم و ہمت کی جھلک دکھائے"

بظاہر جوش و خروش سے قوت شجاعت میں حرکت یا ہیجان پیدا کرنا مقصود ہے جسکو عوام جوش دلانا کہتے ہیں لیکن اس جوش و خروش کے کیا معنے ہیں جوش و خروش کا استعمال بطریق تابع و متبوع بغیر واو عاطفہ شور و غل کے معنی میں ہے یہاں جوش لغوی معنے نہیں دیتا اور خروش کے ہم معنی ہو جاتا ہے۔ اگر واو عاطفہ بھی ہو تو دونوں اپنے اپنے معانی علیحدہ دیتے ہیں "ابھارنا" کی لفظ سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جوش و خروش کوئی قوت ہے جو کیچڑ میں دھنسی ہے اور کلام کی قوت سے ابھاری جا رہی ہے جیسے دھنسی ہوئی اینٹ کدال سے ابھاری جاتی ہے۔

(۴) "مگر ایک کام کو بُرے بھلے پورا کرنا دوسری بات ہے اور خوبی و کمال اور حسن و جمال کے ساتھ اسکو انجام دینا امر دیگر ہے"

منطقی عورتیں اور ان کی شکایت

بیچاری۔ اچھا بتاؤ ان دنوں شہری لوگوں کے کام و عادت سے کسی کی بھی عادت نہ تھی جو کچھ کہتی تھی۔ میرے میاں کو تو تم جانتے ہی ہو اللہ رکھے پڑھے لکھے دست و قلم۔ چار آنکھوں والے ہیں۔ کوئی وقت ان کا علمی بحث مباحثی سے خالی نہیں ہوتا۔ گھروں میں بھی جو چار گھڑی کو آ جاتے ہیں تو کچھ نہ کچھ قرآن حدیث کی بات چھیڑتے ہیں۔ ماشاء اللہ سے ادھر انھوں نے اچکن کھونٹی پر ٹانگی آرام کرسی پر لیٹے حقہ کے دو گھونٹ پیے اور معدہ کی جڑ سے چھوٹا فقرے زنجیرے وار چلے نکلنے لگے۔ پھر میں بھی اس لیاقت کی ہوں کہ ان کو قائل معقول کر دیتی ہوں۔ میری جگہ خدا نخواستہ سات سمندر اس پار کوئی عورت ہوتی تو بھلا اس مجھی مرد سے جیت سکتی تھی کہو کیسے۔ بھلا ایسے افلاطون زادے سے کوئی نیا پیش پا سکتی۔ بس کیا کہوں ادھر وہ اطمینان سے بیٹھے اور ادھر خوابگاہ کا کمرہ خاص رفاہ عام کے مقبرے کا حال بن گیا۔ آپ ہی آپ لکچر دے رہے ہیں چاہے کوئی سنے چاہے نہ سنے۔

کل کا ذکر ہے ٹھیک دوپہر یا میں خدا جانے کہاں مارے دھکیلے آئے۔ آتے ہی اچکن کہیں پھینکی ٹوپی کہیں پھینکی اخبار کا کاغذ ہاتھ میں لائے تھے اسے زود سے سوت کے بچہ کی طرح میرے آگے ڈال دیا۔ اب میری انکی تقریر سنو۔ مگر دیکھو بہنا خیر ہم میاں بیوی کی باتوں میں تم دخل نہ دینا نہیں اللہ جانتا ہے مجھ سے برا کوئی نہیں۔ کیا معنی کہ تم بھی ٹھہرے مرد ذات مردوں کی سی کہو گے بس چپکے بیٹھے جاؤ۔ جب سارا قصہ سن لینا تو پھر جو کچھ تمھیں کہنا ہو کہہ لینا نہیں سر آنکھوں سے سنوں گی۔ دل جگر سے سنوں گی۔ ایڑی تلوے سے سنوں گی۔

میاں۔ لیجیے بیگم صاحبہ یہ اخبار ملاحظہ فرمائیے۔ اسمیں آپ لوگوں کی ناقص العقلی کا کچا چٹھا لکھا ہوا ہے دیکھیے کیا قیامت آئی ہے۔ انھوں لوگوں نے خدا رسول پر حملے کرنے شروع کر دیے۔ سچ ہے عورت کی کھوپڑی ہی اوندھی ہوتی ہے۔ لاکھ تعلیم دیجیے۔ پڑھائیے لکھائیے مگر ٹیڑھی کی دم بارہ برس گڑی رہی پھر بھی ٹیڑھی کی ٹیڑھی رہی ؎

لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

میں۔ کیوں کیوں۔ خیر تو ہے آدمی سے میاں شتمر کیوں بن گئے۔ دشمنوں کا مزاج کیسا ہے۔ شاید دوپہر گرمی میں چلے آتے ہو گرمی مغز پر چڑھ گئی ہے اسے فیا چھچو خانم ذری برف منگا کے میاں کو فالسہ کا افشردہ تو بنا دو۔ ہم لوگوں کی کھوپڑی تو اوندھی ہے ذکی چند یا چت ہو جائے۔ ذری ٹھنڈے تو ہوں۔"

میاں۔ جی میرا مزاج ٹھیک ہے۔ آپ خود ہی افشردہ نوش کیجیے۔ آپ اخبار دیکھیے گا تو چت پٹ کا حال معلوم ہو گا۔"

میں۔ مجھے کیا پڑی ہے کہ اسوقت گرمی میں کتاب لے کے بیٹھوں۔ تم جب آتے ہو کوئی نہ کوئی نیا شوشہ چھوڑتے آتے ہو۔ اب آئے ہو تو ذرا دم لو۔

میاں۔ نہیں جی! غضب ہو گیا۔ ستم ہو گیا۔ واللہ ان عورتوں سے خدا سمجھے جنھوں نے شریعت کے احکام پر حملے کرنا شروع کر دیے ہیں۔ لاحول ولا قوۃ تعلیم و تربیت آزادی کا یہ نتیجہ ہوا۔ افسوس!

میں۔ اے ہے کیا غضب ہو گیا۔ کچھ بتاؤ تو سہی کوئی عورت کرسٹان ہو گئی۔ کسی عورت نے کوئی نیا قرآن گڑھ لیا۔ حدیث بنا ڈالی۔ آخر کچھ معلوم تو ہو۔"

میاں۔ ہائے ستم وائے ستم۔ وہ سچ ہے ؎

اگر نیک بودے سرانجام زن
زناں را مزن نام بودے نہ زن

میں۔ اے ہیچو خانم ذری حکیم صاحب کو بلا لو۔ خدا جانے میاں کی طبیعت اسوقت کیسی ہے۔ جب سے آئے ہیں بے تکی بے جوڑ باتیں کر رہے ہیں۔"

میاں۔ تم خود سڑن دیوانی ہو گی۔ فصاد کو بلواؤ اپنی فصدیں کھلواؤ۔"

میں۔ نوج! میرے دشمن میرے معنی کی فصدیں کھلیں۔ لو اور سنو۔ تم تو خدا جانے کہاں کا بخار اتار رہے ہو آپ ہی تو جب سے آئے ہو خواہ مخواہ ہائے ہائے۔ آہ۔ اوہ کر رہے ہو اور فصد میں کھلوائے ہو میری بلا سے ہوش میں آؤ۔ وہ صاحب یہ نیا چونچلا ہے جب گھر میں قدم رکھیں گے بسورتے ہوئے گھر کاہے کو ہوا۔ مرثیہ کا منبر ٹھہرا۔"

میاں۔ اچھا علاج تو پھر ہو رہے گا۔ پہلے تم لوگ اپنے کرتوت تو دیکھو۔ یہ اخبار پڑا ہوا ہے اسمیں بڑے بڑے مقدس مولویوں کی مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات درج کی گئی ہے۔ اب کی تم لوگوں کی کانفرنس نے قیامت ڈھائی ہے۔ نہ ان کو خدا کا ڈر ہے نہ رسول کا۔"

میں۔ آخر کیا قیامت ڈھائی۔ کیا حشر ہو گیا۔؟"

میاں۔ اجی وہ کہتی ہیں کہ کوئی لڑکی ایسے مرد سے نہ بیاہی جائے جس کی جورو پہلے سے موجود ہو۔"

میں۔ تو۔ اسمیں کسی کا کیا نقصان ہے۔"

میاں۔ لو۔ کچھ نقصان ہی نہیں۔ خدا تو چار نکاح ایک وقت میں کرنے کا حکم دے اور تم اس پاک مقدس حکم کے راہ میں روڑا اٹکاؤ۔"

میں۔ ذری میں بھی تو سنوں کہ خدا نے کہاں حکم دیا ہے۔ قرآن میں ہے کہ حدیث میں۔"

میاں۔ ہاں تمھیں اسمیں بھی شک ہے؟"

میں۔ تو آخر بتاتے کیوں نہیں کس کتاب میں یہ حکم لکھا ہے۔"

میاں۔ قرآن میں لکھا ہے۔ رسول نے کئی نکاح کیے ہیں۔"

میں۔ واہ رے میرے الٹی کے سننے والے۔ چار بی بیاں ایک وقت اگر کوئی چاہے تو کر سکتا ہے۔ یہ کوئی حکم ہوا یہ تو خوشی کی بات ہے۔ ضرورت کی بات ہے۔ اگر ایسا ہی حکم ہوتا تو آگے چل کے ایک ہی پر قید کیوں لگی ہوتی۔"

میاں۔ اچھا یونہی سہی۔ پھر تم اس اجازت میں دخل دینے والی کون!"

میں۔ بھلا اس اجازت سے تم تو فائدہ اٹھاؤ۔ اور ہم کو جو خدا نے اختیار دیا ہے کہ جسکے ساتھ تمھارا جی چاہے شادی کرو۔ تو ہم اس سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ صاحب اسمیں کسی کا کیا اجارہ ہے ہم ہیوینٹی بھرے کباب کا ساتھ نہیں دیتے۔ آخر کیوں ہمیں کیوں دکھ بھریں کیوں سوت کی لونڈی گیری کریں کیوں سوت کی جوتیاں سیدھی کریں طعنے سہیں۔"

بی اشرفی خانم ہے۔ کہتی جان بی مروانی جان بی بی جوٹی
جان سب نکل کر کھڑی ہیں۔ چلی یہاں سے نکل میرا
غصہ جانتا ہے کہ کھڑے کھڑے ذرا سی بات پہ بی ورانی کو
نکال دیا اب وہ دلی میں کسی جگہ گھونسلے کے گھونسلے سے
نہ جھی ہوئی بھنا رہی ہیں۔ غرض اس عاجز کی جان
عذاب کے جہنم میں پڑی۔ خیر یہ لوگ کونا جنس سمجھ کر
خوش قسمتی کہ نیچے یا وری والے بھی ناک بھوں چڑھانے
لگے۔ دو سو روپیہ کے نوٹ صاحب نے ڈاکخانہ کی فہرستوں کے
نقوش بڑے بڑے انہوں کے دستخطوں پہ نگاہ ڈالی
اور نظر و بانہ انداز سے مجھے گھورا۔ جیبیں سلائی والے صاحب
نے اپنی جیب بندی اور دماغ مندی کی پیمائش کی اور
زہر آمیز تبسم سے نمک پاشی فرمائی۔ وہاں والے بزرگ نے
اپنی پیوندی پوشاک سنبھالی۔ اور گننے لگے۔ پانچ
آپے سے باہر ہو کے تین پانچ کرنے لگا۔
چند منٹ کے بعد امیر صاحب نے بندہ کو خدمتگار کے
حوالہ کیا خدمتگار کی جیب میں خاصہ کی تمنا کو چھپائی ہوئی
رکھی تھی اسکے شہر دیں بندہ کا جسم نازنیں مرتبہ شربت
درہم شربت دینار کی جگہ اطباء وقت اگر نوٹ مرتبہ بھی
تجویز فرمانے لگیں تو شاید بندہ کی یہ بیکار زندگی کسی
مرض کی دوا سمجھی جائے ورنہ اب تو جہاں کہیں یہ خدمتگار
بھیجے کے جاتا ہے دعائے گنہگار کی طرح بر روئے
داعی واپس ہوتا ہوں کھوٹی کی طرح کسی خزانہ میں
ٹکتا نہیں۔ شریف کی آبرو ہوں ایک گالی ہوں کہیں کا
نہیں رہتا

جو کوئی لیتا ہے آخر پھیر دیتا ہے مجھے
میں مجسم اک جنس ناکارہ خریداروں میں ہوں

نبلہ

عالم ذرے بذریعہ قاصد اجل مطلع کرتا ہے کہ بندہ نے
دنیا میں اتنی مہلت ہی نہیں پائی کہ سوانح عمری مرتب
ہوتی جناب جس روز آفس سے روانہ ہوئی تھی
روز دست بدست پھرتے پھرتے ایک شاہ پرست کے
قبضہ میں گیا یہ ظالم ہوک کی رہنے والیوں میں سے
ایک چلبلی تلی ہوگی وفات کا شیدائی تھا یعنی جیز سمجھ کے
بی چلبلی جان کو دور سے دکھانے لگا وہ بھی یہ اشد
ہم دیکھیں یہ کہتی دوڑی اب عاشق صاحب اشتیاق
بجو مار ہے ہیں اور وہ اچھال چھکا تقاضا کر رہی ہے۔
اسی دوڑ دھوپ میں اتفاقاً ایک بیل مساۃ کے ہاتھ
میں آ گیا بس پھر کیا تھا آشنا کا غصہ مجھ غریب کی
جان پر اترا۔ طویل عریض بے گنتی بے شمار چیتھڑے
فرش پر اڑتے دکھائی دیے بندہ درگاہ! اب تک
ہائیں حالت فرسودہ ہولی گا رہے ہیں ؎

الیو برج کے کیا تھیں ہوا جارے دار
موری انگیا کے گروتیو تار تار۔ الیو برج کے
چلیے انجیر شاہ سلامت۔

راقم ——— م
صیرفی زر شناس

لا علاج مرض تولید

ابو الشائی الاشراقین حکیم پنج بہادر۔ باوجود جنگ
کی ٹن حکیتر کی خالہ ہونے کے جناب کو خبر نہیں کہ
فی زماننا عورتوں میں ایک نیا مرض پیدا ہو گیا ہے۔
اگر اسکا علاج جلد نہ کیا گیا تو یقین رکھیے کہ ایک عظیم
مصیبت کا سامنا ہوگا کیا معنی کہ یہ تنگنائے ارض
اول تو بقول علمائے ہیأت روز بروز بھو فرسے کی
شکل چھوڑتی اور ٹکیا کی شکل اختیار کرتی جاتی ہے یعنی
موتی چور کے لڈو سے بتاسا بنی جاتی ہے اور ظاہر ہے
کہ جسقدر کرویت کم ہوگی اسیقدر وسعت میں بادھا
لگے گا دوسرے اہل دنیا کی ہوس کسی طرح کم نہیں
آج کون سا دل ہے جسے کرہ مریخ کا الحاق کرۂ ارض سے
مقصود نہیں۔ ہم آپ کی خاطر سے فرض کیے لیتے ہیں
کہ مریخ کی دنیا ہماری دنیا کا ایک صوبہ بن گئی مگر
اس پر بھی ایک متنفس کی ہوس کو سیری ہونا ناممکن ہے۔
وہ جثہ جس کی پیدائش بعد روح نکل جانے کے قبر کے
صندوق سے فوراً معلوم ہو جاتی ہے جیتے جی تمام
عالم کی وسعت کو ہیچ اور تنگ سمجھتا ہے۔ ابھی میرے پیارے
دشمن! جب سات سمندروں پار مدہا قرآن
درمیان مرینگے تو دیکھا جائے گا یہ رونا نہ مرگ جس کا
نام تو اہنسہ ہے کچھ کم نصیحت گر نہیں ہے اور آئی
دو گز لمبی گز بھر چوڑی چار پائی پر دراز ہوتے اور
حقیقت کھل گئی کہ بس اتنی جگہ میں انسان آسائش
زندگی بسر کر سکتا ہے۔
مگر برخلاف اسکے ایک طرف نوع انسان کا ہر فرد
تمام دنیا میں تنہا خود ہی رہنا چاہتا ہے اور دوسرے
کے رہنے کا روادار نہیں ؎

جہاں میں جہاں تک جگہ پائیے
عمارت بناتے چلے جائیے

دوسری جانب ولایت میں بعض عورتوں نے باسٹھ
اور بعض عورتوں نے چھپن بچے جن دیے ہیں ہنوز
مرض زائیدن زائل نشدہ است بلکہ ارادہ ہے کہ
جہاں تک قوت اور سکت باقی ہے جنتے چلے جائیے
ایک جھول میں ایک ہی بچہ اکتفا کرنے کا دستور ان عورتوں
میں نہیں ہے دو دو چار چار بلکہ آٹھ آٹھ بچے ایک دم
جن دیتی ہیں اور کوئی سال ناغا نہیں ہونے دیتیں
اور مزا یہ ہے کہ سب بقید حیات ہیں۔ چھاتی ملیے
ان عورتوں کی۔ دھن باد کہیے ان لیڈیوں کو۔
حضرت پنچ! آپ تو بفضل خدا سے ڈاکٹر بھی ہیں۔
حکیم بھی ہیں یہ ارشاد ہو کہ یہ مرض تولید ساری و
متعدی بالغیر تو نہیں ہے۔ خدانخواستہ اگر یہ بیماری
متعدی ہوئی تو ہمارا خیال ہے کہ اس چند سال کی
عالمگیر جنگ میں جتنے نفوس کم ہوئے ہیں انکی خانہ پری
ایک ہی سال میں ہو جائے گی، دوسرے سال
ربع مسکون کا توسیع سمندر پاٹ کے کیا جائیگا
تیسرے سال تمام کرۂ ارض پر اسطرح چھا جائینگے جس
طرح آپ کے کرۂ دماغ پر بال اسکے بعد سالانہ ایک
سیارہ اس چھوٹے سے کرہ میں تقسیم کرنا پڑے گا۔
ایک زمانہ تھا کہ یہ کرہ جس پر ہم آباد ہیں کسی کرہ
کا جزو تھا۔ دمدم کی گولی کی طرح وہ کرہ پھٹا اور
اسکا ہر ایک ٹکڑا بجائے خود ایک عالم ہو گیا بس
اس تقاضائے لامتناہی میں نئے نئے کرات کی تکوین
کا جو سلسلہ روز ازل سے جاری تھا اب نہ ہو سکے گا ان
عورتوں کی کانفرنس نے یہ رزولیوشن پاس کر دیا
ہے کہ اب اس قاعدہ میں تبدیلی ہونا چاہیے اور
جس طرح ام الکرات کے اجزائے جسمانی منتشر
ہوئے تھے اسی طرح پھر ایک ذات ہو جانے چاہئیں

ان چند باتوں نے دنیا میں بڑے بڑے کام کیے ہیں خاص کر ہمارے جب تک بیل منڈھے تھے ترقی تو ساتھ ناؤ گردن کے سامنے آجاتے تھے مولانا مدن علیہ الرحمہ جب داڑھی پر ہاتھ پھیرتے تھے تو نوسر شکار پہچانتے کا حال آپ ہی حاضرین پر آشکار ہو جاتا تھا۔ اللہ داڑھی کو رکھ کے کبھی کسی کو گمان بھی نہ ہوا کہ یہ مقدس چیز شراب کا ظرف۔ بھنگ چھاننے کی صافی ہے۔ جو چاہا وہ کیا۔ کیا مجال ہے ہمارے اسلام میں کوئی شخص شک و شبہ کی جرأت کرے۔ ادھر ہم نے داڑھی میں خوشبودار تیل لگایا اُدھر دکھن ٹوپی سن الاذن الی الاذن سر پر جمائی جریب ہاتھ میں لی گھر سے باہر نکلے اور ادھر راہ چلتے نہ جان نہ پہچان دست بوسی کے شوق میں لپکے۔ السلام علیکم السلام علیکم سے تواضع کرنے لگے۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا داڑھی دیکھ کے دم نکلا ساری شرارت بھول گئے۔ خوش اعتقادوں نے داڑھی کی طرف نگاہ بھر کے دیکھا اور ہماری فرشتہ خصالی کا انھیں یقین ہو گیا۔ اللہ اللہ اس داڑھی میں کیا کشش مقناطیسی ہے۔ داڑھی والا کرتا ہے مونچھوں والا پکڑا جاتا ہے۔ امامت جماعت کا حق قدرتی حاصل ہو جاتا ہے۔ کچہری میں جھوٹی شہادت سچی ہوتی ہے۔

(۳) اگر تو خدا اور داڑھی دونوں سے نفرت ہو تو خوبصورت تعلیم یافتہ جورو پیدا کیجیے۔ وہ ہر گھر میں جورو آئی اور خانہ بدوشی کا استیصال ہوا۔ بھرم قائم مہاجن قرض دینے کو موجود ہے یہ بھی گھر بار جورو بچوں والا آدمی ہے کہاں بھاگ کے جائے گا؟ نوکری میں ضمانت کی ضرورت اٹھ گئی۔ فوائد جورو پر ایک علیحدہ رسالہ لکھنے کی ضرورت ہے۔ اس مختصر میں اتنی گنجائش نہیں۔ ہم خرما و ہم ثواب۔

(۴) اگر نئی تعلیم یافتہ پارٹی میں دور خور پیدا کرنا ہو تو عینک لگائیے داڑھی مونچھ منڈائیے۔ ٹوپی پھانکر ٹوپ سر پر اوڑھائیے پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالیے بات بات میں ہا آئی سی؟ کہیے سیٹی بجائیے اخبار بغل میں دبائیے کسی کلب کے ممبر بن جائیے۔ پبلک جلسوں میں دخل در معقولات کیجیے۔ آں! اب چچا جان سے موٹا موٹی کیجیے۔ ایک سیف لیڈی کو ہمیشہ ساتھ رکھیے اور ہر محفل میں ساتھ لیجائیے۔ جلسوں میں اعتبار قائم رکھ کر آپ چندوں میں اس اعتبار سے فائدہ اٹھائیں دنیا آپ کو مہذب اور پرفکٹ مہذب سمجھے گی اور ہم صاحب بہادر اور آپ کے مربیوں کے دل میں آپکا اعتبار نہ قائم کر دیں تو ہمارا ذمہ جب کبھی سرٹیفکٹ کی ضرورت ہو یا صاحب سے رخصت لینا چاہتے ہوں اُسی لیڈی کے ہاتھ عرضی بھیجدیجیے۔ ڈبل سارٹیفکٹ یا کسی تصدیق کی ضرورت نہ ہوگی۔

راقم
تجربہ کار

بقلم

زندہ ہے جورو ہے اور ریش بلند
پھر نہ ہوں دنیا میں کیوں میں ارجمند

حکایت

ایک مسماۃ کے ملاقاتی کثرت تھے۔ منجملہ ان دوستوں کے ایک حضرت کی داڑھی اوچھے کے احسان سے بھی دو ر سوا دو ہاتھ بڑھی ہوئی تھی اتفاقاً اس خس کی ٹٹی میں بچھو نے بسیرا لیا آپ جانیے ہر حرکت کے لیے ایک سکون ہے اور ہر سکون کے لیے ایک حرکت داڑھی کوئی ایسی ویسی داڑھی نہ تھی جو یہ چھوٹا سا جانور پوشیدہ نہ رہ سکتا۔ اور اس نایافتہ اون کمل کی تنخیر ایسی نہ تھی کہ گھبرا کے نکل نہ بھاگتا بس ایک وقت سکون کا ہوا تو دوسرا حرکت کا۔ میاں بچھوا نے مسکن سے نکلا ایسا ہوا کے پہ گیا گالوں کو چکنی مٹی کا ٹھیکرا سمجھ کے گشت کرنے لگے اثنائے تفریح میں مقتضائے طبیعت نیش زنی کی مشق بھی شروع کر دی خیر انکی گزشتنی بود گزشت مگر اس روز سے مسماۃ نے ایک ڈنڈا ہر وقت پاس رکھنا شروع ادھر کسی داڑھی والے بزرگ نے گھر میں قدم رکھا اور مسماۃ نے ڈنڈے سے اسطرح داڑھی جھاڑنی شروع کی جس طرح کھٹمل گرانے کے لیے چارپائی جھاڑی جاتی ہے۔ کامل اطمینان ہو جانے کے بعد انکو بیٹھنے [illegible] اجازت ہوتی تھی۔

سعدی کہتا ہے کہ [illegible] ایک [illegible] ہوتی تھی [illegible] کے اصول [illegible] حکومت پنجاب کو یہ کیا سوجھی ہے کہ قانون تحفظ امنیہ کی [illegible] ہوئے ہر ایک کی داڑھی میں کھڑپا اور سیف پھیرتی ہے۔ نقاش کا داخلہ بند جمہور کا [illegible] بند آئندہ ہر کی داڑھی میں بچھو کا خیال۔ [illegible] کیا ان سب کی داڑھیوں میں بچھوؤں کا مسکن ہے! داڑھی نہ ٹھہری حشرات الارض کا مجموعہ ہوئی۔ آخر اور حکومتیں بھی تو ہیں۔ ہمارے صوبہ کی گورنمنٹ نے تو آجتک اس احتیاط کو خبط کی حد تک نہیں پہنچایا نقاش بھی آتا ہے جمہور بھی فروخت ہوتا ہے۔ انمیں سے نہ سانپ نکلے نہ بچھو جھڑے۔ نہ انکی عبارت پڑھنے سے کسی کی وفاداری میں فرق آیا نہ کوئی باغی ہوا نہ کسی کے نرم و نازک گالوں کو صدمہ پہنچا۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسی با امن گورنمنٹ (برطانیہ) کو بدنام کرنے کی کوشش (دوستی کے پردہ میں) کب تک جاری رہے گی۔ کسی اخبار کو انگریزوں کی قومی حکومت میں جو ان کو ہندوستان پر حاصل ہے انکار نہیں ہے اُن سے طرح طرح کی آرزوئیں وابستہ ہیں لیکن قوانین کے نادر شاہی اختیارات نے بعض حاکموں کو آپے سے باہر کر دیا ہے۔ یہ بھی برطرف وہ بھی برطرف۔ تم بھی برطرف۔ دنیا برطرف آپا گیا برطرف۔ اپنا پرایا برطرف ہوتا ہے۔ جمہور۔ نقاش۔ ملت۔ ہمدم یہی بدترین اخبار ہیں جن کی بات کسی قدر مقبول و مسموع ہے۔ ہمارے علم میں ان میں غداری یا بے وفائی کی علت نہیں ہے اور صحافت گوئی اگر عیب ہے تو پھر عیب کا نام خوبی اور حسن رکھنا چاہیے۔

راقم
لال بیگی

نیچرل شاعری کی نشہ

نظم اور بار نظم کو کہہ کہا ہے صدف اقبالی آگئے ہیں اب اور وہ سلسلگی دور میں شاعری میں صرف کیے جاتے ہیں۔ کوئی گو بش ہے یا نہ ہو مولانا ہیچ اثار الشر بر آ کی شکایت سست قلمی تو مرتفع ہو جائے گی۔ نظم [illegible] کا عنوان ہے "نوائے غم" اور اس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

زندگانی ہے مری مثل رباب خاموش
جسکی ہر رنگ کے نغموں سے ہے لبریز آغوش

شاعر دام اقبالہ اپنی قیمتی بولتی جاگتی ترقی کرتی ہوئی زندگانی کو رباب خاموش سے مثال دیتے ہیں۔ مثال انوکھی ضرور ہے اور عجب نہیں کہ اسی تقلید میں دوسرے نیچرل شاعر یا نیچرلسٹ شاعر یا متصوف اپنی زندگانی کو آگے چل کے مرک، ڈفلی، خنجری، بھیرے، وھوفے، تاشے، مرفے، دمامہ، ڈھولک سے تشبیہ دیں اور اس طرح ہیچ نیاز استقبال کے نذرے گا کوئی آلہ موسیقی جو مشبہ بہ نہ واقع ہوا ہو کسی شاعر مجتہد فن کی زندگانی کا۔

دوسرے مصرعہ میں خاموشی کی دوسری صفت نغمہ سرائی ہے اور نغمہ سرائی کا محل حلول یا حیز قبول آغوش ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ رباب خاموش کے مانند شاعر کی زندگی ہے یہ خاموش رباب ہر رنگ کا نغمہ گاتا ہے اور اس نغمہ سے زندگانی کی گود بھری ہوئی ہے۔ آغوش زندگانی ایک جام ہے جسمیں لب ہیں اور وہ چھلکا چاہتے ہیں نغمہ اور ہر رنگ کا نغمہ اور رباب خاموش کا نغمہ۔ سبحان اللہ و بحمدہ کبھی ہوئی شمع کی روشنی مانند توے کا نور۔ لنگڑی بنگوڑی، ٹانگ کا رقص۔ مریض گھنگھیا صورت، آواز بیٹھ جانے کا مرض، کا راگ اندھی آنکھ کی بصارت سے زیادہ پر لطف و پر ممکن الوقوع ہے۔

دوسرا شعر ہے ؎

بربط کون و مکاں جسکی خموشی پہ نثار
جسکے ہر تار میں ہیں سیکڑوں نغموں کے مزار

یہ کبھی وہی زندگانی ہے جسکو بربط وجود و چنگ صاب کے سوا اسلئے کی جاہلیت سے کوئی واسطہ نہیں اپنی خاموشی کے سر پیٹ ہے مگر اقوار بربط کون و مکاں کی خاموشی نچھاور کر رہا ہے اور اس بربط کے ہر ایک تار میں ہزاروں تکیہ آباد ہیں ان تکیوں میں ہزاروں قبریں نغموں کی بنی ہوئی ہیں۔ شاعر حضرت عالمگیر کے وقت کا ذکر کرتا ہے جبکہ قانوناً گانا بجانا مسلمانوں کے لیے جرم قرار دیا گیا اور بچارے گویوں نے ایک فرضی ارتھی بنا رکھی تو بادشاہ کو خبر ہوئی اور انھوں نے پوچھا کیا ہے کسی نے عرض کیا کہ خداوند نعمت راگ نے انتقال کیا انکا جنازہ اٹھایا گیا ہے۔ فرمایا کہ دو گز گہری کھود دیں ایسا نہو نکل بھاگے۔ اس واقعہ کو صدیاں گزر گئیں مزار حضرت پیر نغمہ ہر ایک شخص نے ڈھونڈھا تمام دنیا کے خوش گلو مغنی اسی تلاش میں مارے مارے پھرے راگنی کی سنہری اس گلفام کو جوگن بن کے بین ہاتھ میں لیے " انگ بھبھوت جوگن بن ملیاں پیر نغمہ کا مزار ڈھونڈھن چلیاں " گاتی رہی استاد حسد ارنگ اور پٹنہ کے استاد میاں شوری اس مزار مقدس کے ہجر میں دیوانہ ہو گئے مگر نہ ملنا تھا نہ ملا۔ آج معلوم ہوا کہ یہ مزار مقدس زندگانی شاعر کے رباب آسا خاموش تار میں بنایا گیا تھا۔ بھئی اسوقت کے گویے بھی عجب چیز تھے کہاں لے جاکے یہ مردہ گاڑا ہے ؎

بہت ڈھونڈھا مگر پایا نہ آ۔ آ۔ وھا۔ رے تجالی [illegible]
مزار نغمہ پایا بھی تو تار زندگانی میں

اب تیسرا شعر ملاحظہ ہو ؎

محشرستان نوا کا ہے امیں جس کا سکوت
اور شرمندۂ ہنگامہ نہیں جس کا سکوت

اللغۃ محشرستان جائے حشر را می گویند لغت مخترعۂ عوام اہل فارس ست بایں معنی کہ محشر خود میدان حشر یا جائے حشر است پس لفظ ستان بیکار و شائع است کما فی او بار اللغات کیمفتی۔

الحاصل۔ زندگانی کا سکوت محشرستان نوا کا امین یا گروہ و رقانون گویا یا ٹھواسی واقع ہوا ہے اور ہنگامہ احسان کا شرمندہ نہیں ہے اگر اس فقید المعانی عدیم المطالب شعر کی شرح میں ناظرین کو کوئی لطف نہ ملے تو ہمارے اوپر سے شکایت اسکی فضول ہے کیونکہ شاعر صاحب کے ذرور کمال تک تقصیر ادراک کا پہونچنا محال ہے۔ جو چیز مدرک نہو اسکا شعور دائرۂ امکان سے باہر ہے۔ یہ انکشاف محشرستان نوا کا امین زندگانی کا سکوت ہے اسلیے عقل مبہوت ہے والسلام۔

پھر فرماتے ہیں ؎

آہ! امید محبت کی بر آئی نہ کبھی
چوٹ اس ساز نے مضراب کی کھائی نہ کبھی

پہلے دوسرے تیسرے شعر کے ترتیباً کو اگر آپ قائم رکھنا چاہتے ہیں تو یوں سمجھیے کہ رباب خاموش زندگانی جسکی آغوش ہر رنگ کے نغموں سے بھر پڑی ہے اور جسکی خموشی پہ بربط کون و مکاں نثار ہے اور جسکے ہر تار میں حضرت سلطان النغمات کی امت مرحومہ کے مزار واقع ہوئے ہیں کل کھیاڑے کے امیدوار گانا بجانا یا امانت دار جسکا سکوت ہے اور سکوت وہ جو ہنگامہ کا شرمندہ نہیں کبھی مضراب کی چوٹ [illegible] آشنا نہوا ورنہ امید محبت کی بر آتی یعنی زندگانی [illegible] سرود اگر مضراب کی چوٹ سے بجنے لگتا تو امید بر آتی۔

حضرات ناظرین شاعری اور مصوری [illegible] بہنا ہا ہے۔ ایک دوسرے کی زناخی یا دوگانا [illegible] ہے۔ ان اشعار سے بھی دماغ ناظر میں ایک تصویر کا خاکہ تیار ہوتا ہے جسے خیال کی ڈسلی پر جا کے دو [illegible] کی نگاہ سے دیکھیے تو سہی۔ واللہ باللہ اس تصویر میں ہمیں کوئی خوبی نظر نہیں آتی بلکہ مصور [illegible] کی کہا نگی و کم مشقی نے تصویر نا تمام ذہن نشین [illegible] ہے۔ شاعر صاحب کی نظم سے دور بیاں ایک [illegible] قصہ مشہور ہے اور عجب نہیں کہ اسی قصے سے [illegible] بالا کی تمثیل قرض لی گئی ہو۔

نقل ہے کہ ہیچ زمانہ تاریک دنیا مذہب کے جسکے انہدام کو صدی کا چہارم حصہ ابھی نہیں گزرا ہے ایک الیونی جب ضروری حاجت کے انفصال کے لیے ٹوٹی ہوئی دیواروں والے پیخانے میں جسکی گندگیاں تمام ورسات انسانی کی بے نظیر تاریخی یادگار ہیں اور جواب کموڈ کی صورت میں تبدیل ہو کر لکڑی کے بکس میں مثل خزینہ و گنجینہ قارونی مخفی و مستتر

رہتی ہیں جیسا کہ بااقتضائے سنت و فطرت اکیلا بیچک کے غلبہ سے اتنا غفیل ہو جاتا ہے کہ زندگانی مثل رباب خاموش ہو جاتی اور اسکے شکم فتیح داد کی آغوش مثل طنبور نغمہ ہائے گوناگوں سے لبریز ہو جاتی ہر رابطہ کون و مکان جو کہ ہمیشہ خاموش رہنے میں فرد الفعل ہے اس شکم خاموش پر تصدق ہونے کے لیے ساتھ ساتھ مرتبہ گروہ ہوتا اور رنہ بعض نغموں کے عزا اس شکم خاموش سے نکلے ہوئے تار ہیں بن جاتے تو دنیا محشرستان ہوجاتی میں سکوت آتے اور لوٹا اس طرح بغل میں داب کے لیجاتے کہ امن سکوت شرمندۂ ہنگامہ ہوتا۔ بیچارہ افیونی بیچک کے مارے جا چکا گیا تھا اور اکثر اسکو بہ رفع حاجت پانی کا ہنگامہ ہوا کہ بغیر گھڑی پر تیمم اسفل کی ٹھہرائی پڑتی۔ جب چند مرتبہ یہی ہنگامۂ خاموش برپا ہوا تو آخر افیونی نے لوٹا چرانے والوں کو دھوکا دینے کا منصوبہ دل میں گانٹھا اور رباب خاموش (لوٹا) کی صورت بن کے بیٹھا۔ عالم خیال میں دھڑ کو لوٹے کا پیٹ بیٹھی ہوئی گردن کو گلا۔ ہاتھ کو ٹونٹی بنایا اور اس فکر میں تھا کہ اب چور آتے ہوں گے اور مجھے لوٹا سمجھ کر اٹھانا چاہیں گے بس میں فوراً انھیں پکڑ لوں گا مگر بیچک کے چوروں نے ہوشیاری کا لوٹا پہلے ہی غائب کر دیا تھا۔۔۔۔

الغرض چوروں نے یہ سنہری ہیاۃ دیکھ لی اور بطور سخریہ اس رباب خاموش کے ساز بے آواز پر لکڑی کی مضراب کی چوٹ لگائی اور افیونی صاحب نے لوٹے کی طرح آواز دہ ٹن ٹن بکی دی۔ راوی کہتا ہے کہ اُمید ہمت بر نہ آئی یعنی چور گرفتار نہ ہوئے البتہ یہ مصنوعی لوٹا یا رباب خاموش اس مضراب کے کلوخ اندازی سے چکنا چور ہو گیا گڈی میں ٹھک ٹھک کی صدا دیتا ہوا محشرستان دنیا میں ہنگامہ برپا کرنے لگا۔ (استغفراللہ یہ کیا شاعری ہے؟ جس کا حاصل کچھ نہیں جس کا سلسلہ کہیں سے مربوط نہیں جسکے الفاظ کسی مطلب معنی کی محاکات سے عاجز ہیں۔ خیر یہی تو نظم کی نثر ہے کلام ہے)۔ خدا کا لاکھ شکر ہے کہ اس رباب خاموش کا جناب شاعر پر یہ حادثہ نہیں گزرا ورنہ ساز رباب خاموش زندگانی مضراب کی چوٹ سے محفوظ رہا اور اگر یہ الالام نیر تیلا کے سہارے نہ تو ہمیشہ محفوظ رہے گا۔

گدگداتی ہے نسیم چمن طور کبھی
سمت گردوں سے ہوا نفس مسیحا کبھی

یعنے رباب خاموش زندگی کو کبھی ٹھیس نہیں لگی لیکن کبھی طور کے چلے ہوئے پہاڑ سے نسیم چمن آتی ہے اور پھر وہ

چھیڑ آہستہ سے دیتی ہے مرا تار حیاۃ
جس سے ہوتی ہے رہا روح گرفتار حیوۃ

یہ دل لگی ہے اور بجائے صحیح ہر بالمزہ جاری ہے اگرچہ ناخوشگوار ہے اسلیے کہ روزانہ تار حیات کی چھیڑ چھاڑ اور گرفتار حیات کی رہائی خاموشی میں مخل ہوا کرتی ہے اور رباب خاموش کی وہ خاموشی جسکی آغوش ہر رنگ کے نغموں سے لبریز ہے اور جسکے سکوت پر ربط کون و مکان (یعنی عادی خاموش مطالعہ کرنے والے) کی خاموشی نثار ہے یا و صف مضراب کی چوٹ نہ کھانے کے نسیم چمن طور اور ہوائے نفس حور کی انگلی سے بجتی اور تن تنی بن جاتی ہے اور گرفتار حیوۃ کی روح کنجشک بن کے اُڑ جاتی ہے۔ غالباً یہ تخیل بھی ایک جولاہے کے قصہ سے جس کو معراج ہوئی تھی ماخوذ ہے۔ رہتا دروغ بر گردن راوی۔ نقل ہے کہ ایک مومن لقائے الٰہی کی اُدھیڑ بن میں مصروف رہتا تھا آخر ایک دن شیطان علیہ اللعن نے سویرے منھ اندھیرے دروازہ کھٹکھٹایا۔ "کون؟" "ہم ہیں جبرئیل (معاذ اللہ) یہ آہا! الٰہی (اخی) جبرئیل کہاں چلیو۔ سلام علیکم" "یہ آپ کو لینے۔ آنکھیں بند کیجیے اور کنواڑ کھولیے" مومن غریب نے دروازہ کھولا آنکھیں بند کیں۔ رباب خاموش کی طرح رکھے یا غلاف چڑھی سارنگی بے تشبیہ دیکھیے۔ میاں شیطان نے کپڑے اُتارے اور لوری کپڑے میں کاتا ماپا تانا انسان کو سجھائی نہیں دیتا بچھانے شروع کیے۔ جولاہے بیچارے نے اس قسم کے کپڑے نہ کبھی دیکھے تھے نہ بنے تھے۔ ان کپڑوں میں سوائے چکنائی کے جو جسم سے چھوٹ کر ہاتھ میں بھی

اثر کر جاتی تھی اور کوئی چیز ایسی محسوس نہ ہوئی اگر اسکی آنکھیں بھی نہ کھلی ہوتیں تو وہ دیکھتا کہ اس چکنائی میں رنگ بھی ہے۔

"یہ کیا ہے بھائی (اخی) ہوا یہ کیا پایا گیا ہے تمہارے گھر کا مال ہے (اسی) ایسا نوری تمہارے بنائے جاتے ہیں؟"

اس سوال کے جواب میں جو کہ تمام بیضہ فاسد اور فنی اعتراض پر مبنی تھا شیطان نے سکوت کیا تھا؟ طرہ اسے نورانی سے جب جسم کی تزئین ختم ہوئی تو ایک گدھے پر انھیں سوار کیا۔ اطفال بازاری نے جو تماشا دیکھا گھیر لیا چلانے لگے۔ ان کم بختوں کا رباب کبھی خاموش نہیں رہتا۔

"یہ کیا ہے ہوا الٰہی یہ (کون کون) چھپات جنیات؟" "یہ حضرت کوئی نہیں یہ اس دنیا کے فلاں ہیں"

آفتاب بلند ہو گیا تھا اور اسکی آزادی میں صحیح مچا دیا وہ سب کی موسیقی بن رہی تھی کہ شیطان صاحب نے بازار کی گشت کے بعد ٹھیک انکے گھر کے سامنے کھڑا (کارگاہ) کی سیدھ میں جہاں انکی عورتیں تانا تن رہی تھیں گدھے کا رخ پھیرا اور پانچ چار ڈنڈے باجرت خدمت رسید کیے گدھا تانے کو روندتا سوت کو الجھاتا ہوا اپنی جان لے کے بھاگا اور بیچارہ مومن صاحب تانا سوت کی دریائی میں مینڈک کی طرح پھنس اور تو سب رفو چکر ہوئے۔ یہ بیچارے اس عجیب معراج پر متحیر تھے کہ جولاہنیوں نے لکڑیوں سے خاک جھاڑنی شروع کر دی۔ حور و قصور کے خیال نے آخر سمجھا دیا کر شاید جنت کی سیر ہے اور ہندوستانی طرز رواج پر چوتھی کھیل جا رہی ہے۔ یہ بیچارے اکثر کہا کیے "حور! بو بہار روند۔ چوٹ لاگت ہے۔ تم کا ہے موندھ مر کی کشتۂ" مگر نسیم چمن طور اور ہوائے نفس حور موٹی موٹی چھڑیوں سے تار حیوۃ کو چھیڑتی ہی رہیں گو آہستہ سے نہیں۔ قریب تھا کہ روح گرفتار حیوۃ رہا ہو جائے مگر پاس پڑوس والوں نے پہچان لیا۔

نغمۂ یاس کی دھیمی سی صدا اُٹھتی ہے
اشک کے قافلہ کو بانگ درا ملتی ہے

یہ کون کی لفظ سے مصرع کے معنی کو کسی قدر منفرض ہیں

ظریف ہفتہ وار
LUCKNOW
مشہور با تصویر
OUDH PUNCH
اودھ پنچ لکھنؤ
M B KHAN ARTIST LUCKNOW
قیمت فی پرچہ دو آنہ

از سحرہ بہ سحریہ

مثال سحرہ۔ لینا مارنا پکڑنا۔ اس کی زبان میں لگام دو اس کی بات کو پکڑ کے حبس دوام بعبور دریائے شور کردو۔ اس کے قلم کو ریشہ کی پھانسی دو۔ اسکی تحریر کے نقوش چٹیلی کا تیزاب ڈال کے بارود پھونکو اور آگ دکھاؤ اٹھارہ سچ لگا مگر رہتا ہے خدا کی شان دیکھا خوب وہ کلام داد و شناس میں کیفیت اٹھاتا ہے۔ اے تری قدرت! گھر سے کوسوں دور لگے تو دل میں سکار (شکار) کا واسطے مدد کی ضرورت ہے ساتھ انتظام کرنا سکتا۔ پھر ابھی میم صاحب کے پاس حاضر رہے گا جمعدار سے بولا اور ٹیکر (کتے) کا ڈوری لے کے ہمارے سنگ چلے حضور جمعدار برا ہیبوت ہے وہ نہیں لے جائے گا۔ حکم ہو تو دو بیگاریوں کو پکڑ لوں۔

"او مین دو بیگاری پکڑ لو"

خداوند دو آدمی حاضر تو ہیں لالہ لکھ ان سے کہا کہ صاحب کے ساتھ کتے کشی کرو مگر وہ نہیں راضی ہوتے (بیگاریوں نے لالہ کو رشوت نہیں دی) یہ لوگ بڑے شورے پشت معاش ہیں۔ بغیر مار کھائے کوئی کام نہیں کرتے اور یہاں نان کوآپریشن کا جھگڑا پھیلا ہے بیگار سے آجکل لوگ بہت خلاف ہیں۔

"او ول ٹو مارو۔ رائسکل نان کوآپریشن والا کو"

خداوند یہ انگریزی قانون کے خلاف ہے۔ مارنے والا پکڑا جاتا ہے اور حضور کی شان کے بھی خلاف ہے۔ اس حرکت سے بدنامی ہوگی۔

"او ٹو فیر دیم کیا کرنا چاہیے"

حضور گالی گفتاری تک مضائقہ نہیں۔ گالی گفتاری سے کام نکل جائے گا۔

"او یس ہام گالی دینا سکتا۔ تم گالی بولو۔ ہم اپنا نوٹ بک میں لکھے گا۔ بدمعاش کی کر بولے گا۔ ہم انگلش گالی جانتا ہندوستانی ناہیں جانتا۔ ہمارا مولوی (مولوی) ہم کو گالی نہیں سکھایا"

لکھیے حضور۔ بدمعاش۔ چور۔ سور کا بچہ............

بہن..........ماں.........تیری.........تیرا......

دو.........

منشی اپنی ضرورت کی فکر میں صاحب اپنے کام کی دھن میں مزدوری چکانے کا ذکر نہیں اس لیے کہ یہ جمعدار کی قسمت کی ہے۔ صاحب نوٹ بک میں لفظ زر دھن لکھا ہوا سبق آنکھیں نیچی کیے اٹک اٹک کے پڑھ رہے ہیں۔ منشی صاحب جہاں غلطی دیکھتے ہیں ٹوک دیتے ہیں۔ حضور یوں نہیں یوں کہیے۔ بغریب قلی کی زبان سے صاحب نا آشنا غور کیا اور ساعت کس کی چلیے بیگار یعنی نحو کامل کمل سلطنت بدنام اور رعیت بدنام۔

مثال سحریہ۔ (۱) ڈپٹی کمشنر گوردا سپور بحوالہ تحفہ ہند ۱۱۔ دسمبر صاحب نے پھر بٹا موٹا دربار کیا۔ اہالی موالی چلے جا بجمع ہیں۔ دلچسپی کے لیے ریل صاحب گاندھی بن کے ایکٹ کرتے ہیں۔ فرضی گاندھی صاحب گرفتار ہوتے ہیں تلاشی میں ان کی جیب سے پنسل برآمد ہوتی ہے وہ بھی جاپان قیصر کی۔ نوٹ نکلتا ہے وہ بھی گورنمنٹ کا۔ کاغذ نکلتا ہے وہ بھی ولایتی۔ ان چیزوں پر اعتراض ہوتا ہے کہ بڑے نان کوآپریشن کے حامی بنے ہو دیکھو یہ سب چیزیں ہماری ہیں اور انھیں تم استعمال کرتے ہو۔ اس پر قہقہے پڑتے ہیں۔ فرضی گاندھی منہ بسور کے لاجواب ہو جاتا ہے۔ آخر فرضی تھا نا ورنہ چپ کیوں ہوتا پھٹ سے کہہ دیتا استاد! تم نے دو سو برس میں ایسی معمولی چیزیں بنانی بھی تعلیم نہیں کیں یہ بات تمہارے لیے غیرت کی ہے ہمارے لیے نہیں ہم نے تو علامت نادانی کے طور پر یہ چیزیں رکھ چھوڑی ہیں یا تمہاری استادی کے ثبوت کے طور پر۔

(۲) اصلاح اصلاح کی دھوم مچی ہے یہاں پر یہاں (ولایتی تحقیقاتی کمیشن) چلے آتے ہیں گورنمنٹ آف انڈیا (میزبان) اپنی ماماجی پر تاکید فرما رہی ہیں۔

"باندی بوی بڑی دھوم آدھا بیگن وہ بھی دھوم"

ایک طرف اصلاحات گھم گھم چلے دوسری جانب میاں رولٹ ایکٹ صاحب وارد ہوئے۔ لا آپ آمد اعتبار تیمم باتیمم اعتبار برخاست۔ اصلاحات تو پہلے ہی سے دل لگی باز معلوم ہوتے تھے یہ ہنسی میں پھنسی جو ہوئی تو رہا سہا واقعیت کا شبہہ بھی جاتا رہا۔ اتنا کہ گڑگڑایا کر رو دیئے دینا تمہیں نہیں کیے جاتی ہے مگر گورنمنٹ اپنے سر کو تحت و فوق میں جنبش دے رہی ہے۔

اجی جناب یہ آپ کیا کرتے ہیں واللہ ہم باغی نہیں ہیں قسم لے لیجیے دیکھیے واللہ ایسی مل لگی میں ملال ہو جائے گا۔ یہ قانون نہایت واہیات اور اعتبار شکن ہے پولیس کی زیادتی روکنے کا اس میں کوئی جز و نہیں ہے اجی سب سے رائے تو لے لیجیے آخر سرکاری غیر سرکاری سب طرح کے لوگ موجود ہیں۔ ہم غیر ہیں تو خیر یہ تو پرانے نمک حلال ہیں اجی یہ کونسل ہے یا بچوں کا کھلونا ہے۔ کون سنتا ہے قانون پاس اور ولایتی مہر سے پاس۔ اس کے بعد تو ان کی پچکاریوں سے ہولی کھیلی گئی۔

ہندوستانی ممبران کونسل "کون سنا تم کھیلت ہولی"

کون سنا تم کھیلت ہولی۔ "

رعایا سے ہند۔ دیکھو لالہ اور لالو بن نکسے " " "

گاری میں دوں گی تو سے نہ ڈروں گی " " "

مگر لالہ کس کی سنتے ہیں دے پچکاری دے پچکاری

بوکھلا دیا۔ سوانگ تو تھا ہی۔

(۳) ابھی خبر کے کاغذ میں دیکھا کہ کہیں کے گورنر صاحب دورہ کرنے والے ہیں۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے میونسپلٹی سے ان کے استقبال میں ایڈریس پیش کرنے کے لیے رزولیوشن پاس کرانا چاہا۔ قوم نے مانا نہیں۔ ووٹ طلب کرنے میں قید لگائی گئی کہ ہر شخص چیرمین کے پاس آ کر اپنی رائے کا اظہار کرے ممبروں نے اس پر بڑا مانا بات بڑھی تو کنواڑے بند کر دیے گئے اور کہہ دیا کہ بس جاؤ رزلیوشن پاس۔ بات تمہارے کی ایسی تیسی دیکھو یوں پاس کرا دیتے ہیں ؎

دیکھیے دیر کیجیے بوسہ اسی میں خیر ہے
لے لیا ہم نے زبردستی تو کیا رہ جائے گی

(۴) کنجڑے گھوسی پھیری والے۔ حلوائی۔ نائی۔ بھنگی۔ چمار وغیرہ وغیرہ تھو خیرا جاہل یہ اس مہتم بالشان صوبائی کونسل کے ممبر بن رہے ہیں جو شاہی فرمان کے سلسلہ میں ہندوستانی خود مختارانہ حکومت کی خشت اول ہے۔ ماں ٹیگو اور چیمسفورڈ صاحب کی مایۂ ناز ہے جو بڑے بھلے وقت میں قانون ساز ہے۔ نان کوآپریشن کی سرکوبی اسی سے ہوگی۔ ذمہ داری کے کام انھیں کے سپرد ہوں گے معاملہ فہمی میں یہ نادر روزگار ہوں گی۔ نکتہ سنجی میں

بچے کے امور میں کوئی نہ ہو، نہ سسرال والوں میں تو تم
سے بھی بڑا مصیبت میں مبتلا نہیں ہوتا۔ ایک تمہاری
ہمدردی کی کورٹ ہر وقت سایہ کی طرح ساتھ ہے مگر
کسی کو ابھی ہے، میری بھی ہے، ناز سے بھی ہے، لولی بھی
ہے لنگڑی بھی ہے، مجھ سے زیادہ اپاہج ہے، مجھ سے
زیادہ لاغر ہے، مجھ سے زیادہ دیوانہ ہے، مجھ سے زیادہ
مصیبت زدہ ہے۔ مجھ سے زیادہ بے بس ہے۔
آج تک میں نے اس کی خوب خدمت کی، خود ننگی
رہی اسے پہنائے اڑھائے، بھوکی رہی خود، دھو کے بھی
اس کا پیٹ پالا۔ اب اس کی خدمت مجھ سے
نہیں ہو سکتی۔ خوف ہے کہ اگر کل میں مر گئی تو یہ
بیچاری اس جلے جھلسے مکان میں کہاں ماری پھرے گی
کوئی پوچھنے والا نہ ہوگا۔ خدا کے لیے میرے مرنے
سے پیشتر اپنی امانت کو اب تم اپنے پاس بلا کے
رکھو۔ مجھے اپنا بار خود ہی دوبھر ہے۔"

دنیا کے ہمدرد میاں پنچ اسی نتیجے پر پہنچے کہ تعلیم یافتہ ہندوستانی
زیادہ بیوقوف ہے یا وہ کشتۂ ہمدردی جس کا
حال اوپر بیان کیا گیا۔ آپ کو واللہ یہ ہمدردی
ہے یا طالب علم کی لنگی یا عمرو عیار کی زنبیل۔
ہندوستان پر جب کوئی مصیبت آئی تو یہ کسی نہ
کسی ترکیب سے مصیبت کے ساتھ ساتھ وارد ہوئی۔
آج کیا ہے قحط پڑا، دنیا فاقوں مر گئی، لوگ بچے
بھون بھون کے کھا گئے۔ ولایت والوں نے
دل لگی کے بورے میں ہمدردی بھیج دی۔ لو میاں
مرتے ہو تو نوش جان کرو۔ بھیا اس سے پیٹ بھرتا ہے؟ گھر
کی چارپائیاں دریا کی مچھلی نہیں۔ ولایت سے
کیا آیا، جہازوں میں لد کے ہمدردی کا اثاث البیت۔
غرض طاعون، ہیضہ، انفلوئنزا، زلزلہ، ژالہ باری،
آگ، پانی، آندھی، پتھر، سب حادثوں کے عقب میں
بی ہمدردی خانم اکیلی ننگے پاؤں نہار منہ ٹھمک ٹھمک
ٹھمکی کرتی دھمر دھمکیں۔ ان آٹھوں مصیبتوں
میں تو خیر ہو نہ آئیں تو کیا کوئی دولت آئی۔ لطف
کی بات یہ ہے کہ اس ہمدردی کے ماسند ملک میں
جو کوئی تازہ وارد ہوتا ہے وہ چاہے کچھ ساتھ
لائے یا نہ لائے، بغل میں ہمدردی کا پلا ضرور
دبائے لاتا ہے اور یہاں چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اس
ہمدردی کی میاؤں میاؤں والے کانوں کو ایسی
سریلی معلوم ہوتی ہے جیسے ستار کا جھالا۔ جب
پنجاب میں ڈائر صاحب کی ہمدردی اور ہفت سالہ
ہمدردی تک ہمدرد، ہمدردی نے دھوم مچائی ہے
ولایت والے ہمدردان بنی نوع انسان کے پیٹ
میں ہمدردی سے نہ رہ، ادھم ہوتا کہ لے میرے بھائی
تو چل، میں چل۔ سامان ہمدردی نے اپنی ہوائی
ہمدردی کی کشتی نہ ہوئی تو قرض لے کے پہنچے، میلے نہ ہی
اور کھل کھڑے ہوئے۔ آج کون صاحب آئے
ہیں؟ کنڈیل صاحب! آپ کی تعریف کیجیے؟
جی خاموشی بہتر ہے، آپ کے اوصاف تحریر کے
بارے میں سما نہیں سکتے۔ بڑے قوم پرست ہیں۔
بس یہ سمجھ لیجیے کہ آتے ہی ساری ہمدردی اگل
دینگے۔ آپ کا اگال اور غریبوں کے پیٹ کا دعا
ہے۔ زخم شمشیر پر آپ کی زبان کا مرہم اکسیر
کا حکم رکھتا ہے۔ بس چاٹنے کی دیر ہے۔ درست
اور یہ دوسرے صاحب؟ آپ مسٹر [illegible] ہیں۔
آپ کے اوصاف؟ اللہ اکبر بہت صاف۔
نہایت ہمدرد۔ کیا مجال کسی کی جو آپ کے اوصاف
میں چوں وچرا کرے۔ آپ کا مصرف کیا ہے؟
اظہار ہمدردی! درست، آئیے تشریف لائیے۔ دیکھیے وہ
دیکھیے کچھ ہمدردی کا راگ گائیے۔ جلسے ہوئے، چرچے ہوئے
تالیاں پٹیں، دعوتیں دی گئیں، استقبال کیے گئے۔
مصیبت زدوں کا اور کام ہی کیا ہے۔ ڈھول پیٹتے
ہیں، تالیاں بجاتے ہیں، قلقاریاں مارتے ہیں۔
لے لیجیے وہ تیسرے صاحب بھی وارد ہوئے۔ الثالث بالخیر
آپ کون ہیں؟ آئیں تعجب ہے آپ ان سے واقف
نہیں! ابھی یہ ابھی تازہ ولایت ہیں۔ آپ مسٹر بین سپور
ہیں، بڑے ہمدرد مانے ہیں۔ جب تک روزانہ
دس بیس من ہمدردی محتاجوں کی جھولی میں نہیں پھینک
آرام نہیں فرماتے۔ آپ کیا کہتے ہیں اور یہاں کیوں
آئے ہیں؟ آئے تو ہیں، خدا جانے کس مطلب سے۔
کسی کے دل کا حال کیا معلوم، شاید اس فکر میں آئے
ہوں کہ ہندوستان کا کاروبار بگڑا بیٹھا ہے کہیں
میاں ہندو جو روزی کا ٹھیکرا ہاتھ سے جاتا رہے اور ولایت
کے پیشہ وروں کی ہڑتال پیٹ کی بوری مار سے ٹوٹ
جائے۔ مگر واللہ جی بڑے ہمدرد۔ آپ نے آتے ہی
لیبر پارٹی کا پیام سنا دیا۔ ہاں! کیا؟ ذرا ہم بھی
سنیں۔ اچھا ادھر کان بڑھائیے۔ آپ فرماتے ہیں
کہ جناب برٹش پارلیمنٹ نے ڈائر کے متعلق بحث میں
افسوسناک طرز عمل کیا مگر آپ کو لیبر پارٹی کی طرف سے
یقین رکھنا چاہیے کہ برطانوی پبلک کی رائے پنجاب
کے معاملے میں پارلیمنٹ کے ساتھ نہیں ہے۔ مزدوروں
نے ڈائر پر مقدمہ چلانے کے لیے بھی کہا اور چیمسفورڈ صاحب
کی واپسی کی بھی۔ سو ملکی وہ آپ کے ہمدرد ہیں کیسے
حضرت اب بھی آپ کو ان کی ہمدردی میں کچھ شک ہے۔
نہیں جناب ایسے امور میں شک کو کیا دخل ہے۔
مگر لیبر پارٹی جب کبھی اپنی جماعت کے لیے کوئی مطالبہ
کرتی ہے تو ہڑتال کی دھمکی کے ساتھ۔ جیسا کہ آئرلینڈ
والے معاملے میں ہوا، لیکن ہندوستانیوں کی ہمدردی بھی
اسی طرح کی گئی۔ لاحول ولا قوۃ آپ بڑے ڈھل مل یقین
معلوم ہوتے ہیں۔ اجی حضرت ہمدردی بھی دو قسم کی ہے
ایک گوری ایک کالی۔ آپ کا حشر اسی ہمدرد کی جورو
کا سا ہوگا جس نے اپنے میاں کی ولایتی ہمدردی
کی مرتے وقت توہین کی۔ ہندوستان کے لیے یہی
ہمدردی بہت ہے۔ وہ بیوقوفی کی ہمدردی ہے جس
میں کچھ نقد سے ہاتھ دھونا پڑے۔ اسے کالی ہمدردی
کہنا چاہیے۔ اس لیے کہ گوری ہمدردی خالی ہاتھ آتی ہے
اور کالی ہمدردی مٹھی گرم کر کے جاتی ہے۔ چنانچہ انگلو انڈین
حضرات نے کالی ہمدردی کو سونے کا زیور پہنا کے
ڈائر صاحب کے نذر کیا ہے۔ یہ ہمارے ہاں کی آزمائی ہوئی
بات ہے۔ خود بین سپور صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ ہندوستان
کی قومی تحریک روز افزوں روحانی ہوتی جاتی ہے۔ یعنے
بزبان [illegible] جسم و جسمانیات کا انگرکھا گھول گھال
فقر و فاقہ کی معرفت چھوڑ جاتی ہے۔ خالی ہڈی رہ
گئی ہے اور ظاہر ہے کہ روح کے لیے جسمانی اور
مادی غذا کی ضرورت نہیں۔ وہ تو ہمدردی کے تریاقات
ہی پر پروان چڑھے گی۔ مجرد المادہ ہونے کے بعد
کثیف غذا اول اور ہاتھ کی کل [illegible] لگا ہی

نامۂ سوختہ بخت ادبار الملک

سلام نیاز۔ تسلیم بندگی۔ مجرا۔ غمزہ عرض ہے۔ نئے سال کی آمد ہوئی اور اینجانب کو بیماری نے گھیرا تھا سمجھے اس بیماری نے آدمی سے بیکار بنا دیا۔ رات بھر کھانسی کھنکھار سے گزرتی ہے صرف "جاگتے رہو" کی صدا دینی باقی رہ جاتی ہے۔ اس شب زندہ داری میں اخبار کی تلاوت کے سوا اور کوئی شغل نہیں۔ وضع کی پابندی مجبور کرتی ہے ورنہ سچ یہ ہے کہ بندہ آجکل مضمون لکھنے کے قابل نہیں۔ صرف شب کا واقعہ لکھنے پر قناعت کرتا ہوں پسند آئے تو نذر قبول فرمائیے۔ جب بھیپھڑے کی دھونکنی کو کسی قدر سکون ہوا تو آنکھوں کے خارزار میں ناقۂ لیلائے نوم نے چوکڑیاں کرنی شروع کیں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شتر بے مہار گردن کو دم سے ملائے دوڑتا جاتا ہوا اُچک رہا ہے۔ یہ قطع کبھی نہ دیکھی تھی ہر ایک سے پوچھنے لگا کہ اس اونٹ کو کیا ہوا ہے۔ مگر کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ آخر ایک معمر بزرگ ایک ہاتھ میں عصا ایک میں ناسدانی لیے دکھائی دیے۔ صاحب سلامت ہوئی" فرمایا بندہ دہلی کا ساکن ہے بہ حیلۂ سیاحی اس جانب حرکت کا اتفاق ہوا" میں نے دست بستہ شتر مدعا پر الفاظ کی محمل یوں کسی کہ حضرت آپ اس اونٹ کو دیکھتے ہیں یہ اس کی کیا قطع ہوگئی۔ میرا اشارہ کرنا تھا کہ بڑے میاں قہقہہ مار کے ہنسے اور کہنے لگے میاں صاحبزادے "شتر غمزہ" بہت مشہور ہے۔ یہ جانور جب سرخوش ہوتا ہے تو یوں ہی اچکتا پھاندتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ آخر اس غمزے کی کوئی وجہ بھی ہے یا یوں ہی۔ فرمایا کہ جانوروں کے حرکات کو سمجھنا تو دشوار ہے مگر کچھ عجیب واقعات نئے سال میں ظاہر ہوئے ہیں کیا تعجب ہے کہ یہ حالت انھیں واقعات کے سبب سے طاری ہوئی ہو۔ بات یہ ہے کہ آدمی اور آدمیت کی کمی ہو گئی ہے اور جنس آدمیت کے قحط نے "سگ گزیدہ" کیا ہے گیپائی نے کیا نقل اصل کر دکھائی ہے۔

پہلا کس حرامت بسکہ مجرمی سنائی اور میں نے تفصیل کی درخواست کی تو فرمایا پہلے یہ بار گراں ہی پھر تو زمانے میں مشہور تھی یہ آج کیا ہے کہ اتنی سی بات سمجھنے سے قاصر ہے۔ اسے میاں ایک تھے خان اور خطاب یافتہ خان بہادر اُن کو خطاب پانے کی بہت ہوس تھی بیچارے نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح خطابات کا نام گزا دیا جاتا رہے مگر وہ آپ وہ ناکامی تامرغنت سے پیچ اور مرا میں تھگر گیا۔ لاکھ فکر دوڑاسکر انگل بھر بھی نہ بڑھا۔ آخر تھک گئے اور مجبور رہے۔ آپ جانتے ہیں کہ ادم قوت ملکی کی کمی سے خشم و غصہ پر قابو رکھنا مشکل تھا۔ قسم کھائی کہ تو سہی جو اپنا اونٹوں کو خان بہادر نہ بنا دیا ہو۔ حسن اتفاق کہ ایک شائستہ اونٹ مل گیا۔ خاں صاحب نے اچک کے سواری کا شغل کیسی جراح عرب کی زیتل پھنکوائی کبھی مولویوں سے کہ زیبا ان بھوسکے مقدس بھوا یا بڑے بڑے مولویوں کو اسی کی پشت پر بنیادی معراج نصیب ہوئی یا صوبوں اور آقاؤں کو بھی خبر ہوئی کہ ہاں اونٹ ہو تو ایسا ہو کبھی کمیشن بھیج کر دھانی رسد اوالی حکام بہتیا بھی واقف ہو گئے کہ ہاں اونٹ ہو تو ایسا ہو۔ قومی جلسوں کے تنبو قناتیں یا ہزا اسی پہ بار ہوئے اعلیٰ تعلیم گاہوں کے میاں اس نے چرسے خیراتی چراگاہیں اس نے صاف کیں۔ کچہریوں میں وکیلاں بیرسٹروں نے اسے اکثر قانونی آب و دانہ سے سیر کیا غرض جدھر دیکھیے اسی اونٹ کا جلوہ وہ برات سونی جس میں اس اونٹ کی پیٹھ پر نقارہ نہ بجے وہ ماتمی جلوس بے رونق جس میں اس کی پشت پر کالا جھنڈا یا مردے کی لوتلا نہ بیٹھے جب یہ ہر کام میں تجربہ کار ہو گیا تو خان بہادر بنا دیا۔ اب آپ کی بختی عقل کی نکیل حیرانی کے درخت سے چھوٹ گئی یا نہیں۔ فرمائیے کہ ایک اونٹ کے لیے یہ کیا غمزہ خیز بات ہے؟ بمبئی مولانا پیچ آپ کی توندکی قسم اس مژدے کو سنتے ہی خواب سے چونک اٹھا۔ اسے واہ رے اونٹ اور واہ رے خان تو تو اس اونٹ سے بھی بازی لے گیا جس نے نان کو آپریشن میں دلی والوں کو مدد دی تھی اس کمبخت کو دیکھیے کہ اگر سمجھدار ہوتا تو جس طرح سہل الحصول خطاب یا نگی ہے اس نے فائدہ اٹھایا ہے اسی طرح وہ بھی لیڈر بن جاتا۔ گر سہ

این سعادت نصیب ہر کس نیست

آنکھ کھل گئی مگر تصور بندھا ہوا تھا اونٹ ہی اونٹ نگاہ کے نیچے آنے لگے دل میں آئی کہ لاؤ تاریخ کہہ ڈالیں پہلی مرتبہ کی فکر میں یوں سلامی مبارکباد عرض کی۔

یک گوز شتر فدائے خان بہادر (۱۹۲۱ء)

لاکھ لاکھ زور لگائے گر دز ن کی کل سیدھی نہ ہوئی آخر ایک مصرع چاروں چولوں سے درست جامہ اور قد کے تناسب سے نکل آیا۔ دوستوں سے امید ہے کہ اس پر مصرعے لگائیں گے بندہ انفلوانزا زدہ کو کھانسنے کھنکھارنے سے دم لینے کی وار نہ ملی ورنہ مصرعے لگاتا اور ایسے لگاتا کہ دیکھنے والوں کا دل لطف اٹھاتا۔ کاتب صاحب ذرا اس مصرعے کو جلی قلم سے لکھیے تاکہ جو کچھ اینجانب نے خواب میں دیکھا ہے وہ سب حضرات بیداری میں دیکھ لیں اور عینک کی ضرورت نہ ہو۔

بہ گوز شتر محل خران بہادر
۱۹۲۱ء

راقم

ادبار الملک

مغیلان زار

سنہ ۱۳۳۹ھ

جناب ادبار الملک! آپ کے شتر طبع نے ریگستان تاریخ و خارستان فن محل کو جس خوبی سے طے کیا ہے اس کی تعریف نہیں ہو سکتی اس کی داد آپ کو خان سے ملے گی یا خان کے اونٹوں سے مگر اتفاق غیب کچھ ایسا فیاض طبع واقع ہوا ہے کہ ادھر کسی تاریخ گو کی مہار کسی اونچی شاخ میں ہوا سے اُڑ کے اٹکی اور ادھر شگفتگی کی قینچی لے کے وہ آدھمکا۔ تعمیہ طلب کیجیے موجود تخرجہ مانگیے موجود۔ غرض اس کے اختیار میں سب ہی کچھ ہے۔ شب کو بندہ درگاہ نے آپکا

نام نیم دیکھا تو شمارہ جو اودھ پنچ میں دیکھا تو با تقریب
سے استمداد کے لیے گردن اونچی کی اور پکار اٹھا کہ ؎

چرتے ہیں بیابان میں تہہ اونٹ بھی جیسے
کہ شاخ مغیلاں کی اب لچک سے مڑھی

سوال ہی کی دیر تھی۔ بُلبلانے کی آواز سے تلمیذ لبیک
کہ فال نیک اور بحث پر شعر نظم ہی تو کر ڈالے یہ قطعہ
ہوں ؎

ہے قول یہ ساربان سالِ نو کا
شتابی ہے اس میں نہ کوئی استادی
ایک لفظ میں مادہ پتا دونوں ہیں
تاریخ ہے صاف صاف سیدھی سادی
اس خان بہادری کی محمل کے لیے
اس سال ہے موزوں شتر بغدادی
سنہ ۱۹۲۱ء

راقم ———

کیسی کہی

نباتات کی عرضی ڈاکٹر بوس کی خدمت میں

ان داتا!

کسی شاعر نے کہا ہے ؎

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید
وحدہٗ لاشریک لہٗ گوید

اس شاعر نے ہماری عبادت گزاری توحید پرستی
اور قوت نطق کی شہادت دی۔
دوسرا کہتا ہے ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے ہست دفتر معرفت کردگار

یہ شاعر ہم کو ہادی و راہ نما تسلیم کرتا ہے مگر ان میں
سے کوئی اس مطلب تک نہیں پہونچا کہ ہم بھی روح
حیوانی رکھتے ہیں۔ یہ وہ غلطی ہے کہ آج تک ہم خاموش
تھے اگر کسی نے پامال کیا تو دل ہی دل میں یہ کہہ کے
سٹ مارے پڑے رہے ؎

[illegible] اس چپ کی داد دیگا کہ ترتیں روندے ڈالتے ہیں
اجل کے مارے ہوئے بچارے نہ بولتے ہیں نہ چالتے ہیں

الاؤ لگائے گئے تب بھی ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم ؎

آنکھیں سکیں غیر اور اپنا دل مضطر جلے
وائے بیدردی کوئی تلے کسی کا گھر جلے

چڑیاں سنے تنکے توڑے جھونپڑے لگائے۔ آدمیوں نے
سر پر آرے چلائے مگر کبو رکھشا کی جگہ کوئی گھاس
رکھشا یا روکھ رکھشا نہ تھی۔
زرتشت نے زندہ یا وہ بعض جانور کی حمایت مند یا
واسطے دانشوروں کی ہلاکت کا قانون بنایا مگر اس
قانون میں ہمارا کہیں ذکر نہیں۔ گویا ہمارا خون
بحل و مباح تھا۔ بلکہ آذر کدے بنائے گئے جن
میں ہزار ہا سال ہمارا ہی ایندھن صرف ہوا بھی
زہرہ خانم نے ایک طرف توالد و تناسل کی تشبیہ دے
گائے گور و کیڑے مکوڑے انسانی بن مانس و حلئے
اور دوسری طرف اُن کو سکھا دیا کہ "مماثلت
یہ کالا رحق تمہارا راز تو ہے پر وہی بے کہوں
جہاں تک لگا دو نہ ہو چرتے رہو۔ ماہنوں کو دیکھیے
منہ پر ڈھاٹا باندھے پھرتے ہیں کہ کوئی کیڑا اُنکا
سانس کے ساتھ منہ کی کوٹھری میں نہ پھنس جائے۔
گئو ماتا کا ادب اس درجہ کرتے ہیں کہ سگی ماں کا
رتبہ کوئی چیز نہیں حالانکہ یہ دو قطرے دودھ حال
کی بھاتی اور رنگا کے تھن میں ہمارے ہی طفیل
سے پیدا ہوئے۔ لیکن دونوں وقت ہماری کھال
پر نیس تیشہ تیز کرتے ہیں۔ کسر نہیں اٹھا رکھتے
یعنے کچا یا بھون کے چبانے میں کوئی رعایت کو
دخل نہیں دیتے۔ خیر اس وقت تک تو وہ ناواقف
ہونے کا عذر کر سکتے تھے کیونکہ ہمیں ہمارا جاندار
ہونا اور حس حیوانی رکھنا معلوم نہ تھا انجان تھے
اس لیے کچھ پروا نہ کرتے تھے۔ اب یہ عذر بھی برطرف
ہو گیا۔ آپ کی عمر کی بیل خدا منڈھے چڑھائے
آپ خود بھی جانتے ہیں آلات کے ذریعے سے
دوسروں کو بھی تماشے جیتے دکھاتے ہیں اور
شہروں شہروں جو چیز جیوتا ہم کو حاصل ہے اسکی
دریافت پر فخر کرتے پھرتے ہیں لیکن اگر آپ سے
پوچھا جائے کہ ہم بے زبانوں پر رحم کرنا آپنے
سیکھا نہیں تو جواب ہاؤں ہوں کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

زمانے نے پلٹا کھایا ہے جہاں آپ نے ہماری حس
حیوانی ڈھونڈھ نکالی وہاں ہم پر ترس کھانا بھی
سیکھیے اور سکھائیے۔ بھلا ناقص العقل حیوانوں پر
کوئی کیا الزام دھرے جب اشرف المخلوقات
ہونے کا دعویٰ رکھنے والے ہماری جان کو جان
ہی نہیں سمجھتے۔ چند امراس زمانے میں ایسے ہیں
کہ جن سے ہماری امیدوں کا باغ کسی قدر پھلا
تھا۔ ذہین سکے آتش گیر مواد سے جان لینے اور
جان نکالنے کی ہزار ہا کلیں بعد موجودات عالم
یعنے جناب رحمت انتساب پوپ علیہ ما علیہ نے
نکالیں اور میاں جرمنی کا نمبر ان سب میں اول رہا۔
خیفی کی راہ سے میاں انگلستان فرماتے ہیں کہ
جی ہم خوب جان نکالتے ہیں ہم نے ایک ایسا آلہ
ایجاد کیا ہے کہ دشمن کو قطب جنوبی پر یہیں سے بیٹھے
بیٹھے فنا کر سکتے ہیں اور ماموں امریکا کی ڈینگ ہے
کہ ہم نے جان لینے کا سلیقہ ایسا پیدا کیا ہے کہ تحت الثریٰ
اور فوق السماء میں کوئی ذی روح باقی نہیں رہ سکتا
لیکن عملاً ہم غریبوں کے خوشچان کرنے والوں کی
تعداد کم کرنے میں [illegible] اور وزرا ثابت
ہوئے۔ اس کا ارادہ کچھ ہی ہو مگر اس سے انکار
نہیں ہو سکتا کہ ہیں وہ سوکھے ہی دھوکے میں فائدہ
پہونچا۔ ناحق بھی کم ہوئے تاہم بھی فنا ہوئے۔ مبارک
ہیں وہ جو چرنے چگنے والے جانوروں کی گنتی گھٹانے
میں ساعی ہیں۔ وہ اس راز کی تہ تک پہونچ گئے
ہیں کہ روح نباتی کو جسم حیوانی سے روز بروز منافرت
ہوتی جاتی ہے وہ دن دور نہیں کہ یہ زمین کی چند
جھاڑ جھنکار سے خالی نظر آئے۔ آپ کو خدا نے
سائنس کے برکات عنایت کیے ہیں آپ ہمارے قدردان
ہیں ہمیں ابھی تک یہ نہیں معلوم ہوا کہ ہماری بقا کے
لیے آپ نے کیا تدبیر اختیار کی ہے اور ہماری روح
کو سخر کرنے سے کس فائدے کے امیدوار ہیں۔
آپ کے وجود سے ہماری ایذا میں کیا کمی ہوئی ایک
شاعر کہتا ہے ؎

بارے برہم ہر زماں از طرف واعظ
کہ استخوان خورد و طائرے خیاط الحد

بعد رک پڑی تھی جو آج بڑھاپے کو بیٹھتے ہوا سے جیالے
تم ہندوستانی، مہر و محبت کے خوگر ہی نہیں ہو بلکہ مروت
ہوئی کہ دنیا کا دستور تم میں سے اٹھ گیا عین محبت و
حمایت کی ضرورت روش زمانہ کو دیکھتے ہوئے محسوس
ہو رہی ہے وہ خواب میں بھی تمہیں دیکھنا نصیب نہ
ہوگی مائیکل اوڈائر اور جنرل ڈائر کے حق میں ہندوستان
کے یورپین حکام نے جو قصیدہ خوانی کی ہے عالم کو
اختیار ہے کہ جو جی چاہے کہے مگر ہم یہی کہیں گے کہ
حمایت قومی سے اصلی مطلوب کو پورا کیا ہے قوم
یوں ہی بنتی ہے۔ ہزاروں کی جان پر ستم ٹوٹے مگر
اینگلو انڈین ایسوسی ایشن سے لے کے فرمان شاہی تک
ہر ایک ان کی پشت گرمی پر آمادہ رہا۔ کہا تو ہندوستانیوں
سے کہا کہ دیکھو بھئی اب بیہودگی چھوڑ دو۔ دیکھو جی اب
باجی پن نہ کرنا کھیت بھی رہے بیدوں سے پیٹے
بھی۔ باندھے بھی گئے جیلخانے بھی دیکھے۔ آدمی سے
کیچوا بھی بنے منہ بھی ٹھوکے۔ باغی بھی قرار پائے
مگر وہ اچھے کے اچھے ہی رہے جنھوں نے زبردستی
رولٹ ایکٹ قانون حفاظت ہند مارشل لا اور قانون
پرائٹ ذمہ پاس کرایا تھا۔ بھلا ہمارے ہندوستانی
لاٹ صاحب اس طرح کی قومپرستی کو کیوں اچھا
سمجھتے اُن کے ولائتی پورٹ [illegible] ہو
پولیس فورس، ور انتہائی تدابیر بدامنی اختیار کرنے کے
ساتھ ہی اُن امور کا حوالہ بھی دیتے جن سے یہ ناچاقی
کی وبا عالم میں پھیلی۔ اور کہتے کہ بھائی لوٹ مار مال
مردم خوری تو ضرور ذلیل اور بری بات ہے۔ مگر خدا نہ کرے
جو مجبوریوں کا سامنا ہو۔ تم مغرور ہو اپنا غرور چھوڑ دو
.... ہندوستانیو
میں ہندوستانی بن کے رہو۔ اس کے بعد اگر تمھاری
جان کو ضرر پہونچے یا مال کا نقصان ہو تو میں ذمہ دار
....
...... اور وفاداری کا امتحان دینے بلکہ
احسان مندی کا حق نمک ادا کرنے کو موجود ہوں۔
تمھارے توپ اور گھوڑے کا اثر اب دلوں پر قائم
نہیں رہا ہے۔ ....
.... تمھیں نے اُن کو جیتے

بنایا۔ اگر تم اس ملک میں اب پرانی روش پر قائم ہو گے
تو بہتر ورنہ تمہیں کبھی کا ذکر ہے کہ ایک سمور کی لاش
سر راہ پڑی تھی اُدھر سے ایک صاحب تشریف
گزرے لاش دیکھتے ہی لگے ماتم کرنے پھر دفعتہً کھلکھلا
کے ہنسے۔ راہگیروں نے اس گریۂ بے محل اور خندۂ
بے معنی کی نسبت استفسار کیا تو فرمایا کہ گریہ اس
خوبصورت ہستی کے تلف ہونے پر نہیں بلکہ اُن چیزوں
پر ہے جو اس نے اپنے تیز دانتوں سے پیس کے
میں خراب کردیں۔ دادا جان کے وقت کی انجیل
نانی جان کا پشمینہ کا سایہ پیاری بہن کی نشانی دستانہ
دلاری بی بی کی یادگار تکیے دانی۔ یہ سب چیزیں اس
بے ناموس نے موس لیں بل میں گھسیٹ لے گیا
پرزے پرزے کر ڈالیں۔ اور ہنسا اس لیے کہ آج
یہ حضرت ٹانگ پسارے سڑک پر پڑے ہیں میں
اُن تمام قیمتی سامان کا عوض یوں لوں گا کہ اُن کا
گوشت بلی کو دوں گا وہ نوش جان کرے گی۔ اور کھال
میں ایک جوڑی دستانے کی جھالر نکلے گی۔
اکثر اہل یورپ نے خصوصاً ۱۹۱۹ء کے بعض حکام نے
ہندوستانی سمور کی لاش دیکھ کے یوں ٹسوے بہائے
کہ ہائے ہائے ایک قلی کم ہو گیا اب پانی کون بھرے گا۔
[illegible] کی حجامت کون بنائے گا۔ بابا لوگ کی
گاے کون دوہے گا۔ گرمی میں پنکھا کون کرے گا۔ دھکیلے گا
میم صاحب کو رکشا پر بٹھا کے اسپتال کون لیجائیگا۔
اور ہنسے تو یوں ہنسے "ڈیم نیٹو ان کا پریشن والا قلی
راسکل ہندوستان سے صاحب لوگ کو نکالنے
مانگتا تھا ڈیرسٹ جنرل ڈائر سب کو کتا (کہتے) کا
مافک مار ڈالا۔ البٹ مارے گا کاہے واسطے نہیں
نہیں مارے گا۔ او ہو ہو ہو ہو۔ ویل ڈن۔ ویری گڈ
تھری چیرز۔ فار مسٹر مائیکل او ڈائر۔ اینڈ مسٹر ڈائر۔"
اگر یہ پند و اندرز ہندوستانی لاٹ صاحب کی
زبان پر جاری ہوتی تو گو یورپین ایسوسی ایشن
کے دل سے اتر جاتے لیکن اہل فہم کو معلوم ہو جاتا
کہ یہ ذات انگریزوں اور ہندوستانیوں کے ٹوٹے
ہوئے رشتے کے جوڑنے میں عجب نہیں کہ کامیاب
ہو جائے دونوں کے ہنر اور دونوں کے عیب اس کے

پیش نظر ہیں۔
ماد رہند نے ہزاروں بچوں کو ولایت بھیج کے صاحب
بہادر بنوایا اور پیسہ کھپایا۔ اگر لاٹ صاحب
بھی ولایت گئے لاٹ بنے اور صاحبیت سیکھ آئے
تو ایں ہم بالائے علم۔ ہم لوٹ مار فساد منہدم منڈا
کو ہرگز پسند نہیں کرتے آپ بھی پسند نہ کیجیے کچھ تعلق
اور بے مروتی کے آپ بھی مخالف ہیں ہم بھی مخالف
ہیں لیکن رنج اس پر ہوا کہ بحیثیت ہندوستانی ہونے
کے لاٹ صاحب نے ہندوستانی شیشۂ دل کی
پروا نہ کی۔ کسی نے کہہ دیا مفسد ہیں تو آپ نے
بھی کہہ دیا ہاں مفسد ہیں میں ان کی خبر لوں گا
یہی کہہ دیتے کہ میں وجوہ فساد کی جانچ کر رہا ہوں
طرفین کی زیادتی کو رد کروں گا۔
کونسل میں جتنے ہندوستانی خواستہ و ناخواستہ
داخل ہوئے اور اپنی ذات کو ہندوستان یا اپنے
اہل وطن کا جانشین سمجھتے ہیں۔ ہر مابہ النزاع مسئلہ
کو چھیڑ سکتے ہیں خواہ پریس ایکٹ ہو یا مارشل لا
کے ستم رسیدوں کی مالی اعانت ہو۔ مگر لحاظ
رہے کہ مسئلے کو چھیڑے کہ خصوصاً کسی اہم مسئلہ کو
چھیڑ کے ناکامی اٹھانے سے رہی سہی کواپریشن
کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ اس میں بازی ہو [illegible]
شیشہ گری ہوں یا کوئی بزرگ ہوں۔ بھلا جب
لارڈ سنہا کے خیالات باوصف ہندوستانی
نژاد ہونے کے ہندوستانی جلیسری شیشی یعنی
دل کی پروا نہیں کرتے تو جن کونسلوں میں یورپین
[illegible] فرماتے ہیں اُن کی کون پوچھے۔

از ذرہ تا بہ [illegible] دل، دل ہے آئینہ
طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

آہستہ برگ گل بفشاں بر مزار ما
بس نازک است شیشۂ دل در کنار ما

بھلا سلم

فلاسفر

نظر بد

مگوری مار دری ڈاکٹین تو کالکینڈرسے

کچھ ہندوستانیوں پر موقوف نہیں بڑے بڑے مہذب ملک نظر بد کے اثر پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اٹلی کے باشندے ڈرتے ہیں کہ کوئی عورت لڑکا لیے کام کاج کرتی ہو اور ان کی طرف دیکھ لے بس گویا شامت اعمال نے گھر دیکھ لیا کسی سے دشمنی ہو مشہور کردو کہ اس کی نظر خراب ہے پھر مزا دیکھو اسے کہیں کھڑا ہونا دوبھر ہو جائے۔ برخلاف اس کے تاش میں بے ایمانی کرنے کی خواہ مے کسی کے کان پر جوں بھی نہ رینگے گی۔ نظر بد کا حوالہ روما کے قوانین عشرہ میں موجود ہے۔ اٹلی والے کسی چیز کی زیادہ تعریف بھی پسند نہیں کرتے وہ سمجھتے ہیں کہ بس اب نظر کی گولی لگ جائے گی۔ یہ عادت اخلاق میں داخل ہو گئی ہے۔ خدا رکھے ہمارے ہندوستان کو یہاں ٹونے ٹوٹکے کا اتنا برا اودھم مچایا کیا جاتا ہے کہ توبہ۔ چشم زخم سے محفوظ رہنے کے تعویذ ہر بچے کے گلے میں موجود۔ ابھی مولانا پنچ واللہ تمہاری نگاہیں بھی بڑی کٹیلی ہیں۔ ذری کسی خوبصورت چہرہ کو دیکھتے ہی کمان خانۂ چشم سے اچٹو ہوکے "آہ" کا تیر نکالتے وقت۔ خون کے ہلکا ہونے کا ملاحظہ رکھا کرو۔ یہ دل لگی نہیں ہے نگاہ ہے نگاہ۔ شاعروں کے دل سے کوئی پوچھے۔ ایک صاحب کہتے ہیں ؎

امی ہلاہل مد بھرے سویت سیام رتنار
جیئت مرت جھک جھک پرت جیہ چتوت اک بار

دوسرے صاحب لوٹن کبوتر ہوکے فرماتے ہیں ؎

ترچھی ترچھی نگاہوں نے مارا۔ ہاں ترچھی ترچھی۔

یہ شعر اچھے یاروں کی طرح انگاروں پر بیکار نہیں لوٹتے۔ مقناطیسی قوت کا کھیل عجیب و غریب کھیل ہے۔ بارہا نگاہ لڑتے لڑتے پیٹ رہ جانے کا تماشا دیکھا گیا ہے۔ کچھوے نگاہ بازی میں انڈے دینے لگتے ہیں۔ ایک قسم کی ٹڈی جس کا مینٹس نام ہے اس غضب کی ڈیٹھ رکھتی ہے کہ ادھر کسی جانور کو اس نے گھور کے دیکھا ادھر اس بیچارے کو سوکھے کا آزار ہو گیا۔ نگاہ کا ہے کو خون کی جاذب کا غذ ہے۔ سینڈک بھی بڑا نظر باز مشہور ہے۔ شاید وہ دریائی چوچن بھی علی ہذا القیاس۔

جھپکلی پوٹ اور بھنگے نگاہ کی کھیل پر شکار کرتی ہے۔ اژدہا سانپ ہرن کو چوکڑی بھلا دیتا ہے۔ ابھی جن چیزوں کو آنکھ میسر نہیں وہ بھی ایک دوسرے کو دیکھ کے جلی جاتی ہیں۔ لارل (ایک پودھا) گلاب کو مرجھا دیتا ہے۔ انگور لارل کو سکھا دیتا ہے۔ گوبھی انگور کو۔ زیتون گوبھی کو۔ ان چیزوں کو قریب قریب نہ ہونا چاہیے۔ یہ ماہرین نباتات کا قول ہے ورنہ اس طرح سوکھ جائیں گے جیسے بوالہوس بڈھے کی نزدیکی سے نوجوان عورت یا بالعکس۔ بعض درختوں کو بعض سے نفع بھی پہونچتا ہے۔ مثلاً کیلے سے آم کو آم سے انناس سے چنار سے انگور کو۔ خواجہ حیدر علی آتش کا تجربہ ہے ؎

صحرا کو بھی نہ پایا بغض و حسد سے خالی
کیا کیا جلا ہے سالکو پھولا جو ڈھاک بن میں

لالچی کی نظر بد کا گولا ہوتی ہے۔ ایک عورت پرائے سیب کے درختوں کو ٹکٹکی باندھ کے دیکھتی رہی آنکھوں ہی آنکھوں میں سارے سیب اس طرح درخت سے گر پڑے جیسے آندھی سے خشک پتا۔ ایک عورت کے دانت بہت نمائشی تھے لوگوں کی نظروں نے کھونڈا کر دیا۔ صدف دہن سے موتی غائب۔ شکاری پوٹ کی طرح ٹانکے ٹوٹ گئے دانت نکال کے رہ گئی۔ بہتے چشموں کا پانی دیکھتے ہی دیکھتے رک گیا۔

دو تین تماشے تو اینجانب نے اپنی آنکھ سے دیکھے علی گڈھ ایم۔ اے۔ او کالج میں نخشل کالج کے شوخ چشم دیدہ دلیر طلبہ کو آسنے کی ممانعت ہے۔ کیا معنے کہ شاید کوئی مینسلسٹ ان ننھے منے رفیق الدم طالب علموں کو گھور کے دیکھ لے۔ یا ان کو اپریشن سے کوا پریشن کرنے والی تقریر چھیڑ دے تو غضب ہی ہو جائے۔ ایک سی آئی ڈی والے نے سچ کہا ہے کہ آجکل کوئی تقریر بغیر نان کوا پریشن کا ذکر کیے ہوئے ختم نہیں ہوتی۔ ڈیوک آن کناٹ کے آتے ہی کلکتہ اور دہلی والوں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ یہ تقدم بالحفظ خالی نظر بد سے بچانے کے لیے اگر نہیں تو اور کیا ہے۔

مولانا پنچ اگر آپ کہیں نگاہ کے جنجال میں پھنس جائیں (ارے ہاں پولیس کی ضمانت تو ہو ہی چکی ہے) تو چند ٹوٹکے کتابوں سے نقل کر کے بتائے دیتے ہیں کیا یاد کیجیے گا کہ کوئی شاہ جی ملے تھے جنھوں نے مضمون بھی لکھے اور ٹوٹکے بھی بتائے۔ خشق اللہ کہہ یا عشق اللہ۔

(۱) دیوی نیمیس Nemesis کو مدد کے لیے بلائیے۔

(۲) چیتے کی دُم یا کڑ بگھے کی پیشانی کی کھال تعویذ بنا کے گلے میں ڈالیے۔

(۳) لہسن گلے میں لٹکائیے۔ اس مواد میں لسن عجیب الخواص ہے۔ بھوت پریت جن اور دوسرے اس کی خوشبو سے بھاگتے ہیں۔

(۴) شکاری کی نظر بد سے بچنے کے لیے شاہ بلوط کی ٹہنی گلے میں ڈالیے۔

(۵) کسی محبوب یا محبوبہ سے کہیے تین مرتبہ منھ میں (ارے توبہ) سینے پر آخ تھو کرے۔ ادھر سینہ اُگالدان بنا اُدھر نظر بد رفو چکر۔

(۶) بھیڑ کی مونگا بکرے کا سینگ اس طرح گلے میں لٹکائیے جیسے شغل کیلیے عورتیں بچوں کی کمر میں لاکھ کی سیا باندھ دیتی ہیں۔

(۷) سب سے آسان ترکیب یہ ہے کہ دونوں انگلیوں کو انگوٹھے پر رکھیے چھنگلیا اور انگشت شہادت کو کھلا رکھیے پھر نظر بد کا اثر ہو جائے تو ہمارا ذمہ۔

لیکن یاد رکھیے کہ نیلس Naples میں جا کر کسی فقیر کے سامنے یہ عمل نہ کیجیے گا ورنہ وہ ٹھونگ چلے گا۔ وہاں یہ حرکت گالی سمجھی جاتی ہے۔

راقم

بے ٹکا شاہ

بسلم

تم غور سے دیکھا نہ کرو آئینہ ہردم
مشہور ہے لگ جاتی ہے خود اپنی نظر آپ

نامہ محبت شمامہ از طرف سماۃ انڈیا جان بنام نامی شہزادہ ڈیوک آف کناٹ عالیشان

اے میری ملکہ کے فرزند دلبند. اے میرے معزز مہمان!۔ آپ آئے۔ جم جم آئیے۔ دھوم گھر سے آئے۔ توپوں کی سلامی چلاتے ہوئے آئیے مجھ سے محبت جتاتے ہوئے آئیے ؎

تم سلامت رہو الفت کے جتانے والے

میری آبادی کو اختیار ہے چاہے منھ بنائے ناک چڑھائے مگر میری عادت نہیں کہ اپنے گھر آئے مہمان سے کج خلقی کروں تیوریاں چڑھاؤں۔ یہاں کے باشندوں یا میرے بال بچوں سے کوئی خواہ کسی طرح پیش آتا ہو مگر آج تک یہاں جو کوئی وارد ہوا وہ میرا محبتی ضرور تھا۔ اگر محبت نہ ہوتی تو یہاں تک آنے کی تکلیف کیوں گوارا کرتا ہے۔ آریہ آئے مگر انھوں نے کبھی مجھ سے یہ نہیں کہا کہ ہمیں تجھ سے عداوت ہے۔ اپنے محبت کے ثبوت میں آئے تو پھر یہیں کے ہو رہے جانے کا نام نہ لیا۔ یونان سے سکندر آیا۔ مارا پیٹا جلایا اجاڑا مگر یہ سب کچھ محبت بھرے ہاتھوں سے۔ پیار کی نگاہوں سے۔ عرب آئے ترک آئے پٹھان آئے مغل آئے ایرانی آئے دُرّانی آئے۔ فرانسیسی آئے۔ پرتگالی آئے۔ انگریز آئے۔ مگر سب ہی محبت دل میں لیے ہوئے تھے۔ یہ مجھے خود نہیں معلوم کہ اس محبت کی دھاچوکڑی نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا مگر پیار کی گالی اور لاڈ کا جوتا کسی کو ناگوار نہیں ہوتا۔ میری وسعت۔ میری زینت۔ میری سرسبزی میری چکنوٹی میری سیرابی ہی ایسی موہنی دل لبھانے والی کہ آیا میری تعریف کرتا ہے گیا مجھے ایک بار دیکھ کے پھر نہیں بھولتا۔ ننگوں کو کپڑا بھوکوں کو کھانا مفلسوں کو مال ملا اور من مانا ملا۔ میں نے کسی مہمان کو اپنے دروازے سے مایوس و محروم نہیں پھیرا جب تک جس سے بن پڑی رہا اور جب آب و دانہ اُٹھا چلا گیا۔ میں نے اپنے بخل اور تنگ حوصلگی کی شکایت کسی زبان سے نہیں سنی۔ ہاں اب کچھ دنوں سے خود میرے بال بچے مجھ سے شکایت کرتے ہیں کہ مہمانوں کی خاطر مدارات میں یہ گھر والوں کو جیسے منگوادی لنگوٹی بندھوا دی۔ شاید اب تک میرے بچوں کے منھ میں زبان نہ تھی۔ اب ذری تھوڑی عقل آ گئی ہے جو اس قسم کی شکایتیں کرنے لگے۔ شکایتیں کرنے کرتے یہ لوگ جان کھا جاتے مگر خدا بھلا کرے لارڈ میکسفورڈ کا اور اُن کے حالی موالی کا میٹوں نے چاہے کوئی کام کی بات کی ہو یا نہ کی ہو۔ دلربائی اور دلداری کے طریقے برتے ہوں یا نہ برتے ہوں مگر زبان کی منھ زور گھوڑی کے منھ میں خوب لیے۔

ارے ہاں کہو مجھ سے کاہے کی شکایت کرتے ہو میں نے اپنے گھر میں نہ غیروں کے لیے قفل لگایا نہ اپنوں کے لیے تیغہ دیا۔ یہ اپنے اپنے سلیقے کی بات ہے کسی کے کیے بن پڑے کسی کے لیے پتھر پڑے۔ سچ پوچھیے تو اب بھی انھیں سوائے گلے شکوے کے اور کچھ نہیں آتا۔ یہ بھی اپنی قسمت ہے کہ غیر محبت کریں اور اپنے شکایت کریں۔ خیر ان خارجیوں یعنی میرے بچے بالوں کو بکنے دیجیے۔ آپ تو میری محبت سے آئے ہیں آپ بھی ہنسی خوشی سے کام رکھیے۔ آپ نے جو کچھ محبت بھری زبان سے فرمایا اس کا میں ہی جواب دیتی ہوں۔ آپ آئے میں خوش ہوئی آئیے تشریف لائیے۔ آپ کے قدم میرے سر آنکھوں پر۔ پہلے بھی آپ نے کئی دفعہ سرفراز فرمایا لیکن ابکی ایک نئی بات بیشک ہوئی یعنی یوں تو آپ اور جو کوئی بڑے بڑے آدمی آتے تھے تو دینے دلانے کی پروا نہیں کرتے تھے۔ دینا دلانا تو نگوڑی حقیر بات ہے محبت عجب شے ہے۔ مگر ابکی آپ خالی خولی نہیں آئے بلکہ کچھ سوغات بھی ساتھ لائے ہیں۔ یہ سوغات میرے لیے نہیں بلکہ میرے بچوں کے لیے لائے ہیں۔ شاید آپکا خیال ہوگا کہ اس کو (مجھ کو) کس بات کی کمی ہے دنیا کی نعمتیں اس کے گھر میں خود موجود ہیں اس کے بچوں کو وہ چیز دینا چاہیے جو نہ اسے میسر ہے نہ اس کے بچوں کو۔ اس چیز کے لالچ میں اس کے بچے تڑپتے ہیں بلکتے ہیں ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ گھگھیاتے ہیں۔ یہ چیز پہلے ایک بے بیونتے کپڑے کی صورت میں حاصل تیاری کی غرض سے ولایت بھیجی گئی۔ ولایت میں کسی درزی نے کہا کہ کپڑا واہیات ہے۔ کسی کاریگر نے کہا کہ ابھی تو موسم خراب ہے سیلن میں یہ کپڑا اکڑ جائیگا اسے یونہیں کاتیوں رہنے دو۔ اس سے زیادہ تو یہ مناسب ہے کہ پرانی گھنڈری میں پیوند پار کر لو ابھی وہی مضبوط ہے۔ اور بعض ستم ظریف کھلی بازوں نے کہا کہ لاؤ ہمی بیونت دیں لے تیا و بمبئی کیا کیا ہتیا گئے اسے حضرت یہ کیا تھا ہندوستانیوں سے پوچھ شروع ہو گئی۔ دو کھوجی تھیں کیا درکار ہے ایک ایک آدمی کہہ چلو اور ہاں خوب یاد رہے کہ اس وقت خزانۂ عامرہ قدرہ نوازی و کرم گستری جوش سے اُبلا پڑتا ہے کوئی فرمائش اُٹھا نہ رہے لگے ہاتھوں سب کہہ ڈالو۔ جو مانگو گے وہی پاؤ گے میرے بچوں سے تو یہ کہا اور یہ صاحب ایجنٹ بن کے فرمائشیں سننے تشریف لائے تھے اُن سے کہہ دیا کہ جیب چاپ اپنا کام کیے جائیے سب کی سنیے اور اپنی نہ کہیے۔ فرمائشوں کی باڑھ چلی۔ کسی نے لنگی مانگی کسی نے جاکٹ پتلون۔ کسی نے دل بادل خیمہ۔ کسی نے بچھانے کے لیے نہایت لمبے چوڑے پوتڑے۔ کسی نے چاندنی چھت گیری۔ فرمائشیں جمع ہوئیں۔ ظریف اُستاد نے ابھی چار بالشت کپڑے کی دھجیاں پھاڑنا شروع کیں۔ جن کو خیمے درکار تھے اُن کو بھی لنگوٹی حوالے کی۔ جن کو نہایت لمبے پوتڑے مطلوب تھے اُن کو بھی لنگوٹی۔ جن کو دستار کی حاجت تھی اُن کو بھی لنگوٹی ابھی لنگوٹیاں لفافہ ہی میں تھیں باہر نہ نکلی تھیں کہ دل لگی بازوں کی زبان خریطۂ دہن سے نکلی گھر میں گھوڑا نخاس میں مول ہونے لگا۔ اور لنگوٹی کی ثنا و صفت میں زمین آسمان کے قلابے ملانے لگی۔ یہ لنگوٹی! اللہ اللہ ہندوستانیوں کی عریانی و وحشت کی ستر پوش ہے۔ ایثار و عطا کا جوش ہو۔ سر میں کسی کے باندھو درد کا فور ہو۔ دکھتی آنکھ میں اس سے آنسو پونچھو تو دونا نور ہو۔ یارو اسکو سنبھالے رہنا۔ اس کی لاج رکھ لینا۔ ورنہ یاد رہے کہ اس کو بھی ترسو گے۔ بھائیو لنگوٹی کا معاملہ نہایت نازک معاملہ ہے۔ پھونک پھونک کے قدم رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ کھل جائے۔

ادھر ہمارے وائسرائے صاحب نے سرحقانی تقریر کے انہدام کو بھی اپنی تقریروں میں مات دے دی۔ اُن کی تقریر کی ہمنفسی نے رہا دل ہاتھ کا اللہ دے اور بندہ لے۔ آپ نے ہر ایک غلطی و نقلی داخلی و خارجی بیماری کا علاج ایک سرمہ کی پچکاری میں بند کر لیا۔ کسی نے کہا ہائے ہائے بازار اگر جلتا ہے۔ جواب ملا گھبراؤ نہیں سرمہ تیار ہے سیر ائیر سرمہ بادی کو روک سکتا ہے۔ گاندھی کو بھڑکاتا ہے اندھیر کو شانتا وان کو تارے دکھاتا ہے۔ بے خانماں گھر کو گھر والا بناتا ہے۔ فالج، لقوہ، استرخا، استسقا، سرسام، طاعون، ہائیڈروفوبیا۔ گھر بسی کی نافرمانی بچوں کا تقویٰ، تاجر کا تجرد۔ جاہلوں کی جہالت۔ کثیفوں کی کثافت۔ بے زروں کا افلاس سب ایک ہی سلائی میں اڑنچھو نہ ہو جائے تب کی سرمہ داری چھری تلے دم لو۔ دیتے ہیں ہمیں دیتے ہیں۔ صندوقچہ کھولیں دیتے ہیں۔ رولیٹ صاحب آئیں دیتے ہیں۔ مارشل لا چلائیں دیتے ہیں۔ غرض دینے دلانے سے پہلے احسان جتانے اور دھرکانے میں کوئی کسر اٹھا رکھی ایک شریف نے اپنے نائی سے کہیں برات میں جانے کے لیے دوشالہ عاریت مانگ لیا۔ اتفاق سے نائی صاحب اسی برات میں کام کاج کر رہے تھے مگر کنکھیوں سے دیکھے جاتے تھے کہ کہیں دوشالے میں دھبہ تو نہیں لگا۔ جب ان کی طرف سے گزرتے تو دبی زبان سے کہہ دیتے حداوند یہ غریب کا مال ہے ذری دھیان رہے۔ دیتے سے بچائیے گا۔ میلا نہ ہونے پائے۔ پھر ادھر سے گزر ہوا خداوند کیسے دوشالہ تو خوب آرام دیتا ہوگا۔ خاکسار نے آج ہی کے لیے تو اسے سینت رکھا تھا۔ (ہاتھ دھلانے آئے) حضور تولیا موجود ہے دوشالے میں ہاتھ نہ پونچھیے گا لے ہاں یہی ایک دوشالہ غلام کے پاس ہے۔ دکھانا کھلانے آئے حضور سالن کا شوربا ذری پتلا ہے ٹپک نہ پڑے جو مجھ غریب کا دوشالہ برباد ہو جائے (دوستوں سے) امان غفور دیکھتے ہو ہمارے میاں پر یہ دوشالہ کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے جیسے انھیں کے لیے بنایا گیا تھا۔ تو میاں آپ اس کی پروا نہ کیجیے جیسے غلام کا مال ویسے حضور کا مال یہ سب آپ ہی لوگوں کا دیا ہوا ہے۔ ہمیں بھی طرح اوڑھیے اللہ سلامت رکھے دھبہ دبا پڑ جائیگا تو دھلائی دے دیجیے گا۔ اس وقت کچھ سردی بھی نہیں ہے، اپنے تنگر دونوں پھر اوڑھ لیجیے گا۔ اور حضور اس سے اطمینان رکھیے میں کسی سے نہ کہوں گا کہ یہ دوشالہ میرا ہے اس کی جوڑی بھی ایک جگہ بکاؤ ہے دیکھیے جو لگ گئی تو میں حضور کے لیے مول لے لوں گا۔ بھری محفل میں یہ چرچے ہو رہے تھے اور میاں کا خون خشک ہوا جاتا تھا۔ رنگ مارے غیرت کے کٹا جاتا تھا۔ ان میاں نے دوشالہ مانگ کے اوڑھا تھا لیکن ہندوستانیوں کو بھی لنگوٹی ملی تھی نہ اُن کی آنکھوں میں سرمہ لگایا گیا تھا پھر بھی اس قدر احسان جتائے گئے۔ دام بھر لینے کی اتنی دھمکیاں دی گئیں کہ بجیر احسان مند بنے ہوئے وہ بیچارے شرما گئے ایسان جتانے والوں سے اتنا صبر بھی نہ ہوا کہ وہ گھڑی لنگوٹی میں بھاگ کھیلنے اور سرمہ لگا کے آنکھیں لڑانے یا اترانے دیتے۔ گویا یہ لوگ احسان جتانے کی ایذا اور بداخلاقی کی معمولی ذہن سے بھی واقف نہیں۔ میرے پیارے ڈارلنگ میرے مہمان عزیز یہ احسان اس میزبان سے جتائے جاتے ہیں جس نے صدہا سال حق مہمانی ادا کیا۔ جان سے مال سے اولاد سے عزت سے کبھی دریغ نہیں کیا۔

اگر میرے بچے اس سوغات سے ناراض ہیں جو آپ خلاف معمول لے کے آئے ہیں اور جس کے بارے میں یہ دعوے کیا جاتا ہے کہ حق مہمانی کا پورا معاوضہ ہے تو آپ یقین رکھیے کہ یہ نامقبول ہوگی۔ آپ نے خود ہی دیکھ لیا ہوگا کہ یہ قبولیت کے قابل ہے یا نہیں۔ آپ جب خالی ہاتھ آتے تھے تو دبی زبان سے بھی کوئی شکایت نہیں کی گئی مگر آج کچھ دینے آئے ہیں اس پر بھی لوگ منہ پھلائے ہیں۔ میرے بچے بارے لنگوٹی میں بھی مگن رہتے اگر ان کی مرضی کو اتنی کتر بیونت میں دخل ہوتا۔ انگلستان کے ادیبوں سے بارہا کہا گیا ہے

ہمچو خیاط بے وقوف چرا	لنگوٹی گرزنکرد ہلاکنی
عہدِ ما تاکہ بوصلہ صبر	ہر کجا پارہ ایست چارہ کنی

گر عہد قطع و برید بچوں سے کہا جاتا ہے کہ لنگوٹی ہم نے بونی اب اس کی پگڑی تہا چکن کوٹ جو چاہے بناؤ۔ اور دیکھو تمہارا فرض ہے کہ اس لنگوٹی میں خواہ جاڑا ہو یا گرمی یا برسات پھیل پھیل کے آرام سے رہنا۔ تکلیف نہ اٹھانا۔ خبردار جو نامناسب قرار دیا یا ناموزوں ہونے دیا تو تم جانو گے۔ یہ تو اس تحفہ سوغات مزدوری۔ تنخواہ۔ حق خدمت۔ تحفہ دوستانہ۔ ہدیہ مخلصانہ کی نسبت مجھ بیکس مانند بیوہ میزبان کا خیال ہے۔ جو کہ زبردستی میرے بچوں کے سر منڈھی گئی ہے جو کچھ اس کا انجام ہے وہ آپ خود ہی دیکھ رہے ہیں۔

اب میں آپ کے اس گلے کا جواب دینا چاہتی ہوں جسے تجربہ کاری کا خزانہ کہنا چاہیے یعنی "جہاں کہیں غلط فہمیاں ہوتی ہیں وہاں غلط کار یاں ضرور پیدا ہو جاتی ہیں" بالکل سچ ہے آپ ایک مرتبہ رولیٹ ایکٹ کی وندرفلنس (عجب انگیزی) کو ملاحظہ فرمائیے۔ پھر جلیانوالے باغ پر چلتے چلاتے ایک نظر ڈال لیجیے پھر اس حادثے کے وقت وقوع پر غور فرمائیے تو اس غلطی میں حقیقت کا جلوہ دیکھیں گے۔ (جہان نوازی کے فرائض ادا کرنے کے بعد یہ صلہ مہمانوں سے ملا ہے) میری پامالی کے بعد لنگوٹی اور سرمہ کا تحفہ اگر غلط فہمی کو دفع کرنے والا ہو یا غلط کاری سے بچانے والا ہو تو مجھ کو اس میں کچھ عذر نہیں ابھی میرے بہت سے بچے جن پر پنجاب کی مصیبت کا سایہ نہیں پڑا اس تحفے سے خوش ہیں۔ خدا کرے سب خوش رہیں۔ مجھے تو ان کی اور اپنے مہمانوں کی خوشی سے مطلب ہے۔ کسی سے عداوت نہیں۔ کسی سے شکایت نہیں۔ آپ خود ان واقعات پر افسوس کرتے ہیں۔ نافہموں اور غلط کاروں کے افعال پر ہمیشہ عقلا افسوس کرتے رہے ہیں۔ گو اس افسوس اور دیل میں ذمہ دار حکام بھی داخل ہیں اور میرے بچے بلکہ میں بھی۔ لیکن میں اپنے دل کو ڈھارس دینے کے لیے اس افسوس کی تعبیر بایں الفاظ کیے لیتی ہوں کہ افسوس ہے ڈائر و غیرہم کے ظلم پر افسوس ہے وائسرائے کی غفلت و سادگی پر افسوس ہے پنجاب کی اونرک مہاجنی مالک پر جو شکار بدنظمی ہوئے آپ کی دیکھا دیکھی وائسرائے نے بھی افسوس کیا۔ مگر یوں کہ قبول ڈیوک صاحب کے لیے ہم افسوس ہیں کہ نہایت خاص کی تمام خامیوں اور غلط فہمیوں کو دفن کر کے جبل قابل تلافی ہیں۔ انھیں معاف کر دیجیے۔ پھر اسی جبل کے ساتھ کام

کرنا شروع کر دیں میں انھیں الفاظ کو دہراتا ہوں کیونکہ میرے پاس اس سے بہتر الفاظ نہیں ہیں" آپ اگر تشریف لاکے ان کو یہ سبق نہ پڑھاتے تو مجھے افسوس ہوتا اور اس کا افسوس ہوتا کہ وائسرائے صاحب بغیر معافی مانگے یہاں سے چلے گئے بے شک اُن کے پاس ہمدردانہ الفاظ مشفقانہ جملوں کا ہمیشہ توڑا رہا ہے اس کمی کا زمانے بھر کو افسوس تھا۔ اب اس کا افسوس ہے کہ یہ کلمات بہت دیر کے بعد زبان سے نکلے۔ آج تک اکثر ذمہ دار حکام کی حالت یہ رہی کہ انھوں نے عام رعایا اور عام فائدے کی پروا اپنی مطلق العنانی کے آگے نہیں کی اگر بھولے سے ہوشیار مشیر کاروں نے ان سے کچھ کہلوانا چاہا تو انھوں نے اُس لڑکے کی ہائی کی جس کو مولوی نے پہلی مرتبہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کا سبق دینا چاہا۔

مولوی:- کہو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

لڑکا:- یہ تو نہ کہوں گا۔

مولوی (اس خیال سے کہ کسی طرح بسم اللہ زبان پر جاری ہو جائے) "ارے کیا نہ کہو گے"

لڑکا:- وہ جو تم کہتے ہو وہ نہ کہوں گا۔

آئین کا وزن اتنا ہی ہلکا رہا تو بارہا افسوس کی نوبت آئے گی۔ جہاں کہیں آئین اصول انصاف و اخلاق و عدالت سے وابستہ نہ ہو۔ جہاں کروڑہا بندگان خدا کی جان خود مختار بے اصول کارندوں کی مٹھی میں ہو۔ جہاں اختلاف رنگ و وطن کے ساتھ ساتھ آئین رنگ بدلتا رہے۔ قلم اور زبان پر پہرا ہو۔ خیالات کی اسپرٹ دماغ کی ہانڈی میں گل حکمت کر کے بھاڑے میں رکھی جاتی ہو۔ وہاں ہر کام کا انجام افسوسناک ہوتا ہے۔ کارندوں کی غلط کاری کا خمیازہ یہاں کے اکثر زمیندار اُٹھا رہے ہیں۔ عمال کی غلط کاری کا نتیجہ گورنمنٹ بھگت رہی ہے۔ ان بہلاووں کا وقت اب نہیں ہے کہ محض آنکھیں بند کر کے مان لیجئے "آنکھیں موچیں ہیں مٹھکنی کون اُٹھا دیتا ہے دسپنا کون لا دیتا ہے" اور بچہ کھیل کو چھوڑ کے مٹھکنی اُٹھا دے دسپنا لا دے۔ دیکھیے میاں او ڈائر اور ریڈ ائر وہیں سے بیٹھے تڑا رہے ہیں کہ حکومت ڈھیلی ڈھالی ہے کشمیر فرمانبردار رعایا قلیل نافرمانوں کے ہاتھوں تنگ ہے۔ اگر میری طرح کوئی کڑے خیال ہوتا تو کارسی کو قدر عافیت معلوم ہوتی۔ ان بیچارے کو الف لیلہ کے اُس قلندر کی طرح جس نے اپنی حماقت سے پرستان کی طلسمانی کوٹھری اپنی معشوقہ کے حکم کے خلاف کھول ڈالی کوٹھری سے گھوڑا نکلا۔ قلندر صاحب کو پیٹھ پر لادا اور مسجد میں پھینکا یا چلتے چلاتے دُم مار کے آنکھ بھی پھوڑتا گیا۔ "ایک بار دیکھا دو بار اکی تمنا ہے" چاہے حکومت کی آنکھ بیٹھے یا رہے۔ عیش کا خاتمہ ہو جائے معشوق سے جدائی رونما ہو۔ اُن کی بلا سے۔

پیارے ڈیوک۔ بادشاہ کے چچا ڈیوک مجھ سرخستہ بخت کے محبتی ڈیوک صاحب تو مجھے معلوم ہو گیا کہ آپ میرے چاہنے والوں میں ہیں اس کا بندوبست کیجیے کہ رشوتیں نا انصافیاں ناخدا ترسیاں جو قلیل گروہ کو (خواہ ہندوستانی ہو یا انگریز) کثیر پر مصیبتیں نازل کرنے میں مدد دے رہی ہیں بند ہو جائیں۔ میرے بال بچے آرام سے من بھاتا کھا "من ماتا کپڑا" کھا پہن سکیں۔ آزادی کے ساتھ کام کاج کر سکیں۔ اور باہر (مثلاً نتال) جا کے اپنی عزت باقی رکھ سکیں۔ اس تحفے سے جو آپ لے کے آئے اور سب دو سال سے سنتے آئے عام رضامندی پیدا ہونی مجھے مشکل نظر آتی ہے۔ اب تو کچھ مایوس نظر آتے ہیں مگر ہندی دعا کرتی رہے گی کہ آپ چلیں پھولیں آباد رہیں زندہ رہیں اور اسی سال پھر رسمی اصلاحات کی جگہ حقیقی اصلاحات کا تحفہ لے کے میری محبت میں یہاں آنے کی تکلیف فرمائیں۔ اُس وقت سرکاری آدمیوں کی نمائشی برات نہ ہوگی بلکہ سارا ملک آپ کا استقبال کرے گا۔ اُس وقت انصاف کی قیمت اتنی مہنگی نہ ہوگی۔ اُس وقت سچے دل آپ کی راہ میں بچھے ہوں گے۔ اُس وقت ڈیوک آف کناٹ کی جے مہاتما گاندھی پکار رہے گے۔ اُس وقت ایمان اور انصاف کا بول بالا ہر ایک کی زبان پر ہوگا۔ آتشبازی کی گندھک اُس ہوا میں نہ ملی ہوگی۔ اندھیر کالے کی روشنی سڑکوں پر نہ کی جائے گی۔ مجھے بھی آپ کی محبت کا اور بادشاہ سلامت کی عنایت کا مزا ملے گا۔ میرے بچے بھی سمجھیں گے کہ ہاں کوئی بڑا بوڑھا سرپرست موجود ہے۔

میں ہوں آپ کی محبت کی مستحق

"انڈیا"

دن رات خوشامد ہم کریں ہاں ٹھوکریں کھایا کریں
دُکھ بھریں بی فاختہ اور کوے انڈے کھائیں

ابھی پنچ صاحب۔ کل کا واقعہ سنیے کہ اینجانب بحر فکر میں مشغول تھے اور دل میں میر محمد امین عرف نواب سعادت خاں برہان الملک وزیر دہلی کا خیال گردش کر رہا تھا کہ انھیں کیا سوجھی۔ اگر امیر الامرائی کا خطاب حیدر آباد والا ایک لے گیا تھا تو لے جانے دیا ہوتا انھوں نے حکومت کی خیر خواہی کی تھی اس خیر خواہی کا صلہ خدا پر چھوڑ دیتے مانا کہ انھیں کی کوشش سے نادر شاہ قدر قلیل زر پر راضی ہو کے واپسی پر آمادہ ہو گیا تھا اور حیدر آباد والے نے اس کوشش کو اپنے کارناموں کی فہرست میں داخل کر کے خطاب بھی پایا خلعت بھی پایا مگر اتنا تو میر شطرنج تھا دربار کی جوڑ توڑ کی انگلیاں اُس سے آج ہیں تو کل اس خانے سے اس خانے میں جا سکتی تھیں۔ یہ نادر شاہ کو ابھار کے ساری دہلی کو ناکوں چنے چبوا دیا کیا پھر دل نے کہا کہ یار یہی دنیا ہے خطاب بھی دنیاوی ہے دنیا کے حصول ہی کے لیے یار لوگ خوشامد خوری چاپلوسی مزاج گوئی کرتے ہیں گھڑکی جھڑکی ناحق کے الزام اُٹھاتے ہیں طرح طرح کے پاپڑ بیلتے ہیں دنیا کے در پے ہو نا۔ بیجا گوارا کرنا اور اپنے قدح کی خبر نہ منانا بے وقوفی ہے کیا تم نے وہ مثل نہیں سُنی کہ ایک نئی دلہن بمقتضائے بشریت اعجاز سلیمانی یعنے تسخیر ہوا پر قادر نہ ہو سکی اور "بعد چو باد اندر شکم پیچد فرو ہل" بے دھڑک عمل کر بیٹھی خدا بخشے ایک زمانہ ایسا بھی تھا جب کہ یہ حرکت بہت ہی شرمناک سمجھی جاتی تھی اگر اچانک کسی سے سرزد ہو گئی تو بس سمجھ لیجیے کہ یا تو انھیں کی روح نکلی۔

پیسے کی انگوٹھی چھالا ہاتھ ڈالا میں نکلے پھالک لیں لب
کو آگر پڑی تہذیب و آزادی کے صدقے جائیے ہندستانی
تیم آبیس ابھی سر محفل دھڑا دھڑ ۔۔۔ گرمیں بادر تیور پر
میل تک نہیں سہ دولھا اگلے زمانے اگلے فیشن کے
نوجوان تھے اس صدا ے بے ہنگام سے چونک
پڑے قریب ہی ایک میراثن بیٹھی تھی اس سے کہا
کہ تمھی جس نے یہ حرکت کی ہو وہ قبول دے ہم اپنی
انگوٹھی اُس کو دے دیں گے میراثن نے خیال کیا کہ ذرا
سی بات میں انگوٹھی ملتی ہے جھٹ بول اٹھی کہ ۔
مہ قربان جاؤں یہاں مجھ نگوڑی سے قصور ہو گیا
کیا کروں بوا اسیر سے عاجز ہوں یہ عارضہ نگوڑا بہت
ظلمی ہے ہر ایک کے سامنے ذلیل کر دیتا ہے" دولھا
میاں نے چاہا انگوٹھی بی میراثن کی بوا اسیر پر نچھاور
کریں۔ کہ دلھن بی بی نے ہاتھ پکڑ لیا " ہوں ہوں
اسے میں تھی ۔ میں تھی (میراثن سے) واہ بڑی آئیں
وہاں سے انگوٹھی لینے والی" سعادت خاں کو ہاتھ
کا ہاتھ پکڑتے نہ بن پڑی۔ اُنھوں نے ہوشیاری کے
ساتھ قصاص لے لیا۔ خیال کا ٹٹو یہاں تک پہونچا
تھا کہ بندہ درگاہ علیہ السلام و ائمو ربا بابل کی
ناف پینے فوارے کے گرد رستے تھا۔ پہونچ گئے ۔
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی دل میں آئی کہ
تھوڑی دیر یہیں ٹہلا کریں۔ ایک بنچ پر اپنے خیال
کی طرح دراز ہو گئے آنکھیں کچھ کھلیں تھیں کچھ بند
اتنے میں دو وہ یہ شریف مرد آدمی سامنے والی
بنچ پر آ ڈٹے۔ ان کی مزے دار باتیں سُننے کے
لائق تھیں۔

(۱) آہ ۔ واحسرتاہ!

(۲) کیوں خیر باشد؟" اس گرما گرم موسم میں
ٹھنڈی آہ کی لون کیسی"

(۱) اے یار ہے

کیا پوچھتے ہو ہمدم اس جسم ناتواں کی
رگ رگ میں نیش غم ہے کہیے کہاں کہاں کی

(۲) آخر کچھ تو فرمائیے خدانخواستہ کوئی صدمہ تو دل
نازک کو نہیں پہونچا ہے۔؟ ۔

(۱) صدمہ تو جدید نہیں مگر پرانے زخم میں نئی ٹیس
اُٹھ رہی ہے۔ بھائی صاحب آپ خوب جانتے ہیں کہ
مجھ غریب کی آمدنی کیا ہے۔

(۲) بے شک جناب ماشاء اللہ نہایت فراغ بالی
سے زندگی بسر کرتے تھے۔ واللہ اچھے اچھوں کو
یہ عیش نصیب نہیں ہوتا۔ ہم نے ان آنکھوں سے
دیکھا دو گاڑی پر سوار کلکٹر صاحب کے پہلو میں بیٹھے
کمپنی باغ کی ہوا کھا رہے ہیں۔ آج کیا ہے ٹی پارٹی
ہے کل گارڈن پارٹی ہے پرسوں ڈنر ہے۔ اور
بھائی صاحب واللہ جس اہتمام سے آپ نے بڑے
دن کو ڈالیاں بھیجی ہیں بھلا کیا کوئی بھیجے گا۔ ایک
ایک ڈالی میں دو دو ہزار کی لاگت۔ پھر خالی مُربے
میوے ہی نہیں بلکہ میم صاحب بابا لوگ۔ آیا جی
اور بیرا کے لیے بھی جوڑے بانگے زیور گھڑیاں ہم
نے خود اپنی آنکھوں سے جاتے دیکھی ہیں۔ جب انگریزی
دوکان پر آپ کھڑے ہو گئے اس نے آنکھیں بچھا دیں۔
"ول نواب صاحب آپ کا واسطے ہم نیا بروہم
گاڑی کھریدا کیا ہے کوئن ایلی زبتھ کا کھاص سواری
کا ہے یہ ہے ٹارسیل گاڑی لنڈن کا میوزیم سے ہم
آپ کا واسطے منگایا ہے۔ کمائی جیسی ہزار روپیہ
ہوگا۔ اور ہجور آپ یہ گھڑی دیکھتا ہے یہ کھاص
کوئن میری اسٹوارٹ کی آیا لوگ کا واچ ہے ۔
اور یہ ایک پرانا جواہر کا پیس ہے ۔ یہ بڑا کیمتی چیج (قیمتی چیز) ہے
کنگ ایڈورڈ دی فرسٹ کا بل ڈاگ کے گلے میں
تھا ایک صاحب لوگ نے بڑا الکٹ لیا۔ ہجور اس
واسطے ایڈ دس جین کا واسطے پانچ ہجار یہ سب ہسٹاریکل
(تاریخی) چیج ہے۔ صاحب لوگ بڑی کت دیتا ہے
ہم آپ کا واسطے لیا ہے۔ اور سرکار یہ کتوب تو لین
پونا پارٹ کا پتلون کا ہے۔ بہوت اعلیٰ چیج ہے ۔
سترہ سو روپیہ اس کا دام ہے مگر ہم ایک دم
آپ کو ہجار روپیہ میں ڈیڈے گا۔ آپ سونگھ کے
دیکھو بڑا الکسیو (خوشبو) ابھی تک آتا ہے۔
واللہ آپ نے وہ وہ نایاب چیزیں جمع کیں کہ باید
شاید اور سب تحفہ تحائف میں صاحب لوگوں کو
دے ڈالیں۔

(۱) ہائے ہے

ماجرائے نوجوانی عہد پیری میں نہ پوچھ
شرم آتی ہے اب اس قصے کو دہراتے ہوئے

بھائی صاحب آپ نے آبلۂ دل میں نشتر چبھو دیا۔ اسی
اولوالعزمی کے کارن گاؤں گراؤں خالصے لگا اسی خاطر
مدارات کے باعث یہ نوبت پہونچی کہ قرضدار ہو گیا۔
آپ اس امر کو خیال فرمائیے کہ لڑکے کا دم نکل رہا
ہے یعنی واللہ بالکل باہر ٹھہر گئی ہوئی ہے اور۔ میں
صاحب کے لیے شکار کا سامان درست کر رہا ہوں
اگر صاحب نے دن کو رات کہا تو میں نے کہا حضور
بڑا اندھیرا ہے اگر صاحب نے رات کو دن کہا تو
بندے نے جھٹ چھتری کھولی اور کھڑا ہو گیا کہ
بے شک دھوپ ہے۔ کل کی بات ہے اسی شہر
میں کانگریس والوں نے آفت جوتی۔ صاحب نے
مجھ سے کہا ول بناب صاحب آپ انٹی بن جاؤ۔
میں انٹی پر چڑھ گیا پھر لاکھ لاکھ لوگوں نے سمجھایا کہ
تم کیا کرتے ہو یہ حب وطن کے بالکل خلاف ہے کہ
ترقی کی راہ بند کر دو مگر میں نے ایک نہ مانی انٹی پر
چڑھا تو چڑھا۔ ایک اخبار کے خلاف مقدمہ چلانے
کو کہا میں جھٹ آمادہ ہو گیا۔ اخبار والے مردود کو
جہنم میں بھجوا کے چھوڑا۔ ہائے ہائے بھائی جان یہ سب
مصیبتیں تو ہم نے جھیلیں جھک جھک کے سلام آج تک
ہر نئے حاکم کو ہم کرتے ہیں۔ یوں ہم چاہتے ہیں بڑت
ہاتھ باندھے ہم کھڑے رہتے ہیں۔ اپنے پرائے کا
مظلمہ ہم اپنی گردن پہ لیتے ہیں مگر رونے کی جگہ ہے کہ
بڑے بڑے عہدے تقسیم ہونے کا جب وقت آتا ہے
تو اسی کانگریس کے چیلے چاپڑوں میں سے جو کل گزشتہ
کی رائے میں باغی تھے کسی ایک کو عہدہ مل جاتا
ہے اور ہم منھ دیکھ کے رہ جاتے ہیں۔ آپ ہی انصاف
کیجیے کہ یہ ماڈریٹ پارٹی جس کا نام ہے وہ کون سے

(۲) ہاں جناب بالکل صحیح ہے وہی کانگریس کی ایک
ٹکڑی ہے جس نے ہم جیسے خوشامدیوں کی تقلید
کی ہو مگر کل تک ہمیشہ سرکار کو گالیاں دی تھیں۔

(۱) اب آپ سمجھے میرا یہی مطلب ہے کہ اُن کو گالیاں
دینے کے عوض میں بڑے بڑے عہدے دیے جاتے ہیں
اور ہم دودھ کی مکھی کی طرح نکال کے پھینک دیے گئے ہیں

اسے اُس کا سر اپنے آگے دستے ماریں کوئی بات نہیں پوچھتا۔"

(۲) ابی مجھ سے کیا فرماتے ہیں میرے ساتھ تو ستم کی کوئی حد نہ رہی مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم کو اب کی آنریری مجسٹریٹی دی جائے گی۔ بھائی صاحب آپ جانتے ہیں کہ یہاں خدا کا دیا سب ہی کچھ موجود ہے مگر آپ جانیے عزت بڑی چیز ہے۔ آج تک منتظر ہوں مگر ہنوز روز اول۔ مانا کہ میں قانون کی دُم بھی نہیں جانتا پھر اس میں سرکار کا کیا اجارہ۔ گردن کٹتی کو تعقد والوں کی کٹتی۔ آج پنڈت فلاں لالہ فلاں مرزا فلاں خان فلاں کون سے بڑے قانون دان اور منصف مزاج ہیں۔ آخر ان کو کس کسوٹی پر کس کے یہ عہدہ دیا گیا۔"

(۱) ہاں جناب یہی حال ہے۔ کل ہم سے غرض تھی آج اُن سے اٹکی ہے۔ ہم پکار پکار کے کہہ رہے ہیں کہ "ہوں ہوں میں تھی میں تھی۔" مگر انگوٹھی والا ہاتھ ڈھونڈھو ہی کی طرف بڑھتا ہے۔ اور جناب ایک اور چالاکی سرکار کی دیکھیے۔ واللہ مانتا ہوں جتنے حاکموں سے ہمارا میل جول تھا اور جنھوں نے ہم سے وعدے کیے تھے سب کو بدل دیا۔ اب نئے نئے صاحب لوگ آئے ہیں اُن سے پُرانے حاکموں کی چھٹیاں دکھا کے ہم ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ "ویل ہم آپ کا واسطے کیا کرنا سکتا آپ آئے جیور کرکے بٹ آپ کا شہر (شہرا) والا آپ کو منگی کا مانات سمجھتا ہے۔"

(۲) جی ہاں حضرت جیسے صد ثابت ہے واسطے ماڈریٹ لیڈروں کے۔ واللہ آج کو ہم نے بھی عزتے ڈبتے دکھائے ہوتے۔ آنکھیں نکالی ہوتیں بخت سُست کہا ہوتا۔ لکچر بازی کی ہوتی۔ لکی حساب میں بال کی کھال نکال کے دکھائی ہوتی۔ اعتراض برے ہوتے تو ہم بھی اچھے رہتے۔ صد سالہ ریاضت و عبادت خاک میں مل گئی۔ کئی بار جی میں آئی کہ بادشاہ سلامت کو عرضی لکھوں کہ خداوند نعمت یہ کیسے کیسے حاکم آپ بھیجتے ہیں جو واللہ قدیم شریفوں کی خس برابر پروا نہیں کرتے۔"

(۱) نہیں جناب جانے دیجیے آپ کا نمک مارے گا۔ شکایت سے کوئی فائدہ نہیں دیکھ لیجیے گا ماڈریٹ پارٹی کی جگہ ایک دن اکسٹریمسٹ لے لے گی پھر جو حاکم آئے گا وہ ماڈریٹ کو منھ نہ لگائے گا۔

> یہ میں نے مانا کہ آج خنجر گلا کسی کا نہیں رہیگا
> مگر یہ قاتل کے اوشگر یہ تو بھی نہیں رہیگا

(۲) تو پھر حضرت لائیے ہم آپ بھی مل جل کے ابھی سے اکسٹریمسٹ ہو رہیں۔"

(۱) کیا سہل ہے جناب اس سودے میں سب کچھ بیچ دینا پڑے گا بجّو کی بھوسی اور دھان کی بھوسی دو وقتہ کھانی پڑے گی سکھاروے کی اچکن ٹاٹ کی جانگیا پہنی ہوگی۔ پولیس کی ٹین گھستی۔ الٰہی توبہ یہاں رہیے گا تو چرخا کاتنا پڑے گا جیل خانے جائیے گا تو رام بانس کوٹنا پڑے گا۔ اکسٹریمسٹ بات کا اعتبار نہ کریں گے، ماڈریٹ اپنا رقیب سمجھیں گے۔"

(۲) جناب بیچ ہی ہزار نعمت کھائی۔" انگوٹھی لینا" انھیں کو مبارک۔ آئیے ہم اور آپ افیم کھانا شروع کردیں۔ واللہ بڑی غم غلط کرنے والی چیز ہے۔"

(۱) نہیں جناب میں نے تو داڑھی بڑھانے کی مشق کی ہے۔ چار دن میں دیکھ لیجیے گا مادر زاد مولوی بن جاؤں گا حضرت اس وضع میں بڑے مزے ہیں جو کچھ کیا اللہ کے نام سے شریعت کے احکام سے۔"

یہاں تک گفتگو پہونچی تھی کہ لال پگیا والا سپاہی آگیا۔ ساری سبھا بھر بنڈ ہوگئی۔ انجناب بھی انگڑائی لے کے اُٹھے۔ بات مزے کی اور سچی تھی اس لیے آپ کو مستحق سمجھ کے لکھ بھیجی۔ مگر اس ساری گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا کہ مولانا آپ بھی مولوی آدمی ہیں آپ سے بھی ڈرنا چاہیے۔

راقم

جہان گشت

منجانب نندہ دل انگلستان بنام افسردہ خاطر انڈیا

کسی کے کیسے گھی کے گھڑے کریں کے کیسے پتھر پڑے سہن انڈیا۔ رحم دل بھولی بھالی نادان انڈیا۔ دُنیا کے مکرسے ناآشنا انڈیا۔ غیروں کے لیے اپنا پیٹ کاٹنے والی انڈیا۔ اے میرے آڑے وقت میں کام آنے والی۔ اے میرے بچوں پر جان فدا کرنے والی۔ خدا تمھیں رہتی دنیا تک رکھے۔ تم سلامت رہو تمھارے بچے جئیں جنھوں نے میری آبرو۔ ایشیا یورپ افریقہ میں رکھ لی۔ سچ کہتی ہوں تمھارے بچوں کی چھاتی کا لوہا بھی واہ اچھوں کے اچھے ہی ہوتے ہیں۔ خدا اولاد دے تو ایسی دے۔ بوا میں جانتی ہوں کہ تم خود غلام ہو مگر واہ ری غلامی۔ اس غلامی میں پرائی بندی چھڑانا تمھارا ہی کام ہے بہن میرے بوڑھے چونڈے پر تو تمھارا احسان ہے ہاں دوسروں کو اختیار ہے چاہے تمھاری ہجو کریں چاہے گالیاں دیں چاہے خون کے پیاسے ہو جائیں۔ ان کو جھک مارنے دو ان کے کہنے سننے کا بُرا مانے تمھاری بلا بہن بہتا پانی رہ جائے گا بہتا پانی بہہ جائے گا۔ حق ناحق کے منھ پھیلے اور تو تیا طوفان سے کیا ہوتا ہے۔ ان کا بکنا آندھی کا جھونکا ہے دم بھر میں کچھ نہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ میرے اور تمھارے جوتی بیزار ہو تو ان کے دل کو چین آئے تو بہن تم اللہ کیسے۔ دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو۔ الٰہی تمھارے ایک ایک رونگٹے میں ہزار ہزار رحمتیں ہوں، دیکھو تمھیں میری سنگر سوئنگ مشین کی قسم۔ تمھیں ہزار گھوڑے کی طاقت کے انجن کی قسم تمھیں۔ ابن کے چاقو کی قسم تمھیں پانی کے پمپ کی قسم تمھیں چوڑی چوڑی سڑکوں کی قسم تمھیں تار برقی کی الگنیوں کی قسم تمھیں کورٹ فیس کی رقم کی قسم تمھیں ڈاک خانے کے محصول کی قسم تمھیں بہتی ہوئی گنگا کی نہروں کی قسم۔ تمھیں نہروں کی لہروں کی قسم تمھیں ہوٹلوں کی قسم۔ تمھیں برقی روشنی کی قسم۔ مجھ سے نہ روٹھنا بہن ذری خیال تو کرو میں نے آج تک تمھاری خاطر سے کیسے کیسے پاپڑ بیلے۔ تمھارے کارن سارے جہان سے لڑائی مول لی۔ دور کیوں جاؤ نگوڑے سرحدی پٹھانوں کو دیکھو ان سے کوئی پوچھے نہ چاہے مگر ہر گھڑی کی ڈانڈا مینڈی سے باز نہیں آتے۔ موئے روس کو دیکھو اس کے منھ کو سات چھپروں کا پھونس۔ ہمیشہ نرم چھو تکتا رہا۔

تو بھی یا شکوہ ہے کہ پانی دشمنی کی بھر اس بنگال کے خون
پانی ایک کیے دیتے ہیں۔ بھلا کوئی منصف ان سے
پوچھے کہ سچ کہ آخر میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔
خیر بہن غیروں کا گلہ شکوہ کوئی کہاں تک کرے افسوس
تو اس بات کا ہے کہ تمہارے بال بچوں نے بھی کچھ
دنوں سے محبت کم کر دی ہے۔ سنتی ہوں کہ گلی گلی میرے
جلانے کو مجھے چڑھانے کو خدا جانے کس کس کی بدبجے"
بولتے پھرتے ہیں۔ بوا تم ہی انصاف کرو جس کے
کارن سر منڈایا وہی کے سر منڈلی۔ تم نے اگر پسینے
کی جگہ خون بہایا تو ہم نے اور ہمارے بال بچوں نے
بھی تمہاری حفاظت دنیا جہان کے لٹیروں سے کی۔
جو تم احسان جتانے کی لم مجھ پر نہ رکھو تو اشاروں
میں مطلب سمجھا دوں۔ وہ دن یاد نہیں جب تمہارے
بچے سفر میں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتے تھے۔ بہن
کوئی بہت زمانہ نہیں گزرا کہ ایک عزیز کو دوسرے عزیز
کی خبر مہینوں نہیں معلوم ہوتی تھی عاشق کے لیے
معشوق تڑپتا تھا کہ ہائے کیونکر اپنے پردیسی کی
خیر صلاح منگاؤں کہاں بنارس کہاں لکھنؤ۔ وہ
زمینیں بھی بھولی نہ ہوں گی جہاں پانی کے نام پسینہ
بھی نہ تھا۔ آج اُن کی حالت دیکھو تو کنچن برستا ہے۔
وہ میلے چیکٹ کپڑے تو اب کاہے کو رہے ہوں گے
جس کو دیکھیے شیشلی کی قطع باڑھی بڑائی کا ڈھاٹا سر
باندھا پیجامہ کمار وہ پہنے مونچھوں پر تاؤ دیتا پھرتا تھا
کہ جو میرے سوراجہ کے نہیں۔ سب یہیں تھے کہ ساری
چیزوں کی ریل پیل کر دی۔ ہماری بدولت جن کو
زیور کے نام سے چاندی کی بالی بھی میسر نہ تھی
دو پیسے میں پیتل کی بالیاں نقلی سونے کے جڑاؤ
کنگن پہنے اینڈتی پررتی پھرتی ہیں۔ گلی گلی بساطی
پکارتے پھرتے ہیں "شیشہ موتی موٹی موتی صراحی دار
موتی بندے بالیاں کانوں کی تاش پتہ لیس گر گر"
یہ ہمارے دم قدم کی رونق تھی کہ لنگوٹا کھیل کے تنگ
کاٹ بوٹ گھروں سے دفان ہوا۔ میری جان یہ
شفاخانے کہاں تھے جن میں بیماروں کے ساتھ
مسیحائی کی جاتی ہے وہی مثل تھی ؎

ایک ہو حکیم حاذق کرنے لگے طبابت

مُردوں کے تئیں جلا یا شیشے کی کرامت

ڈھائی گرہ ہلدی کی رکھ کے پنساری بن بیٹھنے والے
کہاں ہیں؟ پھر میری تو یہ سب سامان تم جا تو کوئی
بیٹھے بیٹھے تو تیار نہیں ہو جاتا تھا۔ جب سر کا پسینہ
ایڑی سے بہتا تھا جب سر گاڑی پاؤں بیٹا ہوتا تھا
تب کہیں جا کے یہ ربڑ کے ٹائر تمہارے بچوں کے
بیچے بنتے تھے۔ پھر اتنی محنت کر کے اگر ہم نے حق خدمت
سے نفع اٹھایا تو ہاں سے کہدو کسی کے باپ کا اس
میں کیا اجارہ ہے۔ کوئی کیوں گرم گرم جلتا ہے۔
مثل مشہور ہے "جس نے لوٹا اُن پایا" میں نے اور میرے
بچوں نے سچ پوچھو تو تمہارے بچوں کو آرام سے پلنگ
پر بٹھا دیا۔ لوگ کہیں گے کہ دنیا سازی کرتی ہے اور
سچ بھی ہے کہ گورے اور کالے میں سفید و سیاہ کا فرق ہے
کافور اور تارکول کا سنجوگ ہی کیا۔ مگر جہاں تک ہو سکا
تمہارے بچوں کو بھی میں اپنی کوکھ کا بچہ سمجھا کی محنت
کی میرے بچوں نے آرام ملا تم کو تمہارے بچوں کو۔
یہ اپنا کہنا ہے کہ اتنی محنت کسی کے باپ دادا نہیں لوگ
کہتے پھرتے ہیں "سب ہے لوٹ لیا۔ کہیں کا نہ رکھا ہم
ہیں اپاہج بنا دیا ہے۔ سب ہیں ہنر اور پیشہ سکھائی۔"
سب سے بری تعلیم دی۔ تو صاحب یہ بری تعلیم ہے
بچے گلی ڈنڈے کھیلتے پھرتے تھے ان گنبد کے اپنے
مزے سے میدان میں گھومتے تھے۔ میلی سی دری یا
ٹاٹ پر بیٹھے "اول اول بسم اللہ الرحمن الرحیم
الف زبر آ زیر اِ پیش اُ" کرتے رہتے تھے آج گٹ پٹ
گٹ پٹ کرتے ہیں۔ اُستاد جی کی قمچیوں سے چوتڑ لال
ہو جاتے تھے۔ چلیں بھرتے بھرتے انگلیاں اولما
ہو جاتی تھیں کبھی پتائیوں کبھی کیوں پر لٹکے پھر زینٹا سر کہتے
ہیں بہت سزا ہوئی تو یہ کہ دو گھنٹے کھڑے ہو جاتے جتنا
ماسٹر سے ڈرائیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اگر اسی کو بری تعلیم
کہتے ہیں تو خیر یہی بری ہی سہی تم نے ایسی بری تعلیم دلوائی ہوتی تو
چلتے اور سوبات کی ایک یہ کہ بھلا یوں ہی سمجھا ہم لوٹ لیتے یہاں کسی کی
کیا تم میری ہو اور میں ...... دیکھو بھولی جاتی ہو
ہیں ہیں ہیں۔ خیال کرنے کی بات ہے بہت بڑا
نہ مانا میں ٹھہری قوم کی سوداگر بچی تجارت میرا
پیشہ ہے۔ پھر بیوی تجارت کوئی عیب نہیں۔

مسلمانوں کے یہاں مشہور ہے "الکاسب حبیب اللہ"
اپنا مال بیچنا تو کسی قوم میں گناہ کی بات نہیں۔
جس کو سودا غرض ہو لے نہیں تو اپنا سر کھائے
آخر میں نے کب کہا تھا کہ کوئی اپنے ہاتھ پاؤں
کٹائے بیٹھا چارپائی کے بان توڑا کرے اور میں
نے کہا تو کسی نے کیوں مانا اور مانا تو اپنی عقل کو
برا کہنا چاہیے یا مجھکو۔ یہ زبردستی کا اولہنا ہے کہ
صاحب تاجر قوم حریص ہوتی ہے فیاض نہیں ہوتی
لینے کے سوا دینا نہیں جانتی۔ اُس میں وہ صفتیں نہیں
ہوتیں جو بڑوں کے رئیس زادوں میں ہوتی ہیں۔
خود مطلب کو تنگیری ہوتی ہے۔ فیاضی دکھائی ہے
تو مزا دوں میں، وہ بھی اپنا کام اٹکنے پر۔ کام نہ اٹکے
تو کسی کو ٹکا دال نہیں۔ یہ اعتراض کسی بے عقل
کا ہے جس نے دنیا دیکھی نہیں اور دیکھی تو عقل کی
آنکھ سے نہیں دیکھی۔ وہ دنیا ہی نہیں جو غرض کی
بیت نہ ہو۔ ایسی فیاضی تمہیں کو مبارک رہے۔
کسی نے جھک کے سلام کیا سات پارچہ کا خلعت۔
پانچ گاؤں کی جاگیر حوالے کی۔ چار ہاتھ کا خطاب
دے دیا "یمین الدولہ غضنفر الملک۔ لوٹ مار جنگ
کلمن کھسوٹ الملۃ والدین۔ قدوتی نماص فدائی۔
بااختصاص نواب چیپڑ قناقی خاں بہادر" ہندی
خطاب بھی دیتی ہے تو انہیں کو جنھوں نے مجھے یا میرے
بچے بالوں کو کچھ فائدہ پہنچایا ہو۔ تم اپنے ہی یہاں کے
لوگوں کو دیکھ لو جب تک ایمان جان آبرو مال
اولاد انھوں نے خیر خواہی پر تصدق نہیں کیا اُس
وقت تک اُن کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوئی۔
بوی تمہارے ہی یہاں کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

کل جگ نہیں کر جگ ہے یہ یاں دن کو دیتے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

کیا ہنسی ٹھٹھا ہے مفت میں خطاب خلعت جاگیر پہلا
وہ زمانہ اب نہیں ہے کہ ہمایوں بادشاہ شکست کھا کے
بھاگیں اور ایران کا بے وقت بادشاہ خزانہ اور
فوج حوالے کر دے کہ جاؤ لڑو۔ بیوی یہ حماقت اگلوں
کو مبارک رہے۔ میں نے الّوؤں کو کھلانے کا سبق
نہیں پڑھا ہے۔ نہیں پکیں برس ہوئے ایران کا وعید

پھر سا ہی کہنے سننے سے میرے گھر مہمان ہوا۔ اچھا بھائی گئے ہو تو آؤ۔ میں نے خوب خوب تھیٹر دکھائے خوب دعوتیں کھلائیں، خوب سیر کرائیں۔ جب چلنے لگے تو کمر طاکیل فرنٹ آبادی جبٹ سارے خرچ کا بل پیش کر دیا۔ بیوی بندی ایسی نہ ہوتی اتر گھر کا بے لوٹ رہتا۔ پگڑی بھی رہے اور ٹھی بھی کھائیں تب کی سند۔ خدا نے آنکھ دی سب کا لے دیے ہیں کوئی بھوہڑ نہیں ہوں جو گھر کی بی بی اللہ گھر کٹنوں ہوگا، مکاشفہ بننے کی نوبت آتی۔ یا ناصر الدین شاہ نہیں ہوں جنھوں نے عین تنگی کے زمانے میں جبکہ ان کی رعایا فاقوں مر رہی تھی کروروں روپیہ قرض لیا اور یورپ میں اپنے ٹھٹے دکھانے چلے آئے۔ یہ بھی جانے دو۔ اب یہ بتاؤ کہ تم فیاض تھیں یا نہیں۔ ساری دنیا جانتی ہے کہ تم ہمیشہ کی دل چالاک سخی فیاض ہو۔ جو آیا تمھارے گھر سے مایوس نہیں پھرا۔ جو آیا کچھ نہ کچھ لے گیا۔ پھر میں بھی فیاض کے دروازے پہ اپنا سودا بیچنے آئی تھی۔ بات بن پڑی سودا چک گیا تم نے آؤ بھگت کی۔ جو مشکل آن پڑی مجھ سے صلاح لی مجھ ہی کو مختار کر دیا میں بھی ہر کام میں در رفتی رہی آپس کی لڑائی جھگڑا دی کے قصے قضیے تک میں نے چکائے۔ ہوتے ہوتے مجھے تمھاری سخاوت سے فائدہ اٹھانے کی عادت پڑ گئی۔ مثل مشہور ہے "عادت ... ہو جائے عادت کبھی نہ جائے" آخر میرے بچوں نے مجھ سے کہا کہ اماں اب تو ہم یہیں بیٹھیں گے میں نے بھی کہا بیٹا خالہ کا گھر ہے کوئی غیر کا نہیں۔ کیا مضائقہ ہے یہاں نہ رہے وہاں رہے کوئی ڈر کی جگہ نہیں "ہاتھی پھرے گاؤں گاؤں جس کا ہاتھی اس کا ناؤں" بچا کیا کہ ہر ایک کو ہمیشہ تمھارے گھر ٹکنے نہیں دیا۔ دس پانچ برس تمھارے پاس رہے تمھاری خدمت کی تم نے محبت کی وجہ سے خالی ہاتھ جانے نہیں دیا کچھ گزارا (پنشن) مقرر کر کے رخصت کیا پھر ان کی جگہ میں نے دوسری کھیپ بھیج دی۔ اور بیوی کیونکر بھیجتی تم سے بگاڑ مول لیتی۔ تم بلا بلا بھیجتی تھیں بغیر میرے بچوں کے تمھیں کھانا پینا بھلا نہیں لگتا تھا۔ کل کو تم یہ کہتیں کہ اے بہن یہ ہماری محبت اور تمھاری بے رخی تھا تو مجھے سخت کی شرمندگی ہوتی۔ تمھاری شکایت کے خیال کے علاوہ بھلا میرے دل کو کب گوارا ہوتا کہ

تمھارے بچے یتیم ہو جائیں اور میں ان کی ریاست کی خبر گیری نہ کروں بھلا کوئی غریب کا بچہ ہوتا تو خیر بھیک مانگتا اور اپنے رادھا کو یاد کرتا یا تم نے جو ایک آدھ خیرات خانہ کھول رکھا ہے اس میں پروان چڑھتا یا کوئی ترس کھا کے پال لیتا۔ مگر یہ رئیس زادے کہیں اس قابل تھے کہ نک چراموں کے پنجے میں دے دیے جاتے کورٹ آف وارڈس کا انتظام میرے سوا کون کرتا۔ اور ہاں یہ تو بتاؤ میں کس آنکھ سے دیکھتی کہ تمھارے بچے آپس میں لڑتے ہیں اور کوئی قاعدے قانون کی عدالت نہیں ہے۔ بڑے بڑے وکیل بیرسٹر نہیں ہیں لمبی تنخواہوں والے حاکم نہیں ہیں۔ عرضی دینے کے لیے عمدہ کاغذ مہر دار (اسٹامپ) نہیں ہیں مدعی سڑے ہوئے کاغذ پر عرضی دعوے لکھ رکھ دیتا ہے۔ عدالت اپنے صرف سے سب کام نکالتی ہے۔ بیوی جھوٹ کہتی ہوں تو میرے منھ پر کہہ دو۔ تمھارے بچوں کو اپنی ذات سے نفرت ہے اپنے وطن سے نفرت ہے۔ اپنے مذہب سے نفرت ہے۔ اپنی وضع قطع سے نفرت ہے۔ ذات سے نفرت نہ ہوتی تو گورے بننے کی طمع میں اپ ٹو ڈیٹ نہ بنتے۔ محمد آفتی سے ایم ٹاگی اور ٹھاکر بہا راؤ سے مسٹر بہری نہ بنتے۔ اپنی بولی چھوڑ کے انگریزی میں ٹرپیس نہ کرتے۔ گھروں میں میم صاحب سایہ پھڑکاتی نہ پھرتیں۔ عزیزوں سے نفرت نہ ہوتی تو مقدمہ بازی اس درجہ نہ ہوتی کہ ساری جائداد وکیلوں گواہوں حاکموں کے کیٹے لگے۔ وطن سے نفرت نہ ہوتی تو سر سٹے ولایت کی سیر نہ پھرتے۔ مذہب سے نفرت نہ ہوتی تو پادری عماد الدین اور مسٹر گوپال مسیح کی صورت نہ دکھائی دیتی۔ قصور معاف جن کو اپنا اعتبار نہیں وہ پرائی ذات پر اعتبار کیوں کرنے لگا تھا۔ ایک صاحب نے کسی دوست سے کہا کہ دیکھیے فلاں بات راز ہے اپنے ہی تک رکھیے گا انھوں نے جواب دیا کہ بیوقوف بھلے مانس! اگر یہ راز مخفی رکھنے کے قابل تھا تو تیرے سینے کے چور خانے سے نکلا ہی کیوں۔ تو نے اپنے سینے کو راز کا گنجینہ نہ بنایا تو مجھ سے کیوں اس کی توقع رکھتا ہے کہ میں اسے سات تہوں میں

چھپا کے رکھوں گا۔ اس بے اعتباری نے جو تمھارے بچوں کے آپس میں تھی مجھے بھی بہت بد گمان کیا میں بھی یہی سمجھتی رہی کہ جو لوگ اپنوں کے نہ ہوئے وہ مجھ غیر کے کیا ہوں گے۔ ہاں میں نے بیشک کہا کہ تمھارے بچے جھوٹے بے ایمان ہیں۔ میں نے بیشک کہا کہ ان کے قول فعل کا اعتبار نہیں۔ میں نے بیشک کہا کہ یہ بے وفا ہیں اور ان سب الزاموں کا تجربہ تمھارے ہی گھر سے ہوا آپس کی پھوٹ سے سارا کچا چٹھا کھل گیا۔ آج کل جو الزام مجھ پر اور میرے بال بچوں پر لگائے جاتے ہیں ان کا جواب بھی سن لو۔ پہلا الزام تو یہ ہے کہ میری ذات سے آپس میں نفاق ہوا۔ تمھاری جان کی قسم یہ الزام غلط ہے اگر تمھارے بچوں میں اتفاق ہوتا ہر پہلے جر پہلے میرے پاس فریادیں نہ آتیں تو بھلا میں کلہے کو ڈلو کا دسیرا بنتی میری کیا کھاٹ کٹی تھی۔ دوسرا الزام یہ ہے کہ میں نے پرانی عداوتوں کو انصاف کے نام سے قائم رکھا اور ترقی دی۔ یہ بھی غلط ہے لوگو یہ تو وہی مثل ہوئی مال نہ سنیں اپنا اور چور کو گالی دیں۔ بھلا اپنا مال کھوٹا ہو تو پرکھنے والے کو کیا دوش۔ بہن سات سمندر پار سے میں کوئی تماشا دیکھنے تمھارے گھر دا ہے نہیں آئی تھی بیگم یہ معاملہ پیٹ کا ہے گھوڑا اور گھاس سے دوستی کرے تو کھائے کہاں سے۔ جیسی زمین ہوتی ہے ویسا ہی بیج اس میں پھیکتا ہے۔ تیسرا الزام یہ ہے کہ میں نحس قدمی منحوس بیری ہوں۔ میرے آتے ہی تمھارے گھر میں دانے دانے کی اتر یا پڑ گئی۔ بچے فاقوں مرنے لگے میں نے ریل اور جہاز پر سارا غلہ لاد کے اپنا گھر بھر لیا یہ بھی غلط ہے۔ میں اپنے گھر میں بھاگوان مشہور ہوں۔ بات یہ ہوئی کہ تمھاری منحوس صورت پر سارا یورپ بھا ہوا ہے اگر یورپ والوں پر میں کوئی قدغن کرتی تو وہ اپنے اپنے جال تمھارے پھانسنے کو لے کے دوڑتے اس وقت نیکی برباد گناہ لازم کے الزام میں بندی پھنستی اس لیے میں نے تجارت کا راستہ کھلا رکھا جہاز والے آئے اور غلہ لے گئے اس میں میرا کیا قصور ہے۔ اگر لے بھی گئے تو خوشی خواہاں کا سودا تھا

کوئی لوٹ کے تو نہیں لے گئے اُنھوں نے اپنا زر نقد خرچ کیا۔ تم نے اور تمھارے بچوں نے جو کتب نے گئے جو کچھ حصہ رسدی میرے مقدر کا تھا مجھے بھی مل رہا اللہ بس مجھے تمھارے اقبال سے کمی کس بات کی تھی۔ ہم نے تمھارے گھر میں رہ کے ہاتھ پاؤں ہلائے تو روٹی کھائی مفت کے ٹکڑے نہیں توڑے کوے کی کانیں کھودیں، سونے کی کانیں کھودیں افیم بیچی۔ شراب بیچی غرض کہ سر سے پہاڑ کھود کے تب کہیں جا کے مکڑا روٹی کا میسر آیا پیٹ پر میدان پڑے ہوئے تھے اگر میں نے لے لیے اور اپنی بسر اوقات کی صورت آپ نکال لی تو کیا بیجا کیا۔ ڈھنڈھار پہاڑ کھڑے تھے اُن سے سونے جواہرات کی کان ڈھونڈھ نکالی اور چار پیسے کا دھندا کیا تو کیا قباحت ہوئی۔ افیم پی کے تمھارے بچے دو کوڑی کے ہوے جاتے تھے ساری افیم پر قبضہ کر لیا۔ شراب سے شریفوں کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا ٹھیکے کھول دیے۔ اب بکر لو کتنے شریف زادے اکسائز انسپکٹر ہیں جن کی روزی کا سہارا یہی توحلال کی کمائی ہے۔

چوتھا الزام یہ ہے کہ میں سختی کرتی ہوں میرے لال بچے غور کرو کہ مارے اینٹھ کے ماتھ کا آنا ہو گئے ہیں اُنھوں نے اودھم جوت رکھا ہے قید بند قتل عام ہو رہے ہیں تو میری بنو یہ بھی لوگوں کی سمجھ کا پھیر ہے۔ چلا نہیا ان کو کرو قانون قاعدہ طاق پر۔ کمد میتے والوں سے نرمی کروں تو یہ جو چار پیسے پیدا کرنے کی تدبیریں ہیں کیونکر برقرار رہیں۔ خود داری اور رعب نہ قائم رکھوں تو انتظام کیونکر باقی رہے قید و بند نہ کروں تو شورہ پشتی سے نجات کیونکر ملے۔ اب رہا قتل عام تو وہ ایک بات تھی ہو گئی۔ میری مرضی سے نہیں ہوئی اُسے بھول جاؤ۔ سنو میری جان اس جہان میں سوائے عیسیٰ مسیح نجات دہندہ کے کوئی ذات غلطی اور گناہ سے بری نہیں غلطی انسان سے ہو ہی جاتی ہے گو میں ابھی تک اس پر راضی نہیں ہوں کہ کوئی میرے بچوں کو الزام لگائے وہ ماشاء اللہ سے سمجھ دار عقلمند لکھے پڑھے اور میرے بچے ہیں کسی ایسی ویسی کے بچے نہیں ہیں وہ غلطی کیا کریں گے مگر خیر تم کہتی ہو کہ غلطی کی تو اچھا پھر کیا کروں اب تو غلطی ہو ہی گئی۔ غلطی ہوتی ہی اس لیے ہے کہ کھلی کھیے۔ تاریخ اٹھا کے دیکھو ایک ایک نقطہ سے کتنی عظیم الشان غلطیاں ہوئی ہیں اور کسی نے اُن کا رونا نہیں رویا سلیمان بن عبد الملک نے مدینہ کے حاکم کو لکھ بھیجا (احص من قبلک من المغنیین) جتنے مغنی گانے بجانے کا پیشہ کرنے والے تمھاری قلمرو میں ہوں اُن کی فہرست بنا (پڑھنے والے نے احص کو اخص پڑھا یعنے جتنے گانے والے تمھارے یہاں ہوں انھیں بدھیا کر ڈالو علامت مردی نہ رہنے پائے بالکل ہندوستانی ہو جائیں پھر کیا تھا حزاحول کا پھر اچلا خواجہ سراؤں کا دڑ با کھلا ہر ایک کا لیسنس مردی ضبط۔ اُس وقت سے یہ مثل چلی گاؤ بجاؤ میاں کے...... الخ۔

میرے بچوں نے ابھی تک کوئی ایسی غلطی نہیں کی ہاں اتنا کیا کہ کسی کے پاس ہتھیار نہ رہنے دیا ناسمجھ کے پاس ہتھیار رہنا اچھی بات نہ تھی تمھارے یہاں کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

ایک تو نیناں مد بھرے دوجے انجن سار
اور بادرے کو دیت ہو تلوار ہتھیار

جہاں نفاق ہو وہاں گشت و خون کا ڈر رہتا ہے۔ میرے امکان میں یہی تھا کہ ڈانٹ ڈپٹ دوں تو میں نے اس میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ ڈانٹ دیا کہ خبردار اب ایسی خطا نہ کرنا۔ یا بڑی بات کوئی ایسی بات کرتا ہے۔ پانچواں الزام یہ ہے کہ میں تمھارے بچوں کو دور دراز ملکوں میں بھیج کر لڑواتی ہوں یہ بھی غلط ہے میں نوکر رکھ کے لے جاتی ہوں لوگ خوشی سے جاتے ہیں۔ چھٹا الزام یہ ہے کہ میں نے تم کو غلام بنا رکھا ہے آزادی نہیں دیتی۔ میری جان ؎

حسد تہمت آزادی مردم بگذاشت
کیں مرادیست کہ بر تہمت آں ہم بستہ

آخر کہاں تک آزادی درکار ہے۔ سڑکوں پر شرابیں اچھلتی ہیں۔ چکلے کھلے ہیں جس کا جی چاہتا ہے وہاں لیا پڑتا ہے۔ گھروں میں لوگ چین سے بیٹھے ہیں نہ زید کو زاہد سے سروکار ہے نہ عمرو کو طاہر سے۔ ساتواں الزام یہ ہے کہ ٹیکس بڑھتا جاتا ہے۔ لے بھلا انصاف تو کرو یہ بھی کوئی الزام میں الزام ہے اتنا بڑا انتظام کا سہرا یہ ہنگی سموں۔ یہ ہر چیز کی ترّاہ ترّاہ۔ ٹیکس نہ بڑھے تو کام کیونکر چلے۔ بیوی کوئی اپنے گھر سے لا کے تو خرچ کرنے سے رہا۔ انھیں تلوں سے تیل نکلے گا۔ سارے کا سارا خرچ میں تمھارے ہی بال بچوں کے ہاتھوں کرواتی ہوں۔ اُن سے پوچھ لو اور اب تو میں نے تمھارے بال بچوں کے ہاتھ میں سب کاروبار دے دیا ہے۔ البتہ قانون وہی رکھا ہے طریقہ وہی رکھا ہے کہ یہ ہمیشہ بھولے نادان نہ رہیں کچھ تو ان کو سلیقہ آئے۔ ہندوستانی گورنر تک بنا دیے مگر بہن تم بھی عجب نٹ کھٹ ہو کہ کسی طرح ناک سیدھی نہیں ہوتی اُن سے بھی تم راضی نہیں ہو۔ پھر کیا تمھارے لیے آسمان سے اللہ میاں کو یا چوتھے آسمان سے اُن کے صاحبزادے کو لے آؤں۔ آخر تم کیا چاہتی ہو۔

غرض بہن میں تو الزاموں بھری ہوں۔ دشمنوں نے طرح طرح کے باندھنو باندھے ہیں۔ پچاس برس اُدھر میں اعلیٰ نور تھی اب مجھ میں بڑی ہزار عیب نکلے جاتے ہیں۔

مختصر یہ کہ تم کو اس لیے لکھا ہے کہ تم اپنے دل میں ذری ٹھنڈے کلیجے غور تو کرو کہ آخر اس اودھم کا نتیجہ کیا ہو گا۔ بہن اپنے خدا کو مان کے سنبھلو نہیں تو پچھتاؤ گی اور پچھتانے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ اندازوں کی باتوں پر نہ آؤ۔ میں کہے دیتی ہوں کہہ دینا میرا کام ہے ؎

کانٹوں میں اگر نہ ہو اُلجھنا
تھوڑا لکھا بہت سمجھنا

آیندہ تم کو اختیار ہے۔ چلتے چلاتے سن لو کہ تم کسی چیز کی عاشق ہو طور بے طور نظر آتے ہیں دل اب کسی اور کی طرف رُخ کر چکا ہے۔ مگر عاشق کے لیے دنیا کی تمام چیزیں مصیبت کا گھر ہوتی ہیں۔ ابر و باد و رعد و برق ستارے زمین آسمان رات دن تنگ تر دریا زمین پہاڑ

مگر غافل سفر عشرِ خواب بیداری کوئی شے ایسی نہیں
جو مصیبت سے خالی ہو۔ اگر سچ مچ تمہیں عشق ہوا
ہے تو ذرا سمجھ بوجھ دیکھ بھال کے دل لگانا کہیں
ایسا نہ ہو کہ گھبرا کے کہو ؎

بہت ترے دل کی ایسی تیسی کی

راقمہ ——————

تمہاری چہیتی بہن لیڈی انگلینڈ

جواب نامہ از طرف بی انڈیا جان

بنام میڈم انگلینڈ

سنو میری جان۔ تمہارا خط مجھے ملا۔ کچھ ہنسی آئی کچھ رنج ہوا۔ ہنسی اس بات پر کہ نہ میں بدلی نہ تم بدلیں۔ گئیں وہی میں ہوں وہی تم ہو۔ نہ میں نے کبھی تمہیں خط لکھا نہ تم نے کبھی اتنی تکلیف گوارا کی۔ آج معلوم نہیں کیا جاتی دنیا دیکھی جو نامہ پیام کی سوجھی۔ پھر خط بھی لکھا تو شکوہ شکایت سے بھرا ہوا۔ تم جانتی ہو کہ میں ہمیشہ سے تو ہی بے زبان ہوں کبھی ہوں سے توں نہیں کی۔ اگر تم صاف صاف دو ٹوک بات کہتیں تو بندی جواب نہ دیتی۔ تم نے گھما پھرا کے کچھ ایسی باتیں لکھی ہیں کہ اندر والا دل جل بھن کے کباب ہو گیا۔ تم لکھتی ہو کہ میں غلام ہوں۔ ہاں سچ ہے مگر بیان سے کہو مجھے کس ایسے ویسے نے غلام بنایا اب لونڈی غلام بن چکنے کے بعد کسی ہجو کی پروا ہے۔ [illegible] کی۔ میں نے اپنے گھر بار کا مختار تم کو بنا دیا تھا۔ جیسی حیثیت تم نے قائم رکھی ویسی ہی رہی۔ تم کہتی ہو کہ ایک ایک روئیں میں ہزار ہزار دم ہوں یہاں ایک دم کے ساتھ اتنے بکھیڑے لگے ہیں کہ سنبھالے نہیں سنبھلتے جو ہوتے دو چار دم ہوتے تو تو یہ آپ ہی بھلی ہو جاتی۔ تم کہتی ہو دودھوں نہاؤ تو بہن گائے بھینس بند کرنے پر بھی دودھ ہی باقی [illegible] میں خاک اڑتی ہے ہوگا تو کیا تم لکھتی ہو کہ پوتوں پھلو۔ توبہ دور گور بچے پوتے جتنے ہیں اتنے ہی کا پلنا مشکل ہے۔ کچھ فاقوں مرتے ہیں کچھ بیماریوں کی نذر ہوتے ہیں کچھ مار کھاتے ہیں کچھ جیلخانے جاتے ہیں کچھ سڑکوں پر بھیک مانگتے ہیں۔ کچھ تمہاری خدمت کر کے پیٹ پالتے ہیں۔ قربان ایسی زندگی کے۔ ان کے علاوہ جو ہیں وہ نہ صناع ہیں نہ بہت بڑے تاجر ہیں۔ نہ بہت بڑے عالم ہیں نہ بہت بڑے ڈاکٹر ہیں۔ نہ محقق ہیں نہ دانشمند ہیں۔ ہاں مقدمہ کرانے والے وکیل۔ اپنی وضع پر تین حرف بھیجنے والے نیم ٹر صاحب لوگ ہندوستانی ماہ خالی سوٹ بوٹ کے رنگروٹ ہیں۔ بہن خدا کے لیے ایسی دعائیں نہ دو۔ ایسے پیدا ہوئے تو کیا نہ ہوئے تو کیا۔ جی میں ہیں نشاں میں ہیں میکے میں ہیں سسرال میں ہیں۔ جہاں کہیں ہیں دو بھر ہیں۔ تکلیف میں ہیں مصیبت میں ہیں۔ کبھی اُن کے لیے مارشل لا ایجاد ہوتا ہے کبھی اُن کے لیے مشین گن منگائی جاتی ہے۔ کبھی بوٹ مار کے تلی پھاڑی جاتی ہے کبھی ان پر گولیوں کی مشق ہوتی ہے۔ خیر یہ تو ایسی نعمتیں ہیں جن کو سب دیکھتے ہیں۔ مجھے تو اس وقت تمہاری لن ترانیوں کا جواب دینا ہے ہوا دیکھو بڑا نہ ماننا اے ہاں بہنی تم تو بڑی آدمی ہو چاہے خدا بگڑ جائے مگر تم نہ بگڑو۔ یہ تم نے کیا کہا کہ تمہارے کارن کابلی پٹھانوں سے لڑائی مول لی۔ بہن یہ لڑائی کوئی پرانی لڑائی نہیں ہے نہ سرحد نئی ہے نہ ہندوستانی نئے ہیں نہ کابلی نئے ہیں ازل سے ڈانڈا ملا ہوا ہے۔ میں کیونکر کہوں کہ میرے کارن یہ لڑائی ہے۔ ہاں جب سے میں نے اپنا گھر بار تمہارے حوالے کیا اس وقت سے آج تک شاید کوئی ایسا ہی منحوس سال گزرا ہو جس میں کچھ جوتی پیزار نہ ہوئی ہو۔ اسی طرح برہا کی لڑائی اسی طرح مصر اور عراق کی لڑائی ہے۔ اس چھیڑ چھاڑ میں نہ مجھ کو دخل ہے نہ میرے بچوں کو۔ تم جانو تمہارا کام جانے۔ بہن میرے سر پہ ناحق کا چھپّر ا رکھنا ٹھیک نہیں۔ اور روس نگوڑے کا تو میں نے اپنی زندگی میں نام ہی نہیں سنا تھا اُس کا ذکر بیکار ہے اور یوں تو ہمیشہ تم نے جو کچھ کہا میں نے مخالفت نہیں کی۔ تم نے کہا کہ کابل کی لڑائی کا خرچا ہم تم سے بھریں گے میں نے کہا سر آنکھوں سے۔ تم نے کہا آج فلاں سے بگڑی اٹکی ہے کل ڈھیلے سے چھوڑ ہو گئی اچھا لو اس کا خرچا بھی لو جان چھوڑو۔ رہا ریل۔ تار۔ ڈاک خانہ بجلی کی روشنی۔ واٹر ورکس۔ ٹریموے۔ تو یہ ایک تجارت کی صورت ہے۔ ان چیزوں کی ضرورت بندی کو کبھی نہ تھی تم نے چسکا ڈالا تو میرے بچے بھی پھل گئے۔ کوئلہ کی مٹی کوئیں میں صرف ہوئی تمہارا کام پہلے نکلا تو میرا بعد کو۔ نہ میرا احسان تم پر نہ تمہارا احسان مجھ پر۔ ہر پھر کے ایک تعلیم رہی جاتی ہے جس پر تم کو بڑا ناز ہے کہ یوں تعلیم دی وں تعلیم دی۔ ڈیڑھ سو برس میں فی صدی نو پڑھے لکھے انھیں میں وہ بھی داخل ہیں جن کو تم نے اپنی ضرورت سے اپنی زبان سکھا کے اپنا کام لیا۔ اور میرے کام کا نہ رکھا۔

خیر بھئی جو کچھ تم نے کیا اچھا کیا۔ میں بیکار کی بکواس نہیں کرنا چاہتی۔ میرے پیچھے کیوں پڑی ہو۔ ہاں ہاں تم نے احسان کیا۔ احسان کیا۔ احسان کیا۔ کہاں تک کہوں اگر میرے بچے ہارے تمہارا احسان نہیں مانتے تو برا کرتے ہیں۔ تم ان بُروں کا ساتھ نہ دو۔ ان کی صورت نہ دیکھو۔ اب سے آملے گھر سے آملے۔ یہ سو بات کی ایک بات ہے۔ میں بڑی۔ میرے بچے بُرے۔ بُرے بُرے۔ بُرے۔ تم اچھی اور ہزار میں اچھی اب رہا عشق کا معاملہ تو بہن میں تو سدا سے عاشق پیشہ ہوں۔ پھر تم کون میرے عشق کی اکھٹے والی۔

راقمہ ——————

انڈیا جان عرف نان کوآپریشن بیگم
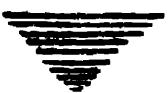
سرزنش سے نجات ملنی دشوار پانچوں پنا دشمن پڑپا دشمن۔ پیپشہ تو پنج عیب ہے ان سب باتوں کے علاوہ یہ تماؤ سر دانی کی صفت کیونکر پیدا ہوگی اور نادہندہ شہروں اور شہریوں سے دام کیونکر وصول ہوں گے بھلا دو چار روپے لے کے سال بھر کے لیے خریداروں کے ہاتھ بک جانا کون سی عقلمندی ہے۔ بڑھیا کے نکاح میں سو سو خطرے۔"

پس قدردانی عالم بالا معلوم شد۔ آپ بھی عجب چیز ہیں جنہیں مدت خدائی کردی گاؤخر را نشناختی۔ حضرت یہ اخبار نویسی وہ شے ہے کہ جا ہے ہندو مسلمانوں کے منڈھے لڑائے جا ہے اچھے کوا ونا سی ڈھنگ سے جوتیاں کھلوا دے گر اخبار نویس خیرخواہ خلائق رہتا ہے اور اگر حکومت وقت مددگار ہوگئی تو پھر کیا پوچھنا ہے۔ وزارت تک دم قدم ست لگی ہوئی ہے۔ آپ کو گاؤخر کی شناخت ہو یا نہ ہو گر گورنمنٹ کامل مزاج شناس ہے۔ واللہ وہی مثل ہے نہ کاما نہ کاجا منڈل با جا۔

جناب ضمانت کے روپیہ کی فراہمی اس سے ضروری ہے جو سرے سے آئینہ صفت رو برو عیب گوئی کرتا ہو اینجانب سوائے حکام کی خوشامد کے کچھ لکھنے والے نہیں ہیں۔ مردہ چاہے دوزخ میں جائے یا بہشت میں اپنے حلوے مانڈے سے کام۔

خوشامد ہمہ درد ہا دواست

یہ خوشامد سب سامان دلوا دے گی ساری مشکلیں جو آپ نے بیان فرمائی اس خوشامد سے حل ہو جائیں گی۔ خفیہ پولیس کی رپورٹ سے وہ ڈریں جو کچھ گورنمنٹ کے خلاف لکھیں۔ ہم تو خود خفیہ پولیس کو بھی اپنا خداوند ماننے کے لیے تیار ہیں۔ پھر آپ جانیے کون کمبخت گردن پر تلوار مارتا۔ علی ہذا القیاس لائبل کا قصہ بکھیڑا بھی ایسے لوگوں سے پھرتا ہے جو نکتہ چینی کے مرض میں مبتلا ہیں یہاں نکتہ چینی سے واسطہ نہیں البتہ جو گورنمنٹ کے دشمن اور تارک موالات ہیں اُن کی اچھی خاصی مرمت کردی جائے گی کیا معنی کہ وہ عدالت میں استغاثہ دائر کرنے ہرگز نہ جائیں گے۔ اگر گئے تو ترک موالات کھٹ کھنی ہو جائے گی سب سے

بڑا اعتراض جو آپ نے کیا ہے وہ اخبار نویسی اور معلومات کے متعلق ہے بیشک ٹیڑھی کھیر ہے۔ مگر بعض اردو اخبار نویسوں کی لیاقت دیکھتے ہوئے دل کو اطمینان ہے کہ یہ بیل منڈھے چڑھ جائے گی۔ یہ واہ کیا ہنسی ٹھٹھا ہے۔ اماں اخبار نویسی علم دریاؤ ہے۔ چندہ کبھی قائل نہ ہوگا۔ جب میں جانوں کہ تم کچھ لکھ کے دکھاؤ۔"

بہت خوب۔ آج ہی سے اینجانب لکھنا شروع کیے دیتے ہیں۔ لائیے قلم دوات کاغذ...... لے سُنیے۔

(۱)۔ ترک موا۔ لات چلی

بھائی جا ہے خدا کہے جاہے رسول کہے خبردار اُما بڑی چیز کے پاس نہ پھٹکنا۔ یہ چیز انہوں سے بیزار کرتی ہے غیروں سے دشمنی کی بنیاد ڈالتی ہے گورنمنٹ کو بدظن کرتی ہے۔ پولیس کو گھر دکھاتی ہے۔ کھتہ اور کا ڈھا بہت لی ہے۔ چنے پھنکواتی ہے۔ جیلخانے لے جاتی ہے۔ سزا دلواتی ہے۔ اکثر ناظرین اس سے بے خبر ہوں گے کہ یہ کس زبان کا لفظ ہے۔ اُن لوگوں نے غلطی کی ہے جو اس کو عربی نژاد لفظ سمجھتے ہیں۔ درحقیقت یہ اردو زبان کی ایک مثل اس وقت زبان زد ہوئی ہے جب سے اہل یورپ نے ترک کُشی پر کمر باندھی۔ مسلمانوں کو اخوت وہمدردی کی بیماری ہے ادھر کوئی ترک جاں بحق تسلیم ہوا اُدھر مسلمانوں کی لات چلنے لگی اگر تلوار ہوتی تو پرکٹے سے وار ہوتی مگر لات پر کوئی لائسنس نہیں ہے۔ ترک کو بالفتح نہ کہنا چاہیے بلکہ ت کو پیش سے کہو مثل با معنے ہو جائے گی۔ ایک حصہ اس مثل کا کثرت استعمال سے گھس پس گیا۔ پوری مثل یوں ہے"ترک موا۔ لات چلی"

(۲)۔ ایک مجسم حاکم ضلع

پرسوں شام کو اس اُجاڑ لکھنؤ کے دن پھرے مثل مشہور ہے بارہ برس کے بعد گھورے کے بھی دن پھرتے ہیں۔ چنانچہ عالیجناب معلی القاب حشمت مآب حضور پرنور حضرت قدر قدرت عالی بارگاہ مسٹر الیف اولوکاٹ صاحب بہادر دام اقبالہم وضاعف اجلالہ ہمارے ضلع کے صدر مقام میں

رونق افروز ہوئے لہذا ہمارے شہر کے مشہور و معروف رئیس امیر محترم رئیس معظم فیض اللہ لہ خیانت الملک سرخیل خوشامدیان دیار وامصار سرحلقۂ پالیسیان حکام نامدار جلیل القدر سراپا مکرو فدر حضرت ولی نعمت چودھری نعمت اللہ خاں صاحب بہادر نے جو گارڈن پارٹی دی تھی اس میں شریک ہوئے۔ خاکسار اڈیٹر کی جانب چند مرتبہ بنظر لطف دیکھا۔ جناب نواب صاحب بہادر نے کمترین اڈیٹر سے انٹروڈیوس کرایا۔ صاحب عالیشان نے فرمایا "دل اخبار والا بڑا پاجی بدمعاش ہوتا ہے" خدا صاحب والاشان کو اپنی قدر فزائی و شیر پالی تادیر گاہ کرسی حکومت پر جلوہ افروز رکھے۔ آمین ثم آمین۔

(۳)۔ نوید جانفزا

برایں مژدہ گر جاں فشانم رواست

معزز ہمعصر "مشرک ہے" رقمطراز ہے کہ یہیں عاشورا محرم کے دن کنیز خاص سرکار دولتمدار فلک وقار گردون نثار راجہ خطاب صاحب بہادر سی۔ بی۔ ای۔ ڈی۔ ایل۔ آئی۔ ایل ایف۔ ٹی۔ وائی۔ زنیڈ کی بکری کے یہاں فرزند نرینہ پیدا ہوا خدا مبارک کرے مسرت بالائے مسرت اینکہ یہ زادہ بزرگ راجہ صاحب بہادر ممدوح پیدا ہوتا مسعود ہوا کہ بغیر تمہید دیباچہ و ڈیڈیکیشن و مقدمہ و سبب تالیف مشکوے سرکار راجہ صاحب میں ابھی جہاں چوہیا کا بچہ پیدا ہونے کی امید نہ تھی ایک جیتا جاگتا ہاتھی کا پاٹھا جستہ وجود میں آیا۔ خاکسار اڈیٹر نے "مصیبت جانفزا" برجستہ مادہ تاریخ نکالا ہے۔ الٰہی ان دونوں پرو دار و خردار بڑھے خاکسار اڈیٹر بھی بخلوص دل و صدق نیت زچہ بچہ کے حق میں دعائے خیر کرتا ہے اور امید کرتا ہے کہ یہ مولود مسعود ماں کے دل کا سرور باپ کی آنکھوں کا نور اقبال مند ہوگا اور دعاگویان موروثی کی قدر شناسی میں اپنے پدر بزرگوار سے بھی چند نیزہ بلند رہے گا

سے

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

(۴)۔ مژدۂ فرحت انتما

یہ خبر نہایت مسرت سے سنی جائے گی کہ قصبۂ مرداپور میں عالیجناب ڈاکٹر اجمل آن فلتہ صاحب جب سے وارد ہوئے ہیں مردان موقوف معمر باسمار ساز ندکا عام چرچا ہے سال گزشتہ آپ نے اپنی حذاقت کا ایک لاجواب ثبوت دیا۔ خاکسار ایڈیٹر کی نانی مدت دراز سے مرنے مرنے کو کہتی تھیں مگر ورثا کی آمین لا دو ندیتی تھی جناب ڈاکٹر صاحب نے آن واحد میں ایسا استیصال کلی فرمایا کہ نام ونشان نہ رہا جتنا ماننے ڈاکٹر صاحب کو بایں اعجاز مسیحائی تا دیر گاہ اس قصبہ کے ورثا کے سر پر سلامت رکھے۔

(۵)۔ لاجواب تفتیش

مساۃ بھگا تابت مریبیتا سکنۂ موضع بریا تحصیل گم نگر کی نبض مدت سے کھو گئی تھی۔ سابق افسران پولیس نے ہر چند باوازدہل تفتیش کی۔ نہ ملنا تھی نہ ملی مگر ہمارے ضلع کے سپرنٹنڈنٹ پولیس معلّے پائگاہ ڈانٹ ڈپٹ دستگاہ مسٹر ہر بونگ صاحب بہادر نے جو کہ حال ہی میں ولایت سے تشریف لاکر ضلع کی خوش نصیبی کو دوبالا کر رہے ہیں۔ آتے ہی کچھ ایسا انتظام فرمایا کہ کھوئی ہوئی نبض کا پتہ فوراً لگا لیا نبض ملتے ہی مساۃ بھگا تا کو شادی مرگ ہو گئی اگر گورنمنٹ عالیہ ایسے ہی ذی لیاقت وصاحب فہم افسر بھیجتی رہی تو امید ہے کہ آئندہ کسی شریر مفسد کی باغیانہ کوشش اُس کے مقابلے میں کامیاب نہ ہو گی ہم دست بدعا ہیں کہ حضور والا علیہ تراشِ صوبہ کی گورنری پر ممتاز ہوں۔

(۶) تغیّرِ جنس

ایک افیمی بہادر اپنی بہادری بیان کر رہے تھے کہ "آغازِ جوانی میں بندہ ایسا شہزور تھا کہ گائے بھینس کا بھوڑا لتی تھی سنگاں دستگہ جما ہوا تھا۔ ایک دن سو رہا تھا کہ اتنے میں ایک دیو نے للکارا" اٹھو بہادر کیا سوتا ہے۔ آ ہمارے تیرے دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ سوتے سے جو اس ناشدنی دم دراز نے جگایا آگ ہی تو لگ گئی بدن میں جھٹ گھوڑے پر سوار ہوا اور تلوار سونت کر بڑھ ہی تو گیا۔ بھائی کی جان کی قسم میں گھوڑے پر سوار تھا اور وہ پیدل تھا اس پر بھی اس کے گھٹنوں تک پہونچتا تھا میں نے کہا اے تو کون ہے اس نے کہا میں ہوں گھاڑ ابیگ بھر اس نے پوچھا تیرا نام؟ میں نے کہا بیٹھو بیگ۔ خیر بھائی میں نے جو پالٹے کا ایک ہاتھ مارا تو وہ کمبخت گھر کی طرح اڑ اڑ ادھر گیم کرکے زمین پر آ رہا۔ مگر گرتے گرتے ایک اوچھا سا ہاتھ جو مارتا ہے تو گھوڑا اخختہ ہو گیا۔ اور میرا بھائی لگا پر نالہ خون کا بہنے۔ اب میں حیران ہوا کہ کیا تدبیر کروں سامنے بھینس بندھی ہوئی تھی اس کے تھن کاٹ کے گھوڑے کے پیشاب کے مقام پر چپکا دیئے۔ جلتا جلتا خون تو نکل ہی رہا تھا تھن جم بیٹھے۔ جب تک گھوڑا زندہ رہا سولہ سیر دودھ دیتا رہا۔" یہیں قیاس منطقی آسٹریا کے ایک ڈاکٹر آلاتِ تناسل کی تراش خراش سے مرد کو عورت عورت کو مرد بنانے کے مدعی ہیں۔ سنتے ہیں کہ دونوں کو اخختہ کرکے آپ نے تجربہ کیا مرد کو حمل رہا اور عورت دلہن بیاہ لائی ایک کا بچہ ہو کے مر گیا اور دوسری کا جیتا ہے۔

شاید مرد زچہ کے دودھ نہ تھا اسی سے بچہ مر گیا۔ "کہیے حضرت دیکھا آپ نے ایسی اخبار نویسی لیاقت کی دست نگر نہیں ہوتی۔ ابھی اینجانب نے خبروں سے نتائج نکال کے نہیں دکھائے ہیں"

میاں! یہ کسر بھی نہ اٹھا رکھو۔ اس کمال کی بانگی بھی لگے ہاتھوں دکھا دو۔ کس کی رہی اور کس کی بہہ جائے گی۔ اتنا تو ہمیں یقین ہو گیا کہ کما کھاؤ گے۔

(۷)۔ ہندو مسلمانوں کا اتفاق

یہ ایک ان ہونی بات ہے۔ گاندھی صاحب اور مسٹر محمد علی اگر سبحہ وزنار کی طرح ایک ہی رشتے کی دو شکلیں ہیں تو ہوا کریں۔ مگر دانہ عقیق سلیمانی کی زنار نہ باندھنے کے کام کی نہ توڑنے کی۔ گوشت خواری مسلمانوں کا طبعی حق ہے۔ ہمارا ایک نامہ نگار کوہ ہندوکش سے اطلاع دیتا ہے کہ خاص برہمنوں کے محلے میں ایک کوے کے منہ میں گائے کی ہڈی دیکھی گئی۔ اس ہڈی میں نرمی بھی تھی۔ اس لیے یقین ہے کہ یہ شوربے کی ہڈی تھی۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر گائے کشی موقوف ہو گئی تو یہ ہڈی کس کے حلق سے برآمد ہو کے کوّے کا آذوقہ بنی؟۔

(۸) صلاحیتِ سوراجیہ

ہندو مسلمان (شیعہ سنی) ایک ہوں گے نہ سوراج کے برکات کا یقین آئے گا۔ ہماری مہربان گورنمنٹ اس ناعاقبت اندیشانہ وقتی اتفاق کے معنی خوب سمجھتی ہے جو صرف چند نفوس کی زمانہ سازی کا نتیجہ ہے ؎

اگر ماند شبے ماند شبِ دیگر نمی ماند

بھلا یہ ہندو اور مصالحہ! استغفراللہ موضع لے بھاگ پور سے خبر آئی ہے کہ وہاں کے ایک مسلمان شخص نے ایک ہندو لڑکی کو بجبر مسلمان کر ڈالا۔ اس واقعہ کی شہرت ہوئی لڑکی والے آمادہ فساد ہوئے مسلمان صاحب میاں سے پٹ گئے جھنجھی ہاتھ نہ لگی۔ بھلا ان ہندوؤں سے کوئی پوچھے تو سہی کہ جب تم مذہبی آزادی کے مفہوم سے بھی واقف نہیں ہو تو کیوں سوراجیہ سوراجیہ چلاتے ہو ہم ببانگ دہل کہتے ہیں کہ ہندوستان میں ابھی تک سوراجیہ یا سلف گورنمنٹ کا بار سنبھالنے کی طاقت نہیں ہے۔ اگر گھر یلو باتوں میں بھی ایک آدھ ہفتہ گورنمنٹ کی مداخلت نہ ہو تو زندگی دوبھر ہو جائے۔ ہم بڑے زور سے (ڈانکے کی) گورنمنٹ کی توجہ اس واقعہ کی جانب ملتفت کرتے ہیں کہ وہ تحقیقات فرمائے کہ اس بجبر مسلمانی کے کیا معنے ہیں۔ اور اگر وہ دیکھے کہ مسلمانی فی الحقیقت بجبر ہوئی ہے تو زیادہ بر ایں نیست کہ مسلمانی بالجبر واپس۔ لیکن ان دشمنان اسلام ہندوؤں کو جنھوں نے مذہب میں مداخلت بیجا کی ہے سرجنگ معقول دینے کی ضرورت ہے۔ امید ہے کہ صاحب مجسٹریٹ ضلع حق رسی وحق رسانی میں کامل مدد دیں گے۔

(۹)۔ حق موروثی

قاضی زادہ قاضی کے لقب سے ملقب ہوتا ہے چاہے نرا اطلِ البوقہ کا سگا ہی کیوں نہ ہو۔ مولوی کا زادہ مولوی کے خطاب سے پکارا جاتا ہے خواہ نماز صبح کی سترہ رکعتیں بتائے اور اعتراض ہونے پر کہہ دے کہ صاحب جو سو رکعت پر راضی نہ ہوا وہ دو رکعت پر

نہ رہتی ہوگی منفعتی۔ اور بغیر مشہور ہوتا ہے۔ خواہ قربت سے کے منتی بنے۔ لیکن کیا وجہ ہے کہ بیٹے کے افعال کا ذمہ دار باپ نہ قرار پائے۔ بعض نااہل اخبار نویس جیالوں کے سشن جج پر معترض ہیں۔ صورت حال یہ ہے کہ متصرم منصفی ہے۔ ان کا لڑکا تارک موالات ہے اس کے خلاف (۱۴۴) نافذ ہو چکی ہے۔ باپ نے خط غلامی یعنے وفاداری نامہ داخل نہیں کیا۔ جج صاحب نے جواب طلب کیا کہ کیوں انھیں ملازمت سے برطرف نہ کیا جائے۔ منصرم صاحب نے عذر کیا کہ لڑکا قابو سے باہر ہو گیا۔ میرے ساتھ نہیں رہتا۔ بوتجھول والے کی سزا داڑھی والے کو دینا مناسب نہیں مگر معطل کر دیے گئے۔ ان حضرت منصرم سے پوچھنا چاہیے کہ اگر لڑکا اہل ہوتا خوب کماتا تو اس کی کمائی کیا آپ فائدہ اٹھاتے یا نہ اٹھاتے؟ اصل یہ ہے کہ جب ابر رحمت کو برسنا ہوتا ہے تو وہ کسی بڑھیا کے جھونپڑے کی پروا نہیں کرتا۔ لگاتار برستا ہے اور بڑھیا کا چھپر اوپچے کے احسان کی طرح سر پر گر پڑتا ہے۔ یہی حال دریائے عدالت کے طوفان کا ہے۔ جب عدالت و انصاف کی پوشیدہ قوت میں بخنی ہوتی ہے تو وہ چکر گھنی کھاتی ہے۔ اس چکر میں گنہگار و بیگناہ کی قید نہیں جو کوئی پھنستا ہے اپنے مقدر سے پھنستا ہے امید رکھنی چاہیے کہ ایک ہمن بنام اللہ میاں ساکن لامکان (نعوذ باللہ) جاری کیا جائے گا با یں مضمون کہ حاضر عدالت ہو کر ایسے اشخاص کے پیدا کرنے کی وجہ بیان کرو جن کی نسل سے قاطعان تعلق و تارکان موالات کے جھول نکلتے ہیں (خواہ تعمیل ہو یا نہ ہو مگر یہ بات قرین انصاف و مقتضاے پابندی قانون)

(۱۰) - پریس ایکٹ اور بوا اینی بسینٹ

ست باجوانان خوردم در عہد پیری آرزوست
تاکور کاں در پے قندان پیرد رو آشام را

یہ کوئی ضروری بات نہیں کہ بڑھاپے میں عقل ضرور ماری جائے۔ سیکڑوں صحیح الدماغ بڈھے بڈھیاں دنیا میں موجود ہیں اور ان کی قوت عقل کی اسٹیم پورے انتظام کی ٹرین چلتی ہے۔ جب یہ کلیہ صحیح نہیں تو کسی کو بڑھاپے میں عقل آجانا بھی کچھ زیادہ تعجب کی بات نہیں۔ مسز اینی بسینٹ کی عقل بھی اسی صنف میں داخل ہے۔ عمر گمراہی میں گزری بہت دنوں اڑی اڑی پھریں شوہر سے ترکم لکا رہی پرائے بچوں پر قبضہ کرنے کی دھن میں ایک زمانہ مقدمہ بازی کے نذر ہوا لیکن روحانی تصوف سے مادی تفلسف کا جوڑا لگتے ہی تمام باطنی معرفت ایک دھوکا ثابت ہوئی اور ساری پہچان بین کا کھیلنا کو دتا نتیجہ یہ نکلا کہ نجات شانتی مغفرت جنت جو کچھ مرنے کے بعد راحت کا سامان ہے سب پولیٹکس کے قفل ابجد میں بند ہے لہذا علائق دنیاوی یعنے وعظ و نصیحت صوفیانہ کی کھنڈری میں آگ لگا کے جھٹ پولیٹکل میدان میں ٹھیا اٹھیکنی بیچ گئیں "ہوں تو بڑھیا دھک موری دیبی" کا راگ الاپنے لگیں سے

بدل کردم بہ تی عاقبت زہد ریائی را
رسانیدم بآب زمین مے بنیاد تقوی را

بارہا تم مجھے چھیڑوگے، کہنے کی نوبت آئی اور حضرت گستہ نوجوانوں نے "بوڑھا جو نکلا جیتا ہے" کے ساتھ، کہہ کے ٹال دیا۔ ان بڑی بی کے دماغ سے پہلے بھی جو کچھ نکلا تھا نوجوانوں کے ظرف عقل میں کبھی نہ سمایا اور آج بھی جو کچھ نکلتا ہے وہ رنگ و بو ذائقہ مجسم سردی گرمی سیلان و جمود کے قیود سے بالکل آزاد ہوتا ہے اور آپ کی نسائیت اور نسائیت کا خاصہ "رشک" ایک طبعی اور وجدانی کیفیت ہے جو ان لوگوں کے لیے محل شکایت ہو سکتی ہے۔ جن کو عورتوں کی سرشت یا ناگہ بھید کا علم نہیں سہ

شمع کہتی ہے کہ خالق نے بنایا مجھ کو
جلتے ہی جلتے مری عمر بسر ہوتی ہے

لاہور کے بعض جرائد ایسی محترم بزرگہ (مونث بزرگ) پر بے طرح آڑے آ رہے ہیں جس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو ڈھونڈتا ہے کہ جس ملک میں اپنے مرجع و ماوی اشخاص کو اس طرح چڑھانے اور گرانے کا مادہ ہے وہ کبھی پنپ نہیں سکتا اور وہ سوراج پانے کا مستحق ہو۔ آپ نے اگر پریس ایکٹ کے متعلق گواہی دیتے ہوئے ظاہر کیا کہ گورنمنٹ کیڑے مکوڑوں پر دھپ سے چھوٹے کم بخت اخبار نویس چوٹ کرنے کی عادی ہے اور بڑے بڑے زبان درازوں کے منہ نہیں لگتی (مثلاً مسٹر گاندھی) تو بالکل ٹھیک کہا اور غلط بھی کہا تو گورنمنٹ جواب دے گی آپ کون ہوتے ہیں؟ غالباً آپ کی شکایت اُن کلمات سے متعلق ہے جو مسٹر گاندھی کے بارے میں ان ضعیفہ کے منہ سے ٹوٹی چھت کی طرح ٹپکے ہیں۔ کو جناب گاندھی آپ کے پیشوا ہیں ان کے نہیں ہیں۔ اک زمانہ تھا کہ تو بھی لہو لگا کے شہیدوں میں ملنے کی خواستگار تھیں۔ خیالات کے انقلاب نے اب وہ سوداے خام دماغ سے نکال دیا۔ بوڑھی جان عزیز ہے۔ جس کو اپنی جان عزیز ہے وہ پرائی جان کی قدر کرتا ہے۔ اس لیے وہ گوارا نہیں کرتیں کہ گاندھی بیچارے شہید ہو کے اپنی جان مفت گنوائیں۔ جب وہ شہید نہیں ہوئیں تو دوسرا شہید کیوں ہو؟ آخری شرارت کے بعد پُوا یہاں سے ٹھنڈی پیچ پُر ہزار نعمت کھائی گئی ہوئی انگلینڈ میں ہندوستانی نمائندہ کی ... گئی۔ یہ فعل اُن کا مولانا ... کی ہدایت کے بالکل مطابق ہوگا۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ اس وقت خود سراں آزادینہ کہ ایک بار اس قہر پر گا۔ یہ کمائی بڑھیا کی دولت ہے جو اپنی تعلیم و نصیحت سے حقوق سلطنت کے ساتھ اُن کو مدغم کر رہے ہیں سہ

نہ تو شیشہ ہی ملا اور نہ ساغر پایا
گا بڑھیا اب ترے محفل سے چلے بھر پایا

(۱۱) - شراب اور چائے

دشمنان عقل تارکان موالات نے پہلے شراب پر شور و شر پھیلایا اب چائے کے پیچھے پڑے ہیں اگر الاعمال بالنیات صحیح ہے تو شرب کے خلاف شور و شر اس بنا پر نہیں ہے کہ شراب حرام ہے بلکہ یہاں معاملہ صرف اسی قدر ہے کہ گورنمنٹ عالیہ نے اس ادنے ترین تجارت کو محض انکسارًا اپنے سر منڈھ لیا تھا۔ ان حضرات کو تو نقصان پہونچانا مقصود تھا۔ تیرہ چودہ برس اس طرف کا ایک پرانا فرسودہ مسئلہ چھیڑ کے لگے شراب ہی کی غم میں گھٹا باندھنے

عنقریب معلوم ہوا کہ لڑکے کی غیر حاضری پر اسکولوں میں جرمانہ پدر بزرگوار کی جیب سے جو وصول کیا جاتا ہے وہ اسی منطق و قانون کے اعتبار سے جائز ہے "ایڈیٹر"۔

بہتیرے صاحب ہوئے ہیں اس شخص کی جو دیپٹی ہے خوشامد سے لیا یا غفلت سے یا جھوٹ بول کے لیا۔ ولیعہد کے تصدق میں لیا۔ بیگم صاحب کی سوت کی رسم کر کے لیا۔ اناجی کے دودھ کے حق سے لیا۔ مغلدار سے لگاوٹ کر کے لیا۔ داروغہ کو ہیار کیا دے کے لیا۔ اس آمدنی کا کیا ٹھکانا ہے اور اگر یہ طریقہ بھی نہیں تو خداوند ضلع کی خدمت میں حاضر ہوئے ملاقاتی کارڈ دیا اڈیٹر اخبار "چاپلوس" صاحب سمجھے کوئی بڑا آدمی ہوگا۔ کرسی ملی باتیں ہونے لگیں۔

" ول چاپلوس صاحب آجکل ہمرد شہر کا کلیمٹ کیسا ہے "

ج:۔ حضور بہت سخت خصوصاً اہل یورپ جو جنت میں رہنے کے عادی ہیں اُن کے لیے یہاں کا موسم نہایت تکلیف دہ ہے مگر برٹش عنایتوں کا شکریہ ادا نہیں کیا جا سکتا کہ ایسی سخت تکلیف کا ہندوستانی محبت میں ذرا لحاظ نہیں کرتی اور صاحبانِ عالیشان کو انتظام کے لیے برابر کھینچی رہتی ہے "

ص:۔ او یس۔ کوائٹ رائٹ۔ ہندوستان بہوٹ (بہت) تکلیف کا جگہ ہے۔ میم صاحب لکھنؤ گیا نہ (نقصان) ہو گیا۔ پاگل کا موافق ہل (پہاڑ) بھاگ گیا ہمرا پاس کام بہوٹ ہے جانے نہیں سکتا۔ اس (ضلع) میں کھلافت ایجیٹیشن نان کوایریشن۔ ایکسائز کا کھلاف بہوٹ کھراب والا بات ہوٹا۔ ایسا ٹاجک (نازک) ٹائم میں ہم کیسے جانے سکتا"

ج:۔ خداوند نعمت۔ اگر سرکار کا اقبال یاور ہے تو یہ نان کوایریٹرز کیا چیز ہیں زبردستی کا ہنگامہ ہے۔ اس ضلع سے صرف میرا ایک اخبار نکلتا ہے دوسرے بدمعاش مالکان اخبار کے برخلاف میں نے یہاں کی پبلک کو ابھرنے نہیں دیا ہے۔ ہر ایک سے یہی کہتا ہوں کہ بھائیو اپنی عزت اپنے ہاتھ ہے۔ آقائے ولی نعمت سے گردن تابی کرنا شرافت کے خلاف ہے۔ نمک حرامی و بغاوت شریفوں کا شیوہ نہیں۔ کئی رشیوں کو میں نے اپنی تصنیف کی ہوئی غزلیں دی ہیں اُن میں سرکار کی تعریف کی ہے۔

ص:۔ او آپ پوئٹ ہے "

ج:۔ حضور میں کیا اور میری شاعری کیا۔ ابھی چند [illegible] کی تعریف موجب ہیں جس نے تمام دنیا کی آنکھیں تصدق سرکار انگریزی شب تاریک میں روشن کر دیں۔ ایک شعر نظم کیا ہے ملاحظہ ہو ؎

لندن سے ملک کے گنبد جھکے یا سلائی بنا کے بھی
صاحب کی دیکھو قدرت۔ آگ لگاتے جلتی

ص:۔ او۔ ول ڈن۔ ویری گڈ "

ج:۔ بس حضور اسی قسم کی پوئم (نظم) شائع کرتا رہتا ہوں۔ لوگ سرکار انگریزی کے ثنا خواں رہتے ہیں۔ جس طرح بعض مقامات پر گانا می کی بچے بولی جاتی ہے اسی طرح لڑکے میری نظمیں سڑکوں پر گاتے پھرتے ہیں "

ص:۔ بہوٹ اچھا ہم آپ کا اکھبار کی کھریداری کے لیے گورنمنٹ سے سفارش کرے گا ایڈ ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن کو لکھے گا کہ ٹو ہنڈرڈ (۲۰۰) کاپی اسٹوڈنٹس کے لیے کھریدے۔ تُم آپ جبر و زبر کر کے نان کوایریشن کے اگینسٹ (خلاف) لڑائی کرو۔ لڑکا لوگ گورنمنٹ کا وفادار رہے "

ج:۔ خدا حضور کو شاد و آباد رکھے۔ حضور یہاں نان کوایریشن کی ہوا بھی نہ پہونچتی۔ میں نے کوشش ہی ایسی کی ہے مگر کیا کہوں ایک بدمعاش سے جو میری جورو کا رشتے میں سالا بھی ہوتا ہے اسکی وجہ سے حیران ہوں۔ کچھ بس نہیں چلتا۔ پولیس پر میرا اختیار نہیں۔ اگر کسی قدر بھی اختیارات مجھ کو مل جاتے تو حضور دیکھتے کہ کیا ہوتا ہے۔ مجال تھی کسی کی جو ہماری آقا ہماری مالک گورنمنٹ کے خلاف منہ کھول سکتا "

ص:۔ اچھا ہم آپ کو آنریری مجسٹریٹ بنا دے گا "

ج:۔ الٰہی بخت تو بیدار بادا "

ص:۔ ول اور کوئی بات ہے "

ج:۔ ہاں حضور میں حضور کے متبرک ہاتھوں سے ایک ثواب کا کام بھی لینا چاہتا ہوں اور یہ اس شہر میں نہایت ضروری ہے۔ بات یہ ہے کہ احسان عجب چیز ہے۔ دشمن کو دوست بناتا ہے حضور ملاحظہ فرمائیں کہ عیسائی مشن نے جابجا اسکول اور اسپتال کھول کے خلق اللہ کو دنیاوی فوائد بعد از ان دینوی فوائد سے نمک کی گون کی طرح پُر کر دیا اسی بنیاد پر فدوی بھی ایک خیرات خانہ کا افتتاح کرنا چاہتا ہے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ اول تو یہاں کے امرا پر فدوی کا رعب قائم ہو جائے گا کہ صاحب سے دو بدو گفتگو کرتا ہے۔ دوسرے غریب غربا کھانا کپڑا اور دوا پائیں گے تو برٹش گورنمنٹ کے برکات کے قائل ہو جائیں گے۔ تیسرے حضور کی ایک یادگار قائم ہو جائے گی جو فدوی کے لیے بلکہ تمام شہر کے لیے فخر و مباہات کا باعث ہوگی "

ص:۔ آل رائٹ۔ تھینک یو "

یاروں کے خیال کو دیکھیے اور شاباش کہیے۔ سب کام خدا کے فضل اور صاحب کی قدرت سے حسب منشا پورے ہو گئے۔ خیرات خانہ فنڈ میں دھڑا دھڑ روپیہ گرنے لگا۔ اخبار خریداروں کی منت گزاری سے آزاد۔ اپنے یار کا آپ ہی محکمہ عدالت نے سمن کی اشاعت زخواہ اشاعت دو سو سے زائد نہ ہو اور کی اشاعت سے بیچارے فریق مقدمہ کو نقصان ہی کیوں نہ پہونچے) پدری و مادری ترکے میں داخل۔ دربار میں کرسی آغوش کشادہ جوڑ توڑ لگانے کی منتظر۔ گورنمنٹ کبھی لوگوں کے دلوں سے واقف نہ ہو سکے گی نہ [illegible] اخلاق سے لوگوں کو گرویدہ کر سکے گی۔ صرف قہر و غضب کی دھاک ہوگی یار لوگوں کے ہاتھ میں اس کی باگ ہوگی۔ باہر کے جرائد غل مچائیں گے تو شہر کے اخبار نویس صاحب (اینجانب) اُن کا گلا دبائیں گے۔ کچھ پولیس دھمکائیگی کچھ مجبوری چکر میں پھنسائے گی۔ اشاعت کا فائدہ بھی حاصل اور وقار بالخیر بھی قائم۔

کہیے حضرت یہ ہے ترکیب معقول؟ "

" بیشک آپ نے اچھا کام اپنے لیے تجویز فرمایا ہے میں قائل ہو گیا۔ والسلام۔

راقم

ادبار الملک

حکایت

دو شخص راہ میں چلے جاتے تھے سامنے سے ایک بڑھیا آئی۔ اتفاقاً بڑھیا نے اپنی ناک پر سے مکھی اُڑائی اور آگے بڑھ گئی۔

(۱) دیکھی انجناب کی صولت و جبروت ناواقف بڑھیا نے راہ چلتے سلام کیا۔

(۲) ابے واہی ہے ہم ہی ہیں رعب و داب والے واللہ گا بھی گابہ ؟ التی ہے خدا کی قدرت انھیں سلام کیا تھا۔ ابھی ہمیں سلام کیا ہیں۔ تم بیچارے کس گنتی کی مولی ہو۔

(۱)۔ زیادہ بیہودہ نہ بکو تمھاری ہفتاد پشت میں کوئی سلام کے قابل تھا یا تمھیں ایک ایسے دھنا سیٹھ پیدا ہوئے ہو۔

(۲) بڑی بی سے چل کے پوچھو۔ اسی بات پر فیصلہ ہو جائے۔

(۱) چلو اچھا تو ہے۔

(۲) اے بڑی بی۔ اے بڑی بی تم نے کس کو سلام کیا مجھے یا انھیں۔

(۱) اجی تم نے ہم ہی کو سلام کیا تھا: وہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں ہم ہی کو کیا ہوگا۔ (اشارے سے) کہدو تم ہی کو سلام کیا تھا۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔

بڑھیا متعجب کہ یہ کیا گفتگو ہے۔

بڑی بی:۔ بیٹو سنو سلام کا حال تو میں پھر کہوں گی۔ پہلے اپنا اپنا حال کہہ ڈالو۔ تم میں سے جس کسی نے زیادہ عقلمندی کا کام کیا ہوگا اُسی کو میرا سلام پہونچے گا۔

(۲) تو بھئی عقل تو انجناب ہی کی تیز ہے کیا معنے کہ پرسوں بندہ اپنی سُسرال گیا تھا۔ چلتے وقت اماں جان نے کہدیا کہ بیٹا اگر تمھارے ساس سسرے کھانے کو دیں تو جب تک خوشامد نہ کروالینا کھانا نہیں۔ آپ جانیے: بندہ والدہ ماجدہ کا مطیع و فرمانبردار فرزند لاکھ لاکھ سُسرال والے کہا کیے دولھا میاں کھانا کھا لیجیے۔ اوں ہوں ایک نہیں ہزار نہیں۔ آخر وہ بھی تھکلے اور بندہ بھی بھوک کی جھانجھ میں سو گیا۔ بارہ بجے رات کو آنتوں نے پیٹ میں اُدھم مچانا شروع کیا لاکھ لاکھ کہتا ہوں سُسرال ہے سسرال ہے مگر وہ بولعجبیاں نہیں سنتیں۔ آخر چپکے سے اُٹھا کہ لاؤ باورچی خانے میں کچھ ڈھونڈھو شاید مل جائے تو چپکے سے کھا کے پڑ رہو۔ آہستہ آہستہ اُٹھا ایک ہنڈیا میں انڈے رکھے تھے۔ اُٹھا لایا۔ ایک انڈا نکال کے توڑنا چاہتا تھا کہ بی بی کی آنکھ کھل گئی۔ اب کیا کروں۔ انڈا چپکے کے منھ میں رکھ لیا اور اس انتظار میں بیٹھا کہ آنکھ اوجھل ہو تو کھاؤں مگر وہ مرغی والی نہ آج سوتی ہے نہ کل میرے گالوں کو دیکھ رہی ہے کہ یہ کیوں یکایک گابھن ہو گئے۔ بی بی اتنا گڑگڑائی کہ سارا گھر جاگ اُٹھا۔ اب کوئی تو سے میں آگ لیے چلا آتا ہے کہ لاؤ سینک دیں۔ کوئی گرما گرم لیپ لگا رہا ہے۔ کوئی اس فکر میں ہے کہ صبح ہو تو جراح کو بلائیں۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی میں اُسی طرح آدمیوں کے حلقے میں بیٹھا رہا۔ اتنی مہلت نہ ملی کہ منھ چلاتا یا اُگلتا اتنے میں نائی آگیا اور اس حرامزادے نے نشتر چبھو دیا۔ ہائے ہائے کیا موذی نائی تھا مجبوراً میں نے انڈا اس گال سے اُس گال میں رکھ لیا۔ اب تو نائی نے کہا کہ مادہ فاسد ہے یہ ایک قسم کی متحرک گلٹی ہے۔ خیر میں دوسری طرف بھی نشتر دیتا ہوں اب کی اُس نے میرا منھ زور سے پکڑا اور نشتر لگایا۔ ادھر تو انڈا پھوٹا اُدھر نشتر کی تکلیف سے منھ کھلا۔ مواد نے کپڑے رنگے۔ بندہ مارے شرم کے بھاگا۔ کہو بڑی بی ہوں میں کچھ قابل تعظیم ؟۔

(۱) تمھاری ایسی تیسی۔ بڑی بی تم میرا قصہ سنو۔ میں جو اپنی سُسرال گیا تو لاکھ لاکھ لوگوں نے کہا کھانا نہ کھایا آخر لوگ مجبور ہو گئے اور انجناب مع اہلیہ مکرمہ پلنگ پر دراز ہوئے مگر مارے بھوک کے عجب حال۔ آخر دل میں آئی کہ لاؤ چپکے سے باہر نکل کے پاس پڑوس میں بھیک مانگو جہاں کہیں سے ٹکڑا مل جائے پیٹ میں ڈالو بات بھی رہے اور پیٹ بھرے۔ آہستہ آہستہ اُٹھا اور دبے پاؤں باہر نکلا دو چار مکان دیکھ بھال کے سُسرال کے دروازے پر آیا۔ صدا لگائی "مسافر ہوں کل سے کچھ کھایا نہیں کبھی بھیک نہیں مانگی اللہ بھلا کرے" میری آواز سے بی بی کی آنکھ کھل گئی پہلو میں مجھے نہ پایا۔ سمجھیں پاخانے گئے ہوں گے۔ فقیر کو روٹی دینے دروازے پر آئیں۔ اب وہ ہاتھ بڑھاتی اور کہہ رہی ہیں "لو سائیں لو" اور بندہ اس خیال سے کہ شب ماہ ہے کہیں پہچان نہ لیں پیچھے کھسکتا چلا جاتا ہے۔ آخر پیچھے کنواں تھا دھم سے کنوئیں میں جا رہا۔ دھماکا سنتے ہی تو دوڑ میں دو محلہ والے اور سُسرال والے رسیاں لے کے پہونچے اب جو انجناب نکالے گئے تو واللہ جیسے دیکھیے ہکا بکا ہیں کون ! حماقت دولھا ! ارے سمجھلے دولھا میاں ! واللہ مجھے تو بی بی سے نفرت ہو گئی۔ پہلے وہی چلائیں کہ فقیر کوئیں میں گر پڑا۔ جی میں آئی کہدوں تمھارے جوبن کا فقیر ہوں مگر چپ ہو رہا۔ عجب اُلو کی پٹھی ہے اور سالے صاحب کو دیکھیے وہ بھی عجیب عقلمند ہیں فرمانے لگے اے حضرت یہ آپ کو کیا سوجھی تھی بھوک لگی تھی تو کھانا مانگ لیا ہوتا۔ ہم سمجھے تھے کہ آپ رات کے کھانے کے عادی ہیں۔ اس لیے زیادہ اصرار نہیں کیا۔ آپ نے باجی سے کہا ہوتا وہ کھانا لے آتیں۔ یہ سالا اپنی حماقت کے پیچھے دیوانہ ہو رہا تھا۔ انجناب ابھی سوکھے بھی نہ تھے کہ سر پر پاؤں رکھ کے بھاگے۔

کہو بڑی بی میں ہوں قابل تسلیم ؟۔

بڑی بی۔ اس میں کیا شک ہے ؟ تم قابل تعظیم وہ قابل تسلیم۔ مگر میں تو تم جانو ایک سٹھیائی ہوئی بڑھیا ہوں اگر مناسب سمجھو تو اس کا فیصلہ لارڈ ریڈنگ کے حوالے کر دو وہ بڑے منصف ہیں ابھی اُن کو ایک ایسا ہی معاملہ طے کرنا ہے۔ مسٹر محمد علی نے اتفاقاً ایک معافی نامہ شائع کیا۔ گورنمنٹ آف انڈیا کہتی ہے کہ یہ معافی ہم سے مانگی گئی۔ پبلک کہتی ہے واہ تم ہوتی کون ہو معافی ہم سے مانگی۔ جہاں یہ قضیہ طے ہوگا وہیں لگے ہاتھوں یہ جھگڑا بھی چک جائے گا۔ مگر ایک پیام میرا بھی کہدینا کہ میں نے خالی ناک پر سے مکھی اُڑائی تھی۔

سیرِ روحانی

مسمریزم کے اعمال یا عمل کے اثر پر علم النفس دیکھا چکا ابھی تک کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکا۔ یہ علم ابھی تک موثر و متاثر و تاثیر میں فعلی و انفعالی اعجاز کی نبض ٹٹولتا ہے۔ خدا بخشے مولوی مدن کو ان کی بی بی بھی حال ہی کے علم النفس پر اعتقاد رکھتی تھیں۔ چنانچہ جب مولوی مدن کارگاہ کی کچہریوں سے مطمئن ہو کے بیٹھے۔ حقہ سامنے آگے رکھا۔ حضور قلب و شہود کے ڈولے ہوئے تار میں مراقبے نے گانٹھ لگائی تو دفعۃً "دوت دوت" کی بے ہنگام صدا لگانے لگے۔ پوچھا "کا بکت ہو" (کیا بکتے ہو) مولوی مدن اس گستاخانہ سوال پر بہت جھلائے "بکت ہو" تو کا تمیز (تمیز) کیوں نہ آئی۔ اری مسمریزم کہت ہے تاہی کا چپزاوت ہو" اس تعلیم و تلقین کے بعد مولوی مدن یا مدن شاہ نے فرمایا اس وقت کعبہ شریف کا دروازہ نگہبانوں کی غفلت سے کھلا رہ گیا ہے۔ ایک کتا دم اٹھائے اس سرزمین پاک کو نجس کرنا چاہتا تھا۔ میں نے یہیں سے بیٹھے بیٹھے ہنکا دیا۔ بات گزر گئی۔ مگر دل لگی یا ز بی بی نے ان کا پالا ہوا پلا جسے اکثر سگوں سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے اسی وقت ذبح کر ڈالا اور بھون مجلس کے کھانے کے وقت دسترخوان پر رکھ دیا۔ مدن شاہ کی عادت تھی کھانے میں پلے کو ضرور شریک کرتے تھے حسب عادت قبل از بسم اللہ لگے "توتو" کرنے۔ بچے بالوں نے ماں کی یہ حرکت دیکھی تھی مگر وہ اس کشمکش میں تھے کہ کہیں تو ماں ماری جاتی ہے نہیں تو باپ کتا کھاتا ہے۔ بی بی اب تک "توتو" آواز سنتی رہیں۔ آخر چپ نہ رہا گیا تڑخ کے بولیں "ہونہہ کعبہ کا کتا دیکھ لیں۔ گھر کا پلا سامنے رکھا ہے دیکھا نہیں جاتا توتو توتو کر کے کچھ مغز بھونکا ہے کارت میں ڈالتے ہیں پلا ہے جسے کھا رہے ہو وہی کا پلا ہے جھوٹے مر گئے تم کا جھوٹ پر یہ نہ آئی" اس تاریخی واقعے پر علمائے سیکالوجی نے یوں طبع آزمائی کی ہے کہ کیا مولوی مدن نے قوت مکاشفہ سے یہ دریافت کر لیا تھا

کہ کیسے میں گستاخ جدا ہے۔ اگر یہ تسلیم کر لیا جائے تو چند باتیں سمجھ سے باہر ہیں یعنی یہ کہ کتا دم ہلا کے بھاگا تو کسی کی آواز ... واز نہیں سنی۔ تاہم ہے جس کو موثر و متاثر سے ظاہر کوئی علاقہ ہوتا مگر اس کے آثار ظاہر ہو جاتے ہیں۔ مدد اطلاع متاثر بھی اس پر مشروط نہیں کی جاتی۔ چنانچہ کسی ذریعے سے معمول بیہوش کیا جاتا ہے اور طریان خواب مقناطیسی کی حالت میں اس سے کہا جاتا ہے کہ ذری مہربانی فرما کے شملہ کی چوٹی تک چلے تو جاؤ۔ معمول صاحب فرماتے ہیں بہت خوب لیجیے بندہ وہاں پہنچ گیا۔ خدا کا فضل ہے کہ مولوی مدن کی زوجہ مکرمہ و قبیلہ محترمہ آج موجود نہیں ہیں ورنہ ضرور اعتراض کر دیتیں کہ جھوٹے تم تو ابھی یہیں موجود ہو۔ گئے کہاں۔ یا اگر کوئی قانونی کٹھ حجتی وکیل یہاں موجود ہوتا تو جھٹ ٹیلیفون یا تار برقی کے ذریعے سے دریافت کر لیتا کہ اس وقت فلاں شخص (معمول) شملے میں ہے یا نہیں؟ تار والا فوراً اپنی کھٹ کھٹ میں جواب دیتا کہ یہاں نہیں ہے اور بندہ درگاہ بھی اسی طرح محجوب ہو جاتے جس طرح مولانا مدن کباب بچۂ سگ نوش جان فرما کے بیٹھے تھے۔

عامل: اچھا بھئی پہنچ گئے تو ذری وایسرائے صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ۔

معمول: اجی کبھی وہاں تو گوروں کا پہرا ہے۔ بڑے مرد ہو تو تم ہی وہاں کیوں نہیں جا پہنچتے۔ کیا میری جان فالتو ہے جو وہاں جاؤں۔

عامل: اپنے خدا کو مان کے جا دیر نہ لگا۔

معمول: اماں تم تو کچھ گھانس کھا گئے ہو۔ وہاں جاتے ہوئے فرشتوں کے پر جلتے ہیں۔ بھلا میں بیچارہ کس کھیت کی مولی ہوں۔ میں وہاں نہیں جاتا تمہیں کچھ پوچھنا پاچھنا ہو تو عرضی دے کے پوچھ لو۔

عامل: ارے بھلے مانس۔ تو بھی عجب کھجتی نفر ہے۔ عرضی دینے میں دیر بھی ہوگی۔ دوسرے خاطر خواہ جواب نہ ملے گا۔ تم جاؤ گے تو اس طرح ان سے گفتگو کرو گے کہ انھیں معلوم بھی نہ ہوگا۔ نہ کوئی سکتر دفتر آڑے آئے گا۔

معمول: یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ الف لیلہ والے الہ دین نے چراغ کے موکل کو مرغ کا انڈا لانے کا حکم دیا تھا اس نے انکار کر دیا۔ میں بھی تمھاری تعمیل اسی حد تک کر سکتا ہوں جہاں تک امکان ہے۔ زمانہ مجبوریوں کی زنجیریں توڑتا چلا جاتا ہے۔ اس زمانے میں تم کو تکلیف مالا یطاق دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

عامل: لاحول ولا قوۃ۔ اب یہ بھی کوئی تکلیف مالا یطاق ہے۔ تم جاؤ تو سہی مجھے بہت ضروری باتیں پوچھنی ہیں اور تم دیر لگا رہے ہو۔

معمول: پھر وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔ اجی تم ہندوستان میں رہتے ہو اور اتنا نہیں جانتے کہ گاندھی جی نے ترک موالات کا حکم دیا ہے۔ آج میں تمہارا بھیجا ہوا جاؤں اور کل اخبار والے چہ میگوئیاں کرنے لگیں کہ یہ وہاں خطاب اور معافی مانگنے گیا تھا تو میں کہیں کا نہ رہوں۔ نہیں جناب معاف کیجیے بندہ وہاں نہ جائے گا۔

عامل: عجب بیوقوف سے سابقہ پڑا ہے ارے بھئی تو ہمارے حکم سے جاتا ہے کچھ اپنی مرضی سے تو جاتا نہیں۔

معمول: کچھ ہی ہو میں وہاں نہ جاؤں گا۔ ایک مرتبہ نہیں سو مرتبہ کہتا ہوں کہ نہ جاؤں گا۔ بس اب بھی سمجھے یا نہیں۔ اور کہیں سے کہو ملوں۔

عامل: اب جاتا ہے کہ کچھ لے گا۔ بڑا نان کوآپریٹر بن کے آیا ہے بزدل کہیں کا۔

معمول: دیکھو جی سنبھل کے بات چیت کرو۔ جب تک میں طرح دیتا ہوں اسی وقت تک سنتا ہوں۔ ابھی قانون شکنی پر آمادہ ہو جاؤں تو ساری قوت مقناطیسی و عمل کہربائی آئرلینڈ کی سلامت روی کی طرح یاد ہوائی ہو جائے۔

عامل: (دل میں) سچ کہا ہے بنیے کا ٹٹو بے لید سونگھے نہیں چلتا۔ (معمول سے) اچھا بھئی وایسرائے کے پاس نہ جا تیری مرضی گورنمنٹ ہاؤس کے کیمپ کی سیر میں تو کچھ حیل حجت نہیں ہے؟

معمول: کیوں نہیں ... اور ضرور ہے۔ گورنمنٹ کیمپ

حکم سے جو چین لگایا جاتا ہے اُس کی ہوا بھی ہمارے جسم کے لیے مضر ہے۔"

عامل:۔ "اللہ رے تیرا تعصب۔ اور جو کچھ عذر ہو وہ بھی لگے ہاتھوں کر ڈالو۔ پھر تو میں تمھاری ہی منطق سے تم پر قابو حاصل کر لوں گا۔"

معمول:۔ "آنکھیں منھ پر ہوں تو دیکھ لو میں گاندھی کیپ پہنے ہوں۔ ادھر مجھے پہرے والے نے دیکھا اور اُدھر اس کے تعصب حاکمانہ کے دریا میں طوفان آیا۔"

عامل:۔ "معقول عجب طوفان خیز ٹوپی ہے۔ سب میں تم سے پوچھتا ہوں۔ کیا قانون شکنی کا رزولیوشن تمھاری کانگریس نے پاس کر دیا؟"

معمول:۔ "نہیں۔"

عامل:۔ "تمھیں معلوم ہے کہ ملکی ضرورت سے مہاتما گاندھی والسرائے سے چھ سات مرتبہ ملے۔"

معمول:۔ "ہاں۔"

عامل:۔ "پھر اب تمھیں کیا عذر ہے۔ تم بھی ملکی ضرورت سے بھیجے جاتے ہو۔"

معمول:۔ "اگر یہ بات ہے تو خیر مضائقہ نہ درد۔ اچھا اے لو میں بغیر ملاقاتی کارڈ یا درخواست ملاقات بھیجے ہوئے غڑاپ سے پردہ اُٹھا کے ملاقاتی کمرے میں داخل ہو گیا۔ سمجھے؟"

عامل:۔ "شاباش۔ والسرائے صاحب کیا کر رہے ہیں؟"

معمول:۔ "کچھ متردد معلوم ہوتے ہیں۔"

عامل:۔ "کیوں متردد ہیں؟"

معمول:۔ "تم بھی مجھے کچھ ردد معلوم ہوتے ہو۔ ابھی ایک تردد ہو تو کوئی کہے۔"

عامل:۔ "کچھ کہو تو سہی۔"

معمول:۔ "سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ وطن سے چلتے وقت والسرائے صاحب کی زبان سے ایک نہایت جامع و مانع لفظ نکل گیا۔ بندہ بشر ہے بھول چوک ہو ہی جاتی ہے۔ پس چاروں طرف سے پریشانیوں نے گھیر لیا۔ چڑیا تو چین میں جان پھنس گئی۔ ہندوستانی مرہٹوں کی مجلس میں حصہ بانٹنے والے کو۔ کوتے کے شکار میں چڑیمار کو۔ چھٹی مانگنے والے اسکولی لڑکوں میں ماسٹر کو اس زحمت سے مقابلہ نہ کرنا پڑا ہوگا جس میں ہمارے والسرائے مبتلا ہو گئے ہیں۔"

عامل:۔ "ٹھیک بات ایک ہی ہوتا ہے لفظ کو بڑے کیا ہوا کی شکلیں بھی بڑی ہوتی ہیں۔ خدا تن دیکھ کے جامہ بنتا ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ایک دنیا اُن شکلوں کو قسمت سمجھ کے ان کی طرف دوڑتی ہے۔ ہندوستانی حکومت کا اعلیٰ عہدہ کوئی کچھ ہنسی ہے؟ نہیں اس عہدہ پر پہنچنے سے مشکلیں آسان ہو جانی چاہییں تھیں۔ مگر تعجب ہے کہ اعلیٰ حکومت پر دسترسی نے تردد بڑھا دیا۔ آخر وہ کون سا لفظ تھا جس نے زبان سے نکلتے ہی تو حش و تردد کا طوفان اُٹھا دیا۔ خدا اُس لفظ کو دنیا کی ڈکشنری سے نکالے۔"

معمول:۔ "ابھی وہ کوئی نیا لفظ نہیں ہے۔ ڈکشنری سے نکال بھی ڈالا جائے تب بھی دل کے خزانۂ الفاظ میں محفوظ رہے گا۔ دنیا میں محبوب ترین چیز بھی یہی لفظ ہے اور مبغوض ترین شے بھی یہی لفظ ہے۔"

عامل:۔ "بھلے مانس کب تک پہیلیاں بوجھوائے گا۔ آخر وہ لفظ کون سا ہے؟"

معمول:۔ "ابھی وہ لفظ نہایت عام ہے مگر فساد کی جڑ ہے جہاں کہیں اس کا ذکر ہوا پھر فساد ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ بس یہ سمجھ لو کہ ہر ایک لڑائی میں اس کا دخل ضرور ہوتا ہے خواہ روم روس کی جنگ ہو یا جورو خاوند کی۔"

عامل:۔ "تم بہت بک بک رہے ہو تحکم قوت مقناطیسی تمھیں حکم دیا جاتا ہے کہ فوراً اس لفظ کو بتاؤ۔"

معمول:۔ "حضور وہ لفظ "عدل" ہے جس کو پیار سے انصاف بھی کہتے ہیں۔"

عامل:۔ "پھر اس لفظ میں کیا برائی ہے؟"

معمول:۔ "میں نے کب کہا کہ اس میں کچھ برائی ہے۔ اگر اس میں برائی ہوتی تو ساری دنیا اس کی طالب نہ ہوتی۔ میرا مطلب صرف اس قدر ہے کہ یہ لفظ مصیبتوں کا پیش خیمہ ہے۔ اسے دنیا کی بدنصیبی کہیے یا منصف کی طرز معدلت گستری خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ کسی قسم کی منفعت بھی ملحوظ خاطر ہو۔ ایک عربی شاعر کہتا ہے ؎

بذا قضت الایام ما بین اھلھا

مصائب قوم عند قوم فوائد

"دنیا زمانہ کے درمیان زمانہ یوں ہی فیصلہ کرتا ہے کہ ایک قوم کے مصائب دوسری قوم کے لیے فوائد کا باعث ہوتے ہیں۔"

اُردو کے شاعر نے اس مطلب کو دوسری طرح ادا کیا ہے ؎

ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھہری

گھوڑے کے منھ میں لگام دینے اور اس پر سواری گانٹھنے یا چلنے چلتے بید سونگھنے اور اس نیچرل حرکت پر سزا کا تازیانہ لگانے میں کسی کو ظلم کا مرتکب قرار نہیں دیا جاتا۔ ہمارے والسرائے صاحب سے بڑی غلطی ہوئی کہ اُنھوں نے بغیر استثنا و قید اپنی تقریروں میں عدل و انصاف کو کھانا شروع کیا۔ اہل غرض امیدواروں کی امیدیں اخباری کاغذ کا وی پی نہیں ہیں جسے غافل خریدار طلب کر کے واپس کر دیتا ہے اور بیچارا منیجر اپنے نقصان پر خاموش ہو رہتا ہے۔ امید جب ناکام واپس ہوتی ہے تو بہت اُدھم مچاتی ہے۔

عامل:۔ "ارے بھئی ہمارے لاٹ صاحب نے اگر عدل و مساوات کی منادی کرائی اور کوئی قید نہیں لگائی تو اس میں تردد کاہے کا۔ عدل کہتے ہیں افراط و تفریط سے بچنے کو۔ آجکل تین فرقے ہیں ایک تو حاکموں کا ہے جن کا باوا آدم ہی نرالا ہے۔ یہ نہ ہاری مانتے ہیں نہ جیتی۔ ان کے علاوہ رعایا میں دو فریق ہیں ایک افراط پر عامل ہے اس کا نام ایکسٹریمسٹ ہے۔ دوسرا تفریط کا قائل ہے اس کا نام موڈریٹ ہے یہ دوسرا گروہ اعتدال پسند کہلاتا ہے۔ اعتدال مشتق ہے عدل سے۔ والسرائے صاحب" یا عدل یا عدل کا عمل تسخیر پڑھتے ہوئے جو تشریف لائے تو اہل عدل و اعتدال یعنے ماڈریٹ فرقے کے گروہ گھنٹال سمجھے کہ ہمیں بلاتے ہیں۔ پھر کیا تھا دہنے بائیں آگے پیچھے نیچے اوپر اغل بغل ادھر ادھر خلوت میں جلوت میں ماڈریٹوں نے گھیر لیا۔ اگر یا عدل یا عدل کی جگہ یا قانون یا قانون کہتے تو زیادہ مناسب تھا اسلیے کہ اہل ہند گذشتہ قوانین میں

الٰہی ہے کار وہ اس وقت تک نہیں بدل سکتا جب تک ہندوستانیوں کے افسروں کے لیے ایسا معتدل قانون نہ بنایا جائے جو عدل کے جمیع جزئیات پر منطبق ہو۔ ایسے اصحاب یہاں صرف مائنوریٹی گروہ پر حکومت کرنے کی تمنا رکھتے ہیں جن کی مقدار اقل قلیل ہے۔ اس جماعت کو بخوبی معلوم ہے کہ معجزہ یا کرامت سے مولوی مدن شاہ کی طرح یہ بالکل خالی ہیں لہذا یہ حکومت کے ساتھ سازش کرکے جبر و دھمکی اس خواہش کو دبانا چاہتے ہیں جو قانون مجوزہ وقت کے خلاف ہر ایک دل میں پیدا ہو چکی ہے اور اس کے صلے میں شاباش کا خلعت اور بڑے بڑے عہدے حاصل کرنا چاہتے ہیں جب ایسے گروہ کو انھوں نے یا عدل یا عدل کا دانہ ڈال کے گرد جمع کر لیا ہے تو پھر تردد بیکار ہے خوشامد خورے جہاں جمع ہو جاتے ہیں وہاں تدبیر و عقل کو زیادہ مداخلت نہیں رہتی۔ وہ اگلا زمانہ بھی اب نہیں ہے جو خوشامدیوں کا پاس عزت اس درجہ کیا جائے جتنا کہ مزید شیبانی سے ظاہر ہوا مسلم بن ولید ایک شاعر تھا اس نے مزید کی شان میں قصیدہ کہا دو شعر اس قصیدے میں اس مطلب کے تھے کہ میرا ممدوح ایسا بہادر ہے کہ شوق جنگ میں ہر وقت زرہ پہنے رہتا ہے خواہ وہ زمانہ امن ہی کیوں نہ ہو زمانہ الوار اس میں ذرا بھی پائے نہیں جاتے۔ چکن پٹی نہیں کرتا عطر نہیں لگاتا سرمہ نہیں لگاتا۔ خلیفہ ہارون رشید نے مزید شیبانی کو بلا بھیجا یہ آیا تو ریشمی لباس پہنے تھا خلیفہ نے کہا کہ تم نے اپنے شاعر کو جھٹلا دیا۔ مزید نے اپنے لباس کے بند کھول کے دکھائے تو زرہ موجود تھی مزید کا قول تھا کہ خدا بھلا کرے مسلم ابن ولید کا اس نے مجھے آرام سے محروم کر دیا اور گھنونا بنا دیا۔ مجھے عطر کا بہت شوق تھا مگر جب سے یہ شعر سنے ہیں عطر کی خوشبو سے محروم ہو گیا خیر یہ افسانے تو صرف کتابوں میں لکھے ہیں اب تم براہ مہربانی اہل ہند کی جانب سے بعض سوالات کا جواب لاٹ صاحب سے حاصل کرو۔"

معمول: "یہ بات وہ بات ٹھیک مگر میری بات اسی سے تو میں گورنمنٹ ہوس میں جاتا نہیں تھا۔"

عامل: "ارے بھلا تجھ کو وہاں کوئی قصیدہ نہیں پڑھنا پڑے گا جو تو گھبرایا جاتا ہے۔"

معمول: "بھلا گھبرانے کی کیا وجہ ہے، وہ تو ہیں متردد اگر میں کچھ پوچھوں اور انھیں غصہ آ جائے تو آپ کا کیا بگڑے گا بندے کی روح حوالات کی سیر کرے گی اور جسم یہاں آپ کے عمل مقناطیسی کی زیر حراست رہے گا انھا سنگھ کی طرح آپ جھنجوڑ جھنجوڑ کے جگائیں گے انجناب کو خبر بھی نہ ہوگی۔"

عامل: "پھر وہی مرغی کی ایک ٹانگ بھلے مانس! وہ منصف مزاج ہیں۔"

معمول: "وہ تو ضرور منصف مزاج ہیں مگر ہندوستان کی قسمت میں آرام و انصاف نہیں لکھا ہے جو قوانین پیشتر سے جاری ہیں ان کے اختیارات کی وسعت جہان نہیں بلکہ آسمان کی وسعت کے برابر ہے جب ایک کانسٹیبل کو ادھر ادھر کا بہانہ ڈھونڈھ لینے کے بعد کسی کو داخل حوالات کرنے کا حق حاصل ہے اور اس حبس کی بازپرس نہیں ہو سکتی تو وایسرائے کے اعلیٰ عہدہ دار کے اختیارات کا کیا پوچھنا۔ گرد و پیش ایسے لوگ ہیں جو زبردستی ہندوستانیوں کی نیابت کا حق حاصل کر رہے ہیں۔ ہندوستانی کہتے ہیں تم ہرگز ہمارے وکیل نہیں وہ کہتے ہیں واہ ہیں کیوں نہیں پچاس ہزار آدمیوں میں سے مبلغ ساڑھے تین نفر نے ہمارے حق میں ووٹ دیا ہے ہم قائم مقام ہماری ہفتاد پشت قائم مقام۔ اگر ان کو کہیں یہ معلوم ہو گیا کہ کسی نان کواپریٹر کی ایک مقناطیس زدہ روح گرفتار ہوئی ہے تو زمین آسمان کے قلابے اس نامنصفی کو انصاف کا جامہ پہنانے میں ملا دینگے جیتے جی پھر چھڑانا دشوار ہو جائے گا۔"

عامل: "تمہاری بکواس کسی طرح کم نہیں ہوتی پھر میں اپنی مقناطیسیت کو اشارہ دوں گا تو حضور حضور کرنے لگو گے۔ خوب سمجھ لو کہ یہ عمل مقناطیس دفعہ ۱۲۴ و ۳۰۵ و ۱۰۰ تعزیرات ہند کا قبلہ گاہ ہے کوئی لاکھ اچھلے مگر گولا لاٹھی ہوئے بغیر دم نہیں لے سکتا تمھیں حکم دیا جاتا ہے کہ حضور لاٹ صاحب کی خدمت میں مزاج پرسی کرو۔"

معمول: "وہ اردو نہیں جانتے۔ میں انگریزی نہیں جانتا۔"

عامل: "کچھ پروا نہیں روحیں ہر زبان سے واقف ہوتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس فرشتے بھی پولیس سی آئی ڈی کی طرح ہمہ گیر ہوتے ہیں۔"

معمول: "غلط اور صریح غلط۔ بقول بعض ارباب علم کے ایک حکیم سے فرشتے نے پوچھا تھا 'الست انت زندیق' تو اس نے جواب دیا 'السلقس فوق الاسلقسات' بیچارے فرشتے صاحب ڈکشنری ڈھونڈھنے۔ اگر ہر زبان سے واقف ہوتے تو کیوں اللہ میاں سے اس کے معنی پوچھنے جاتے۔ اسی طرح ایک اسکولی طالب علم سے فرشتے نے پوچھا تھا۔ تمہارا رسول کون تھا اس نے کہا ہامٹ ہمرسلہ۔ پھر سوال کیا اس کا جانشین کون ہوا تو کہنے لگا آئی ڈونٹ نو، اور بیسٹری سرا۔ آخر فرشتے صاحب کو خدا سے ان الفاظ کے معنے پوچھنے پڑے۔ اللہ میاں نے سمجھایا کہ وہ سچ کہتا ہے ہندوستان کے اسکولوں میں جو تاریخ پڑھائی جاتی ہے وہ ہندوستان کے وایسرائے اور انگلستان کے بادشاہوں کے حالات سے متعلق ہوتی ہے وہ بیچارا یہی کہتا ہے کہ میں عرب کی تاریخ سے واقف نہیں ہوں تم گھبرا کیوں گئے۔ وہ کیا جانے کہ رسول عربی کا اصلی نام کیا تھا۔ رسول کے جانشین کون تھے بیچارا نام ہی کا مسلمان ہے یہی غنیمت ہے کہ وہ اپنے رسول کا نام تو جانتا ہے۔"

عامل: "خیر قصہ تو پھر کبھی سنانا حضور وایسرائے سے عرض کرو کہ حضور کیوں متردد ہیں۔"

معمول: "حضور فرماتے ہیں کہ کیا بتاؤں کوئی بندہ کا بندہ ایسا نہیں ملتا کہ ان آفتوں سے مجھے بچائے۔ ہائے میں کیا جانتا تھا کہ ہندوستان میں انصاف کرنا تو درکنار انصاف کا نام لینا بھی دشوار ہے میری عمر کا بہت بڑا حصہ انصاف حاصل کرنے اور انصاف کرنے میں گزرا ہے جب میں بیرسٹر تھا تو جج کو انصاف کی ترغیب دلاتا تھا پھر میں خود جج ہوا تو انصاف ہمیشہ مد نظر رہا۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ قانون ایک چیز ہے جو انصاف کی معین ہوتی ہے اور اس کے اصول معین کرتی ہے۔ مگر لارڈ چیف جسٹس ہونے کے باعث انصاف کا

فقط میری زبان پر چڑھا میرے دماغ میں سمایا ہوا ہے۔
مگر بعض ہندوستانی معاملات ایسے ہیں جن کو انصاف
کے ساتھ اتنا لگاؤ بھی نہیں جتنا کچھ ہوئے تیل اور پانی
ہوتا ہے کہ گو دونوں ایک ذات نہیں ہوتے مگر
تھوڑی دیر کے لیے دونوں کے اجزا ایک دوسرے
میں مخلوط ہو جاتے ہیں ؟

عامل: حضور سے دریافت کرو کہ کیا آپ کو یہاں
پہونچنے پر معلوم ہوا کہ ہندوستان میں شر کی مدافعت
شر کے ساتھ کرنا ہمیشہ سے معمول بہ تھا اگلے پچھلے حکام
نے انصاف کی یہی تعبیر کی تھی بکثرت قوانین کا وجود اسی
اصل پر مبنی ہے کہ الشر یدفع بالشر لہذا آج تک
ہندوستان میں جو کچھ ہوتا رہا وہ شر کو بڑھاتا رہا ایک
شرارہ حکام کی طرف سے چلا دوسرا رعایا کی طرف سے
جس حاکم کے شر نے رعایا کے شر کو مغلوب کر لیا وہی
ایک کامیاب حاکم سمجھا گیا۔ اس شر و فساد میں بیمانت
حاکم و محکوم گھوڑ دوڑ کی سی بازی لگائی جاتی تھی اور
اکثر حاکم صاحب ہی کو مونچھوں پر تاؤ دینے اور "وہ مارا"
کہنے کا موقع ملتا تھا۔ ڈائر اور اوڈوائر اسپ تازان
میدان شر و فساد میں چوٹی کے شہسوار ثابت ہوئے
آج تک ان کی اڑائی ہوئی گرد بیٹھی نہیں معافی ناموں
کی مشکیں بنوائی گئیں ان میں آب فراموشی بھرا گیا
ولایتی اور دیسی سقوں نے اس پر پانی چھڑکا مگر گرد
نہ بیٹھنا تھی نہ بیٹھی۔ بلکہ روز افزوں بڑھ رہی ہے۔"

معمول: حضور فرماتے ہیں اے اسرائیل کے
خدا کیسا بیہودہ راستہ ہے جس پر چل کے میں ہندوستان
میں وارد ہوا ہوں۔ ہندوستان میں جو کچھ خرابیاں
بدنظمی کے باعث پیدا ہو چکی ہیں ان کی نسبت سوائے
معاف کرو اور بھول جاؤ کہنے کے اور چارہ کار ہی کیا
تھا۔ میں نے بارہا یہی کہا اور مجھ سے پیشتر ملکۂ محترمہ والدہ
نے بھی ارشاد کیا۔

عامل: عرض کرو کہ مقتدر حکام یا خطاکار حکام کی
جانب سے کسی تحریر یا تقریر کا وجود میں آنا جن سے
ثابت ہو کہ حکام از کردۂ خود پشیمان ہیں آپ کے علم
میں ہے؟ ڈیوک آف کناٹ نے کوئی ظلم
ہندوستانیوں پر نہیں کیا شہنشاہ انگلستان نے
کوئی تشدد ہندوستانیوں پر نہیں کیا۔ آپ نے
اپنی ذات سے کوئی نقصان ہندوستانیوں کو نہیں
پہونچایا۔ پس ظالموں کی جانب سے آپ حضرات
کو معافی طلب کرنے کا کیا حق ہے؟ ظالموں نے
ظاہراً آپ کے نام کوئی مختار نامہ بھی نہیں لکھا۔
وہ تو بجائے اقرار کے اب بھی اپنے برسر حق ہونے پر
اصرار کر رہے ہیں۔ پس کیا آپ کے نزدیک اتنے
بڑے بڑے مظالم کی مکافات انصافاً محض بذریعۂ
وکالت فضولی معافی طلب کرنے اور بھول جانے
کی ہدایت سے ہو سکتی ہے؟ حکام یا گورنمنٹ
کے گذشتہ و موجودہ طرز عمل پر نکتہ چینی کرنے والے
مصیبت میں مبتلا کیے جاتے ہیں ان سے کہا جاتا ہے
کہ معافی مانگ لو تو تم کو چھوڑ دیں اگر معافی نہ
مانگو گے تو جیل خانے بھیج دیے جاؤ گے کیا معاف
کرو اور بھول جاؤ کے یہ اصلی معنی ہیں؟ اور قانون
انصاف کا اقتضا بھی یہی ہے؟ کہ شکایت کرنے
والے کی شکایت کا صدق دریافت کیے بغیر اُسے
یہ کہہ کے جیل خانے کی سیر کرائی جائے کہ اس کا فلاں
بیان گورنمنٹ سے بیزاری پیدا کرنے والا ہے
لہذا یہ شخص قابل سزا ہے۔ کیا گورنمنٹ زیادہ تعداد
معافی مانگنے والے لیڈروں کی اس لیے پیدا کرنا چاہتی
ہے کہ اس کو مبہم الفاظ میں معافی مانگنی پڑی ہے۔ یا
خطاکار حکام کی تعداد سے خطاکار لیڈروں کی تعداد
بڑھا کے دکھانی منظور ہے؟ کیا ان جیل خانوں میں
انصاف اور رحم دونوں کی عمدہ مثالیں موجود ہیں
جن میں یہ نوگرفتار بھیجے گئے ہیں؟ کیا یہ لمبی لمبی
سزائیں اس لیے دی جاتی ہیں کہ آزادی کی لذت
بھول جائے یا سختی جھیلتے جھیلتے خطوط ٹل جائے اور
اس طرح ڈائر شاہی کا رنج بھی فراموش ہو جائے۔

دیوانہ باش تا غم تو دیگراں خورند
عاقل رہا تو پہونچے گی تجھ کو یہاں گزند
بھلا ہے یوں نہیں بھولتا تو یوں بھول۔

معمول: حضور فرماتے ہیں کہ اس وقت ان باتوں
کے جواب دینے کا موقع نہیں ہے میں اخباری کاغذ
میں ایک درجن سے زیادہ گرفتاروں کا حال
دیکھ رہا ہوں جو ابھی ہفتے میں قانون انصاف
کے ماتحت سزایاب ہوئے ہیں۔ اور میرے گرد ایسے
ہندوستانی یورپین یا اینگلو انڈین حضرات کا مجمع ہے
جو ان سزاؤں کو بالکل قرین انصاف یا کم از کم قانون
کی رو سے صحیح باور کرتے ہیں میری رائے اس وقت
ظاہر ہو جائے تو قرین مصلحت نہیں گو قرین انصاف
ہو۔"

عامل: عرض کرو کہ یہ نیا لفظ آج سنا ہے حضور
نے تو انصاف کے ساتھ مصلحت کا ادغام اس سے
پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔"

معمول: "پھر وہی سب کا نڈرا لانے کی فرمائش جسم
میں ہوتا ہو تو زبانی آئے کہو کیا دل لگی ہے کسی حاکم
سے زبان لڑانا۔"

عامل: بھلے مانس تجھے پر ہاتھ رکھنے دے ابھی
مجھے بہت کچھ پوچھنا ہے مثلاً مجرم سے پہلے
عدالت کا جیل میں جانا یعنی کونے کھدرے میں
انصافی عمل کی الٹی سیڑھی پڑھنا۔ یا جیل خانے
میں قیدیوں کے آب و غذا و سکونت کے حالات
یا مقامی حکومتوں کی امداد سے جو اخباری کاغذ
شائع ہو رہے ہیں ان کی مصلحت اور ان کا اثر۔
یہ سب سوالات نہایت ضروری ہیں۔

معمول: "بیٹھا خوب مار کھاتا ہے اتنی دیر سے
تم نے میری روح کو گرفتار کر رکھا ہے۔ پہلے یہ بتاؤ
کہ قانون انصاف کی اس بارے میں کیا رائے
ہے۔"

عامل: "اب تو ہے نان کوآپریٹر اور نان کوآپریٹر
کے حق میں جتنی نا انصافی کی جائے وہ عین انصاف
ہے لہذا چپ چاپ خدمت ملکی میں مصروف
رہ۔ اور سوالات نہ کیے جائیں۔"

معمول: "بہت خوب مگر ہمارے حضور تو اس
وقت مشتعلین ملک کی مفید کارروائیاں دلچسپ
کارروائیاں۔ ہر دلعزیزی پیدا کرنے والی
کارروائیاں دیکھنے سننے میں مصروف ہیں۔
تھوڑی دیر تامل کرو پھر جو کچھ پوچھنا ہے
پوچھ لینا۔

عامل "کہو جی ہمارے لاٹ صاحب کو سنگین ملک کے جبر سے نجات ملی یا نہیں ہوئی"

معمول "ابھی تو نہیں ہوئی۔ یہ لوگ کہیں جان چھوڑنے والے ہیں۔ ایک صاحب کہتے ہیں حضور میں نے تمام شہر کو کھود ڈالنے کی ترکیب نکالی ہے دیکھیے گا چند ہی روز میں اعلیٰ خانہ بدوش نظر آئیں گے سارے لکھنؤ نوابوں جائیں گے۔ کوئی اپنے کھدے ہوئے دالان کو دیکھ کے کہے گا ہائے یہ وہ مقام ہے جہاں ابا جان مرحوم مٹے فرما کر مسند شہود میں تشریف لائے تھے۔ دادی جان لیٹی ہوئی کراہ رہی تھیں۔ دائی کو تحفہ کی فرمائش کر رہی تھی اگر والد ماجد نہ پیدا ہوتے یا پیدا ہوتے ہی مجھو گئے کے نذر ہو جاتے تو آج انجناب علیہ الرحمہ تو سیع شہر کا مرثیہ پڑھ کے یوں جیکوں ہیکوں نہ روتے کوئی اپنی ٹوٹی کھپریل کے سٹے ہوئے آثار دیکھ کے ماتم کرے گا۔

دُم مجھڑ گئی پہنچ گئے پھرتے ہیں لنڈورے۔

ہے ہے مرے حیرکٹ چھپر کھپریل چھپر کھپریل۔ اس وقت نہ سوراج سوجھے گا۔ نہ نان کوا پریشن نہ خلافت۔ دوسرے صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت سیدھی انگلیوں سے کہیں گھی نکلتا ہے۔ یہ ساری چل پول گورنمنٹ کے سٹریلے پن کی ہے۔ اگر پہلے ہی ان چند دیوانے مجہوط الحواس ان پڑھ وسواس خناس سزا یافتہ فسادیوں کو گولا لاٹھی کر لیا جاتا تو یہ نوبت نہ آتی۔ ناک میں دم ہے نہ اصلاحی اسکیم کا قند گھول کے سبیل رکھ سکتے ہیں نہ تجارت کو فروغ دے کے ٹیکس بڑھا سکتے ہیں نہ زبردستی پکڑ کے جنت کی سیر کرا سکتے ہیں۔ تیسرے صاحب فرماتے ہیں۔ حضور گورنمنٹ غلطی پر غلطی کر رہی ہے خدا جانے وہ مادہ عصمت و طہارت جو دس برس اُس طرف گورنمنٹ میں تھا آج ہندوستانی قلّہ کی طرح کہاں غائب غلّہ ہو گیا۔ ہمارے لاٹ صاحب یہ سب آوازیں سنتے ہیں اور چپ بیٹھے ہیں۔ اور جواب دیتے ہیں تو اس قدر آہستہ کہ بندہ معمول کے کان تک نہیں پہنچتا"

عامل "خیر تم پڑھ کے پوچھو تو سہی کہ آخر ملک میں جو شورش برپا ہے اس کو ترقی ہے یا تنزل اور یہ بھی کہ مثل دوسروں کے کیا حضور کا خیال بھی یہی ہے کہ شورش چند مربھکے دلندر سزا یافتہ جیبا کی چخم دھاڑ کا نام ہے ورنہ اصلیت کچھ نہیں"

معمول "حضور فرماتے ہیں کہ لوگوں کا قول یہی ہے میں ابھی تازہ وارد ہوں تیل دیکھتا ہوں تیل کی دھار دیکھتا ہوں شملہ کی روح پرور ہوا ہے وسیع کمرے ہیں۔ دل بہلانے والے خوشخبریاں سنانے والے یار غار گرد جمع ہیں یہ سب شریف صورت یا ہندوستانی ہیں یا ہندوستانی معاملات میں تجربہ کار بدیشی ہیں۔ اتنے بھلے مانسوں کا جھٹلا دینا میرے امکان میں نہیں تمہیں بتاؤ کہ اگر تم وائسرائے ہوتے تو کیا کرتے"

عامل "عرض کرو کہ یہ بہت ٹیڑھا سوال ہے بااللہ باللہ اگر میں وائسرائے ہوتا تو تمام عہدے جمعرات کی ریوڑیوں کی طرح اپنے عزیزوں اور دوستوں کے حوالے کرتا۔ جیسے آج کل بعض وزراء جھپکے انہوں ہی کو ریوڑیاں بانٹ رہے ہیں۔ میری وہی ہائی ہوتی جو ایک لونڈی کی چند اشرفیاں چرانے کے بعد ہوئی تھی۔ جو اکیلے میں اشرفیاں بٹوے سے نکالتی تھی۔ جو اشرفی ہاتھ میں لے کے کہتی تھی چھوٹی کھوجنیا (خوزادی) رنجیا کا بڑی کھوجنیا کلوا کا مجھلی کھوجنیا بچنیا (خفائی) کا۔ اپنی بیگم صاحبہ کی تینوں لڑکیاں اپنے لڑکوں سے بیاہنے کا منصوبہ گانٹھا کرتی تھی۔ بس یہ سمجھ لیجیے کہ محمد علی شاہ بادشاہ اودھ کو جب سے یقین ہو گیا کہ مقبوضات اودھ سرکار پر تنگ ہوتے جاتے ہیں۔ آج سلطنت کا جو رقبہ ہے کل اس کا آدھا ہوگا۔ تو انھوں نے تمام سلطنت کا خزانہ مع جواہر و پشمینہ اپنی چاروں لڑکیوں کے جہیز میں دیدیا کرنا یہی پیچھے ذکر کھانے نمک حرام دلا معمول کی خیانت کی گنجائش ہی نہ رہے چلتے چلاتے ایک وقف کر کے انگریزوں کے حوالے کر گئے کہ لیجیے حضرت سہ

سپردم بتو مایہ خویش را

تو دانی حساب کم و بیش را

اپنی بسر اوقات کے لیے ماں کے مہر کا روپیہ رکھ لو تا کہ حرام خوری کا الزام بھی اپنے ذمہ عائد نہ ہو۔ مگر یہ ایسا شرعی آدمی نہیں ہے بندہ روپے کا مصرف جانتا ہے۔ سارا خزانہ حور و صلواۃ اللہ علیہا کے حوالے کرتا پس وہ مارخزانہ بن کے اس پر مسلط ہو جاتیں بڑے سے بڑا اعتراض اس تجویز پر یہ ہو سکتا ہے کہ حور صاحبہ محمودہ کرم منظرہ خاوند کی کمائی دودھ بالائی سمجھ کے سالوں پر زر پاشی و گوہر ریزی فرمائیں گی۔ مگر یہ اعتراض واقعیت کی دلیل ہے اس لیے کہ سالانہ بجٹ میں ہر ایک سالار جنگ کا مشاہرہ اتنا کافی مقرر ہو تاکہ نعام طمع کو گنجائش نہ رہتی"

معمول "حضور فرماتے ہیں کہ مسخرا پن نہ کرو سنجیدہ جواب دو"

عامل "عرض کرو کہ میں وہی کرتا جو آپ کہہ کے وطن سے چلے تھے مگر یہاں پہنچ کے یار لوگوں کے کہنے سننے میں آ گئے اور ایسا آ گئے کہ آپ میں اور لارڈ چیمسفورڈ بہادر جل جلالہ میں کوئی فرق دیکھنے والے کو محسوس نہیں ہوتا"

معمول "حضور فرماتے ہیں کہ وہ کیا ہے"

عامل "عرض کرو کہ وہی جس کا نام لینے والے کو آجکل لوگ شاعر کہتے ہیں اور یا یہ معنی کہتے ہیں کہ انہم یقولون ما لا یفعلون"

معمول "حضور کا ارشاد ہے کہ پہیلیاں نہ کہو صاف صاف کہو"

عامل "عرض کرو کہ وہی ناکارہ چیز جس کا واسطہ دیتے دیتے لوگوں نے آپ کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ وہ چیز جس کی صورت دیکھنے کو کئی برس سے ہندوستان ترس گیا ہے۔ وہی جس کی کمی مروجہ قانون میں ہے اور جب تک یہ کمی باقی رہے گی اُس وقت تک آفیسر سہاگن کے بچے کی طرح بچپن سے اگی ڈنڈا

لے پرپہ گر بعض عقل کے اندھے سارے ڈرکے دشمنوں کے لیے خیال ہیں اور دوست اس آرزو میں ہیں سہ

دوستاں را کجا کنی محروم   تو کہ با دشمناں نظر داری

چاروں کے بعد وہ پھر مٹے ہیں ہیں گے جنھوں نے صلاء عمر کی پائی کی اور یہ خسر الدنیا والآخرہ ہوا۔

کھیلتی رہیں گی۔ وہی جس کا نہ ہونا ہندوستان کو
دیا ان کہنے کو بھوٹ لگا۔ ایا نہیں دیں ہزار اپنا غلام
اسکیں۔ ہوں بے اثر رہیں گی۔ سیر ایک قانون کا سایہ
رہنے کا۔ اب زیادہ کون منتظر رکھے لیجیے جھٹ سے
کیے دیتا ہوں اے.... اے.... انصاف کرتا
اور کیا کرتا اس میں چاہے میری جان جاتی یا چلی
پھرتی نظر آتی مگر کرتا وہی جو انصاف اجازت دیتا
بغیر ڈائر ایلیڈہ پر اور اس کو بحیثیت رعا علیہ یا ملزم
ساتھ لائے گورنری منظور نہ کرتا۔ گورنمنٹ حماقت
کرتی ہے کہ دو شخصوں کی نا واجب حمایت میں ہندوستان
کا امن تصدق کیے دیتی ہے، اپنی ڈھال قربان کیے
دیتی ہے اپنی حکومت نثار کیے دیتی ہے اپنے فوائد
نچھاور کیے دیتی ہے اپنی ساکھ بگاڑتی ہے ہزار ہا
دوست پرستش بے گناہوں کا خون جو ہندوستان کے
ہاتھوں ہوگا یا ہو رہا ہے اپنی گردن پر لیتی ہے ہر ایک
سے منت کرتی پھرتی ہے کہ یار بھول جاؤ اور معاف
کردو مگر کوئی نہیں سنتا۔ ڈنڈے مار کے جیل خانے
بھیج کے کہتی ہے کہ بھول جاؤ اور معاف کرو۔ گولی
سے نہیں تک گلا دبا کے کہتی ہے کہ معاف کرو اور بھول
جاؤ شہزادے صاحب کو بھیج کے کہتی ہے فرمان
شاہی میں لکھوا کے کہتی ہے اور ولیعہد بہادر سے
غالباً اب کہلوائے گی۔ مگر اثر عنقا کے پروں میں بندھا
ہوا کوہ قاف کی سیر کر رہا ہے۔ خدا کرے کہ عنقا گریز
کرے تو بیچارے کو کہیں اور جانے کی چھٹی ملے حضور
تو شملے پر بیٹھے ہیں حضور کو کیا خبر ایک دن وہ تھا
کہ بڑی کان انگریزوں کی تعریف اور توصیف کے قصیدے
پڑھا کرتے تھے انگریزوں کے انصاف پر اُن کو اتنا
بھروسا تھا کہ خدا کو بھول گئے تھے آج کوئی اچھی بات
بھی سنتے ہیں تو اس کے بُرے معنی بناتے ہیں۔
چنانچہ آج ہی کا ذکر ہے ایک صاحب اخبار
کا کاغذ با آواز بلند پڑھ رہے تھے اور بڑے پردہ جگر
صاحب چپ بیٹھے سن رہے تھے۔ عوام کی بدگمانی
کا پتہ اس متن اور شرح سے بخوبی معلوم ہو جائیگا
خبر:- موپلے نہایت بہادر ہیں اُن کی تعداد دس لاکھ
کے قریب ہے۔"

شرح:- اے خدا زیادہ کرے۔ ابھی ان کے بازوؤں
میں قوت ہو ان کے اسلحہ مضبوط ہوں ان کی ہمت
بڑھتی رہے۔"
(واضح رہے کہ شرح کرنے والا یا حاشیہ چڑھانے والا
ایک ایسی مرنجان مرنج بالکل فارغ از غم دین و دنیا
شخص تھا۔ ممکن ہے کہ افیم کی پینک نے اسے برطانیہ
کی بدخواہی پر آمادہ کر دیا ہو لیکن افیمیوں کی قوم
صبر و نیک خواہی میں ضرب المثل ہے کسی کی تکلیف
پر خوش نہیں ہوتی خواہ تاثیر دیر پا نہ ہو مگر رنج کی بات
سے بہت متاثر ہوتی ہے)۔
خبر:- سنا ہے کہ کالی کٹ میں مارشل لا جاری ہے
اور فوجی حکام کی برائت ذمہ پہلے ہی سے اعلان کر دی
گئی ہے۔"
شرح:- جی ہاں صاحب اُن کا سیر تو سوا سیر کا بھی
ہو ... جو لاٹ صاحب تھے اُن پر ولایت سے
اعتراض ہوا تھا۔ تحقیقات کے لیے پولس (غالباً ہنٹر
کمیٹی کی طرف اشارہ ہے) بیٹھی تھی نئے لاٹ صاحب
بھلا کب ایسی کچی گولیاں کھیلتے ہیں اُنھوں نے پہلے
ہی سے انتظام سوچ لیا کہ پیچھے کو کوئی عذر باقی نہ
رہے۔ ہاں صاحب زبردست کے بیسوں ہیں۔
کیا انصاف ہے واہ۔"
خبر:- سنا جاتا ہے کہ پہلی لڑائی میں موپلوں کا نقصان
جان ۶۰۰ ہوا ہے۔"
شرح:- ابھی چھ ہزار ہوا ہے جب چھ سو کہتے ہیں ہائے
ہائے مار ڈالا بھون ڈالا۔"
خبر:- ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کالی کٹ اطلاع دیتے ہیں
کہ گزشتہ رات کو پونانی کے جنوب میں غیر مسلح موپلوں
کا ایک بلوہ رونما ہوا۔"
شرح:- اے جو میرے خیر واللہ تمھیں ہمت دے۔
واللہ کیا بے کلیجہ لوگ ہیں۔ نہتے ہیں پھر بھی چوٹ
دکھا رہے ہیں۔"
خبر:- ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موپلے پہلے سے لڑائی
کی تیاریاں کر رہے تھے وہ لوگ باقاعدہ فوج کی صورت
میں وردیاں پہنے ہوئے ہتھیار لگائے ہوئے ہیں۔"
شرح:- ابھی خاک بیچاروں کو کھانے تک کو میسر نہیں

وردیاں پہنیں گے ابھی یہ سب تو ننگے ہیں ایسے
تھا کہ سرکار کی فوج کشی اور کلدار توپوں سے حملہ کرنا
بجا نہ ٹھہرے کہ ولایت سے اعتراض نہ ہو۔"
خبر:- وہ ملند قلعہ کی لڑائی اور اس کے شہر سے
باخبر ہیں۔"
شرح:- دیکھا اس خبر کے کیا معنی ہیں یعنی یہ کہ بیچارے
کہیں گھومتے گھامتے میں چھپے گئے ہوں گے دشمن کو آتے
دیکھا ایک آدھ ڈھیلا مار دیا۔ اب اس کے یہ ہاتھ جو
باندھے۔ خدا بچائے ان اخبار والوں سے۔"
خبر:- موپلوں کے بچے اور عورتیں بھی مردوں کو لڑائی
میں امداد دیتی ہیں۔"
شرح:- لیجیے اور تحقیقی دیکھیے کچھ سمجھے بھی بھائی صاحب!
یہ جن بچوں کو لٹو میں پیلے کا بہانہ ہے مطلب یہ کہ ہوائی
جہاز ... سے یا کلدار توپ سے اگر بچے اور عورتیں
مر جائیں تو کوئی کونہ ہو کہ دشمنی سے مارا ہے۔"
خبر:- سیٹھ یعقوب حسن نے خواہش کی تھی کہ مجھ کو اجازت
دی جائے تو میں موپلوں کو سمجھا بجھا دوں مگر درخواست
باین عذر کہ سیٹھ صاحب کی تقریریں فساد انگیز ہوتی ہیں
منظور نہ ہوئی۔"
شرح:- اے ہاں کیوں منظور ہوتی وہ تو مار ڈالنا ہی مقصود
ہے کیسے سیٹھ صاحب کو جانے دیتے۔ اگر وہ فساد ہی پھیلاتے
تو کیا ہوتا۔ لڑائی تو ہو ہی رہی ہے۔ مگر ہم خوب سمجھتے ہیں۔"
خبر:- موپلے جنگ سے لڑنے والے گوریلا استعمال کر رہے
ہیں۔"
شرح:- اے کیوں نہ ہو ابھی تو یہ خبر باقی ہے کہ وہ
اُڑن کھٹولا یا مریخ کا عمل بھی جانتے ہیں۔"
خبر:- ترور نگڑی کی مسجد کے متعلق فیصلہ کیا گیا ہے کہ
اس مسجد کا خاردار تاروں سے محاصرہ کر دیا جائے تاکہ
باغی فاقہ کشی سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیں۔"
شرح:- درست ہے آپ کا کام ہی یہ ہے وہ تو لڑ کے مریں
خیر اُن کو فاقوں مارنا کچھ بیجا نہیں۔ آپ تو ہم غریبوں
کو فاقوں مارتے ہیں۔ حضرت واللہ ٹھیک منگوا دی۔ لیڈر
صاحب جب آپکے پاس توپ گولہ بارود موجود ہے تو
گولیاں کھلا کے مارنے بھوکوں مارنا تو ہم ایسے ہندوستانیوں
کے لیے ہے جن کا گناہ ظاہر نہیں ہے۔

حسبِ [illegible] معلوم ہوتا کہ گویا سننے والے پر گورنمنٹ کے خلاف بد[illegible] نازل ہوئی ہے۔ وہ ان سب ممکن باتوں کو جو برہاؤں کی نسبت [illegible] کہیں نا ممکن سمجھتا ہے حالانکہ اس کے پاس خبر کی تصدیق یا تکذیب کا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یہ گمانی البتہ لیاقت نا اندیشی حکام کی بیہودگیوں کا نتیجہ ہے اور بھولے مار دھاڑ مجسٹریٹ کے کوئی بھی ثبوت اپنے صدق و عدل اور انصاف کا نہیں دیا گیا ہے۔ نئے ریفارم کی بدولت جو نوکریوں کی بھرتی ہندوستانی ممبروں کی ہوئی ہے اُن میں سے اکثر اپنے کردار کی بدولت اس قسم کی بدگمانیوں کو اور زیادہ کر رہے ہیں اور خود گورنمنٹ ان کو صحیح و جائز ممبر تسلیم کر کے ان کے کہنے پر عمل کرتی ہے یا کرتی ہے اور حد سے سوا کرتی ہے۔ اس اعتقاد کو تقویت نہیں دیتی کہ انصاف کے اصول آئندہ ہر قانون میں ملحوظ ہوں گے۔

بندہ پرور قصور معاف آپ انصاف انصاف کہتے رہے
آئے مگر ابھی تا ایں نقش ہی بیل و نہار رہا جو پہلے تھا
ریفارم اسکیم دھوم دھڑکے سے آئی مگر ؎
وہی لنگا وہی ساری جو آگے تھی سو اب بھی ہے

عجیب غیر خواہ مخواہ کے قانون بنے اور پاس ہوئے مگر

"ہموں آش در کاسہ"

بعض بدنام کنندہ نکو نام چند خود غرض ہندوستانی اعلیٰ عہدوں پر بٹھا دیے گئے مگر خلقت کو یہی عذر رہا۔

"بابا مار اچہ"

ہماری قسمت میں تسلیم برداری ہی رہی خواہ ظلم کا ہاتھ گورا ہو یا کالا ہو چوٹ یکساں ہے۔ قانون کو انصاف سے منسلک کرنے کا فرض جو ممبر کھانے اسپیچیں دینے خوشامدیں سننے سے بدرجہا ضروری تھا اور آتے ہی اُسے انجام دینا چاہیے تھا اب بھی کچھ نہیں گیا ہے پھر وہی لیل و نہار ممکن ہے مگر ....

معمول:۔ اماں چپ بھی رہو گے یا نہیں نہ حضور سے میں نے تمھاری یاد کوئی کبھی نہ اُنھوں نے سنی خدا جانے کیا ہے کہ کچھ متنفس ہوئے جاتے ہیں اس فرض کو دم ہو فرضنا الفرض محال بلکہ خیالی اور وہی جواب سوال پر خدا جانے کہاں کا ہادم اللذات زہر بھرا ہوا ہے لہذا میں پہلے تھا تان کو اپر پیٹر اب تمھارے قابو سے باہر ہوتے کے لیے کو اوپر پیٹرا جاتا ہوں۔ ارے پولیس او پولیس ہائے مجھے حبس بیجا کیا ہے دوڑو ۔ سو ڈلو میری روح کو بہلا پھسلا کے چپڑ غٹو کر لیا ہے۔" بھئی کیا کہوں اس معمول نے حکومت وقت کو پورا [illegible] بھی نہ دینے دیا۔ آخر تارک موالات تھا کر گیا جہانہ بازی

اُن سے بس ایک ملاقات [illegible] پائی
وصل کا دن ہی رہا رات نہ ہونے پائی

لسان العصر

فرضی حقیقت

میں مرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں اس نے دم چرا لیا ہے

قدیم نباتات کے ماہر بھی سست اعتقادی میں بوا حسینی خانم سے کچھ کم نہ تھے بوا حسینی خانم ہمیشہ اپنی بہو کو منع کرتی رہیں کہ گہن پڑتے وقت ڈلی نہ کترو بچہ گھنا یا ہوا پیدا ہوگا یہ کہتے ہیں کہ دو بھائی اور سگے بھائی آپس میں لڑے تو دم الاخوین پیدا ہوئی۔ سیاؤش (فارس کا ایک شہزادہ) افراسیاب کے ہاتھوں بگناہ قتل ہوا اُس کے خون سے پر سیاؤشاں اُگی گتے کے بیناب سے گا بہتے کا وجود ہوا۔ نرگسیس ایک بہت ہی حسین جمیل جوان تھا کیفیس اور لیریٹوپی سے پیدا ہوا اپنے حُسن کے گھمنڈ اور غرور میں ایسا دیوانہ وحشت ہوا کہ گھر بار چھوڑ جنگل میں رہنے لگا مگر وہاں بھی عشق نے حُسن کی دُم تھامی یعنے ایکو دیوی جو اسی جنگل میں رہتی تھی اُس پر لٹو ہو گئی اور ایسا لٹو ہوئی کہ سایہ کی طرح کبھی پنڈا ہی نہ چھوڑتی تھی۔ نارسیس شفاف پانی کے چشمے میں اپنی صورت دیکھ کے اپنا آپ ہی گرویدہ ہو گیا۔ خود ہی عاشق خود ہی معشوق خود ہی ظالم خود ہی مظلوم۔ اب یار لوگ لاکھ لاکھ سمجھو بجھا دے کے اُٹھاتے ہیں مگر تو بہ میاں نرگس ٹکٹکی باندھے اپنی صورت دیکھ رہے ہیں۔ ہلنے کا نام نہیں لیتے۔ ایکو دیوی شانہ ہلا کے کہتی ہے کہ ادھر دیکھ یہ میرا ہی جلوہ تو نے پانی میں دیکھا ہے۔ صاحبزادے کہتے ہیں کہ آئینہ میسر ہو تو چینی میں شیشہ کر کے اپنی صورت دیکھ بھلا تو اس قابل ہے کہ میں تجھ پر مروں۔ خود پسندی کا بُرا ہو آخر میاں نرگس کی آنکھیں کھلی رہیں اور دم بند ہو گیا انھیں کی خاک سے نرگس کا پھول اُگا۔ ایک اُردو کے شاعر نے گورِ غریباں میں نرگس کا پھول دیکھ کے تعجب کیا اور کہا ؎

کیا کام ہے گلِ نرگس کا نرگستاں میں
سوا اس کا گورِ غریباں میں کس لیے ہو گزار

نرگس نے زمین ہلا کے جواب دیا ؎

میں اُسکی آنکھیں ہوں جس شخص کا یہ مرقد ہے
کہ زیرِ خاک بھی اب تک ہے حسرتِ دیدار

اس یونانی دیوزادے نرگسیس یا گل نرگس کے باوا آدم نے خود پسندی میں اپنی لال سی جان گنوائی۔ حسن پر مغرور ہو کے جنگل بسایا کاہلی و تنبلی کے کارن عشاق کو قابو میں لانے اور زندگی کا لطف اُٹھانے سے باز رہا۔ آخر آدمی سے نرگس کا پھول ہو کے رہ گیا مولانا پنچ کچھ یہی حال ہمیں ان انگریزوں کا بھی نظر آتا ہے جو سمندر اُس پار سے تہذیب یا تعلیم پھیلانے یا بالفاظ دیگر اپنی ذات میں سستی و کاہلی پیدا کرنے آتے ہیں اور یہاں پہونچ کے نرگس کا پھول یا کشتۂ خود پسندی ہو جاتے ہیں۔ غضب خدا کا جاپان نے اپنی تعلیمی حالت صرف نصف صدی میں تعلیم یافتہ ممالک کے مقابل درست کر لی۔ مگر وائے بر حال ہندوستان۔ یہ بیچارہ "ایکو" دیوی کی طرح اپنے استادوں کو ہمیشہ جھنجھوڑتا رہا کہ ؎

یار در آغوش تست ہر زہ بہر سو متاب
دیدۂ بینا طلب جلوہ نگہ پر ورست

مگر وہاں سے ؎

اس قدر آنکھیں مری محوِ تجلی ہو گئیں
پتلیاں پتھرا کے آخر سنگ موسیٰ ہو گئیں

استادوں کے ہاتھ میں خود ستائی خود بینی کا آئینہ رہا اور ... اللہ بیچ ہم یہی کہتے رہے یہاں تک کہ گائیں نے ڈھیلا مارا ؎

از قضا آئینۂ چینی شکست
خوب شد اسباب خود بینی شکست

۔۔۔ سو برس کے بعد اب کچھ لوگ ایسے پیدا ہونے لگے ہیں کہ جن کے ہاتھ سے آئینہ گر کے ٹوٹ گیا۔ تعجب و حیرت سے تکتے ہیں ؎

آئینہ ان کا ٹوٹ گیا میرے ہاتھ سے
اب کوئی منہ دکھانے کی صورت نہیں رہی

اگرچہ تھکے تو کیا ہو چکے اور کب ہو چکے جب کہ ملک میں طرح طرح کے انقلاب نمودار ہو چکے ہیں۔ کبھی کہا جاتا کہ ہم انسان ہیں غلطی کر سکتے ہیں۔ کبھی فرمائش ہوتی ہے معاف کرو اور بھول جاؤ۔ کبھی اس پر بگڑے کہ ڈیڑھ سو برس تک ہم نے تعلیم پر اپنا قبضہ رکھا اور فی صدی ۵ تعلیم یافتہ پیدا کر سکے ابھی اس پر ہمارا قبضہ رہنے دو تاکہ ڈیڑھ سو سال آیندہ تک دس فی صدی اپنے ہاتھ سے اپنا نام لکھنے والے پیدا کر سکیں۔ جن کے دل میں نہ حب وطن کا جوش ہو نہ جن کے خصائل میں ہندوستانیت کی جھلک پائی جائے۔ بوٹ سوٹ سے آراستہ چرٹ منہ میں دبائے کالی پیلی گوری لال لیڈی کا ہاتھ بغل میں "آئی تھنک۔ بیگ یور پارڈن۔ اکسکیوز می۔ آئی ایم ساری" کہنے بھر کے انسان ہوں۔ دین مذہب کے نام سے جن کے دل میں خاک اڑتی ہو۔ "ٹو الکٹ ٹو بزنس" سے جن کو فرصت ہی نہ ملتی ہو۔ جوہر علم کے عالم ہر فن کے استاد کیے جائیں مگر کسی عالم کا تصنیف و تالیف میں مقابلہ نہ کر سکیں۔ کسی فن میں کوئی ایجاد کر کے اپنا نام باقی نہ رکھ سکیں۔ جہالت کی تاریکی میں نخشب سے چاند نکلے۔ امیت کی سردی میں ہمیشہ گرم رہنے والا عالم بنے۔ جھونپڑوں میں رہنے والے سمارت عالی کے امام بنا ڈالے جائیں مگر تعلیم یافتگی کے محض لقب سے یوں ہی ڈھنڈورے بجاتے رہیں تو وجہ کیا؟ یہی کہ خصائل کی ترقی دینے والی روح اس تعلیم میں نہیں ہے۔ اُستادوں نے ایک آئینہ اپنے سامنے رکھا ایک شاگرد کے بوزنگی کی دُھن میں گانے لگے ؎

سامنے آئینہ ہے ہاتھ میں یوسف کی شبیہ
پھر نہ فرماتے ہیں کیوں کس کا جمال اچھا ہے

واللہ لارڈ بیکن نے وہ بڑھ کے فصاحت کی گھڑ میں لات ماری ہے کہ سبحان اللہ اور پروفیسر ملٹن کو تو دیکھیے ماشاء اللہ سخن ہے خدائے سخن کیا کوئی اس کے سامنے زبان کھول سکتا ہے اور ڈاکٹر ٹینی سن کی تو کچھ نہ پوچھیے قسم اپنی جان کی بلاغت کے دریا کا چھوڑ کر

کیا ہی تعریف کروں میں یا فیصلہ الاجناب کی
فصاحت کی آپ ایسے ہیں جیسے سرخ پتی گلاب کی

بی مسز نائیڈو و صاحبہ علیہا الجمال و البھا میاں اکبر گرو صاحب ایک ملک شاعری ہیں دستگاہ جہان سخن کے مطلق العنان شاہنشاہ مگر کہاں کی شاعری اجی! انگلستان کی ؎

نہ عربی نہ فارسی نہ ترکی — نہ تال کی دھمک کی نہ سُر کی
نہ گنگری نہ منھانہ مرکی — شاعری بھی ہے کوئی تو گفتنی ہے کی

ایک مرتبہ کسی شخص نے سر والٹر اسکاٹ سے کہا کہ علمی کمال اور جوہر کی قدر و منزلت تمام چیزوں سے زیادہ کرنی چاہیے۔ والٹر اسکاٹ نے لرز کے جواب دیا نعوذ باللہ اگر یہ سچ ہو تو دنیا سکونت کے قابل نہ رہے۔ کتابی علم سے کیا ہوتا ہے ہزاروں عالم فاضل میری نگاہ سے گزرے مگر سیکڑوں جاہل باعتبار خصلت و سیرت اُن سے بہتر نظر آئے۔ اگر تمھارا سا قدر دان ہوتا تو ان شریف خصلت غریب جاہلوں کا کہیں ٹھکانا نہ لگتا اور دنیا سے نیکوکاری کی قدر نسیاً منسیا ہو جاتی۔ اصل چیز سعادت ہے اگر جوہر علم کے ساتھ سعادت کا کچھ نہ کچھ جز نہیں ہوا انسان اپنے نفس کا عارف اور مصلح نہیں ہے تو خاک ہے ایسے علم و دولت پر۔ بندہ مضمون نگار انھیں بے تکے خیالات میں شہزادہ نرگس کی طرح محو تھا کہ یکایک مدینہ میں مسٹر ارنڈیل کی تقریر تعلیمی نقائص کے انکشاف پر نظر آئی۔ دل نے کہا دیکھو عقل نے کہا ہوش میں آؤ۔ دل کا ہے کی؟ سچائی کی! پھر دل نے کہا تائید کرو عقل نے کہا اس پر آشوب زمانے میں؟ اجی لاحول ۱۰۸۔ ۱۲۴۔ ۱۴۴۔ اور خدا جانے کتنی دفعات قانونی زنجیریں لیے نیزہ باز کی طرح بدمعاشی کے ساتھ تال سم پر کھڑا ناچ رہی ہیں۔ آخر یوں قرار آیا کہ میاں بے تکے شاہ شرح لکھ ڈالو تم بھی تو فرنگی محل کے مولویوں سے تعلق رکھتے ہو جن کا کام ایک زمانہ دراز سے صرف حاشیہ آرائی اور شرح نویسی و تنبیہ طرازی رہ گیا ہے۔ فن لکھنے والے کی طاقت سے مفقود ہو چکے بس نہ تائید ہو نہ رد ہو البتہ کہیں کہیں رفع خلل معنی یا دخل در معقولات کا مضائقہ نہیں۔

مسٹر ارنڈیل: "میں نے اپنی زندگی کے تجربہ ال قلیل میں کے میدان میں صرف کیے اور مجھ کو کامل یقین ہے کہ ہندوستان کے لیے مسئلہ تعلیم اہم مسئلہ ہے"

شرح: اے حضرت اس ترقی یافتہ دنیا میں ہندوستان کے لیے کون سی چیز اہمیت و دشواری سے خالی ہے؟ جس چیز کو دیکھیے پیچیدگی کا مظہر نظر آتی ہے۔ تجارت صنعت حرفت زراعت تمول کے ذرائع اور مادی ترقی کے آلات ہیں۔ اُن کی جانب توجہ کیجیے گا تو انشاء اللہ لیسوا فی الارض مقام فنا ہے کل من علیہا فان۔ اسی طرح اخلاقی و ذہنی ترقی بھی ؎

غنیمت ہے پڑھتے چلو کلمہ شہادت کا

اہمیت کی اتنی ارزانی پر اگر جناب کو بیس سال اُس کے ادراک میں صرف کرنا پڑے تو اینجانب موافق رسم زمانہ اظہار ہمدردی و افسوس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں۔

یونانی پروٹیس دیوتا جس کو خصائل کے لحاظ سے آج کل "مادہ" کا مرادف سمجھ لیا گیا ہے ایک غیب دان اور پیش گوئی کرنے والا ہیولیٰ تھا وہ ایک غار میں رہتا تھا۔ دریائی بچھڑوں کے گلہ بانی سے فارغ ہو کے پھر کسی کی سنتا نہ تھا اور پڑ کے سو رہتا تھا اس سے اسرار کی تحقیق یا مطالب کی نسبت سوال اُسی وقت ہو سکتا تھا جب کہ اس کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں ڈال دی جائیں یہ کیوں؟ بات یہ تھی کہ آزادی کی حالت میں وہ مختلف قسم کی شکلیں بدلتا رہتا تھا کبھی آگ بن کے بھڑکتا کبھی پانی بن کے بہتا کبھی ہوا بن کے سنکتا کبھی خاک بن کے بچھتا۔ ہیأتیں بدلنے کے بعد پھر وہ اپنی اصلی شکل اختیار کر لیتا تھا اگر سائل مضبوط دل کا نڈر آدمی ہوا تو اُس نے پروا نہ کی اور مطلب کی بات کہہ ڈالی۔ جواب حاصل کر لیا ورنہ بگلا مارے پکھنا ہاتھ عناصر صفت ہندوستانیوں کا کچھ دنوں پہلے یہی حال تھا حکومت وقت اُن کے عمق تک پہنچ نہ سکتی تھی۔ مہاتما گاندھی نے ترکیب بتائی کہ ہتھکڑی ڈالو

ترغیب دلائی کہ تماشا دیکھو۔ یہاں عمل پیرا ہونی ہوگئی اور جسٹا ہاہندوستانی پروفیسر صاحب جاگے اور لگے طرح طرح کے ساز کھولنے۔ ان جھکڑوں میں ڈنر بیلنے والوں سے آپ بھی چاہیں تو اس اہمیت کو حاصل کر سکتے ہیں۔

مسٹر ارنڈیل ۔"دنیا کا کوئی لڑکا ہندوستان کے لڑکے سے بہتر نہیں۔"

شرح۔ اختلاف! اختلاف! اس سے خلاف!!! گھر کی بات نہ کہیے۔ ہندوستان کے لڑکے کند ذہنی میں بیشک بڑھے چڑھے ہیں۔ اور نہ ہو تو دیکھیے کیا؟ ابھی وہی "جس کو آپ لوگ "ردلٹ کہتے ہیں اور طالب علم "خلاصۂ قسمت" ابھی شرقی صدی فیل ہونے والے اگر بہتر ہو سکتے ہیں تو بدتر کس کو کہیں گے۔ آپ کے سرافرس کی قسم ان کو سوال سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ ہزاروں پسر اپنی ڈگریاں رکھنے والے اُستاد صبح سے شام تک اپنا مغز بھونکاتے ہیں مگر شاگرد صاحب امتحان گاہ سے اترے جکارے کی طرح تشریف لائے اور لگے پرچۂ امتحان کے متعلق بے سری الاپنے۔ پھر اُستاد بھی کوئی معمولی نہیں گورے چمڑے والے اُستاد جن کی لیاقت میں شک لانے والا اپنے حسابوں کافر ہے۔

مسٹر ارنڈیل ۔"میں بدقسمتی سے اعتدال پسند طبقہ سے تعلق رکھتا ہوں۔ میں مجمع کو دھوکے میں رکھنا نہیں چاہتا اور میں صاف صاف کہتا ہوں کہ میرا تعلق اس طبقے سے ہے جو سلطنت سے موالات کرتا ہے لیکن تعلیمات کے معاملے میں نہ کوئی پارٹی ہے اور نہ کسی پارٹی کا وجود ہونا چاہیے۔"

شرح۔ ایک تو کڑوا کریلا دوسرے چڑھا نیم۔ زاد علی الطنبور نغمہ۔ اے جناب یہ بدقسمتی کاہے کو ہے عین خوش قسمتی ہے۔ چپڑی اور دو دو۔ اعتدال پسند موالاتی ہونا ایک نعمت ہے جس سے ہندوستان کی اکثر فردیں محروم ہیں۔ بدقسمتی کی لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب کو اپنی اعتدال پسندی پر بجائے ناز ہونے کے افسوس ہے۔ اگر واقعی افسوس ہے تو اس خیرسگال کی بات یاد رکھیے کہ کبھی اس سے توبہ نہ کیجیے گا جن لوگوں نے ایسا کیا وہ جیلخانے کی ہوا کھا رہے ہیں۔ آپ کو ضرور معلوم ہوگا کہ سرجان مور نے شاہ ہنری ہشتم کے ہاتھوں محض بے اعتدالی و ترک موالات کی بدولت کتنی زحمتیں اُٹھائیں۔ مارٹن لوتھر نے قیصر جرمنی کے کارن کیا پاپڑ بیلے۔ ٹلیپر اور رڈلے۔ اپنی پاکیو اور مسٹر ہنری ڈین اور ابھی حال میں سوینی (لارڈ مئر آف کارک) نے اسی بے اعتدالی اور ترک موالات کے باعث کیسے دکھ سہے۔ یہی پارٹی کی موجودگی تو وہ ملی خفتہ و بیدار نہیں ہے تو کچھ فائدہ نہیں۔ ہوتی تو نقصان نہ کرتی البتہ ہم کو آپ سے اتنی شکایت ہے کہ اپنی نسبت آپ نے اعتدال پسندی اور موالاتی کا لفظ کیوں استعمال کیا ان دونوں لفظوں کے معنے آج کل بیروان گاندھی کے نزدیک کچھ اچھے نہیں لیے جاتے۔ اعتدال پسند اُس کو کہتے ہیں جو تہذیب و اصلاحات پھیلانے کے لیے لوگوں کا جیل میں بھیجا خواہ وہ تمام دنیا ہی کیوں نہ ہوں اور اپنے بھائی بندوں کے جیل جانے پر تعلیاں بجا ناواجبی سمجھتا ہو۔ موالاتی اُس شخص کو کہتے ہیں جو مذہب سے سروکار نہ رکھے۔ جزئیت حاکم وقت کی وہی نیت اپنی سمۂ میرا گرمیوں میں طرف شملے کے جاڑوں میں طرف دہلی کے "اللہ اکبر" حالانکہ آپ نے اس تقریر میں نظام تعلیم پر نکتہ چینی کی ہے۔ اب خدا جانے کہ یہ نکتہ چینی گزشتہ طرز تعلیم پر ہے جو کہ ریفارم ایکٹ کے انفاذ سے پہلے تھی یا حال کے طرز تعلیم پر ہے جس نے ابھی تک تو صرف فیل ہو جانے والوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے سوا کوئی اور مہتم بالشان کام سرانجام نہیں دیا ہے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔

مسٹر ارنڈیل ۔ "تم لوگ نہیں جانتے لیکن مجھ کو معلوم ہے کہ ہندوستان نے بقیہ تمام دنیا کو تعلیم کے متعلق ایک پیام دے کر بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔ تمام دنیا ہندوستان کے اس پیام کی منتظر تھی۔ اگرچہ اس انتظار کا علم دنیا کو نہ تھا۔"

شرح ۔ ہاں صاحب سنتے ہیں کہ بادل اپنی آواز خود نہیں سنتا۔

مسٹر ارنڈیل ۔"تعلیمی نقطۂ نظر سے ہندوستان کو ایک بڑا پیغام مغرب کو پہنچانا ہے! در تعلیم کا مسئلہ اُسی وقت طے ہوگا جب ہندوستان یہ محسوس کرے گا کہ اس کو پیغام دینا ہے ممکن ہے کہ سیاسی حیثیت سے ہندوستان فخر کر سکے۔ لیکن تعلیمی حیثیت سے ہندوستان سر دست پیچھے ہے۔

شرح۔ ایک صاحب نے کسی کے مکان کی زنجیر ہلائی صاحب خانہ نے پوچھا کون؟ فرمایا "میں ہوں" پھر پوچھا کون ہے؟ کہنے لگے "میں ہوں میں" صاحب خانہ ہاتھ مل کے کہنے لگا افسوس زنجیر کی زبان اور زنجیر ہلانے والے کی زبان ایک ہے اور میں دونوں کی زبان سے ناواقف ہوں۔ آپ کی یہ تقریر بھی زنجیر کی کھٹ کھٹ اور "میں ہوں" کی صدا ہے کیسا پیغام اور کہاں کی تعلیم۔ بھوک کی شدت برہنگی و عسرت میں تعلیم کسے سوجھتی ہے اور بھوکوں کی ناتوان آواز شکم سیر دنیا میں کیوں پہنچنے لگی۔ اتنا ہمیں بھی معلوم ہے کہ ایک پیغام دیا گیا تھا اس کا جواب مدت ہوئی آگیا۔ وہ کیا؟ "ہوا کھاؤ"

رہا سیاسی آگے اور تعلیمی پیچھے کا حال تو نہ آگے نتھ ہے نہ پیچھے پگہا۔ اگر آپ اعتدال پسند نہ ہوتے تو سیاسی آگے کا تانا بھاؤ آپ کو معلوم ہو گیا ہوتا کہ قابل فخر ہے یا نہیں۔ اس انصافانہ ہمدردی کو سن کے بے اختیار دل سے دعا نکلتی ہے کہ خدا آپ کو اس مانہ کا نپولین کر دے اُس نے جنگجو رومی اقوام کو امن پسند بنایا تھا۔ آپ یہاں کے خداوندان استبداد کو انصاف پسند بنالیں۔

مسٹر ارنڈیل ۔"موجودہ صورت میں اس میں نظام تعلیم میں بہت کم تعریف کی باتیں ہیں اگرچہ یہ ممکن ہے کہ گزشتہ اوقات میں یہ مناسب رہا ہو۔"

شرح۔ واہ حضرت واہ۔

ہنچہ در تعلیم شمائست آں محرمانست

اسی طرز تعلیم پر مدتوں مونچھیں مروڑ کے جو ہمائی دم بھرتی رہیں آج بھی فرد احسانات میں سرنامہ تعلیمی احسان ہے آپ اسی احسان کو مٹائے دیتے ہیں۔ اگر کوئی نان کوآپریٹر یہ کلمہ منہ سے نکالتا تو قابل اعتنا نہ ہوتا۔ منصور حلاج بچہ زمانہ مشق ستم کر رہا تھا ابھی ڈھیلے مارتا

کوئی لکڑیاں چھپاتا وہ بچارے صابر و ساکت کھڑے تھے اتنے میں ایک اودونی نے ایک ننھی سی کنکری کھینچ ماری اُس کی کنکری کی برداشت منصور کو نہ ہوئی بلبلا اٹھے تو جب کہا واہ بے معرفت کے نزدیک منصور علاج گنہگار نہ تھے پس دنی عارف کی کنکری کسی نادان کی کنکری نہ تھی جس کا بُرا نہ مانتے عجب نہیں کہ آپ کے جینے کا اثر بھی انا التعلیم کے جو بیداروں پر اُس کنکری کے برابر ہو۔ آج جو کچھ اُجالا ہے وہ اسی تعلیمی آفتاب کا ہے۔ ستھرے دیا ک نہیں رہنے کا شوقی۔ اغیار کی وضع قطع پہننا اپنی دھوتی پائجامے کو ذلیل سمجھنا۔ باوا جان کو ویل سٹر کہنا۔ سواری کی پوشاک الگ ڈنر کی پوشاک الگ شب خوابی کی الگ۔ کرکٹ ہاکی بیڈمنٹن کی الگ۔ شکار کی الگ منہ دھونے کی الگ۔ کھانا کھانے کی الگ۔ خواہ مخواہ کی صاحبیت پر غمزہ۔ چھری کانٹے کے بغیر نوالہ نہ توڑنا۔ مٹی کے پیالوں کے عوض چینی اور شیشے کے زود شکن برتنوں میں کھانا زمین پر گرنے سے احتراز یعنی عالیجناب نعلینا علیہ کو نہایت احتیاط و احترام سے بکس کے اندر حجگو کے رکھنا۔ ہر کام میں الٹے تلکے کرنا یعنی سیر چشمی دکھانا ملکی دستکاری و صنعت سے ہرب و اجتناب۔ عمدہ داروں کے اپنوں پر غوتے ڈبے دکھانا۔ ولایت کے کتب فروشوں کو مالدار بنانا۔ استادوں سے خم ٹھونک کے لڑنا۔ معلموں کی چلمیں بھرنے سے چھٹکارا۔ سال سال بھر پڑھنے کی مشق کرنا۔ اور پھر لڈسے پیچھے آ رہنے کا خسارا۔ یہ سب اسی طرز تعلیم کے برکات ہیں۔ آپ کو نقائص دکھائی دیتے ہیں۔ سرکار کے نزدیک یہی اتنی مقبول ہے کہ ہر شہر میں یونیورسٹیاں اسی نظام پر بنتی چلی جاتی ہیں۔ مسلم یونیورسٹی بنی تو لیکن الہ آباد علی گڑھ ہے اور علی گڑھ الہ آباد۔ جو نیت پیر کی وہی نیت مرید کی۔ ولایت سے نئے پروفیسروں کی کھیپ چلی آتی ہے پروفیسر بھی موجود اُن کے داہنے بازو لیڈر بھی مستعد اُن کے بائیں بازو لکچرار بھی درغنی ایک ہی چیز تین تین استاد مگر ۳۰ فی صدی پاس ۷۰ فی صدی فیل۔ سلامتی سے نتیجہ ایسا مہتم بالشان اور اس پر بھی اعتراض جعفر سلامت سے

پدر ز شد پسر چون بود
زن بے ہنر پر ہنر چون بود

طالب علم صاحب کی کچھ نہ پوچھیے بقول جعفر زٹلی علیہ الرحمہ ؎

چہ عربی چہ نیشی پیشیں تو بیش ×

ایک معنوی عالم سے کسی نے پوچھا حضرت صبح کی نماز میں کے رکعتیں ہیں فرمانے لگے سو۔ سائل نے عرض کیا میں نے تو دو ہی سنی ہیں فرمایا "جاہل تو کیا جانے جو خدا سو رکعتوں سے راضی نہ ہوا وہ دو سے کیا راضی ہوگا۔ ایک کے بجائے تین پروفیسروں کا وجود اسی قیاسی منطق کا ایک نتیجہ ہے۔

مولوی سید حسین بلگرامی مولوی سید علی مرحوم مولوی امداد امام جسٹس طیب جی جسٹس امیر علی مسٹر محمود جسٹس کرامت حسین ڈاکٹر مرزا محمد ہادی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی مسلمانوں میں اور ایسے ہی ہزارہا اشخاص ہندوؤں میں پرانے طرز تعلیم انگریزی نے اُس وقت تک پیدا کیے جب تک پرانے مکتبوں کا اثر باقی۔ ہاں تعلیم حال کی برکت سے اب کوئی نیا پودھا اس باغ میں بیس بائیس سال سے کھلائی نہیں دیا خس کم جہاں پاک۔ علاوہ ازیں یہ خوبی کیا کم ہے کہ ملک کی آمدنی فی۔ اس طالب علم تخمیناً پانچ پائی صرف کرتی ہے اور پدر بزرگوار جنھوں نے لونڈے کو اسکول یا کالج میں بمقتضائے شامت اعمال بھیج دیا ہے بغیر استرے کے مونڈے جاتے ہیں۔ چمڑی ادھیڑی جاتی ہے۔ دس روپے مہینے کی اوقات میں پچاس روپے ماہوار فی ربا کا خرچ نکالنا معجزہ ہے۔ اور یہ اعجاز اسی طرز تعلیم کی بدولت ایسا عام ہے کہ والدین کے دل شاد شاد ہوئے جاتے ہیں خصوصاً اُس وقت جب بھیا کے فیل ہونے کی نوید کاغذی ڈفلی پر بجائی جاتی ہے۔ انصاف دیکھیے کہ عمر کی قید سال بہ سال ترقی کی قید نے ذہین و غبی طالب علم کو ایک ہی لکڑی ہانکا ہے کہ کسی کو شکایت نہ رہے۔

مسٹر ارنڈیل [illegible] میں نہیں کہہ سکتا کہ موجودہ نسل اس کے اصلاح کی خواستگار ہے یا اس کو جڑ سے ختم ہی کر دینا چاہتی ہے۔ لیکن ہاں میں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ نظام نے بھی ہندوستان میں چند بڑے آدمی پیدا کیے ہیں۔"

شرح یہ موجودہ نسل کی خواہش کا حال ہمیں بھی آپ کی طرح معلوم نہیں مگر اتنا جانتے ہیں کہ گاندھی مہاراج کو تعلیم شکنی میں کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی لہٰذا اُسے ختم کرنے کی ابتدا آپ کی طرف سے نہ ہونی چاہیے اور یوں تو جناب والا ؎

ہر کہ زاد ز بنا چار بایدش نوشید
ز جام دہر مے کل من علیہا فان

جس طرح آنے والی کو کوئی روک نہ سکا اُسی طرح جانے والی کو کوئی روک نہیں سکتا۔ رہا بڑے آدمیوں کی پیدائش کا معاملہ تو وہ آپ کے علم سینہ سے تعلق رکھتا ہے قلم شرح نویس کو اس میں دخل نہیں۔ اتنا ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ بڑے آدمی بھی بغیر کیمبرج واکسفورڈ کالج گئے ہوئے بڑے نہیں بنتے چاہے بھرم رکھنے کو کوئی کہہ دے کہ ہندوستان کے تعلیمی جنتر نے اُن کی بڑائی کا تار کھینچا۔ اور ایک آدھ ایسا بھی ہو تو یہ اس بدنصیب کی شامت اعمال سمجھنی چاہیے۔ ہماری یونیورسٹیاں یا تعلیمی سررشتہ اس گناہ سے بری الذمہ ہیں۔ ایک بڑے آدمی کا قصہ جو بڑا آدمی بن کے ولایت سے آئے تھے ہمیں بھی یاد ہے اور یہاں داستان نعمات تعلیم و لذت چشان سے تربیت دل داؤ ہم اس حکایت کو یوں روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب جب بڑے آدمی ہو کے ولایت سے وارد وطن ہوئے تو چند حکام بھی اُن کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر گئے اتفاقاً اُن کے والد ماجد اپنی سادہ وضع قطع میں ڈھیلا پائجامہ دودھ کھلا انگرکھا چپر وال جوتہ پہنے بارلیش سفید لڑکے کی محبت میں اسٹیشن پر جا ہی وہ بڑے آدمی نے حکام سے ہاتھ ملایا باپ کو صرف ہاتھ سے سلام کیا۔ یہاں ممتا کا زور تھا جواب سلام پر اکتفا کیونکر ہوتی جھٹ گلے لگانے کی سوجھی۔

پھر رفتہ رفتہ کار بار بھی ہو گیا۔ مگر حکام میں تب ایک صاحب نے بڑے آدمی سے پوچھا کہ یہ کون آدمی ہے۔ بڑے آدمی نے جواب دیا کہ یہ بڑا لوگ ہمارے فادر کا دوست ہے۔ صاحب کے تن بدن میں اس جواب سے آگ ہی لگ گئی جل کے کہنے لگا صاحبزادے تم بھول گئے ہو تمہارے باپ کا نہیں بلکہ تمہاری ماں کا یہ ایک نامی یار دوست ہوں۔

ایسے بڑے آدمیوں کی صدہا حکایتیں ہیں جناب کو یاد ہیں۔ ملی خصائص کا سر تا پا ہونے اور بدوطنی مخصوصات مذہبی اخلاق سے اجنبیت کے معنی آجکل بڑا آدمی ہونا ہیں۔ اگر کابل چاہے کہ مغل ہو آنے کی ریکارڈوں ہی جاری ہیں تو اللہ نے چاہا بڑے آدمیوں کی فہرست سینما کو بڑی کتنی فہرست سے بھی زیادہ طولانی ہو جائے گی۔ ان میں کچھ نار فرنگ والے بڑے آدمی ہوں گے کچھ سیم صاحب والے بڑے آدمی ہوں گے کچھ کھڑے ہو کر اپنی وضع پہ پیشاب کرنے والے بڑے آدمی ہوں گے۔

مسٹر انڈیل نے وہ اصول کیا ہیں جن پر ہندوستان کی تعلیم کا انحصار ہونا چاہیے" میں آج مانچسٹر گارڈین پڑھ رہا تھا۔ میں نے اس میں دیکھا کہ ایک بڑے ماہر تعلیم نے بھی یہی سوال پیدا کیا ہے وہ پوچھتا ہے کہ تم اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو کس مقصد کے لیے تعلیم دے رہے ہیں؟

شرح :- اصول کوئی نئے نہیں۔ نہ ضرورتیں نئی ہیں۔ نہ سوال ہی مشکل ہے۔ پیدائش کی غرض جس تعلیم سے حاصل ہو وہی اصل تعلیم ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

جس تعلیم سے درد دل حاصل ہو وہی اصل تعلیم ہے۔ درد دل پیدا ہو چکا ہے جس کو دیکھیے کلیجہ تھامے پیٹ پکڑے کراہتا ہے۔ شیخ چلی بچارے بھولے بھالے آدمی تھے۔ ماں نے کہا بیٹا بازار سے کھچڑی لے آؤ۔ یہ بیچارے اس نام سے واقف نہ تھے۔ ہر چند کہ کھانے کا اکثر اتفاق ہوا تھا۔ ماں نے سمجھایا کہ کھچڑی وہی شے ہے جو روز تمہیں پیٹ بھرنے کو ملتی ہے۔ انھوں نے پوچھا پیٹ کہاں ہے؟ ماں نے پیٹ کی جگہ بتلا کر رہو ہے۔ اب پیٹ پر ہاتھ رکھے کھچڑی کھچڑی کا وظیفہ پڑھتے روانہ ہوئے۔ اتفاق سے ہاتھ کھسک گئے تو تڑپ آ رہا۔ پیٹ بھی یاد نہ رہا۔ کھچڑی کا لفظ ہی بھول گئے۔ جیبے سے پوچھا کیوں جی ہمارا ہاتھ کس چیز پر رکھا ہے۔ جیبے نے بتایا کہ جو تڑپ پر تو فرمانے لگے تو اچھا تھوڑی چھڑی دیدو اماں نے مانگی ہے۔

غالباً کشش واضع ہندوستان درد دل کے باعث کلیجے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھا مگر وہ کھسکے کھسکتے پیٹ پر آ رہا۔ اب سارا مقصد شکم پری پر ختم ہوتا ہے ؎

لا تقربوا الصلوٰۃ ز نیتم بخاطر است
وز امر یاد مانده کلوا و اشربوا مرا

جس چیز سے پیٹ بھرے وہی اصل اصول تعلیم ہے۔ عمدہ ایجادیں پر نفع تجارتیں لطیف صنعتیں۔ معزز عہدے۔ بیبین کی گھڑیاں فراغت کے شب و روز فرح بخش سیرگاہیں۔ خوشدلی کی زندگی اولاد کی فراغ بالی سے روحانی راحت مذہبی عبادت سے حصول سعادت دشمنوں کی سرشکنی اور دوستوں کی ترقی سے تسکین قلب یہ سب نعمتیں یورپ کے گورے چمڑے والوں کو مبارک۔ ہمارے لڑکے ڈلیا ڈھونے کے لیے لڑکیاں مرنے بھرنے کے لیے ہیں اور فی زمانہ تنہا مرد چلیانے کے لیے عورتیں سسک سسک کے جان دینے کے لیے ہیں۔ فی صدی بچانوے تعلیم یافتہ کلرکی کی معراج پر پہنچ کے داخل بحق ہو جاتے ہیں ؎

گر اپنی شفا چاہے تو کاغذ پہ گھسا کر

جس مقام پر اوسط آمدنی یومیہ فی کس دمڑی سے زیادہ نہ ہو (بہ تخمینہ سر ولیم ڈگبی) وہاں یہ سوال کوئی دخل نہیں رکھتا کہ وہ اصول کیا ہیں جن پر ہندوستان کی تعلیم کا انحصار ہونا چاہیے۔ یا یہ کہ ہم اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو کس مقصد کے لیے تعلیم دلا رہے ہیں۔

مسٹر انڈیل کہتے ہیں کہ "۱۹۱۴ء کے قبل تک انگلستان اپنے بچوں کو اس مقصد کے لیے تعلیم نہیں دیتا تھا کہ وہ ایک اچھے شہری بن سکیں بلکہ ان کو کسی خاص پیشہ یا فن کے قابل بنانے کے لیے تعلیم دیتا تھا اور اگر انگلستان کے لوگ اچھے شہری تھے تو اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہاں کی تعلیم کا یہ عمدہ اثر تھا۔ بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ چند لوگوں میں اچھے شہری ہونے کا جذبہ موجود تھا اور اس لیے ایک زمانہ ایسا پیدا ہو گیا جس سے اچھے شہری پیدا ہوتے تھے۔ جنگ کے بعد ایک عظیم الشان انقلاب ہو گیا ہے"۔

شرح :- اے نعمت اہل انگلستان کا ذکر ہی کیا ان کا میں جو ہے وہ یاد نہ گرے گا۔ وہ جو کچھ نہ کریں عنوز ہے۔ ہم ہماں ہندوستان سے دیہاتی زبان میں پوچھتے ہیں رحمٰن تو کہاں (رحیم تو کس شمار میں ہے) ان کا حال تو یہ ہوا کہ میاں نے ٹو یا سارے جہان سے کھویا نہ گھر کے رہے نہ گھاٹ کے۔ ایک گدھے صاحب کو اتفاقاً شیر کی کھال مل گئی ان کے دوستوں میں ایک ہرن تھا اس سے مشورہ کیا کہ بتاؤ یار ہم اس کھال سے کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہرن نے کہا کہ ہاں اگر تم اس کو اپنے ڈیل پر سج لو تو کھیت چرنے میں تمہارے لیے سہولت پیدا ہو جائے گی۔ کھیت کا رکھوالا دباؤ کھا جائے گا۔ پاس پڑوس کے کتے مرعوب ہو جائیں گے۔ بس تمہارے سے کھیت چرنا میں بھی تمہارے ساتھ ہوں گا۔ صلاح معقول تھی۔ کھال اوڑھ کے کھیت کا صفایا بول دیا۔ ایک جانب میاں ہرن ہیں ایک طرف جناب گدھے صاحب ہیں چند سے اسی طرح بسر ہوئی۔ میاں ہرن کو کتوں سے نجات۔ میاں گدھے صاحب کو رکھوالے کی لاٹھی سے پناہ۔ ایک روز گدھے صاحب نے کہا کہ دوست تم نے کبھی میرے موسیقی کا کمال بھی دیکھا ہے اب تو ہرن نے کان کھڑے کیے گدھا اور موسیقی۔ کہا دوست تم کو موسیقی سے کیا ربط۔ گدھے صاحب فرمانے لگے کہ بس یہی تو کہتا ہوں کہ تم کو خاک تمیز نہیں ابھی تم کیا جانو۔ میں نے یہ فن استاد دینانک سے حاصل کیا ہے گدھیاں شب بھر سُر بھرا کرتے ہیں اور نانک گیدڑ سے جو کئے کے کھیت میں پہونچتے ہی الاپنے لگتے ہیں نہایت محنت سے حاصل کیا ہے۔ ایسے ماہر فن اساتذہ کا نام ہی کافی دلیل ہے کہ میرا کمال کس درجہ اور پایہ کا ہوگا۔ ہرن نے سمجھ لیا کہ ان کی شامت آنے والی ہے کہنے لگا میں تو ایک زاہد خشک ہوں ناچنے گانے کا شائق نہیں۔ لیکن اگر تم اصرار کرتے ہو تو ذرا ہم دوستوں کے لیے [illegible] ڈھول سہانے مثل مشہور رہے۔

گدت صاحب نے استادوں کا نام لے کے دو چار چیزیں الاپیں۔ کشتوں اور رکھوالوں یا کسانوں کی غلط فہمی دور ہوئی۔ شد آنچہ شد۔

ہندوستانی گدھے نے بھی بعض اساتذہ کی شاگردی میں جو راگ حاصل کیا وہ کچھ اسی قبیل کا ہے۔ یہ نہ اچھے شہری ہیں نہ عمدہ دیہاتی۔ نہ کسی فن کے ماہر ہیں۔ نہ پیشے کے اہل۔ گیدڑوں اور مینڈکوں کی سنی سنائی آشنائی اترا اور اس پر اپنی خوش گلوئی مل جل کے جو راگ تیار ہوا ہے اس کی لطافت سے زمانہ باخبر ہے ان کا ماحول لاحول پڑھنے کے قابل ہے۔ انگلستان کی تعلیم کا ذکر ہندوستان کی تعلیم کے ساتھ گدھوں کا راگ ہے۔ جسے عقل دور سے سننا پسند کرے تو کرے نزدیک سے نہیں سن سکتی۔

مسٹر ارنڈیل :- بہر حال ہندوستان تعلیمی نقطۂ نظر سے دنیا میں سب سے زیادہ پیچھے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کا اصلی نظام تعلیم باقی نہیں۔

شرح :- اب وہ زمانہ واپس نہیں آنے گا۔ وقت گیا بات گئی۔ اصلی نظام تعلیم اگر باقی رہتا تو حال کے ترقی یافتہ طرز تعلیم کے مقابلے کی قوت اس میں نہ ہوتی نہ وہ صاحب لوگوں کے کام کا ہوتا۔ تعلیم کے اجرا سے اصل مقصود کچھ اور رہا لیکن ہاں مطلب کہ جاری شدہ کام بالکل بے حاصل نہ رہے بخشکا اور گنڈیری۔ ہاتھی دانت اور امرود کی مرکب غذا قائم رکھنی پڑی۔

ایک بنیے اور سپاہی سے گشت مشت ہوئی بیچارے بنیے کی خوب درگت بنی۔ مگر بنیے کے ہاتھ میں اتفاق سے سپاہی کی مونچھ کا بال آگیا۔ بس بال پاتے ہی بھاگا اور یہ کہہ کے بھاگا کہ تیرے سپاہی کی ایسی تیسی پھر بنیے سے لڑے گا۔ سپاہی متعجب کہ یہ کیا تماشا ہے بنیے نے دور سے بال دکھایا کہ بڑے سپاہی بنے تھے اب آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوگا۔ میں نے بھی مونچھ کا بال اکھاڑ لیا۔ تم بتاؤ کہ تم نے کیا اکھاڑ لیا۔ یہ کہنے کو تو نہ ہوگا کہ اکھاڑے نہ اکھڑی یہ ہماری تعلیم بھی اسے عرصے میں ہے۔ ارے ہاں یہ کہنے کو تو نہ ہوگا کہ تعلیم کے محکمے نے کچھ نہ کیا۔

مسٹر ارنڈیل :- سنہ ۱۸ءتک وارن ہسٹنگز نے اس اسپرٹ کو باقی رکھا لیکن جب کہ جب انگریزوں نے میکالے وغیرہ نے یہاں انگریزی طریقۂ تعلیم کو جاری کر دیا اور اس کا لازمی نتیجہ وہی ہوا جو میں ابھی بیان کر چکا ہوں یعنے ہندوستان تمام ممالک سے تعلیمی معاملات میں پیچھے رہ گیا اور اب ہندوستان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اپنی اس کمی کو پورا کرے۔

شرح :- خدا جانے یہ کہاں تک سچ ہے لیکن اگر سچ ہے تو شاید اسی نحوست کے بدلے بیچارے نے ناحق کی جوت لگائی اور پیچھے پر پھبتیاں ہوئی سنتے ہیں میکالے وغیرہ اگر وہ زندہ ہوتے تو جواب دیتے۔ ہمارے ذمہ صرف اسی فرض پر بحث کرنی ہے جو آپ عائد فرماتے ہیں یعنی اب ہندوستان کو کوشش کرنی چاہیے کہ اپنے الخ۔

اگر ہندوستان ایسا ہی فرض شناس ہوتا تو یہ دن کاہے کو دیکھتا۔ اس کمبخت کے ذمہ ایک فرض ہو تو کہا جائے۔ دائرہ حکومت کی توسیع مختلف قسم کی فوجوں کو دودھ پلانا۔ ساری دنیا کو روٹی کپڑا دینا ہر صادر و وارد کی خاطر مدارات۔ ہر حاکم کی یادگار کا قیام۔ الفضات کے نام کی کروڑوں میں خریداری تحائف اور بعض بدلوں۔ بردہ فروشوں سے آزاد کرنے کی فکر فرعون کی ادائی۔ کوئی ملک بیٹ سے ہو کرتا ٹوپی ذمہ ہندوستان۔ عراقی گھوڑے کے لیے نہیلا۔ کابلی خچر کے لیے خشکا مصری خر کے لیے دوب۔ عربی اونٹ کے لیے زیرا۔ عجمی بلبل کے لیے چارہ۔ ان سب فرائض پر مزید قوانین سازی کا فرض پھر بھول جانے اور معاف کرنے کا سبق بھولنا اور یاد کرنا۔ ایک بات ہو تو کہیں۔ اب آپ اس کمی کو پورا کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔ یہاں خود ہی سب گن پورے کوئی نہ کہے لنڈورے۔ وہی مثل ہے جب سے جاے بال تب سے یہی حوال۔ گڑی تو لاکھ چلے مگر گیٹ کب چلنے دیتا ہے۔ آپ کچھ کہتے ہیں۔ مہاتما گاندھی کچھ کہتے ہیں کس کی مانیں کس کی نہ مانیں۔

مسٹر ارنڈیل :- آؤ اب مغربی لہجہ میں ہم دریافت کریں کہ ہم کس مقصد کے لیے تعلیم دیتے ہیں اس کا جواب ہندوؤں کے شاستر میں موجود ہے منوسمرتی میں اچھی تعلیم کے چار اصل اصول بتائے گئے ہیں (۱) خدمت (۲) ایثار (۳) تقویٰ (۴) رحم۔

شرح :- آؤ ہم مشرقی لے میں جواب دیں کہ ہم تعلیم حاصل کرتے ہیں پولیس اور دیگر محکموں میں بھرتی ہونے کے لیے ساہوں کو دو سوں کی خاطر حلال کر لینے ایثار علی النفس کی نظیر دکھانے کے لیے شراب اڑانے گھوڑ دوڑوں میں جوا کھیلنے۔ ماں باپ سے بے ادبی کرنے۔ نماز روزے سے منہ موڑنے حقوق ناحق پر جابرانہ حق حاصل کرنے۔ ولایتی فیشن پر جان دینے نباتات وحیوانات پر رحم کر کے خونریزیوں کی بنا ڈالنے کے لیے۔ کہیے ہے کوئی ایسا جو اپنے مواعظ پر عمل کرنے والا۔

مسٹر ارنڈیل :- ایک مرتبہ میں نے لارڈ ہالڈین سے دریافت کیا کہ انگلستان کو تعلیمی معاملات میں کس چیز کی ضرورت ہے۔ لارڈ موصوف نے جواب دیا۔ "ایثار کا جذبہ" بڑے افسوس کی بات ہے کہ اس جذبہ ایثار کو نہ تو معلمین رکھتے ہیں اور نہ متعلمین۔

شرح :- لارڈ صاحب نے اپنا کہا جو کچھ کہا وہ بجائے خود ٹھیک ہوگا۔ ہندوستان کے بارے میں اتنی ترمیم کی ضرورت ہے کہ بیچارے معلمین اس سے زیادہ ایثار نہیں کر سکتے کہ وطن چھوڑ کے پردیس میں تعلیمی نعمات تقسیم کرنے آتے ہیں۔ اب یہ زمین کی خوبی ہے کہ بویا جائے گندم اور اُگے گا ہیتا پھر تنخواہ بھی کچھ ایسی زیادہ نہیں لیتے یہی سات سو آٹھ سو ہزار روپلی۔

مسٹر ارنڈیل :- منوسمرتی میں اچھے شہری ہونے کی یہ ایک ضروری شرط قرار دی گئی ہے کہ وہ خدمت کو مقدم اور تعلیم کو مؤخر خیال کریں۔ ہم اس زمانے میں یہ دیکھتے ہیں کہ طلبا تعلیم کو مقدم اور خدمت کو مؤخر خیال کرتے ہیں۔ خدمت سے میری مراد ملک و قوم کی خدمت ہے نہ کہ چاکری (قہقہہ)

شرح :- یارو ہنسو نہیں۔ ہنسی میں بات آئی گئی ہو جاتی ہے۔ صاحب نے بات ضرور ہنسی کی کہی مگر ہر ایک ہنسی کی بات پر ہنسنا لازمی نہیں ہے۔

غالباً صاحب کا مطلب یہ ہے کہ تعلیم ایسی ہونی چاہیے جس میں خدمت قوم و محبت وطن کا احساس پیدا ہو۔ صرف قانونی حقوق کی اصطلاح اور ان حقوق کو منصفانہ خیال کرنے کی حس یا نوکری چاکری کی طلب غایت تعلیم نہ ہونی چاہیے۔ مگر بات ذرا ٹیڑھی ہے۔ کیا سبب کہ محبت قوم و خدمت ملک کی آب و ہوا سے کوئی ایسا درخت نشوونما نہیں پاتا جس کے پھل غذا کے قائم مقام ہوں۔ ہزار طرح کی محبت ناکمہ طرح کی خدمت ایک طرف اور پیٹ ظالم ایک طرف۔ جب زمین جلتی ہوتی ہے تو بندریا اپنا بچہ جو تڑکے نیچے رکھ لیتی ہے۔ مامتا محبت کی پروا نہیں کرتی۔ ہندوستانی مردم شماری کا رجسٹر اگرچہ تفریق مذہب کے خانے میں بندگانِ شکم کی تفصیل نہیں کھولتا مگر جاننے والے جانتے ہیں کہ ؎

جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو
روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

منو سمرتی کے عہد میں خادمانِ ملک محبانِ وطن کے ہاتھ ہتھکڑیوں سے آزاد تھے۔ تقدیم و تاخیر اپنے اختیار میں تھی کوئی گھیرا کسی نے نہیں کھینچا تھا کہ دیکھو یہ کنڈلی ہے اس کے اندر تم پلتھی مار کے بیٹھو۔ اس گھیرے کے گرد لڑکے لال لال ڈورے کھچن کھچن کٹورے کتنے جمع ہوں گے اُن کی اصلاح کرو۔ گھیرا دوسرا شخص کھینچتا ہے بٹھاتا تیسرا شخص ہے۔ مگر تمام اصلاحات کا ذمہ دار گھیرے کے اندر بیٹھنے والا ہے۔ پھر گھیرے کے اندر جدھر نظر جاتی ہے آفتیں ہی آفتیں دکھائی دیتی ہیں کسے مقدم رکھیں کسے مؤخر۔ طلبا سے یہ امید رکھنا کہ وہ بغیر کسی ہدایت کے از خود مسٹر انڈیل ہو جائیں صحیح نہیں ہے۔"

مسٹر انڈیل :۔ "تیسری شرط سادگی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ طلبا بہت خوشنما لباس استعمال کرتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ اس سے غرور و تکبر کی بو آتی ہے۔"

شرح :۔ ایک انگریز کی نگاہ میں یہی بات کھٹکنے والی ہونی چاہیے مگر ہم نے کسی طالب علم کو باشندگانِ ملک کے خوشنما لباس پہنے بہت کم دیکھا ہے۔ لیس، ڈینیم، کرافٹ اور ٹیوب سوٹ کا پتلون لگاؤ تو البتہ تا اگر خوشنما لباس سے مراد یہ ہے تو ہم مسٹر گاندھی کی عنایت سے کھدر کا لباس طلبا میں ہو چلا تھا۔ جس سے زیادہ سادگی کسی اور کپڑے میں متصور نہیں اب اپنی مشکلیں یہ کہہ کے کون کسوائے کہ ہمارے خداوندانِ نعمت اسی کو علامت بغاوت خیال فرماتے ہیں۔ ابھی نہ ہونا چاہیے کیسا یہی ہوگا اور نیچ کھیت ہوگا۔ زبردستی ہوگا۔"

مسٹر انڈیل :۔ "چوتھی شرط ضبطِ نفس ہے۔"

شرح :۔ اس سے اتفاق نہیں۔ جس نفس کہیے مگر یہ تعلیم گاندھی جی کی یونیورسٹی میں دی جاتی ہے معاف کیجیے گا آپ در پردہ گاندھی جی سے ملے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کوا پر بڑا ہونے کا دعوے کچھ یوں ہی سا معلوم ہوتا ہے۔"

مسٹر انڈیل :۔ "........ ....
جب ہندوستان کا مسئلہ حل ہو جائے گا ....
.... اُس وقت ہندوستان دنیا کی روحانیت کا مرکز بن جائے گا۔"

شرح :۔ قسم رولٹ ایکٹ اور مارشل لا کی آج بھی یہی حال ہے۔ روح محض نالی ہے جسم گھل گھل کے تذرفاقہ کشی ہو چکے۔ چاہے تعلیم کا مسئلہ حل ہو یا نہ ہو۔ اگر بھوک پیاس بیماری عریانی لاغری علامات روحانیت ہے تو ہم آپ کو ٹھیکہ دیتے ہیں جتنی چاہیے یہاں سے لے جا کے یورپ والوں کے حوالے کر دیجیے۔ کم از کم لارڈ ہالڈین کو یہ تحفہ ضرور دیجیے جو ایثار کے جذبہ کے نہ ہونے کی شکایت کرتے ہیں۔ ہم خوش ہمارا خدا خوش۔

راقم

آئینہ کیوں نہ دوں کہ تماشا کہیں جسے
ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

بعلم

بے نکا شاہ

دیوانہ راہوئے بس است

ہمارے مرزا ابا جان لندنی بھی عجب چیز تھیا۔ خدا نے انھیں دولت مکنت حشمت اولاد عزت سب چیزیں عنایت کیں مگر خدا جانے کیا بات ہے کہ اب کچھ دنوں سے کوئی چیز ان کو راحت نہیں دیتی ؎

کس را چہ پیدا آورد و دو گا
کہ نبشستہ بر لبِ رحمت دید

ساری رحمت زحمت سے بدل ہو گئی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ کئی بیبیاں کرنے کا یہی انجام ہے بعض کا کلام ہے کہ ایک آنکھ میں لہر بھر ایک آنکھ میں خدا کا قہر۔ بے انصافی ہے اور بے انصافی کا ثمرہ ہی پھوٹ برادری کی جو رو سے جا و لا دے۔ نہ تو لستی ملستی اہلی کھلی پھرتی ہے باقی غیر برادری کی جو عورتیں ہیں اُن کی اولاد نا قدری اور کس مپرسی میں پڑی ہر بات کو ترستی ہے۔ پھر بھی جب اولاد سمجھدار نہ تھی اس وقت تک تم نے جو چاہا کیا اب۔ خربوزے کو دیکھ کے خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ اس کے علاوہ جوان بہان اولاد پر ہر وقت کی مار۔ دھاڑ۔ بیٹے کڑھ کڑھ اٹھاتا آنکھیں نکالنا بُرا بھلا کہنا اچھی بات نہیں۔ اور صاحب اگر تم دینی برادری کی بی بی اور اس کے بال بچے زیادہ عزیز تھے تو ہوس کے مارے دوسری غیر عورتوں سے شادی بیاہ کیوں کیا۔

کچھ دن اُدھر کا ذکر ہے مرزا لندنی کی مختلف البطن اولاد صحن میں غل غپاڑا مچاتی اُدھم جوت رہی تھی اس نے اُس کا منہ چڑھایا اُس نے اسے گالی دی ایک نے لات ماری دوسرے کی تلی ہلی کسی نے باپ سے حاصل کی ہوئی گھڑی دور سے دکھائی۔ کسی کو لالچ آیا اور باپ سے شکایت پیدا ہوئی سلامتی سے باوا جان کو دولت سمیٹنے اور دن بھر ایک اور ریچھ ساتھ پانچ دس پندرہ اور سات بالیس کے دو۔ ہاتھ لگے دو اور آٹھ دس اور تین تیرہ کے تین ہاتھ لگا ایک میں مصروف پرورش و پرداخت کے مصارف اپنی جیب سے ادا کرنے کے بجائے ناقص التعلیم اولاد کی کمائی پر دانت جمائے جو رو کے لڑکے نے مفلسی اور ناداری کی شکایت کی کہہ کے ٹال دیا صبر کرو آج کل ہم خود کوڑی کوڑی

کو محتاج ہیں۔ ہمارے امکان میں صرف اس قدر ہے کہ سرکار آج کل نئی فوج بھرتی کر رہی ہے عرب کے ملک میں جانا ہوگا۔ کہو تو سفارش کر کے تمھیں بھی رکھوا دیا۔ مگر ایک شرط ہے جو کچھ کمانا جمع کرتے جانا اگر خدا نخواستہ گولی لگے اور ٹیاں سے مر جاؤ تو یہ کہنے کو نہ ہو کر لو شمے باولے کے ہاتھ ضمیمی دے گی ایسا نالائق لڑکا ہوا تو کیا نہ ہوتا تو کیا بگڑتا۔ سرکار کو یہ فائدہ ہوگا کہ تمھارے خون کا خرچ نہ بہانے گی اور یہ ضعیف ناکارہ باپ صرف اس آمدنی پر قناعت کرے گا جو تم اپنی آخری سانس کے وقت بطور یادگار چھوڑ جاؤ گے۔ دیکھو بیٹا لڑ کے مر جاؤ دنیا میں نام کر جاؤ۔ اگر خدا نخواستہ جیتے پھر وگے تو چاہیئے گھونسا رو زیہاں سے بھی معزز کر دیا جائے گا۔ تمھاری ماں کمبخت ایسی جاہل ناکارہ نافرمان کاہل غافل ہے کہ کیا کہوں۔ فضول خرچیوں میں روپیہ اڑا رہی ہے لاکھ کا گھر خاک کر دیا مگر خیر تم اس کی پروا نہ کرو۔ میں اگر زندہ ہوں تو اس چڑیل سے تمھارا سارا خرچ وصول کر لوں گا اور اسی کی جائداد سے تمھارے لیے بسر اوقات کی معقول صورت پیدا کر دوں گا اگرچہ اس کی جائداد میں میری دی ہوئی کوئی چیز شامل نہیں ہے مگر جو اس کا مال ہے وہ میرا ہے میں اس کا بھی مالک ہوں اس کی دولت کا بھی۔ گھبراؤ نہیں۔ الغرض باوا کا ہے کو خود غرضیوں کی پوٹ تھی۔ لڑکوں کے ادھم جوتے سے حساب جوڑنے میں خلل آیا جھنجھلا کے دوڑے۔ یہ کون بے تمیز سارا گھر سر پر اٹھائے لیتا ہے۔ میں میزان ستونی بھولا جاتا ہوں۔ لاحول ولا قوۃ کیا ناک میں دم ہے۔ ان مردودوں نے زندگی تلخ کر دی۔"

مہندی بائی: "جی یہ آپ کی چہیتی آرش بیگم کے دلارے پوت کٹوروں میں موت ہیں۔ ان کے سوا اور کس کا دل گردہ ہے کہ آپ کے سر چڑھے۔ اور منھ لگا کس نے ہے تمھاری۔ میں کہتی ہوں جس کا ایسا ظلمی باپ ہو اس کے بچے ایسے نڈر دیدوں کا پانی ڈھل گیا ہے۔"

مرزا: "پکڑ تو لانا ذری ہمشہ"

مہندی بائی: "کون پکڑ لائے کس کو نحوس پڑی ہے"

صاحبزادے کسی کی ہستی بھی سمجھتے ہیں۔ کیا اس بڑھاپے میں مجھ نگوڑی کو گالیاں کھلوانا چاہتے ہو۔ فوج میں ایسے منھ پھٹ کے منھ لگوں۔ وہ آپ پہلے سے مٹی کی توپ جو کھیلنے کے لیے لا دی تھی ہر وقت بھری تیار رہتی ہے۔ نا بابا۔ آگ لگانے لو ہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے۔ آپ کی اولاد ہے آپ ہی پکڑنے کو جائیے۔ یہ ہماری جیب تھوڑی اولاد نہ ہو جو بیچاری اب تک رو کے روٹی مانگتی ہے۔ یہ آپ کے بڑے دن کا پانی ہے ذری سنبھل کے جائیے۔"

دھما چوکڑی موقوف نہ ہوئی تھی حساب جوڑنے میں بٹا لگا جاتا تھا بڑے میاں کھڑی ٹیک کے خود ہی اٹھے۔ طعنے بھی کرارے پڑے تھے یہ بھی آیا ہوا تھا۔ پکارے "کہاں ہے وہ نالائق ناشدنی نانجیب نطفہ شیطان۔ مردود۔ ادھر تو آ تیری ایسی تیسی کی تھی۔ یہ ہم گھر میں موجود ہیں اس پر یہ ہنگامہ داستندی۔ کچھ ہمارا خیال نہیں۔ ازار میں ڈال کے پہن لیا ہم۔ پاجی کہیں کا"

صاحبزادہ (نمبر ۱) اول درجے کے شور پشت۔ صحبت بد کا اثر مزید براں۔ عہد طفلی میں کان گوشی۔ (گوشمالی) کا انتقامی بخار دل کے تہتے میں بھرے بیٹھے تھے۔ سوتیلے بھائیوں پر عنایتوں کا حسد بھی بغض بدولی و قصاص کو گھر لیے ہوئے تھا۔ ایک مرتبہ دور ہی سے جھلا کے بول اٹھے "کیا فرمایا ذری پھر تو فرمائیے گا۔ دیکھیے میں بہت ادب کرتا ہوں۔ ہمیشہ فرمانبردار رہا کبھی نافرمانی نہیں کی نا امید تھی کہ جناب کی شفقتوں کا مستحق بنوں گا۔ مگر بکتے کی دم بارہ برس گڑی پھر ٹیڑھی کی ٹیڑھی۔ کوئی کب تک خاموش رہے آپ تو ہر وقت حساب کتاب میں مشغول رہتے ہیں جب مکان ایک ہی ہے تو آدمی ہنسنے بولنے کہاں جائے گا۔ وہ دن لد گئے جب آپ پیسے پیسے عزیز کے کاٹ دوڑتے تھے۔ اور ہم چپ ہو جاتے تھے آپ نے فرمایا کہ دبے پاؤں چلو آواز نہ ہو۔ ہم نے وہ چال اختیار کی جو نشہ دماغ میں چڑھنے اور آگ کی لون پر دو بوڑھنے میں اختیار کرتی ہے۔ کیا مجال جو پاؤں کی جانب محسوس ہو۔"

مرزا: "ہاں سے تو آخر یہ کیا چاہتے ہو کس بات پر آخر کچھ معلوم تو ہو۔"

صاحبزادہ (نمبر ۲): "جناب بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ والدہ کی جس قدر آمدنی ہے وہ سب اسی کے تصرف میں ہے جس مد میں آپ چاہتے ہیں خرچ فرماتے ہیں۔ بوجہ کثرت ازدواج جناب کا ملی ہم کنیزوں کی جانب متوجہ نہیں۔ جناب انصاف و عدالت سے شعت نہیں ہیں۔ ہم سبھوں کی محنت و جانفشانی بلکہ مادری جائداد کی آمدنی بھی زیادہ تر جناب کی زوجۂ اولیٰ یا اُن کی گرامی اولاد کے زیر تصرف و حکم رہتی ہے۔ ان محترمہ کے بناؤ سنگار میں جو کچھ صرف ہوتا ہے وہ ہم غریبوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ ان کے عزیزوں یا غیروں کے یہاں جب کبھی کوئی ہنگامہ برپا ہوتا ہے اور ان محترمہ کو ضرورت داعی ہوتی ہے تو بار برداری تک ہماری جنیا کے ذمہ رہتی ہے۔ اس پر بھی موت کا جھلو اٹھو میں اگر ادنے لغزش یا کوتاہی باعتبار بشریت سرزد ہو گئی تو اللہ دے اور بندہ لے۔ آؤ تو جاؤ کہاں۔ گالیاں کوسنے مار دھاڑ غرض کوئی فضیحتا اٹھا نہیں رہتا۔ مدت سے خبر ہے کہ جناب نے کوئی وصیت نامہ تحریر فرمایا ہے مگر معلوم نہیں کہ اس کا مضمون کیا ہے۔ مگر جو لطف و عنایت زوجۂ اعلیٰ اور ان کی اولاد کی طرف مبذول ہے وہ اس بات کا یقین کرنے کے لیے نہایت ہی کافی ہے کہ دیئے گھٹنوں ہی کی طرف جھکیں گے۔ اور ریوڑیاں اپنوں ہی کو بٹیں گی۔ اگر جناب والا اپنے چہیتوں کو صرف اُن کی والدہ کی جائداد عنایت کریں تو ہم غلاموں کو کچھ عذر نہیں لیکن ہم غربا کی مائیں جو کچھ اپنے میکے سے لائی ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کا انتظام کیا ہوا اور کیونکر ہوا۔ اسی پر ہم لوگ آپس میں گفتگو کر رہے تھے اور قانون و انصاف کی نظیریں مابہ البحث تھیں۔"

مرزا: "ہوں۔ ہوں۔ معلوم ہوا کہ اب چیونٹی کے پر نکلے قضا سر پر کھیل رہی ہے۔ بہت خوب میں کسی وزیر کے ستائے سمجھانا چاہتا ہوں کہ آخر لوگوں کا مقصود کیا ہے"

صاحبزادہ (نمبر ۲) "مجھ سے سنیے میری ماں عمر
کی رہنے والی ایک صاف گو عورت تھی اور اس عمر
کو صاف گوئی کی صفت اسی سے ملی ہے۔ میں اس
بحث مباحثے سے جو جناب والا کی حساب کتاب
شمسی قمری میں مخل ہوا صرف اسی قدر نتیجہ اخذ
کرسکا ہوں کہ جو کچھ اگلے زمانے میں ہم لوگوں کی
مادری جائداد پر گذرنے والی تھی وہ گذر چکی۔
اور اس کا محاسبہ اس وقت فضول سا معلوم
ہوتا ہے۔ جناب والا کی انتہائی شفقت و مہربانی
ہوگی اگر آئندہ ہماری آمدنی اور جائداد کا اندرونی
انتظام ہمارے سپرد ہو۔ ہم اب بالغ ہوگئے ہیں
اور اگرچہ جناب والا نے کوئی خاص توجہ تربیت
وتعلیم کی جانب نہیں فرمائی بلکہ جتنی مدد درکار تھی
اتنی بھی نہیں دی تاہم ضرورت وقتی نے ہمیں اتنا
فہیم کر دیا ہے کہ اپنا گھر اپنی نگرانی میں رکھ سکیں"
مرزا "اف وہ ہر ایک کے دماغ میں ہوائے خودسری
حلول کرگئی ہے او۔ یں سمجھا میں سمجھا ٹھہرو
ناشدنیو تمہاری ابھی خاصی مرمت کی جائے گی
مجھ کو کمزور نہ سمجھنا۔ بڈھا ہوگیا تو کیا ہوا ایسے
جوانوں سے آج بھی اچھا ہوں۔ اس بڑھاپے
میں بھی دو تین نئے محل کر چکا ہوں۔ بی چھٹن۔
بی عراتن۔ بی مجھن اس بڈھے کا لوہا مان گئیں
خیر سر دست آپ لوگوں کے لیے اسی قدر ہدایت
جاری بھی جا سکتی ہے کہ آنکھیں کھول کے جو کچھ
مصارف بہی کھاتے دفتر میں ہیں اُن کا مطالعہ
کرتے رہیے۔ مگر واضح رہے کہ میرے پرائیوٹ
معاملات کے پوچھنے گچھنے کا آپ کو کوئی حق نہیں
دیا گیا ہے۔ ایاز حد خود بشناس۔ صاحبزادو
یاد رکھو یہ آثار اچھے نہیں ہیں۔ تم کو اپنے
پڑوسیوں کا حال معلوم نہیں ہے"
صاحبزادہ (نمبر ۲) "غالباً جناب کا اشارہ
خانم اماں کی جانب ہے جن کو حضور نے ابھی چند
روز ہوئے طلاق دی ہے۔ درحقیقت یہ حضور
کی حماقت تھی جو ان کو اتنا موقع عنایت کیا کہ
دوسرے انداز کے برخلاف وہ آپ سے ہر سال
کچھ نہ کچھ لے مریں اور پھر زبردستی بغیر خلع داخل کیے
چھٹکارا بھی پا گئیں ایک زمانہ دراز تک سر سہلاتی
اور بھیجا کھاتی رہیں پھر غیبت کرکے یہ جادو جاتا
ان تلون میں بھی نہ تھا گویا
یوں [illegible] گیا۔
مرزا "چپ رہ بے ادب خرناشخص کشتہ
ناتراش ابھی دو طمانچوں میں سیدھا کر دوں گا
ملعون تو نے اتنا وقوف بھی حاصل نہیں کیا سہ
خطائے بزرگاں گرفتن خطا است
صاحبزادہ (نمبر ۱) "بھائی تم چپ رہو میں بڑے میاں
کی مزاج پرسی کیے لیتا ہوں۔ سنیے حضرت صاف
صاف جواب دیجیے۔ حساب کی کتاب گئی چولھے
کی جڑ میں۔ یہ الٹے تلے ہم اپنی آنکھ سے نہیں دیکھ
سکتے۔ والدہ کی جائداد ہمارے حوالے کیجیے
اور چلتا دھندا کیجیے۔ آپ صرف دور سے
نگرانی کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ آج سے میں نے
ارادہ کرلیا ہے کہ اماں کی جائداد پر جتنے کارندے
آپ نے مقرر کیے ہیں وہ سب نکال دیے
جائیں"
مرزا جان "گستاخ ناشکرے۔ ارے میری
زندگی میں مجال ہے تیری کہ کوئی مداخلت
کرسکے"
نمبر ۱ "بڑے میاں زبان سنبھالو۔ مجال کی ماں
گئی کھیلنے۔ کیا دل لگی ہے۔ پرائے مال پہ
یا حسین۔ تم ہوتے کون ہو"
مرزا "(دل میں) یار بڑی ہوئی لونڈا قابو سے
باہر ہوگیا۔ (منھ پر) اچھا صاحبزادے ٹھہرو۔
چھری تلے دم لو۔ ذری آپے میں رہو۔ ہوش کی
دوا کرو۔ واللہ یہ مہر پدری ہے جو تمہاری
بے ادبی اور گستاخی کو شربت کے گھونٹ کی
طرح پی رہا ہوں ورنہ وہ طمانچہ رسید کرتا کہ
بتیسی حلق میں جا ئی رہتی"
نمبر ۱ "اماں جاؤ۔ باپ تم کس نامعقول کے ہو
جو مہر پدری لیے پھرتے ہو۔ ہمارے گھر سے
آگ لائے اور نام رکھا بیسندر۔ جو آج ہم
سب مل کے ساتھ چھوڑ دیں تو فاقے کرنے لگو
بڈھے آئے وہاں سے باپ بننے یہ منھ اور مسالا۔
ہوگے جس کے باپ اُس کے ہوگے۔ یہاں نہ
کوئی تمہارا بیٹا نہ تم کسی کے باپ۔ سیدھی طرح
بتاؤ قبضہ ودخل سے دست بردار ہوتے ہو۔
یا پھر ہم اپنی کارروائی شروع کر دیں۔ تم یوں
نہ مانوگے (میز پر سے آئینہ گھسیٹا اور زمین پر
دے مارا) کہو راضی ہوئے"
مرزا "ٹھہر بھائی ٹھہر۔ ارے دیوانے صبر کر۔
آؤ پنچایت کریں"
نمبر ۱ "کیسی پنچایت اور کہاں کی کانفرنس۔
(جتنی مرغیاں انڈوں پر بیٹھی تھیں اور والد بزرگوار جن
کی یخنی نوش کرتے تھے سب دڑبے باہر سب کی گردنیں
ردی کاغذ کی طرح جھر جھر) کہو اور کچھ؟"
مرزا "ہائیں ہائیں کیا کرتا ہے"
نمبر ۱ "یوں نہ مانوگے۔ (بستے کاغذات کے سمیٹے اور
ڈھیر کرکے آگ لگا دی) کہو تماشا دیکھا۔؟"
مرزا "ارے تجھ سے خدا سمجھے ناشدنی سارا گھر
ستیاناس کیے دیتا ہے۔ ارے کوئی ہے اسے
پکڑو موذی کو۔ واللہ مارے مار کے اس کی پسلیاں
توڑے دیتا ہوں یہ سب اُس پھلاوے کا۔ لینا
ننھے خاں۔ ائے سالار دکھاں مر گیا۔ دوڑو یہ حرامی
میری بے عزتی کیے ڈالتا ہے۔ خیرا خاں۔ ڈمّا خاں۔
جلدی چلو وقت مدد ہے"
نمبر ۳ "اجی بڑے میاں اُدھر دیکھ چکے اب
اِدھر لنب کی باری ہے۔ بس تالاب کی مچھلیاں بہت
کھائیں ریگستان کی بالو پھانکی۔ اب اپنے رادھا کو
یاد کرو۔ راستہ چلنے کو ہم منع نہیں کرتے مگر اپنی راہ
آؤ اپنی راہ چلے جاؤ۔ اب اس سرزمین پر بُرے
ارادے سے قدم نہ رکھنا"
مرزا "اخاہ مینڈکی کو بھی زکام ہوا"
نمبر ۳ "دکھا دوں زکام کا تماشا؟" (چھینک جو کرتا
ہے تو سارا کوٹ رینٹ میں آلودہ)"
مرزا "بے تمیز گنوار بانجھ نامعقول۔ اول جلول
تیری ماں نے یہی تمیز سکھائی ہے"

نمبر ۲" ہوہو کے باوا۔ یہ ہمارا سب رنگ دکھا رہا ہے۔ دیکھو پچھتاؤ گے میرزا جو دل برا ہوگا۔ یہ سمجھ لو کہ ساری شخصیت انجناب کی بدولت ہے۔ میرا بھی جل پاپا پا۔ واللہ دل زیر تمہاری حرکتوں نے ناسور ڈال دیے ہیں۔

وہ ستم ہیں نے اٹھائے مرا جی جانتا ہے

لے ابھی میں خیریت ہے ہمارے دشمنوں سے ملنا چھوڑ دو اپنے آدمیوں کو علاقے پر سے بلا لو۔ مال تال ہمارے سپرد کرو۔ ہر ایک چیز پر جو قرق بٹھا رکھا ہے اس سے ہاتھ اٹھاؤ۔ بھلے مانسوں کی طرح رہنا ہو تو رہو۔"

مرزا" دو نہ شد سہ شد۔ ارے کمبخت تو تو بہت بے دیا سو بلائی مشہور تھا۔ کبھی چلا بھی نہ کرتا تھا۔ یہ آج آنکھیں کیا دکھا رہی ہیں؟"

نمبر ۲" بڑے میاں ہم تو چپ تھے اور چپ رہتے مگر ہم نے دیکھا کہ تم اسی سے خوب راضی رہتے ہو تو تمھیں چین سے بیٹھنے نہ دے۔ ترکیب ہمیں بھی معلوم ہو گئی۔ آئی پر کون جو کتا ہے۔ دیکھو جس طرح ہمارے اور بھائیوں نے تمہاری درگت کی ہے ویسی ہی ہم بھی کریں گے۔ خیریت اسی میں ہے کہ ہماری بات مانو۔ سارے گھر پر عملہ دخلہ نہ کرو۔ سو ہاں تک گدگدا دو جہاں تک ہنسی آئے۔ بہت گدگدی میں آدمی رو دیتا ہے۔ سنا کہ نہیں؟"

مرزا" ابے تیری حقیقت کیا ہے! اور تو اپنے دل میں سمجھا کیا ہے۔ تو میرا کیا بنائے گا؟"

نمبر ۲۔ بنا لینے کے بھروسے نہ رہنا مجھے تو خیر اسی قدر آتا ہے کہ غل کروں گا، دہائی دوں گا۔ چاہے کچھ ہو جائے اپنی ضد سے نہ ہٹوں گا مگر میری مال تمھیں کوس کوس کے کھا جائے گی۔ وہی مثل ہوگی "مار مار تیری تھیلی۔ پر اے موری عادت نہ جائے" ابھی میں اتنے بھائیوں کا بھائی ہوں کہ تم ان سے لڑتے لڑتے تھک جاؤ گے مار بھی ڈالو گے تو کمی نہ ہوگی۔"

مرزا" ہائے کس آفت میں جان پھنسی ان ناخیزوں نے آفت جوت رکھی ہے۔ گھر میں بھی اپنے نام کا مرتبا ہوں تو سہی جو چلہ کھینچ کے الٹی سینکی اور اُستاد کا مریخ کا مل نہ پلٹوں تو

مرزا بیٹھے چلّے میں اور لڑکے بالے چلائے

پو بوجبیا پنچ بہادر کہ بکری کا پائے

ہمارے مرزا جان لندنی عمل تسخیر کے اچھے عامل تھے اور اس عمل پر ان کو اتنا قابو بھی حاصل ہے کہ ادھر نگاہ بھر کے کسی طرف دیکھا اور سمجھ لیا کہ بس کیا مجال ہے جو اڑتی چڑیا از خود پنجرے میں نہ پھنس جائے ان کی آنکھوں میں اللہ نے موہنی دی ہے۔ عورتیں خوب جانتی ہیں کہ میاں چڑیوں بھرے کباب ہیں مگر گرویدہ ہو جاتی ہیں۔ ان کا عمل جب ہر سرزمین پر چلتا ہے بڑھاپے کی جھریاں ان کی دلاویزی میں جھول نہیں ڈال سکتیں مگر کا غم ان کی ناوک زنی میں حارج نہیں ہو سکتا۔ ادھر تحفہ تحائف کا دانہ ڈالا خوش خلقی و خیر خواہی کا جال پھیلایا منہ سے فٹافٹ بولے ادھر سدیاں مرغیاں لدالد۔ گدا گدگرنے لگیں۔ کبھی بوضع طفلانہ بھی شکار کھیل لیتے ہیں۔

فتنہ چوں در پے صید کے فرشتی اتماشا کن
کلہ را در گرفتن از سر و کم کم نمیدہ نسا

اور صاحب یہ عجب ماجرا ہے کہ چاہے گملیوں میں دانہ ہو یا نہ ہو۔ بڑے میاں خبر لیں یا نہ لیں ان کی تسخیر کی ہوئی عورت کبھی شکایت کے قریب نہیں پھٹکتی سا ورچوں نہیں کرتی۔ مگر عورت ذات اور پھر دل ہاری ہوئی عورت جوان جہان سرکش اولاد پر حاوی نہیں ہو سکتی۔ نہ جس عمل سے عورت کی تسخیر ہوتی ہے وہ تسخیر اولاد میں کارآمد ہے لہذا ہمارے مرزا جان کی چلہ کشی ایک مرتبہ نئے قسم کی چلہ کشی ہے۔ اور لوگ دیکھتے ہیں کہ اثر کی طرف سے بھی کچھ کمی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ راز دار عامل کہتے ہیں کہ چلہ کشی میں بے احتیاطی ہو گئی۔ ہو نہ ہو ترک حیوانات کا عہد ٹوٹ گیا۔ اور چلہ کے اندر ہی گوشت یا خون کا استعمال ہوا۔ کسی جاندار کو چٹ کر گئے۔ ورنہ اس کے کیا معنی ہیں کہ جن پری آسیب بھوت پریت بیر تو مرزا کا کلمہ پڑھیں اور اولاد شیطان ادھم جوتے قیامت ڈھائے ادھم مچائیے۔ بعض کا قول ہے کہ عمل "معاف کرو اور بھول جاؤ" جلالی ہے۔ اولاد کی شکل میں موکل آتے اور شور و فساد برپا کر کے عمل میں خلل ڈالتے ہیں۔ اگر مرزا اذری بلا بھر کے عمل جاری رکھیں تو امید ہے کہ پھر تسخیر پر قابو ہو جائیے معقول؟۔ موکل کا سب کو ناشدنی بالشویک ٹھہرے ہر رنگ میں بھگ ور گریال میں غلہ حالی میں قال دہی میں موسل کرتے پھرتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس عمل ہی کو سرے سے غلط بتاتے ہیں۔ مگر مرزا ان سے اس درجہ ناراض ہیں کہ اگر اتفاقاً ان میں سے کسی ایک کو پا جاتے ہیں تو عمل خوانی کے دوران ہی میں چوٹ کر بیٹھتے ہیں۔ یہ بھی عمل کے ناتمام رہنے کا ایک مضبوط سبب ہے۔ بہر حال ایک جانب سے عمل خوانی ہے۔ دوسری جانب سے خلل اندازی۔ چوٹیں برابر چل رہی ہیں۔ مرزا نے خلوت خانہ آراستہ کیا تیسر یا لڑکا وہاں بھی ڈٹا ہوا ہے۔ ٹلنے کا نام نہیں لیتا۔ "ارے بھائی اپنے خدا کو مان کے ہٹ جا۔ میرے اوراد و وظائف میں فرق آتا ہے۔" اوں ہوں صاحبزادے فرماتے ہیں ہم تو یہیں سبق یاد کریں گے یہیں تاش کھیلیں گے۔ مرزا نے انگیاری کے لیے انگیٹھی میں لوبان دھوپ دیپ چندن گوگل کالا دانہ ڈالا۔ صاحبزادے نے گنتی کی دم میں پراتے کی گڈی باندھ کے خلوت خانہ کی طرف جھگا دیا۔ سجادہ غارت غول "ارے کون ہے" کہتے دوڑے باہر نکل کے دیکھتے ہیں تو کوئی نہیں۔ لاحول ولا قوۃ یہ کس شیطان نے عمل خوانی میں کھنڈت ڈالی۔ ضرور کوئی نہ کوئی شیطان تھا۔ لڑکے بڈھے باپ کو مخول بناتے ہیں۔ پھر دھونی رمانے بیٹھنے لگے "معاف کرو اور بھول جاؤ" چھو چھو چھو۔ یہ چھو چھکا بھی او چھو ہوا ایک اوچھال چھکا سنسنی چھوا پھر کرتی آئی اور لمبی لمبی مرگ چھالے پر لیٹ گئی لگی ہی ہی کرنے۔ سخت غصہ آیا ڈانٹ کے پوچھا "نیک بخت تو کون ہے؟ کہاں میں ہوں عدالت!! بالیس عبد القادر کالی دھیم؟" جواب ملا ہاں ہندوستان کی آب و ہوا کے واری جائیے۔ یہاں کی تاثیر یہی ہے۔ ہر نورانی چیز الٹا تو ہو جاتی ہے۔ سوا ہے میاں کے میرا جہاں کہیں عملہ دخل ہے وہاں اندھیری رات ہوتی ہی نہیں۔

مجھلا کے ہوتے حکومت تو گو ہندوستانیوں کی ہو گئی معلوم ہوتی ہے ادھر آتیا گلا گورنمنٹ دوں۔ دستی ڈھونڈنے چلے سیاہ و عورت کا فور ہوئی۔ اسے پیچھے جل ہی پھر بھوک پڑا۔ دل میں کہا حرام زادی غائب ہو گئی ٹھہری نہیں ورنہ پکڑ کے لارڈ ریڈنگ کے ہاتھ اونے پونے سودا کرتا۔ وہ بھی عدالت و انصاف کے بڑے قدر شناس ہیں۔ مرزا تو مؤکلوں کے ساتھ آنکھ مچولی کھیل رہے ہیں مگر صاحبزادگان عالیشان کچھ اور ہی دھن میں ہیں۔ ایک ڈاکوؤں کے ساتھ مل گیا اچھا پا مارنا چاہتا ہے۔ دوسرے نے ادھر ادھر سے ہتھیار بہم پہنچا لیے۔ تیسرے نے بیچ لڑکوں سے ساز باز کر لیا۔ چوتھے نے مولویوں سے اپنے موافق فتوے حاصل کیے۔ ہر گلی کوچہ دکھاتا پھرتا ہے پانچواں مرزا صاحب کے وجود ذی جود کے آثار مٹانے میں مصروف۔ ہاں یہ سنگ شبین ہے اس سے بخیہ گری کا کام لیا جاتا ہے۔ اچھا لاؤ ہتھوڑا اسے چکنا چور کر دو نہ یہ ہوگی نہ احسان کا کنٹوپ اور آکٹا بیچی کی جانگھیا تیار ہوگی ......۔

اطبا اور بعض ڈاکٹر بھی اس رائے سے متفق ہیں کہ انسان کے پیٹ سے کچھوے ہاتھی سانپ بچھو کی شکل کے بچے سانچہ پر خیالات و توہمات کے اثر یا متصرفہ و مصورہ کی بھول چوک کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایسے بچے کی ماں شوہردار ہی ہو۔ بسا اوقات ان کا وجود خاکی انڈے کی طرح پیٹ میں فاسد مواد جمع ہونے اور متشکل ہو جانے پر موقوف ہے۔ رجا بیٹے ہو سک بھولنے میں ہمیشہ یہی دھڑکا رہتا ہے کہ خواہ مخواہ نئی بھولی ہے دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ بہر نوع یہ نیچر کی ایک غلط بخشی ہے "مان نہ مان میں تیرا مہمان" پس اگر ہمارے مرزا جان لندنی کے غلط طریق عمل خوانی کو پیٹ رہا اور باوجودیکہ شریر لڑکوں نے عمل خوانی میں بار بار کھنڈت ڈالی پھر بھی ایک مؤکل دھم سے آ کودا تو کوئی عجیب بات نہیں۔ مؤکل دو موہا تھا اس لیے کہ عمل کے بھی دو جزو تھے۔ (۱) ایک معاف کرو (۲) بھول جاؤ۔ دونوں چپک کر ایک سانچے میں ڈھلے ہوئے مگر دونوں بھیانک فرق صرف اس قدر کہ معافی والے منہ میں ریحان کی ایک شاخ جلی ہوئی تھی اور فراموشی کے دانتوں میں کرکنار کی شاخ قد سوا بالشت کا۔ رنگ آتشین۔ آواز کرخت۔ ایک ہاتھ میں فولادی گرز دوسرے میں گڑ بھرا ہنسیا۔

مرزا جان: "پہلے مانس تو کون ہے؟"

معافی: "میں ہوں معافی"

فراموشی: "اور میں ہوں فراموشی"

مرزا جان: "کیا تم دونوں ایک ہو؟"

مؤکل: "نہیں۔ مگر تم نے دو پلی لڑائی۔ اس لیے دونوں لفظوں کی تاثیر ایک ہی میں مخلوط ہو گئی۔ اکثر انڈوں میں زردیاں دو ہوتی ہیں مگر بچہ ایک۔ ہی پیدا ہوتا ہے۔ تم کچھ تعجب نہ کرو"

مرزا جان: "تو کیا معافی اور فراموشی کا اثر بھی ایک ہی ہوگا؟"

مؤکل: "اثر کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا ؎

از قضا سرکنگبیں صفرا فزود
روغن بادام خشکی می نمود

مرزا جان: "اچھا پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے ایک منہ میں تلسی (ریحان) کی شاخ ہے اس کا کیا باعث؟"

مؤکل: "سنو دوست۔ یہ چیز نہایت مفید ہے خصوصاً قلبی امراض کے لیے۔ اس کے وجود سے دنیا ناواقف تھی۔ ایک مرتبہ نوشیرواں کے دربار میں ایک سانپ دوڑتا ہوا چلا آیا اس نے کسی کو ضرر نہیں پہنچایا۔ کپھن بلند کر کے تخت کے سامنے زبان نکالنے لگا۔ نوشیرواں ایک عادل بادشاہ تھا سمجھ گیا کہ یہ فریادی آیا ہے۔ ایک شخص کو حکم دیا کہ اس کے ساتھ جاؤ دیکھو اس پر کیا مصیبت آئی ہے۔ یہ جانور عموماً انسانوں سے بھاگتا ہے اس طرح مجمع میں گھس پڑنے کا ضرور کوئی سبب ہوگا۔ یہ شخص چلا سانپ بھی ہمراہ ہوا۔ بانبی میں جھک کے دیکھا تو ایک بڑا سا بچھو بیٹھا ہے اس شخص نے بچھو کو مار ڈالا اور بادشاہ سے حال کہہ دیا۔ دو روز کے بعد سانپ پھر حاضر ہوا اس کے منہ میں تخم ریحان کے چند دانے تھے تخت کے کنارے اگل دیے اور چلا گیا۔ یہ دانے بوئے گئے اور ریحان اگا۔ اطبائے شاہی نے تجربے کیے۔ پیچش، خفقان قلب (دھڑکن) میں دماغ، تبخیر، سوزش معدہ۔ انجماد بلغم کی بیماریوں میں اسے مفید پایا۔ تم اگر اسے صحیح طرز پر استعمال کراؤ تو تعلقو کا مڑوڑ، افسادات کی دھڑکن معاملات کی یبوست ناراض دلوں کا بخار سازشوں کی سوزش اشتعالی پھیپھڑوں کا گھٹا ہوا بلغم زائل ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ معافی توبہ پشیمانی کا نتیجہ ہے پشیمانی کی غایت یہ ہونا چاہیے کہ دوبارہ وہ فعل سرزد نہ ہو جو بدپرہیزی میں شامل ہو کے اعادہ مرض کا باعث ہو گو زپر گوز وضو پر وضو کی نوبت آئے۔ بھرم کھل جائے۔ اعتبار جاتا رہے۔ بات ہلکی پڑے۔ معافی سوت کی رسی ہے بعض بے وقوف کھلی بازوں نے جن کا نام صبح صبح لیا جائے تو جلیبیاں والے باغ کا سماں نظر آئے۔ اس رسی کا جھولا تمہارے لیے نیم جنبیلی میں ڈالا تم بیٹھتے ہی لگے لمبے پینگ بڑھانے [illegible] تان لگانے۔

جاتے نگر یا میں جھولی رہے ڈگر یا [illegible]
تالا میں چلے رولٹ بل کی بھیر [illegible] چلے تلوار [illegible]
انڈیا میں چلے ڈائر کی شمشیر [illegible] دنیا میں نام [illegible]
اب سدھو [illegible] رام رہے

ایک ایسے ہی کچے سوت کا جھولا قسم لینے کے لیے پیڈت نے اپنی چڑیا کے لیے تیار کیا تھا۔ پھر نتیجہ کیا ہوا یہی کہ بودے عہد کی طرح جھس سے ٹوٹ گیا۔ وہ چڑیا بھی بھدسے کنویں میں جا رہی تم دیکھنے میں آدمی تھے ناک جھاڑ کے اٹھ کھڑے ہوئے پھر گرہ باندھی پھر جھولے پھر گرے۔ رسی سال گرہ کا زار ہوئی جاتی ہے کچھ دن میں سوائے گانٹھوں پھندوں کے اس میں کچھ دکھائی نہ دے گا۔ مروڑ پھلی یا ببول کی سینگرنی ہو کے رہ جائے گی۔ یہاں بچے گاتے پھر رہے گے ؎

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا
ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا

ذہنی خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

مرزا جان لندنی "بس زیادہ نہ بکواس کرو۔ تمہیں ہم نے مشورہ لینے کے لیے نہیں بلایا۔ تم تابع فرمان ہو۔ ہم نے تمہیں تسخیر کیا ہے جتنی باتوں کی نسبت سوال کیا جائے اُتنی باتوں کا جواب دو۔"

مؤکل "بہت خوب فرمایئے۔"

مرزا جان "تمہارے دوسرے منھ میں کیا ہے؟"

مؤکل "یہ کوکنار یعنی میاں پوست یعنے ہیّو کے درخت یعنے بی چنیا بیگم کے قبلہ گاہ ہیں۔ جب سے تم نے ان کی کاشت میں ہاتھ لگایا اور ان کا فاطمی شراب خانہ خراب کو بنایا۔ اُس وقت سے شر و فساد نے سر اُٹھایا۔ کیا تمھیں معلوم نہ تھا کہ ہندوستانی بچہ پیٹ سے نکلتے ہی پیٹ سے پاؤں نکالتے ہیں اُن کی حس بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ذکی حس بچے کم عمر اور روگی ہوتے ہیں اس لیے یہاں کے تجربہ کاروں نے افیم دینے کی ترکیب نکالی قدرت کا منشا یا اصول نشو و نما کی ترقی میں یہی ہے کہ نادانی غالب رہے۔ چوٹ لگے اور بچہ بھول جائے۔ نتیجہ نکالنے کی جانب راغب نہ ہو۔ مار دھاڑ چشم نمائی سے بے پروا رہے۔ کسی بات کا اثر دیر تک نہ قائم رکھے۔ طبیعت لگاتار جم بڑھانے اور ہر ایک قوت کے لیے ذخیرہ بہم پہونچانے میں مشغول رہے۔ ذکی الحس بچے فکر اور حافظے کی بدولت کمزور نحیف الجثہ ہو جاتے ہیں۔ بس کوکنا پریشان خاطری کی زائل کرنے والی یکسوئی کی جان غیر معتدل غیرت کو دور بھگانے والی۔ حزن علی مافات کی دافع قویٰ کو سریع الحرکتی سے روکنے والی۔ صبر کی بڑھانے والی چیز ہے۔ اگر تم ولایتی بانی کی تجارت سے نفع اُٹھانے کا لالچ نہ کرتے تو آج ہندوستان میں اسی لنوہی خاتون کی عملداری ہوتی۔ عالم خود رفتہ و فراموش کار ہوتا سریع الاعتقادی و خوش باوری حسن ظن و اعتماد کی چادر میں لوگ بیٹھے اگلے بادشاہوں کے افسانے اور فرضی امیر حمزہ کی داستانیں پڑھا کرتے کبھی آسمان پری سے حمزہ کی شادی ٹھہراتے اور ملکہ مہرنگار سلطان کا زچہ خانہ گاتے کبھی لقاے باختری کی داڑھی کی حرامزدگی دیکھ پیشاب سے کتنا ہلتے پر نہیں یہ بات ہی جاتی رہی۔ آباد کرتے تم یورپ کو اُن سے تاریخ سے شاد ہوتے۔"

مرزا "دیکھو بے منھ پھٹ گستاخ مؤکل میں نے تجھے اس لیے بلایا ہے کہ میرے اشارے پر چلے۔ تو برابر زبان لڑائے جاتا ہے۔ تجھ کو ہمارے اعمال و افعال سے کیا سروکار۔ نا خلف۔ ایک طمانچہ ماروں گا کہ بہا ہیرنیا کی طرح دانت حلق میں جاتے رہیں گے۔ بلاؤں کسی مجسٹریٹ کو۔ بے شرط کہ ۴۴ اٹی لگام تیرے منھ پر چڑھا دی جائے۔ بے ادب اپنے آقاؤں سے یوں ہی ہمکلام ہوتے ہیں۔ میرے اختیارات کو جانتا نہیں۔ دفعہ ۱۴۴ سے ۵۰۵ تک سر سے دُمڑے تک میرے قبضے میں ہیں۔ اتنا جانے رہنا میں طرح دینے والا اسامی نہیں ہوں۔ میں اپنے بچوں کی تو اُٹھاتا نہیں تو کس کھیت کی مولی ہے۔"

مؤکل "درست تم اب کچھ سٹھیا گئے ہو اختیارات اختیارات کی رٹ لگائی ہے۔ ایک زمانہ تھا جب کہ انگلستان کے بادشاہ معصوم مانے جاتے تھے۔ یعنے بادشاہ سے خطا کا سرزد ہونا محال تھا یعنے جو کچھ وہ کر بیٹھتا جائز ہوتا تھا وہ۔ موی بل آف رائٹس کا نفاذ وہ شاہی قول کا ہر ایک قانون پر غلبہ۔ کیا تم بھول گئے؟"

مرزا "عجب بے تکا ہے بھلا ان باتوں کا یہاں کیا ذکر ہے۔"

مؤکل "یہی کہ حد سے زائد اختیارات کا مالک ایک ہی شخص جب ہو جاتا ہے تو دنیا کن مناتی ہے۔ جب تقاضا پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا کچھ نہ کچھ لے ہی کے ٹلتی ہے۔ بھلا تم نے دو انجھوں کے عوض "معاف کرو اور بھول جاؤ" کیا حاتم کی گور پر لات ماری ہے کہ تمام دنیا تو خیر روحانیات تک تمہاری مٹھی میں سما جائیں اور حلقہ بگوش رہیں۔ زیادہ حکومت جتاؤ گے تو میں بھی مہاتما گاندھی کے پاس چلا جاؤں گا اور "ڈوس اوبیڈینس" کے کانٹوں پر مالی بوجھاں لگا دو۔"

مرزا "ارے ابھی ٹھہر ٹھہر تو تو بھی بے اکھڑا جاتا ہے۔"

مرزا جان لندنی کی اکڑی بکڑی حجت اور زبردستی کی حکومت جتانے سے مؤکل بھی بگڑ کر آپ سے باہر ہونے کے باتہ شیر گئی تھی جب مؤکل نے "ڈس اوبیڈینس" یعنے نافرمانی کی دھمکی دی تو مرزا لگے خوشامد کرنے اور بھانڈوں کا سا زچا خانہ رچانے۔

"ارے بھائی لڑو لے بڑا ابے بنی ہے۔ جھنجنا لے ڈور لنگوا لے۔ آتشبازی کا لوبان سونگھو" مگر وہ ایک نہیں سنتا۔ آخر پولیس کی دھمکی کسی قدر کارگر ہوئی اور بالشتیے مؤکل نے زیرہ سی آنکھیں پھیر کے پوچھا "تم کیا چاہتے ہو؟"

مرزا "یار مجھ سے کچھ حماقتیں ہوئی ہیں پہلے انھیں سُن لو۔"

مؤکل "حماقتوں کی کہانی دلچسپ ہوگی۔ اچھا کہو۔"

مرزا "ابھی میں نے تابڑ توڑ مختلف ملکوں کی عورتوں سے نکاح کر لیا۔"

مؤکل "اس حماقت میں دنیا مبتلا ہے تم نے نئی حماقت نہیں کی۔ مگر دوست بغیر چالبازی کے جورو والے خاوند پر دوسری عورت ریجھتی نہیں خالی گورا رنگ دیکھ کے ریجھنا بعید از قیاس ہے خیر مجھے کیا میں کوئی قاضی تو ہوں نہیں۔ البتہ اتنی کسر تمہاری نہیہ میں رہ گئی۔ یعنی تمہاری پہلی جورو سلامتی سے بیٹی گھر میں دندنا رہی ہے آخر اُس نے اپنے اوپر سوت کیوں گوارا کی۔ اور تم ہمیشہ سے اُس پر عاشق ہو تم نے اُسے سوتیا ڈاہ میں کیوں مبتلا کیا۔"

مرزا "یہ سچ ہے کہ بندہ اور بندے کی اولاد زن مریدی میں شہرۂ آفاق ہے۔ مگر زوجہ اولے ازل کی مفلس قلاش تھیں اُن کے میکے میں خاک اُڑتی تھی۔ بالشت بھر زمین اور وہ بھی کہیں دوسر کہیں بنجر کہیں پتھریلی۔ جو دو ایک کھیت قابل زراعت میں وہ اتنے بڑے پروار کو سنبھالنے کے لیے کافی نہیں

آخر روز کے فاقے سے تنگ آکر اس نیک بخت نے مجھی کو روزی کا ٹھیکرا بنایا اور کہا خدا کی عنایت سے گورے چٹے الغرض خواہ مخواہ مرد آدمی ہو اگر کوئی مالدار عورت پھنسے تو پھانس لو۔ گر دیکھو اتنا کہے دیتی ہوں کہ خبردار جو کچھ کمانا سب گھر بھیج دینا۔ اللہ رکھے میری چلتی کوکھ ہے ایک بچہ صبح دیتی ہوں ایک شام۔ ہر شے نہلانا تیار رہتا ہے۔ خیر جن لینا تو ایک نیچرل بات ہے مگر بال بچے آج اتنے ہیں تو کل جوان ہو جائیں گے۔ پھر ان کے کھانے پینے کو کہاں سے آئے گا کیلی جتنی بھیگے گی اتنی ہی بھاری ہوگی۔ خیر بھائی پیٹ جو کچھ کرائے وہ تھوڑا۔ ناشتے کی روٹی رومال میں باندھ ایجانب بیک بینی و دوگوش سمندروں کو ناکتے پھاندتے ہندوستان پہونچے اور تجارت کا لاسا پھیلا کر کٹیاں لگانے لگے۔ ہر گلی کوچہ میں ہر امیر کے دروازے پر ایجانب کا ٹوکرا ہو بجنے لگا۔ صبح ہوئی اور بندے نے سر پر ٹوکرا رکھا "کھلونے بچوں کے۔ سوئیاں موٹی مہین تاش گرگرا لیس انگلیوں کی۔ ڈبیا دیا سلائی۔ شیشہ مونی۔ موٹی موتی۔ صراحی دار موتی" کی صدا محلات کے کانوں میں پہونچی۔ مہریاں دوڑیں۔ "لے رے ساطی ادھر آ دیکھیں تیرے پاس کیا سودا ہے"۔ بندے نے بشگفتہ مزاجی و خندہ پیشانی جواب دیا "بی مہری تمھارا ہی سودا ہے۔ جو چاہے سو لو"۔ مہری ایک شطاح اس نے کہا ہاں سودا ہے تو پاگل خانے کی ہوا کھاؤ۔ یہ سودا تمھیں تنکے چنوائے گا۔ لو موا سودا بیچتا ہے کہ ضلع جگت بولتا ہے۔ ٹھہر تو جا۔ جاتی ہوں بی ام صاحب سے کہنے "غرض کچھ لگاوٹ کچھ دستوری کی چاٹ۔ کچھ میٹھے میٹھے بول کا اثر نے بی مہری کے ذریعے سے بیگم صاحب تک رسائی کرائی۔ بیوہ بیگم کے بھولے نادان بچوں کی ناز برداری ابتدائی مراحل کو آسان کرنے میں کام آئی سستے داموں مہنگی چیزیں مہیا کرنی پھر دستوری بچہ میں محلے والوں کی شرکت نے شدہ شدہ داروغگی کا منصب دلا ہی چھوڑا۔ پرانے نمک خواروں کے جوتوں پر پیاز کٹتی رہی۔ مالک کی نگاہوں سے گرتے رہے اور بندے کی چڑھی بارگاہ ہوئی۔ سب کو دیا دھکیل ہم ہی رہے اکیل" دار و غگی کیسی بندہ بیگم صاحب کی ذات کا مختار ہو گیا۔

گھر میں لکھ بھیجا کہ "ہمدم و ہمراز پہلو نشین و دمساز من سلامت۔ بعد اشتیاق وصل معلوم ہو کہ تمھارا کہنا سر آنکھوں سے بجا لایا۔ ایک آنکھوں کی اندھی گانٹھ کی پوری مانند بیوہ ہتھے چڑھ گئی۔ ہے تو کالی کلوٹی مگر عورت نہیں زر سرخ و سفید کی کان ہے۔ اگر بڑے بھیا چھوٹے بھیا منجھلے بھیا ننھے بھیا منے بھیا کو بھیجو تو کچھ کام بنے۔ بات یہ ہے کہ عورت خود مختار اور مرسہ دار ہے بچے بالوں کی طرف سے بے پرواہ ہے۔ بچے بھی آزاد کھلنڈرے جاہل ہیں۔ اگر تم اپنے بچوں کو یہاں بھیج دوگی تو وہ اپنے حسن اخلاق فرمانبرداری اطاعت اور کار پردازی کا سکہ میری نگرانی میں جمالیں گے تو یہ کمبخت اپنے بچوں کو بھول جائے گی میں حق شوہری لے مروں گا۔ اور تمھارے بچے متبنیٰ بن بیٹھیں گے۔ یہ ہندوستان ہے یہاں پرائی اولاد محض گود بٹھانے سے اپنی ہو جاتی ہے اور اگر مالک جائداد چاہے تو اپنے خاص عزیز کو بہر نوع محروم کر سکتا ہے۔ ہاں ذرا اس کا لحاظ رہے کہ بچے جلد بازی کو دخل نہ دیں دیر آید درست آید۔ مبلغ ایک کرور نقد نور چشموں کے سامان سفر کے لیے بہ رست حامل رقیمۂ شوق مرسل ہے۔ مکرر آنکہ میں نے مختار نامہ اپنے نام لکھوا لیا ہے جائداد بڑی ہے ابھی تک حق شفا و حق جوار میں جو کچھ اس عورت کو ملنے والا تھا اسی پر میں نے مالکانہ قبضہ بطور حق المحنت کیا ہے۔ اصل جائداد پر ملکیت کا ڈھچر نہیں جم سکا ہے۔ نور چشمان مکرم ہم کے آنے پر کچھ ہاتھ پاؤں ہلائے جائیں گے۔ زیادہ کچھ اشتیاق وصل کے اور کیا لکھوں"۔

بی بی نے جواب دیا "حال معلوم ہوا بچے آتے ہیں مگر اتنا خیال رہے کہ مزیداریوں میں گھر بار بی بی بچوں کو بھلا نہ دینا۔ ورنہ تم انگلستان کا قانون جانتے ہی ہو پہلی بی بی کے ہوتے دوسری ناجائز ہے۔ اگر ان غیر ملک عورتوں سے تمھارے یہاں اولاد ہو جائے تو ان کو بھی یہاں نہ بھیجنا اپنی بیگم صاحب کی جائداد میں ان کا حصہ نہ لگا دینا۔ بندی ابھی اسے بھول نہیں پائی۔ اور ہاں خوب یاد آیا ایسا نہ ہو کہ تمھاری بی بیو کے ہو نگر بچے سمجھدار ہو نے پر ایکا کر لیں اور میرے بچوں سے قصاص لیں۔ اس کا خیال رکھنا یا تو ان کو عقل ہنگ کرنے کی دوا کھلا دو یا ادھر جوتے سیر بن پڑے کرو۔ فقط

موکل۔ اجی تم تو کہتے تھے میں نے حماقت کی۔ اگر حماقت یہی ہے تو ڈپلومیسی میلا کریسی ہیپا کریسی بھیا کریسی اما کریسی ڈھما کریسی یہ بھی حماقت کی شاخیں ہیں۔ قسم تیرے پتلون کی تو بھی آفت ہی کا پرکالا ہے۔

مرزا۔ "ابے سن تو سہی ابھی تو نے سنا کیا ہے۔ بندہ افریقہ بھی گیا وہاں بھی اپنی چال کھیلا حبشنوں کو دام میں پھنسایا۔ سمندر کی کوڑیاں گھونگھیاں حوالے کیں ہیرا جواہر گھسیٹ لایا مصر میں بھی یار لوگوں نے کیا مارا وہاں کی زلیخا بھی میری چاہ میں ڈانواڈول ہوئی غرض داستان عشق طولانی ہے کہاں تک کہوں اپنی چال بازیاں۔ پھل بڑے کیسے ہیں جب کہیں ... کا پیٹ بھرا ہے"۔

موکل۔ "یار مرزا تیرا پایاں قدم لینا چاہیے۔ اف وہ کیا غضب کا آدمی ہے"۔

مرزا۔ "اماں کیا تعریفیں کرتے ہو۔ کرونی خوش آمدنی پیش۔ نور چشمان مکرم ہم جو وطن سے آئے انھوں نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔ اول تو میرے سوتیلے بچوں نے ان کی عقلمندی کی نقل شروع کر دی عقل و نقل تو خاک نہ آئی۔ مگر کوٹ پتلون بوٹ سوٹ اینڈ امرغی میز کرسی۔ کاغذ سے آبدست کھڑے ہو کے موتنا۔ کتے پالنا۔ گیند کھیلنا جنگلوں میں رہنا یہ لوازم صحبت انھوں نے جمع کر لیے۔ میں خاموش رہا۔ ارے ہاں مجھے کیا مطلب"۔

موکل۔ "کیوں جی یہ ہم سے اڑن گھائیاں تمام لیے جب رہے کہ جتنے بیوقوف اپنی روش چھوڑ کے اپنوں سے بیگانہ ہو جائیں اتنے ہی سہی"۔

مرزا۔ "بھئی یہ تو تمھاری ... کہانی ہے مگر خیر اس وقت تم سے غرض آگئی ہے۔ میں تمھیں ناراض کرنا نہیں چاہتا۔

دوسری بات یہ ہوئی کہ اگلے کارپرداز جو اپنی نالائقی کے باعث طلوع ہو کے تتر بتر ہوگئے تھے۔"

مؤکل :۔ "ہو بھی یہ نہیں کہتے کہ ہم نے ان کو نالائق بنا کے نکال باہر کر دیا تھا اور جو بیچ رہے اُن کو ہمیشہ گڑھے میں رکھا۔ اُن سے کام لے اپنا نام کیا۔ وہ مزدور بنے تم کارخانہ دار ہوئے۔ کسی کی مزدوری غائب کسی کی جاگیر ضبط کسی کا کھیت حضور تحصیل کھیت سینچنے کی نالی بنائی کسی نے اور تم نے نہر سوئز کی طرح اس پر اپنا قبضہ کر لیا۔ واللہ تم بس کی گانٹھ ہو۔ یہ چالیں تو نرے گھر سے نگر زیرِ دل کو بھی نہ سوجھتیں جو تمھیں سوجھیں۔"

مرزا :۔ "اجی تم بیچ میں ٹوک دیتے ہو۔ بات ادھوری رہ جاتی ہے غرض اُن نالائق کارپردازوں نے بیگم کو کچھ ایسا جھٹکا دیا کہ ہر وقت ناک چڑھی گرفتار رہنے لگیں۔ ذرا سی بات ہوئی اور لگیں اپنے شوہر اول کو یاد کر کے ٹسوے بہانے۔"

مؤکل :۔ "یعنی "انانہ" ہوگئیں۔"

مرزا :۔ "پہلے میری اولاد کی لیاقت سے اتنی خوش تھیں کہ ہر وقت اپنی نالائق کالی دھیمر اولاد کو صدقے اتارا کرتی تھیں اب انھیں نالائقوں کی ماستانے لگیں اور میری اولاد سے کھنسانے لگیں۔"

مؤکل :۔ "یعنی "ستانا" بھی ہوگئیں۔"

مرزا :۔ "بات بات پر احسان جتاتا۔ گویا ہی کر نار روز مرہ میں داخل ہے۔ ہم نے تمھیں خاک سے پاک کیا۔ یہ ہماری ہی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ انڈے اینڈے پھرتے ہو ورنہ ساری شیخی میاں کی کرکری ہوگئی ہوتی صد ہر جاتے ہو لوگ یہی کہتے ہیں وہ بارہ سو والی بیگم صاحب کے نواب جا رہے ہیں۔ تمھاری حقیقت ہی کیا تھی۔ اتنی ہماری بھول گئے۔"

مؤکل :۔ (فراموشی والے منھ سے) "یعنی "ستانہ" بھی ہوگئیں۔"

مرزا :۔ "وہی ہیں تھا کہ آنکھوں پر بٹھایا جاتا تھا وہی میری اولاد تھی کہ بیگم بغیر اُس کے نوالہ توڑنا حرام سمجھتی تھیں۔ ان بھڑکانے والوں سے خدا سمجھے اب یہ حال ہے کہ ہر وقت میری اور میرے بچوں کی فضیحت لگائی جھگائی عیب جوئی ہوتی ہے۔ میری ہر لفظ کے نئے معنی پہنائے جاتے ہیں۔ کلیاں نکلتی ہیں شاخیں پھوٹتی ہیں۔"

مؤکل :۔ "جلو کوری بیٹھ پیچھے لگے گویا التفات بھی بڑھ گئیں۔"

مرزا :۔ "یہ بیگم کا ظاہر و باطن ایک نہیں ملتی ہیں تو اوپری دل سے جیسے کوئی مطلب گانٹھنے کے لیے۔ وہ خوش ہی نہیں رہا وہ مروت ہی نہیں باقی ہے۔ کسی لڑکے کو بھیجا کہ جاؤ باوا سے کہو کپڑے بنائیں۔ مگر ڈرا کیا میں نے ساری دنیا کا ٹھیکہ لیا ہے۔ کسی سے کہہ دیا کہ میٹی اب اپنی ماں کے پاس جا کے رہو۔ یہ دھتا کیسا تم دیا ہے میں ابھی ہوں تو سوتیلی ماں۔ وہی مثل ہے مکس کی بکری کون ڈالے گھاس۔ ہاں اتنا رعب میرا ابھی تک ہے کہ میرا سامنا ہوتے ہی منھ بلائی بجائی لیا پان بنا کے کھلا دیتی ہیں۔ مزاج پوچھ لیتی ہیں۔"

مؤکل :۔ "پانچوں عیب پورے یہ "مضرا الاولین" بھی ہوگئیں اب اور کیا چاہتے ہو۔"

مرزا :۔ "اجی یہ تمام عیوب بیگم میں ذاتی نہیں ہیں۔ صاحبزادے پرانے ذلہ ربا کارپرداز۔ اور پڑوسی علاوہ غرض رئیس ان سب کی سکھائی پڑھائی باتیں ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ موذی بیگم کی اولاد ہے تھیں وہ اللہ خیر میری اولاد کی رفتار گفتار پوشاک کی تقلید کی تھی تو میرا کیا بگڑتا تھا۔ اندھیر تو یہ ہوا کہ انھیں کسی نے مذہب کی طرف متوجہ کر دیا۔ یہ کیا اور اُنکا مذہب ہی کیا۔"

مؤکل :۔ "درست مرزا یہ بھی کہہ کر دو کہ نیافت کا مضمون ہے تم نے ولایتی بیگم کے کہنے پر عمل کیا ان تمام بچوں میں مذہبی اختلاف کے ذریعہ سے نفاق پھیلایا پھر جب مذہب کی طرف توجہ ہوگئی تو تم بھی غیر نظر آئے۔ اب چڑھتے کیوں ہو۔"

مرزا :۔ "دیکھو بھئی پھر تم نے پرسنل اٹیک کیا۔ خیر میں معاف کرتا ہوں۔"

مؤکل :۔ (معافی والے منھ سے) "چہ خوش۔"

مرزا :۔ "اچھا جانے دو۔ ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ میں نے لاکھ لاکھ کوشش کی ہزار ہزار زور لگائے کہ بیگم کی اولاد مہذب ہو جائے اور مجھ پر سے بدنامی کا داغ مٹے کہ ان بالکے بچوں کو اس کمبخت نے تباہ کیا۔ آج اُن کا سگا باپ اُن کا ہم مذہب اُن کا ہم قوم باپ ہوتا تو اولاد یوں رواں دواں نہ ہوتی۔ سیر میرا منھ نہ دیکھتی مگر یہ ناشدنی کسی طرح مہذب نہ ہوئے۔ ولایتی تو ترسیں بلائیں۔ اتالیق بٹھائے اسکولوں کالجوں میں نام لکھائے سو ہزار بال بھول لیے دیں پھر بھی ہوت کا جھلو یا اُلو بن کے کے رہے ہیں بیلے بچے بیچارے اُن کی کیا شی ہی رہی۔ میرا اغاثہ یہ ہے کہ اپنے تو خیر اُفیموں کو بھی نامہذب نہیں کہہ سکتا۔ ستی یا نگو (ڈبشن) کی اولاد نامہذب تھی اُن کو تہذیب سکھانے دوڑا گیا اے تو خدا تمھارا بھلا کرے۔ یہ عالم تیم (عراقیہ) کے بچے وحشی جانگو جنیا گال دکھ فیتہ و قال پہنے زیر جامہ اٹالے گدھوں پر سوار کاہو کر در جاتے چاق ہاتھ میں لیے لوٹتے کھسوٹتے پھرتے تھے۔ کبھی آنکھوں سے اُنکو نامہذب دیکھتا عراق دوڑا گیا۔ نوشابا خانم دارانی کی اولاد نفاق کینہ لڑائی جھگڑا رشوت خواری خود غرضی میں مبتلا تھی خانم نے انکو ایک دیسی فادم پیانوت کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا یہ وحشی دیسی ان بچوں کو گمراہ کیے اُنہیں سوا بگی تھا تھا۔ مجھے بہت برا معلوم ہوا ہیں کوئی غیر تو تھا نہیں آخر میری بیوی کی اولاد تھی میرا ول کیونکر کڑھتا تو کسکا کڑھتا وہاں بھی پہنچا۔ اُنکو کو بہت کچھ مہذب بنانے کی کوشش کی غرض ایک ٹانگ مشرق ایک مشرق ایک جنوب ایک شمال ادھی سے گھن چکر بن گیا۔ یہ مردود ناشکرے احسان ماننے سے گئے الٹا مجھی کو الزام دیتے ہیں۔ ہر ایک احسان میں نئی نکالی جاتی ہے۔ گویا جو کچھ میں نے کیا وہ اپنی غرض کو کیا اس میں نیک نیتی کا شائبہ بھی نہ تھا۔"

مؤکل :۔ "ایک بات پوچھوں برا تو نہ مانو گے؟"

مرزا :۔ "پوچھو پوچھو۔ اب لے دے کے اس بھری دنیا میں تم ہی تو رفیق رہ گئے ہو۔ بڑی محنت سے تمھیں تسخیر کیا ہے۔"

مؤکل :۔ "تمھارا مذہب کیا ہے؟"

مرزا :۔ (قہقہہ لگا کے) "میرا مذہب وہی ہے جو میری بیوی بچی کا ہے مگر مجھے مذہب کی پروا ضمناً ہو جاتی ہے میں حقیقت جو روا نار اللہ بر ہانہ کا غلام با اختصاص ہوں ؎

انچہ جورو می بفرماید روا ست حکم جورو جی بلا حکم خداست

اگر جورو کو مذہبی تحریک نے ستایا تو بندہ یگانہ مذہبی آدمی ہر اتوار کو گرجے میں جانے والا اور اگر انھیں مال و زندگی چاٹ نے ابھارا تو بندہ نے کلیسا کو سلام کیا جہاں جھڑا کی مارنے کا حکم ہوا وہیں ڈیرا جما دیا۔ تخم تہذیب کی کاشت شروع کر دی۔ بیڑا بے بڑے آزاد کرانے پہ آمادہ ہو گیا۔ جھنڈے بھاڑے کی لڑائی لڑی جو پاپڑ بلوائے گئے بیلے۔"

مؤکل۔ حضرت [illegible] خضر الدین۔ پانچوں گنوں پوری کوئی نہ کرے اشتہری ہیں۔ اولاد پہ ان خصائل ذمیمہ کا اثر ضرور ہوگا۔"

مرزا۔ "پھر بھی میری بیویوں کو تم بُرا کہے جاتے ہو۔ یار وہ خود تو ایسی نکلیں جیسی موم کی مریم۔ خوش مزاج اہل۔ کشادہ دل۔ سلیقہ شعار ہیں کہ آج ساری دنیا میں چراغ لے کے ایسی عورتیں ڈھونڈھی جائیں تو ملیں۔ خدا کی عنایت یا میرا حسن خدمت سمجھو کہ میرا ایسی عورتوں سے سابقہ ہوا۔ مگر شومی بخت ہے کہ ذہن اُن کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں بہکاتے ہیں اغوا کرتے ہیں۔ جو سچ پوچھو تو میں نے یہ جوڑ و بازی محض خود غرضی کے مارے کی تھی۔ اگر ایسی الّو کی پٹھیاں ہاتھ نہ لگتیں تو ہفتہ دو ہفتہ بھی نباہ مشکل تھا۔ واللہ میری جوروؤں کی کچھ نہ پوچھو جو میرے سو راجہ کے نہیں۔ ساس سکھانے بجھانے پر بھی جب میں کھڑے ہو کے اپنی بیویوں کو ایسیج دیتا ہوں اور اپنے حقوق جتاتا ہوں کہ میں نے اُن کی جائداد سنبھالنے کے لیے کیا کیا پہاڑ کے پتھر ڈھوئے ہیں۔ اُن کی اولاد کی تربیت و تعلیم کے لیے کیا کیا سامان جمع کیے ہیں تو بیچاریاں ٹکر ٹکر منھ دیکھتی ہیں۔ سانس بھی نہیں لیتیں۔ البتہ لونڈے سنتی زری کن مناتے ہیں اور کوئی نہ کوئی دبی زبان سے کہہ اُٹھتا ہے کیا کیا آپ نے نہ دین کے رہے نہ دنیا کے۔ غیروں کی محتاجی سکھائی تو کیا بڑی کرامات کی۔ آج کو ہم چرخا کاتتے یا رنگریزی کرتے یا جولاہے بن جاتے تو اچھے رہتے آپ نے جو یہ فلالین کا کوٹ بنوا دیا ہے ہماری کمخواب و زربفت سے کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ دس دس روپے گز کمخواب لیتے تھے برسوں پہنتے تھے پرانی ہونے پر جس کو دیتے اُس کا افلاس کٹ جاتا۔ جلا کے بیچ لیتا تین تولے چاندی نکل آتی۔ یہ سرج کشمیر افلالین ہمارے کس کام کا دو برس کے بعد پھر تمہارے روپے کی فکر ہوئی کہ اچکن بنائیں۔ پرانی اچکن جس کسی کو دی اُس نے منھ بنا کے کہا میاں یہ دو سو تی کی اچکن آپ پہنتے ہیں۔ یہ تو بالکل بے پڑوسے والے کے حوالے کرنے کے قابل ہے۔ اور بھی کچھ اسی طرح کی باتیں کہیں بندے نے کبھی ٹال دیا کبھی جھڑک دیا کبھی منھ بنا کے کہہ دیا کہ بمبئی سب بھلے مانس یہی پہنتے ہیں۔ مجھ کو بھی کپڑے پہنتے عمر گزر گئی پھر جو پہنتا ہوں وہی پہناتا ہوں اے لو وہ بھی جیب ہو رہا۔ اگر کچھ زیادہ بات بڑھی تو سمجھا دیا کہ اہل چاندی سونے کا یہ مصرف نہیں کہ اس کے تار بنا کے کپڑوں میں صرف کیے جائیں۔

دیکھو سرکار اس سونے چاندی کے سکے سے کتنا فائدہ اُٹھاتی ہے اگر وہ تمہاری طرح بیوقوف ہوتی تو آج سر ٹوپی کفن سمجھا بنا پھرتا۔ تعلیم یافتہ لوگوں کی وضع اختیار کرو۔ یہ کیا کشمیری بھانڈوں کے لونڈے بنے پھرتے ہو۔"

مؤکل۔ "دوست مرزا۔ کیا یہی حالت اب بھی قائم ہے؟"

مرزا۔ "آہ اگر یہی حالت اب بھی قائم ہوتی تو میں حلیہ کھینچ کے تم کو تسخیر کیوں کرتا۔"

مؤکل۔ "تو پھر بتاؤ میں کیا کروں۔"

مرزا۔ "ارے بھئی بعض دوستوں نے کہا کہ تم یا معانی، یا صبور کا عمل پڑھو تو یہ ناشدنی قابو میں آجائیں گے۔ میں نے اُن کی تعمیل کی۔ کئی چلے عمل پڑھا مگر دیوانے لونڈوں نے کھنڈت ڈالی ایک مرتبہ خدا جانے کہاں سے ایک کالی کلوٹی بیگن لوٹی ہیو ڈائن بیسنے کی خالا بیچا کی نانی عورت بیچ میں پھاند پڑی۔ کہنے لگی میں آزادی ہوں۔ عمل میں کھنڈت پڑ گئی۔"

مؤکل۔ "تم بھی بڑے جانگلو رہے۔ اماں لونڈوں کو بھی کسی ملا سیانے نے سکھا دیا ہے کہ تم آزادی کا عمل پڑھو اُن کا عمل بھی تمہارے عمل کی طرح ادھورا رہا۔ مگر جس قدر تمام ہوا وہ اُن کے قابو میں ہے اس عمل کا توڑ میرے مان کی بات نہیں۔"

مرزا۔ "تو پھر کیا کروں؟"

ایک منھ۔ "معاف کرو۔"

دوسرا منھ۔ "بھول جاؤ۔"

مرزا۔ "شوا کیا کہی ہے۔ لونڈے سر پہ چھڑے کے ہوتے ہیں میرے لڑکوں سے کھنساتے ہیں ہر وقت کی دانتا کلکل ڈانڈا مینڈی بھی مجھ سے نہیں اُٹھ سکتی۔"

ایک منھ۔ "معاف کرو۔"

دوسرا منھ۔ "بھول جاؤ۔"

مرزا۔ "ابے کچھ گھانس تو نہیں کھا گیا۔ دنگا فساد مچا ہوا ہے۔"

ایک منھ۔ "معاف کرو۔"

دوسرا منھ۔ "بھول جاؤ۔"

مرزا۔ "میری اچکن پھاڑ ڈالی۔"

ایک۔ "معاف کرو۔"

دوسرا۔ "بھول جاؤ۔"

مرزا۔ "یہ دیکھو میری پیٹھ؟"

مؤکل۔ "کیوں پیٹھ میں کیا ہوا؟"

مرزا۔ "ایک ناشدنی لونڈے کو اتفاق سے آتشی شیشہ ہاتھ لگا کمبخت میرے پیچھے پیچھے چلنے لگا میں سمجھا بچہ ہے محبت کے مارے چلا آ رہا ہے ہوگا آتا ہے تو آئے۔ میں کیا جانتا تھا کہ یہ مردود میری ساری پیٹھ داغی بنا دے گا۔ ارے دھوپ کے رخ اس نے آئینہ کر لیا اور جب شیشے کی دیول پڑی جیسے اونی کوٹ میں چرکا لگا جلدی سے میں نے پیٹھ کھجائی۔ پیچھے پھر کے جو دیکھتا ہوں تو کچھ بھی نہیں لڑکا سر جھکائے چلا آ۔ بابے غرض راستہ بھر میں اُس نے سارا کوٹ اور کوٹ کے ساتھ میری پیٹھ جلائی پتلون جلایا۔ گھر میں آکے کوٹ اُتارا پتلون کا جائزہ لیا کہ کہیں کوئی بھڑ نہ گھس گئی ہو دیکھتا ہوں تو کوٹ چھلنی اور پتلون جالی ہو گیا ہے۔ یا میرے اللہ یہ کیا ہوا۔ آئینہ سے پشت کو دیکھا تو واہ دو جامۂ اصلی پر چکن کڑھی ہوئی ہے۔ بہت دنوں حیران رہا کسی طرح داغوں کی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔ ڈاکٹر کے پاس گیا اُس نے کہا "اوہ بہت بڑا بیماری ہوا۔ سب باڈی میں کیڑا پیدا ہو گیا۔ میں نے کہا ڈاکٹر صاحب کوٹ بھی کو جلا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ بڑی دیر تک ڈاکٹر اُلّو دُم فاختہ رہا آخر کہنے لگا

اور کوئی بڑا زہریلا کیڑا ہے تم ولایت چلا جاؤ۔ اب تمہیں انصاف کرو اس اجابت میں بھلا والایت کا سفر کہاں ممکن تھا۔ ایک اٹھوارے کے بعد پھر لونڈے نے بے آواز کی بندوق سے پشت پر نشانہ لگانا شروع کر دیا۔ مختصر یہ کہ کوٹ پر کوٹ بدلتا رہا اگر اتفاقیہ نظر آتشی شیشے پر نہ پڑ جاتی تو یہ پہیلیاں کبھی حل نہ ہوتی۔"

ایک:۔ "معاف کرو۔"

دوسرا:۔ "بھول جاؤ۔"

مرزا:۔ "ارے خدا تجھ سے سمجھے مردود وہی رٹ لگائی۔"

مؤکل:۔ "پھر میں کیا کروں تم نے خود ہی عمل پڑھ کے مجھے بلایا ہے جو کام میرے کرنے کا ہے وہی میں انجام دے سکتا ہوں۔ تم اپنی جورو دوں کو تکلیف لا اپائی دیتے دیتے مجھ سے بھی توقع رکھتے ہو تو میاں ابھی سے سُن رکھو کہ جو ڈیوٹی میری ہے وہی میں انجام دوں گا۔"

مرزا:۔ "وہ کیا؟"

ایک منھ۔ "معاف کرو۔"

دوسرا منھ:۔ "بھول جاؤ۔"

مرزا:۔ "تو کیا لونڈے یوں ہی اودھم مچاتے رہیں۔"

ایک:۔ "معاف کرو۔"

مرزا:۔ "اور پیٹھ داغی ہوتی رہے۔"

دوسرا:۔ "بھول جاؤ۔"

مرزا:۔ "چپ مردود۔ بلاتا ہوں پولیس مین کو۔"

مؤکل:۔ "یار مرزا تم ہو بڑے لالچی اور خود غرض۔ اماں اس معاف کرو اور بھول جاؤ میں سارا راز مخفی ہے۔ ان دو جملوں سے میرا مطلب یہ تھا کہ اچھائیاں بھول جاؤ۔ رحم و انصاف سے کام رکھو۔ کچھ دن ہوئے تمہارے دوست مسٹر زبیدہ خانم کمپنی سے ملاقات اُن کی بھی یہی رائے تھی۔ یار مرزا اہل الغرض مجنون کی مثل تم پر صادق آتی ہے۔"

مرزا:۔ "لانا پلاؤ والا ہاتھ۔ ارے میرے مؤکل تیرے صدقے تیرے قربان تیرے نثار تیرے واری تیرے بلہاری۔ میں کیا جانتا تھا کہ تو اتنا بڑا خیر خواہ ہے۔ ماشاء اللہ کہی تو تو نے میرے دل کی بات۔

مگر یہ تو بتا دے کہ اس مہم میں تو میرا ہاتھ کس حد بٹائے گا۔"

مؤکل { ایک منھ:۔ مار دھاڑ کے معاف کر دو گا
دوسرا منھ:۔ سختی کر کے تو یہ بھلا دو گا

کہو کیسی کہی؟"

مرزا:۔ "ماشاءاللہ اچھی کہی تم بانشرا اچھی کہی۔"

مؤکل:۔ "مگر مرزا صاحب اتنی بات یاد رکھیے گا کہ اس مار دھاڑ سے کام نہ چلے گا۔ وہ دن گئے جب خلیل خاں فاختہ اُڑاتے تھے۔ ناراضی بڑے اچھے دل برے ہوں گھر گھر ماتم ہو۔ گلی کوچہ کہرام ہو۔ تو بندے کی پاپوش کی نوک کی جوتی تک سے میں کوئی آدمی تو ہوں نہیں۔ میں تو ہوں نرا نخاس مؤکل ہاتھ چلا تو پھر چلا۔ دوست دشمن کی تمیز ایسی حالت میں کیسے ہوتی ہے۔ بات بنے تو تمہاری بگڑے تو تمہاری میں ذمہ دار نہیں ہوں۔"

مرزا:۔ "اونھ از صدقہ پاپوش بنے یا بگڑے۔ اتنا جانتا ہوں کہ دانت کھٹے کر دوں گا مردود ان کے یہ ہم بزرگوں کو ٹانگ میں ڈال کے ازار کی طرح پہن لینا لینے چہ؟"

مؤکل:۔ "اجی یہ سچ ہے تو تم جانو تمہارا کام جانے۔ اس انتظام سے تمہارا اعتماد خاک میں مل جائیگا۔ تم جھوٹے احسان فراموش خود غرض لالچی ظالم دغا شعار مشہور ہو جاؤ گے۔"

مرزا:۔ "او ڈیم مؤکل تو ہم کس مافک بولتا ہم اعتماد وعتماد کو کچھ نہیں چاہتا۔ صاحب کو اپریشن چاہتا۔ اعتماد کا نانی کا ہوم۔"

مؤکل:۔ "واہ دوست آگئے نا اپنے اصلی رنگ پر؟ ایسے کیوں نہ ہو جیو تمھے۔ بھلا بغیر اعتماد اور بھروسے کے بھی کوا پریشن ممکن ہے؟"

مرزا:۔ "کاہے واسطے ممکن نا ہیں البتہ ممکن جبر کر کے ممکن ہمارا پاس بہوت ساچپراسی ہے۔ پولیس کا درگا ہمرا فرینڈ ہے جو کوئی کوا پریشن کرنا نہیں سکے گا اُس کو ہام کالا جیل کھانا بھیج دے گا انڈراسٹنڈ۔ یو مؤکل ٹیگا برابر مؤکل تو ہم ٹھیک کے کام کرے گا ہمارا اگر میں ایسی کپتی کھیر سی پاجز کا ملک جمنا سٹک کرتا ہے۔"

مؤکل:۔ "اچھا میاں تم جانو تمہارا کام جانے سے لاکھ ملے کوڑی جایا پرو یہ جواب ہی ہوا تم نے لاکھوں ہزاروں یاروں کے نام کا وظیفہ پڑھا ہوتا ہم نے اپنی نیک جو ہدایت دی مدد نہ ہم اُن کا بھی بھی اُن سے منہ نکالتے دیکھو ہماری اتنی بڑی انگریزی گورنمنٹ تھی پھر آئرلینڈ والوں کا اب تک کچھ نہ بنا سکی سارے چالیس ختم ہو چکیں اور ہنوز روز اول ہے تو بھلا تم بچارے کیا دشمنی ہو جو بڑی دھوم دھام کا فیصلہ کرتے ہو کچھ کرو۔ اسی میں خیریت ہے کیوں بکھیڑے میں پڑتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ دشمنی کی آگ زیادہ بھڑکے۔"

مرزا:۔ "او تم پاگل چلا جاؤ ڈبل چال بیرا صاحب کا واسطے برانڈی لاؤ۔"

مرزا نے دو جام برانڈی کے پیٹ میں تالے۔ مؤکل نے کہا "معاف کرو بھول جاؤ"۔ اتنے میں آ ترش بیگم کر چھے دستینے پکھے کی ڈنڈی سے مسلح ملائے ناگہانی کی طرح نازل ہوئیں۔ مؤکل کی جان نکل گئی بیگم نے آتے ہی بجائے مؤکل کی طرف گھور کے دیکھا اے تو کون بلا ہے؟"

ایک منھ:۔ "بیگم معاف کرو۔"

دوسرا منھ:۔ "بھول جاؤ۔"

بیگم:۔ "اچھا یہ مرزا صاحب نے میرے بچوں کے ڈرانے کو بالکنیا مول لیا ہے۔ ٹھہر اُو جا موئے۔"

بھلا مؤکل کب ٹھہرتا ہے سیدھا ہندوستانی بیگم کے گھر راہی ہوا۔

ہمارے مرزا اس آمد مفاجات سے گھبرائے مگر چارہ ہی کیا تھا۔ بیگم نے پنکھے کی ڈنڈی تانی انہوں نے گھونسا دکھایا اُس نے گرچا سیدھا کیا انہوں نے ڈگ تانا اُس نے منہ چڑھایا انہوں نے آنکھیں نکالیں اس نے ٹھینگا بلند کیا انہوں نے ٹھوکر او نچی کی نہایت خطرناک خطرے والی کی آڑ میں بہیری لڑتی رہیں اشارم اشارہ پُر معنی ہے مگر بندے کے نزدیک لا یعنی ہے لہٰذا رخصت گوڈبائی۔

۱۷ اپریل

قصہ گو

بقلم

فلاسفر ادیار الملک

دوانٹی مشہور شاعر ملک اٹلی کا خط

بنام

ساکنان ملک ہند

اے ہندوستان کے رہنے والو دنیا ایک میدان ہے اس میں دوڑنے والے دوڑ رہے ہیں۔ کوئی سوار ہے کوئی پیدل۔ یہاں سواروں کا ذکر بے موقع سا ہے۔ ہم تو صرف اپنے پاؤں کے دور کا پے پر بسر دسا کرنے والوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔ ۲۷ فروری ۱۸۸۰ء میں چارلس رودل انگریز نے بمقام امریکا ۱۳ گھنٹے ساڑھے چھبیس منٹ میں سو میل کی مسافت طے کی۔ پھر ۲۲ گھنٹے ۸ منٹ ۵ سکنڈ میں ڈیڑھ سو میل زمین پھانک گیا۔ اس کی ٹھونیاں پھر بھی کمزور نہ ہوئیں۔ اور ۲۷ گھنٹے ۲۸ منٹ ۵ سکنڈ میں ۲۰۰ میل پر دم لیا۔ فرجیرلڈ امریکن نے ۲ مئی ۱۸۸۲ء کو ۱۰ گھنٹے ۸ منٹ ۲ سکنڈ کی دوادوش میں ۵۰۰ میل کا سفر انجام دیا۔ جارج لٹل وڈ ساکن خیلڈ نے ۱۴۲ گھنٹے میں ۸ دسمبر ۱۸۸۸ء کو چھ سو پونے چوبیس میل کی مسافت قطع کی۔ مسٹر ولیم گیل نے پندرہ سو میل کی مسافت ایک ہزار گھنٹوں میں رفتار کا سلسلہ قطع کیے بغیر طے کی۔ اسی طرح دوڑنے والے دوڑتے رہتے ہیں۔ مگر انسانی زندگی کی رفتار کو دیکھنے والے یا اس سے سبق حاصل کرنے والے بہت کم ہیں اور جو موجود ہیں اُن کی آواز تنوین کے نون کی طرح سنی جاتی ہے شکل دکھائی نہیں دیتی۔ مختصر یہ کہ زندگانی کی دوڑ دھوپ میں اب تک میرا پایہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ کیا معنی کہ دنیا میں چکر لگانا یا کبڈی کھیلتے کھیلتے کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جانا آجکل جبکہ سائنس نے بچوں کو پردار بنا دیا ہو کوئی عجیب بات نہیں میں نے اسپ خیال تریاکی پر سوار ہو کے یا یوں کہو کہ قارعین کے کندھوں پر چڑھ کے گانٹھ کے ایک دم غوطہ لگایا تو اسفل السافلین میں جا پڑا جسم پہ شکر یہ مانو میں صاف صاف کہتا ہوں کہ جو کچھ اسفل السافلین یعنی دوزخ کے انتہائی طبقے میں دیکھا تھا۔ آج وہ سب کا سب ہندوستان میں دکھائی دیتا ہے۔ دیکھو غصہ نہ کرو میں ہرگز تم کو باتوں باتوں میں جہنمی بنانے کا گناہ نہیں کرتا۔ صرف واقعات کے اعتبار سے ایک واقعی تمثیل میرے پیش نظر ہے۔ انسان زندگی ہی میں بہشتی و دوزخی ہو جاتا ہے اگرچہ دوزخ و بہشت کی سکونت مرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے عربی کا ایک مشہور مقولہ ہے "الدنیا مزرعۃ الآخرۃ" دنیا آخرت کا کھیت ہے یعنے انسان بوتا یہاں ہے اور کاٹتا وہاں ہے۔ اب اُسے اختیار ہے چاہے ببول اور زقوم بوئے یا سیلے میوے۔ ایسے لوگ بھی یا جنھوں نے جو کچھ بویا تھا آخرت کا انتظار کیے بغیر دنیا ہی میں کاٹا پیٹا اور سایا کھایا اور چلتے ہوئے۔ غالباً یہاں کی غذا وہاں ہضم نہ ہوگی اور ایک دوسری بیماری پیٹ میں پیدا کر دے گی جو شاید کسی چورن سے زائل نہ ہو سکے۔ مثلاً زار روس آنجہانی وغیرہ۔ اس غریب کے لیے دنیا ہی دوزخ ہو گئی تھی بالآخر وہ خود محسوس کرتا تھا کہ دنیا جس کا نام ہے وہ جہنم ہے۔ کسی فارسی کے شاعر نے کہا ہے ؎

زن بد در سرائے مرد نکو
ہم دریں عالم است دوزخ او

اس شاعر کی طبیعت نے بری عورتوں کے شوہروں کو جہنمی بنا دیا۔ اگر کسی نے بُرا نہیں مانا۔ میں ہندوستان جنت نشان کو دوزخ بنیان کہتا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ لوگ بُرا ماننے کے بجائے سبب دریافت کرنے کے مشتاق ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ جس مقام کے بڑے آدمی مثلاً عالم حاکم حکیم امیر بہ تعداد غالب صدر نشینی جہنم کے قابل ہوں وہ مقام اگر دوزخ سے تعبیر نہ کیا جائے تو کیا بہشت کا ہم پلہ سمجھا جائے بہت اچھا ہوا کہ دوزخ کی سیر دیکھنے کے بعد میری نگاہ آجکل کے ہندوستان پر پڑی اگر میں جانتا کہ جو کچھ دوزخ میں ہے وہی ہندوستان میں ہے تو قارون کو گھوڑا بنانے اور خیالات کے مشکی کو جولان کرنے کی مشقت نہ اُٹھاتا۔ اٹلی اور ہندوستان میں گو فاصلہ بہت ہے مگر زمین کا طے کرنے کی صعوبت خشکی و تری کی رہ پیمائی سے بدرجہا دشوار ہے۔

پیارے ہندوستانی دوستو میں نے ایک ہندوستانی شاعر کا مصرع سنا تھا ؎

جنت میں بھی دنیا کے مزے یاد کرینگے

اس کے نزدیک اس کا وطن اتنی راحتوں کا مخزن تھا جتنی کہ بہشت میں متصور نہیں۔ یہ کسی فرسودہ وقت کی کہانی ہے اب اگر اس کو یوں بدل دو تو اچھا ہے ؎

دوزخ میں بھی دنیا کا تعب یاد کریں گے

مصائب کا طومار اتنا وسیع ہے کہ شاید جنت میں بھی ان کے خیال کرنے سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں بدیں لحاظ جنت اپنے بہترین خاصۂ غم فراموشی و اندوہ ربائی میں ناکام رہے گی پس وائے برحال کسے کہ بہشتش ہم روح فرسا باشد۔ میاں ذوق اس مطلب تک پہونچ گئے تھے جب تو کہتے ہیں ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

میرے ہم پیشہ حضرت غالب کو جنت کے وجود میں اسی وجہ سے شبہ پیدا ہو گیا کہ انھیں غم فراموشی کی جانب سے جنت میں بھی مایوسی نظر آئی چنانچہ وہ کہتے ہیں ؎

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دل کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے

میں نے اپنی سیر دوزخ کو ان الفاظ میں شروع کیا ہے: ہم نے جادۂ زندگی کا ابھی نصف حصہ ہی طے کیا تھا کہ ایک تاریک جنگل سے سامنا ہوا۔ آہ قوت بیانیہ اس بھیانک جنگل کی اصلی حالت بذریعہ الفاظ ظاہر کرنے سے عاجز ہے۔ اُف اُف خیال لرزتا ہے دل دہلتا ہے کلیجا کانپتا ہے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ واہمہ اس کی یاد سے تھرتا ہے۔ موت کی تلخی اس کے سامنے مصری کی ڈلی ہے۔ وہ چیتا ڈھنکا وہ شیر کے دھڑوکے کی آواز آئی۔ وہ کال کا مارا بھیڑیا بھی دُم اُٹھائے خون پینے کی ہوس میں ہونٹ چاٹ رہا ہے دل نے

کہاں بھاگے!

میرے ہندوستانی دوستو نظم طولانی ہے اور اس کا تعلق بھی تطویل سے خالی نہیں ہو سکتا تاہم اپنی بضاعت کے اعتبار سے میں کہہ سکتا ہوں کہ لطف سے خالی نہ ہو گا۔ تم سمجھ لو کہ جیتے جی جہنم میں جانا آسان نہیں شدید ہے کہ ورجل سا شاعر شیریں زبان رفیق ترین بن گیا۔ یہ بیچارا اپنی نجات سے مایوس تھا اس نے مجھ سے کہا کہ "میں تجھے ایک بدی مقام کے اندر سے لے چلوں گا جہاں بھیڑیوں اور شیروں کا گزر نہیں لیکن مایوسوں کی زارنالی روح کو دسا ندہ کرتی ہے۔ اُن کی روحیں فنا کی طالب ہیں مگر بات اُن کے بس کی نہیں۔ کچھ ایسے لوگ بھی تجھے دکھائی دیں گے جو جہنم کا ایندھن بن جانے پر بھی قانع ہیں انھیں امید ہے کہ جن نیک ہستیوں سے زندگی میں اُن کے تعلقات تھے وہ کبھی نہ کبھی آ کے آجائیں گی اور نجات دلوائیں گی" "ورجل" نے کہا میں نے سنا۔ اب عقل کی آنکھ ہندوستان کی سرزمین کا نقشہ سامنے رکھ کے وہاں کے بسنے والوں کی حالت پر نظر کرتی ہے۔ شیر بھیڑیے تیندوے گینڈے ریچھ دور دراز جنگلوں میں رہتے ہیں آبادی میں اُن کا گزر نہیں اور ہوں بھی تو اپنی اصلی شکل میں نہیں ہیں نرے کھرے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں شکاری اُن کی تلاش میں پھرتے ہیں اور پانے ہی ملک عدم کا راستہ دکھاتے ہیں۔ مگر یاس یا امید کا جلوہ مایوسوں کی تلافی امیدواروں کی امنگ اور امنگ کے کارن سختیاں جھیلنا بعینہ یہاں موجود ہے۔ لاحول ولاقوۃ ناحق اتنی تکلیف اُٹھائی۔ بلا سے ہندوستان چلے آتے تو بعینہٖ آیندہ یہی سامان دیکھ لیتے۔ میں نے جہنم کے دروازے پر ایک کتبہ دیکھا۔ اس کی عبارت بہت اندیشناک تھی۔ یہ الفاظ کسے پسند ہوں گے۔ "میں رنج و مصیبت کا دروازہ ہوں۔ ابدی عذاب کا محل ہوں۔ خبیث ارواح کا مسکن ہوں۔ آنے والے! امید و رجا کو پیچھے چھوڑ کے یہاں آ۔ یہاں کا آیا ہوا پھر کے نہیں جاتا"۔ بظاہر اس قسم کے کتبے ہندوستان کے کسی گھر پر موجود نہیں۔ لیکن کس بے وقوف کو اس میں شبہ ہے کہ ہندوستان تکلیف و مصیبت کا گھر نہیں۔ سالہا سال سے طائرِ عذاب اسی میں بھونچ لگایا ہے۔ انقسے پول کی اس قدر افراط ہو گئی ہے کہ تل رکھنے کو جگہ نہیں فرق ہے تو اتنا کہ دوزخ جانے کا کسی کو از خود شوق نہیں ہوتا۔ نتائج اعمال اگر دوزخ کی سیر کرائیں تو بات ہی دوسری ہے۔ لیکن ہندوستان میں خل ہونے کے بیے اکثر روحیں بے قرار ہیں۔ اور طرفہ ماجرا یہ کہ رہنے والے بیزار ہیں۔ ایک منادی ندا کرتا رہتا ہے کہ او آنے والے! اگر راحت کا طلبگار ہے تو گلا میں منھ دھو ڈال میل کچیل صاف کر۔ یاد رکھ کہ جس طرح آتشی شیشے کی شعاع کا اثر سفید کپڑے پر دیر میں ہوتا ہے ویسا ہی گورے رنگ پر آتش دوزخ کی آنچ دیر میں اثر کرتی ہے۔ گورا ہو جا اور پھر جو خواہی کن۔ یہاں کے رہنے والے عجب مخمصے جان ہیں کہ مایوس ہو کے زندہ رہتے ہیں۔ میرے پیارے دوستو تم جانتے ہو کہ مجھ سا شاعر بے بدل جس کی خاطر سے دوزخ کے دروازے کھول دیے گئے۔ یاس کو جو کہ ایک شیطانی خاصہ ہے پسند نہیں کر سکتا۔ یاس کا ذکر آتے ہی دل گھبرایا ورجل کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کے آگے بڑھا ایک تنگ و تاریک جگہ میں پہونچا جہاں طرح طرح کی بولیاں میں لعنت پھٹکار۔ دور دور۔ پھٹ پھٹ۔ توبہ تلا۔ ہائے ویلا۔ تڑ پڑ۔ دھول دھپا۔ مار دھاڑ چل پو لات کان کے پردے آجکل کی بے نقاب عورتوں کے پردۂ شرم کی طرح چاک چاک ہوئے جاتے تھے۔ میں نے گھبرا کے ورجل سے پوچھا کیوں استاد یہ کیا قہر و غضب ہے۔ ورجل نے جواب دیا۔ بھلے مانس یہ عبث افعال کرنے والوں کا گروہ ہے جنھوں نے ہستی کے معنی کبھی نہ سمجھے۔ پیدائش کی نعمت سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش نہ کی۔ دنیا کے کام آئے نہ دین سے سروکار رکھا۔ نفس پروری تن آسانی جن کا شیوہ رہا ان کی دنیا ان کا شکم ان کا دین ان کا دل رہا۔ دوزخ نے ان کو اس لیے قبول نہ کیا کہ بیکار تھے بہشت نے انھیں اس وجہ سے جگہ نہ دی کہ نکمے و ناکارہ سے بہشت کا مقام خالی تھا لہٰذا ایک نیا گوشہ محل اس تار یک میدان میں ان کے لیے تعمیر ہوا اور بیکاری کا عذاب بھی گوھ گیا۔ جن اوسے ملا مشاہدہ کرتیں ایک جھنڈا تیزی کے ساتھ گھومتا اور بھاگتا نظر آیا۔ انبوہ انبوہ خلقت اس کے سایہ میں رواں تھی۔ برق و باد کی تیز رفتاری اس روانی سے لگا نہیں کھا سکتی۔ اس دوادوی میں کچھ لوگ پہچان لیے گئے اور مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں غالب تعداد ہندوستانی امرا کی تھی جنھوں نے ہر نعمت پر قبضہ صرف اس لیے کیا کہ تمسے فائدہ رسانی سے محروم و معطل کر دیں۔ بعض اُن میں سے بڑے بڑے اڑیل مہاجن تھے انھوں نے کروڑوں جمع کیے اور زمین میں گاڑ دیے جن لوگوں کی محنت سے اس دولت کا وجود ہوا تھا اُن کی محنت اکارت ہوئی۔ کچھ وکیل اور بیرسٹر تھے جن کا دماغ قانون کی نکتہ سنجی سے بالکل عاری تھا۔ ولایت بھیجے گئے مگر سے

خر عیسیٰ اگر بہ مکہ رود

چوں بیاید ہنوز خر باشد

کوٹ پتلون پہننا۔ کاغذ سے آبدست لینا۔ سور کا گوشت اور شراب کھانا پینا۔ تمباکو کے دھوئیں سے ہوا کو معطر کرنا۔ تاش کھیلنا بیڈمنٹن ہاکی کرکیٹ سے وقت کا ضائع کرنا جیسے میں رہتا بس انھیں بیزدوں پر صاحبیت کا دارومدار رہا۔ ولایت گئے تھے اپنی ماں بھی بھولے ضعیف ماں باپ کے حقوق بھی بھولے اپنے پرائے سے محبت مروت کو بھی خیرباد کہا۔ غرض نرے کھرے انسان سے صاحب لوگ ہو گئے۔ ان کا وجود کچہری پر بار۔ ان کی وکالت موکل کو اجیرن ان کی صورت بھائی بندوں کی وحشت کا سبب۔ کیسی نماز کہاں کا روزہ یہ سب ڈیم نیٹو کالا لوگ کی حماقت ہے ڈیلوما جنٹلمینی کی علت ہے۔ بعض ان میں ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے اپنا پیٹ بھرنے کے لیے ایسے ایجادات کیے جن کی تجارت سے خود اپنا پیٹ پالا اور ایک گروہ کو معطل یا لہو و لعب میں مبتلا کر دیا

مثلاً لنکلوسے یا نہ پیپلز۔ مرغ باز۔ بٹیر باز۔ کچھ شاعر کچھ
بھی تھے جن کا قلم خواہ مخواہ اچھے بھلے کاغذ کو کالا
بنانے میں مشاق تھا نہ حاصل دین نہ حاصل دنیا۔
گدھے کا کھایا نہ پاپ کا نہ پن کا۔ قلم اٹھایا اور کاغذ
اخبار کی خبریں ہو دوسری ادھر کو بڑے لاٹ صاحب
کی گھوڑی نے بچہ جنا۔ یہ وہ نفیس تحریریں ہیں
ایسے کاغذ کو بھی اگر لکھا جائیگی ہے کہ بڑے لاٹ صاحب کے
کتے نے پانچ پیروں کا شکار کیا۔ یہ بات کتا ہو یا بلوں کے اصل
کے لیے لالہ بھیا جاتے تو نہایت مناسب ہو ان کا لگ
لکھیں کے تو سمجھالی شاعر نے زمین کی تو دوسری آسمان
کی سیکا سر دیتے تھے گر سیر کیا تو اس قدر سے
استادی نہ اور سمجھا یا دو نو کانوں کے درمیاں ہے
اگر پیچ دار ہو تو ایسا سے

بیک الف بیش نہیں صیقل آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہوں میں جب سے کہ گریباں سمجھا

لوگوں کو ہر طرح کے عبث افعال کی ترغیب
ان کا شعار۔ یار و دیکھ لینا پکڑا جانے نہ دینا
ایکی خطاب ستارۂ ہند کی دم تم سے بہت نزدیک
ہے۔ ذرہ سے آفتاب بنو سجایو اگر آنا ڈی مجسٹریٹ
نہ ہوئے تو تمہارا عدم و وجود برابر ہے چاہے لیاقت
ہو یا نہ ہو حاکموں کی سری ٹیک کرکے بن بیٹھو یہ پورا
خوا اہل شہر۔

دوستو۔ میں نے عبث افعال کی سزا پانے والوں
میں سے ہر گروہ اور ہر قسم کے آدمی دیکھے اور اپنے
واقف کار دوست ورجل سے ان کے حالات دریافت
کرتا رہا ''کیوں بھئی وہ کون صاحب ہیں جو نیلی لنگی
باندھے ریت کے ذرّے گن رہے ہیں ان کو یہ سزا
کیوں دی گئی ''

ورجل۔ ''یہ حضرت اسرار کائنات پر عبور حاصل
کرنے کے علاوہ اس دھن میں مبتلا تھے کہ ذات خالق
بے ہمتا کی کنہ تک پہونچ جائیں۔ حالانکہ اپنے جسم کے
مفردات بھی معلوم نہ کر سکے۔ بھلا خیال کرنے کی بات
ہے کجا خالق کجا مخلوق۔ یہ دنگ بیابان شماری نہیں
تو کیا ہے''

''اچھا وہ بزرگ پیر مرد؟ لمبے لمبے بال سر پر
بلند پیشانی۔ کلاہ آزادی برسر۔ گیروا بستر در بر۔ کڑای کی کتّھی
سے جی بہلانے والے''

ورجل ''ان کی نہ پوچھو۔ سلسلۂ مشائخ کی ارکار رفتہ
کڑی میں۔ آپ نے پیر بننے کی ٹھہرائی۔ سیکڑوں آدمیوں
پر جال پھیلایا۔ بجائے اصلاح نفس و تزکیہ باطن
صرف اس قدر تعلیم دے سکے کہ جاؤ میاں مالک
کا نام لے کے مانگ کھاؤ۔ شادی بیاہ نہ کرنا ہمیشہ
دوسروں کے سر پر ڈھلی دیے رہنا۔ لکڑی کی جو تھی
جو سہتے ہیں اور اس طرح میں چوستے ہیں کہ بھوک
دفع ہو۔''

''اور وہ بہالے کے تھن سے دودھ پینے والے بزرگ''
ورجل ''آپ کیمیاگر دہوس ہیں منوں تانبا سیسا
راکھ کیا۔ پارا چاندی سونے گندھک شورا ہو نکلے
کے علاوہ گھر کی ساری دولت ماں باپ کی میراث
بی بی کا جہیز دھونکنی اور آگ کے نذر کیا۔ بچے فاقہ
سے بلبلا اٹھے۔ خود تکلیف میں رہے۔ پاگل تی میں
ان تولے کی ہوس نے کبھی چین سے رہنے نہ دیا۔
آخر کسی دھات کے کیمیاوی دھوئیں سے آنکھیں کھو
بیٹھے۔ نہ الل لذی نہ الل لذی۔ اب جو سے غیر تو
نہیں مگر پتھر کی چھاتی میں منھ لگائے چپڑ چپڑ چوسا
کرتے ہیں۔ دودھ کے نام پسینہ بھی نہیں۔ خاک
در دہان طمع''

''اور یہ خاک کے ڈھیلے چٹنے والا ابو الطیبہ مولوی؟''
ورجل ''ابی یہ خلی وضع قطع کا مولوی تھا عمر بھر
غوطہ کرنے کرتے گزاری اور پھر بھی پاک نہ ہوا۔ طہارت
و نجاست کا خبط تھا۔ عالم کو تہ آب کر دینے کی فکر میں
مرا۔ اب خاک کے ڈھیلے چٹنے کی خدمت سپرد ہے
استنجے کے ڈھیلے خوراک میں ملتے ہیں۔ نہ ناک
اٹھے نہ خاک پلے پتھر کے تھن سے پیٹ بھرے''

''یار یہ دوسرا ریشائیل زبان زمین پر ٹیکے
کھڑا ہونے کی ورزش کیوں کر رہا ہے''

ورجل ''تم کو دنیا میں ایسے بہت سے افراد ملیں گے
جو کسی فائدے یا طمع سے نہیں بلکہ خواہ مخواہ عالم یا
حکیم بنتے ہیں۔ حالانکہ عمر آوارگی میں صرف کرتے ہیں
یہ بزرگ بھی اسی طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ تمام زمانہ
کی صحبت میں آگے والوں کی بلچاہیت تھا ہر بات میں اظہار
لیاقت وعلم کے عادی تھے۔ خصوصاً رنڈی کے گھر
پر پہونچتے ہی لیاقت کی ریزش میں جوش پیدا ہوتا
تھا۔ رنڈی کو روپیہ اور دل بہلاوے کی ضرورت
ہوتی ہے قرأت یا حکمت سے اسے کیا تعلق۔ مگر یہ
حضرت ادھر رنڈی کے گھر پر پہونچے اور تقاموس
بن گئے۔ کبھی ڈارون کی ہمونیت اصلیہ والے نظریہ
پر تقریر ہے کبھی فرائط انتاج شکل رابع کی توضیح ہے
کبھی کیمسٹری کے عجائب پر دماغ چاٹا۔ وہ مزاج
پوچھتی ہے یہ قانون بقائے اقوی و اوفق سے جواب
دیتے ہیں۔ وہ ٹھنک کے نخرے کرتی ہے۔ آپ
نخرے کی فلاسفی بگھارتے ہیں۔ وہ چونچلا کرتی ہے
آپ فقر و بے چیزی کے فوائد درویشی کے غوامض
و رموز بیان فرماتے ہیں۔ اس نے ریشمی کپڑے
پہنے اور آپ نے ریشم کے کیڑے کی سوانحعمری کاتنی
شروع کر دی۔ ان کو زبان کے بل کھڑے ہونے کی
سزا اسی لیے دی گئی ہے کہ لاؔ کو فضول گوئی کا
مزا ملے''

''ایسا یار میں او بتاؤ کہ فرشتگان عذاب ہماری
دنیا کی سیر بھی کرتے ہیں یا نہیں''

ورجل ''ہاں کبھی کبھی''

''بس تو میرا قیاس ٹھیک ہے معلوم ہوتا ہے کہ
بعض فرشتے سنہ ۱۹ء میں پنجاب کا دورہ کرنے گئے تھے''

ورجل۔ ''مجھے اس کی اطلاع نہیں''

''ہاں تم کیا جانو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فرشتگان
عذاب نے جنرل ڈائر سے کچھ طریقے سیکھے ہیں۔ اس نے
ناک سے راہ پیمائی کا طرز ایجاد کیا تھا۔ انھوں نے
زبان سے قطع مسافت کا طریقہ نکالا۔ گفتگو کا سلسلہ
یہیں تک پہونچا تھا کہ ایک طرف سے دھڑ پڑ۔ دھوں
دھاں۔ دور موئے۔ نکٹے بے غیرت۔ بھڑوے
نگوڑے و نان۔ کالا منھ نیلے ہاتھ پیر کی روح فرسا
زنانی آوازیں اور ان آوازوں کے ساتھ ساتھ
ارے مرا ارے گھلا میری توبہ قصور ہو معاف کرو
کی صدا کان میں آئی۔ میں نے ورجل سے پوچھا یہ کوئی
ہٹیارخانہ ہے یا کوئی چکلہ ہے؟''

ودھ بلیں سے تو بہتر کو یہاں نہ پھوک ہے نہ چھلا ہے بلکہ
ایک طرفہ تماشا ہے ۵

سخن در دہاں تھا کہ ایک نواب داڑھی منڈے مادہ رو چھریرا ڈیل۔ نازک نقشہ دبلے پتلے مرزئی آنکھوں میں سرمہ کھلاتے پٹیاں چکنائے مہندی رچائے پور پور چھلے پہنے۔ چکن جالی کے رومال وہی گھٹنے تنگے دار ٹوپی۔ تہری کرتوئی کے انگرکھے جالی لوٹ کے کرتے سے آراستہ ابا جان کی روح کو دہائی دیتے چند عورتوں کے جھرمٹ میں پھنسے دکھائی دیئے میں نے کہا "آپ کی تعریف کیجیے" جب سے درجسل میرے ہمراہ تھا ہنسانہ تھا میرے سوال میں خدا جانے کیا اسرار تھا کہ وہ مارے ہنسی کے لوٹن کبوتر ہوگیا۔ اس نے پیٹ پکڑ کے جواب دیا "عزیز من تھوڑی دیر تماشا دیکھنے کے بعد تمھیں خود ہی ان کا جرم معلوم ہو جائے گا" وہ وقت مجھے ہمیشہ یاد رہیگا جبکہ آناً فاناً عورتوں کے لشکر نے نواب بھڑکے کو گھیرا۔ ایک نے سر پر جوتا لا بجایا۔ دوسری نے جہیز کی سارنگی کی کھونٹی مروڑ دی تیسری نے مونچھیں نوچ کے مضراب بنائی۔ چوتھی نے منہ پر مال دی کسی نے کر پیچھے سے چوتڑوں پر نوبت بجائی۔ کسی نے ٹھکنی کی نفیری منہ میں ٹھونس دی۔ کسی نے جلتی کھٹی سے منہ کا تاشا سینکا۔ پھر اسی پر قناعت نہ تھی ہر ضرب ہر حرکت پر کڑکا بھی ہو رہا تھا (۱) "ہائے ہائے دے خدائی خوار۔ بن سونڈ کے ہاتھی۔ شادی کس بوتے پر کی تھی۔ خواہ مخواہ کسی کی جوانی کو خاک میں ملادیا۔ آخر یہ تجھے کیا سوجھی۔ خدا تجھ سے سمجھے جیسا تونے مجھ بے زبان کم سخن کی مٹی خراب کی۔
(۲) ڈھول ڈھال دھڑ پڑ۔ او سڑے گا؟ موئے جھڑوس منحوس بڑے آئے وہاں سے شادی کرنے چلو جو رو والے تو ہوگئے۔ ایک کو تو لاکے پھنسایا ہی تھا۔ مجھ کمبخت نصیبوں جلی کو بھی لاکے سڑایا۔ اے پھٹے سے منہ۔ ایسے نخرے۔ (۳) تڑاق پڑاق بڈھے ڈھس رہ تو جا تیری ایسی تیسی کی تھی نگوڑے بڑے شرم والے آئے وہاں سے۔ نکاح کے وقت بول نہیں سکتے تھے کہ میرا علاج کرو۔ ایک کر

لائے اجاڑ ڈالا اور سرح کو لٹنے غیبی لعاب۔ آمل
کو بتلانے کی آرزو۔ بارد کو نسل بڑھانے کی

ماتا۔ ایک کے یہاں اولاد نہیں ہوئی دوسری بیاہ لاؤ۔ تیسری بیاہ لاؤ۔ ہم بیچار یہاں پڑا ہے بس میں آتاں باوا نے جھونک دیا۔ روتے آنسو بہاتے چلے گئے۔ ابھی نکاح کے بعد کل کھڑے ہوئے تو ساری آبرو خاک میں مل جاتی۔ ملے تجھے کیا نہ کوسوں موئے بے غیرت جہنم میں جائے تو اور تیری یہ بھولی شکل۔ نوج صورت حرام خربوزہ۔ گدھے کی لید نہ لیپنے کی نہ پوتنے کی۔
معاملہ مجھ پر واضح ہوگیا۔ اب ضرورت کسی توضیح کی نہ رہی۔ مجھے معلوم ہوگیا کہ یہ بھی کوئی ہندوستانی انڈے کے لونڈے زادے ہیں سوائے ہندوستان کے دنیا میں کہیں ایسے عبث کار نہیں ہیں۔ یہ طبقہ جہنم کا ایسے ہی اشخاص سے پٹا پڑا تھا ان میں سے بعض پیر نابالغ تھے جن کو کفن میں کنگنا باندھ کے جانا اور سنولا کا اپٹن ملنا منظور تھا۔ مصاحبین نے چنگ پر چڑھا دیا کہ خداوند نعمت ابھی آپ کا سن ہی کیا ہے۔ نام خدا اسی برس کے ریندے ہیں اس سن کی تو لڑکیاں ابھی بیاہنے کو بیٹھی ہیں۔ واللہ وہی سن تو بناؤ سنگار کے ہیں۔ بڑھاپا یا بچپن۔ اللہ کرے اس سفید چھپر پہ موتیوں کے سہرے کی بوچھار ہو۔ اولتی سے موتی ٹپکیں۔ اور خانہ زاد لوٹیں۔ ڈومنیاں سہاگ گائیں "سر مونڈ واس کٹنی کا جن ڈھا ڈھونڈ ھماری" میری نادان بنو۔ اے ہاں میری نادان بنو۔ آج کے تیسرے مہینے چاند سا صاحبزادہ ہو۔ محلے والے جلیں اور آپ گودیوں کھلائیں۔ اہا ہا جب حضور کے نقرئی بالوں پر سنہری سہرا بندھے گا اس وقت گنگا جمنا کا ملاپ آنکھوں کے نیچے پھر جائے گا۔ پیر و مرشد میرے محلے میں ایک حکیم نسلیا توس رہتے ہیں انھوں نے سن رسیدہ بزرگوں کی نسل بڑھانے کا ٹھیکا لے رکھا ہے ان کی بنائی ہوئی معجون جو کوئی

کھائے شیطان کے صدقے سے عورت تو عورت مرد پر تو پیٹ والا ہو جائے۔ خدا رکھے حضور تو ابھی جوان جہان ہیں چلتے چلاتے ایک نشانی تو بیگم کی گود میں چھوڑتے جایئے۔ بیگم کا دم خشک ہو جائیں کہ بلا سے جوانی کے شغل میں ایک ثمر تو آیا۔ یہ کہنے کو تو نہ ہوگا کہ پھل نہ پایا۔ حکم ہو تو حکیم صاحب کو حاضر دربار کروں۔ بس زیادہ نہیں ایک چمچہ معجون ضرور نوش فرمایئے۔
غرضکہ معجون کھائی بڑے میاں نے اور قوت پیدا ہوئی محلہ والوں میں یا حکیم نسلیا توس میں جن کے طفیل بے محنت و بے منت وارث حقیقی نا تحقیق کا وجود ہوا بیگم کی گود خالی نہ رہی اور جوانی بھی ضائع نہ ہوئی۔ بڑے میاں کو اس تماشے میں ہولی کا سوانگ بننے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا۔ چار دن کے لیے دل کو زبردستی فریب دے کے جوان دولھا بنے۔ بنے تو اچھے بنے وہ ہشتاد سالہ جثہ کافوری پھر اس پر اٹن کا لیپ گویا تراشیدہ چوب خشک پر روغن نارنگی کی پٹی کی گئی تھی۔ داڑھی پہ آہنی خضاب کا داؤں چلا بال بدار دھجری دار چہرہ جھلجھلا یا بیگن گویا کاتب روزگار نے جامۂ ہستی کو نچوڑنے کے لیے رکھ کے مروڑا ہے۔ سرے سے دمڑے تک جھنتہ ہی جھنتہ۔ باچھوں سے پان کی پیک بہی یا گچے کر لیے پر اڑی پڑی ناک پر ستے تھے گویا گھیاں بھنبھناتی نکلی تھیں۔ حدقہ کے گڑھے میں آنکھیں تھیں کہ مٹی کے اگالدان میں تھوک کا لوندا گنجی کھوپڑی پر شمار نہ تھا گومرے پر کر منا اگا تھا۔ جوان جورو بہر وقت ٹسوے بہانے۔ سنے کی فرمائش کرتی کبھی چھپاتے شوخ سرخ رنگ کے کپڑے پہناتی کبھی پوپلے منہ میں مسی کی خاک بھرتی۔ رنگیلا بڈھا سب کنیں پوری کرتا تا دنیا سے اس عالم میں چھنگیا یہاں اس کے لیے یہ سزا تجویز ہوئی ہے کہ چند ایسی ہی مست دلہنیں اس پر معین ہیں جو یاروز آٹھوں پہر اس کے گال چومتی رہتی ہیں بھلاخ بلاغ گویا سینگیاں کھینچی جاتی ہیں۔ بیچارہ بوکھلایا ہوا پھرتا ہے مگر چارہ ہی کیا ہے۔

تماشا وقعی دلچسپ تھا مگر آگے بڑھنا بھی ضروری تھا کیا سمجھی کہ بندہ کوئی ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنے کے ارادے سے تو آیا نہ تھا۔ چند قدم راہ طے کی تھی۔ سنگی مورت کے سامنے ایک شخص کو قصیدہ پڑھتے دیکھا ورجل سے پوچھا یہ کون صاحب ہیں۔ ورجل "مورت کو غور سے دیکھو تو معلوم ہو جائیگا کہ یہ کون صاحب ہیں"

بھئی واہ مورت واقعی عجیب و غریب تھی سر پہ سنبل اُگی ہوئی ماتھے کی جگہ آئینہ لگا آنکھوں کی جگہ نرگس کا پھول۔ گالوں کا قائم مقام لالہ۔ ہونٹ کی جگہ شفتالو۔ اور اُس میں موتی جڑے۔ ناک کی جگہ الف کھنچا ہوا۔ ٹھوڑی کے کنویں کی شکل کا گڑھا۔ گردن کی جگہ صراحی سا دو بازو کی جگہ شمع اور اُسی شمع میں مونگے کے بنے ہوئے پنجے چپکے ہوئے۔ سینے پر نارنگیاں کمر ندارد۔ پیٹ کی جگہ تھیٹے کا تختہ۔ ناف کا چھید ایک حوض کی شکل۔ جس میں معنوی بھنور نمایاں۔ ما بقی اعضا کا حال کیا بیان کروں شرم مانع ہے۔ بعد تامل و فکر ذہن میں آیا کہ ہو نہ ہو حضرت کو شاعری کا مرض ہے اور شاعرانہ تخیل نے جو تصویر حضرت کے عشق کے لیے انتخاب کی ہے وہ روبرو موجود ہے اب مشبہ اور مشبہ بہ میں کوئی امتیاز باقی نہیں ہے تو نتیجہ نازک خیالی بھگت رہے ہیں عمر بھر شادی نہ کی اس لیے کہ ایسا معشوق پردۂ دنیا پر نہ تھا۔ یہاں پہونچے تو جو کچھ کمایا تھا بھر پایا۔ میں بھی شاعر تھا ورجل بھی شاعر تھا یہ حضرت بھی شاعر تھے لہٰذا ہمدردی پیدا ہوئی مگر ٹھہرنے کی مجال نہ تھی۔ اکّے کا راستہ لیا۔ چلتے چلتے تھک گیا تھا اس لیے اکّا کر لیا۔ یہ راستہ جس پر ہم چل رہے تھے بالکل نا، ان محل یا چودھری کی گڑھیا والی سڑک سے مشابہ نہایت خراب تھا کہیں۔ گڑھا کہیں کھانچا کہیں گومڑے کہیں خندق۔ کہیں پتھر کہیں کنکر کہیں بالو کہیں دلدل کہیں اتار کہیں چڑھاؤ۔ بہت تعجب ہوا کہ اتنی بدنظمی کا باعث کیا ہے ورجل سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ اکّے والا صاحب کا گھوڑا دونوں گناہگار ہیں۔ میاں اکّے والے نے کسی مسافر کا مال مارا تھا اور گھوڑے صاحب اپنی زندگی میں آدمی تھے کسی کی بہو بیٹی کو لے بھاگے یہ دونوں سزا بھگت رہے ہیں"

میں "یار ورجل۔ اس سڑک پر سوار ہونے کو تو بڑی ایذا اُٹھانی پڑتی ہوگی"

ورجل "ہاں پھر کیا چارہ ہے۔ سواریاں بھی تو گنہگار ہیں۔ مثلاً کسی نے ناجائز طریقے سے کسی عورت کو گھورا تھا مرنے کے بعد وہ سڑک کے کنارے والے اسپتال میں بھیجا جاتا ہے کہ آنکھوں کا علاج کرے۔ ڈاکٹر آنکھ پھوڑنے کے لیے مقرر ہے وہ نشتر چبھو دیتا ہے۔ نشتر کھانے کے بعد اسی اکّے پر سوار کیا جاتا ہے۔ دس یا پانچ پھیرے اس سڑک پر لگالے اور تمام گناہ کی لذت چھٹی کے دودھ کی طرح یاد آگئی۔ یا مثلاً کسی عورت نے ناجائز پیٹ رکھوا لیا تھا وہ اس اکّے پر بیٹھ کے ایسے پھیرے کر لی ہے۔ چند چکروں میں حواس رفو چکر ہو جاتے ہیں"

میں "یار اس سڑک پر بلا کا نشیب و فراز ہے"

ورجل "ہاں جن لوگوں کو خونی بواسیر کی عقوبت میں مبتلا کیا جاتا ہے ان کے مسے اس سڑک پر بہت لذت اُٹھاتے ہیں"

میں "تو کیا یہ سڑکیں اسی لیے بنائی جاتی ہیں"

ورجل "کیا معلوم مگر نتیجہ یہی ہے۔ یہاں ایسی کئی سڑکیں ہیں جو اہل شہر کو کسی گناہ کی عقوبت میں تکلیف دینی مقصود ہے یہ بہانۂ توسیع شہر خرید کے اُن کے مکان کھدوا ڈالے جاتے ہیں۔ پھر جن لوگوں نے خلقت کو لوٹ کے روپیہ جمع کیا ہے اُن کے ہاتھوں گراں قیمت یہ قطعات فروخت کیے جاتے ہیں۔ سڑک بھر کی جگہ قبضے میں کر لی جاتی ہے۔ دوسرے گنہگاروں سے سڑکیں کٹوائی جاتی ہیں پتھر کوٹتے کوٹتے ان کی کلائیاں سوج جاتی ہیں۔ یا دیگران کی مرمت کی ضرورت نہیں نہ روشنی کے انتظام سے سروکار ہے یہ تنگ و تیرہ

یہ کھائیاں یہ کھانچے یہ گڑھے اندھیری گھپ راتوں میں ایسے مشیں بہا اکّوں پر سوار ہو کے طے کرنا اُن لوگوں کی قسمت میں لکھ دیا گیا ہے جنھوں نے حقوق خداوندی کی پروا نہ کی گمراہی میں عمر بسر کرتے رہے"

میں "خیر یہ تو معلوم ہوا کہ ٹیلر شاہی اور رجاپنگ گری سے یہ عالم بھی خالی نہیں"

ورجل "ہاں مگر اتنا فرق ہے کہ یہاں ارادۃً یہ زحمتیں پیدا کی جاتی ہیں اور وہاں غفلت ویسے برائی وتعیش پروری کی معرفت۔ مگر دوست حاصل دونوں کا ایک ہے"

میں۔ "شاید فنڈ کا افلاس بھی ایک سبب ہو"

ورجل "ممکن ہے مگر بغیر سرمایہ اسٹاک جمع کیے ایک کام شروع کر دینے کے معنی کیا ہیں۔ سیکڑوں آدمی مفت کی تنخواہیں پاتے اور مزے اُڑاتے ہیں۔ کام بلی کے منھ کی چھچھوندر ہے نہ نگلتے بن پڑتی ہے نہ اُگلتے۔

دفعۃً گھوڑے نے ٹھوکر لی۔ میاں ورجل کی چاپ الگ گئی اور ماتھے کا دوالا الگ نکلا۔ اکّے والے کی کہنی ٹوٹی گھوڑے کی گھٹنیاں پھوٹیں۔ میں بال بال بچا۔ ورجل تو خاموش رہا مگر اکّے والے نے مغلظات گالیاں اپنے خدا کو اپنے ماں باپ کو اپنے حاکمان دوزخ کو دینی شروع کیں۔ ہونہہ ٹیکس لینے کو آندھی ہیں۔ سڑک بنواتے جان نکلتی ہے۔ ہائے ان ماں باپ کا ستیاناس جائے جنھوں نے اپنے مزے کے کارن ہمیں پیدا کیا اور یہ گھڑیاں جتوائیں...... ایسے......... کی......... جن سے ہمیں پیدا کیا......... یہاں کی میونسپلٹی کو اللہ کرے سانپ کاٹے......... اکّے کے ہال الگ چکنا چور۔ گھوڑے کے نعل جدا چار دن میں کھوپرے کا چاند۔ ساز کی مٹی گھاتے میں خراب......... ڈھر اکٹا جاتا ہے۔ آرے بھی خستہ بسکٹ ہوئے جاتے ہیں۔ اور جینیدی جھنجھنا بجاتی ہے بات ترمی......... خدا کی مار۔ ایسے پیشے پر خدا کی پھٹکار" میں نے اکّے والے کو سمجھایا کہ بھائی

صبر کرو۔ وہ مجھ سے الجھنے لگا کہ جی ہاں آپ کو چوٹ نہیں لگی اسی نے چبا چبا کے باتیں کرتے ہیں جو میاں کی ...... گنجہ کھیلتی تو مزاج پوچھتے۔

میں :۔ ورجل کیا سارا شہر ایسا ہی آراستہ ہے؟

ورجل ۔ نہیں جس مقام پر اس وقت ہم ہیں یہاں ان کی پیادہ ری والے رہتے ہیں وہ کسی قدر درست ہے۔

میں :۔ تو بھائی کسی طرح وہیں چلو۔ مصیبتیں جھیلتے دیکھتے کوفت ہو گئی۔

ورجل ۔ مگر بغیر اس مصیبت کے طے کیے وہاں تک پہونچنا ناممکن ہے۔

میں :۔ تو میاں اکّے والے سازکی مرہم پٹی کرو اور آگے بڑھو۔

میاں اکّے والے نے چھتری کی بندش سے سُتلی کی لڑکھول ٹوٹی ہوئی دمچی کی مرہم پٹی کی۔ سرکی پگڑی اتار بھارکس (بارکش) میں پیوند لگایا۔ کمربند کھول شکستہ باگ میں ٹانکی کیا۔ جیب سے ردّی نکال کنی پر پھاہا چڑھایا۔ اور پکارے میاں آئیے بندہ بہزار دہشت و خوف پھر اکّے کا دوبال ہوا۔ ورجل اپنی قسمت پر صابر و شاکر نظر آتا تھا۔

ہم دونوں بیٹھنے کو تو بیٹھ گئے مگر گھوڑے صاحب قدم نہیں اٹھاتے۔ گھٹنوں کی چوٹ بظاہر کچھ ایسی زیادہ نہ تھی بایں معنی کہ پاچھی کرنے میں حضرت بے تکلف و تکلیف سبقت فرماتے تھے۔ اس حجت تھقری کا سبب آخر کھل گیا۔ اکّے والے نے کہا میاں آگے یہاں کا دارالقضا (کچہری) ہے ہم سب کے یہ سزا یہیں سے تجویز ہوتی ہے۔ ان میاں غازی مرد کو بھی گھوڑے کا قالب یہیں سے عنایت ہوا ہے اسلیے قدم آگے نہیں بڑھتا۔

دوستو تم جانتے ہو کہ میں روم کا رہنے والا ہوں جس نے عمدہ قوانین کی ایجاد سے تمام عالم پر احسان کیا تھا۔ دارالقضا کا نام سنتے ہی دل نے کہا چل کے یہاں کے قوانین انصاف بھی دیکھیے ورجل بھی کچھ تاڑ گیا اور کہنے لگا دوست اس بھلاوے میں نہ رہنا کہ یہاں کے قوانین انصاف پر انسانی

کسی انسان کی عقل کر سکتی ہے جس ہستی اقدس اعلیٰ نے سب کو پیدا کیا وہ مختار کل ہے بحیثیت مالک و خالق ہونیکے اسکا برتاؤ مخفی مصالح پر مبنی ہے انسان مخلوق ہے مخلوق کی عقل خالق کی عقل سے لگا نہیں کھا سکتی۔ اکّے والے نے اس مقام کو غلطی سے دارالقضا کہا یہ دارالقضا نہیں بلکہ دارالجزا ہے کسی پوشیدہ مصلحت سے یہاں کے حکام بعض وہی اشخاص مقرر کیے جاتے ہیں جنھوں نے ہندوستان کے دارالقضا میں بکر فرعونیت کے قواعد کی بھی مشق کر لی ہے! در حیوۃ سے معزول ہونے کے بعد یہاں اور دہرے ہیں ہندوستان میں انھوں نے جو کام کیا وہ انکی مرضی سے وابستہ تھا۔ یہاں ان کی مرضی کی کچھ ہستی نہیں ہے بلکہ مجبوراً مرضی کے خلاف حکم دینا پڑتا ہے جس سے انکی روحانی تکلیف روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اور یہی ان کی سزا ہے۔ غرض حاکم گنہگار، قاضی گنہگار، جلاد یا سزا دہندہ گنہگار، مدعی گنہگار، مدعا علیہ گناہگار، ڈگری یافتہ گنہگار، ڈسمس شدہ گنہگار۔ کوئی گناہ سے خالی نہیں محکوم بھی سزا بھگت رہا ہے۔ حاکم بھی سزا بھگت رہا ہے۔

میں ۔ لیکن طرز قضا وہی ہے جسکا رواج ہندوستان میں ہے تو فرق اعتباری رہا جاتا ہے استثنا کو صرف اتنا ہی دخل ہوگا کہ وہاں حاکم صاحب کے غرور و بادنا ئیے خوب سیر و سیراب ہو کے جسم میں چلّو ڈیڑھ خون بڑھا دیتی ہے اور یہاں سزا دینے پر ٹکیوں خون خشک ہوتا ہے۔

ورجل ۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو خیر آگے چلو گے تو تم خود ہی کوئی مضبوط رائے قائم کرنے پر قادر ہو جاوگے۔

غازی مرد لاکھ ہنہنائے ہزار ہزار گیں اچھالیں سیکڑوں مرتبہ دم کے نیچے سے سانس لی مگر اکّے والے کی گالیوں اور پاؤدان کی مار نے ایک نہ چلنے دی "دلے بزدش"۔

میں اپنے دل میں غور کر رہا تھا کہ اہل دوزخ کے قوائے حسیہ میں سورت اور تیزی کا بڑھ جانا بہت بڑا عذاب ہے اگر انکو کہیں سے افیم مل جاتی

یا شراب مل جاتی اور رنگین کا مرکب میسر آجاتا تو ضرور ان کے لیے آرام کا موجب ہوتا۔ اہل ہند کو یہ نعمتیں میسر ہیں مگر اب ان کی شامت اعمال نے انھیں ترک مسکرات پر آمادہ کر دیا ہے۔ خدا بخشے قاضی رطل لبوق کو انھوں نے مساجد کی تعمیر و ترمیم کے لیے مسجد میں شراب کی دوکان رکھی تھی اور اسکی مقدّس آمدنی سے بقاع خیر و خیرات کا کام چلتا تھا۔ علی ہذا القیاس بعض تحصیلی کچہریوں میں دعدالت ماتحت مال) افیم کی دکانیں ہیں تجارتی مصلحت کے علاوہ یہ افیم اس کام بھی آسکتی ہے کہ اگر کسی شامت زدہ کو غم سے سامنا کرنا پڑے تو غم فراموشی کے لیے ایک پیسے کی گولی کھا کے انشاحیت ہو جائے۔ مثلاً ایک کاشتکار کے متعلق زمیندار نے بے دخلی کی درخواست دی زمیندار صاحب کو اس سے مطلب نہیں کہ بنجر زمین کو اس کمبخت نے اپنے قوت بازو سے قابل زراعت بنایا۔ ابھی اس محنت کے ثمر سے متمتع نہ ہوا تھا کہ ہماری طمع نے دامن کھینچا اور بیدخلی کی سوجھی۔ سرکار کو اس سے کیا غرض وہ بیچاری بھولی بھالی یہ سمجھا کی کہ جس طرح شراب اور افیون کی قیمت میں زیادتی انسداد مسکرات کے ساتھ ساتھ خزانۂ عامرہ کو بھاری معرکہ بناتی رہی اسی طرح تمام سال کا نصف لگان بطور کورٹ فیس حاصل کر لینا زمیندار کے ظلم کو یک قلم ممنون بنا دے گا۔ اس نے کورٹ فیس کی رقم لی اور کاشتکار کو کچھ بتائی یہ بیچارا ازان سوار اندہ و زمین سو ماندہ درکچہری سے بے دخل ہوا۔ اب لازم ہے کہ غم فراموشی کی معجون دو مین آنے کی خرید کے کھائے اور سو رہے ورنہ زندگی دشوار ہو جاتی۔ خیالات کا ٹٹو ابھی یہیں تک پہونچا تھا کہ گھوڑا ہنہنایا اکّے نے الاہنایا ورجل نے ہائے کا نعرہ مارا دیکھتا کیا ہوں کہ ایک زرد رنگ کی یرقان زدہ عمارت سامنے ہے۔ انبوہ انبوہ خلقت وہاں جمع ہے۔

پنج روزہ دستور العمل

"یوم مفقود"

گوشتہ روز پرالتفات کیا ضرور ہے با مصفیٰ الماضی ست

آدمی را بچشم حسال نگر

از خیسال پری ودی بگزر

"یوم مشہود"

انتظار چند روزہ کی تو دیدگی ہے ستے

کل کے پیچھے آج نہ کر غفلت خراب میں

ہا سوئے ظن ہے سائی کو تحکیک باب میں

"یوم مورود"

کل کی بات کل کے ہاتھ ستے

رات دن چکر میں ہیں سات آسماں

ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا

"یوم موعود"

کفن میں لفوت ۔ پلندہ تیار ستے

صبح کو طائران خوش الحان

پڑھتے تھیا کل من علیہا فان

"یوم ممدود"

دیکھیے کب تک سوتے ہیں غضب کی نیند آئی ہے ستے

تہ قبر سونے والے کسی طرح پھر نہ جاگے

ہیں اک زمانہ گزرا انھیں ہوشیار کرتے

الغرض

کال کرتی آج کیجے آج کرنی اب

کال کی لیلا کال دیکھیو آج بیتی جب

شرم سے نام وہ نہیں لیتے
اب ہمارا خطاب ہے کوئی

ایہا النبی ۔ السلام علیکم وٹیا کے باوا۔

ایک مولوی رحمۃ اللہ تھے اور ایک اُن کی بی بی تھیں پرلا عورتیں خاوندوں کا نام ادباً و تعظیماً نہیں لیتیں ۔ مگر موجد نماز کو اس ہندوستانی رسم کی پروا نہ تھی اس نے تشہد میں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کی بجے پہلے ہی سے ٹھونک رکھی تھی بیچاری بی بی کیا کرتیں خیر رکھیں۔

نماز ختم ہوئی سلام پھیرنے کا وقت آیا اور انھوں نے فرمایا السلام علیکم وٹیا کے باوا السلام علیکم وٹیا کے باوا اور برکاتہ ؛

حافظ قل ہو اللہ شاہ کی ساس نے ہمیشہ سورۂ اخلاص کو حافظ جی والا سورہ کہا ۔ مولوی یٰسین علی کی بی بی مرتے مرگئیں مگر والقرآن الحکیم سے سورۂ یٰسین کی ابتدا کی ۔ کوئی کیا کرے عورتوں کی شریعت میں کسے دخل ہے ۔ منے جی میاں ۔ نورن کے ابا ۔ قدرتا کے بھائی ۔ ظہورن کے نند وئی ۔ بقاتی کے چچا ۔ وہ ۔ یہ ۔ ان کو ۔ ان کو ۔ غرضکہ اسما و اشارات یا رشتہ کے پتے سے بیچاریاں کام نکال لیتیں ہیں ۔

انڈین لیجسلیٹو اسمبلی میں گو کوئی ممبر مؤنث نہیں تاہم مجلس کی تانیث اسی کے لحاظ سے اگر اس زنانہ شریعت کی تقلید میں کسی کمیٹی نے اخبارات کا نام کسی سوال کے ذیل میں لینا ممنوع قرار دیا ہے تو عیب ندارد ۔ بیشک ایسا سوال جو کسی کاغذ اخبار کے بہم پہنچائے ہوئے مسئلہ پر مبنی ہو قابل سماعت نہیں ۔ نہ ایسا سوال پیش کرنے کے قابل ہے جس میں کسی کاغذ اخبار سے عبارت کی نقل و تحویل عمل میں آئے ۔ اب رہی یہ بات کہ کسی کاغذ اخباری کے متعلق سوال کرنا ہو اور نام لینے کی ضرورت پیش آئے تو کیا کیا جائے ۔ اس کا جواب آسان ہے ۔ جھٹ سے کوئی پتہ مقرر کیا مثلاً کیا آنریبل ممبر بتائیں گے کہ پنجاب کے بٹیا کے باوا لینڈ لارڈ (زمیندار) کی ضمانت کا کیا حشر ہوا ۔ لکھنؤ کے نند وئی (آنند) پر کس مضمون کے متعلق پریس ایکٹ کا وار چلا ۔

آنریبل ممبر نے سنا ہوگا کہ بجنور کے ایک ایسے پرچہ نے جس کا نام خلفائے بنی عباس کے پہلے بادشاہ (منصور دوانیقی) اور انا الحق کہنے والے مشہور صوفی کے نام پر رکھا گیا ہے ۔ حال میں مسٹر گرائری پر سخت حملہ کیا ہے ۔ کیا اس اخباری کاغذ کی نسبت کوئی قانونی دار و گیر تیار ہوئی ہے ۔ نیز اس پرچہ کے بارے میں کیا کارروائی ہوئی جس نے عدم تعاون کی اشاعت میں بہت جوشیلے (پرجوش) مضامین لکھے اور جس کا نام پیمبر آخر الزماں کی جائے سکونت سے مشابہ ہے (مدینہ) ۔

کیا آنریبل ممبر کو معلوم ہے کہ لکھنؤ کے ایک روزانہ نیوز پیپر نے جس کا نام اے جی ۔ بی گھر یعنی یا حقہ (ہمدم) کے اصطلاحی نام پر رکھا گیا ہے ۔ حال ہی میں دمدم کی گولیاں استعمال کرنے کے متعلق حکام کی شکایت کی ہے ۔ نیز یہ بھی کہ بجنور کے ایک پرچہ نے جس کا نام عزوہ احد کے ایک پیمبر کے لقب سے (الخلیل) مشہور ہے چوراچوری کے واقعہ آتش زنی پر حکام کے خلاف بر ذاوسلانا کی دعا مانگی ہے کون سی تحقیق تیار کی گئی ہے براہ مہربانی آنریبل ممبر بتائیں کہ بنگلور کے اوپر والے (الہلال) نے اپنے طلوع سے تا حال حکومت کی تمام تجاویز پر گہن لگانے اور ان کو نیچا دکھانے کی روش اختیار کر رکھی ہے ۔ اس کو نشان کے چاند کی طرح کیوں نہ قانونی بانس پر چڑھایا گیا ۔ گورنمنٹ کو معلوم ہوگا کہ اگر امرتسر کے ایک نادر یافتہ پلیڈر نے (وکیل) اپنے ایک آرٹیکل میں گورنمنٹ کے نظام عمل پر ایسی نکتہ چینی کی ہے جو قانونی گرفت میں آتی ہے ۔ نیز لکھنؤ کا ایک دل لگی باز اخباری کاغذ جس کا نام صوبہ کے نام اور پنچایت کے رکن سے مرکب ہوکے بنا ہے ۔ ہر بیوقوفی کی بات پر ہنسا کرتا ہے ۔ یہ چھیڑ چھاڑ ہیں مرغوب نہیں ۔ اس کے متعلق کیا کارروائی کی گئی ۔ اس نے گورنمنٹ کو بارہا مشورہ دیا کہ اس کے نظام ترکیبی میں ایسے نالائق اجزا شامل ہیں جن کا نکال باہر نہ کرنا حماقت ہے ۔ کیا مہربانی سے گورنمنٹ اس پر کوئی اسٹیپ لے گی تاکہ آئندہ وہ گورنمنٹ کے ہم نیاز مندوں کی حماقتوں پر عملدرآمد کرنے میں ہارج و مزاحم نہ ہو ۔

ملا نذیج اگر اس طریقے سے سوالات کیے گئے تو انشاءاللہ ان مجالس قانونی ملکی میں تذکرہ ہونے سے کوئی کاغذ اخبار شہرت کی مونچھوں پر تاؤ نہ دے سکیگا نہ اس کی اشاعت بڑھانے کی معنوی اعانت کا گناہ گورنمنٹ سے سرزد ہوگا ۔ اخباری کاغذ بھی اگر چاہیں تو ان کارروائیوں کو لوگوں اور ممبروں کی گفت و شنید کی اشاعت سے اپنے کالموں کو انتقاماً محفوظ رکھ سکتے ہیں ۔ اور اس طرح ہر ایک شہرت کے مریض کو ۔۔۔ اپنے نشہ نام کے لیے جج کا موقع تلاش کرنے ۔۔۔ روایت ہے کہ ایک عربی امیر نے لاکھوں ۔۔۔ تھا ۔۔۔ بہر صرف کیے

کنویں بنائے۔ مسجدیں تعمیر کیں۔ پل بنوائے سرائیں بنوائیں۔ مدرسہ کھڑے کیے۔ لنگر بٹھوائے اور ان کاروائیوں کے بعد سمجھے اب کافی شہرت ہو گئی ہے۔ گھر سے نکلے۔ سڑک پر پہنچے۔ آئندہ روند سے پوچھنے لگے "کیوں جی تم نے اس رئیس کا نام سنا ہے جس نے فلاں جگہ سرائے بنوائی ہے ؟" جواب ملا نہیں۔ دس پانچ مرتبہ اس قسم کے جواب سن کے بہت پریشان ہوئے کہ ساری کی کرائی محنت اکارت ہوئی۔ آخر حج کو گئے۔

اور وہاں لوگوں سے پوچھا تو کسی نے ان کی شہرت کا اقرار نہ کیا۔ آخر دل نے کہا کہ اب اس مجمع میں کوئی کام کرو تو بہتر ہے۔ چنانچہ جس وقت چاہ زمزم کے گرد حاجیوں کا مجمع ہوا رئیس صاحب نے شلوار کھول اور زمزم کے مطہر پانی میں قارورہ آمیز کرنا شروع کر دیا۔ اے میرے بھائی پھر کیا تھا ارو پکڑو گھیرو کی چار طرف سے صدا بلند ہوئی لوگ ان کو قاضی کے پاس پکڑے گئے انھوں نے قاضی سے کہا خطا ہوئی معاف کیجیے۔ میں نے کسی بیجی سے یہ حرکت نہیں کی۔ قاضی را رشوت دادہ خود را رستگار ساخت۔ دوسرے دن جدھر جاتے تھے ادھر انگلیاں اٹھتی تھیں "یہ وہ جاتے ہیں جنھوں نے زمزم میں موتا تھا"۔ دل خوش ہو گیا کہنے لگے کہ ناحق اتنی کمائی کا دھو کے نالے میں بہائی۔

اگر اخباری کاغذ یاروں کو کچھ مٹھائی کھلائیں تو ان شہرت خواہوں میں سے ہر ایک کے نام کا ستی ہیجا تیار کر دیں۔ مکموبی غیرت دارو۔ راضی ہو۔ گر یار تم تو پھر کہیں چھٹی ہو گی تو تاریخ ولادت کہو گے۔ کہیں سالگرہ ہو گی تو ندرے کے پہونچو گے۔ کسی جگہ شادی ہو گی تو سہرے لے کے جاؤ گے۔ ہمیشہ دلہے سہان مبارک باشد۔ دولھا اور دولھن سلامت سلامت باشد۔ بعہ پر دار سلامت مبارک باشد + کوئی مرے گا تو سوگ لے کے بیٹھو گے۔ نئے موڑیاں بڑھاؤ گے۔ "اے میرے وارث۔ ہائے میرے کنو کنھیا۔ اب میں رنڈاپا کیونکر کاٹوں۔ اے میرے زینت پہلو۔ اے میرے دل کے چین۔ افسوس تمھیں موت نگوڑی لے نہ چھوڑا۔ اب میں کیا کروں۔ ہائے اللہ میں لٹ گئی۔ میاں سے چھٹ گئی"۔

تم میں خودداری اور قلم کی عزت قائم رکھنے کا نقشا نہیں ہمیں لحاظ اپنا جب اپنا حسن ضائع کرنا پسند نہیں کرتے۔ والسلام علیکم و دنیا کے باد او نغمی کے

ناچیز — تہ۔

ماہ ــــــ

اے جی

منطقستان برہما

اور

اینٹی بائیکاٹ بل

ایہا النبی الیناہج۔ ہر گاہ کہ تم نے بھلے مانسوں کے لاشی پاشی مضامین روزی کی لٹریری ڈائجسٹ ٹوکری میں اس طرح پھینک دیے جیسے کوئی عورت اپنی سوت کا بچہ بے پروائی کے ساتھ زمین پر پٹک دیتی ہے۔ لہذا اب سنبھلے رہو کیا معنی کہ برہما کی گورنمنٹ نے از راہ عنایت حکومتانہ ایک ایسا قانون پیش و پاس کرنے کا ارادہ کر لیا ہے جس کی رو سے بلا پیش و پس تم پر مقدمہ اضاعت حق و اتلاف حق محنت چلائے جانے کے علاوہ بجبر مضامین کی اشاعت کرائی جا سکتی ہے۔

راویان نیرنگ طلسمات قانونی و رہروان منازل دشت زبونی و جادہ پیمایان اجاری مجون کونی و نظارگیان چل پرستان حرکات مذبوحی و میمونی نئے نئے قانون کی کٹھ پتلیاں اس طرح نچاتے ہیں کہ ملک برہما کی کونسل میں بایں الفاظ ایک نیا شعبدہ قانونی چھوڑا جانے والا ہے جس کی ہمہ گیری سوشل بائیکاٹ کی بنیاد اکھاڑنے کے ماسوا ہر کس و ناکس کا وارث حقیقی و نا تحقیق بن جانے میں بھی بکار آمد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ بقول بعض کاغذات اخبار ملاحظہ ہو۔

ہر ایک ایسے شخص کے متعلق خیال کیا جائے گا کہ اس نے ایک دوسرے کے ساتھ بائیکاٹ کیا ہے اگر وہ (ا) کسی کو کوئی زمین کرایہ پر دینے یا استعمال کرنے (یا) اس پر قابض ہونے کی اجازت دینے سے انکار کرے گا (یا) کسی دوسرے شخص کے ساتھ کاروبار کرنے (یا) اجرت پر (یا) دیگر طریق پر کام کرنے سے انکار کرے گا (یا) اس کی رواجی خدمات سرانجام دینے (یا) اس سے ایسی خدمات لینے سے انکار کرے گا۔ (ب) (یا) سیاسی مجلس پیشہ ورانہ (یا) کاروباری تعلقات سے احتراز کرے گا کہ جیسے وہ حالت میں موجودہ رواجات کو مد نظر رکھتے ہوئے عام طور پر ایسے شخص کے ساتھ روا رکھتا ہو (ج) یا کسی طریق پر ایسے شخص کو اس کے جائز حقوق سے کام لینے (یا) اپنے جائز پیشے کی پیروی میں نقصان پہونچائے گا (یا) مداخلت کرے گا (یا) تنگ کرے گا تو اسے چھ ماہ کی قید یا جرمانہ یا دونوں سزائیں آخر سے (جس کے خزانہ عامرہ میں ہر قسم کی تعزیرات کا کافی ذخیرہ موجود ہے) عنایت ہو گی۔ اور اگر ایسا کسی شامت زدہ نے بائیکاٹ کی تحریک کو ترقی دی یا مدد دی تو دو سال قید سخت کا خلعت مع جاگیر جرمانہ عطا فرمایا جائے۔

اور پوشیدہ نہ رہے کہ سبب تالیف اس قانون کا یہ ہے کہ لوگوں کی پولیٹیکل زندگی میں تقریر و خیال کی آزادی کے حقوق محفوظ ہو جائیں۔

مولانا پنچ۔ اب آئیے ہم اور آپ مل کے دعا مانگیں کہ خدا کرے یہ بل بند نہ ہو بلکہ بالکل کمل کے پاس ہو جائے۔ الٰہی اس متقن کی ادیبانہ منطق کا بیاہ دھوم سے آگرہ یا بریلی میں رچے۔ جس نے جمیع احتمالات کو ایک ہی لکڑی سے ہانک دیا ہے۔ خواہ جائز ہوں یا ناجائز۔ اور کوئی قید نیک نیتی یا بد نیتی کی نہیں لگائی ہے۔

فرض کیجیے کہ پڑوس میں ایک زمین ہے۔ بندہ اس پر قابض ہونا چاہتا ہے۔ مالک زمین نہ کرایہ پر زمین دینا پسند کرتا ہے۔ نہ بیچتا ہے نہ بغیر دام لیے قبضہ کرنے دیتا ہے۔ پس بندے کو اختیار ہے کہ جھٹ کچہری میں درخواست دے کے مالک زمین کو قید خانے پہونچا دے۔

جناب عالی۔ سائل ازل کا کوا یہ پیٹ سیدا الشیخ و دار ہے۔ سائل کے پڑوس میں ایک زمین ہے جس کی فرد کا اشتہار مالک زمین مذکور دے چکا ہے

گر سائل کی وفاداری سرکاری کے باعث از راہ تعصب
مالک مکور سائل کے ہاتھ زمین فروخت کرنے سے انکار
کرتا ہے لہذا سائل بموجب بائیکاٹ ایکٹ مستحق امداد کا
ہے۔ واجب بود عرض نمود۔

دو تین گواہ کھڑے کر لیے کہ یہ زمین خلافت کمیٹی
کے ہاتھ پانچ روپیہ کو فروخت ہوتی تھی۔ میں دس روپیہ
دیتا ہوں مجھے نہیں دیتا۔ اور کہتا ہے کہ خبردار
جو تم نے اس زمین پر قدم رکھا۔ اب چاہے زمین
پانچ سو کی مالیت ہو یا پانچ ہزار کی۔ معاعلیہ سزا
کا مستحق ہو۔ مدعی سمجھا جائے گا۔ گولا لاٹھی کیا اور
جیلخانہ بھیج دیا۔ رہی زمین تو وہ نا محدود جرمانہ
میں قرق ہو کے ایک دو تین۔ سولبسوے تو آنجناب
ہی اس پہ دخل و تصرف حاصل کریں گے۔ ورنہ
یہ کیا کم ہے کہ انتقام کی آگ پہ چھینٹا پڑ جائے گا۔
دشمن پامال۔ دوست شاد۔ یا مثلاً عالی جناب
مولانا اودھ پنچ صاحب دامت ظرافتہ کے چھاپہ خانے
میں تو ہر وقت پریسمینوں کی تلاش رہتی ہے۔ فرض
کیجیے کہ کوئی اچھا کاریگر پریسمین درکار ہوا اور وہ
مل بھی گیا۔ جھٹ دو آنہ پیسے اس کی ناک پہ بسا لئے
اور کہا چل بے کام کر۔ ذری اس نے ٹرپس کی
اور داغ دی نالش "خداوند نعمت۔ فیاض زماں
سزا دینے میں سخی۔ جرمانہ لینے میں حاتم۔ سائل پکا
کوا پرینٹر۔ سدا کا خیر خواہ سرکاری ہمیشہ کا دعاگو۔
پیدائشی بے ریا و خالص نیازمند ہے اس وجہ سے
یا اغوائے بعض مفسدین اہل کانگریس مسمی فلاں
ابن فلاں میرے یہاں کام کرنے میں ہیچ میچ و حیل
ڈھال۔ ٹال مٹول عذر ہائے بارد پیش کرتا ہے
اور بموجب ایکٹ بائیکاٹ "اجرت پہ کام کرنے"
کا مرتکب ہوا ہے لہذا دادرسی واجب کی جائے
یا مثلاً ایک ادھ عورت کو پڑوسن کی کھچڑی
کھانے کی ضرورت ہے اسے چاہیے کہ جھٹ
اپنا لڑکا بی ہمسائی کے حوالے کرے اور کہے بہن
تم میرا لڑکا کھلاؤ۔ میں تمہاری کھچڑی کھاتی ہوں
بی ہمسائی انکار کریں تو سیدھی ڈولی پر بیٹھ کر
کسی کچہری میں دہائی دے "اے مجسٹریٹ صاحب
میں تو لٹ گئی۔ نگوڑی ہمسائی کو دیکھو میرا بچہ
نہیں کھلاتی اور نہ مجھے اپنی کھچڑی کھانے دیتی
ہے۔ یہ چڑیل خلافت والوں کے بھڑکانے سے
فساد پر آمادہ ہو گئی ہے۔ حضور لڑکے کا باپ
آپ کی کتیا کا رکھوال ہے مدتوں کتے خصی کر چکا
ہے۔ اسی وجہاں (وجہ) سے میری صورت تکے
جلتی ہے سنتی ہوں کہ آپ کے یہاں نیا قاعدہ
نکلا ہے کہ "دیگر طریق پر جو کام کرنے سے انکار کرے"
وہ بائیکاٹ والوں میں داخل ہے۔ تو الٰہی آپ
جئیں آپ کے بچے جئیں۔ آپ کی کتیا بمع پردار
جیسے میری وارثی کیجیے اور اس موئی کو ہتھکڑیاں
پہنا کے جیلخانے میں چکی پسوا دیجیے۔

یا فرض کیجیے کہ کسی کانگریسی نے کسی محرر کو نوکری
دینے سے انکار کر دیا۔ کانگریس والے کو محرر کی ضرورت
محرر کو دفتر اور آقا کی حاجت مسلم ہے۔ اس میں کلام
نہیں تنخواہ کے متعلق جھگڑا اکھیڑا اس قانون بائیکاٹ
کے مستثنیات میں داخل نہیں اس میں تو صرف
یہ لکھا ہے کہ خدمت لینے سے انکار کر دے۔
(خواہ انکار کی کوئی وجہ ہو) اب محرر کو کسی دوسری
تدبیر اختیار کرنے کی ضرورت نہیں اسے چاہیے
کہ سیدھا چلا جائے اور بذریعہ قانون بائیکاٹ
آقا کو جیلخانے بھجوا دے۔ واللہ کیا ہادن توڑ لے
اور پاورفل والی ترکیب ہے۔ واہ رے ہمہ گیر قانون۔
یا فرضت فرضاً ایک پیشہ ور زن بازاری کو اسکے
گاہک نے کسی مولوی کے بھڑکانے اور گمراہ کرنے
سے چھوڑ دیا۔ تسبیح ہزار دانہ در دست۔ دلق صوفیانہ
در بر۔ ریش بقدر عمر طویل۔ وسلیت بقدر رفیاضی۔
حکومت دقت فقیر و قلیل۔ حق اللہ پاک ذات آنتر
کہتا پھر اخالی کر کے چلتا ہوا اور تین مہینے کی تنخواہ
دینا بھی حرام سمجھ کے ہمراہ لیتا گیا۔ بس ان کمبخت
کے لیے اس قانون کے طفیل میں کوئی دشواری
باقی نہیں نہ کوئی پردہ حائل ہے۔ سیر دائیوں
کو ساتھ لے سیدھی پہونچ جائیں حاکم ضلع کے
پاس طبلہ ٹھیکا سارنگی ریت کے گلکری کی تحریر
میں ٹ دار درخواست پیش کر دیں "ڈپٹی صاحب
نذری کا مجرا قبول ہو۔ آپ کو میری جان کی قسم میری
وارثی کیجیے۔ ہائے میں لٹ گئی۔ اس موئے مولوی
پیشٹے نے مجھے کہیں کا نہ رکھا ارے اس پر حضور کے
بائیکاٹ کی مار پڑے۔ الٰہی فوجداری قانون کی
تیغ اس پہ ٹوٹے۔ میرے قد کے برابر بجلی گرے
آپ کے انصاف کے برابر اس کے تن بدن میں
کیڑے پڑ جائیں۔ جیسا جُل مجھے اس نے دیا
ہے اس کی گھر والیوں کے آگے آئے اس کی
آنکھیں چم ہو جائیں۔ ہائے نگوڑا شرابی کبابی
دھمیں دھو تکڑا آج دھو دھا کے کیسا مصلے پر چڑھا
ہے۔ لوگوں کو ہاتھ چومواتا ہے۔ جیسے سدا کا
نیک پاک تھا کبھی کوئی گناہ نہیں کیا۔ ابھی چار
دن ادھر میاں صاحب کوڑ یا غلام سے ایک بھلی
تین کام کرتے تھے آج داڑھی بڑھا کے مولوی صاحب
بنے ہیں۔ اچھا بچا میری تین مہینے کی گاڑھی کمائی ہے
تو کیے ہو تو سہی جو ناکوں چنے نہ چبوا دوں تو کہنا
آپ کے قانون میں تو لکھا ہوا ہے کہ "دیگر طریق پر
کام کرنے سے انکار کرے گا یا رواجی خدمت انجام
دینے سے انکار کرے گا یا پیشہ ورانہ کا۔ یا رسمی تعلقات
سے احتراز کرے گا تو ایسا شخص سزا پائے گا۔
اللہ کرے آپ لاٹ گونڈ۔ ہو جائیں خدا آپ کو
ملکہ ٹوریا کر دے۔ میرے فریاد کو پہونچیے۔ آخر کیا ہمارا
پیشہ کوئی پیشہ ہی نہیں۔ اگر جو نہیں ہے تو پھر ہم سے
ٹکٹ (ٹیکس) کیوں لیا جاتا ہے۔ اور اگر جو ٹکٹ لیا
جاتا ہے تو پھر ہمارے پیشہ کا خیال کیوں نہیں کیا
جاتا جیسے شراب کاری ویسے حرام کاری دونوں برابر
ہیں۔ جو سرکار شراب کاری کی پرچک لیتی ہے وہ ہم
لوگوں کی بھی پرچک لے۔ آخر کیا ہم اس کی رعایا نہیں
ہیں۔ جو یوں ہی ڈھیلی رسی چھوڑ دی جائے گی تو
لوگ رنڈیوں کو نوکر رکھیں گے۔ کوئی بھڑکائے گا
کہ توبہ کر لو چلو توبہ نصوحا (توبۃ النصوح) کر لی تنخواہ ہے
شیر مادر نوش جان تو ہم تو کد مرد کے نہ رہے"

الغرض اس بل کے کلیات ہر جزئی کے تصرفات
جسمانی و روحانی دنیوی و اخروی مالی و جانی پہ
ہمہ جہت منطبق ہوتے ہیں [illegible]

ترجمہ صحیح ہے تو حسب منشاء قانون ہذا صوبہ برہما کی پولٹیکل زندگی میں تقریر و خیال کی آزادی ایسی ہی محفوظ ہوجائے گی جیسے مارشل لا کے زمانے میں اہل پنجاب کی آبرو۔ لارڈ ریڈنگ نے عمر بھر قانون رٹا ہے ماشے اللہ ہر فن میں طاق ہیں منطق پڑھی ہوگی۔ دیکھیں اس منطقی قانون کی نسبت ان کی رائے نصفت ضیاء کیا طے کرتی ہے۔ واللہ یہ تمام برکات منطقی انھیں قدموں کا ظہور ہیں۔ ورنہ کجا ہندوستان کجا برہما اور کجا یہ سعادات و برکات گوناگوں بوقلموں۔

حیرت ہے کہ ہمارے صوبے کی گورنمنٹ کس اُدھیڑ بن میں ہے کیوں اس برہما کے بے بدل مقنن سے عقل قرض لے کے دماغی افلاس دفع نہیں کرتی۔ گوکڈ بائی۔

راقــــــــــــــم

ادبار الملک بہادر

بقـــــــــــــلم

فلاسفر

خوفناک قوانین کی علت ایجاد

اور

بدل الغلط

سنسکرت کی کتاب "ہیتو پدیس" میں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک برہمن دیوتا اپنے ڈیرے میں بدھارت تھے۔ سر اُٹھا کے جو دیکھتے ہیں تو کوّا اپنے پنجوں میں چوہے کا بچہ دبائے اُڑا جاتا ہے۔ اتنے میں پنجہ ڈھیلا پڑا۔ چوہے کا بچہ پنڈت جی کے آگے گر پڑا۔ شفقت کا حال نہ پوچھیے یہ نہ تارک الدنیا پنڈت کو چھوڑتی ہے۔ نہ دنیادار سوزر کو۔ کسی نہ کسی کونے کھترے میں دبی رہتی ہے اور جب موقع پاتی ہے تو کانگرو کے بچے کی طرح پیٹ سے پاؤں نکالتی ہے۔ غرض پنڈت جی کی ماتا نے کچھ ایسی حرکت کی کہ شام کے موجب سے بیچے بجائے ٹکڑے اس مہمان [illegible] رکھے ہو [illegible] ہوتے [illegible] مدت میں جو ہے صاحب ڈنڑ پیل کسرتی جوان ہوگئے۔ ایک دن پنڈت جی نے دیکھا کہ بلی چوہے کی تاک میں ہے سمجھے کہ بڑی ہوئی خدا سے پراتھنا کی کہ یہ چوہا بلی ہو جائے۔ اگلا زمانہ سچا تھا۔ چوہے نے بلی کا قالب اختیار کیا بلی جو گھر میں میاؤں میاؤں کرنے لگی تو محلے کے کتے دوڑے۔ لاحول ولاقوۃ۔ اب کیا کریں۔ دل نے کہا کہ دعا مانگو بلی لوٹ پیٹ کے کتا بن جائے۔ بلی کتا بن گئی۔ اب بھوں بھوں کی صدا بلند ہوئی۔ اتفاقاً قریب کے جنگل میں شیر رہتا تھا اس نے ایک دن میاں ٹیپو کا پیچھا کیا۔ پنڈت جی کو پھر جبین نیاز خالق کارساز کی جناب میں جھکانی پڑی۔ ابکی مرتبہ میاں کتے شیر ہوگئے۔ اور لگے جنگل میں دھڑکا مارنے۔ مگر پالو ہونے کے سبب پنڈت جی کے چرنوں سے بھی جدائی پسند نہ تھی۔ دن کو ڈیرے کی پاسبانی کرتے۔ آیا گیا جو کوئی اُدھر سے نکلتا آپس میں چرچا کرتا کہ یہ شیر پہلے چوہا تھا۔ پنڈت جی کی دیا سے شیر بنا۔ میاں شیر سنتے سنتے عاجز آگئے۔ دل میں سوچے کہ ننگ احسان اُس وقت تک آبرو پر پانی پھیرتا رہے گا جب تک پنڈت زندہ ہے۔ شیروں کے نزدیک قول فعل سے بدلنا کتنی بڑی بات ہے۔ پنڈت جی کو لہولہان کر دیا۔ بیچارے برہمن دیوتا از کردۂ خود پشیمان محلے والوں کی پناہ میں جا رہے مگر یہ دعا نہ مانگی کہ شیر پھر چوہا بن جائے۔

ہمارے ملکی قوانین وساوس بیجا و اندیشہ ہائے دور و دراز کی بدولت چوں چوں سے میاؤں میاؤں۔ میاؤں میاؤں سے بھوں بھوں۔ بھوں بھوں سے دھڑدکے اور ڈنکار تک ترقی کر گئے۔ اور اُن کے کارن انگریز بہادر کی جان جس عذاب میں ہے اس کا حال کسی سے پوشیدہ نہیں۔ مگر جس زبان سے اُن کو شیر بنایا تھا اُس زبان سے پھر چوہا بنانا پسند نہیں کرتے۔ قانون صاحب برابر دن دھاڑے شکار کھیلتے ہیں۔ پھر اس چوٹ کرنے میں بدل الغلط کا ارتکاب بھی سننے میں آیا ہے۔ مثلاً کسی شامت زدہ اجل رسیدہ کو گرفتار کیا تو پہلے دفعہ ۱۰۷ لگائی۔ نام نہاد پیشی مقدمہ کے وقت ۱۰۷ سے ۱۷ بدل گئی گویا شکار کھیلنا لازمی ہے۔ اس پنجے سے نہ سہی اُس پنجے سے سہی۔ نان کواپریٹر ہونے کی حیثیت سے ملزم اس غلط کاری کو دیکھتا اور دل میں ہنستا ہے واہ کیوں نہ ہو۔ انصاف اسی کا نام ہے۔ ایک صحیح الافعال شخص ان واقعات کو دیکھ کے سمجھ لیتا ہے کہ پولیس بھی کسی نشے میں ہے۔ اور حاکم بھی کسی خاص دھن میں۔ ہمارے شہر کے ایک مشہور رئیس ٹھمری کہنے میں کامل مہارت رکھتے تھے ان سے بھی ایک مرتبہ ٹھمری کی دھن میں بدل الغلط کا صدور ہوا۔ جاتے تھے پیشاب کرنے۔ چوکی پر کھڑے ہوئے کچھ ماترے لے میں ٹھیک نہ آتے تھے اُن کی درستی میں ذہن پر محویت کا عالم طاری تھا کھولنا چاہتے تھے کمربند۔ ہاتھ چلا گیا انگرکھے کے بند پر۔ انگرکھے کا بند کھولا سمجھے کہ کمربند کھولا۔ چوکی پہ بیٹھے اور دھار ماردی پائجامہ تربتر۔ لاحول ولاقوۃ۔

پھر اس قانونی بدل الغلط پر تنبیہ بسا اوقات کئی کئی دن کے بعد ہوتا ہے۔ واہ رے توازن فکری۔

⁂

دمڑی کا دہ

ایک مارواڑی پنساری رموز دواشناسی و دوا سازی کا اظہار غیر تو غیر اپنوں سے بھی روا نہ رکھتا تھا۔ اگر کبھی دوا کی شناخت کے متعلق ذکر آیا تو بیچارہ ٹھنڈی سانس بھر کے کہتا۔

"ہائے کب آپ کو تو ہوں گے تب دوائی کہاں کھاؤ گا" بچے پاس آ پہنچے۔ وہ کرم کے علم سینہ پر اطلاع حاصل کرنا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب نے عمر بھر اور تجربے کے بعد جیت یا بیکیاں بتائیں مگر ایک نکتہ اتنا رکھ لیا کہ ایک بات مرتے وقت بتانے کے لیے چھپا رکھی۔ طلبہ بیٹوں نے اطاعت و فرمانبرداری کی کہ شاید وہ ناراض ہو جائیں اور خاندانی معلومات ناقص رہ جائیں۔ خدا خدا کر کے وہ وقت آیا کہ معرکۂ نزع کا ضمیر بگڑا۔ لونڈے امیدوار ہوئے کہ اب راز درون سینہ کی گٹھری کھلا چاہتی ہے۔ آخر بیمار صاحب نے آنکھ کھولی۔ "فرمایا۔ سُن لو فکر نہ کرو۔ بات یہ ہے کہ تر پھلے کو اطریفل بھی کہتے ہیں"

علی القیاس ایک سوس صاحب (ماہر کیمیا) بھی بخیل واقع ہوئے تھے اجزائے زندگانی کی تحلیل کے وقت شاگرد کو نسخہ بتانے لگے: "رانگا تانبا گندھک۔ ہرتال۔ سیندور تک زبان نے ساتھ دیا۔ آگے کچھ بتانا چاہتے تھے کہ سیماب روح بوتۂ جسد سے نزع کی حرارت پا کے اُڑنے لگا۔ صرف اس قدر زبان نے اور یاری دی کہ دمڑی کا وہ" پانچ چار مرتبہ "دمڑی کا وہ" منہ سے نکلا اور کشتہ ہو گئے۔

سنتے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ کو دونوں استادوں کی شاگردی کا شرف حاصل ہے اور دونوں کے علم سینہ سے واقف ہے۔ بایں معنی کہ رموز و اسرار حکومت کا معمہ صدہا سال کے بعد کھلا تو صرف اس قدر "ریچارم" (ریفارم) بولتا کھرچ (خرچ) بڑھانے کو۔ اور دمڑی کا وہ بھی ہم نے معلوم کر لیا۔ تیل۔ تمباکو۔ روئی۔ نمک کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں اخلاقی فلسفی طبعی۔ حیوانی۔ مادی۔ صوری۔ جسمانی۔ روحانی ہیں سب پر ٹکس لگانے کو "دمڑی کا وہ" کہتے ہیں۔ ہر چیز بلکہ ہر فعل پر ٹکس لگا دو تو "دمڑی کا وہ" حاصل اور کیمیا کا نسخہ مکمل۔ گویا اتنے زمانے کے بعد ناڑ واڑی اور کیمیا گری کی روح

ع ہر بیزا اقول۔

نے کارونیا تا تمام مجبوڑ لے کی انجمن سے نجات پائی۔

انگریزی لغات کا ایک صفحہ

پتلون۔ بغیر ازار بند کا پائجامہ۔ بے حیائی کا ستر۔ آلہ تعظیم البول یعنی تا دیوار و رپیکند استادہ بشاشند۔ دشمن فرش نشینی۔ اگر چوتڑوں سے اونچا کوٹ بھی پہنے ہو تو لحاظ رہے کہ آگے کے بٹن پر آلف د آئے۔ ورنہ ینا و اذ عریانی مشکل ولیائے وضع فطری بے محابا خواہد شد۔ چنانچہ ہمارے ایک نفیس ایبل دوست امتحان میں سوالات حل کر رہے تھے معلوم نہیں کہ سوالات نے زد باندھا یا جوابات نے کوئی دوسرا راستہ پیدا کرنا چاہا بہر نوع بٹن کے ساتھ کسی قدر کپڑا بھی حرص سے کلمۂ شہادت پڑھنے لگا بیچارے نے فیشن کی آبرو ہاتھ میں لی۔ گارڈ صاحب سمجھے بیانی میں جواب چھپایا ہے۔ لگے اصرار کرنے کہ دکھاؤ۔ یہ بیچارے حیران کہ کیا کہیں آخر اصرار و انکار میں طول ہوا تو پرنسپل پروفیسر اور دوسرے طلبا دوڑے۔ بادی النظر میں ہر شخص سمجھتا تھا کہ ہمارے جرم بیانی میں پوشیدہ ہے۔ "امال کھولتے کیوں نہیں" بھائی کیونکر کھولیں۔ کچھ چھپایا ہو تو کھولیں۔ جو کچھ ہم نے چھپایا ہے اُسے ہر شخص چھپاتا ہے۔ اول ہوں کھولو دکھاؤ۔ پرنسپل صاحب نے ہاتھ پکڑ کے کھینچا پروفیسر صاحب نے ہنستے گانٹھے۔ سوال کا جواب نہیں مگر اصرار کا شرمناک جواب کھڑے کھڑے مل گیا۔ لاحول ولاقوۃ عجب بن تو نجی کا بدھنا پہنا وا ہے۔

کالر و نکٹائی۔ تہذیب کا پٹہ فیشن کی عنبور کلی رسن آزادخیالی درگردن۔ یادگار میمونیت اہلیہ حضرت ڈارون گلوگیری دشمن کا اوزار سنہ نزول کی ریشمی پھانسی۔ قائم مقام ریش تراشیدہ۔ کترن (کٹ پیس) کی اچھی کھپت۔ چہرے کی تکمیل کی تکمیل۔

ہیٹ۔ کاسہ بالائے کاسہ۔ انجرۂ دماغیہ کے حجروں کا تابامیت الخلا میں چپٹ رہتا ہے اور سر پر اوندھا لگا ہے چنیں گا ہے چناں مگر سب اچھی چیز۔ طالب علم کی لنگی سے مرتبہ میں کچھ ہی کم ہے۔ کھیت سینچنے کی ضرورت ہو تو بڑی کا کام لیجیے بھیک کے ٹکڑے رکھنے کی جگہ نہ ہو تو کچکول بنائیے گھوڑے کے لیے تو بڑا بھی بن سکتا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ چپت کی حفاظت اس سے خوب ہوتی ہے۔ کبھی کبھی لڑکے اس پھنکی میں چڑیاں پکڑتے ہیں۔ ریلوے اسٹیشن کے بھوت دکھلی اس سے ڈرتے ہیں اگر کالا صاحب پہنے ہو تو فوراً اچھا ریت اہلی ڈھنگیت نسلی کو بھول جاتا ہے۔ غرور میں بھول جاتا ہے۔ مادری زبان سے بے بہرہ رکھنے کا بے نظیر آلہ ہے۔ بادہ نہ ہو تو بین کے دیکھیے ڈیول میں بُتشو پر ڈیسیول ہیر ٹیم میٹو۔ ہو جائے تو ہمارا ذمہ۔

بوٹ۔ گورے لوگوں کے پاؤں میں ہو تو کالوں کی تلی کا وبال۔ بی لگر سبی کے ہاتھوں میں ہو تو چندیا کا تنجال۔ وقت بے وقت نائی کی اجرت کا بچاؤ ہے۔ کھٹ پٹ کی جان ہے۔ اچھلتا ہے تو پاؤں سے سر تک پہونچتا ہے۔ ہرن کھری ہو تو انسانی ہرنیوں کی چوکڑی بھلا کے کمر لچکا کے اور بسلن میں ہنسی کروائے۔ ٹیکی لگی ہو تو ٹیک مین کی کھوپڑی کو بلیک سی بنا لے۔ ظلمات کو بحر احمر سے جا ملائے۔ اسی کے زور سے حکومت ایک مجرب نسخہ ہے۔ یہ ایسا ہتھیار ہے جس کے لیے کوئی قانون وضع نہیں ہوا مگر بھی اکثر صاحب لوگ ہندوستانی کے پاؤں میں دیکھ کے خار کھاتے ہیں۔ بنگلے سے نکلوا دیتے ہیں یا جب یہ ہتھیار کھول لیا جاتا ہے تو اندر آنے کا حکم دیا جاتا ہے۔

پاؤڈر۔ قرص رخسار کی خشکی۔ نشان بوسہ کی پوشش۔ حسن مردہ کا کفن۔ پرانے ٹھیکرے کی قلعی۔ گورا خضاب۔ اس سپیدی سے منہ کالا کرنے والیاں قائل کو دودھ بناتی ہیں۔ زنگی بہ شستن نگردد سپید کی مثل کو زنگی بہ پوڈر نگردد سپید سے بدلنے کی اچھی تدبیر ہے۔ ٹھنڈر کے

انگریزوں کے کاواک خط و خال اور تیرگون رخسار اسی سے چاند کا ٹکڑا نظر آتے ہیں۔ چالاک بازیگران حسن اسی جادو کی پڑیا سے ذمیت بندی کا کام لیتے ہیں جہاں "سیاہی زمو رفت" کا زمانہ آیا مگر ماند پڑی بس نوشا انزر دز رفت "کی بڑھیانے بہی سہاگ کی پڑیا نکال چلیے چند آفتاب چہرے ماہتاب۔ آنکھ نہ کان نہ چاندی رخسارے کی نونی لگی دیوار پر اسی سے استرکاری کی جاتی ہے (Ammonia Carbonate) مونچھ۔ زمانہ حال کے دلدادگان فیشن کے لیے ایک غیر ضروری اور اکھاڑ ڈالنے کے قابل چیز منہ کو سرین سے مشابہ کرنے میں حارج۔ اہل ہند کے لیے ان کا جڑ پیڑ سے اکھاڑ ڈالنا ضروری بایں معنی کہ ہتھیار نہ رہنے کے بعد مونچھ کیوں باقی رہے "الآن مرنا نسا زاغتا کہنے کی گنجائش نکل آئے۔ بعض اہل فیشن نے کلک قدرت پر یوں نکتہ چینی کی کہ ناک کی جڑ میں دو نقطہ سیاہ رہنے دیے باقی جھول جھال اَلقت۔ گویا ناک کی بلیغ اندٹے سے رہی ہے۔ یا مُرداری (چھپکلی) کی دُم گر گئی دھڑ باقی ہے اور وہ جہنم دہن کی محراب پر ڈنڈ پیل رہی ہے۔ اب وہ قابل رہن جائداد یا دستاویز کی قائم نہیں ہے۔ ایک جانب سے "کرزن" دوسری طرف سے "لبیک" کی صدا آئی چلیے قینچی کیسی استرا چل گیا۔ شکر ہے کہ مرلوڑنے اور کترنے دشمن سے بچوانے کی جگہ نہ رہی۔ وجہ غرور بھی مٹی اور سبب انکسار بھی غائب غلہ شد۔ داڑھی (Beard) باصطلاح حال بیماریوں کے جراثیم کے انڈے بچے دینے کا جھوجھو دھوکے کی ٹٹی۔ جھینگے کی چلمن ہے۔ اس لیے اس پر جھاڑو پھر گئی۔ بدمزاج جورو صاحبہ کا الہ انتقام سوخت۔ رشتہ سے نجات۔ بھتیا کا کھلونا ٹوٹا۔

مراقب

من آنم کہ من دانم

ٹلے نویسی

ٹلا ہندی لفظ ہے اس کے معنی اُکتا رہ جانا کے ہیں۔ شاہی زمانے میں ایک لالہ مبتلائے غم روزگار لکھمی چند نامے ہوا کرتا تھا شاہی میں دوڑے مگر کوئی جگہ نہ ملی۔ کچھ دنوں امیدواری کے بعد اکتائی قلمدان در بغل گرفتہ کنار دریا جلوہ افروز ہوئے تھے اور لگے ٹلے نویسی کی دھن میں لہروں کا شمار کرنے ادھر کوئی کشتی آئی اور لالہ نے آواز دی۔ "انصوب قدم دراز نہ کرد ہم ٹلے نویس ہیں نزول و صعود آب و لہر شماری میں اگر اندک تغیر ہوا تو جان لیو کہ سرکار شاہی تم سے فہمید کری۔"

کشتی معطل لہروں کا سلسلہ نہ آج ختم ہوتا ہے نہ کل۔ آخر زر رشوت بہ ہمیانی لالہ رسید۔ رکہ نہ پہ دستخط کر دیئے "اجازت داد و شد۔ دستخط فدوی لکھمی چند ٹلے نویس بقلم خود۔" مہاتما گاندھی کی گرفتاری سے خبروں کا دریا پایاب ہے۔ بعض اخبار نویس لالہ لکھمی چند کی طرح اُداس ہیں اور بزبان حال پوچھتے ہیں کہ "چہ کنم" سرِ دست اُن کو یہی مشورہ دیا جاتا ہے کہ دماغی افلاس کا دفعیہ ٹلے نویسی سے کیجیے یعنی شوراب عناد مذہبی میں تموج پیدا کیجیے اور زبردستی سرکاری ٹلے نویس بن جائیے۔ تاکہ زرکشتی کی لہر نہ بگڑے پبلک بھی دیندار سمجھے اور بیوروکریسی بھی راضی رہے۔ بار و اگر کوئی ہنگامہ نہیں ہے تو کیا اخلاقی نصائح یا علمی مضامین کا افادہ بھی معطل ہو گیا کیوں درستی اعمال کی جانب سے غفلت کرتے ہو خیالات کی درستی پر تمام تحریکات کا اتمام منحصر ہے۔

نمک

لاہوری نمک خارش پیدا کرتا ہے اور جب سے مارشل لا کی آمیزش ہو گئی ہے غالباً کھجلی پیدا کرنے کی خاصیت میں بھی ترقی ہوئی ہوگی۔ چٹپٹا نمک کلوہی و تلخی پیدا کرتا ہے آج تک کون کھانے جو ۱۲۰ کی کان میں پڑے یہ تو بخار اتار دینے کے لیے یا شوربا دھو رسے کے کام آتا ہے پھر طوون سے ملنے کی چیز منہ میں کون ڈالے۔ نمک شور پر شورش کی جان ہے۔ ترش کلامی کے میل سے پیٹ میں مغل پٹھان لڑنے لگیں گے اُبال منہ تک آئے گا اور پکڑا دھکڑ کا چھینٹا اُسے دبالے گا۔ نمک سنگ پھینا پر ڈھیلے پھینکنے کا الزام ایک بہانا الزام اور گولی چلانے کا بہانہ ہے اگر نمک سنگ کا استعمال ہوا تو خود آدمی خود ہی کنکر سے پتھر بن جائے گا۔ لع اندرانی برائے نام نمک ہے۔ بباطن خدا جانے کیا چیز ہے۔ مخزن دیکھنے کی تکلیف کون اٹھائے۔ نمک سیاہ اگرچہ سیاہی رنگ کے لگاؤ سے اس کا استعمال بیجا نہیں۔ مگر منہ کو معدہ بنانا اور معدے علیہ السلام کو بد تہذیبی کی عادت ڈالنا عقلمندی نہیں۔ نمک عمانی (امونیا) گو کا پوت نوسادر مشہور ہے۔ استعمال اس کا عقلمند سے دور رہے۔ گاہے ماہے بوقت ضرورت مضائقہ نہیں۔ مگر روزمرہ کھانے میں خوش ذائقہ نہیں۔ رہ گیا سانبھر کا نمک تو وہ سرکاری نمک ہے محصول زیادہ کرنے کے معنی یہ ہیں کہ نہ کھاؤ نہ نمک حرامی کی علت میں دھرے جاؤ۔ جن کو نمک کی چاٹ ہے انھیں چاہیے کہ روٹی بغل میں دبا کے نکمین صورت والوں کے گھر تک جانے کی تکلیف گوارا کریں اور ملاحت سے لگا لگا کے نوالے نگلیں جینے کا سہارا کریں۔ مگر یہ ترکیب بھی دشواری سے خالی نہیں۔ بایں معنی کہ اس نمک میں بھی ٹیکس کی سیل پہنچ چکی اگر بی صاحب اس حرکت سے سرکہ جبین ہو گئیں تو آرزوؤں کے اچار میں تیزاب مل جائے گا۔ وہ زمانہ بھی لوگ بھول گئے جب گلی گلی لونیے لونے سے نمک نکال کے بیچے پھرتے تھے۔ قانون کے نون نے اس پیشہ کی دیوار میں لونا لگا دیا۔ اب لونیا صرف ذات کا رہ گیا ہے۔ کام کا نہیں۔

غرضکہ شورہ پشت کے زندگی بسر کرنا بھی دوبھر ہے۔ تنگ کیاں سے شی حاضر کیا ہیضہ ہے لہذا اسپکی سیدھی زندگی تیر کردو۔ یا اگر کڑ کڑاہٹ کی پروا نہ ہو تو بطفیل تنگ بیدردگی سرکاری لونی لگی دیوار چاٹا کرو اور آدمی سے نرے پاجوج ماجوج بن جائے۔ خانماں برباد کا سورت اصلی پر عمل کر کے تم حکم کی بانگ لگاؤ۔ وہاں زہر کھایا ہلاہل ہے۔ بیر قسم مدعا حاصل ہے۔

ماف

تمکین علی خاں ملاحت جنگ

باغی انجن

"زمیندار کی ضمانت"

مولانا۔ تم بھی کسی زمانے میں بچے تھے یاد ہوگا کہ اگر اچانک راستہ چلنے میں دامن اور پاؤں کے انگوٹھے سے لنگر پیچ پڑا تو اڑا اڑا دھڑیم کی نوبت آئی۔ گرایا تو بچے کی گھبرائی ہوئی چال نے گرا تا ہی نے زمین پر لکڑ پاں مارنا شروع کر دیں "بہتے ذات تیری کی پھر میرے بچیا کو گرائے گی" بعینہٖ یہی منطق لاہور کے مجسٹریٹ ضلع کی ہے "زمیندار لاہور" کا نام کون نہیں جانتا جس کی ضمانت کئی مرتبہ ضبط ہوئی۔ آپ جانیے اُسے مرنے کی تو عادت ہے نہیں۔ لوٹ پیٹ کے پھر کھڑا ہوا اور خیر خواہی ملک کی نوتوڑ زمین میں لگا قلبہ رانی کرنے ایکی مرتبہ جتیا ڈکلیریشن داخل کرنے کی ٹھہرائی تو سنتے ہیں کہ مجسٹریٹ نے بجائے دو ہزار کے پانچہزار کی ضمانت طلب کی۔ دلیل نہایت معقول پیش کرتے ہیں یعنی مشینیں بغاوت کے داغ سے پاک صاف ہیں مگر انجن مردود فی وہی ہے جو سیاست پریس کی مشینیں چلاتا تھا لہذا دو ہزار کی جگہ پانچہزار داخل کرو تو چھاپو نہیں تو رادھا کو یاد کرو چلتے پھرتے نظر آؤ۔

اخاہ ابد بدت یہ مسئلہ طے ہوا کہ لوہے آگ میں جان ہے اور جان بھی ایسی ویسی نہیں سمجھ رکھنے والی متحرک بالارادہ جب تو حرامزادی ہر وقت بغاوت پر آمادہ رہتی ہے۔

یعنی ہم تو مجسٹریٹ کی سمجھ بوجھ کے قائل ہیں یعنی کہ لاکھ پالان بر لو مگر دو "انداز قدرت رامی شناسم" کی مہارت ظاہر کرتا اور جھٹ سے گدھے کے کان اینٹھنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

میاں افلاطون فرماتے ہیں جوہر نفس حرکت ہے اور حرکت جیونفس۔ اس حرکت کے دو رستے ہیں۔ ایک تو عقل کی طرف دوسرے ہیولیٰ کی طرف اب یہ مسئلہ کہ حضرت انجن کی حرکت عقل حکومت کی جانب ہے یا ہیولائے بغاوت کی طرف ذری دشوار ہے اور سوائے تمام اضلاع ہند کے حکام کے دوسرا کوئی حکیم اسے طے کرنیکا مادہ نہیں رکھتا۔ بہلا طنہ زمانہ ان مشینوں میں حیوۃ کا جلوہ دیکھ رہے ہیں کسی پر ضمانت کا بار ڈالتے ہیں کسی کو گھورتے ہیں جتنے پھر ہماری گورنمنٹ کو ستائے گی۔" خدا غارت کرے بغاوت کو آسمان کی طرح ہر سر زمین پہ نیلے پیلے دیدے نکالے موجود ہے۔ نہ مانے مرتی پر بھاٹ کاٹتی ہے۔ تہ بات کیا ہے؟ اماں مشینیں ہیں صاحب نفس اور اگلے حکیم قائل ہو گئے ہیں کہ نفس کو موت نہیں۔

ماف

ادبار الحمک

پنچ:- واہ حکیم صاحب کس مزے سے آپ نے پردے پردے میں بغاوت کو غیر فانی قائم بالذات متحرک ذاتی ثابت کیا ہے۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ اگر بغاوت لاڈلی چھچھوندر کی طرح گھر کی خیر لاتی اور اسی طرح حجر شجر در کے پیٹ میں حلول کرتی رہی تو ضمانت کا بھا کتنا لمبا چوڑا ہونے گا۔ کیا نانی حاضری کی طرح حکومت کے ہاتھ میں بھی کوئی ٹھیکا ہوگا اور وہ ہر چیز کو دیکھ کے "ہتے ہتے" کرتی پھرے گی؟ گاندھی ٹوپی دیکھی "ہتے" بغاوت کی حرکت دوریہ میں مبتلا رہنے والا چرخا سامنے آیا "ہتے" جسم کو نفس کی طرح مکمل بنانے والا "کھدر" یا کھدر پوش روبرو ہوا "ہتے" چھاپے خانے کا ناقابل لروائیۃ پتھر سنگ راہ ہوا "ہتے"! "ہتے ہتے" کرتے کرتے نازک ہاتھ کا کیا حال ہوگا اور دلے پتھر سے لڑائی ہے حتی الامکان ہاتھ کی احتیاط کرنی ہر عقلمند پر فرض ہے ورنہ یہ ہائے ہتیا انتظام کو ہتھے پرسے اکھاڑ دے گی۔ اور پھر ہیہات ہیہات کہنے کے سوا جو کہ ایک طرح کی ہاری ملنے کے مساوی ہے اور کچھ بن پڑے گی۔

بائیں ہاتھی پائیاں بائیں ہاتھی پاؤں

ہندوستان ایک رہائی طلب ملک ہے۔ امریکہ ایک آزاد سرزمین ہے۔ ہندوستان کا غوغا امریکہ کے کانوں تک پہونچتا ہے۔ اہل امریکہ اس غوغا سے متاثر ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں ہماری گورنمنٹ نے مسٹر سری نواس شاستری کو جو پہلے اسیر جاہ شہرت ہندوستانی تھے اب بندۂ سرکاری ہیں۔ امریکا بھیجا وحشیوں میں ایلی (دیالو) کا پھنسنا اور نکو نہ بنتا بھلا کب ممکن ہے۔ بیچارے کی جان چڑیا کی طرح میں پھنس گئی۔ "سست گورنمنٹ سرکار داتا" کی ہانک قدرتی نغمہ سرائی پر فدا ہونے والوں میں مقبول ہو جاتی تو ہم سمجھتے کہ ہمدم خیالی اور نیرنگی نے جانوروں میں بھی اثر کیا۔ واقعہ یوں سننے میں آیا ہے کہ آپ سو دمزمہ سنجی کی امنگ نے جو ابھارا تو نیویارک کے ٹاون ہال میں لکچر دینے کھڑے ہوئے تقریر کا پرکار جب تک تمہید کا دائرہ کھینچتا رہا اس وقت تک سامعین گم چپ کاٹھ کے اُلو بنے بیٹھے رہے۔ ادھر پرکار کی لنگڑی ٹانگ "مرکزی نقطہ چھوڑ کے باہر بھٹکی اور نتیجہ کے خطوط سے دائرے کی تقسیم میں ریوڑیوں کے پھیر کی طرح مصروف ہوئے اُدھر لوگوں کو دائرے کی ہر دیوار میں خامی نظر آنے لگی۔ اگر آپ اپنی تقریر کو بے نتیجہ چھوڑ دیتے تو خیریت تھی مگر لوگوں کی برہمی کو آپ نے بھانپ لیا اور اعلان کر دیا کہ اس تقریر پر جس کسی کو اعتراض ہو وہ شوق سے اعتراض کرے بندہ نوازا نہیں ہے بہت سی بولیاں جانتا ہے منہ میں سرکاری زبان رکھتا ہے بحث میں بند ہونے والا نہیں۔ کئی لیڈیاں بھری بیٹھی تھیں۔ کچھ ہندوستانی اور امریکن طلبا بھی نفس در نفس تھے سب کے سب اُبل ہی تو پڑے "اجی تم سرکاری ایجنٹ تو نہیں ہو؟"

جواب :۔ نہیں ؟

" تو دوست بنا ہو تاکہ تم جھوٹ بولتے ہو ؟

جواب :۔ یار اگر جھوٹ موٹ کا الزام لگاؤ گے تو پھر میں جواب نہ دوں گا۔ بھلے مانس ہم شریف ہیں اور شرافت کا برتاؤ چاہتے ہیں "

ایک لیڈر جی :۔ (باشارۂ صدر جلسہ) کیوں جی ! ہندستان میں سوت گیری کی دھاک جمی ہے یا نہیں ؟

جواب :۔ ہاں ہے کیوں نہیں ۔ مگر گاندھی کے چیلوں نے سلم و حلم کا وعدہ بالائے طاق رکھا تو سرکار کسی کی دبیل نہیں اس نے بھی پہنچتا ناجو بڑھ کے چلا اسکی منڈیا مروڑی کسی کی زبان چلی کسی کا ہاتھ "

ایک ورشے نے بتاؤ تو سہی تم ہو کس کھیت کی مولی۔ آخر تم جو یہاں آئے تو کس کے بھیجے ہوئے ! "

جواب :۔ میں سرکار کی طرف سے ہندوستان کا وکیل مطلق بنا کے بھیجا گیا ہوں کوئی ڈپٹی کمشنر دیکھنا میں لیبر دائے تو یہ ہلیرل کا قائم مقام ہوں اپنے ہمنفیروں کی آواز ہوں "

اتنا ہی اظہار کافی تھا " سیں سیں " " چپ چپ "

" ابھی سنو تو سہی " " بس معاف کرو " " واللہ وہ باتیں سناؤں کہ یاد کرو " " ڈوٹ دیک " " زیں زیٹ " ۔

چلیے جلسہ برخاست ۔ ہمارے ہندوستانی وکیل مطلق پولیس کی حفظ وامان میں کرایہ کی گاڑی پر الوپ کردیے گئے ۔

رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گزشت

ہماری سرکار کو ان کے بھیجنے سے صرف اسی قدر نفع ہوا کہ اُنھوں نے سر لائڈ جارج کو مسلمانوں سے عہد خلافی کرنے کا قصوروار ٹھہرایا پھر یہ کہ بری کردیا کہ

اس دل بیتاب کی ساری خطا تھی میں تھا

خدا مسٹر شاستری کو قیامت تک زندہ رکھے ہندوستان کی ناک سرکار کی آبرو اپنی بات رکھ لی صحیح وسلامت ہشاش بشاش وقار و عظمت کے ساتھ پلٹے بھلے کو کوئی سبکی نہیں ہونے پائی ۔ ورنہ دفعہ ہم ہوا و ہاں کے قانون میں بھی بڑھانی پڑتی ۔ شاباش کا نعرہ کردی سہ

وہ کام کیا تم نے جو رستم سے نہ ہوگا

امید ہے کہ سفر کے حالات شائع ہونے پر ان واقعات کا صدق یا کذب واضح ہو جائے گا اور یہ اس سرمایۂ فاخرۂ احباب طرافت انتساب کو جنس کاسد گر کی زیادتی کا موقع نہ ملے گا سہ

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ر ا ف ... ہ

جان کبھی ہزاروں پائے

ادبار الملک

آدھے میں اب گھر آدھے میں سب گھر

آج کل دنیا بھر اختو بختو کا تماشا ہو رہی ہے جدھر دیکھو اُدھر " دوڑ گلا بوجھو نکلے گئے " دوڑ شتابو جھونٹے گئے " کی فریاد بلند ہے ۔ مہاتما گاندھی چھ برس کے لیے سوراج آشرم میں آنند رہیں گے ۔ مریدان خاص بددل ہیں اور بزبان حال کہہ رہے ہیں سہ

اگر سے کا چرخا بہ ہان پور کی روئی
میاں میرے چھوڑ گئے میں کات کات موئی
جنیاں لال ملوں گی ۔

مجلس وضع قوانین میں بجٹ پیش ہوا مصارف جنگ ۵۵ فی صدی یعنی ایک ارب ۰ اکرور آمدنی میں سے ۴۴ کرور خالی جنگی دولہن کی منہ دکھائی کنگھی چوٹی پاندان کے خرچ میں اُڑ نچھو ۔

سات سیر کی سات پکائیں نو سیر کی ایک
وہ نگوڑا ساتوں کھا گیا میں بچاری ایک
جنیاں لال ملوں گی ۔

ہندوستان علیہ عذاب الانگلستان باین وسعت و جسامت انگلستان کے مہاجنوں کا مقروض ۔ فی صدی سالانہ سود کی چپت کھاتے ہیں ۔

تھالی بیچی لوٹا بیچا اور بیچا کٹورا
لنگا بیچا پھر یا بیچی بار ملا چھٹو را
جنیاں لال ملوں گی ۔

خرچ کرنے والے اس فضول خرچی پر بھی اپنے حسن انتظام کے ترانے اور ۲۰ کرو ڈ مزید ٹیکس لگا کے خالی خزانہ ...

ایک تو پانچ ہزار بھر کم دوسرے ٹنگ گلی ٹنگ پسل کے گر پڑی اور ساس کے ہستانی
جنیاں لال ملوں گی ۔

اس پر بگڑے ہوئے ہیں کہ چاہے کوئی خاتمی کیوں نہ کرے ان مصارف میں ایک کوڑی کم نہیں ہو سکتی ہندوستانی ممبر بھی آپ جانیے اپنی بات کے دھنی وہ بھی اڑ گئے کہ ہم تو ضرور کم کریں گے ۔ کچھ نہیں تو سو روپیہ ہی سہی ۔ سب کو معلوم ہے کہ سو روپیہ میں کیا بنتا بگڑتا ہے مگر آیندہ کو تو کان ہو جائیں گے پھر ایسی حرکت تو نہ ہوگی ۔ حکومت نے دیکھا کہ سو روپیہ پر معاملہ ٹلتا ہے بظاہر تو نہیں نہیں کی مگر سو کم ہو نسخہ کرو ادہی منظور کر لیے ۔ وہی مثل ہوئی کہ ایک بنیے کی جورو پر خاں صاحب لٹو تھے چوری چھپے بنیا الم نشرح راہ و رسم تھی جب خاں صاحب چلے جاتے تھے تو بنیا ساری جھل جورو پر اُتارتا تھا ۔ ایک دن خاں صاحب کو بھی خبر ہو گئی گھر میں گھس کے دو تین سو مغلظات سنائے بنیا چپ ہو رہا ۔ لڑائی موقوف ہونے کے بعد خاں صاحب نے بیٹھ کر اپنے بدن کا وزن بنیے سے پوچھا بنیے نے کہا ہوگا کوئی من بھر جب خاں صاحب چلے گئے تو بنیے نے جورو کو سنا کے کہا " بات ٹرے کی کیسا دھوکا دیا ۔ پڑتین منٹر (من) کا ایک ہی سنڑ (من) بتایا ارے ٹھانی نت لگا شکار و پٹھان بھی بڑا پاد نیا بدلا بگیڑ کہیں چھوڑتا ہے " یہ سو روپیہ کی تخفیف بھی بدلا نہیں تو اور کیا ہے ؟ ۔

سیر بھر کھچڑی اور ڈیڑھ من گھی
ایک نوالا ایسا مارا جانے میرا جی
جنیاں لال ملوں گی ۔

اُدھر قسمت کو بھی روز ایک بہانہ مل جاتا ہے پہلے تو روس کی آمد آمد تھی پھر بالشویکوں کا دھڑکا ہوا ۔ اب نیا شاخسانہ ان دونوں کا قائم مقام و نائب مناب ہے وہ کیا ؟ امیر کابل مصطفیٰ کمال پاشا سے کہیں کہ اگر انگلستان نے یونان کی تائید کی ۔ تعمیر سدا نا طولیہ میں مسلمانوں کی پرواہ نہ کی تو افغانستان انگریزی افغانی معاہدہ کو مسترد کرنے کے لیے آمادہ ہے ۔

"ایک مسودہ ہندو لشکر اخفائی سمجھ لیا جاتا ہے تو سہی اس ما دوں گھٹنا پھوٹے آنکھ کے مصداق فوجی مصارف میں تخفیف کا عمل کیا۔ مزا یہ ہے کہ اگر افغانستان شیر بنتا ہے تو تیسرے خانے سیر یوا نے غیر متعلق لوگوں کے سامنے گورنمنٹ آف انڈیا سے کچھ نہیں کہتا پھر بھی گورنمنٹ دھڑکوں کے مارے دبلی ہوئی جاتی ہے محض تقدم بالحفظ کے چکی میں سانز انڈ ہند پسا جا رہا ہے ملک بھاک منگا گورنمنٹ دیوالیہ۔ ٹاٹ الٹ چکا۔ ٹیکس صاحب تکمیل ضیا کھیل چھپے کے پیڑ تلے کھیل جینا میں مصروف۔ ساختہ و بے ساختہ وجود ساختہ لیڈروں کے ہاتھ میں مخلوق کٹھ پتلی ہے۔ کبھی مہاتما گاندھی کی بدولت گل پھلول کبھی پنڈت مدن موہن مالوی کے چھینٹوں میں" جنیا لال ہول گی اللہ لڑائی رات ہوئے پھر تی نہ ہوئے"! پہ مائل۔ کبھی "لبرل" خدائی فوجداروں کے پھلا سڑول ور بہلاووں میں لگے بوسہ بذریعہ سمن وصول کرنے پر آمادہ

چہ کنم پیش کہ نالم بہ کہ فریاد برم؟

اگر اصلاح اسی کا نام ہے تو تخریب و افساد اس سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ جن اصلاحات کے طومار نے احسان جتاتے جتاتے اہل ملک کا ہاضمہ کمزور کر رکھا تھا اس کے نتائج ایسے عظیم الشان ہیں۔ سمجھے تھے کہ چرخے اور کھدر کی عاشقی کچھ کر دکھائے گی۔ مگر وہاں نئی جوانی مانجھا ڈھیلا۔ بازار ریشمی مال سے لبریز۔ عشق فراموش مجد کے جنگل میں لوکا۔ قیس کونسل کی ممبری کا امیدوار لیلے بے نقاب خوش غلاف۔ آں قدح بشکست وآں ساقی نماند دفتر راگاؤ خورد۔ گاؤ را قصاب برد۔ جنیا لال ملوں گی۔

حکایت

دوست: بھئی مبارک ہو تمہارا مقدمہ تو کمزور تھا مگر تم خوب جیتے!

مدعا علیہ: ہاں بھئی ترکیب چل گئی۔ بات یہ ہوئی کہ بندے نے حاکم کے نام ایک خط لکھ بھیجا جس میں ہزار روپیہ رشوت کے طور پر دینے کا وعدہ کر لیا۔

دوست: تعجب ہے!...حاکم تو رشوت نہیں لیتا!

مدعا علیہ: تو اپنی طرف سے خط تھوڑی لکھا وہ تو مدعی کی جانب سے لکھا تھا!

بالفعل فرانس اور انگورہ گورنمنٹ کے درمیان یا لوگ اسی قسم کی چالیں چل رہے ہیں۔ تاکہ فساد بڑھے۔ دو دو چونچیں ہو جائیں۔ کچھ تنی تنا ہو کچھ تکذیب ہو کچھ طعن و تشنیع کا سلسلہ بڑھے اور جو عارضی اور مصلحتی اتفاق دونوں حکومتوں میں پیدا ہو گیا تھا وہ تشریف لے جائے۔ جعلی تار برقیاں دوڑ رہی ہیں اور جب ان کا انکشاف ہوتا ہے تو بھیجنے والے کا پتہ نہیں چلتا۔"

"ابی یہ تار تم نے بھیجا تھا"

"تم نے بھیجا اور میرا نام لگاتے ہو"

"اچھا یہ معاملہ تو گیا اپنی ایسی تیسی میں انگورہ گورنمنٹ کو کس ایسے تیسے نے اس سرکاری یادداشت کے مضمون سے آگاہ کر دیا جو کہ لارڈ کرزن نے موسیو برائن سابق فرانسیسی وزیر اعظم کے حوالے کی تھی؟"

"ہو گا کوئی ہماری جانے بلا پوش"

"اہا ہا اب مکرتے ہو تم ہی نے دی ہاں ہاں تم ہی نے دی اور ترکوں کی دوستی کی ماتا میں دی"

"جھوٹے پر لعنت ہمیں خبر بھی نہیں کہ وہ یادداشت تھی کیا بلا۔ نہ ہماری وزارت اس کے حال سے واقف ہے۔ تم موسیو پوانکارے کی راہ میں کانٹے بچھانا چاہتے ہو۔ یہ سب تمہارے کرتوت ہیں۔ اسی الم غلم ٹال مٹول میں صلح کے معاملات کو جھولا جھلانا مقصود ہے ہم تمہاری گھاتیں خوب سمجھتے ہیں"

"دیکھو جی لعنت ملامت سے کام نہیں چلتا۔ یہ مفت کا الزام ہمارے سر دھر نا رائگاں نہ جائے گا۔ خیریت اسی میں ہے کہ راز ظاہر کرنے والے کا نام بتاؤ ورنہ کانفرنس کو روک دو"

"دیکھا! ہم جو کہتے تھے وہی بات نکلی۔ تم معاملے کو کھٹائی میں ڈالنا چاہتے ہو۔ استاد تمہاری شیطنت میں جو شک کرے اپنے حساب وہ کافر"

"غم۔ نزن"[ع]

کہتے ہیں کہ شاعر کا تخلص بھی اس کے حال کے لیے ایک فال سے کم نہیں۔ سودا جھکی تھے آتش تند مزاج کچھ شاعر آج بھی اپنے تخلص کی تصویر بھی نظر آتے ہیں انھوں نے خدا جانے کیا مصلحت تھی کہ تذکیر و تانیث کی قید سے تخلص کو آزاد رکھا ہے بعض نے مؤنث تخلص رکھا ہے در و سے سخن کسی خاص فرد کی طرف نہیں لوٹیے کیوں؟) مثلاً حسرت فرحت نزہت نکہت۔ نصرت۔ نکہت۔ شہرت۔ آرزو۔ آبرو۔ تپش۔ سوزش۔ یاس۔ تمنا۔ بہار وغیرہ یہ الفاظ مؤنث سماعی ہیں۔ یا جگر۔ درد برق۔ رسوا۔ شیدا وغیرہ یہ الفاظ مذکر ہیں۔ اول الذکر لفظوں کے ساتھ ہو اکا لفظ جب تک نہ لگائیے اس وقت تک شبہ رہتا ہے کہ قائل کی مراد کسی مذکر شاعر سے ہے یا وہ تذکیر و تانیث کا فرق ہی اپنی زبان میں نہیں کر سکتا مثلاً حسرت آیا ہے؟ بہار کیا کرتا ہے؟ نکہت گیا؟ شہرت بیٹھے ہیں بعض تخلصی الفاظ نہ مؤنث ہیں نہ مذکر یا مؤنث بھی اور مذکر بھی مثلاً خلش۔ دلی کا ایک شاعر کہتا ہے ؎

غیر میرا اُسے منظور ہوا خوب ہوا
رات دن کا یہ خلش دور ہوا خوب ہوا

غالب فرماتا ہے ؎

یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

بعض الفاظ اصلاً و سماعاً تو مذکر ہیں مگر اردو میں بالمعنے مؤنث ہو گئے ہیں مثلاً لفظ رضا شاعر کہتا ہے ؎

داڑھی کے منڈانے کو اندر سے جو فرمایا
زاہد نے کہا رو کر جو کچھ ہو رضا بی کی ہے

یہاں الفاظ کی ڈھابلی میں جوڑ پھوڑ کا نا تو مطلوب نہیں مطلب بندہ دیگر است یعنی یہ اگر صحیح ہے کہ اسم کا اثر مسمی پر کچھ نہ کچھ ضرور ہوتا ہے تو انگریزی نام بھی اس اثر سے خالی نہ ہونے چاہییں۔ اس وقت دو نام ہمارے پیش نظر ہیں ان میں سے ایک کا آخری جزو "غم" ہے۔ دوسرے کا پچھلا حصہ "نزن" ہے۔ انگریزی میں یہ دونوں نام

[ع] حضرت! یہ پرانی لکھی ہوئی بات کا تتمہ ہے ۱۲ اپنچ

کچھ معنی رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں لیکن فارسی میں دونوں ایک دوسرے کے مقابل ہیں۔ پورا نام لیجیے تو دونوں مرد لیکن بعض اداؤں کو دیکھیے تو حرکات میں امتیاز اور آخری جزو کا خفیف یا ثقیل اثر نمایاں۔

ایک اہل مصر سے کہتا ہے مل کر۔ دوسرا اہل ہند کے بارے میں دُہل زن ہے کر زن نہ ایک اپنے ملنے والوں کو "نر" بنانے پر آمادہ اور اُن کے حقوق کی حمایت پر مستعد دوسرا ہندوستان کا روٹی کپڑا پانے پر بھی ہتھیار بازی اور سلحشوری تو خیر مگر خالی زبانی جمع خرچ دیکھ کے جھیجیڑوں سے بیزار۔ اور کیک در شلوار۔ ایک لے بڑی ہو یا بھلی رپورٹ تیار کر دی کہ یوں آزادی کی پگڈنڈی پر مصر کو چلاؤ۔ اے شاباش شیر نر پیشہ کش!۔

دوسرا محض اعلان مطالبات سے لب بہ فریاد "ہے ہے مانٹیگو نے بھانڈ اچھوڑ دیا اب کیا ہوگا۔ لوگو میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ ہندوستان کی نیکبختیں جن میں سے بہتوں کی مونچھیں۔ داڑھی میری حرص میں نمدار ہوئیں اور اب تو وہ بالکل ہو بہو عین مین میری شکل کی ہوگئی ہیں اُن کی دیدہ دلیری دیکھو کہ سمندر اس پار سے مردوں کے کان کاٹتی ہیں کہو بھلا تمھیں مردوں کے فیلوں سے مطلب ہے تمھیں اپنے روٹی کپڑے سے کام ہے یا ان ٹھیجیڑوں سے۔ ٹرکی کے لوگ معلوم نہیں ان کے کون ہوتے سوتے ہیں جو رہ رہ کے پیٹ میں ملولا ہوتا ہے لے بی اتنا تیہا نہ دکھاؤ آج تمہارے دیدوں کا پانی ڈھلا ہے۔ کل تمہاری دیکھا دیکھی دوسری نیکبختیں بھی کلہ درازی سیکھیں گی اور اس کلمٹو مانٹیگو کو تو کیا کہوں جس نے بیٹھے بٹھائے پردے میں زردہ لگایا۔ اب ادھر ادھر مجھے ملعون کرتا پھرتا ہے۔ بھئی واہ رے شیر زن۔

راقم

نہ ہر زن زن است و نہ ہر مرد مرد
خدا پنج انگشت یکساں نہ کرد

بھانڈوں کے ٹکے

یا

استمدادی

مولانا۔ آپ کی خارا شگاف وسیع نظر سے بھانڈوں کے ٹکوں کا حساب پوشیدہ نہ ہوگا۔ ایکی وہی جو طبلے کی دھماد ہم پر گایا جاتا ہے۔

ٹکے تھے دس میاں کو آئے تھے دست ۔ ٹکا مہتر کو دیا۔ ٹکا بنیے کو دیا۔ ٹکے رہے آٹھ میاں کی ٹوٹی کھاٹ۔ ٹکا بڑھئی کو دیا۔ ٹکا بڑھئی کو دیا الخ اب بمبئی کرانیکل سے نقل کرکے بندہ بھی دس لیڈروں کا حساب پیش کرتا ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

نمبر ۱

دس معتدل گروہ کے لیڈر تھے بیگماں
زلدڑ بائے خوان گورنر بعز و شاں
ٹیبل پر ایک کو نہ ملی جب جگہ وہاں
نو رہ گئے شنانے کو عزت کی داستاں

نمبر ۲

قائم تھا نو سے زمرِ جماعت کا امتیاز
کہنہ خیال تنگ نظر پالیسی گداز
پاکر خطاب سر نہ ہوا ایک سرفراز
اب آٹھ پہ کاٹھ کے پتلون کو فخر و ناز

نمبر ۳

دنیا میں رہ گئے تھے فقط آٹھ زمرِ ذات
سمجھے تھے کونسلوں کو زمانے کی کائنات
پائی مگر نہ ایک نے گھسنے کی کوئی گھات
یاں دھم ہلاکے رہ گئے باقی غریب سات

نمبر ۴

موقع ملا تھا سات کو عزت کی لوٹ کا
انگلش کی دوستی میں ہوا شوق سوٹ کا
حملہ ہوا جو ایک پہ اسمتھ کے بوٹ کا
چھوڑ گئے جہاں میں زمانہ تھا لوٹ کا

نمبر ۵

چھ لیڈروں کی زمرِ جماعت میں اب ہے جانچ
دل سے لگی ہوئی ہے نہ آئے کسی پر آنچ
الیوسول میں ایک کا سو کھا غم سے ڈھانچ
لیڈر اب اس زمانے میں باقی بچے ہیں پانچ

نمبر ۶

اب پانچ ہی سے زمرِ جماعت کا ہے وقار
جلسوں کا شوق یہ ہے کہ اک دم نہیں قرار
تقریر کرسکا نہ کسانوں میں ایک یار
اب رہنمائے زمرِ جماعت رہے ہیں چار

نمبر ۷

ناچار چار ہی ہوئے عزت کے اب امین
سمجھے تھے آسمان ستائش کے ہیں مکین
سختی پہ حاکموں کی ہوا ایک نکتہ چین
کم ہوکے اب تو رہ گئے لیڈر جہاں میں تین

نمبر ۸

یہ تین بھی بہت ہیں اگر کچھ لحاظ ہو
پائے ہیں تین حرف لیاقت جو ہو سو ہو
خستہ ہے ایک بار وزارت سے دوستو
باقی گروہ زمر میں لیڈر رہے ہیں دو

نمبر ۹

دو رہ گئے ہیں اگلے زمانے کے نامور
افسوس ان میں ایک کو درپیش ہے سفر
آتا ہے مانسون سمندر رہے پُر خطر
سب چل بسے اب ایک ہے نے دیکھئے ادھر

نمبر ۱۰

اُس ایک کا ہے حال زمانے میں آشکار
ہے بمبئی کبھی۔ کبھی شملے میں بے قرار
تو کانگرس کر پڑ کیا اُس نے اختیار
اب زمرِ پارٹی پہ ہوا اللہ کی سنوار

راقم

قمر بی۔ اے
غازی پوری (علیگ)
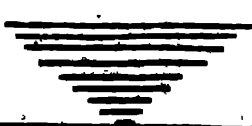
الاقبالیات والادباریات

ملاحظہ ہو ہمارے اقبال صاحب کو عروج کی سوجھی اب آپ اکبر مرحوم پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ مزا یہ ہے کہ پنچ کے مدرسے سارٹیفکٹ بھی حاصل نہیں کیا رنگ غالب کو لنگڑا کرنے کے بعد یہ نئی ترنگ اُپج سے خالی نہیں۔ اس متن کی مزجی شرح حاضر ہے۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف پرانی روش باد۔

طرز غالب کو بنایا پہلے جن صاحب نے سنخ
اب وہ رنگ طبع اکبر پر بھی فرماتے ہیں لگ

ربط سہل ممتنع کو لنڈ منگول سے ہو کیسا
تنفنے ہیں اقبال جب ادبار کہتا ہے کہ بھگ

رنگ اکبر سے بھلا نسبت ہے کیا اس نظم کو
ہو گئے کیوں کہہ کے یہ سب کی نگاہوں میں سُبک

"یہ"

ہند کی کیا پوچھتے ہو اے حسینان فرنگ
دل گراں ہمت سبک وٹر فزہ دل ذوق تنگ

بے ٹکٹ بے بس بھارت کی سیاسی ریل میں
ہو گیا آخر مسیتا بھی مع اسباب بُک

لک و دین کا حکم تھا اس بندۂ اللہ کو
اب یہ سنتے ہیں نکلنے کو ہے سلم اوٹ لک

کیا عجب پہلے ہی لیڈر میں یہ کر دے آشکار
کس طرح آیا کرے گرا گیا صاحب کا لک

ختم تھا مرحوم اکبر ہی پہ یہ رنگ سخن
ہر سخنو کی یہاں طبع رواں جاتی ہے رک

قافیہ اک اور بھی اچھا تھا لیکن کیا کریں
کر دیا متروک دلی کے زباں دانوں نے ٹک

یہ تو فرماؤ کہ یہ "روزی تنگ" ہے کیا بلا
حضرت اکبر بھی کیا یونہیں بٹھا دیتے تھے تک

طبع عالی کے مخالف تھی جو اُردو کی ہوا
خیر فارسی دانی کا مخزن کیوں ہے گھک

جب بنائی آپ نے بزم عنادل میں جگہ
بیٹھے شاخ گل کے اڈے پر لگا کر ایک ٹہک

ہو میسر بھی تو قلفی فش کی کیسا مزا
روزگار تنگ سب چٹ کر گیا نان تنگ

شعر پڑھیے ہی نہ جب تک ہو نہ تک سالک درست
ورنہ کہہ بیٹھے گا کوئی بس..... جھک مار چک

مرا — ـــــــ

ادبار الشعراء

ناصح مشفق سے پیچھا چھڑانے کی ترکیب

جواری سے کہیے:۔

"کیوں جی تم جوا کھیلنا نہیں چھوڑتے۔ ہا! خدا سے ڈرو بہت بری بات ہے۔ تم مسلمان ہو مذہبی کتاب اس کی مذمت کرتی ہے۔"

مختصر جواب:۔

تین کانے پو بارہ۔ کیا فرمایا؟ کچھ مجھ سے ارشاد ہوتا ہے میں سمجھا مجھ سے کہتے ہیں ابی جوا کون کھیلتا ہے۔ یہ تو خالی جی بہلانے کی تدبیر ہے۔ گھوڑدوڑ میں جا کے دیکھیے تو حال کھلے ہونہہ: بڑے آئے وہاں سے۔ لاٹ صاحب کھیلتے ہیں انھیں کوئی منع نہیں کرتا نہ اُن کا کوئی چالان کرتا ہے۔ ہم غریب جو ذرا طور غم غلط کر لیتے ہیں تو آپ بھی قال اللہ قال رسول کہتے کھوپڑی پر تئیں ہو گئے۔ گھروالی بھی پیچھے بھاڑ کے لڑنے پر مستعد ہو گئی۔ اے حضرت کیا یہی ایک گناہ کبیرہ دنیا میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ زنا اس سے ہزار درجہ بڑا ہے مگر آپ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ذری کمرے پہ جا کے نواب..... کے کان لیجیے یا بی زہرہ جان کو پردے میں بٹھائیے۔

زناکار سے کہیے:۔

"یار دو تو بہ کرو۔ ارے کیوں قبر میں آگ بھرنا چاہتے ہو اگر شریعت کی حکومت ہوتی تو بُرے دہلتے ہوتے کوڑے پڑتے یا پتھراؤ ہوتا۔ خدا اس سے بیزار۔ رسول اس سے ناراض۔ خاصان خدا اس سے متنفر۔ دنیا کی روسیاہی مزید براں۔

مختصر جواب:۔

حضرت آپ کو شرم نہیں آتی کہ ایک مسلمان پر زنا کی تہمت رکھتے ہیں۔ اگر حاکم شرع ہوتا تو اُلٹے آپ پر حد قذف جاری ہوتی [illegible] "کالمیل فی المکحلہ" دیکھیے اور اپنے علاوہ تین گواہ پیدا کیجیے آپ کیونکر بندہ کو زانی کا لقب دیدیا۔ آپ تو بہ کیجیے۔ رہا یہ کہ رنڈی کے یہاں جو میں بیٹھا ہوا ہوں تو خالی دلچسپی کے لیے اور یہ کوئی گناہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ تجسس گناہ حرام ہے لہذا آپ دو گناہوں کے مرتکب ہوئے۔ تیسرے یہ کہ ہو فرضنا میاں کوئی زانی ہے بھی تو آپ کو اخلاقاً ستر پوشی کرنی چاہیے تھی۔ کہیے اب بھی قائل ہوئے یا نہیں۔ بہت ترے ناصح کی دُم میں لکھنؤ کا واٹر ورکس۔

چور سے کہیے:۔

"ارے کمبخت مال غیر پر تصرف نہ کر بے اجازت کسی کے مال پر دست درازی حرام ہے۔ حاکم شرع ہوتا تو ہاتھ کاٹ ڈالتا۔"

مختصر جواب:۔

"اماں جاؤ۔ مال حرام بود بجائے حرام رفت بڑے بڑے حاکم رشوت لیتے ہیں اُن کو نہیں روکتے مولوی لوگ مُردوں کا مال ہڑپ کر جاتے ہیں اُن کا مزاج نہیں پوچھتے۔ پھر کسی نے ڈاکا ڈالا کسی نے دبا لیا کسی نے فقرہ دیا کسی نے چرا کے لیا۔ ہیں تو سب برابر۔"

شرابی سے کہیے:۔

"تھو تھو۔ کیا نفرت انگیز بو تیرے منہ سے آتی ہے کمبخت یہ شئے ام الخبائث ہے۔ شرابی نشے کی ترنگ میں قتل۔ زنا۔ سرقہ۔ غرضکہ ہر ایک گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہے۔ عقل کے خلاف۔ اخلاق کے خلاف۔ شرع کے خلاف صحت کے خلاف۔ ارے تجھ کو شرم نہیں آتی۔"

مختصر جواب:۔

"اماں میکھو سرکار اس کی تجارت کرتی ہے۔ چھوٹے لاٹ صاحب پیتے ہیں بڑے لاٹ صاحب پیتے ہیں۔ ملک کی بڑی آمدنی اس پر قائم ہے۔ زندگی کا لطف ہے۔ جوانی کا مزا ہے۔ آپ وہاں سے اخلاق ایمان لے کے آئے ہیں۔ بقول "علیگڈھ گزٹ" مسٹر گاندھی کے دائرے کے اندر گردش کرنے کو نجات ابدی و فلاح سرمدی کا موجب تصور کرتے ہیں۔ کیا سارے زمانے کی حرمت شراب

ہی ہے تہمت کیا اور رعایا ہم وفواحش ایسے نہیں ہیں جو کہ
رو شکن ہو جھوٹ نیچے ملک کراہ رہا ہے"
ہمارا ذمہ۔ اگر ناصح شفق صاحب کو جاگتے راستہ
ملے۔ اور اگر پھر بھی نہ ملیں تو ملبگنڈہ موگزیٹ کے مہتمم میاں
شروانی صاحب کو بلا لیجیے گا سرکاری مزلت کے زور
سے ایسا بھگائیں گے کہ پیچھے پھر کے نہ دیکھ سکے گا۔
بس پھر کیا ہے چین لکھتا ہے"

سیاست ہند کا لمبر ہاؤس

(کرکری خانہ)

پشتی بان شکستہ کرسی۔ لنگڑی میز۔ چکنا چور
گلدان۔ از کار رفتہ فرنیچر۔ بے زنگار آئینہ۔ خالی
بوتل۔ ٹوٹی چھدی انگیٹھی۔ بھبانے دارٹینس کے
جال۔ بندھن ڈھیلی تھاپی۔ شکم دریدہ گیند۔ دندان
باختہ کھرپے۔ جھول گھسے ڈھرے۔ آرہ گستہ
بٹھے۔ دیمک چٹے پردے۔ گنجے قالین۔ پھٹی دری
فرسودہ پاندان۔ بال پڑے گلاس۔ کرم خوردہ
نہیں کرم خواندہ کتاب۔ رنگ پریدہ تصویر۔
زمانۂ شاہی کے آلات ورزش۔ چلہ بوسیدہ کمان
پیکان شکستہ تیر۔ غرضکہ اسی قسم کا تمام الم غلم
بڑے بڑے محلات وایوانات میں جس جگہ ڈھیر
کیا جاتا ہے اُسے کرکری خانہ کہتے ہیں۔ اس
کرکری خانے کی گرد آلودہ چیزوں کو دیکھ کے اگر
کوئی دل تکدرت پاک ہو سکتا ہے تو اُسے لازم ہے
کہ ہندوستان کے عالیشان سیاسی قصر معلے کے
لمبر ہاؤس یعنے نیشنل لبرل لیگ کی زیارت ضرور
کرے۔ اس معزز ومقتدر باا ثر و تاریخی جماعت میں
ایسے ایسے ریزے نظر آئیں گے کہ وجد کا عالم طاری
نہ ہو جائے تو ہمارا ذمہ۔ اے سبحان اللہ کیا معجون
مرکب۔ ست نجا۔ دیوانی ہانڈی ہے کہ واہ جی واہ۔
آپ کون ہیں؟ فرنگی نگاہ۔ وبرو! آپ سیاسی اکھاڑے
کے سینکیا پہلوان ہیں آپ کے دماغ کے کھنڈ آنے
کثرت کار کے سنگلاخ راستے پر چلتے چلتے گھس پس
گئے دماغ کو نسلے میں شیخ یا شیخو ختت ابابیل اُڑے

بچے دے رہی ہے۔ عقل چٹ لنگوٹ کھول چکی۔
زمانہ آپ کو ہڑپ کر چکا اور آپ زمانے کو چٹ
کر چکے جوانی چٹ ہوئی بڑھاپے نے دم خم دکھایا
مگر سہ

تمامی عمر با اسلام در داد و ستد بودم
کنوں من میروم واز من بت و زنا رمیماند

اور وہ دوسرے صاحب؟ اسے خصت آپ کی
کچھ نہ پوچھیے۔ آپ اس لمبر ہاؤس کی اصلی زینت
ہیں۔ اگر آپ نہ ہوں تو اس تاریخی کرم خوردہ
کتاب کا شیرازہ ٹوٹ جائے اور لا حاصل کال
کی طرح ہوا میں اوراق اڑتے پھریں سہ

باورق دفتر عصیان پریشاں سکے ہیں ہم
جمع ہوں گے نہ یہ اوراق اگر ہم نہ رہے

اور جناب والا! یہ تیسرے بزرگ؟ یہ مشفق من یہ
بھی اس ٹوٹے جوتے کے باندھو ہیں اللہ انھیں
رکھے عمر بھر جھوٹ بولنے یعنی مقدمہ میں کمزور شہادت
کو شہزور بنانے میں بسر ہوئی خوب خوب میندے
لڑائے۔ فوجداری میں آپ کا جواب نہ تھا ملزم چاہے
پکا خونی عادی چور کھاتا ہوا راہزن ہو جبر ہیں اُس کے
عینی شاہد ہوں۔ خدا کی کتاب رسول کی حدیث
اس کی گنہگاری پر سند پیش کرتی ہو مگر حضرت کی
زبان میں وہ قوت ہے کہ ادھر آپ نے حاکم کو
دو انگل بڑھائے اور ادھر حاکم شبہ کے گرداب میں
غوطے کھانے لگا۔ پھر آپ جانیے شبہ کا فائدہ تو
مدعا علیہ کا موروثی حق ہے۔ چہ تر بیٹیا بغلیں بجاتا
گھر سدھارا۔ یہ زمانۂ گزشتہ کی حالت تھی۔ اب
تو چشم بد دور ان میں سے کوئی صفت بڑھاپے کے
کارن باقی نہیں رہی۔ ہاں قانونی روح البتہ موجود
ہے اگرچہ دماغ کی طرح کمزور ہے۔ مگر سیاسی
زندگی کے لیے کذب کی اتنی کہنہ مشقی ہی کافی
ہے سہ

ماجرائے نوجوانی عہد پیری میں نہ پوچھو
شرم آتی ہے اب اس قصے کو دھراتے ہوئے

اچھا! وہ ریش ائیل دم دراز دندان ریختہ کون صاحب
ہیں؟ ذری صورت تو دیکھیے نور ہی نور ہے۔ لیکن
کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ نور تو نہ ان کی آنکھوں میں
ہے نہ دل میں۔ مگر لبرل لیگ کی آنکھوں کا تارا ہیں۔
انصاف کی کرسی توڑ چکے قلم فیصلہ لکھتے لکھتے لنگڑا
ہو گیا۔ اب لیگ کا عرش ہی ان کا اڈا ہے خیر خواہی
ثابت کر کے پنشن حلال کرنے اس گروہ میں شامل
ہو گئے۔ ایمان سے زیادہ وضع قانونی کے پابند
ہیں۔ اس کباڑ خانے میں آپ کے دم قدم سے
چہل پہل رہتی ہے۔ منکر نکیر سے قبر میں سوالات کرنے
کا حق سلب کرنے کے لیے آپ ایک قانون بنا رہے
ہیں۔ بھلا ایسا پرزہ اور لبرل لیگ کی مشین اس سے
خالی ہو سہ

با آنکہ از خود دغا نیم و انسے چو حافظ تا ئیم
در مجلس روحانیاں گہ گاہ جامے میزنم

اماں یہ لکڑ بھگے۔ ٹڈل پاس جگا دی "ڈبل میں آپ
ہی آپ" یہ کون صاحب ہیں؟ ہائیں اجی ان کو نہ
جانتے۔ دنیا کی بھتونی برسات کے ایندھن ہیں۔
اٹھارھویں صدی کے اگزکیٹو کونسل کے تجربہ کار
ممبر ہیں۔ خداوند نعمت فیاض زماں حاتم دوراں
لارڈ وارن ہیسٹنگز کے لڑکے کی آیا کے بہنوئی کے
ماموں کے سالے کے پوتے کے خسر کے سمدھی کے
نواسے ہیں۔ ہندوستان کے نظم ونسق کا حق
موروثی آپ کو حاصل ہے۔ ہماری کونسلوں
میں خدانخواستہ نہ آج دنطق کی ضرورت ہے نہ
کبھی تھی بس لارڈ وارن ہیسٹنگز سے اتنا قرب بلندی
مرتبہ کے لیے ہوائی جہاز ہے سہ

دستو ممبر بنوں پھر کیوں نہ لبرل لیگ کا
لاٹ کے مٹھو سے جب حاصل ہے نسبت دور کی

اجی آپ کی تعریف کیجیے گا۔ آپ کون ہیں! مرہی ہنڈیا
کھارام کی وضع قطع والے حضرت! اجی ان کی نہ
پوچھیے یہ کمبختی نامۂ مالک جریدہ "نفاق" ہیں۔
آپ کی وضع ہی نرالی ہے مسلمانوں کو ہندوؤں سے
ہندوؤں کو مسلمانوں سے لڑوا دیتے ہیں آپ
بڑے کھلاڑی مشاق ہیں۔ آپ کو ایمان داری سے
اتنی ہی نفرت ہے جتنی ہمارے حاجی بغلول کو
بے وفائی سے تھی آپ عمر بھر ملکی سیاست کے اکھاڑے میں

اپنے قلم کو مرد میدان بناتے رہے گر ہمیشہ فتح نصیب اعدا رہی سیاست کی اوناماسی ڈھنگ عمر بھر رہی مگر "بگذر وز آنچہ ما بتر سما حل" سعی رہا۔ بھلا یہ نہ ہوں تو لبرل لیگ کے فوائد کیونکر ہو رہے ہوں ؎

صیمہ بسیار بباید فلک پیر را
تا دگر مادر گیتی چو تو فرزند بزاید

طرفہ ماجرا یہ ہے کہ اس کباڑ خانے میں اگرچہ تمام اشیا منتخب ہیں مگر مسلمانی من حیث ہو مسلمانی کا اطلاق فراہم شدہ اشیاء میں سے کسی شئی پر نہیں ہو سکتا۔ بنگال کے ایک بھاری مسلمان بحیثیت ممبر موجود ہیں مگر ؎

مرا دلے است بکفر آشنا کہ چندیں بار
نہ کعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

اسی طرح پنجاب اور صوبہ متحدہ کے مغربی حصے کے مسلمانوں میں سے بھی بعض از کار رفتہ پڑھے لکھے افراد ہیں۔ مگر حضرت وہ زمانہ گزر گیا جب مسلمان جہالت کی لنگوٹی پکڑے باپ دادا کے پیر پیچھے اپنی جانب کھینچ رہے تھے اور کانگرس کو کاجل کی کوٹھری سمجھ کے ملنے پر سیاہ دھبہ لگ جانے سے ڈرتے تھے حالانکہ اس زمانے کے ہندو کانگرس کی مجلس کو ہندو مسلمان بلکہ تمام باشندگان ہندوستان کی سیاسی جماعت قرار دیتے اور اس دعوے کے ثبوت میں چانڈو خانے سے کرایہ پر چند پرانے شاہی زمانے کے وثیقہ دار اور پولیٹیکل پنشنر بلطائف الحیل بلا کے کرسیاں بھرتے تھے۔ ایک اجلاس کانگرس کا وہ بھی تو تھا جس میں انٹی ماروں نے اپنے متعلقین کو بھی شرکت سے روکا تھا۔ اور لکھنؤ میں کانگرس والے حیران پریشان تھے کہ مسلمانوں کی نیابت کرنے والا کوئی گھس لگنے کو نہ ملتا تھا۔ آخر مجبوراً ایک دو زمیندار جن کی جائداد نیلام ہونے والی تھی اور المفلس فی امان اللہ سرکاری تعلقات جائداد کے ساتھ منتقل ہونے سے لگ بھگ تھے یا دو ایک افیمچی چنڈو باز بٹیر باز بیچارے دے کے شریک کیے گئے تھے کہ بہت اہم جلسہ ہے افیم کی قیمت سرکار سے کم کرائی جائے گی چنڈو خانے کے دروازے سے تپتہ کا مبو ہٹایا جائے گا۔

گورنمنٹ سے تو کار لڑیں گے ہار ابھگا دے۔ گنے کی کاشت سے محصول کا اگوالا توڑ اجائے گا جتنے چانڈو باز جیلخانے کی ہوا کھا رہے ہیں رہا کیے جائیں گے۔ ان کو توپخانے کا میر آتش افیمچیوں کو گولہ انداز کا عہدہ دیا جائیگا۔ اور بٹیر بازوں مرغ بازوں کو فوج کی کرنیلی اور جرنیلی ملے گی۔ اجلاس کے پلٹنے کے بعد جب یہ لوگ اپنی جگہ پہنچتے تھے تو مغلظات سناتے تھے۔ ہائے تمہاری دم میں افیم کا جوگا۔ ہائے تم پر چنیا بیگم کی مار کیچو کیا دھوکا دیا ہے والاں (والنظر) پنڈت جی ہمیں تم سے ایسی امید نہ تھی کہ جھوٹ بولو گے خوامخواہ پریشان کیا حقاں (حقہ) تک نہ ملا۔ بٹیر سوکھا پڑا رہا دم رنگنے کو ایک گلوری میسر نہ آئی۔ ہم سمجھے تھے کانگرسیں صاحب کوئی بڑے جنٹلمین ہوں گے۔ لاحول ولا قوۃ ؎

غلام میں تو ہوں ان صاحبوں کی کھڑکی کا
مٹری سی صاحبی اس پر چبوترہ کچ کا

کالے کالے دھیمر جانگلو نفی سی کان میلیوں کی سی پگیا سر پر دھرے مرزئی ڈانٹے گٹ پٹ گٹ پٹ اگرلیم بگرلم جب ہے سو یرم پر اکی بانگ لگاتے کھڑے ہو گئے خدا جانے کیا جھک مارا اپنی طاقت پر تالیاں بجائیں اور بیٹھ رہے پنڈت جی تمہاری دھوتی کی قسم جو کچھ بھی مزا آیا ہو۔ ناحق ہی ناحق مفت خدا کو دوڑا دیا۔ جمہائی پر جمہائی آیا کی منہ خشک ہو گیا ذری سی گولی منہ کڑوا کرنے کو بھی نہ ملی۔ اب تو کبھی نہ بلاؤ گے قسم قرآن کی وہ جواب دلگا کہ اپنا سا منہ لے کے رہ جاؤ گے۔ اب ایک زمانہ وہ آن لگا ہے کہ کانگریس کا پنڈال بھر پر تل رکھنے کو جگہ نہیں ملتی۔ تھالی پھینکو تو سروں ہی سر جائے۔ انٹی ماروں کے گوسے کی طرح غائب غلہ ان کی جگہ پر آنریبل مسٹر فیشنل لبرل لیگ کرسی نشین ہیں اور ان کے دربار میں ایسے ہی لاشی پاشی کہنہ سالخوردہ۔ زنگ آلودہ پھپوندی لگے مونگھر ٹوٹے۔ ہتی اکھڑے۔ پنید امشبک گلا پچھے وو نگے کئی ایک جمع ہو گئے ہیں۔ چشم بد دور لبر ہاؤس کا گدام بھر پور تو زعلے نور ہے کانگرسی جماعت کو لمبے لمبے ڈگ بڑھاتے دیکھ کے یارے مشلول میں پھدکنے کی پھدپھداہٹ نہ ہو نا لعینی چہ۔ بعض ممبران جماعت کو ہر چند کہ ؎

از وجود اینقدرم نام ونشان است کہ ہست
ور نہ از ضعف دریں جا اثر نیست کہ نیست

کا عذر لنگ موجود ہے مگر ؎

سخن درست بگویم نمی توانم دید
کہ میخورند حریفان و من نظارہ کنم

کے غبطہ نے میدان عمل میں "چل نہ سکوں پیرا کر نام" کہتے کہتے لا دوڑایا اور آقائے ولی نعمت کے روبرو ڈینگ ہانکنے کو ؎

ایں عاشقان گر ز رہش سر چاے پامی رفتہ اند
من از دلبعے کوسے بے پا و سر می رفتہ ام

ایک جلسے کی بنیاد اسی لکھنؤ کے اجاڑ شہر میں ڈالی گئی جس کا بہترین اصل خر او ریزہ سے مرکب اور تمام عالم میں مشہور ہے مگر مجمع کی طرف سے دل میں دھڑکن تھی کہ مبادا "ڈھائی درخت بھٹکیا کے میاں باغ میں بیٹھے ہیں" کہ مثل نہ ہو جائے اور یہ بھی خیال تھا کہ کہیں مخالفین نہ آکے دبوچ لیں اور کہنا پڑے ؎

ہر طرف می گزرم راہ برون رفتن نیست
من ندانم کہ دریں غمکدہ چوں افتادم

لہذا دوستوں سے فرمائش ہوئی کہ بھئی اگر تمہارے کہے آدمی جمع نہ ہو سکیں تو کچھ پروا نہیں پاگل خانے سے چند ہوشیار شریف بھلے مانس بلوا لینا لو یہ چھٹی دار و غہ پاگل خانے کے نام لیتے جاؤ اور جو یہ بھی دشوار ہو تو پڑا ے کے گدھے قبرستان کے چمر گد۔ اوسکے جالم سانڈے۔ مرگھٹ کے گیدڑ۔ عیش باغ کے بندر۔ گورنمنٹ ہاؤس کے چمگادڑ۔ کربلا کے گھگھو۔ کالے پہاڑ دلی بجھو پڑ بلوا لینا ہم ان کو لباس پہنا کے آدمی بنا لیں گے تم سمجھ لو کہ دنیا جانور خانہ تو ہے ہی آدم رو جانوروں کی

یہاں کیا کہی ہے۔ حسن اتفاق یا سوء اتفاق عالیجناب حاجی بلغ العلےٰ کی مدنی بھاگ نگری المعروف بہ حاجی بغلول صاحب کے برادر بزرگ ابو الہہالیل و البغالیل سید المجانین والخائیل عالیجناب حافظ ابن بینقہ عرف حافظ ہونق صاحب کو بھی شدہ شدہ اس ہیمنت جلسے کی خبر ہوگئی اور خبر کیوں نہ ہوتی نیازمندان خاص نے بمقام مخصوص آپ کو دعوت دی تھی اور آپ نے بایں شرط شرکت کا وعدہ فرمایا کہ چاہے جلسہ ہو یا نہ ہو حافظ ہونق صاحب کو تقریر فرمانے کا موقع ضرور دیا جائے ہمارے حافظ جی صحولی اصطلاحی حفاظ کی طرح کلیتہً نور بصر سے محروم نہیں ہیں مگر انھوں نے بھی اُسی پیٹ میں کُوں پھیلائے ہیں جس میں سے ہمارے حاجی صاحب اچھلتے کودتے پھاندتے مع جبہ و عمامہ برآمد ہوئے تھے بس "بہت نہیں تو تھوڑا ہی تھوڑا" بغلولیت کا اثر ہے اور رتی رتی چھپے نہیں عالم آشکارا ہے "کیا نام کہ" کی جگہ "کیا کہتے ہیں کہ" آپ کا تکیہ کلام ہے۔ اگر وقت ہوتا تو آپ کا سراپا لکھا جاتا مگر کیا کہتے ہیں کہ یار زندہ صحبت باقی۔

القصہ جب یہ مہتم بالشان مجمع رونق کرسی ہو چکا تو ایک اخباری کاغذ کے معزول ایڈیٹر نے ایک کامیاب بارسٹر صاحب کے لیے صدارت کی تحریک فرمائی۔ ڈھائی مقرر ہونے کے بعد کھلی چھلیا کا شروع ہونا کیا دشوار تھا۔ ایسے مجمع میں نہ عقل کو راہ ہے نہ تہذیب و متانت کو دخل نہ اصول سے واسطہ نہ ضابطہ سے سروکار۔ ہڑبونگ پن کے طفیل میں جو تجویز پیش کی بغیر تائید پاس شدہ تجویزوں میں لکھ لی گئی اور کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ آپ جانیے جہاں اختلاف نہ ہو وہاں سو دو سو تجویزوں کا دفعۃً پاس ہو جانا کتنی بڑی بات ہے دیر کیوں ہوتی۔ تجویزیں آتش بازی کی طرح چھوٹ رہی تھیں۔ ہمارے حافظ ہونق صاحب غالباً اسٹیج کی خاطرداری میں مصروف تھے اور اذیں سنتے ہی استنجے کا ڈھیلا ایک ہاتھ میں لیے دوسرے ہاتھ سے ازار بند تھامے اسٹیج پر کھڑے ہو گئے اور بہ نہایت تحریک لید فی الشلوار تقریر یا قرأت کے قطرے ٹپکانے لگے۔ خدا بھلا کرے

ان کا تمام اعمال کا جنھیں شارٹ ہینڈ رپورٹر کہتے ہیں باوصف مخارج کے ثقل کے انھوں نے چربہ اُتار ہی لیا۔

حکیا کہتے ہیں کہ السلام علیکم۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ لاحول و لاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ حضرات کیا کہتے ہیں کہ میں بڑے بڑے جلسوں میں شریک ہو چکا ہوں اور بعضا کیا کہتے ہیں کہ ایسی ایسی تقریریں کی ہیں کہ لوگ آگے آئی آیت ہو کے رہ گئے ہیں۔ مگر کیا کہتے ہیں کہ پنڈت جی نے آپ لوگوں پر احسان کیا جو باصرار تمام بندہ حافظ کو کیا کہتے ہیں کہ اس جلسے میں بلایا کیا کہتے ہیں کہ استنجا کر رہا تھا مگر خیر یہاں وسویں مد کے قواعد حفظ ہیں وقف و توقف کے موقع کو بندہ حافظ سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے کیا کہتے ہیں کہ ادم بر سر مطلب میرا کام تو اتفاق کرنا ہے ہر اُس چیز سے جو بیٹھ کی جائے کیا معنے کہ کیا کہتے ہیں کہ نفاق کام ہے منافقین کا جن کے نام کا ایک سورہ ہے بیچ قرآن پاک کے۔ تو ہر آئینہ پاس خاطر اپنے معزز دوست کا مجھے مجبور کرتا ہے کہ اس تحریک پر کچھ کہوں۔ کیا کہتے ہیں کہ سنا گیا ہے کہ اس صوبہ کے گورنر صاحب اپنی میعاد ختم کرنے کے بعد دورۂ ملازمت سے سبکدوش ہو کر وطن میں منزل گزیں ہونے والے ہیں۔ حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ کیا کہتے ہیں کہ انگلستان اُن کا وطن اصلی ہے اور کہتا ہے کہ یہ احقر الحفاظ حافظ ہونق کیا کہتے ہیں کہ برادر عینی جناب مرشدنا حاجی بغلول صاحب کہ لاٹ صاحب صرف تیس برس کے لیے مختلف عہدوں کو گردانتے رہے۔ اب تیس برس کے اختتام میں کچھ ہی دن باقی ہیں۔ لیکن کیا کہتے ہیں کہ آپ قبل از وقت چلے جائیں گے۔ یہ معاملہ عین کی قرأت سے بھی زیادہ مشکل ہے۔ آپ کے خروج و مخرج کا سبب اصلی ریلوں کے قاعدے کی طرح ایسا معمہ ہے کہ آپ لوگوں کی سمجھ میں کیا کہتے ہیں کہ نہ آئے گا بس تحقیق کہ کیا کہتے ہیں کہ سمجھا دینا مقرر کا کام ہے۔ اچھا لاٹ صاحب کا

وقف یہاں کیا کہتے ہیں کہ وقف اضطراری فقط بعیر وقف مرض ہو آپ کبھی سکتہ اقرب بوصل میں مبتلا رہے کبھی وقفہ اقرب بوقف ہیں اور اب کچھ دنوں سے آپ وقف لازم ہو گئے تھے۔ کیا معنی کہ آپ ڈھائی برس تک منسوخ شدہ عہدۂ لفٹنٹ گورنری پر مقرر ہے لیکن اہل فتنہ و فساد کی سازش سے کیا کہتے ہیں معلوم نہیں کس سے کیا کہہ دیا کہ کل ہندوستان میں کیا کہتے ہیں کہ سلطنت کے عہدوں اور کونسلوں میں تغیر عظیم پیدا ہوا تحقیق کہ اس کو تغیر نہیں کہہ سکتے جو سیاسی نصب العین سے سورہ کی بسم اللہ ہو۔ پس ہر آئینہ ڈھائی برس کے بعد مقرر ہوئے ہمارے لاٹ صاحب کیا کہتے ہیں کہ گورنری کے عہدے پر۔ مگر وزرائے انگلستان کی اس حماقت کو کیا کہتے ہیں کہ اُن لوگوں نے اعلان کر دیا کہ جو لوگ لفٹنٹی کے عہدے پر ہیں اُن کے عہدے کا باقی ماندہ زمانہ کیا کہتے ہیں کہ اُن کی گورنری کے لیے قائم رکھا جائے گا۔ کیا کہتے ہیں کہ اگر ہوتا میں ہوس آف کامنس صاحب کی خدمت میں تو اُن کو ضرور اس غلطی سے روکتا اور کہتا کہ کیا کہتے ہیں یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ مثلث مثلاً کیا کہتے ہیں کہ بعض لوگ میرے کان میں "بجوتے" فرماتے ہیں کہ حافظ جی لاٹ صاحب کی میعاد ملازمت میں تمدد امتداد نہ ہو جزم کی طرح گونڈلی مار جائے تو اچھا مگر کیا کہتے ہیں کہ ناپسند کرتا ہوں کا ناپسوی کو اور پسند کرتا ہوں سچائی کو اخفات سے کیا کہتے ہیں کہ جہر بہت اچھا ہے بس تحقیق کہ ہوں گے کیا کہتے ہیں ایسے نمک حرام ماتحت جن کو اپنے افسر سے بُرائی کرنا منظور ہو اور کیا کہتے ہیں کہ دبا دو ڈالیں وہ یا لکھوائیں وہ مضامین اخباری کاغذوں میں۔ البتہ یہ امر بُرا ہے کہ سوالات کیے جائیں کسی افسر کے امور خانگی پر کہ خرچ میں کمی کی جائے اور نہ رہنے پائیں وہ بحیثیت نائب شہنشاہ کے ساتھ طمطراق ظاہری اور باطنی کے اور کیا کہتے ہیں کہ کیوں جمع کر لیے ملعون نے گروہ عظیم ایسے اشخاص جو کورنگی صراط مستقیم پر چل رہے ہیں۔ کیا کہتے ہیں کہ بڑے آدمی اکثر ایسی ہی غلطیاں کر کے چلے جاتے ہیں تحقیق کو کیا کہتے ہیں کہ شاہی دیدی جاتی ہے۔

آپ آگے بڑھیے میں سمجھا دوں گا۔ اس بات میں ایک پیچ ہے وہ آپ کی سمجھ میں نہیں آنے کا بھئی حلوائی ذری ادھر کونے میں آؤ۔ یار تم بھی عجب آدمی ہو۔ یوں کوئی بھلے مانس کا راستہ روکتا ہے ابھی جو نواب صاحب سے شکایت کردیں تو کہو کیسی بنے۔ حکیم صاحب کا مزاج خفگانی ہے۔ انھیں کل کی بات تو یاد نہیں رہتی جب تنخواہ آنے گی تو میں تمھارے روپیہ نکلوا دوں گا۔ تم گھبراتے کیوں ہو؟"

حکیم: بھئی حلوائی میں کہے دیتا ہوں کہ میں قرض نہیں لیتا۔ کوئی سودا مرزا لائیں تو انھیں سے دام مانگنا۔ مجھ سے کوئی سروکار نہیں۔"

مرزا۔ گئے گئے پانی مجھے منظور رہے۔ بھلا حضور کہیں قرض لیتے ہیں۔ بڑی بڑی سرکاروں میں آدمی جن اپنے اعتبار پر لاکھوں کا مال اٹھا لاتے ہیں۔ یہ تو پانچ پیلی ہیں۔ لے آپ چلیے دربار جانے کو دیر ہوتی ہے حضور برآمد ہو چکے ہوں گے۔"

معاملہ رفت گزشت آگے بڑھے تو گوشت والے نے دامن پکڑا۔ ہائیں کیا ہے خیر باشد؟ خداوند آٹھ آنے کا پانچ سیر گوشت ہوا۔ چار آنے تو ملے چار آنے بہت دنوں سے باقی ہیں۔

"ارے مرزا بھئی تم نے تو غضب میں جان پھنسائی ہے بازار بھر سے قرض لائے اور میرا نام بدنام کرتے ہو۔ بس تمھاری انھیں حرکتوں سے میں چڑ بڑ ہوتا ہوں تو تم برا مانتے ہو۔"

مرزا: ہونہہ یہ شاعر بنے ہیں۔ غضب میں جان ڈالی جاتی ہے کہ پھنسائی جاتی ہے۔ یہ کہاں کی بولی ہے ذری کوئی شعر تو کسی استاد کا پڑھیے۔"

حکیم: چپ رہ بے ناشدنی زبان لڑاتا ہے۔ تو کیا جانے محاورہ۔"

مرزا: جی یہ زبان کا مامِلہ (معاملہ) ہے پہلے سمجھا دیجیے تو میں مانوں گا۔ بھلا آپ کا سا پڑھا لکھا شاعر یوں کہے۔ ابی میاں گوشت والے تم یہاں کھڑے کیا کرتے ہو دربار سے پلٹ کے تمھارا حساب میں چکتا کردوں گا۔ چار آنوں کے لیے شریفوں کو راہ میں ٹوکتے ہو۔ بھلا تم ہی خیال کرو۔ ہمارے یہاں امیر آدمی ہوکے آٹھ آنے کا پانچ سیر گوشت کھائیں گے۔ اے واہ کیا عقل ہے۔ کوئی انھیں بھی کتنا مسخر کیا ہے۔ ابھی یہ ہم غریب غربا کا مامِلہ ہے۔ حکیم صاحب سے کیا مطلب۔ ہم ہی دار ہیں ان سے کوئی واسطہ نہیں۔ خبردار اب جو کبھی راہ میں چھیڑا تو تم جانو گے (اشارے سے) انھوں ہی نے منگایا تھا اب مکرتے ہیں۔ خیر بھئی میں اپنی تنخواہ ہی سے دے دوں گا ارے ہاں ان کی نوکری میں انعام اکرام تو گیا جہنم میں ڈانڈ رکھا ہوا ہے۔ جب تک دانہ پانی ہے اس وقت تک مجبوری ہے۔ جاؤ اپنی راہ لو۔ ہاں حضور تو غضب میں جان ڈالی یا پھنسائی۔ آج سے کیا بولا کروں؟"

حکیم صاحب: "مرزا تمھاری جہالت نہیں جاتی۔ بھلا میں غلط محاورہ بولوں گا۔ یوں بھی ہے دوں بھی۔ اہل زبان کے نزدیک دونوں جائز ہیں۔"

مرزا: "جب ہی تو میں کہوں کہ آج حکیم صاحب کو کیا ہو گیا ہے۔"

محاورہ کی بحث میں گوشت والے کا تقاضا سے زشت گاؤ گھپ اسی طرح لڑتے جھگڑتے دربار پہنچے یہاں دربار میں نوکر دربانوں کی مصاحبت ہیں۔

ایک دفعہ مرتبہ حکیم صاحب مرزا سے اس درجہ نالاں ہوئے کہ کئی آکے ان کو جواب دے دیا مگر مرزا کب پنڈ چھوڑنے والا تھا دروازے ہی پر ڈٹ گیا۔ حکیم صاحب نے بندوبست کیا کہ رام پور جانے کی اطلاع مرزا کو نہ ہونے پائے۔ چپکے سے چل دیے جب حکیم صاحب رام پور پہنچے تو مرزا نے ان کا سامانِ سفر اتارا۔

حکیم: "ہاں مرزا تم یہاں کیونکر پہنچ گئے تمھیں کون لایا۔ ارے بھئی ایک نوکر میرے ساتھ اور ہے میں دو دو آدمیوں کی تنخواہ کہاں سے دوں گا للہ میری جان چھوڑ دو۔"

مرزا: (آہستہ سے) بس دیکھیے۔ یہ ٹیشن (اسٹیشن) کا معاملہ . . . . صاحبزادہ صاحب کھڑے ہوئے ہیں دو ملنے دل ہیں کہیں گے میاں جلال بڑے ناشکرے ہیں اتنی تنخواہ ملتی ہے اس پر نیاں (دنیتی) کی عادت نہیں جاتی (آواز سے) ہے حکیم صاحب آپ کیا فرماتے ہیں۔ ہم جیسے ہزار آدمی آپ چاہیں تو رکھ سکتے ہیں۔ ہاں مرنے کے بعد کا حال معلوم نہیں جو آپ پہلے مرگئے کاہے سے کہ بوڑھا دم ہے۔ تو بس غلام کی مٹی خراب ہوئی (رقت آگئی) واللہ آپ سے یہ (ہچکی) امید (ہچکی) نہ تھی (سسکاری) کہ یوں چھوڑ کے چلے آئیے گا۔ میں تو آپ کے شیریں (شعر) کا عاشق ہوں۔"

(آہستہ سے) جو خرچ کی کمی ہو تو میں نے کہا میرے پاس روپیہ ہے۔ اس نئے آدمی کو دے کے رخصت (رخصت) نہ کردوں۔ آپ کاہے کو زیر بار ہوجیے۔ (بغیر اجازت) ارے بھئی محمد علی ادھر آنا۔ یہ میاں نے تین روپے دیے ہیں۔ اب تمھاری ضرورت نہیں۔ کاہے سے کہ ہم آگئے ہیں۔ چلو ٹکٹ گھر میں بابو سے کہہ کے ٹکٹ دلوا دوں۔ مجھ سے ان سے پرانی ملاقات ہے۔ دکھڑکی کے پاس) تم بھی کہاں آکے پھنسے لاحول ولا قوۃ۔ سڑی دیوانے کے پاس رہ کے تم بھی دیوانے ہوجاؤ گے۔ ایک بولی تین کام۔ نہ انعام نہ اکرام اوپر سے روز ڈانڈ بھرو۔ اور میری جو کہو تو بات یہ ہے کہ میاں اکا بنیا سودا کرتا ہے وہی مثل ہے سات ڈیڑھ برس سے تنخواہ باقی ہے جو لکھنؤ میں رہتے ہوتے تو نالش فریاد کرکے لے لیتا۔ یہاں (یہاں) ریاستوں میں کون پوچھتا ہے۔ گوشت والے کے الگ قرضدار ہیں۔ حلوائی کے الگ۔ کبڑن سڑک پر کھیر الگ کی کیا اڑتی ہے۔ سب قرضہ میری معرفت ہے۔ ہاتھ لو ہاتھ پہچانتا ہے۔ وہ لوگ مجھ سے لین دار ہیں۔ تو اس وجہ سے بلائی میں پڑا ہوا ہوں۔ سمجھے کہ نہیں۔ چلیے رہتا پانی رہ گیا اور بہتا بہہ گیا۔ پھر وہی مرزا اور وہی جلال۔ اس نفر کی کہانی طولانی ہے۔ پھر کبھی کہیں گے۔ مگر خدا سلامت رکھے ہمارے جان بُل کے جلال اور اس کے جیتی نفر سٹر لائڈ جارج کو۔ وہ کون سی ذلت ہے جو مرزا کی وجہ سے انگریزی حکومت کو نہیں اٹھانی پڑی۔ وعدہ خلاف وہ مشہور ہوئے۔ احمق وہ دیوالیہ وہ۔ خفقانی جولانی وہ۔ ہر وقت ایک تازہ فقرہ تیار مسلمانوں سے کہا کچھ کیا کچھ۔ ہندوستانیوں کو

چنگ پر چڑھایا مگر جب غرض نکل گئی تو کہاں کے تم کہاں کے ہم۔ مرزا جونک ہو کے حکومت کی جان کو چمٹ گیا ہے۔ حکومت کا اعتبار بالکل غائب غلہ دستر سانسی سے خوشامدی نے ذاتی پرائے سے حکومت کی بے اعتباری کا ۔ونا رونا۔ حد ہو گئی۔ مگر کسی طرح پنڈ نہیں چھوڑتا۔ جنیوا کانفرنس میں رئیسوں نے قائم مقام شدہ بے نقط سنائیں (ان کو بھی اور ان کی وجہ سے گورنمنٹ کو بھی) کہ توبہ بھلی۔ اب ان سے کون کہے کہ استعفا دو۔ حکومت حکیم ملا آل تو ہے نہیں کہ چھپ کے بھاگ جائے۔ ارے میاں یہاں تو کچھ کرتے دھرتے بن نہیں پڑتی۔ آیا کیسے بڑا گیا کیسے بگڑا۔ فرانس کو اشتباہ۔ بلجیم کو سوءظن۔ اٹلی کو شکایت۔ ترکی اور جرمنی تو خیر دشمن ہی ہیں۔ ہندوستان کو بدگمانی۔ عربوں کو کینہ۔ شامیوں کو نفرت۔ مصریوں کو عرب۔ افریقیوں کو پرخاش۔ الله تیری پناہ۔

دیکھیے حکومت کو شاعری اور اس کے لوازم "واہ واہ" کی چاٹ کب تک مرزا کے پھندے میں کھنچی ہے۔ جنیوا کانفرنس میں برٹش پالیسی کی بخیہ کچھ ایسی ادھیڑی گئی ہے کہ ہر شخص کان کھڑے کرتا ہے۔ "تو ٹھمبو کر کے اس سود ا(یعنی شاعر) کے گھوڑے کو توبڑا دکھا کے لالچ دلانا اور کوڑا دکھا کے ڈرانا تجاویز کو تعطل میں ڈال سکتا ہے۔ مگر رو براہ نہیں کر سکتا ہے"

رستے میں تھک گیا مرا چلنا اگر دھا نہیں

جلیل الشان

دستوری ہن بٹا اور حب قبض کشا کی صورت

اہلِ قلم میدان قرطاس میں یوں لنگوری اور میٹھی بولی کی چھل بل دکھاتا ہے کہ ایک خاں صاحب کہیں سے نہایت عمدہ گھوڑا اڑا لائے۔ دوسرے جو صاحب کو خبر ہوئی گھوڑے کی زیارت کو آئے۔ خاں صاحب باہر نکالا لگے تعریفیں کرنے "واللہ کیا دم ہے کیا سم ہیں کیا گردن ہے کیا کنوتی ہے کو کھ کفل ہے کہ شرنہ ہے خوش خرام ہے مشک فام ہے توتھنی ہے کہ بیلے کی کلی۔ ایال ہے کہ ملیشی کی جھالر۔ ایسے جانور خوش قسمتوں کو میسر آتے ہیں۔ ذری بھائی صاحب میری جوتیاں دیکھے رہیے گا میں اس کی چال ڈھال دیکھوں کیسی ہے"۔

جوتیاں بھائی صاحب کے حوالے کیں خود گھوڑے کی پشت پر سواری کا ٹھا ٹھ ایسا جما دیتے ہیں تو یہ جا وہ جا۔ گھوڑا ہوا ہو اسموں کی خاک آنکھوں میں جھونکتا گیا۔ اب اہل محلہ آئے اور پوچھنے لگے "خاں صاحب گھوڑا نہیں دکھائی دیتا"

خاں صاحب: "ہاں بھئی وہ بک گیا"

اہل محلہ: "کتنے کو بیچا"

خاں صاحب: "بس یہ سمجھ لو کہ جن داموں آیا تھا انھیں داموں گیا۔ جوتیاں گھاٹے میں رہیں"

ہمارے مسٹر لائڈ جارج نے بھی جنیوا کانفرنس کا اسپ عیاری بہ ستیاری چابکدستی حاصل کیا تھا مگر نامعقول ایم ہیریون نے چال ڈھال دیکھنے کے بہانے اس پر قبضہ کر لیا۔ سنتے ہیں کہ اب بمقام جنیوا خفتا زروس ایران یوکرین اور دوسری شرقی حکومتیں جمع ہو کر جمہوریت کی متابعت میں متوڑا سواری کے کرتب دکھائیں گی۔ جب تک ہیگ کانفرنس کا ہیون مکاری و طراری سج سجا کے میدان میں نہ آئے اس وقت تک سمجھ لینا چاہیے کہ جنیوا کانفرنس کا رخش جہاں بیا ہمارے رستم انگلستان کی ران سے جن داموں آیا تھا انھیں داموں نکل گیا۔ صرف اعتراضات اہل وطن گھاٹے میں نقد النقد وصول۔ باقی خاک دھول۔ ہمارے وزیراعظم بیچارے اتنا عظیم الشان نفع کما لائے مگر اہل وطن کے بھاویں نہیں۔ کوئی صاحب ٹھلہا کہتے ہیں کوئی گو نگا بتاتے ہیں۔ ایک کہتا ہے منھ میں گھنگنیاں بھری ہیں دوسرا کہتا ہے زبان کو کوے گئی۔ یارو بتاؤ تو سہی آخر کیا کہیں۔ کہنے کو بہت سی باتیں تھیں مگر وطن کی صورت زیبا دیکھتے ہی سب ذہن کی وصلی سے حروف صدق و صفا کی طرح محو ہو گئیں ؎

گفتہ بودم چو بیائی غم دل با تو بگویم
چہ بگویم کہ غم از دل برود چوں تو بیائی

ہاں نہ کہنے والی باتیں یاد ہیں پھر ان کہی بھی کہیں کہی جاتی ہے کس منھ سے کہیں کہ ہم اپنے کرتوت سے برطانیہ کی نیکنامی میں بٹا لگا آئے۔ ترکی کے ہواخواہوں سے منھ کی کھائی۔ جرمنی کا سلسیوں نے ادھکی سنائی۔ ایم ہیریون نے بے نقط کہی۔ فرانس سے گل چھلوں کی نوبت آئی۔ گو بالائی لیپ پوت نے ٹوٹی ہانڈی کی دراڑ کھلنے نہیں دی۔ مگر آواز کھنکنی ہے۔ اور جب تک تاوان جنگ ملنے کی چاٹ باقی ہے اس وقت تک معاملہ دو ٹوک نہ ہوگا۔ البتہ تاوان جنگ سے مایوسی ہوتے ہی ہنڈیا ٹوٹے گی اور ذات پہچانی جائے گی۔ جلا کس زبان سے کہیں کہ دشمن نہ تو ان حقیر و بیچارہ شمرد کہ کے عام مقولے پر دماغی افلاس یا خود غرضی نے متوجہ نہ ہونے دیا۔ سمجھے تھے کہ اٹلی فرانس بلجیم یونان اور ہم فاتح ہیں۔ جرمنی روس اور ترکی ہمارے غلام ہیں فرضی و مفروضی فتح نے ہمیں زبردست بنا دیا ہے۔ زبردست اپنے قاعدے پر چلنے کا مستحق ہوتا ہے لہذا دشمنوں کو دودھ کی مکھی سمجھ کے نکال پھینکو" میں اور میرا بچا سب ہی لوگ روتے" فلاں سے اتنا لے لو فلاں کو یوں مجبور کرو۔ ڈھیکے کی یوں گردن دباؤ "نصف لی ونصف لک ہذا توم جا بلون" مگر ہیریون نے جاپان کے باجی بن رنگیل ڈینکن کو ٹھیک کا پچین اور بعض مقبوضات ناجائز کے احتساب میں جو آستین کا جائزہ لیا تو موسیٰ عرب کی طرح بھاگتے بن پڑی۔

نقل ہے کہ موسےٰ نامے عرب نے کسی شخص کی ہمیانی سے اشرفیوں کی تھیلی نماز پڑھتے میں ٹھلا دی۔ اور اللہ اکبر کہہ کے پیش نماز کے پیچھے ڈٹ گیا۔ اتفاقاً امام جماعت نے یہ آیت پڑھی "ما تلک بیمینک یا موسیٰ" (موسیٰ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟) اب تو چور صاحب گھبرائے "اعف یا ساحرہ" (تو جادوگر ہے) کہہ کے امامۂ امام پہ تھیلی کا دھڑا باندھا اور گھر کا راستہ لیا۔

ہمارے وزیراعظم کس دل سے اقرار کرتے کہ خود

ان کے سوا ہم بیرلے برطانوی ہر دلعزیزی کے شیشہ میں ٹھیس لگائی۔ ایک طرف روس کے ظریفے آزادی کی ہاشتی بگھا کر اپنی وحشت کا ثبوت دیتے ہیں "میاں چین ہمیں تمہاری گزک میں زار روس کی حکومت نے جو حصہ لگایا تھا وہ واپس کیا جاتا ہے۔ افغان سے جلیبیاں کھاؤ۔ ہم پینک میں خلل انداز نہ ہونگے پیسے بھی تمہارے سر ماری جاؤ اب تو خوش ہوئے"

برادر ایران ما از کردہ خود مان پشیمان شدیم۔ شد شد دیگر ما نیستیم کہ محل شکایت ہمسائگان باہم بینک ہا و راہ ہا برائے شما کشادہ ہست و ہرچہ از مال خود مان ساختیم بشما می بخشیم سپس انشاء اللہ برادرانہ و مساویانہ راہ می رویم"

"او برادر افغان خان اب تم مزے سے اینگ دھنگ بیچے اخروٹ کھائے دیگر مارا بشما سروکار نیست۔

ہاں آفندم حضرت نوی مصطفیٰ کمال پاشا۔ ایوادم باز اریایہ۔ بار امرادم یاز اس چو زنر ا بنیلو کاری می پیوند وید کاری می شکستدر علی ہذا القیاس جرمنی سے شیک ہینڈ۔ اٹلی سے صاحب سلامت۔ دوسری جانب ہمارے وزیر اعظم کے رحمدل جمہوریت شناس مساوات اساس ماتحت ہیں (ڈائر و ڈائر) سید نہم کرزن مسٹن و اخوانہم"! اخاہ میاں ہندوستان صاحب ہیں آیئے آیئے تشریف لائیے ہم آپ تو دوست ہیں واللہ بتقاضائے دوستی آپ کو ٹھنڈے ٹھنڈے عدا گنج پہونچائے دیتے ہیں تاکہ ہندوستان کی مہنگی سے آپ کو نجات ملے۔ اہاں ادھر آنا یہ پیاری پیاری گردن دیکھ کے جی چاہتا ہے کاٹ لیں۔ ٹھہرو رسی کا گلوبند پہنتے جاؤ۔ تمہاری آنکھیں نکل پڑتی تب تو تمہاری دل کش ہوتی ہیں۔ تم نے کبھی مارشل لا کا تماشا بھی دیکھا ہے؟۔ نہیں! اچھا تو لو دیکھو"۔ اور کبھی پیٹ کے بل ناچنے کی مشق کی ہے؟ نہیں۔ اچھا تو ناچو۔ بگیرو ببند بشکن و بزن اس کے منھ میں مارے کمبخت کے کپڑے اٹھو نسا اس کی چھاتی پر چڑھ کے مارے لاتوں کے گلا دبا یا جلیانوالہ آباد۔ نیکی برباد گناہ لازم احسان فراموش۔ خدمات عنت ربوط آیئے آیئے

جناب مصر صاحب آپ طالب آزادی ہیں مگر کامل آزادی یوسف (غلام عزیز) کے وطن کو نہیں مل سکتی۔ پیارے آئرلینڈ تمہاری دم میں نمدا باندھیں اور یہ بھولے بھولے سموسا سے گال! اور ذری بوٹا کاٹ کے دیکھیں تو سہی۔ ہائیں نامعقول گال کاٹنے پر بگڑتا ہے؟

ماتحت حکومتوں سے یہ راہ و رسم اب پڑوسیوں کی سنیئے۔ ایران آپ سے ناراض حالانکہ آپ ہمیشہ دوست رہے۔ عرب آپ سے نالاں حالانکہ آپ نے ہندوستان کے روپیہ سے خوب اُن کے بوٹے ترکیے۔ اور ترکوں سے تو دشمنی ہی ہے اُن کا ذکر ہی کیا باب اعمال و افعال روس کی مشہور وحشت کا ثبوت آپ کی تہذیب دعوے خیر خواہی کی شہادت کے دم میں ملتی ہے۔ یہ امر دیگر ہے کہ بمقتضائے تقدیرات روسیوں کی وہ وحشت دنیا کو ناپسند ہوا اور آپ کی یہ اہلیت خلائق کا دل بھائے۔

ہمارے وزیر اعظم کا اتنا دل گردہ نہیں کہ فرانس کے متعلق اپنے خیالات کا صاف صاف اظہار فرمائیں جرمنی سے اس کو یہ خواہش ہے جرمنی و روس متحد ہیں۔ ترکوں سے تاوان جنگ کا مطالبہ ہے۔ مگر وہاں بھی روس کا اتحاد خم ٹھونک رہا ہے۔ فرانس کی زندگی تاوان جنگ وصول ہونے پر موقوف ہے مگر روس نے اتحادیوں کے سامنے وہ جنگی مطالبات پیش کیے ہیں کہ تیلون بھڑوں کا چھتا ہو گئی ہے۔ جرمنی اپنا ذکی تاوان دینے کا اقرار نہیں کرتا اور اگر آدھے کا تہائی دیا بھی تو روس کے مطالبے میں صفا چٹ ہو جائے گا۔

ہمارے وزیر اعظم کیونکر منہ سے پھوٹیں کہ اس نامشدنی جنگ میں غرور و نخوت کے مارے سونے چاندی کا مینھ بے دردی کے ساتھ ہر طرف برسایا گیا۔ شیخ چلی کی طلائی مینگنیاں لگنے والی بکری قرضہ کی تھیلیاں ہے۔ روس اپنا دھڑا الگ باندھتا ہے اُس سے کچھ ملنا ملانا معلوم لہذا بکری کو قبض۔ جرمنی رام اسامی نہیں کہ ڈنڈا پڑتے ہی بھر بھر مینگنیاں لگنے لگے لہذا بکری کو قبض۔ اتحادیوں نے آپس میں ایک دوسرے کی جو مدد کی ہے اس کا حساب درد دل ہے۔ لہذا بکری کو قبض۔ اگر یونانیوں کو شکست نصیب ہوئی تو جو کچھ یونان پر صرف ہوا ہے وہ بھی سب کھاتے میں چلا جائے گا۔ لیجئے حضرت ٹھن ٹھن گوپال رہ گئے۔ بکری کو قبض ہوگیا

کی دوستی نباہے نہیں نبھ سکتی۔ کیا معنی کہ یہ وقت فرق نکلنا کے ساتھ دینے کا ہے چنانچہ ہمارے وزیر اعظم نے یکبارگی اس کا راز کسی قدر کھول دیا ہے۔ فرانس سے ملخی کا نفاق یورپی صلح و امن کے لیے ایک مصیبت ہوگی۔ اور روس و جرمنی کے متعلق برطانوی خیالات کو فرانسیسی خیالات کے مطابق بنانا بھی مشکل امر ہے" بالفاظ دیگر اس کے یہ معنی ہوئے کہ دو ثلث یورپ اور تین چوتھائی ایشیا سے بگاڑ نا مصلحت کے خلاف ہے۔ فرانس کے ساتھ اتنی ہی ہمدردی کی جا سکتی ہے کہ ناؤ ڈوبنے نہ پائے چاہے طوفان کے تھپیڑے مطمئن نہ ہونے دیں۔ ان خیالات کے اظہار سے ہمارے وزیر اعظم کی ذہانت میں بادہ نہیں لگتا باقی رہی وعدہ وفائی و مروت تو وہ چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید! بار ہا کردم و رشد۔ یہ سب کچھ افعال وزیر اعظم کی کینڈا لیبی طبیعت سے سرزد ہوں گے اور برطانیہ مفت میں بدنام ہو گی۔

وزیر اعظم کہاں سے جگر لائیں جو کہیں کہ یونان سے "اتنا بنیا سودا کرے" کی مثل پر عمل کیے بغیر اب بات نہیں بنتی۔ اہل برطانیہ کا سرمایہ بہت کچھ اس سوٹے میں لگ چکا ہے اور خدا جھوٹ نہ بلائے تو یہ سودا برطانیہ کے سر میں وزیر اعظم کی سودا ہی سے سمایا۔

ہم نے مانا کہ جناب وزارت مآب کی زبان مبارک زیادہ زمانے تک بے حس و حرکت نہ رہے گی۔ لیکن امید نہیں ہے کہ آئندہ آپ کی فصاحت سے سننے والا کوئی مطلب خیز بات اخذ کر سکے۔ کیونکہ دیکھئے کہ اگر زبان میں گویائی پیدا ہوئی تو مجذوب کی بڑ ہوگی۔ مثلاً روسی و جرمنی معاہدہ ایک چھپکلی ہے چھپکلی انڈا دیتی ہے اس میں سے پولیٹکس کا ہاتھی نکلتا ہے جس جلن تم سب سے کان اس ہاتھی کی نانی ایک مینڈکی ہے جس کو فرانس کی مرغی چونچ میں دبائے پھرتی ہے عنقریب مینڈکی کے پیٹ سے سورج نکلے گا اور مختلف فصول کا بدل ماتحل سنے گا۔ یہ خبر سراسر بے بنیاد ہے کہ دنیا نے ایسے اونٹ پالے ہیں جو بجرت چھوٹے ہیں [illegible] ٹانگ پکڑنا شرط ہے [illegible] ہڑپ کرنے لگا [illegible] لہذا ہمیں اپنا بچاؤ کرنا ہے [illegible]

چوتھی نے مسند آراستہ کی۔ پانچویں نے راج کنیا کو زیور پہنایا کپڑے بدلوائے مسند پر لا بٹھایا۔ پٹاری نہ تھی خواجہ خضر کی زنبیل تھی۔ طائفہ پر طائفہ نکلا ناچ ہونے لگا۔ دفعتہً صبح کا ستارہ چمکا۔ راج کنیا کی آنکھوں میں دنیا اندھیر ہوگئی اتنے میں ایک گڑیا نے بڑھ کے بلائیں لیں "کیوں بی بی میں قربان مزاج کیسا ہے؟" راج کنیا نے جواب دیا "اسے سمن گڑیا کیا کہوں" ہاتھ کا کنگن بیچ کے لونڈی لی۔ لونڈی تھی وہ بی بی ہوئی بی بی تھی وہ لونڈی ہوگئی" گڑیا نے منہ دھکا راج کنیا نے آنکھوں پر رومال رکھا دونوں کے رونے سے ساری محفل راگ رنگ بھول صحبت برخاست۔ گڑیوں نے پھر سینہ پکڑا اختیار کر لیا۔ راج کنیا نے گڑیاں سمیٹیں پٹاری میں رکھیں باغ میں چلی گئی۔ قضارا یہ تماشا دربان نے بھی دیکھ لیا شہزادے کو خبر دی۔ تعجب کی بات تھی شہزادہ رات کے انتظار میں بےچین رہا۔ خدا خدا کر کے شام ہوئی۔ رانی سے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ آج کی رات میں ایک ضروری کام کو جاؤں گا میرا انتظار نہ کرنا۔

دربان اور شہزادے نے میدان کی راہ لی دونوں درخت پر چڑھ کے بیٹھ گئے جب تیغ انصاف نے مکار شب کو آدھوں آدھ کیا راج کنیا چور کھڑکی سے نکلی اسی درخت کے نیچے پٹاری کا ڈھکنا کھولا ڈھکنے کی آواز نے "قم" کہا نعمت ہائے آذری میں جان آئی جنگل میں منگل ہونے لگا۔ محفل آراستہ جام درگردش۔ صدائے سرود بلند۔ راج کنیا مسند پر جلوہ گر۔ دوپہر رات یہی ہنگامہ گرم رہا۔ صبح ہوتے ہی شمع لہرائی۔ پروانے روشنی کے دیوانے طواف فانوس سے روگرداں ہو کے آفتاب کے انتظار میں ہوائے آسمان ہوئے۔ سمن گڑیا نے اپنی رانی کو ملول دیکھ کے بلائیں لیں۔ ناچ رنگ موقوف۔ صحبت عیش مبدّل بہ بزم غم۔ طبلہ سر پیٹتے پیٹتے بیہوش۔ سارنگی سرمہ در گلو۔ مجیرے سرنگوں اہل بزم محو اشک ریزی۔ رانی نے ٹیپ کا بند پڑھا "اے سمن گڑیا ہاتھ کا کنگن بیچ کے لونڈی لی۔ لونڈی تھی سو بی بی ہوئی بی بی تھی سو لونڈی ہوئی"

گویا ہیر مرے کی طرح پٹاری کی قبر میں بانتظار حشر متواری ہوئیں۔ سوزن شہزادہ درخت سے کودا "اسے کون؟ ہائیں شہزادے!"

جواب "ہاں ہاں میں ہی ہوں۔ سوزنی شہزادہ۔ تمہارا آزاد کردہ غلام تم نے ڈیل بھر کی سوئیاں نکالیں آنکھوں کی چھوڑ دیں۔ تمہاری لونڈی نے آنکھوں کی سوئیاں نکالیں مگر غرور کا غبار باکھیڑ آنکھوں میں بھرا رہنے دیا۔ آج اس دربان کی بدولت وہ جیپڑ کیچڑ بھی چھوٹ گیا۔ تمہارا احسان سر آنکھوں پر۔ اب بفضلہ آنکھیں کھل گئیں اور اچھی طرح کھل گئیں" لونڈی نے چار دن عیش کیا۔ عیش کے بعد تمیز کی کٹھن مصیبت میں پھنسی۔ راج کنیا اور راجہ کے باپ میں شہزادے نے صفائی کرا دی۔

بوا نصیبن کہانی ختم کرنے کے بعد کہنے لگیں۔

"جیسے رانی کے دن پھرے ویسے کہتے سنتے کے پھریں۔ ایک ہوشیار نان کوآپریٹر سے بول اٹھا۔ کہتے سنتوں کو ابھی بہت سی کھکھیڑ یں جھیلنی ہیں۔ دن پھرنے میں ابھی بہت دیر ہے ملک کی آنکھوں کی سوئیاں نکلنی باقی ہیں۔ جو کوئی دعوے کرتا ہے کہ سوئیاں نکل چکیں وہ نادان ہے غرور تکبر کا کیچڑ جب تک دھونہ جائے اس وقت تک میاں سوزن شہزادہ غیروں کے سحر میں مبتلا۔ شہزادہ صاحب پوڈر غازہ کاری جھوٹے موتیوں کی جگمگاہٹ شیشے کی آنکھ۔ ریشمی کپڑوں کی تڑپ جھڑپ پر لٹو رہیں گے خطاب منصب نام نمود کی مرچکی خلعت جسے راج کنیا نے ہاتھ کا کنگن بیچ کے مول لیا ہے آزادی و آزادہ روی کی راج کنیا کو شہزادے کی آنکھوں سے اوجھل رکھنے پر آمادہ ہے لہذا آنکھیں کھلی بھی ہیں تو سمجھنا چاہیے کہ بند ہیں۔ سنتے ہیں کہ دربان انھیں کی لگائی بجھائی سے جیل لانے کی ہوا کھا رہے ہیں۔ بی راج کنیا کو اختیار ہے چاہے چرخا کاتیں چاہے آدھی رات پچھلے پہر جنگل میں سمن گڑیوں کا پٹارا کھول کے آپ بیتی سنائیں۔ کانے کھترے اصلاحات کا رونا

وہیں۔ کچھ ہونا ہوانا نہیں۔ بیکار کی ٹھائیں ٹھائیں ہے۔ اس ہائے ڈوسے کے تھالی جوتے ہیں جھیلیں دے گھرتے ہیں کالی کلوٹی ہمانسیں "مہر مہدال ... و بے سزاں جائے ایشان گیرند" کا راگ گاتی ہیں ایک کنگن ناقص اصلاحات کی خرید میں صرف ہوا دوسرا سمن گڑیوں کے کٹے لگا۔ اب ہاتھ نہ مٹھی بی بی طبلا اٹھی کی مثل اصل ہے۔

ہمارے نان کوآپریٹر کے الفاظ بوا نصیبن کی سمجھ سے باہر تھے سنتے سنتے اونگھ گئیں۔ گوڑ اجاڑ میں جا کے بیاں (یہاں) تو کہانی کے دو بول بھی منھ سے نکالنا دشوار ہیں۔ جو بات کہو لوگ اپنے اوپر لے جاتے ہیں۔ کہا اور دلاں سے اٹھ بور چھپانے میں جا بیٹھیں۔ ماخیر شما سلامت۔

راقم ......

اطلبوا العلم من المھد الی اللحد

فلاسفر

سیاست ہند کا المیہ پوس
(دگرگری خانہ)
نمبر ۲

(بسلسلہ نمبر ۳۸ صفحہ ۶۹)

تتمہ تقریر عالیجناب حافظ موتو صاحب

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ... یہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یا ایہا الناس! پس تحقیق کہ شہ رہو اشاہ اور وہ ایسے ہی نمک حرام عائد کا آزمودہ را آزمودن جہل است مگر کیا کہتے ہیں کہ کون سمجھائے لاٹ صاحب بہادر مدظلہ کو کہ حضرت ایسے ناپاک آدمیوں پر احسان کرنا بالکل جناب مغفرت مآب عم مکرم و معظم شیخ سعدی علیہ الرحمہ کی وصیت کے خلاف ہے کما قال ؎

نکوئی با بداں کردن چنان است
کہ بد کردن بجائے نیک مرداں

اور بالکل خلاف ہے اس نصیحت کے جو رحمۃ مرجدہ فلسفہ

نے ہنگام رحلت زبان پر جاری فرمائی ؎

بیٹھ نیک کی صحبت جیا ناگر پان
بیٹھ بد کی صحبت کٹا ناک و کان

اور فرمایا ہے تجھ پر کاں زمانہ سنے:۔

یہ خدا قوم کا پاجی کرے صورت کا پاجی نہ کرے بہ حالانکہ کیا کہتے ہیں کہ آپ میں بعض منہ سے طبیعت شیطان کی رنگ ایسے بنا گئے ہیں کہ جن کی پیشانی توے کی طرح سیاہ سلیٹ کی طرح بے نور۔ دل ہے کہ کیا کہتے ہیں تنور جہنم ہے۔ کیا کہتے ہیں کہ کسی نے منع نہ کیا لاٹ صاحب کو کہ یہ صوبہ اودھ ہے اور اسے عہد قدیم سے نمک حرام عمالک کے ساتھ سابقہ رہا ہے۔ پس مبادا کیا کہتے ہیں کہ بعض آستین پرور دہ حبشی نیولے چوٹ نہ کر بیٹھیں آپ پر اور مجبور ہو جائیں آپ اُن کی لایعنی حرکات سے (چھیڑ ز)۔

تقریر اسی منزل تک پہونچی تھی کہ پنڈت کھارام عرف چنو کو جن کے مختصر اسم مبارک سے ناظرین ابتدا آگاہ ہو چکے ہیں اور مطول حلیہ اب پیش نگاہ کیا جاتا ہے زیادہ سننے کی تاب نہ رہی جھکے ہوئے بھالو کی طرح کرسی پر پڑے ہانپ رہے تھے۔ حافظ کی بے نقط تفسیر سنتے ہی اس طرح ہڑبڑا اکے اُٹھے کہ یاروں نے آوازہ کسا "اور ناچ کھلائی دستک دھنا" آپ اس طرح گردن ہلا کے اس طرح گھورنے لگے جیسے ناچ میں کوتاہی کرنے پر ریچھ والے کے ڈنڈے سے ریچھ خرخیاتا ہے۔ چشم بد دور اس وقت روئے مبارک پر تمام دنیا کی خاک۔ صدقے کر دینے کو جی چاہتا تھا۔ واقعی اللہ نے کسی چیز کو بیکار نہیں پیدا کیا۔ لیکن کارخانۂ آفرینش کے کاریگر بعض ٹھیکہ دار ہیں اور بعض امانی۔ چنانچہ غالباً یہ بت ٹھیکے پر بنا ہے جس میں ٹھیکہ دار کی کام چوری کو بہت کچھ دخل ہے۔ سر اور چہرے کی ساخت اٹھو سیرے کڑوے تنباکو سے مل ملتی جس میں آنکھوں اور دانتوں کی جگہ گنجی کوڑیاں جا بجا گمسیڑ دی گئیں ہیں مگر اٹکل اور سلیقے کو اس کی ساخت میں واجبی ہی دخل ہے۔ یا شاید سانچے کا قصور ہو۔ بعض قیافہ شناس کہتے ہیں کہ تنباکو کے علاوہ بیر گدام سے شراب کشید کیے ہوئے مٹکے کا فضلہ بھی اس دھندے میں شامل ہے بستانین (نسب شناس) کا خیالی نسب نامہ گواہ ہے کہ ان کی مادر محترمہ نے افریقہ کے جنگل میں کچھ دنوں ایک پالو سو کو (ہ • K ہ) سے دل بہلایا تھا جمال ہم نشین و ہم صحبت کا اثر کہاں تک اثر نہ کرتا۔ یہ پچھاوڑا لڑ گیا۔ اور بیڈھب پڑ گیا۔ اسی وجہ سے گردن بغیر گردن سے یوں پیوستہ ہے جیسے چلم سے گٹا ناک کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ بننے سے رہ گئی۔ زیبا خانہ زین جو گے کوڑ رانے کے لیے پلیج پالی گئی تھی وہ بھی کڑک ناک ناک کا جو غل ہوا تو انڈوں سے اٹھ کے اس نے پچال کر دی اور وہ پچال ردے بے ڈھال پر پڑ کے ایسی جمی کہ آج تک موجود ہے۔ رہے کان تو وہ اُبلی ہوئی ارہر کی دال کے ممنون احسان ہیں کسی نے چوس کے گٹھائی پھینکی اور وہ جزو بدن ہو گئی۔

گالوں کے متعلق ایک خیر سگال ناقل ہے کہ نیو اکنڈ دل سے ترتیب پا کے ابھرے ہیں۔ دہانہ تلووں سے بے ہوئے ہڑحل کی طرح زرد زرد ناہموار اور کاواک دانتوں سے آراستہ اور ایسا خوشنما ہے کہ ہنگام تقریر جگالی کرتا ہوا سور اُسے دیکھتے ہی رشک کے مارے مرجاتا ہے سینہ کورہ حدّادہے۔ تو پیٹ پر کی پکھال ادھر حضرت کہیں ڈھیر ہوئے اور ادھر بہ نکلی۔ ہاتھ پاؤں گنوار دھیمر کی ناتراشیدہ ٹھونی سے ناہمواری میں شرط باندھنے کو موجود قوت نامیہ بے ایمانی کو ہمراہ لیے بیٹھی پڑتی ہے پیٹ کی لپیٹ ناپنے کو ہاتھی کی جانگھیا کا نیفہ درکار ہے۔ عالم کی ہر چیز لیٹی ہو یا کھڑی چھوٹی ہو یا بڑی کھڑی ہو یا پڑی تنہا ہڑپ کرنے پر ہر وقت آمادہ و مستعد۔

الغرض باین ہیاۃ سر پہ گنجی کوڑی کی ہمشکل پگیا باندھے دھوندھوا بجاندار مادھوم حام کی یاد دلاتے پیٹ کی دھونکنی پھلاتے ہانپتے ہمارے حافظ جی سے الجھ ہی تو پڑے غیرت گری کہ ہمارے چنو حافظ جی کی زبان بوجہ عربی الفاظ کی آمیزش کے کم سمجھتے تھے اور علی ہذا القیاس حافظ جی کھارام کی درست لمبر سٹ ررد پہ بدحان پھستم کاشتا انت چکنا شرن سکھنڈ بی شرت رجو گنی سکہ تت کالیہ نمو گنتا کٹھنتا بدرھا رتے کے مجموعۂ الفاظ کو جن میں جا بجا عربی اور فارسی کے مغلق الفاظ بھی اپنی شمول سے جا دانی اور ٹاٹ کا تال میل دکھا جاتے تھے سمجھنے سے قاصر تھے۔ ہمارے چنو اپنی خانہ ساز زبان میں کہتے تھے کہ خواہ مخواہ اس ملیچھ مسلمان کشتنی گردن زدنی نے مجھے ہندو دیکھ کے میری ذاتیات پر چوٹ کی۔ اور حافظ جی کہتے تھے کہ کیا کہتے ہیں کہ یہاں مذہب سے کیا علاقہ نمک حراموں کا ذکر ہے۔ پھر جو نمک حرام ہو وہ جزم کی طرح اپنا سر جھکائے یہ بھی کیا کہتے ہیں کہ چور کی داڑھی میں تنکا ٹھہرا واللہ کیا کہتے ہیں کہ اس سمجھ کے قربان۔ بھلا اسی عقل پر خدائی کا دعوے اور لاٹ صاحبوں کو پچھاڑنے کا داعیہ ہے۔ کیا کہتے ہیں کہ واللہ جو زیادہ اس عاجز عباد اللہ کو چھیڑا تو پیاز کے سے چھلکے اُدھیڑ کے رکھدوں گا اگلی پچھلی کیفیت کے صیغے نہ گردان کے رکھدوں تو حافظ ہونق نام نہیں کیا کہتے ہیں کہ مجھ کو بھی کوئی ایسا ویسا دبڑ و گھسڑو بنایا ہے۔ کیا کہتے ہیں کہ ایاز حد خود بشناس "کچھ لوگوں نے چنو میاں کے آتش غضب پر آب نمائش کے چھینٹے مارے" دھیری رہ "زیادہ نہ گرما۔ اور ہمارے حافظ جی نے پھر اپنا سلسلۂ کلام شروع کیا۔

ہاں تو کیا کہتے ہیں کہ بھائیو میں بھی عرض کر رہا تھا کہ بدکام کا بُرا انجام۔ اب وہ زمانہ آ لگا ہے بھلائی اور احسان بھی دیکھ بھال کے کیا کہتے ہیں کہ کرنا چاہیے اور کسی کے ساتھ اس کے ظرف سے زیادہ احسان نہ کرنا چاہیے تو کیا کہتے ہیں اگر اوچھے اور کم ظرف پر احسان کیا تو وہ محسن کشی اور نمک حرامی پر کیا کہتے ہیں کہ آمادہ ہو جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ محسن نہ رہے جو میری آنکھ چھپے بھائیو ایک شخص نے کیا کہتے ہیں کہ عرب میں بھیڑیا پالا۔ اپنی بکریوں اور اپنی اونٹنی کا دودھ پلا کے پالا جب وہ بڑا ہوا

کیوں کھڑی ہو؟ کچھ کھٹکا ہے۔ خیر تو ہے؟"
"جی ہاں بیگم صاحب کے اندر گئے ہیں۔"
ہائے ہائے توبہ توبہ۔ شیل ہاتھ سے پھینک اٹھ کھڑے ہوئے۔ بیچے صاحب دماغی زچہ بچہ مینتی ہی رہی کچھ کھٹکا نے لگا گویا چوائی کا سودا سنگا ؤ۔ کمیٹی کا نسخہ بند ہو گیا۔ ابی ابراؤ۔ ڈاکٹری کو اطلاع دو اور صاحبزادے کی ادھر بھی لاٹ صاحب کی آمد سے کم نہیں نہ آتے نکلتے ہیں نہ کل نکلتے ہیں۔ یا الٰہی موٹر میں پرسٹ ہو گیا۔ ٹائر بیٹھا یا ڈائنامو فیل ہو گیا یا اسٹیم کے مخزن میں تفریق اتصال ہوا۔ شدہ شدہ معلوم شد کہ راستہ بھول گئے ظلمات اور نور کی راہ ایک نہیں مسافر اجنبی ہے بھول بھٹک نہ ہو تو تعجب ہے۔ اب بڑی مس صاحب کے لیے دوڑوں یا مضمون لکھوں۔ تیجے اسی ادھیڑ بن میں لگے ہوئے تھے کہ ابھی صاحب کے بنگلے پہونچا۔ دوپہر تک اسی استقبال روح فرسا میں مبتلا۔ ناکھو بیکار۔ ی بکرے کچھ رسد کا سامان مروت میں جمع کیا خدا خدا کر کے صاحبزادے نازل۔ بھلا فرمائیے تو سہی تال کٹواؤں یا گیت قلم کی نعلبندی کراؤں۔ تو ا بجاؤں یا نقارۂ فکر پر قلم کی چوب لگاؤں۔

(۴) دوا دوش میں دو بج گئے۔ کھانے دانے سے فراغت کر کے چارپائی پر دراز ہوا کہ قیلولہ کی تے سے دماغ میں جوا چھوائی سٹھورا ابھر گیا ہے اس کا تنقیہ کر لوں تو پھر حضرت پنچ کا حکم بجا لاؤں۔ مگر کہاں کی تے کہاں کا لولہ۔ کان میں میاں جھمر صاحب نے اپنی ہادم اللذات بانسری پھونکی یعنی نے کہا پن۔ نیند اور غنودگی نے کہا بس۔ اینجانب نے فرمایا آج مرے کل دوسرا دن۔ ہاتھ پر خدا کی مار ہو ذی لیکن اُس پر خدا کی مار پڑنے سے پیشتر اینجانب کا دست مبارک خود ہی جان پر جا پڑا۔ وہ تو اپنی سلامتی پر مگل کا تا اُڑ گیا یہاں گال سے لے کے کنپٹی تک اب تک ملاہٹ موجود ہے۔ سوتے کیا خاک قسمت کو روئے اٹھ بیٹھے با دل ناخواستہ قلم اٹھایا کاغذ گھسیٹا کہ لاؤ کچھ لکھ ڈالیں۔ اتنے میں اگلی پچھلی حماقت کی زندہ علامت یعنی صاحبزادۂ بلند اقبال روتے ہوئے پہونچے یہ آ با دیکھو ساری مٹھائی

اماں آپ ہی کھائے لیتی ہیں ہم کو نہیں دیتیں؟" استغفر اللہ جاؤ نہ لکھیں گے۔ لاؤ آفتابہ ذرا وضو کر کے اللہ میاں کی خوشامد کر لیں۔ ارے ہاں خوشامد بھی ایسی چیز ہے جو لوگ خوشامد نہیں کرتے وہ اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارتے ہیں ہمیں تو بنے نپارت جی کی ترکیب پسند ہے تاں کہ بیوقوفوں کی طرح ساری دنیا کو اپنا دشمن نہیں بنایا قلم سے عام حکومت پر بجلیاں گرائیں خلقت سے خیر خواہی کی سند لی۔ مگر اعلیٰ افراد کے سامنے اولاین گئے۔ بشرت تیار کوٹ کی بھی بے فرق کی ہے۔ آخر کچھ اوپر پانچ ہزار روپیہ ماہانہ کی ملک پر چپت لگا دی۔ ارے ہاں خیر کھاتے ہیں تو ہم کیوں نہ کھائیں۔ جو کام وہ کرتے ہیں کیا ہم نہیں کر سکتے۔ چندہ دہلی سے چند ہزار ہوئے۔ اس ترقی میں ہاتھ پاؤں کی حرکت کو دخل نہیں۔ ہائے زبنیا وائے زبنیا۔ للو اللہ تجھے سلامت۔ اہل دنیا کی لاجا لوجی للو تو نے کسی کو بانس پر چڑھا دیا تو کیا اللہ میاں کی جو کھٹ پر تک گھسنی رائیگاں جائے گی؟ ہرگز نہیں غرض نماز پڑھتے پڑھاتے شام ہو گئی۔ قلم کاغذ سے مس ہوا۔ آپ ہی بتلائیے نماز پڑھتا یا مضمون لکھتا۔

(۵) ہاں جناب اب شام ہو گئی۔ رات اندھیری گرمی کی شدت ہے۔ اگر لیمپ روشن کر کے صحن میں بیٹھتا ہوں تو بسلی ہوا اور رخا کر یز بوندیوں کی جفا کاری سے چمنی کی شہادت عاشق کے دل گرم کی طرح ناگزیر ہے۔ چھت کے نیچے بیٹھتا ہوں تو کیڑے مکوڑے نرغہ کرتے ہیں۔ شب ماہ ہوتی تو روشنی کے عاشق چاند کے آگے شمع کی پروانہ کرتے۔ مثل مشہور ہے "موم کی مریم کاٹھ کے پائے اٹھ ری مریم ترے دھگڑے (عاشق) آئے" اچھا بچپا کے موم کی مریم کو دیا سلائی دکھائی۔ قلم کی نوک دوات میں ڈبوئی اینجانب کے سکندر (قلم) نے آب حیات میں غوطہ لگایا ٹانگ میں مردہ مکھی کی لاش پھنس کے باہر تشریف لائے۔ اب جو کاغذ پر قدم رکھا تو وہ وا کیماری مجینگر ٹانگوں میں دبا کے اچھلتی ہے۔ آپ مکھی

دو شاخہ میں دبا کے اچھلے اور لگے دہل نہ سکوں میرا کو دن تام کا تماشا دکھانے۔ صفحۂ قرطاس پر وہ گلکاری کی ایسے گل بوٹے بنائے کہ مانی و بہزاد کو شرم آئے اور اودھ پنچ کا کاتب اگر یہ نقاشی دیکھ پائے تو مسودہ بھیجوانے کے لیے لال بجھکڑ کو تلاش کرتا پھرے۔ سکندر نے ظلمات کے سفر میں کچھ بے حس جاندار دیکھے تھے میرے سکندر نے پہلے ہی قدم میں مردہ مکھی پائی۔ یہ اپنی اپنی قسمت ہے غرض اینجانب نے مکھی کی لاش ٹھکانے لگائی سمجھے کہ راہ آسان ہوئی خار مٹا اب قدم آگے بڑھانا چاہیے۔ مگر توبہ بڑھیا کے نکاح میں سو سو خلے حشرات الارض کی زندہ نوجوں کا تراکم شروع ہوا۔ کان کے قلعہ میں کنسلائی نے سرنگ لگائی آنکھ کے حاب پر آنکھ پھوڑ مٹڑے نے حملہ کیا شکر ہے کہ عینک کے شیشے نے سد سکندر کا کام دیا ورنہ سیاہی رہتی نہ سفیدی آنکھیں تارا سی ہو جاتیں۔ بعض باریک ننھے ننھے دوست کرتے میں بسیرا لینے پہونچے اور لگے بغلوں کی جھاڑی میں دھما چوکڑی مچانے۔ اللہ ری خوش فعلیاں اللہ ری کھلی بازیاں۔ کوئی صاحب اکھاڑا سمجھ کے ڈنڑ پیلتے ہیں کوئی آنکھ موچی دھپ میں مصروف۔ کوئی ننھے منے ہاتھوں سے گدگدی کرتے ہیں نوح کی امت طوفان آب کے بھینٹ چڑھی تھی بڑھیا کے تنور سے پانی اُبلا تھا پھر کیا تعجب ہے کہ بغلوں کے تنور سے پسینہ کا سیلاب آیا اور ان گنہگار دل لگی بازوں کو بہا لے گیا۔ وہ تو آسودہ ہوئے یہاں حبس شروع ہوئی پسینہ ہے کہ آتش فشاں پہاڑ کا لاوا جہاں بہہ کے جاتا ہے آبلہ ڈال دیتا ہے رومال پانی میں بھگو کے پسینہ پونچھا اور دوبارہ مضمون نویسی کا احرام باندھا۔ ادھر دماغ سے مضامین کی فوجیں نکلیں ادھر ایک لال بیگ صاحب نے شمع سے زبردستی وصل کی ٹھہرائی۔ ایک چرچراہٹ میں دونوں کی حیات کا چراغ گل ہو

اے روشنی طبع تو بر من بلا شدی
اب دماغی فوج اندھیرے میں کیا تیغ سدّ و کھیلے

گرہماں بہو کا فرض ہے کہ شوہر کے لیے انہیں گھر سے ساس کو آبدست لوا سے نند کے بچے کے پوتڑے دھوئے گھر بھر کے لیے کھانا پکائے نند کے پاؤں دبائے نندوئی کی چلم بھرے دیور کو گود میں لادے لادے پھرے بھاوج کو ہار و تیلیاں مانجنا۔ یہ امور نماز روزے کی طرح فرض ہیں ان کا ذکر ہی کیا۔ ساس طعنہ دیتی ہے کہ اماں کو بیٹی اتنی دوبھر ہے کہ سال دو سال بیٹی داماد کو کھانا نہ کھلا سکی۔ نگوڑی فقیرنیاں تو نہیں۔ بالفاظ دیگر بعد شادی کے بھی ماں باپ کے یہ فرائض باقی رہتے ہیں کہ داماد اور بیٹی کا نفقہ اپنی ذات پر واجب سمجھیں۔ خلاصہ یہ کہ حقوق شوہر یہ ہیں کہ مالدار جورو ڈھونڈھے اگر عورت ماں باپ کے قبضہ میں ہو تو سارے خوشامد کے دلہن کی خاک تو تیا سے چشم بنائے اور اگر بیوہ اور خودمختار ہے تو عاشق بن جائے ہائے ماہ لقا بیگم بے تمہارے دیکھے چین نہیں واللہ میں تو تم پر پہلے ہی سے عاشق تھا مگر تقدیر میں لکھا تھا کہ تم دوسرے کے قبضے سے نکل کے میرا گھر آباد کرو۔ شکر خدا کا میری مراد بر آئی لله نکاح کر لو۔ خدا جانتا ہے کس مردود کو تمہارے مال کی پروا ہو۔ ارے خالی چادر یا اوڑھ کے میرے گھر میں چلی آؤ واللہ میں سمجھوں گا ساری دنیا کی دولت میرے ہاتھ لگی۔ روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے۔ میں تو اس کا بھی صورت کا دیوانہ ہوں۔ دیکھو اگر مجھے غلامی میں نہ قبول کیا تو اے لو یہ سنکھیا کی پڑیا ہے پھانکے لیتا ہوں۔ ارے ہاں اس بے حیا زندگی سے تو مرجانا ہزار درجہ غنیمت ہے۔ پسی ہوئی پھٹکری پھانک لی۔ پیٹ نکلتا ہی تے آئی پان کی سرخی خون شہادت بنی۔ القصہ جس طرح بنا بدر آرا ہلال زمانی بیگم کو قابو میں کیا۔ دولت اور محبت کا ساتھ ہے۔ ایک گھٹی تو دوسری بھی ساتھ ہی ماند پڑی۔ کچھ دنوں میں ساری دولت گانٹھ لی۔ یا خوب مزے اڑائے گل چھرے اڑائے تمول کے اختلاط سے مزید اس بیگم کے چوسی چھیچھ ہوتی تھیں ۔ معاملہ آخر کار اگھلے خزانے الم نشرح ہوتے گئے۔ ادھر جو آنکھیں کھلیں تو واہ واہ نہ خاک لٹے نہ خاک بچے۔ ان تلون تیلی ہی نے بیر ہمٹری کاٹے نے چرا جل دیا تھا کہ اس موئے کو جہنم الغرض اسے مجھے گرکر مر [illegible] بہناؤں کو کھلا دی۔ ہم تو ایک ایک پیسے کو محتاج ہوگئے اور یہ نگوڑا افلانے ڈپٹی کی جورو کو ساری ریل گاڑی رزرو کرا کے ادھر ادھر لیے پھرتا ہے۔ الٰہی اسے کوڑا لے پکڑے اس کی ٹھنڈیاں کسی جائیں۔

الغرض ان عام حقوق زن و شوہر پرچہ کا مختصر تذکرہ اور پر گزیدہ اقلم فرسائی کرنے کو اس وجہ سے بھی نہ چاہا کہ مضمون کا ہے کو خیالات کی آنت ہو جائے گا مولانا پنچ میں جہاں اور اچھی ہیں وہاں ایک اپچ یہ بھی ہے کہ زیادہ طول طویل مضمون کو پسند نہیں فرماتے اور سچی سچ کہتا ہوں مجھ میں اتنا فتھا بھی نہیں کہ ہر ہفتہ کچھ نہ کچھ لکھتا رہوں۔ ابھی یہ گاہے ماہے کا سودا خوب ہے۔ انہیں خیالات کی الٹا پچی میں نیند نے موقع پایا اور دھر دبایا۔ قلم کہیں گرا روشنائی کچھ دامن پر کچھ فرش پر خراٹے لینے لگا۔ سو ہی رہا تھا کہ ماما نے جگایا میاں اٹھیے ایک صاحب تڑکے سے آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ نام پوچھتی ہوں تو بتاتے نہیں۔ کام پوچھتی ہوں تو ٹالتے ہیں ایک سپاہی بھی لال پگیا باندھے ان کے ساتھ ہے۔ لاحول ولا قوۃ کیا ناک میں دم ہے۔ اری کمبخت کہیں لال گردھاری کی قرقی تو نہیں آئی ہے۔ آخر تو نے کنڈا کیوں کھول دیا۔ وہ بیچاری گھبرائی۔ بندہ بھی دل ہی دل میں اس ناشدنی مہاجن کو صلواتیں سناتا باہر نکلا۔ کون ہے بھئی۔ اجی میں ہوں۔ بھلے مانس نام بتاؤ۔ "میں" کو میں نہیں جانتا۔

عذر تمبری۔ میں نے کہا "میں کو میں نہیں جانتا" مگر اس خدا کے بندے سے جب پوچھا "میں" ہی کہا یا اللہ یہ کیا ماجرا ہے۔ کہیں بزاخفش کی روح تو "میں میں" کرتی کتب خانہ سمجھ کے یہاں نہیں چلی آئی ڈرتے ڈرتے دروازہ کھولا۔ آداب عرض۔ تسلیمات عرض۔ مزاج شریف۔ یہ کہاں اس وقت تکلیف فرمائی۔

"جی ذرا ٹھنڈا وقت تھا میں نے کہا آپ سے بھی مل لوں"۔ حضور جناب نے تو ماحضر نوازی فرمائی۔ یہ لال پگیا والا کہاں سے نازل ہوا ہے "کیوں بھئی تم کون ہو؟"

"حضور ایک جوری کا بلاوا نامہ (اطلاع نامہ) ہے کئی دائیں (کئی مرتبہ) گھوم گھوم گئیں۔ آج کی تاریخ پیشی (پیشی) ہے تو ن ہم کہا سویرے سے چلی دکھلا آئیں (دکھلا دیں) سکے دیو تو جائی۔" لاحول ولا قوۃ۔ یہ بلا کہاں سے نازل ہوئی۔ خدا اس موذی کو غارت کرے جس نے میرا نام جوری میں لکھوا دیا۔ کچہری جاتے میری روح نکلتی ہے۔ زبردستی بھی ہائیں اپنا سر لو۔ بھلا کس خدا نے کہا ہے پھر کوئی شرعی حکم یقضا نہیں ہے۔ نہ ظاہر شرع جس ملزم کو مجرم قرار دے اس کو شرعی سزا دی جائے۔ ہزاروں نئے نئے قانون اور ان نئے نئے قوانین کے اعتبار سے نئی نئی سزائیں۔ خدا باوجود عالم و دانا ہونے کے ایسے قوانین کی ایجاد نہ کر سکا۔ ہمارے قوانین سازوں پر خدا اپنی رحمت نازل کرے۔ اس معاملہ میں اللہ میاں سے بھی (معاذ اللہ) کچھ بڑھ گئے۔ لاکھ لاکھ میاں سپاہی سے کہتا ہوں یار دو ایک روز ٹال لے جا تیرے اختیار میں ہے کہہ دینا کہیں باہر گئے ہوئے ہیں بھلے مانس ہم لوگ ہنسی دل لگی کے لوگ اودھ پنچ کے نامہ نگار ہیں۔ واللہ جو ہماری بات نہ مانی تو بچا سمجھ لو پنچ میں دل کھول کے تم سے عوض لوں گا۔ مگر وہ شیطان کس کی سنتا ہے۔ ایک نہیں ہزار نہیں۔ اس پر طرہ یہ کہ عید کا انعام بقرعید کا انعام شب برات کا انعام تو مانگتا تھا کہنے لگا "ہلتا پابی کی کھورا کی (خوراکی) تو دیو نہیں تو صاحب سے کہہ دینگے بس روپیا جرمانہ پڑ جائی۔"

تن بدن میں آگ لگ گئی جیسے گینڈا لال کپڑا دیکھ کے جھلاتا ہے جی میں آیا کہ جھپٹ کے ایک ٹکر رسید کروں سا ایک تو مردود ناحق کی بیگار میں پکڑنے آیا ہے دوسرے الٹا جرمانہ مانگتا ہے مگر "اپنا بنیا سودا کرے" باین شرط بندہ بھی راضی ہوگیا کہ اطلاعنامہ تعمیل نہ ہو سکتا گلنے کے لیے نہیں آتی مختصر یہ کہ اطلاعنامہ پر دستخط بھی لیے اور اس موذی کو لہو کر کھائی بھی دی۔

ہر پانچ منٹ میں ماہی یا بچے پھر کانٹی ڈیوڑھی تک جاتی ہیں۔ ہاتھ میں ایک رومال یا سرو سے ایک دست لیے واپس آتی ہیں۔ ہندو سے وجیٹیرین یعنی بھگت گھر میں اور مسلم قصاب میں کچھ یونہی سا فرق ہے۔ تین پہر کی دھنا اور گوشت کی بساہند۔ احباب کی خاطر داری میں تھے۔ باہر کے ایسے پھیرے میں پاؤں کی کچھڑ سر تک پہنچی۔ چار بجے کابوس مضمون نگاری نے آدبایا۔ قلم کا وصل دوات سے ہونے نہ پایا تھا کہ ہوا کے ساتھ بھبکا آیا اور رسید معا نتھنوں کی راہ سے دماغ کی محفل میں ڈٹ گیا۔ اوہو۔ اوہو۔ توبہ۔ توبہ۔ ارے ارے یہ کس چیز کی سڑاہند سے خدایا۔ آدمی سے پوچھا کمبخت تونے اوجھڑی تو نہیں سڑائی ہے۔ ارے بھئی تجھے گوشت نہ ملا ہو تو مانگ لے مگر اپنے خدا کو مان کے اوجھڑی نہ پکا۔ نوکر نے اوجھڑی جمع کرنے سے انکار کیا۔ بعد تحقیق و تفتیش معلوم ہوا کہ گلی میں محلہ والوں نے اوجھڑیاں پھینکی ہیں اور وہ پڑی سڑ رہی ہیں۔ کتوں بلیوں کتوں نے اس راز سربستہ کی پردہ دری کی ہے۔ گلیوں میں بی عید کے کان بجائے عطر کے غلیظ اچھل رہا ہے۔ رات نہایت خوشبودار گزری ؎

رات ہی بھر گو رہے لیکن گو نہیں ہم رہے

صبح کو گلی کے مہتر نے آفت اہل محلہ میں تخفیف کی مگر وائے قسمت بو پھر بھی کم نہ ہوئی۔ تو وجہ کیا؟ پڑوس میں خلافت کمیٹی کا دفتر ہے۔ حضرات مسلمین نے خیرات میں قربانی کی کھالیں بھیجی ہیں۔ مرطوب کھالیں نو نو بو پر تو اصحاب خلافت کا دفتر کاہے کو بیجا بنا ہے۔ واللہ اس متعفن خیرات نے ناک میں دم کر دیا۔ دم بدم عطر سونگھتے اور عنبر چاٹتے گزری۔ یہ خیرات دہندہ اگر کھال قصاب کے ہاتھ بیچ کے دام دفتر میں دیتے تو اچھا تھا اب اس حسن کا انتظار ہے جب تک رخصتی کھالوں کے ساتھ یہ بو نہ جائے اس وقت تک دماغ معطل قلم بار زنجیر روشنائی منجمد رہے گی۔ لہذا مضمون پھر کل پر اٹھا رہا۔

عذر نمبر ۱۰۔ لا ابھی کچھ لکھ ڈالیں۔ مگر کس موضوع پر؟ ابھی دنیا میں مضمون کی کمی ہے؟ بھلا شاہنشاہ انگلستان نے ہوٹل کی باتری صوبہ اودھ کے ساتھ کی ہے وہ کچھ کم ہے؟ مگر اس بحث پر مولانا پنچ خود ہی قلم گھس چکے ہیں۔ ان کی خمار افگان نگاہوں سے ایسے مضمون بچتے ہی نہیں۔ اچھا انھوں نے ایک مختصر نوٹ لکھا ہے تم بڑا سا لکھو تا لکھ ڈالو۔ اسے ہاں بات مزے کی ہے۔ صوبۂ اودھ کی عام رائے یہ تھی کہ ابھی کچھ دنوں سر ہارکورٹ بٹلر یہاں اور مزے اڑاتے مگر امپیریل گورنمنٹ نے تعین کر یہاں میں غلہ لگایا۔ اعیان و عمائد صوبہ مایوس ہیں مایوسی اور کوشش میں عداوت ہے۔ سپر ڈال ہو بیٹھے کے یہ معنی ہوں گے کہ گیا اور کر نہ جاتا۔ اک ذری ہمت کریں تو امپیریل گورنمنٹ غالباً اپنے حکم کو واپس لینے میں زیادہ اصرار نہ کرے گی۔ سچ پوچھو تو یہ درد سوائے بٹلر صاحب کے پہ واسطے خلافت کے دیکھتے) آج کسی صوبہ کے حاکم کو نصیب نہیں ہوا کہ بجائے درخواست تبدیلی کے اس کے پٹے کی مدت میں اضافہ کی خواہش کی جاتی۔ چڑیاں (لیڈر) لاکھ ٹرائیں برائیں تو کیا ہوتا ہے۔ ہر چند کہ صوبۂ اودھ اور بہار میں سوتا پا گھٹ گیا ہے۔ نیاز مندان خاص کہتے ہیں ؎

چون آب حیوۃ در سیاہی می باش
باخاک سر کوے تباہی می باش

یعنے با ما محزاہ فقیر ما را
ما کہ نۂ بہر کہ خواہی می باش

لیکن ہندوستان کی نشاط انگیز کہربا نے کشش دکھا ہی دی۔ اس بحث پر زیادہ عبارت آرائی نال کوا پر پڑا۔ باب کے واسطے دلچسپ نہیں یہ دوسرے یہ کہ اللہ چھوٹے چھوٹے مضامین کی پھلجڑیاں مولانا پنچ کے قلم سے اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ مجھے تو بھئی طولانی مضمون پسند ہیں کہ گھنٹہ آدھ گھنٹہ تک ناظر محظوظ ہو۔ چھوٹی چھوٹی مضمونتلیاں جتنی کہیے لکھ ڈالوں۔ ابھی ابھی جریدہ "حقیقت" کے ایک حقیقت شناس مضمون نگار کی طبیعت داری دیکھ کے جی خوش ہو گیا ارادہ تھا کہ اس موضوع پر کچھ لکھوں۔ آپ کو واللہ "امرت بازار پتر کا" نے وائسرائے کی مونچھوں کے متعلق ممبران کونسل کا فرضی مکالمہ لکھا تھا حضرت نے اس خواب کو بیداری اور فرض کو حقیقت خیال فرمایا۔

آپ فرماتے ہیں" انڈی پنڈنٹ اخبار مورخہ ۳ جولائی امرت بازار پتر کا سے نقل کرتا ہے کہ کونسل آف اسٹیٹ میں مسٹر لالو بھائی سامل داس و لجسلیٹو اسمبلی میں ڈاکٹر گور نے رزولیوشن پیش کیا کہ لارڈ ریڈنگ صاحب وائسرائے ہند مونچھ رکھیں اور بہت زور وشور سے اسپیچیں دی گئیں۔۔۔۔۔۔" گویا درحقیقت مونچھ اور داڑھی بازیچہ گاہ کونسل میں کھلونا تھی۔ رزولیوشن پیش ہوئے بال کی کھال نکالی گئی خوب خوب موشگافیاں ہوئیں۔ حالانکہ یہ بھی یاروں کی ایک دل لگی تھی کیسی مونچھ کیسی داڑھی۔ حضرت کونسل نہ ٹھہری نائی کی دوکان ہوئی ۱۹۱۷ء میں اودھ پنچ کے ایک مضمون نگار حکیم فضلۃ الحکما صاحب نے اپنی دواؤں کے ظریفانہ اشتہار شائع کیے تھے۔ مثلاً معجون معین الوارثین۔ یا خضاب لاجواب ایک اللہ کے نیک بندے نے ان اشتہارات کو صحیح سمجھ کے حکیم فضلۃ الحکما کے دواخانے کا پتہ دفتر اودھ پنچ سے دریافت کیا تھا۔ پرتاب گڑھ کے بابو صاحب (مضمون نگار حقیقت) اس مستفسر سے بھی حقیقت شناسی میں بال دو بال بڑھے چڑھے ہیں۔ مگر ایسے بے حقیقت مضامین پر خامہ فرسائی دل کو نہ بھائی۔ اس لیے کہ چینی کے بال کو استرے کی تاک نہیں ہوتی۔ اگر مونچھیں ہوئیں تو کیا نہ ہوئیں تو کیا۔

عذر نمبر ۱۱۔ اے لیجیے مونچھ منڈانے کا ذکر بھی عجب ساعت سے آیا۔ ہمارے حجام صاحب تشریف لے لئے ارادہ مضمون نویسی کی حجامت کو رہے استرے سے ہو گئی۔ اب خط بنواؤں یا مضمون کی اصلاح کروں۔ چوتھے روز حجامت بنوانے کا دورہ بھی اک بلائے جان ہے۔ خط نہ بنواؤں تو گالوں میں کھجلی ہوتی ہے کہ بھٹے کی گلی سے رگڑنے پر بھی تسکین نہیں ہوتی بعد از فراغ ریش تراشی دس بیس منٹ گال کی کلاہٹ مٹنے کے انتظار میں بسر ہوئے کہا مصنف کہ استرے نے مع مبالغہ اپنی رفتار میں دس بیس جگہ ٹھوکر لی ہے۔ کھونٹیاں سالم نہیں۔ بے قرار واقعی جھلاہٹ ہو رہی ہے لہذا خیالات کی پریشانی واجبی عذر ہے۔ گال سہلاؤں یا مضمون کی دُم تھاموں۔

پاکستان کی دیانت ہے کہ آپ مال غیر پر مفت تصرف فرمائیں یا کرد گناہ سے جیل بھجوائیں۔ یہ دام دنیا آپ نے سیکھا نہیں۔ ایک نسخۂ کتاب تو آپ کو پہلے ہی حاصل ہے خیر یا ر ہے وہ تو میراثی حق ہے اس کے بعد اگر مسلسل لاؤ لاؤ کی صدا آپ بلند کرتے رہیں تو کوئی پرسان حال نہیں۔ مالک پریس جھک مارے گا اور آپ کا حکم بجا لائے گا۔ ایسے صدہا نقائص اس ایکٹ میں ہیں اور دوسرے قوانین میں بھرے پڑے ہیں۔ نہ کوئی کونسل کا ممبر اس طرف متوجہ ہوتا ہے نہ حاکم۔ سزا دہی کا شوق پورا ہو رہا ہے۔ یہاں تک لکھنے کے بعد افسردگی طبیعت بڑھ گئی۔ ظاہر ہے کہ پنچ کے یہ مضمون کیونکر لکھتا۔ دل ہی ایک کوٹھری ہے خیالات کا دھواں جب اس میں گھٹتا ہے تو یہ کوٹھری تاریک ہو جاتی ہے۔ تاریکی سے روشنی کا کام کیونکر لوں۔ اللہ وہ دن لائے کہ ہمارے ملکی قوانین میں سچ بولنے والے کے واسطے کوئی گنجائش نکل آئے ورنہ بی سچائی ہمیشہ خانہ نشین مقنع بر انگندہ ہرقع پوشیدہ رہیں گی۔ المفلس فی امان اللہ۔ دھنڈھار مکان میں خالی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چور آیا عالیشان مکان دیکھ کے سمجھا کر یہاں سے رقم ملے گی۔ دروازہ کھلا پایا اندر آیا دیکھا ایک شخص فرش زمین پر آرام فرما رہے ہیں۔ کملی بچھائی کہ اندر سے اسباب لا کے باندھوں۔ چور گیا اندر۔ حضرت چپکے سے کملی پر لیٹ رہے۔ چور نے جب دیکھا کہ یہاں جھاڑی زمین ہے۔ کملی اٹھانے باہر آیا۔ کملی اٹھ چکی تھی۔ جیب کے باہر چلا۔ حضرت نے آواز دی "کھڑا تو رہ کہاں جاتا ہے؟" چور تھا حاضر جواب کہنے لگا "آپ کے پاس کچھ نہ تھا وہ حاضر کر دیا اب اوڑھنے کی فکر میں جاتا ہوں۔"

بندہ مضامین چرانے عالیشان مکان میں جاتا ہے اور مضطرب دل کے ہاتھوں کملی نذر کر کے چلا آتا ہے۔ آپ کو واللہ کملی بچھائی کہ سامان باندھوں گا زمانے نے کروٹ لی۔ جو کچھ مایۂ بضاعت تھی وہ بھی غائب غلہ۔ معاملہ پھر کسی اطمینان کے وقت پر اٹھا رہا۔

ایجانب
بھسلم
ملاسفر

پائنتی کی فکر کر رکھو

دارالسلطنت شاہی میں ایک حکیم صاحب کی طبابت مریض بچے تو کا تنفس سے زیادہ مسرعت چلتی تھی آدمی زیرک تھے ملنسار تھے ان کا قاعدہ تھا کہ اپنے مجربات اپنے قبضے میں رکھتے تھے۔ جہاں کہیں گئے چار دوائیں بازار سے ملنے والی لکھیں تو ایک آدھ مرکب بطور بدرقہ اپنا خانہ ساز بھی لکھ دیا۔ اگر کسی نے کہا کہ جناب حکیم صاحب ان گولیوں کا نسخہ عنایت ہو تو فوراً عذر کیا کہ حضرت یہ خاندانی امانت ہے قبر میں ساتھ جائے گی۔

حکیم صاحب کے پاس ایک آغا مرزا صاحب دواساز ملازم تھے۔ آغا مرزا تھے تو جاہل اور بیوقوف مگر مفردات کے پہچاننے کا ملکہ رکھتے تھے اور حکیم صاحب کے خاندانی اسرار نسخہ تیار کرتے کرتے انھیں خوب معلوم ہو گئے تھے۔ اتفاقاً حکیم صاحب اور آغا مرزا میں کچھ ناچاقی ہوئی۔ حکیم صاحب اس زعم میں کہ ہماری وجہ سے آغا مرزا کا پیٹ پلتا ہے۔ آغا مرزا اس ہوا میں کہ مجربات کا حامل یہ نمک خوار قدیم ہے۔ حکیم صاحب کی کل میرے ہاتھ ہے۔ بات اس قدر بڑھی کہ آغا مرزا کو نفس اٹھانے والے کہاروں سے شکایت کرنا پڑی۔

آغا مرزا۔ دیکھا: حکیم صاحب کی زیادتیوں کو واللہ بہت طرح دیتا ہوں نہیں تو ابھی میاں کی قلعی کھول کے رکھ دوں۔ ادھی کی دوا کے عوض اشرفیاں لینا بھول جائیں۔

رمضانوا کہار۔ ہاں ہو مرجا صاحب تم کا حکیم صاحب سے کچھ کم ہو۔ ہمار ان دوائی جانت ہو۔ انھیں گو ئیں گاؤں نکل جاؤ تو گنوار جانیں پرمیشر آئے گئے۔

آغا مرزا: واللہ کوئی ساتھ دینے والا نہیں ہے نہیں تو ابھی حکیم بن کے دکھا دیتا معلوم ہو جاتی ساری قدر و عافیت۔ بھئی ایک بات کہتا ہوں اپنے ہی تک رکھنا آؤ ہم تم مل کے حکمت کریں۔ تم نفس اٹھانا ہم دوا دیں گے۔ نفع میں آدھم آدھا۔ اور یہ نہ جاننا کہ میری چلے گی نہیں قسم قرآن کی حکیم صاحب کی سب دوائیں مجھے معلوم ہیں وہ جلاب کی گولیاں جس کے دام حکیم صاحب ایک اشرفی لیتے ہیں گدھے کی لید میں پکا ہوا جمالگوٹہ ہے اللہ اللہ خیر صلاح کہو راضی ہو؟"

رمضانوا "ارے ہم پنچ کا تو پیٹ بھرے کا بھی تمہار ڈیمری سے سیر کھانا آتا ل جاتی تھا رکھ جیت خدمت کری"

آغا مرزا "اچھا تو یہی بات۔ آج سے تم ہمارے نوکر ہو۔ کل تم نفس لے کے ناکے باہر ٹھہرنا میں دوا کا صندوقچہ لے کے آؤں گا۔ بس گاؤں گاؤں پھریں گے جو کہیں کام بن پڑا تو پو بارہ نہیں تو آگے کا راستہ لیں گے بازار مصطفے خریدار خدا۔ آخر حکیم صاحب بھی کوئی میخ تو گاڑھا رتے نہیں یہی گھانس پھونس خاک بلا الم غلم کھلاتے پلاتے ہیں بیمار کا اچھا ہونا یا نہ ہونا مقدر کے ہاتھ ہے۔ وہی مثل ہے کوسا بیچے اسیسی مرے۔ غریب غربا لوٹ پیٹ کے اچھے ہو جاتے ہیں اور امیروں کے یہاں سیکڑوں روپیہ حکیموں اور بیدوں کے کھٹے لگتا ہے۔ جن کے لاڈ گھمیرے اُن کو دکھ بہترے۔"

غرض معاملت طے ہو گئی جب شفا حب مسہل سفوف بواسیر نمک قبض کشا۔ جوارش ہاضم طلائے جالمیسا انڈا العرق سپتان العرق جبار شنبہ معجون کبری اطریفل شیرازی۔ یہ وہ خاک دھول بکائن کے پھول ہمارے حکیم آغا مرزا نے ایک بورے میں بھرے اور شب بھر تو غرق میں حکمت آنی کے خواب دیکھا کیے جب سودائے شب نے مفرح آفتاب سے شکست کھائی آغا مرزا نے گٹھری پشت پر کٹھائی ناکے پر دم لیا۔ کہار موجود تھے میانہ بھی حاضر تھا بسم اللہ الرحمن الرحیم تم گنجے ہم حکیم۔ کہاروں نے بول ہلا۔ بھر آب ہے۔ جالی ہے ٹھوکر ہے۔ جھنگا ہے سیدھے ہیں۔ جلا بہادر کا رجز پڑھنا شروع کیا اور حکیم آغا مرزا صاحب کی سواری روانہ ہوئی۔ چلتے چلتے شام ہو گئی سامنے ایک اونچے زمیندار کا ٹیلہ کا تھا ٹھاکر ٹھنگ دھڑنگ برونٹے میں تخت پر بیٹھے تھے پیچھے ایک کہار انگوچھا ہلا رہا تھا۔ میانہ جو دیکھا تو پاسی کو حکم دیا دیکھو کون جات ہے؟ معلوم ہوا ایک حکیم صاحب ہیں لکھنؤ میں

شرح۔ چھینک کی آواز بہت تیز ہوتی ہے اور ایک میل کے فاصلے سے بآسانی سنائی دیتی ہے۔ اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ سانس کی نالیوں میں بلغم پھنس جاتا ہے۔ اس لیے یہ دوا اس مناسبت سے بالکل ٹھیک ہے۔

نمبر (۳) بھنگرہ جلا کر زخم میں بھریں دس روز میں زخم مندمل ہو جائے گا۔

شرح۔ یہ جانور سوچنے کا مالوس رکھتا ہے۔ دراصل زخم کی چیچہ کی مرہم نہیں، بلکہ ہم تو بک بک کرنے والے معشوق کے زخم دیکھنے کے لیے یہی دوا تجویز کرتے ہیں، چند روز میں یہ حال ہو جائے تو جانا زمرے ۔

لب دلکشی جہاں تبسم کہ کرو

دہاں بھی جو غنچے بود بہ خند

بلکہ بعض اوقات خود اسے جسم جتنی ہے اور سیکڑوں سا اولاد مختلف میں نسواری کا موجب ہوتی ہے۔ اس کو سب نسوں سے بند کیے جا سکتے ہیں۔ پھر مریض ضرور دلی ہو جائے گا۔

نمبر (۴) گدھے کا تازہ خون آنکھوں میں لگانے سے شب کوری دفع ہو جاتی ہے۔

شرح۔ بشرطیکہ مریض عقل کا اندھا ہو۔

نمبر (۵) گدھے کی سُم کی وصلی سے مستقل حل ہو جاتا ہے۔

شرح۔ سنا عین کا تعلق اصل تا بیٹ ہے اور یہ چیز خطرناک ضرور ہے۔ اچھے بھلے آدمی کو لوگ کرا دیتی ہے۔ بھلا چند ماہ کا بچہ اس سخت دھونی کی چوٹ کیونکر سہہ سکتا ہے۔

نمبر (۶) برگ درخت ہلیلہ اونٹ کے پیشاب میں گھس کر خنازیر پر لگانا نہایت مفید ہے۔

شرح۔ خنازیر یعنی کنٹھ مالا گردن کا مرض ہے۔ حضرت شتر نے وہ صراحی دار گردن پائی ہے کہ انسان کو میسر نہیں اور اگر میسر بھی ہو اور وہ کاظمین سے پکڑ کے لائے بھی جائیں تب بھی بغیر شیخ کی مار کے متوہم کے نہیں لہٰذا اس کشیدہ گردن جانور سے یہ ممکن الوقوع فائدہ ضرور حاصل ہو سکتا ہے بشرطیکہ گلے میں تربوز پھنسا ہوا ہو خنازیر تو دفع ہو جائیں گے تجھڑیاں نکل آئیں گی۔

نمبر (۷) شیر کی کھال پر بیٹھنا بواسیر کو مفید ہے۔

شرح۔ سلاریب بہت چنگھاڑنے اور ڈکارنے والے کی کھال پر بیٹھتے ہی سلامی کی توپیں شروع ہو جائیں گی۔

نمبر (۸) پیشاب بند ہو تو بھینس کے کان کا میل ناف پر لگائیں۔

شرح۔ تبھی دھاریں جاری ہو جائیں گی۔

نمبر (۹) درد نیم سر کو نافع سنگھیوں دو [illegible] (کالی مرچ) کا برادہ سیاہ مرچ میں ملا کر جانب مخالف استعمال کریں۔

شرح۔ یہ دوا مرچ البرانہ کے نام سے موسوم ہے۔ کبھی کبھی صد شفیق کی شکایت نہیں ہوتی ورنہ دنیا سے گمستان میں کوئی دار الشفا علاج درد نیم سر کرتی ہے۔ سر بھنانا ہے اور کھی بھنبھناتی ہے مشتق اور مشتق منہ میں کوئی زیادہ فرق نہیں۔

نمبر (۱۰) گیدڑ کے پتے (مرارۂ شغال) میں مرچ سیاہ دگرم مسالہ ڈال کر خشک کریں مرگی کے دورے کے وقت ناک میں ٹپکائیں۔

شرح۔ مصروع صاحب کی گیدڑ بھبکیاں جاتی رہیں گی۔

نمبر (۱۱) ساٹھ عدد مکھی کے سر پانی میں پیس کر لڑکوں کی ناک میں ٹپکا دیں تو ام الصبیان کو نافع ہے۔

شرح۔ ایک نہیں دو نہیں جب ساٹھ سر ناک کے ذریعہ دماغ میں جائیں گے تو ظاہر ہے کہ دماغی مرض کو کہاں تک دفع نہ کریں گے یعنی ایک بچہ کا دماغ مساوی ہے ساٹھ عدد بوڑھی مکھیوں کے سر کے۔

نمبر (۱۲) اگر مار کا نڈا جس کو آک کا طوطا کہتے ہیں آلائش سے پاک کر کے ہموزن سیاہ مرچ پیس کر مرگی والے کو نسوار کے طور پر استعمال کرائیں تو تھوڑے دنوں میں آرام ہو گا۔

شرح۔ مار مشتق ہے دور سے اور سر کو دوران صرع میں ضرور ہوتا ہے سیاہ مرچ بھی مُدَوّر ہے ٹھیک اور بہت ٹھیک۔

نمبر (۱۳) سوتے ہوئے آدمی کے سینے پر اگر اُلو کا دل رکھ دینگے تو شخص خوابیدہ اپنے دل کا سب بھید کہہ دے گا۔

شرح۔ بہت کام کی چیز ہے۔ سی آئی ڈی کا محکمہ بیکار تفتیش مخفی میں جا لگا ہی کرتا رہتا ہے۔ اُلو ملا کرے سب کام آسان ہو جائے گا۔ گرفتار شدہ باطنیوں کو سونا نہ چاہیے۔ ورنہ مراد کی بستی میں (سینہ) اُلو بولنے لگیں گے ۔

چند لوٹے ہوئے بیگناہ [illegible]

ڈاکٹر ان ادھ حیدن کو کبھی کار اسفل [illegible] کی پرسش الجبرت تجارت ہو جانکی [illegible] بعض مرض الو جانے کی [illegible] کر کبھی اس تجربہ کو قسمت سے فضل میں [illegible] خرابی ہو۔ بیچارے الوؤں کی جان پر بن جائے اگر ایسا ہی ہوا اور نہ قوم کی [illegible] حضرت شیخ کی خدمت میں پہنچی یا آل [illegible] نے مطالبۂ خون ناحق کیا تو کیا ہو گا؟

دیکھیے یہ الو کی طرح بات بھی بن سکتی ہے کہ ہر بیگناہ کی قربانی پر آمادہ رہو ایک دل سے سیکڑوں بچے پیدا ہو جائیں گے نسل باقی رہے گی نئے میں ترقی ہوگی لہٰذا ڈارون صاحب کی کتاب میں ایک نظریہ اور بھی ثبوت زیادہ ہو جائے گا کہ آدمی ترقی کرتے کرتے الو بھی ہو سکتا ہے۔

نمبر (۱۴) ...... سے تر شدہ کپڑے کی بتی کو ہموزن گڑ ملا کر گولی برابر بیر صبح کو دیں آتشک کو مفید ہے۔

شرح۔ اطبا کہتے ہیں یہ چیز جنین کی غذا ہے جب قبل پیدائش غذا رہی تھا تو اب اسکے استعمال میں کچھ مجبور کی ضرورت نہیں۔ ایک لقمہ پھر سہی۔ جب تاجرانہ ملت کا احساس نہ ہو اسوقت تک یہ آسانی دستیاب ہو سکتی ہے۔ دوا نادر الوجود بھی نہیں ہر ملک میں پیدا ہوتی ہے اور ہر مہینہ پیدا ہوتی ہے مگر ملیدہ دوا ہے۔ گلی گلی گھر کر تو نقصان پہونچے گا لیکن آتشک والے گودڑ کا لال ہو جائیں گے۔ گڑ ملانے سے مزا بھی درست اور خون صالح کی تولید بھی یقینی ہے۔

ایھا الناظرون اس کتاب میں ایسے نسخے اور بھی ہیں اگر دیا بتیجی کے یہ نونے امید ہے کہ ہزار دو سال کے بعد اس مفقود طرز علاج کو پھر موجود کر دینگے۔ ہمیں حیرت ہے کہ مصنف نے یہ مخفی خزانہ کہاں سے پایا اور بغیر تجربہ کے [illegible] کیونکر پیدا ہوا کہ یہاں سرہانے [illegible] ہے۔ وہ زمانہ نہیں رہا جب لوگ کبھی نسوار [illegible] سمجھتے تھے ہم تو یہ بھی [illegible] ترکیب حاصل ہوئے ہیں بنتا نہیں ہا تجربہ کرنے والے کے اختیار میں ہے۔ ارلان [illegible] لفظ نکیرہ کتب [illegible] مفروضات کو ٹ جہاں کے عرض [illegible] [illegible] ضمان لکھا

منطقی جورو کی مزیدار شکایت

بی بی:- اے آخر تم جب سے آئے ہو اداس کیوں ہو- واہ- یہ اچھی ترکیب ہے- باہر رہیں گے تو ہنستے بھی ہیں- بولتے بھی- گھر میں قدم رکھا اور ذہن گند ہوگیا- گویا تمھارے بیٹھے ہیں- جو کو میری پیشانی پر مرثیہ تو لکھا نہیں ہے کہ پڑھا اور لگے بسورنے- نہ تم بچہ ہونہ میں بچا ہوں کہ دیکھتے ہی سہم جانے ہو دنیا کا قاعدہ ہے کہ مرد جب گھر میں آتا ہے تو ہنسی خوشی سے جورو بچوں سے ملتا جلتا ہے- ایسے تو ایک تم ہی اس محلہ میں نظر آتے ہو کہ باہر فرشتہ اور گھر آتے ہی دشمن (خدا نخواستہ) بھوت ہو گئے-"

میاں:- کیا فضول بک بک لگائی ہے تم کو کچھ معلوم بھی ہے دنیا میں کیا ہو رہا ہے؟"

بی بی:- تو یہ کہو- شہر کے اندیشہ سے دُبلے ہو رہے ہو- آخر کچھ میں بھی تو سنوں کیا ہو رہا ہے-؟"

میاں:- تم بیچاری ان باتوں کو کیا سمجھو گی-"

بی بی:- اے ہاں ایک اللہ نے سمجھدار تمھیں کو پیدا کیا ہے-"

میاں:- تو اسمیں بھی کچھ آپ کو شک ہے نہیں سمجھدار؟"

بی بی:- اے کیوں نہیں- دیکھو کہیں نظر نہ لگ جائے-"

میاں:- واقعی عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں-"

بی بی:- اوئی اچھا جی- اسی سے نماز روزہ حج زکوٰۃ عورتوں پر واجب نہیں ہے-"

میاں:- ہائیں ہائیں یہ کیا کہتی ہو-"

بی بی:- تو کیا واجب ہے؟"

میاں:- ہاں ہاں واجب ہے اور بیشک واجب ہے-"

بی بی:- اچھا میری سندر بکری اپر بھی واجب ہے-"

میاں:- وہ تو جانور ہے-"

بی بی:- مگر بے عقل ہے-"

میاں:- تمھاری کٹ حجتی نے تو ناک میں دم کر دیا ہے-"

بی بی:- تو پھر آخر کیوں نہیں بتاتے کہ تم کیوں چپ ہو- ہم عورت ہیں تو کیا اتنے نا سمجھ ہیں کہ اچھائی برائی کسی بات کی جان نہیں سکتے-"

میاں:- ایک بات ہو تو کہوں- بیسیوں باتیں ہیں-"

بی بی:- تم دو چار ہی کہہ ڈالو کسی طرح تو جی کا بخار نکلے دشمنوں کا دم گھٹا جاتا ہوگا-"

میاں:- اچھا لو سنو- ایک کرسٹانوں کا اخبار ہے انڈین ڈیلی نیوز اُسنے ہمارے پیمبر کی شان میں ایک گستاخانہ کلمہ لکھا تھا اسپر ہر ایک مسلمان کا دل دُکھا- جب اسکا چرچا زیادہ ہوا تو اُسنے کہا کہ میں نے کسی بُری نیت سے نہیں لکھا تھا- اور لکھا بھی تو کسی دوسرے کاغذ سے نقل کر کے لکھا- اسپر ہمارے ایک لیڈر ہیں مولوی فضل حق-"

بی بی:- لیڈر کیا؟"

میاں:- لیڈر بھی ایک چیز ہوتے ہیں- سرغنہ سرگروہ-"

بی بی:- موئی نگوڑی یہ بھی کوئی لفظ ہے لیڈر- اچھا پھر کیا ہوا؟"

میاں:- بس مولوی فضل حق نے کونسل میں سرکار کو متوجہ کرنے کے لیے اس بیہودگی کے متعلق سوال کیا مسٹر کرنے گورنمنٹ کی طرف سے وہی جواب دیا جو اُس اخبار کے اڈیٹر نے دیا تھا-"

بی بی:- پھر اب اس کا کیا علاج ہے-؟"

میاں:- سوائے خاموشی اور صبر کے اسکا کیا علاج ہے-"

بی بی:- نالش کیوں نہیں کرتے-"

میاں:- قانون کی حد میں یہ معاملہ نہیں آتا-"

بی بی:- تو سرکار اسمیں دخل کیونکر دے سکتی ہے-"

میاں:- بہت سے معاملے ہیں جو قانون کی حد میں نہیں آتے مگر سرکار اسمیں دخل دیتی ہے- بیسیوں اخبار بغیر وجہ بتلائے ہوئے بند کروا دیے ضمانتیں مانگی گئیں-"

بی بی:- تو اسمیں سرکار کی کوئی غرض ہوگی-"

میاں:- اسمیں بھی غرض ہے اور بڑی غرض ہے آخر ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد بہت ہے اُن کی خاطر داری کرنی چاہیے تھی- یا نہیں-

بی بی:- ہاں یہ بات تو ضرور ہے خاطر داری ضرور چاہیے تھی مگر میں سمجھتی ہوں کہ اس گستاخی کا جواب شور و غل نہیں تھا-"

میاں:- پھر اور کیا جواب تھا-"

بی بی:- صبر- دیکھو تم پر ہماری خاطر داری فرض ہے مگر جب دل دُکھاتے ہو تو صبر کرتے ہیں یا نہیں- جہاں کہیں بس نہ چلے وہاں صبر کرنا چاہیے چپ کی داد غیب سے ملتی ہے- اُسکا مُردار کا نام لو... وہی تمھاری بی تاجو باورچی خانہ کی چھپکلی- جب تک وہ مالزادی تمھارے پاس رہی ہم صبر سے بیٹھے رہے آخر خدا نے چپ کی داد دی- نگوڑی کے پاؤں نکلی اب اسپتال میں نیم کی ٹہنی ہلا رہی ہے- کہ نہیں- بس اسیطرح اگر مسلمان اپنے آپس کے وکیلوں کو مقدمہ دکھاتے ان سے مشورہ لیتے تو معلوم ہو جاتا کہ اسکا انتقام اپنے اختیار میں نہیں ہے- یہ معاملہ خدا کے یہاں طے ہوگا- بات ضائع نہ ہوتی دشمن خوش نہ ہوتے- وہ اخبار والا مونچھوں پر تاؤ دے رہا- عیسائیوں کا کام ہی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بُرا بھلا کہیں یہ کوئی نئی بات تھوڑی ہے- بات کا بتنگڑ بنانے سے کیا نفع ہوا سوائے اسکے کہ اڑی اڑی طاق ملی- میں دیکھتی ہوں کہ لیڈروں کی قوم بھی بعض وقت حماقت کے کام کرتی ہے- بھلا کہو اس معاملہ کو سرکار میں پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی جب یہ معلوم تھا کہ قانون کی حد میں یہ معاملہ نہیں آتا اور کھلا ہوا عذر موجود ہے- دو ہرو بیتی لوگوں کے سامنے پھر بھی کھویا اور پھر حاصل اِلّا الذی اوّل الذی

میاں:- اجی ایک یہی بات تھوڑی ہے- شاہجہانپور میں ایک صاحب ہما قد مسجد کے اندر بوٹ پہنے چلے گئے لوگوں نے روکا تو کہنے لگے یہ چار او فٹ ہے-"

بی بی:- بھلا انکے کہنے سے مسجد دفتر ہو گئی؟"

میاں:- اجی دفتر کیونکر ہو سکتی ہے بڑے بڑے مینار بنے ہیں گنبد بنا ہوا ہے-

بی بی:- تو صاحب نشہ میں ہونگے-

میاں:- یہ بھی نہ تھا- اچھے خاصے تھے-"

بی بی:- تو کچھ آنکھوں میں فتور ہوگا-"

میاں:- یہ بھی نہیں- ٹھیا سے ہیں- اُنت کو مچھر کی ٹانگ پکڑ سکتے ہیں-"

بی بی:- تو پھر کیا باعث ہوا؟"

میاں:- زبردستی- دھینگا دھینگی-"

بی بی:- یہ بات نہیں ہے صاحب ہونگے جوتوں کے پابند اُنکے یہاں گرجہ میں سب جوتا پہن کے جاتے ہیں اُنکے نزدیک ایسی جگہوں میں جوتا پہن کے جانا معیوب نہیں ہے-

مسلمانوں کو چاہیے تھا کہ اپنی عبادت گاہوں میں سوائے
مسلمان کے اور کسی کو جانے نہ دیتے اگر پہلے ہی سے غدر
کا یہ جھگڑا اٹھ گیا ہوتا تو دوسرے بھی جرأت نہ کرتے اور جب
جانے دیا تو بغیر بوٹ پہنے ہوئے گئے تو کیا اور بوٹ پہنے
چلے گئے تو کیا۔ بوٹ اتار لینے سے کوئی عیسائی مسلمان
تو نہیں ہو جاتا بلکہ اور پاؤں کا پسینہ لگتا ہے
اور فرش گندہ ہوتا ہے۔ خیر کچھ بھی سہی جب نہیں تو اب بھی
ہاتھی کے برابر حرفوں کی تختی لکھ کے لگا دیں کہ سوائے
مسلمان کے اسکے اندر دوسروں کو جانے کی ممانعت
ہے تاکہ دوسروں کو مینار اور گنبد سوجھائی دے۔
اور وہ جانے سے باز رہیں۔ دیکھو یہ دونوں باتیں
غل غپاڑے کے قابل نہیں تھیں۔ تم نے خوار رچا یا
کہ میرے گھر میں اس مردار کو لاؤ میں نے پہلے ہی
سے روک دیا پھر مجال نہ ہوئی کہ ادھر کا رُخ
کرتی۔ اور جو کہیں خوشامد میں آکے تمہاری بات
مان لیتی تو ایک مرتبہ میری اجازت سے آتی
دوبارہ اپنی خوشی سے آکے میرا پیچھا پکڑ لیتی۔ اچھا
یہ دو باتیں ہوئیں تیسری بات کیا ہے؟ جس پر
آپ کو پھولا لگتا ہے۔ لگے ہاتھوں وہ بھی کہہ ڈالیے۔

میاں: ہائے ہائے وہ بڑی تکلیف دہ بات ہے۔

بی بی: اے ہے کچھ کہو تو سہی کوئی تمہاری آشنا
تھی مر گئی یا خدا نہ کرے کوئی مقدمہ ہار گئے؟

میاں: تم تو دل لگی پر بات اڑاتی ہو اور میرا دل لوٹا جاتا ہے؟

بی بی: میں تمہاری حرکتوں سے خوب واقف ہوں
وہ بھی کوئی شہر کے اندیشہ والی بات ہوگی۔

میاں: ہے تو یہی۔ مگر نہایت ضروری بات ہے۔

بی بی: اللہ تمہارے حواسوں کی خیر رکھے۔ مجھے تو
معلوم ہوتا ہے دشمنوں کا خطرہ ٹل جائے گا۔

میاں: تم کیا جانو تم نے وہ دل ہی نہیں پایا ہے
تمہارے نزدیک تو سب سے بڑی مصیبت ایک بچہ
کا پیدا ہو جانا ہے اور بس۔ چاہے دنیا مٹے یا رہے
تمہیں کیا خبر ہے کہ کانگریس کا کیا حشر ہوا؟

بی بی: کانگریس کیا چیز ہے؟

میاں: ایک قومی مجلس ہے۔

بی بی: ہم مجلس کی بھی کوئی قوم ہوتی ہے؟

میاں: پھر وہی دل لگی بازی۔ مجھ کو جلسہ بھی کہتی ہیں

بی بی: تو کیا وہ اجڑ گئی؟

میاں: اجڑنے سے بدتر۔ اسمیں اتفاق نہ رہا۔ [illegible]
بنرجی۔ اور مہتا منی وغیرہ اپنی ڈھائی چاول الگ
گلانا چاہتے ہیں مسز اینی بسنٹ اور دوسرے لوگ
اپنی مسجد الگ بناتے ہیں۔

بی بی: تو اس میں کیا خرابی ہے۔ ایک گھر کے
دو گھر ہو جائیں گے؟

میاں: بس اسی سے تو کہتے ہیں کہ عورت کی
کھوپڑی اوندھی ہوتی ہے۔

بی بی: واہ میں یہ سارا قصہ جانتی ہوں بھیا سے سن چکی ہوں
تم جو فکر میں ہر وقت رہتے تھے تو مجھے بھی تو ہی رہتی
تھی کہ آخر کیا فکر ہے کہیں کوئی نئی لگن تو نہیں لگی جاتی۔ بھیا
مجھے بتا چکے ہیں کہ یہ نئے لاٹ جو آئے ہیں بھلا سا نام ہے
انھوں نے ایک کاغذ نکالا ہے اُسمیں کچھ اینڈی بینڈی
بے اُٹکل باتیں لکھی ہوئی ہیں۔ کچھ ہندوستانی ان باتوں
کو منظور کرتے ہیں اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ اسکے ماننے میں
سراسر نقصان ہے۔ اسی کی فکر حضور کو بھی ہے ہر وقت
اسی اُدھیڑ بن میں رہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ سارے
ہندوستانیوں کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے لیے قانون
بنائیں قاعدہ مقرر کریں مگر بڑے لاٹ کو اختیار ہوگا
کہ جس بات کو نامناسب سمجھے پھٹ سے اپنی کونسل
میں نامنظور کر دے۔ میں کہتی ہوں کہ جب سرکار کو اختیار
ہے کہ جو چاہے کرے تو یہ سارا طومار بیکار ہے گویا
ہندوستانیوں کا گلا جو گھٹنے کی طرح بند ہو گیا تھا
اُسکو اس کاغذ کی پھریری سے کھول دیا ہے۔ اس کاغذ
میں بعض باتیں اچھی بھی ہیں مگر وہی اچھی ہیں جس میں
ہندوستانی ہاتھ پاؤں ہلا سکتے ہیں۔ اور وہی بدرنگی
بھی۔ یہ پھوٹ تھوڑے دنوں کی ہے اور اس سے
کچھ نقصان نہیں ہوگا تم اپنا دل ناحق کڑھاتے ہو۔ اگر
بہت دل کڑھتا ہے تو اسی جلسہ ہوں میں کسی طرح تم
بھی شریک ہو جاؤ گھر میں روتی صورت بنا کے
بیٹھنے سے کیا فائدہ ہے۔

راقمہ
منظور آرا بیگم

نئے قانون کی ضرورت

وضع کے پابند ہم دیوانگی حد سے بنے
پھر گلا یا جائے گریباں قیس کی تدبیر کا

دنیا پلٹے کھا رہی ہے تو قوانین کو دنیا کی رفتار کے
مطابق رکھنا مضر ہے۔ نیچر کے قوانین جیسے قدیم ازمنہ کے
معتقدات قائم تھے کیا سے کیا ہو گئے جب یہ مسلمات
بھی اتنے مضبوط نہیں ہیں کہ انکی وضع یا الفاظ جوں کے
جوں کی توں رہے۔ کل جو کچھ نیوٹن اور اسپنسر کے
نظریات تھے آج وہمیات سے زیادہ وقیع نہیں رہے
مذہب جیسی تبدل کی ضرورت نہ ہونی چاہیے تھی حضرت
انسان کی تغیر پسندی کی بدولت ہمیشہ بدلتا رہا اصل
بانی مذہب کا منشا کچھ اور تھا اور پیرووں نے کچھ اور ہی
معنے لگائے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ پرانے معائب بجائے
خود باقی رہتے۔ اخلاق جلالی مطبوعہ اودھ پنچ ۱۹۱۶ء
میں بعض معائب مثل بخل کذب جُبن (نامردی) کا
کارآمد ہونا دکھایا جا چکا ہے۔ اب ضرورت ہے کہ
شراب خوری۔ زنا۔ بے عصمتی۔ چوری۔ مال مردم خوری
احسان فراموشی۔ قتل ظلم وغیرہ کی ضرورت بھی بیان
کر دی جائے۔ پھر ہر ایک کے عقلاً جائز اور معمول بہا ثابت
کر دینا ہمارا کام ہے۔ ماننا نہ ماننا یا اُس پر عمل کرنا دنیا کا
کام ہے۔ مذہب سے کپڑا اور کپڑے سے تقلی بنتی ہے مگر ہر
ایک کی شکل میں اختلاف بین ہے اگر کپڑے کے سامنے
اِنکار کر کے کہا جائے کہ تیری اصلیت یہی کُند ہے ورنہ
تو وہ مشکل سے تسلیم کرے گا۔ پھر تقلی غائب کرا کر اُس کی اصل آئینہ
میں دکھا کے کہا جائے کہ تم پہلے ایک بدصورت کوڑھا تھا
کیڑا تھیں تو وہ پر پھڑپھڑا کے جواب دیگی یہ لچر۔ مرگ ہو
میرے دشمنوں کی نسل ہو۔ اسی طرح صدق کی صفت میں
جو صوری و معنوی تغیرات ہوتے رہے ہیں اگر انکا تقابل
فرداً فرداً کیا جائے۔ تو سیاہی اور سفیدی کا فرق دکھائی
دے گا ہندسہ قبل مسیح میں ایک شخص نے سال بھر
وعدہ پر ستر من غلہ کسی سے لیا تھا قرضخواہ نے
سر موعود وقت پر غلہ نہیں لیا نہ تلاش سے اُسکا پتا نشان
معلوم ہوا مقروض نے اُس غلہ کو بصیغہ امانت ایک
اُفتادہ زمین میں چھڑکا دیا تین برس کے بعد اسکا حاصل

سبق کیوں پڑھتے۔ مار کیوں کھاتے۔ ماں باپ کی قید سے چھوٹے تو مولوی کی جگہ بند شرع چھوٹی آزادی۔ اگر مجبوریوں کے تسلسل کو آزادی کہتے ہیں تو بیشک میں آزاد ہوں۔ میرے ماں باپ بھی آزاد تھے۔ بلکہ میرے باوا آدم بھی آزاد تھے پڑھنے لکھنے کے بعد نوکری کی تلاش میں پھرنا آزادی کے ہم معنی ہے تو بیشک میں آزاد ہوں نوکری میسر ہو کے ڈیوڑھی یا دیا سلائی پر آگ کے جلائی انگریزوں نے بنائی ہندوستانیوں نے جلائی صراحی دار ہوتی۔ بند سے ولایتی آئینہ کنگھی صابون خوشبودار کی صدا لگاتے پھرنا آزادی ہے تو بیشک میں آزاد ہوں ہل چلا کے خشک زمین کا جوتنا بیلوں کی دم مروڑ کے بائیں بائیں کرنا آزادی ہے تو بیشک میں آزاد ہوں یا جند عرص دراز ہو کے نیمہ جامہ خلعت عروسی زیب جسم کرنا ہچکی کر کے رومال منہ پر رکھنا لمبی لمبی لڑیوں کا سہرا لٹکانا اپنا بوجھ دوسرے کے بازو پر ڈال کے چلنا۔ جنازہ رواں یعنی فنیس پر چڑھنا بیٹھے جی چار کے کندھوں پر لدنا اگر شان آزادی ہے تو بیشک میں آزاد ہوں۔ دولھن کے لیے سسرال والوں کی خوشامد کرنا نبات چننا۔ بیڑے کھولنا۔ ڈولے کسنا۔ اگر آزادی میں داخل ہے تو بیشک میں آزاد ہوں۔ دولھن بیگم کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کہنا کھولو بی بی آنکھیں میں تمہارا غلام ہوں اگر آزادی کی علامت ہے تو بیشک میں آزاد ہوں۔ دولھن بیاہ کے لانا اسکی تابعداری کرنا اسکے ناز اٹھانا اسکے غمزے سہنا اگر آزادی کی دلیل ہے تو بیشک میں آزاد ہوں۔ بچہ والوں کی وجہ گرمی محبت کے دام میں گرفتاری ننھے ننھے ہاتھوں کی مار کھانی پیاری پیاری انگلیوں سے داڑھی نچوانی اگر آزادی ہے تو بیشک میں آزاد ہوں۔ دنیا کے جنجال میں پھنسنا بیماریوں کی قید میں رہنا صاحب فراش ہونا کڑوی کڑوی دوائیں پینا اگر آزادی ہے تو بیشک میں آزاد ہوں۔ تو پھر جب ملک الموت کا سامنا ہو قبض روح کا وقت آئے آنکھیں بند ہو جائیں روح کا جسم سے افتراق ہو قبر کے تختے میں جسم کے میاں سکھونی جی کھچو چرتے نظر آئیں پھر تو آزادی ہی آزادی ہے ایک شاعر کہتا ہے ؎

حسد تہمت آزادی مردم بگداخت
کیں مرد نیست کہ بر تہمت آں ہم حسد ست

دوسرا شاعر کہتا ہے ؎

لائی حیات آئے قضا لے چلی چلے
اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے

تیسرا شاعر کہتا ہے ؎

ہم بھی ہیں مختار لیکن اسقدر ہے اختیار
جب ہوئے مجبور قسمت کو برا کہنے لگے

چوتھا شاعر کہتا ہے ؎

ناحق ہم مجبوروں پر یہ تہمت ہے مختاری کی
چاہتے ہیں سو آپ کریں ہیں ہم کو عبث بدنام کیا

ان شعرا کو تمہیں اختیار ہے چاہے فلسفہ صاحبان مذہب جبر کہو چاہے سوفسطائی قرار دو مگر کہنے تو ہیں جس چیز کا نام آزادی رکھا ہے وہ فی الحقیقت دسترس کا مرادف ہے اسی دسترس کو جو شخص زیادہ پاتا ہے وہی بڑا آزاد کہلاتا ہے۔ نہ اپنی پیدائش پر اختیار ہے نہ اپنے مرنے پر خصوصاً ہندوستان کی تو ہر چیز بخت و اتفاق سے تعلق رکھتی ہے آزادی سے اس ملک کو ایسی اجنبیت ہے جیسے کسی کافر کو خدا سے۔ اگر کسی بے وقوف کی شامت آنے والی ہوتی ہے تو وہ آزادی کی لفظ زبان سے نکالتا ہے۔ اور پھر ؎

پا بدست دگرے دست بدست دگرے

والا مضمون ہوتا ہے الغرض نہ تو ہم آزاد پابند ہما نہ آزاد ؎

ہیچ خجا کار پائے بند غم کرد
کیست کہ رحمت کند بحال گرفتار

راقم ——— زبان فطرت ادبار

مُخزن یا مخزن کا مغز

حضرت مخ کی خدمت میں ابلہ فالسا کی تسلیم قبول ہو۔ آج بعد مدت پھر قلم کو خود بخود حرکت ہوئی اتنے دنوں کی غیر حاضری اظہار سبب سے مستغنی ہے کیا معنے کہ موسمی علت اور رمضانی شدت عالمگیر ہے۔ آسمان نے دست کرم میں امساک کی گولی دبائی ہے۔ بغیر کھائے پیئے ہیضہ خاں جان لینے پر آمادہ ہیں۔ زیر دہانہ سے کچھ آوازیں خارج ہوئیں اور سمجھ لیجیے کہ طبل سفر بجا جب پڑی الرحیل الرحیل بھلا آپ ہی انصاف کیجیے کہ اس دور دورہ میں سوائے تاریخ ارتحال کے دوسرے صنائع نظم و نثر کی جانب توجہ کیونکر ممکن ہے۔ یہ مشکل ہے کہ انسانوں کو ہیضہ ہوتے ہوتے شاعروں کو بھی ہونے لگا۔ اور مشکل سے مشکل تر یہ ہے کہ فضلائے لکھنؤ کی یونیورسٹی سے نکلے ہوئے طبیب شاعری کے علاج میں جنھیں اس فن سے کچھ واسطہ ہے نہ تحقیق و تلاش سے کچھ غرض۔ جس طرح ہر گلی کوچہ میں ساحت بچارے پنڈت باممن۔ "ہاتھ دیکھیں تکدیر کا حال بتائیں" بے علم نجومی دکھائی دیتے ہیں اسی طرح گلی گلی "چورن پیارا جسکو کھائے ہو لالا اچھلے" کی آواز سنائی دیتی ہے اسی طرح "یہ کام شاعر کا عاشق بنائیں۔ یہ چھپا لیں غزلیں چھپا ہیں" کی صدا دیتے ہوئے شاعر نکل پڑے ہیں۔ نہ زبان سے تعلق نہیں محاورات پر اطلاع نہیں محل استعمال لفظ سے غرض نہیں۔ مثلاً ہمارے دوست ابو الکلام نے جو بعنایت قانون تحفظ ہند آجکل زبان کی طرح تبیین دانتوں کی حراست میں ہیں عربی جرائد کی سرخیاں نقل کر کے بعض مقلدین کے لیے ایک راہ نکالی جیسے شاعری کے ماہانہ معمول میں بھی وہ سرخیاں نظر آنے لگیں۔ تقاریرات۔ مسموعات۔ واردات۔ نکات۔ مضحکات۔ شذرات اکثر پرچوں میں موجود ہیں اگر معانی پوچھے جائیں اور محل استعمال دریافت کیا جائے تو "ہیں ہیں ہیں ہیں" کے سوا جواب نہ ملے گا۔ وہ یہ بتا سکیں گے کس عنوان کے تحت میں کس قسم کے مضامین لکھنا ہیں۔ جب کہ سادہ مقلدین کا یہ حال ہے تو ان پست ہمت

اپنے منھ میاں مٹھوؤں سے یہ اُمید رکھنا کہ کسی
اعتراض کا معقول جواب دیں گے فضول ہے۔
احقر نے بار نے جنوری ۱۹ء سے بعنوان نیچرل
شاعری۔ پنجابی شعر الشعراء ڈاکٹر اقبال کی متعدد
نظموں کا ریویو سلسلہ وار شائع کیا جو صاحبانِ
فہم تھے اُنھوں نے دعاوی کو صحیح تسلیم کرنے کے بعد
خاموشی اختیار کی لیکن بعض ہماری پروانہ ہائے
شمع نیچرل شاعری کو جو شامت نے گھیرا مضمون نگاری
کی لت نے اُنگلی دکھائی تو حضرت نے بے سمجھے بوجھے
منھ کھول دیا آنکھیں بند کرلیں اور رسالۂ الموسوم
بہ ملت میں صرف ایک نظم یا علت اقبالی کو من
سے نزلۂ خام کی غلاظت پاک فرمانے کی کوشش
میں حرکت مذبوحی کی ٹھہرائی۔ حضرت سمجھے تھے کہ
خالی شرے پن سے کام نکل جائے گا لیاقت درکار
نہ ہوگی مگر جب ہماری طرف سے جواب الجواب
شائع ہوا تو ایسے کھوے گئے جیسے پروفیسر اقبال
کی نظم سے لطافت لفظی و معنوی۔ یہ سلسلہ اس وجہ سے
ضروری تھا کہ درسی کتابوں میں یہ مضامین درج
ہو رہے ہیں اور اسکا نتیجہ اہلِ زبان کے حق میں
اچھا نہیں ہے۔ لہذا ابھی باقی ہے اور شاید ہمیشہ
باقی رہے۔ پنچ کے بعض مضمون نگاروں نے دوسرے
مخزنین زبان کی بھی خبر لینی شروع کردی انکا منشا
یہ تھا کہ صرف صنف غزل میں جو خرابیاں پیدا ہوئی
ہیں وہ بھی رفع ہو جائیں تو بہتر ہے۔ کاذوراست
تقلید اقبالی میں جو حضرات آلودہ ہیں اُن کو کان
ہو جائیں تو شاعری کی مٹی اکارت نہ ہو۔ حضرت
پنچ آپ تو واقف ہی ہیں کہ شاعر کی ملک داغی
دواہ واہ" کی "ہو" سے بڑھ جاتی ہے۔ بے تالی
دومنی جب نئے سے ہانو ہو تو دعا یہ آکرنے سے اور
زیادہ بگڑ جاتی ہے۔ لہذا او ہو کی جگہ کہ جینی کے
روغن" کا ہو" سے کام لینا اور منھ لگانے کی رسم چھوڑنا
لازمی ہے۔

ہیں مرد ماں بیباکہ ساعت

جلد ... سلطین زبان کے نواب ... مارک باد
حضرت یا ... خواجہ باد ... سنگ غزال ... ہوائی

قدس سرہٗ المخاطب بہ حشی کے پرائیوٹ سکریٹری
بھی ہیں موسمی کے پنچ میں اُنھوں نے آغا حشر
صاحب کشمیری کی نظم "سچ نور ..." پر کچھ اعتراضات
وارد کیے۔ اور تمہید مضمون میں آجکل کے بعض
بے مایہ اُردو رسالوں کی سخن ناشناسی ظاہر کی
جنکو مطلب معنی صحیح و غلط سے کوئی غرض نہیں ہوتی
آم کھانے سے ... مضمون جو کچھ میسر آتا ہے اُسی
سے رسالہ کی شکم پری کر دیتے ہیں۔ کوئی النفتن پسیر
بن گیا اُنھوں نے اُسے تین ہزار بنا دیے کوئی ذرکشنہ
فطرت بن بیٹھا کوئی گلا سری حقیقت اور ساتھ نوح
خانہ ساز خطابوں کو منزل من اللہ بنا دیا اس میدان
لقب تراشی میں اگر غرور ستم فنا مقصود نہ ہوتا تو شاید
سکوت کرتے لیکن خدا ہی کے کبوتروں میں دانہ
بدلتول ہوتی رہتی ہے لیس سے

من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو

ایک مفید قانون ہے۔ ضمناً لاہور کے مخزن
کا تذکرہ بھی اس مضمون میں آگیا۔ جسپر صرف یہی
اعتراض تھا کہ انڈین تشابہ پیر سازی میں وہ بھی شریک
ہے۔ مگر مخزن دو لفظوں سے مرکب ہے "مخ" اور "زن"
مخ کے معنی بھیجے اور دماغ کے ہیں اور "زن" کے
معنی کون سامرد ہے جو نہ جانتا ہو۔ پس اس ترکیب کا
افراگر ظاہر نہ ہوتا تو تعجب تھا جولائی ۱۹ء کے
رسالہ میں زیر عنوان شذرات "تم تو مجھے چھیڑ دیگے"
کی مثال اصل کر دکھائی نفس اعتراضات
کے جواب دینے کی لیاقت نہ تھی تو دنیا کے تعصب
میں ہیجان پیدا کرنے کی یہ صورت نکالی گئی۔
دلکھنؤ کا مشہور اخبار اودھ پنچ جسکی جسیم کم ہیں
ملک میں کسی کو۔ سر سبز دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی جسنے داغ
داتسیرشرر حالی جیسی شخصیتوں کو اپنے زعم باطل میں
پائمال رسوائی کردیا ہے اب آغا حشر کے منھ آیا ہے"
ہاں صاحب کھسیانی بلی کھمبا نوچے۔ جن لوگوں کا
آپ نے نام لیا ہے پنچ نے اعتراضات اُنکی زندگی
میں وارد کیے تھے اور عجب کہ آپ کی طرح سوائے
اُلٹی گالیوں کے جواب دیتے نہ بن پڑی حالانکہ
یہ حضرات مجیب کو مدد بھی دیتے رہے۔ داغ حالی

اور امیر بیچارے ... آدمی ...
ہوتے مگر میاں تحریر ... جاگتے ...
اُنھوں نے کبھی پامال رسوائی ہونے کی ...
کی نہ اُنکا اُرفت آفرینی نہ دماغ ...
ہو جانے کو جسیم کم بین کہہ کے مردانہ ... علمی لڑائی
تھی اُس وقت بھی ہوئی اور جب کبھی کوئی وجہ پیدا
ہوگی پھر شروع ہو جائے گی ... کی لڑائیاں ...
ہوتی رہتی ہیں ... صاحب آپ میدان
جنگ میں مردوں کی دیکھا دیکھی گاتی بانده کر ...
کے آئی تو ہیں۔ مگر ... اُٹھا کے کوستی کاشتی بھاگ
جائیں گی پنچ کی مضمون نگاری ایسے ہی اشخاص کا
کام ہے جو زبان اُردو پر کافی عبور رکھتے ہوں اُنکو
اپنے نام و نمود سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا اسی لیے وہ
دوسرے کے نام و لقب سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ
علمی استعداد ذہانت اور طباعی پر نظر کرتے ہیں۔
آپ کے ایڈیٹر صاحب کو بھی پنجابی شاعر علامہ اقبال
پر جو اعتراضات جنوری ۱۹ء سے تا حال شائع
ہو چکے ہیں اُنکا جواب دینے کی توفیق نہیں نصیب
اگر ڈاکٹر اقبال ... ہوئی بھی تو اُسی نالۂ خام یا نزلۂ
خام کی طرف جس کا تنقیہ احقر او بار بذریعہ جب
ایارج مجیب اول کے دماغ سے پہلے ہی کر دیکا ہے۔
مگر پرائی بوٹی پر شکرا پالنے کی یہ رسم تو بے نام ہے
لوگوں کا شیوہ ہے۔ ہماری کے جبائے ہوئے
لقموں سے حضرت نے بھی اپنے مضمون کا مخزن بھر لیا
ہمارا جواب شائع ہو چکا ہے تکرار کی ضرورت نہیں۔
آگے چل کے آپ فرماتے ہیں۔
"کچھ عجب نہیں ہوائی جہاز طیارہ کے موجد بھی
اودھ پنچ میں لے دے ہوئی ہو کہ آج تک کسی نے
ایسی انوکھی ایجاد نہیں کی اسلیے یہ ایجاد اُس وقت
تک قابل قبول نہ ہوگی جب تک کسی اُستاد کی
سند نہ پیش کی جائے"
شاباش بڑی دور کی کوڑی لائے ابکی لاہور کے
کالج میں منطق پڑھانے کی کوئی جگہ اگر خالی ہو
تو اقبال صاحب کی سفارش سے درخواست بھجوا دیجیے
ایک فلاسفر دوسرا منطقی دونوں مل کر ...

باہر تھے۔ حیوانات آئے آدمیاں چلیں کنکر پتھر
برسے۔ طبقۂ زمین زیر و زبر ہوا۔ آتش فشاں پہاڑ
نکالے گئے۔ مگر یہ کمپنی باوجود مطمئن ہوئی اور بڑی
سرگرمی سے کام کرنے لگی۔ دن دونی رات چوگنی
ترقی۔ آسمانی قانون کو کسی طرح چلنے نہ دیا۔ نمرود
شداد۔ فرعون تھا سے ہاتھ ... سامری جیسے۔
اے میاں صاحب بادشاہوں میں جیسے سکندر، نپولین
یہ سب فنا ہو گئے یا فنا کر دیے گئے مگر ذری پوچھے
تو کیا ہوا۔ قانون شیطانی کی کس دفعہ کو شکست ہوئی
ادھر کوئی شریعت نازل ہوئی اور اُدھر اس کمپنی کے
کارکن اسی شریعت کے پیروؤں میں سے اپنے
جتھے میں بعض لوگوں کو اٹھا لائے۔ اصلاح طرز
تمدن کی کدال سے صراط مستقیم تک ایک سڑک
کی داغ بیل ہمیشہ ڈالی گئی مگر سوائے سڑک کی
پیمائش کرنے والوں کے کسی کو چلنا نصیب نہ ہوا۔
ہر ایک ملک ہر شہر ہر قصبہ ہر قریہ ہر مکان پر اس
کمپنی کا عمل دخل رہا۔ غالباً جب فرشتوں میں
خلق آدم کے متعلق مناظرہ چھڑا ہوا تھا اُسوقت
کسی کو خیال بھی نہ ہوگا کہ سفک دما یعنی خونریزی
اور فساد فی الارض بغیر اس کمپنی کی مخفی کارگزاری
کے ہو سکے گا یا یہ کمپنی اپنے احاطہ عمل کو اتنا وسیع
کر سکے گی۔ یہ صحیح ہے کہ بعض زمانوں میں کام زیادہ
مستعد بالشان نہیں ہو سکا۔ تو اسکی وجہ یہ تھی کہ اولاد
آدم نے اتنی کثرت نہ پیدا کی تھی جتنی کہ اسوقت ہے۔
ناصح بھی موجود تھے خواہ مخواہ اس کمپنی کے ارکان
سے اُلجھتے رہتے تھے۔ اکثر پوشیدہ طور پر کام کرنا
ہوتا تھا مگر اب یہ تمام مشکلات حل ہو گئے ہیں
کوئی قانون کسی شریعت کی پابندی پر مجبور نہیں
کر سکتا۔ اولاد آدم کی ریوڑ اس قدر بڑھ گئی ہے کہ
کہ نہ مارے مرتی ہے نہ کاٹے کٹتی ہے۔ حامیان
کمیٹی بہانے بوجہ بانیان مذہب کے مفقود ہو جانے
کے ہر ایک گروہ پر تسلط حاصل کر لیا ہے۔ اب کام
بالاعلان ہوتا ہے۔ کسی مذہب کی آڑ پکڑنے کی
ضرورت باقی نہیں رہی۔ اسلیے کہ کارکنوں کیلئے
بہت گرام قدر ... خیالی ... اور ... ہی خواہ ...

انکار کے ساتھ ہی ساتھ ملا سا ہے اور اس رپورٹ
سے یہ نتیجہ نکالنا نہایت آسان ہے کہ جو خلعت دُنیا
اپنے قامت پر آراستہ کرے اُسی خلعت کو پہن کر
اس گروہ کو بہکانا دیانۃً آسان اور موثر ہے۔ بھائیو
رفقا کے بھی خواہ جہاں کہیں ہوں اس عمدہ تجویز
کو کبھی فراموش نہ فرمائیں۔ جب برخلاف عقل یا
علم کے خواہش اور غصہ وہ ظلم تو میں دل و دماغ
میں موجود ہیں اور طبعاً موجود ہیں تو اختلافات
پیدا کر دینے کے لیے ہماری تحریک بلکہ خالی جُنبش
کہہ دینا ہی کافی ہے کوئی مکمل کانسٹیٹیوشن اس
کمپنی کا آج تک اسی وجہ سے نہیں بن سکا کہ ضرورت
کی صورتیں مختلف ہوا کرتی ہیں۔ اول درجہ کی
بدمعاشی یا شرارت ہمیشہ بے اصول ہوا کرتی ہے
تم اکو دیکھ کر کام کرنا چاہیے۔ لائق و قابل سکرٹری
صاحب جنرل اگزیکٹیو کمیٹی جہنم نگر نے طوفان نوح
کی رپورٹ میں تحریر کیا ہے کہ بے اصول ارکان کمپنی
ہذا کے راس الرئیس خود حضرت نوح ؑ کے صاحبزادہ
تھے اور ایسے سرگرم اور پُرجوش ممبر تھے کہ آخر تک
باپ کی مخالفت کرتے رہے۔ جو اسپرٹ اس کمیٹی کی
صحبت نے اُن میں پیدا کی تھی کسی تدبیر سے
فنا نہ ہو سکی۔ اس مشن کے پورا کرنے میں اُنھوں نے
اپنی جان کی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ پس
ہر ایک شخص کو جو اس انٹرنیشنل کمپنی آف دی ورلڈ
میں حصہ لینا چاہے لازم و واجب ہے کہ دماغ کے
البم میں ہمیشہ ایک مرقع رکھے جس میں ایک پہاڑ
بنا ہو اُس پہاڑ پر ایک اگلی وضع کا آدمی کھڑا ہو
طوفان بڑھتے بڑھتے پہاڑ کی چوٹی تک پہونچ گیا
ہو ایک کشتی قریب ہو اُس پر ایک پیر مرد کچھ حیوانوں
اور انسانوں کے ساتھ کھڑا ہوا اشارے سے اپنی
طرف بلا رہا ہو اور پہاڑی آدمی نفرت کے ساتھ
انکار کر رہا ہو۔

حضرات اول ... سیکل کمپنی لکھنو برانچ نے
مذکورۂ بالا اہم یادداشتوں کو کبھی فراموش نہیں کیا
جبتک یہ مقام تمدن اور سولیزیشن کی جال ... سے
بری تھا اُسوقت تک زیادہ سرگرمی کی

ضرورت کارکنان کمپنی ہٰذا کو نہ تھی کام خاموشی کے
ساتھ ہوتا تھا۔ رہزنی ڈاکہ چوری۔ عادہ جنگی
کے خفیف واقعات کے سوا کوئی اہم واقعہ قابل ذکر
نہیں ہے۔ یہاں نپولین کا گزر ہوا نہ نادر شاہ کا
مگر دو بار کی صورت پیدا ہوتے ہی جوڑ توڑ کی ضرورت
سے متفرق ارکان میں آرگنائزیشن شروع ہو گیا
اور پیر شیطان کی مدد سے ہر دم ہر لحظہ کامیابی
نصیب ہوئی۔ اُستاد شیخ نجدی تمہاری تعریف
کسی زبان سے ممکن نہیں وہ وہ ترکیبیں وہ وہ
نکتے وہ وہ چالیں سکھائیں کہ آخر عالمگیر غدر کی
آندھی چلی اور اس اندھیرے میں رہی سہی نکوکاری کی
چھپر کے تنکے کی صورت اُڑ گئی۔
اب ملک میں آئین و قوانین و ضوابط کے رو سے
عملدرآمد ہونے لگا تا حال مولفین و مخالفین نے
سیکڑوں کتابیں اُن اہم واقعات کے اظہار میں
جو ظہور پذیر ہوتے رہے لکھ ڈالی ہیں خود ہمیں اس
واقعہ کا اظہار ضروری نہیں معلوم ہوتا۔ قوانین
و ضوابط پر بھی ریویو کرنا مقصود نہیں ہے۔ کیونکہ
نیچے قانون کی ضرورت فلسفہ ... اخلاق ...
وغیرہ کے عنوانوں سے اودھ پنچ میں بہت کچھ کہا جا چکا ہے
اور یہ بھی بخوبی ثابت کیا جا چکا ہے کہ تمام دُنیا کے
وقتی قوانین نہ رولنگ آف گاڈ سے تعلق رکھتے
ہیں نہ ورڈ آف گاڈ سے۔ نہ لاز آف نیچر سے
ان کو کچھ لگاؤ ہے اسلیے کہ نیچر اور گاڈ دونوں ہمارے
متبوع ہیں نہ تابع پس ہماری مرضی کے مطابق وہ کوئی
قانون ہمارے لیے نہیں بناتے۔ اجی قانون تو ایک
مرضی کا نام ہے خواہ وہ شخصی ہو یا مصنوعی طریقہ سے
جمہوری بنائی گئی ہو۔ اگر مرضی پر منحصر نہ ہوتا تو بجائے
اسکے کہ چوروں کی تعداد بڑھتی چور کم ہو جاتے۔
اُسکے لیے جو سزا تجویز کی جاتی ہے وہ اسلیے نہیں کہ
اس نے چوری کی عادت کیوں اختیار کی بلکہ اسلیے
کہ اس نے بیوقوفی سے کیوں اپنے تئیں گرفتار کرا دیا۔
چوری کی برائی بیان کرنے کے لیے کوئی زور شور
بے عقلیں کتنا ہی چوری سے بچانے کے لیے
عوام الناس کی ... حفاظت کرتا ہے۔ وہ ترکیبیں

خفیا اور ایجاد کرتا ہے جس سے حقیقی فلاح ہو لوگ خود آپ ہی اس قسم کے جرائم سے پرہیز کرنے لگیں۔ پولیس صرف چوروں کو گرفتار کرتی ہے اور حتی الوسع والامکان ثبوت قابل سزا دہی بہم پہونچانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتی۔ مجرم کی اس درجہ تذلیل کرتی ہے کہ دیکھنے والوں کو بجائے عبرت کے مجرم کے برسر حق ہونے کا یقین ہوجاتا ہے۔ اور سمجھ لیجیے کہ اس قسم کے قوانین کا ہونا ٹریشکل کمپنی کے مشن میں بہت کچھ کامیابی کا باعث ہے بلکہ اسے فرسٹ کاز آف سکسس یعنی علت اعلیٰ کامیابی کہنا بجا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس معلوم ہوجانے پر بھی کہ فی الحقیقت مشن ہٰذا یعنی نیکو کاروں نے کوئی کوشش نہیں کی کہ مجرمین کے استیصال سے بدرجہ اتم جرم کا انسداد ہے۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ نیکی کی تائید ہر دل میں ہے۔ ٹریشکل کمپنی کے مددگار صرف پست ہمتی پیدا کرکے عمل میں استقلال پیدا نہیں ہونے دیتے بجائے خود اگر وہ کسی کوشش کے مدعی ہوں تو ہوں جب اثر نہیں تو کچھ نہیں۔

حضرات اسوقت صرف ایک بزرگ ہیں جو اس قسم کی کوششوں پر دو تین سال سے برابر لوگوں کو ابھار رہے ہیں۔ کیا میں انکا نام لوں! ابھی وہ تو آپ کی آنکھوں کے سامنے اسوقت بھی موجود ہیں یعنی یعنی مو۔ مو۔ مولانا۔ پ۔ پ پنچ علیہ الرحمۃ ٹریشکل کمپنی (لکھنؤ پنچ) مولانا پنچ کے مقابلہ میں جو کچھ کرتی رہی اسکی تفصیل کے لیے طول درکار ہے۔ مگر ان سب کارروائیوں میں جو ابتک انجام دی گئیں کامیابی کا جزو برائے نام شامل ہے مگر سرگرمی سے کام کرنے والے کبھی نہ کبھی کامیاب ہو جائینگے سہ

ہر کارے کہ ہمت بستہ گردد
اگر سنگ ست بکف خستہ گردد

ان سرگرم اور پرجوش ممبروں کی سعی رسائل میں شائع لکھنؤ کو بہت کچھ دقتیں پیش آئیں ادنےٰ کو اعلیٰ اعلیٰ کو ادنےٰ جاہل کو عالم تو عالم کو جاہل۔ گدھے کو آدمی آدمی کو گدھا۔ اونٹ کو انسان۔ انسان کو اونٹ گمنام کو مشہور مشہور کو گمنام۔ دیندار کو بے دین۔ بے دین کو دیندار بنانا پڑا۔

مناسب ہے کہ ہم یہاں چند اشتہار درج کردیں جو لکھنؤ میں باوقات مختلفہ دیے گئے۔ اور جو امدلیشہ شائع ہوے۔

نمبر (۱)

ضرورت ہے۔ ایک مولوی کی جس میں حُبِّ جاہ۔ کینہ پروری بدرجۂ غایت موجود ہو۔ دوسرے کی رفعت کو دیکھ نہ سکے۔ بات کہہ کر مگر رہے منہ پھیر کر اور پلٹ جائے۔ تاویلات علیلہ میں یدطولےٰ رکھتا ہو۔ اپنا عیب صواب سمجھے دوسرے کو اسی عیب پر لائق عقاب سمجھے اسکے نزدیک اپنا پوت پتنگر دوسرے کا ذکر ہو۔ غرض زمانہ کے موافق چال چلتا ہے۔ چاہے پڑھا لکھا نہ ہو مگر دکھاوا بہت ہو۔ تانا شاہی مزاج ہو۔ مولانا پنچ کے دشمنوں کا سرتاج ہو۔ غیبت و بدگوئی سے پرہیز نہ کرے۔ دل آزاری سے گریز نہ کرے۔ خدمات۔ کچھ نہیں صرف فراہم شدہ مجمع کو ایسا مائل کرے کہ ٹریشکل کمپنی (لکھنؤ پنچ) کے مخالفین جوش کریں تنخواہ۔ من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو کے علاوہ دنیا کی مرجعیت والباقی۔۔ صلوات۔

نمبر (۲)

بہت جلد درکار ہے۔ ایک انسان بشکل شتر یا شتر بشکل انسان اونٹ سے قد بڑا اس کا بوٹ ہینے تیس بشکل حسن بیچ ہیچ وبقدار عقل فساد بر سر وقہات زہد پانی در بر۔ باتوں کا میٹھا۔ دل کا کڑوا۔ حکام دنیا کو بے عذر سواری دینے والا ہزار کوس کا دھاوا لگائے تب بھی نہ تھکے۔ کھیت کے کھیت صاف کر جائے پھر بھی نہ چھکے۔ پیر تپانی میں مہارت رکھے۔ ہری بھری کھیتیاں خوب چکھے۔ مال خدا کے چرنے میں تامل نہ کرے۔ ہر ولہ میں تساہل نہ کرے۔ حاجی بابا اصفہانی سے راضی رہے۔ طلاق میں شاہ نکاح میں قاضی رہے۔ بیل ببول نیم بکائن پر قناعت رکھے ہر ایک کو بہ مکر حیلہ برسر اطاعت رکھے۔ تیلی لاوارثوں کی جان کا جنجال ہو سگ زندہ برادر شغال ہو۔ غمازی نمامی۔ جیلفوری ضیعت سازش کرنے میں کامل ہو۔ دنیا کے ہر کام میں شامل ہو چہرے کے آثار چڑھاؤ سے دوستی و دشمنی رضامندی یا ناراضی کی تھاہ نہ ملے۔ دشمن کو بھاگنے کی راہ نہ ملے۔

پیش ملا ملا پیش نواب نواب و پیش اقتاب آفتاب پیش جلاد جلاد و پیش قصاب قصاب۔ بھیگی چھری روئی کی آگ ہو محفلوں میں وقت کا راگ ہو ماتم میں ماری کی لاگ ہو۔ شراب کی بوتل میں جھاگ ہو دو دوستوں میں دشمنی ڈلوائے۔ کاہو نہ چلے تو مقدمہ بولے لیکے لڑوائے۔ سرٹیفکٹ کی ضرورت نہیں صرف صلحا کی قرابت کا واسطہ سیراہی کو آسان کرنے والا ہے کسی کا بہنوئی کسی کا منہ بولا سالا ہے۔

نمبر (۳)

ضرورت ہے۔ ایک ایسے آنکھ کے اندھے گانٹھ کے پورے کابلی ہفتاد سالہ ہر پالے بنے کی۔ بہتر برس دلی میں رہے مگر بھاڑ جھونکنا بھی نہ آئے۔ سن میں ادھیڑ ہو۔ بالکل اللہ میاں کی بھیڑ ہو۔ مگر ہوس کا جوان ہو اور کچی دو کان پھیکا پکوان ہو۔ خطاب کا اتنا بھوکا ہو کہ اسی خواہش میں شادیوں پر شادیاں کرے تاکہ ہینگ فورٹش ا ا ء بلہ کا خطاب سسرال سے ملے ہر ایک چھیلی چھبیلیا میں ڈھائی بننے پر آمادہ ہو۔ ترانہ تو کی مادہ بالکل سادہ ہو۔ اونٹ کے ہاتھ میں اسکی نکیل ہو۔ عقل سے بگاڑ حماقت سے میل ہو۔ عقل کا کچا کانوں کا پکا۔ غرض لڑکوں کا گیند دعوے کا موقع منصبی نیا نہیں صرف نکاریوں کے لیے ٹٹی کی اوٹ بنے تنخواہ بیش قرار ہے۔ خوشامد خورے قصیدہ خواں ہوں گے۔ آؤ بیروں کچھ گھر سے لیجاؤ۔

نمبر (۴)

تباہ روزگاروں کے لیے بے نظیر موقع۔ سیکڑوں کا جو سوال حاضر خوشامدی قصیدہ گو قومی شاعروں کی ضرورت ہے جو زور دقربہ زدہ لاغر ہوں صرف توصیف ناشناس پر خوش ہو جائیں امرا کی حاشیہ نشینی کو اپنا فخر سمجھیں۔ مکاروں کی ہاں میں ہاں ملانا جانتے ہوں۔ اغراب الجمل میں کمال ہو۔ خوش گلو خوش آواز ہوں۔ زلف کا اوتی جو نجم انکے طائر دل کا آشیانہ ہو اور سیطائر دل ماں ٹینی باپ کلنگ رنگ برنگ کے بچے نکالے عمر بھر بیچ بولنے کی جنہوں نے قسم کھائی ہو دل میں خاک اڑتی ہو منہ چکنا ہو۔

کنایہ افسانے میں دوسروں کو کمہ جائیں او صاحب

عرکی ہونکی پانے پر جب قافیہ تنگ ہو تو جملا مین غزلیں
شائع ہوتا ہین۔

تنخواہ صرف والا جاہ [illegible]۔

خدمت صاحب کا لالا کا ہون۔ مین کس قابل ہون۔

بہ سبب روزانہ حضور نواب صاحب کی ہے۔
دیگر ایک بیوقوف اخبار نویس کی شہ یہ مضمون
جسکی رو سے صرف سائکل کیٹی کے تابع فرمان ہو۔ آدمی
کی حیثیت شتر کی سواری کے قابل ہو لمبی گردن کا بوجھ
سنبھال لے۔ قاضی جی زیر کو تریج دی جائے گی۔
مشاہرہ کچھ نہین صرف راستی کی سرگوشالی۔
کوئی کمیشن نہین لیا جائیگا نہ کارگزاری پوچھی جائے گی
دیگر۔ درجنون جی حضور رضا و ندنعمت فیاض زمان
حاتم دوران کہنے والون کی ضرورت ہے جو ہوتو کی نا
کے کام کو تذرخوشامد کر دین۔ اور ہر بی طوا قوم کی
جائز نکتہ چینی کو بہ باد فنا اڑا دیا کرین۔

تنخواہ لعنت قوم

خدمت گرد آوری۔ دسترخوان۔
درخواستین بنام سکرٹری کمیٹی کمیل بگاڑ واقع لٹرنچ
اسٹریٹ آنی چاہیین۔

آپ جانیے خلقت بھیڑ یا دھسان ہوتی ہے جدھر ایک
کا منہ اٹھا دوسرا بھی اُدھر ہی جاتا ہے۔ عقلمند اور بیوقوف
کی قید نہین دس بیوقوفون مین ایک عقلمند بیوقوف
بننے پر مجبور ہے طمع جب موجود ہے تو ہوشمند کی آنکھین
کیونکر کھلی رہ سکتی ہین۔ لکھنؤ برانچ نے چند ہی اشتہار دیے
تھے مگر ان اشتہارون کو دیکھ کے ایسی اجابت ہوئی
کہ جن لوگون کو سر دست ضرورت نہ تھی وہ بھی رو آستر
درخواستین بھیجنے لگے کمپنی نے بمنظوری کونسل کو خلاف مگر
مصلحت سمجھ کے ہر ایک پر دستخط قبول کر دیے۔ ملکی خبرون
کے کاغذ دق مین ایک ٹڈی دل اُن لوگون کا نکل پڑا
جو اپنے آپکو اس کمپنی مین رہ کے ترقی کا مستحق سمجھتے تھے
جلسہ مذکورہ وانا دل کی قید لگانی کمپنی کو منظور نہ تھی
چنگا وسکی معافی تھی جو آیا الٹک دیا۔

موجود ہین

پہلے سرے کے نالائق۔ حد کے کاہل طبیعت سے عقل اسطرح الگ
کے جاہل سب گدھون کا چارہ الٹا رچکا ہا۔ ان دمان

مین تیرا سمان۔ اور کچی روٹیان پیسکر پکوان ہیرولن کے رخ
ہمکاردہ کی اختراع ہے۔ مسند نشین ایوان حماقت نما ئیے
خوا طرۂ دستار جہالت۔ نہ ٹوکی چیز پانے مین عار
ہے۔ نہ جامد بزاکی جانشینی سے انکار دکلا ہر چیز کا بورا
بیٹنے پر چڑھتے تو ہین مگرسے باجرا نان خورد نم درعید
پیری آرزو است ۔ تا کو دکان ندیدہ قند این سپید رد
آشام را۔ نہ گھوڑا اچھا ہے نہ جوڑا۔ نہ بہت ورکا
ہے نہ تھوڑا۔ صرف اسقدر خواہش ہے۔
مجھے بوسہ یا نہ کسا کوئی مین تو لالہ ہنک مسولی۔
اس اشتیاق مین مرتے ہین کہ بسر دا جبین الصقون کے انسر
لبین۔ تاکہ کی نک جیسر نہین عقل کی گوٹ ماری جائیگی
تو بلا سے تین کانون کی جگہ ایک ہی سے کام نکال لینگے۔
مراحضور نخواہند اگرچہ کشش زشند

حاضر ہین

آنکھون کے اندھے نام نین سکھ۔ تقلید کورانہ پر مٹنے والے
مرید ہزار ون کی تعداد مین سے
باکوری باطن چہ کند دیدۂ ظاہر
نرگس ہمہ چشم آمد و بینا نشد نیست
یہ مقلدین خالی از دماغ عقل وعلم۔ کوڑی کے تین تین
نگاڈیٹ۔ رمضان کے نمازی۔ بمبئی تک کے حاجی قبلہ
کی جانب سر جھکاتے والے ہر چہ ہوا کو منبر پر چڑھکی
ہو تبرک جاننے والے۔ اپنی عاقبت دوسرون کے
اعمال سے بخشوانے والے۔ دا تباع کل ناعق و ناہق
تھالی کے بینگن ڈھلتا پانسا۔ کولھو کے بیل۔ لکیر کے فقیر
دیوانہ دوست۔ زیرک دشمن۔ پڑھے نہ لکھے نام
محمد فاضل۔ خالی خوش پوشاک۔ ٹکے سیر ہر ایک
جانور خانہ کی زینت انھین سے ہے۔ ہر ایک رنگے
سیار کی گرم صحبت انھین سے ہے چلو خریدار و چلو۔
موقع ہاتھ سے نہ دو۔ مسرفانہ تحریک شیطانی تجویز۔
بطالت آموز رزولیوشن۔ جہالت انگیز انسٹیٹیوشن کی
روح رواں ہین۔ سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہین۔
حالت چہرہ سے آشکار صورت سوال ہے چندہ
کی ضرورت ہو تو چندہ بھی لو۔ کچھ خود کھاؤ کچھ دوسرون
کو کھلاؤ۔ مسرسلاؤ بھی اُکھاڑ۔
راضی ہین بسب جسمین ہو رضی رضا ہو۔

تیار ہین

چند از کار رفتہ وکیل پنشن یافتہ ڈپٹی کلکٹر۔ صرف
پتلون اور کوٹ کے بیرسٹر۔ قبرستان آباد کرنے والے
طبیب۔ بیڑا لے برتے پر سخاوت کرنے والے ممبران
ریاست۔ اوقاف پر تصرف بیجا کرنے والے متولی۔
محض جبہ و دستار کے مولوی۔ سر سجدہ دن مین۔ من
بدیون مین۔ دل گلگلون مین رکھنے والے پیشہ ور
پیش نماز۔ قرض لے کے سخاوت کرنے یا لنگوٹی مین
پھاگ کھیلنے والے رئیس۔ کئی ایک جرم خیانت قومی
کے مجرم سکرٹریان انجمن۔ متعدد کونسل سے دست بستہ
اناڑی بیل۔ ہر ایک مجمع اپنے ہاتھ مین لینے کیلیے
ہر وقت آمادہ ہین۔ تنخواہ کچھ نہ لیجیے مگر کام کچھ نہ
پوچھیے۔ اگرچہ ہا شیطان نے تو چندہی روز مین
لوٹیا ڈبو دینگے۔ کچھ کمائی کچھ باندھی پوٹ میرا
الزام مجھپر تمہارا الزام اسپر سے
چوٹتے ہی گال کاٹا آپ کھسیانے ہے
اس دل بیتاب کی ساری خطا تھی مین نہ تھا

مہیا ہین

متعدد کند و ناکند بچھیریان۔ چریانک چالاک
بیباک کٹو ست الظہر نیچے پہ ہاتھ نہ رکھنے دین
تو سہی۔ اگر یہ صحیح ہے کہ عورت کی تقدیر پیشانی
مین نہین . . . . . مین رہتی ہے
تو ہمرا اولاد۔ شہ ریاست کو ان کی ذات سے
وارث مل جاتا کچھ بڑی بات نہین۔ بلکہ بارہا
کا مجرب نسخہ ہے۔ جن صاحب کے باپ کو بھی
کبھی لڑکا نصیب نہ ہوا ہو وہ نو مہینہ کے اندر تین
فرزند نرینہ حاصل کر سکتے ہین محلہ والون اور
دوستون کا احسان شامل نہ ہوگا۔ گھر ہی سے
لیتی ہوئی آئین گی۔ سیدھی سدھائی کھیلی کھائی
آٹھون گانٹھ کمیت۔ تریا چلتر کی عالم باعمل۔
تاکہ بھید کی استاد بے بدل، یہ وارث سازی
کی مشین بلبل ہند اینڈ کمپنی سے صرف شامت
اعمال کے عوض مل سکتی ہے۔
الغرض طالب و مطلوب کی دو طرفہ اشتہا بازی
نے قوت مقناطیسی کا کام دیا۔ الخبیثات للخبیثین

حکیم۔ جو شخص نوجوان رئیسون کے قلات عیاشی کے جاگی کرنے کی ترکیب جانتا ہو۔ انکا مددگار فنتہ زہریون۔ تان ازجا ملیدہ و کسبیون۔ کو کٹو سست چست پھر ہانک بنا نیوالا اور اسطرح اس فیض عام کو ہمیشہ جاری رکھنے میں معاون ہو۔ بڑے بڑے حرام حلال کے پابند نجس و پاک کی تحقیق کرنیوالوں کو حب بید ستر۔ بیضۂ عنبر۔ کو فتہ ہو گس۔ بنجال شیرک۔ کعب ابابیل بستی نیل۔ کوفتہ بنجینہ شراب انگوری آغشتہ ہب کرا دے۔ ایک طرف پان گجراتی۔ ہندو ے سبز۔ علف کے استعمال سے بیگم صاحب کے انبساط میں انقباض ہو تو دوسری طرف نواب صاحب کو ہنگ زنگرس کے تلات کے فرسے انساط و اشتعال۔ ہر صبح کو ذکرالعیش نصف العیش کی ساعت ہو۔ حرص کے ٹونکی ملی زنانہ کو سرپٹ کرد کھائے۔ دونوکا خیرخواہ رہے۔ سب کے بھلے سے اپنا بھلا ہے۔ بے زبان مطلب پورا ہونے سے خوش ہو تو پوپلی آب گوشت ملنے سے راضی رہے امیر امراکے بچون کی نبض دیکھتے ہی مکتب سے چھٹی دلادے۔ پڑھنا اگر مضر صحت نہوگا تو آئندہ جہالت سے فائدہ کیونکر اٹھائینگے۔ نوجوانونکو معجون مفرح مقوی کھلا کے دیوانہ بنادے۔ یہ نہوگا تو دواخانہ کیونکر چلیگا نام آوری کیونکر ہوگی۔ بڈھونکو جلاب دیتے دیتے گور کے کنارے پہونچا دے۔ جبتک بڈے میان کا وصال نہ ہو اتنے کا استیصال نہو۔ ورثا کی رضامندی حاصل کرنے کا یہی ذریعہ ہے۔ غرض ہوس پرستونکا قبلہ گاہ ہو۔ ہر ایک کے راز دل سے آگاہ ہو۔

القصہ یک لفظی خطابوں کا ذخیرہ ہیں ہے ایک تنفس جوکمپنی ہذا کو اپنے کردار سے فائدہ پہونچا سکتا ہو جس قسم کا خطاب یا لقب اختیار کرنا چاہے بجا ہے اسیطرح دو لفظی یا سہ لفظی۔ عام خطاب کی تھوڑی سی شرح کرنیکے بعد کمپنی ہذا کی شائع کرنا مناسب سمجھتی ہے کہ بعض بندگان نگار زمان نعاب کو مخصوص نوازش سے سرفراز فرمائے جنھوں نے ان چند برسوں کے اندر تمامی قوم فروشی۔ جعلسازی۔ حق تلفی۔ مال مردم خوری۔ غصب کے ستم پاشان کام انجام دیے ساور پھر بھی دنیا نے انکی قدر نہ کی انکی تمنا کی سیپی قطرۂ نیساں کی چاٹ میں منھ کھولے رہی۔ اور عالم بالا سے ایک بوند نہ گرنا تھی نہ گری۔ اللہ جانے کس کس کی جوتیاں سیدھی کیں کہاں کہاں سری ٹیک کی کس کس کو ڈالیاں دیں۔ مگر ؎

این قفل زنگ بستہ بگرد انہ شد زہم

نمبر (۱)

صاحبو کمپنی ہذا جن معزز حضرات کو اسوقت خطاب دیتی ہے وہ بھی عجب ذات شریف ہیں۔ انھوں نے لاکھ لاکھ جتن کیے کہ کوئی خطاب سرکاری خواہ گدا اسیر ڈیم فول ہی سہی ملجائے مگر تقدیر کے ایسے ہیٹے تھے کہ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ آپ جانیے سفید عام و خاص منصف مزاج قدر شناس رئیس ہیں۔ کمپنی ہرگز انکے حق کو ضائع نہیں کرسکتی اور امید کرتی ہے کہ آئندہ انکو اس چکنی دیوار پر سانپ کی طرح چڑھ کے پھسلنا نہ پڑیگا۔ ان حضرت کا عیب سے مبرا ہونا انکے چہرے بشرے سے ظاہر ہے۔ پالنے ہی میں ان کے چلن پاؤں دیکھ کے پہچان لیے گئے تھے تعلیم تو خیر ناقص رہی مگر جو ماں کے پیٹ سے سیکھے سکھائے پیدا ہوتے ہیں انکو تعلیم کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کالے اور گورے بنگالی اور فرنگی کے میل سے یہ مجنس ذات کودتی پھاندتی چھلانگیں مارتی گیٹ پٹ کرتی نکلی اور یہاں داخل ہوئی آتے ہی شہری انتظامات میں دخل دینا شروع فرمایا ؎

لکڑی کا گھوڑا اور لوہے کا زین ہکالی مٹی ٹپہ کا کلکہ لیا بیٹھین مگر انتظام شاید بحالت سکر عمل میں آیا تھا اسوجہ سے مزاج میں خلقی وحشت ہے۔ اکثر وہ خود بھی لہجہ فرنگی ارشاد فرماتے ہیں ؎

مری تکوین میں مضمر ہے اک صورت خرابی کی
پدر عقا زاہد ہندی مگر مادر شرابی تھی

یہ بیچارے خلقی مردم آزار نہیں ہیں پھر بھی سیکڑوں بیگناہوں کو جیلخانہ کا راستہ انھوں نے بتایا ہے اور اسی صلہ میں انکو خطاب دینا لازمی ہے۔

"سرخیل بے ٹھکان۔ افسر وحشیان قطرب نشان۔ مجنون مکان نواب الحق بل بل۔ بلق چولق۔ الغیور ع —

خوشامد علی خان بہادر دگالی گلیں) ای ای کہ تا ز ای ح) کیر (قابض ارد اح) ٹی (دٹانگہ باتان آف انڈیا۔

نمبر (۲)

بڑے اونچے قد کا مفسد۔ کارنامہ ہائے بدنامی مشہور نہ تعریف سے مستغنی۔ نیم ملا ونیم سٹر۔ قیامت الشر گیوں نمبر کمپنی نے بڑی مشکل سے ایک چلتا پرزا دریافت کیا اور اس تحقیقات میں قدیم علوم حیوانات کے عالموں کو جتنی مصیبت اٹھانی پڑتی تھی اس سے چلا چند کمپنی کو اٹھانی پڑی۔ بس یہ سمجھ لیجیے کہ جتنے زمانہ میں ڈرانفہ دشتر گاؤ پلنگ) کے بارآور ہام یا فرد اولین کی تکوین ہوئی اتنا ہی وقت کمپنی کا انکی تلاش میں صرف ہوا۔ بڑی مشکل سے یکیل ہاتھ آئی حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا بڑی قدر شناس ہے۔ اتنے کارنامے صادر ہوے اور ان کی شان میں صرف ایک ہی غزل پر اکتفا کی۔ جسکے چند شعر تفنن طبع ناظرین کے لیے تحریر کیے جاتے ہیں۔ یہ غزل ایک کابلی خرسوار نے مراحل ریگستان دریاے گومتی طے کرنے کے وقت ملمعی خوانی سنائی تھی افسوس چند ہی شعر یاد رہے ورنہ اپنے اصحاب جاہ طلب میں شاعر نے تقابل کیا ہے ؎

نگاہ اہل دنیا میں یہ زر ہیں ٹو وہ گوہر ہیں
بچشم حق اگر دیکھو تو یہ کنکر وہ پتھر ہیں
بناکر مہر علم انکو لگے کسب ضیا کرنے
ہوا ناسہت اگر وہ شمس ہیں تو یہ بھی اختر ہیں
اذیت کان کو ہوتی ہے انکی صیحہ جیں جیں سے
ٹھکانا جنکا ہے سوراخ ممبر یہ وہ جھینگر ہیں
ملے اوپر کے بھائی ہیں نہ سمجھو ان کو
لحاف علم کے ہیں ایک ابرا ایک استر ہیں
بہرصورت یہاں ہوگی خلائق کی اباحت
وہ کشمل ہیں یہ ستہ ہیں وہ جون ہیں یہ پسر ہیں

خیر شاعر بیچارہ کسی کو کیا خطاب دےگا کمپنی اس سال انکی محرومی پر تاسف کرکے بہ اظہار عقیدت نیازمندی خطاب بلیغ پیش کرتی ہے امید کہ یہ چہار خطاب ناکامی کے زخم پر مرہم پٹی کا کام دیگا۔ تحفۂ محقرہ قبول باد۔

"راس الغیاطین سینچ العلمار عمدہ المطلب معلم الملکوت۔ عبوس الوجہ فی الدارین جنگالی الملتہ۔ بخیل الدین۔

آل انڈیا الشیاطین والمساکین پنجنگ در بار لقائے
باختری الملک المعارضہ وناز مستشرقانہ ونظرۂ خواجہ سرایانہ۔
سی ایچ (چلغوزہ) پی (پیچ جیب) ڈی ڈبلیو (دلال) ایم ۔
(ممنی) کے۔ ایچ بی (خان بہادر) ال دنوا ۔ سیر ۔ این ہ
یم (مولوی معنوی)۔

نمبر (۲)

ان حضرت نے کمپنی کی بہت سی خدمتیں انجام دی ہیں
مال (فنی) سے گارڈن پارٹیوں میں شراب بہا بلوائی ہے یہ
قدردانی نہیں ہوئی محروم رہے اسلئے کمپنی کو لازم ہے کہ
اب سمجھ لیجئے کہ یہ تھوڑی خدمت نہیں ہے۔ لہذا انکو
نہایت معزز خطاب باعتبار یک نگاہی دیا جاتا ہے
نواب پرنس حرز الفور العین خان خوش نظر۔ ایم ڈبلیو ایس
آر (راہزن) الیف (فسادی) ایچ ر (باضم الاوقات)
ان (نواب بے ذخیرہ)۔

باقی حقداران وامیدواران خود درخواست فرمائیں۔
جنکے پیسے اور کرتوت معلوم ہونگے ہم فوراً کمپنی توجہ
کرے گی۔ اور خطاب تصنیف فرما کر بھیجے گی۔ وما
علینا الا البلاغ۔

نگار ہے ہیں خطابات نوکے ہم انبار
جمہوں سائے رزالوں کو اور کمینوں کو

راقم
فلاسفر
بقلم

بر ایں خوان یغما چہ دشمن چہ دوست

سیاست نسوانی یا اُفتاد ناگہانی

ابھی مسٹر پنچ۔ اس عنوان سے کہیں یہ خیال فرمائیے گا کہ
یہ بھی کوئی نئی اسکیم ہے جسکو میں قانون کی صورت میں لاکے
کونسل میں پیش کرنے والا ہوں۔ نہیں صاحب بلکہ اس مضمون میں
مرد بنا آپ بیتی کا بیان ہے جو۔ خصم کا دکھڑا ہے خیالات
نسوانیت کا رونا ہے۔ کچھ حسرت ہے کچھ شکوے ہیں اپنے زمانہ
کے تغیرات اور ان تغیرات کے عبث۔ یہ کہنے کوئی مقصود
ہے اب سمجھے یہ نہیں وہ ایک زمانہ تھا جبکہ نسوانی خیالات
انداب کہ پانی کی طرح بے حرکت تھا اب نہیں وہ دن بھی

ہے جو اب وہ بھی ہے طغیانی بھی ہے تلاطم بھی ہے میلا گھر کی
بیٹھنے والیاں جانتی بھی نہیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے صاحب
یہ حال ہے کہ گھر کا حال تو صرف میاں کو معلوم ہے اور
باہر کا سب حال بی بی کی نوک زبان پر ہے کھانے پینے
پکانے یہ رینے جینے کے متعلق مردوں کی معلومات وسیع
ہوتی جاتی ہے۔ اور ملکی معاملات کی گتھیاں سلجھانے
کے لیے بی بی کے ناخن تدبیر تیزی کر رہے ہیں۔ کچھ تعجب
نہیں کہ تھوڑے دنوں میں میاں کہنے لگیں کہ اے
میاں پروسی تمہاری بڑی منت ہوگی اگر ایک کھڑ
کر دو گے ذرا کی کہ تیجے نخرے آئی ہے۔ میں تنہا کیا
کروں کوئی انکو ذرا سمجھا دے فلکر کرو تو حضرت ... ہی سے تنا۔
دست ... بالکل ... بہت ہی بھر کے جھوٹ کو ... ہیں
ذرا بیسا یا بچہ ہماری ... کرانے کا نام ہی نہیں لیتا ۔
میاں بیچارے جواب دیں تو یہی کہ تم تو یہ کہہ رہے ہو میں
اپنا حال کس سے کہوں۔ وہ تو اک حمام میں سب ہی
ننگے ہیں جب سے انھوں نے دھرم گھر لیسا یا ادھر کی
کروٹ بھی نہیں لیتی ہیں۔ یہ ہوا سو تار ہوت کا ذکر
قیامت کا ہے خدا معلوم کیا جادو کر دیا ہے کہ دن رات
اسی کا وظیفہ پڑھتی ہیں۔ کس سے تار دلوا دوں لیکے۔
تار دینے والی درکار ہے جو پہلے ان کو بلا کے لائے
جب انی جی سے وہ آئیں تو تمھاری بی بی کو بلوائیں
مگر کس پر چھوڑ کے جاؤں۔ اول تو انکا مزاج شکی ہے
پرچھائیں سے تو آشنائی لگاتی ہیں۔ کہیں ملہ نہ رکھ دیں
کہ فلاں بیگم سے آشنائی ہے تو اور لینے کے دینے پڑیں
۔ تم نے بغیر ہماری اجازت کے گھر سے قدم باہر کیوں
نکالا۔ تم اپنے باپ کے گھر کیوں گئے۔ تم کو ہماری
اجازت کے بغیر کسی بات کا کیا حق ہے جو وہ چھارہ کا
کانٹا ہو کے پیچھے جھپٹ جائیں تو کہو پھر میں کیا کرونگا
اور کیا جواب دوں گا۔ اب تو انھوں نے یہ سیکھا ہے
کہ نویں مہینے آکے یہاں پیٹ خالی کر جاتی ہیں کیسا
دودھ پلانا اور کہاں کی ماستا۔ ہم کو اسنے اسی
لیے پیدا کیا ہے کہ وہ جنتی جائیں ہم پالتے جائیں
ان گنے مہینے یہاں آتی ہیں اور آتی بھی ہیں تو
رشتے کو ساتھ لاتی ہیں۔ رنگو ڑا آگ جل کے خاک
ہو جاتا ہے۔ مگر کیا کریں پرائے بس میں ہیں۔ آج کو

اللہ میں بھی عورت کر تا تو یہ دن کاہے کو دیکھتے۔
سلتے ہیں کہ جب ہمارا زمانہ تھا اور عورتیں ہمارے
بس میں تھیں تو ہزاروں لمحے کے سوت کے لیے کر تی
تھیں۔ سوت کا نام نے کے جمعرات کو کونڈے لیں یا
پڑھا ہوا نمک ڈالتی تھیں۔ تعویذ گنڈے چلتے چلتے
تھے عطری سفلی عمل چیسے جاتے تھے۔ آؤ بھائی ہم تم
بھی یہی کریں شاید اللہ سن لے۔ اور یہ ہوا ان پر جو
جو نیا ولایت سے پڑھ کر آیا ہے اور انکی نگاہوں میں
چڑھا ہوا ہے کسی طرح دل سے اتر جائے۔ سنتے ہیں
کہ پرانے لوگوں میں بھی ایک کا فخر یہی ہے لاؤ اسی کا ورد تو
تھا کھٹا ہیں۔ کوئی کہتا تھا کہ مستوق آزادی مردان
کی تار ہدار بھی بعض اللہ کی نیک بیگمیں پیدا ہو گئی ہیں
خدا انکے دل میں نیکی ڈالے۔ یہ بھی سنا ہے کہ
ان مولو ... نے اپنے شوہروں کو گھر سے باہر نکالا
ہے اور کہتی ہیں کہ عورت بمرکز و مخلوق ہے انکے
ساتھ ہر طرح حرج لگا ہوا ہے۔ سال میں تو مہینے بیمار
سماعت عارض رہتی ہے۔ نہیں تو مہینے میں آٹھ سات
روز کی کمزوری رہ جاتی ہیں۔ یہ سب خلقی کمزوریاں
ہیں۔ اجمل کا کام ساد ھنے کا بل ہوتا ہو تو ان میں ہیں
وہ لاکھ وردی پہن کے فتح دھر یہیں بیگم یا اُردا بیگنی بنائیں
مگر یہ خلقی کمزوری خود ہی آزادی کی دشمن ہے قدم قدم پر
ان کو دوسرے کی مدد درکار ہوتی ہے۔ سہارے کی محتاج
ہے کوئی وقت انکا خالی نہیں ہوتا۔ گو ہم نے اتنی ترقی
کر لی ہے کہ طرح طرح کے آلے ایجاد کر لیے ہیں جو ہم کو ایسی
اچانک مصیبت میں کام دیتے ہیں۔ مثلاً میدان جنگ
تھا جبکہ کمانڈنگ افسر مسز ٹرکھ مارنے فوج کا چارج
لیا تو پورے دنوں پیٹ سے تھیں لڑائی چھڑ گئی
میں مردوں کا کیا کام ہے بچہ سنبھالنے والا کوئی ساتھ
نہ تھا۔ مگر اللہ رے ترے حوصلے بل بے تیری فطرت
ہوائی جہاز ساتھ لیتی گئی تھیں جیسے ہی درد لگے
جھٹ سے گھوڑے کی پشت خالی کر اسکی بندی
جھپان میں جا بیٹھی۔ بڑی بڑی بہادر عورتیں میدان
میں موجود تھیں۔ جنگ عظیم ہو رہی تھی سنگینیں
چمک رہی تھیں۔ پستول خالی ہو رہے تھے۔ مگر وہ
اللہ کی بندی پیٹ کی بندوق سے بچہ کا فیر داغنے میں لگی

اے صاحب کیا پڑے میں کوئی نہیں ہے۔ جو جواب دے
قاضی صاحب کے ساتھ ہم لوگ گواہ اقرار دینے کے لیے آئے تھے
انھوں نے مزید سوال و جواب کو روکا۔ ورنہ حکم لگا دیا گیا تھا
چلا جاؤ اور پڑے میں بولی "نہیں تو نکاح [illegible] جانا ہوگا۔
پردہ نشین بیچی
ہم جانتے ہیں سب انسے [illegible] کیوں نہیں آیا۔ [illegible] سے
سب کام سہل ہو جاتا۔ مولانا قاضی بیچارے خاموش ہوئے۔
مہر کی تعداد دو دی گئی۔ بیگم صاحبہ امی ہوئیں۔ رجسٹرار
نے اسٹامپ کامل القیمت پر مہر نامہ لکھو کے دستخط لیے رجسٹری
کی۔ والد مرحوم نے اپنی کل جائداد کفول فرمائی۔ بیچارے یہ نہیں
سمجھے کہ حیات زوجین میں بذریعہ قرقی یا نیلام اس رقم
کو ادا کرنی ہوگی۔ میاں پیچ اگر یہ جائداد پہلے ہی سے ایک ناحق
قرضہ میں کفول نہ ہوتی تو گھر پھر فاقہ کرتا۔ اُن مرحوم اور اِس
مرحوم بندہ کا ناچیز پر چیٹنگ (فریب) کا الزام قائم ہے
اور رہے گا تا وقتیکہ یہ رقم ادا نہ کر دی جائے۔

بیگم صاحبہ بہزار دقت و خرابی جب سسرال میں آئیں تو
معلوم ہوا کہ بڈے کے خیالات میں اور اُنکے خیالات میں زمین
و آسمان کا فرق ہے۔ میرے مزاج میں اعتدال ہے۔ اُنکے
مزاج میں افراط ہے۔ معاشرت کی چوسر بچھ گئی۔ پانسا پھینکنے لگا
یہاں پانچ تین چھ تین پانچ دو چھکڑی چار کانے تین کانے
پنجڑی چھ دو پنج چار کے سوا پانسا آگے نہیں بڑھتا۔ اُدھر
دس دو دس پو پو بارہ سولہ سترہ اٹھارہ سے کم نہیں پڑتا۔
میں گھٹنیوں چل رہا ہوں۔ وہ جو گڑیاں بھر رہی ہیں چار
لمبے لمبے پانسوں میں وہاں رنگ بدرنگ اُڑ گیا یہاں بندہ
دو گھاٹ منہ دیکھتے ہی رہ گئے۔ جگ نہ ملنا تھا نہ ملا۔ اڑی کھائی
اور پٹے۔ رنگ کی ماری گئی بدرنگ کی شامت آئی ہر لال
میں بازی بیگم کے ہاتھ رہتی ہے۔

لوگ سمجھتے ہوں گے کہ میں کوئی بڑا خوش نصیب آدمی
ہوں۔ اور خوش نصیبی میں کیا شبہ ہے جورو صاحب
ماشاء اللہ حقاقہ دقاقہ سیدھی سادھی۔ خوش شعار
شائستہ۔ خوش فلاں۔ جوان جہان۔ خوبصورت۔
گھر سے خوش و خرم تعلیمیافتہ۔ روشن خیال عالی دماغ
ہیں۔ اُن بیوقوفوں میں نہیں جو نہ حفظان صحت کے اصول سے
واقف۔ نہ تدبیر المنزل کے گُر سے آگاہ۔ راہ عاشقی سے
اجنبی۔ سلیقہ شوہر پروری سے بے بہرہ۔ کوچۂ دلبری
سے نابلد۔ جنکے عجیب و غریب اعتقادات کی علت

[illegible] حقیقی اور فرضی ہوا کرتی ہے۔ "دانتوں کے نیچے سے
[illegible] چلاو۔
بستر پر پیشاب نکل جائیگا۔ بلی کے راستہ کاٹ جانے
سے لڑائی ہوتی ہے۔ سیاہی کا گرنا بغض و عداوت
کی جڑ ہے"!

گر تجربہ سے معلوم ہوا کہ انسان بسا اوقات بیوقوفی پر
عاشق ہوتا ہے۔ بعض بے ہنر کو روکھی طبیعت پر ترجیح
دیتا ہے۔ بچہ کا پہلا اِبلا ہونا دل کو مرغوب ہوتا ہے
اُسکے لایعنی حرکات دلفریب ہوتے ہیں۔ اسکی توتلی
زبان بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی شرارت پر پیار
آتا ہے۔ خدا جانے کیوں؟ جہالت کوئی اچھی چیز نہیں
ہے۔ مگر دلی رجحان کو کیا کیجیے گا۔ بہت لوگ بیکار کے
جانور پالتے ہیں۔ پوچھیے تو سہی بندر نے کیا ملا دیا ہے
ڈارون صاحب اگر انکو معززین شجرہ انسانی بابا
آدم کہتے ہیں تب بھی چھوڑے گاؤں کا رشتہ ناطہ ہے
مگر نہیں! اسکے مضحک حرکات سے جی بہلتا ہے۔ آپکی
صحبت میں اگر کوئی بیوقوف آدمی آجائے تو خواہ
آپ کیسے ہی فلسفی ہوں۔ مگر چار باتیں ہنسی دل لگی
کی آپ کے منہ سے بھی ضرور نکل جائیں گی۔ آپ کو
اس بیوقوف سے نفرت نہیں ہو سکتی۔ اس طبعی رجحان
کو ملحوظ رکھ کے امید ہے کہ آپ مجھکو معاف فرمائینگے
اگر میں کشادہ دلی کے ساتھ ظاہر کردوں کہ زوجہ محترمہ
اینجانب روڑھی خشک مزاج۔ خرانٹ۔ بلکہ جالینوس
کی نانی واقع ہوئی ہیں اور اسی وجہ سے انہیں نسائیت
کا جزو بہ نسبت فلسفیت کے بہت کم ہے۔ وہ اُستانی
بن سکتی ہیں مگر جورو بننے کی اہل نہیں۔ مشکل ترین
مسائل میں بطور ایک مشیر قانونی کے مشیر کار ہو سکتی
ہیں۔ مگر غم غلط کرنے والی زینت پہلو ہونے کی صلاحیت
نہیں رکھتیں۔ موجب۔ جہت۔ غایت۔ غرض۔ مطلب
فائدہ۔ وجہ۔ سبب۔ علت کا دھیان ان کو ہر ایک
فعل میں رہتا ہے۔ غرض جو کچھ طبیعت کا انداز ہے
اسکو مشرح بیان کرنے کی مہلت نہیں۔ طرز گفتگو اور
واقعات کی اجتہاد سے ناظرین خود ہی سمجھ لیں گے۔

اینجانب کے قوا [illegible] کی ناشگفتگی ایک بوسہ کی بحث
سے ہوتی ہے۔ جب کمبخت کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھا

چاہیے" چومتے ہیں گال کاٹتے ہیں [illegible]
دیا جاتا ہے کہ بوسہ کتنی قسمیں ہیں [illegible]
سے قطع نظر کیجیے وہاں بوسہ کے اقسام اور معانی پر
مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ہم ایشیائی ہیں اور
انھیں کے رجحان طبیعت کی بنیاد پر مختصر گذارش ہے
ماتا کے جوش میں شیر خوار بچوں کا جو بوسہ لیا جاتا ہے
اس بوسہ کا نام "محبت حیوانیت" یا "مہر پدری" ہے۔ روتے
بچوں کا جو بوسہ لیا جاتا ہے وہ "مرہم شکستہ خاطری"
کہلاتا ہے۔ قبلہ و کعبہ کے ہاتھوں کا جو بوسہ لیا جاتا ہے
"نقش ارادت" یا "مدحِ جبہہ سائی سنگ" کے نام سے نامزد
ہے۔ سنگ اسود مسجد یا قرآن کا بوسہ "بوسۂ احترام"
سے موسوم ہے۔ نادانستہ بے ادبی کے عوض میں جو بوسہ
لیا جاتا ہے وہ "بوسۂ گستاخی" ہے۔ جوان جہان لڑکیوں
کا بوسہ یہاں نہ بھائی لیتا ہے نہ باپ۔ حور صلوٰۃ اللہ
علیہا کے بوسے میں کئی لغتیں وارد ہوئی ہیں۔ "بدنقرا [illegible]
عرق چکاں۔ ریشمی اُتو۔ نسبت کاری"۔ اور جب حسنکے
چھاچھائی بڑھ جاتی ہے۔ تو سینگیاں کھینچنے سے بھی تعبیر
کی جاتی ہے۔ لیکن بہرحال یہ ایک دلپسند چیز ہے۔ گو یہ
نہیں معلوم کہ ہے کیا بلا؟ شوہر کو شادی ہوتے ہی
قدرتی حق بوسہ بازی کا مل جاتا ہے۔ اس حق کی باز پرس
بھی نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی خوشگوار زبردستی اور دلچسپ
گل پھلا بھی ہو جاتی ہے۔ مگر اس کمترین شوہر کا بوسہ
فتنہ انجام عجیب رنگ لایا یعنی کا اعلان جنگ ہو گیا
یعنی ادھر تو منہ کے ٹوے کی [illegible] تنگ ہوئی ہونٹوں
کی [illegible] نے ہاتھ پاؤں سمیٹے مقدس [illegible] سیب
رخسار کے منہ لینے آگے بڑھا۔ اُدھر تیوریوں پر بل
آئے میں سمجھا کہ غمزہ ہے۔ مگر نہیں وہ تو گویا بھری
بیٹھی تھیں۔ فرمانے لگیں "ویٹ اے بٹ آئی ڈونٹ
وانٹ سچ اے بلنڈ سینٹمنٹ"۔ (ذرا ٹھہرو میں ایسا نہیں
ایسے چوچلے سے)۔

میں۔ "کیوں کیوں خیر باشد"۔

وہ۔ اسلیے کہ میں نے اخبار میں دیکھا ہے کہ منہ میں
زہر ہوتا ہے۔ اور یہ زہر بوسہ بازی کے ساتھ گالوں
میں منتقل ہو جاتا ہے۔ لہذا پہلے اس بیکار رسم عاشقانہ
کو اسپرٹ کی پھاہے سے صاف کر لیجیے پھر ادھر منہ بڑھائیے۔

ریاضت شدہ شگل اس کا گواہ ہے۔"

بیگم: "گر آپ بھی ان کی تائید کرتے ہیں؟"

میں: "تو بہ میں کب تائید کرتا ہوں۔ میں نے تو ایک امر واقعی کا اظہار کیا ہے۔ مگر حیرت ہے جانے دیجیے بقراطِ حکیم سے کیا فائدہ۔ حفظِ صحت کے لیے بالوں سے زیادہ مضر ہے۔"

بیگم: "میں دیکھتی ہوں کہ آپ اپنے حقوق میں زیادہ طلبی کا جزو زیادہ شریک کر رہے ہیں۔ آپ کوئی ڈاکٹر نہیں ہیں نہ میں نے اپنی نسبت آپ سے کوئی مشورہ طلب کیا تھا۔ میں دیکھتی ہوں کہ اگر یہی لیل و نہار ہے تو ساتھ رہنا دشوار ہے۔ آپ کیونکر دو مختلف الخیال آدمیوں کی اطاعت کر سکیں گے۔ اس بڑھیا کے دقیانوسی خیالات ایک زندان سے کم نہیں ہیں۔ بہتر ہوگا کہ وہ اپنے توہینی الفاظ واپس لے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔"

ناظرین اب میری سٹی بھولی۔ جو کہ وہ الفاظ میری ماں کی نسبت استعمال کیے جا رہے تھے۔ وہ انگریزی میں تھے اور میں عمداً اشتعال کے ساتھ اس رسی کو توڑ توڑ کے چھوڑ رہا تھا۔ ورنہ بات بڑھ جاتی۔ میں نے اس پیام رسانی کے ناخوشگوار کام سے پہلو تہی کرنا چاہی مگر تو ذرا گرجنے کی صدا کان میں آئی۔ میں سمجھا کہ بجلی نے میرا کام تمام کیا۔ چپکے چپکے پنج کی تعلیم کے موافق "سبح اسم الرعد بحمدہ" کی تلاوت کی اور دم دبائے کمرے سے باہر نکلا۔ مجھے خیال ہوا کہ میں ایک خرمن ہوں۔ اور بی بی برق نہیں تو برق دم ضرور ہیں۔ والدہ کے پاس جا کے یہ پیام دینا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا کاغذ کے ایک پرزے پر چند کلمے لکھ کے بیگم صاحب کے پاس بھیج دیے۔ "مجھے امید ہے کہ اس سے فرمایا پیام رسانی سے تم مجھے سبکدوش کر دو گی۔" اور والدہ کی خدمت میں ایک عریضہ لکھا۔

"حضور کی بہو کو آپ سے کچھ نہ شکر رنجی ہے۔ میں سبب سے ناواقف ہوں۔ لہٰذا اپنے بچوں کو جس طرح منائیے منا لیجیے۔" یہ دو تحریریں بھیجیں چند تو گھر سے سطح اٹھ کے ہوا جب فرطِ جہرۂ مقدس و نیچا ہونے سے ہوئے بروت۔ یا بیگم کی آنکھ سے مروت۔ لہٰذا وہ ہو گیا کہ شام تک ترکِ تعلقات کے خلاف ہے۔ رات کو قسمت نے یاوری کی تو کچھ قصور معاف کرا لوں گا اور کچھ خطائیں پیدا کر لوں گا۔ مگر یہ خطائیں امید ہے کہ شکر رنجی کے بجائے رشتۂ محبت کو مثل دمِ موسیٰ یا تیلی بنا دیں گی اور اگلی پچھلی محرومی کی تلافی ہو جائے گی۔

بیگم کے تفاصیلِ حقوق سے مجھے یہ تو معلوم ہو گیا تھا کہ مونچھوں کے بارے میں کوئی ضرورتِ امال جان کو دخل دینے کی نہ تھی۔ لیکن دل یہی کہتا تھا کہ اگر اُن کو یہ ہیئت عجیب معلوم ہوئی اور انھوں نے اپنی رائے کا اظہار کر دیا تو کیا بڑی بات کی۔ ملاحظہ میں یہ تفصیل ارشاد و امرِ واجب الانقیاد بیگم صاحبہ مدظلہا مکرمہ مخدومہ محترمہ اڑا دی گئیں اور بقیۂ مشش و پنج اڑا دی گئیں۔ لہٰذا محل آزردگی باقی نہ رہا۔ دو دن گزر چکے ہیں اور ایک بوسے کا بھی شرمندہ نہیں ہوں۔ محض ارادہ پر مونچھ کا صفایا ہوا۔ اور رانگے بھاڑ دیں نہیں اگر کچھ انعام ملتا تو شاید شکریہ میں ناک سے ہاتھ دھونا پڑتا۔ انھیں خیالات میں مبتلا بعض دوستوں کے یہاں شام تک رہا۔ اور شام کو ڈیوڑھی کے اندر قدم رکھتے ہی گھر کا عالم دگرگوں پایا۔ تمام گھر میں سناٹا۔ الٰہی خیر! یہ کیا معرکہ ہے۔ جو اس درست کرنے کے لیے اپنے کمرے میں جانے سے پیشتر والدہ کی خدمت میں گیا۔ دیکھا تو وہ ایک سکوت کے عالم میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ مجھے دیکھتے ہی فرمانے لگیں "واہ بیٹا تم نے تو خوب مجھے باتیں سنوائیں۔"

میں: "کیوں کیا ہوا؟"

وہ: "اور کیا ہوتا۔ تمھارا خط دیکھ کے میں نگوڑی دوڑی گئی اور میں نے "میری پیاری پیاری دلہن کیا مجھ سے کچھ خفا ہو؟" کہہ کے گلے لگا لیا۔ بس بیٹا اتنا کہنے میں جیسے چوٹی ہو گئی وہ تو معلوم نہیں کہ کسی کھاٹ سوئی تھیں یا کچھ نشے میں تھیں۔ مجھے پیچھے ڈھکیل سا یہ جھاڑ اپنی زبان میں کچھ گٹ پٹ کرنے لگیں جب میں نہ سمجھی تو آدھی اردو آدھی انگریزی میں خدا معلوم کیا کہتی رہیں۔ بس اتنا میری سمجھ میں آیا کہ مجھ میں اب حق کو کوئی حق میرے کمرے میں بغیر میری مرضی کے بڑا اُٹھ چلے آنے کا نہیں ہے۔ بجائے اپنی گستاخی کے معافی مانگنے کے مجھے صرف گلے لگا کر میلانا چاہتی ہو۔ تو میں کچھ بچہ نہیں ہوں بہتر ہوگا کہ میں تمھارے صاحبزادے کے تشریف لانے سے پہلے یہاں سے چلی جاؤں۔

بھیا میں صورت دیکھا کی وہ بکتی ہوئی بیٹھ رہی جا جا بیٹا۔ یار و میری بیگم کی حق شناسی و فرائض سنجی میں کیا شبہ ہے۔ وہ تو قانون کا پتلا ہے۔ واللہ اگر وکیل صاحب کے بجائے عدالت کی تحقیقات کرتی تو اس بل سے بڑا بل جو بالکل غار یا اندھا کنواں ہوتا تیار کر دیتی۔ اس خبر کو سنتے ہی میں نے اس طرح کھیسے نکال دیے جیسے قحط زدہ ہندوستانی مزید ٹیکس کے بارے۔ کہنے سننے کا محل نہ تھا اپنے کمرے میں آیا تو وہاں ایک خط پڑا پایا۔ یہ خط میری تحریر کے جواب میں تھا۔ "مسٹر آپ مجھ سے منہ چھپا کے چلے گئے اور میری تاکیدی پیام کو بے وقعت سمجھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس گھر میں زیادہ دنوں تک میرا نباہ ممکن نہیں ہے۔ آپ کے گھر کی ہر ایک بات بے قاعدہ ہر ایک بات بے اصول ہے۔ آپ کی ماں ضرورت سے زیادہ مجبور ہیں اور اپنے فرائض کو بالکل محدود کرنے کے ناقابل ہیں۔ آپ کی وقعت ابھی تک اس گھر میں ایک شیرخوار بچے سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ میں بھی اس نوبت کو پہنچ گئی ہوں کہ آپ کی ماں بلا اجازت میرے کمرے میں چلی آتی ہیں۔ اور بالکل اپنے بچوں کی طرح بغیر کسی خاص عنوان تعظیم کے جو اجنبی رشتہ داروں کے ساتھ برتنا چاہیے مجھے گلے لگاتی ہیں۔ آپ خود ہی خیال کیجیے کہ یہ امور کہاں تک میری ناگواری کا باعث ہیں۔ اگر آپ چاہیں گے تو میں کسی معین فرصت کے وقت آپ سے چند دقیقہ کے لیے ملوں گی۔ اور یہ آپ کا فرض ہوگا کہ آپ اپنی بے اعتدالی سے مجھے زیادہ رنج نہ دیں گے۔"

نامہ تمام ہوا اور پڑھتے کے دماغ میں ایسی تبخیر ہوئی کہ توبہ بھلی۔ بخارات اوپر کو اٹھے۔ دماغ کی قرع انبیق میں ٹھنڈے ہو کر آنسو بنے اور راولپنڈی کی طرح بہہ نکلے۔

باقی داستان پنج دالمِ فردا ہے شب رات۔

بڑی گت بنائیے۔ بنوٹ کا داؤ سکھائی پیترے پیترے سے ناک
اڑائے۔ نشانہ بازی گڈا دینے میں کارآمد ہو۔ کشتی
پچھاڑنے اور چت کرنے کا ڈھب بتائیے۔ گرو پانیا پہلیاں
کو بیلیں مارے۔ نالی کی راہ دکھائے۔ مگر رسید ہو تو لائیے۔
پولو ٹھوکر کو سخت کرے۔ اکی جد و جہد کی قوت بڑھائیے۔
گیند کا قائم مقام ہو گھونسا؟ دیکھیے دکھ جائے گی
نازک کلائی آپ کی؟ کا سینہ شکن جواب ہو۔ بغیر اکھاڑے
میں اترے عاشق کو وصال میسر ہو۔ شاعرانہ نازکی
بال بھر نہ ہو۔ ناز نہیں ناز آفریں نازک بدن نازک مزاج
کہنے والوں کو وہ پیار دکھائیے کہ نقش زمیں بنا دے۔
رستم و اسفندیار کو زور عشاق کی فہرست میں نام لکھوائیں
صورت دیکھتے ہی ڈر کے مارے دانت نکالیں۔
پہلوان عادی بغلیں جھانکیں بے سلیقہ ویکی ایک گھڑی کی
میں نانی مرے۔ آواز سنتے ہی محلہ والے سمجھیں کہ
بادل گرجا۔ مولوی صاحب سبحان اللہ بحمدہ کا
وظیفہ پڑھیں۔ سودا کی قبر ہلنے لگے۔ جنھوں نے فرمایا ہے

لڑکی وہ جو لڑکیوں میں کھیلے
نہ کہ لونڈوں میں جا کے ڈنڑ پیلے

اگر میری زبان سے نکل جاتا کہ پولیٹکل جد و جہد میں
پڑنا عورتوں کے لیے زیبا نہیں۔ تو چاند بی بی کی کہانی
فرفر سنائیں مس سلویا پنکھرسٹ کے کارنامے دکھائیں
نورجہاں بیگم کی داستان کا سبق دہرائیں۔ قلماقنیوں
اردوبیگنیوں کی جلالت یاد دلائیں۔

جب اختلافات خیالات کی تکلی پر ٹنڈل چڑھی اور
گھسیٹ میں ڈور کی سویاں الجھ کے جھتا بننے لگیں
تو میں نے عادت ڈالی کہ میڈم صاحب جو کچھ فرمائیں
بلا اختلاف قبول کر لوں اور بات نہ بڑھاؤں۔
کیا کرتا؟ عافیت اسی میں تھی۔ وہ کہتیں کہ جمہوریت
سے شخصیت اچھی۔ میں کہتا بالکل درست جمہوریت
ایک غیر فطری شے ہے انسان اکیلا پیدا ہوا اکیلا ہی
جائیگا۔ اس کے اعمال اسی سے پوچھے جائیں گے
وہ فرمائیں کہ آج دھوپ کا رنگ کالا ہے۔ میرا کہیں
بند کرکے جواب دیتا کہ جب ہی آپ کی صورت مجھے
آج نظر نہیں آتی۔ اگر آپ اپنی زبان سے یہ کلمات
منہ پر لائیں تو میں اسی دھوکے میں رہتا کہ خدانخواستہ
آپ کے دشمن عدم آباد کے کلمات کو زریں قرار دیتے
ہیں۔ اگر وہ خیال کریں کہ سچائی ایک مکلف وہ چیز
ہے تو میں فوراً اسکو [illegible] جنت بھیجنے کے لیے آمادہ
ہو جاتا۔ لیکن یہ عادت اس وقت تجربہ بنتی جب
وہ کوئی سوال کر بیٹھیں اور جب میری قیافہ شناسی
ان کے مرکز خاطر کی تھاہ لینے سے عاجز ہوتی تو
مشکل پہاڑ بن کر میرے سامنے کھڑی ہو جاتی۔ مثلاً
ایک روز کا ذکر ہے کہ انہوں نے مجھ سے تھیٹر کے
متعلق سوال کیا۔

"تھیٹر کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ کیا
یہ چیز دنیا کے لیے مفید ہے یا مضر؟"

بندہ درگاہ نے جیبوں کو ٹٹولا کہ شاید اس میں کوئی
نکمی سی پرچی پڑی ہوئی ہو۔ مگر مایوسی ہوئی۔ ادھر
نظر کا تیشہ دوڑایا کہ شاید کوئی بندۂ خدا میری نیابت
میں جواب دے دے اور میں چھٹی پا جاؤں۔ مگر
وہاں کوئی نہ تھا ان کی جبین حسین کے زائچے پر
نگاہ کی مگر وہاں قہر و غضب کے سوا کچھ نہ دکھائی
دیا۔ دل سے کہا کہ خواجہ عمر عیار جب تازہ مکر
تراشتے تھے تو پشت دست پر نظر کرتے تھے۔ تا وہی
نسخہ استعمال کرکے دیکھیں مگر ہاتھوں نے بھی خالی دیا۔
آخر قعر دل نے غوطہ لگایا اور جواب کا گوہر یوں ڈھونڈ
نکالا۔ کہ ہر شے میں دو پہلو ہوتے ہیں ایک اچھا
ایک برا۔

میڈم: "یہ دو پہلی بات کیسی؟"

میں: "اصل یہ ہے کہ میں نے اس مسئلے پر کبھی غور نہیں کیا۔"

میڈم: "یعنی آپ نے کبھی انگریزی تمثیل کے فوائد پر اطلاع
نہیں پائی ہے؟"

میں: "جی ہاں تو فوائد میں کس کو شبہ ہے وہ بیشک
ایک مفید چیز ہوگی۔"

میڈم: "ابھی تو آپ نے ظاہر کیا تھا کہ اس مسئلے پر
آپ نے غور نہیں کیا اور ابھی آپ اپنا یقین اس کے
مفید ہونے پر ظاہر کرنے لگے۔"

میں: (بغلیں جھانکنے لگا) "جی میرا مطلب یہ تھا کہ
میں نے اتنا کافی غور نہیں کیا ہے کہ آپ کی بات کا
شافی جواب دے سکوں۔ آپ کی مہربانی ہوگی اگر
آپ مجھے اس بارے میں [illegible]
کا موقع دیں گی۔"

میڈم: "میں تو سمجھتی ہوں کہ دنیا کے [illegible] ہر
شخص پر یکساں نہیں گزرتے جو کچھ [illegible] پر
گزرتی ہے ایک مبتلا بعد تمثیل کے [illegible] واقف
لوگوں کو تھیٹر کے ذریعے معلوم ہو سکتی ہے۔"

میں: "بیشک آپ کی رائے صحیح ہے۔ میں نے کلیلہ و دمنہ
میں یہ حکایت پڑھی ہے کہ ایک گدھے نے شیر کی
کھال اوڑھ کے خوب دہقان کے کھیت چرے
اور کوئی ڈر کے مارے اس کے پاس نہ گیا۔ آخر
ایک رازدار لومڑی نے اس کو مشورہ دیا کہ آپ
اپنی خوشنما پاٹ دار رسیلی رنگیلی زرنگ آواز بھی سنا
دیجیے رعب اور زیادہ دلوں میں سما جائے۔ اور پھر
کبھی کوئی اس کھیت کے قریب آپ کا حرج کرنے
نہ آئے۔ عقلمند گدھے کے دماغ میں اس غرور سے
نے اثر کیا وہ گدھوڑا راگ الاپنے لگا۔ اس حکایت
سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں وہ بیان کرنے سے زیادہ
نقل کے ذریعے سے خود بخود ناظر کے لیے مفید ہو سکتے
ہیں!"

بدقسمتی سے میڈم سمجھیں کہ میں نے ان کو بنانے کے
لیے یہ حکایت بیان کی۔ لے مرے بھائی اب آؤ
تو جاؤ کہاں۔

میڈم: "اب تک میں آپ کو ایک سمجھدار آدمی
خیال کرتی تھی مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ آپ نرے
گاؤدی ہیں۔ بھلا تھیٹر میں اس حکایت کا کھیل کیونکر
ممکن ہے۔ اس میں گدھے کا پارٹ کرنے کے واسطے
آپ کی ذات درکار ہوگی۔ اور لومڑی میں بنوں گی
کہ آپ کے صفات آپ کی حماقت کے ذریعے سے دنیا
پر ظاہر کر دوں۔"

میں: "پیاری میڈم خدا کے لیے معاف فرماؤ میرا
مطلب اس حکایت کے بیان کرنے سے یہ نہیں تھا کہ
اس کا ڈرامہ بنا کر کھیلا جائے۔ میں ظاہر کرنا چاہتا
تھا کہ جو فائدہ حکایتوں کے ذریعے سے تعلیم دینے کا
ہے وہی تھیٹر میں ہوبہو نقل کرنے سے حاصل ہوتا
ہے۔ میں آپ کی رائے سے متفق ہوں۔ [illegible]

میں: "محنتانہ کیا حاضر کیا جائے؟"
وکیل: "پچاس روپیہ۔"
بندہ ماطوب مار کھاتا ہے۔ روپیہ حاضر کیے گئے اور وکالت نامہ مکمل ہو گیا۔
وکیل: "میں اس دستاویز کو دیکھنا چاہتا ہوں جسکا ذکر نوٹس میں ہے۔"
دستاویز کی نقل تلاش کرنے سے گھر پر نہ ملی تو وکیل صاحب نے فرمایا کہ رجسٹری کے محکمہ سے باضابطہ نقل حاصل کیجیے (میں اس واقعے کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتا ہوں) وکیل صاحب کے کاشانۂ عالی سے مسل در مسل خیالات دل کے بکس میں لیے ہوئے گھر میں آیا۔ شام ہو گئی تھی کھانا کھا کے پلنگ پر لیٹا ابر گھرا ہوا تھا مسٹر رعد اور لیڈی برق میں کسی قدر بلند آواز سے معاملات ملکی اور مالی پر بحث ہو رہی تھی ٹھنڈی ہوا جو چلی تو بندہ پڑ کے سو رہا۔ سونے سے قبل نیت کی: "نیت کرتا ہوں میں صبح کو رجسٹری کچہری جانے کی منہ میرا طرف سسرال شریف کے اللہ اکبر۔"

یہ غلط ہے کہ تپ ہجر کے بیمار رات تڑپ تڑپ کے کاٹتے ہیں تارے گنتے سحر ہوتی ہے۔ یہاں جو پڑ کے سوئے تو رات بھر کروٹ بھی نہ لی ابر کی وجہ سے تارے نہ تھے اور ہوتے بھی تو گنتا کون۔ اس احقر شوہران کو کسی ایسے معشوق کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ جیسا معشوق عموماً شعرا کا ہوتا ہے۔ بچپن میں آنکھ کھلی تو والدہ کا چہرہ دیکھا جوانی کی آنکھ کھلی تو جورو کا منھ۔ لہذا تجربہ محدود ہے پھر بھی قیاساً کہتا ہوں کہ میری بیگم صاحبہ کا سا ظالم شاعر کے خیال میں بھی نہ گزرا ہوگا ورنہ یہ بھی نہ کہتا ؎

یا تن رسد بجانان یا جان ز تن بر آید
دست از طلب ندارم تا کار من بر آید

ستم ایجادی کی نئی نئی ترکیبیں سیکڑوں نظم کی گئی ہیں لیکن قرقی ڈگری نالش فریاد کا ستم شاید کسی شاعر نے نظم بھی نہیں کیا۔
اس زمانے میں اگر میاں مجنوں ہوتے اور گریباں عشق کی دکھاتے۔ بی لیلیٰ گھر میں اور صاحب مجسٹریٹ کے یہاں نالش دائر کرتیں تو دو پیشیوں میں سارا عشق فنا ہو جاتا۔
میاں ملک الموت جو ہر گھر میں بے تکلف بغیر پردہ پکارے بغیر اطلاع دیے وارد ہو جاتے ہیں اگر ان پر ایک مقدمہ بھی مداخلت بیجا کا دائر کر دیا جائے تو ساری سٹی بھول جائیں۔ پھر کبھی لوگوں کی نبض دیکھ کا نام بھی نہ لیں۔ میاں ابر صاحب جو اس وقت برسنے میں بلکہ برس پڑے ہیں اگر سہر جانے کی نالش میں پھنس جائیں تو یہ شباب ختم ہو جائے۔
بندہ جو صبح کو بستر سے اٹھتے ہی اس فکر میں مبتلا ہوا کہ کیونکر کچہری تک رسائی ہوگی۔ پڑوس میں پنہاری چکی پیس پیس کے گا رہی تھی ؎

"بھری برسات میں سسرال میں ہرگز نجاؤں گی"

میں نے دل میں کہا کہ عذر معقول ہے۔ لیکن میرے پیے نہیں ہیں کہ یہ عذر کروں تو نہ وکیل صاحب مانیں گے نہ مقدمہ کی ضرورت مجھے اس قسم کا عذر کرنے دیگی۔ طوعاً کرہاً۔ جبراً قہراً۔ الٹے سیدھے دو چار نوالے پیٹ میں ڈالے سگریٹ سلگا یا جیتے جی خوشبودار برساتی کے کفن میں سارا ڈیل لپیٹا چھتری کے پر پھٹ پھٹائے اور کندے جوڑ کے "یا قسمت و یا نصیب و یا بخت" کہتا ہوا گھر سے باہر نکلا۔ تل دھار اوپر دھار پانی پڑ رہا تھا پانی کی چھینٹوں سے عینک کا آئینہ اندھا ہوا سڑک کا نشیب و فراز پانی کی ہموار سطح میں محو ہو گیا پاؤں ایک گڑھے میں جا رہا۔ چال کی نے لنگڑی ہوئی اور بندہ اناڑی گویے کی طرح سم کے پہلے ہی دھرط سے بزمین رسید۔ ترکی ٹوپی کا تقفہ پھندنے کے لنگر سمیت پانی میں تیرا۔ چھتری کا مستول ٹوٹا برساتی کے شراع پھٹے۔ تمام کپڑے لت پت۔ گل حکمت کی ہوئی لوٹی میں اور اینجانب میں کوئی زیادہ فرق نہ تھا۔ اپنی جان کو روتے۔ بی بی کی جان کو پیٹتے اُٹھے۔ ایک مکان کے پنالے میں غسل خفت کیا کچھ مٹی چھوٹی کچھ ٹھہری رہی۔
چھتری اُٹھائی اور پھر چلے۔
"ارے بھائی اکے والے ذری کچہری تک پہونچا دو۔"
"جی بہت خوب دو آنے پیسے لگیں گے۔"
"اماں دو آنے گئے جہنم میں۔ بس تم کچہری تک پہونچا دو۔"
خوش نصیبی تھی کہ اکا مل گیا۔ بظاہر اکے میں کوئی عیب نہ تھا۔ مگر جو پردہ اس پر لٹک رہا تھا وہ عطر لیڈ و گلاب برل اسپ میں غالباً نہایت اہتمام سے بسایا گیا تھا اس کی مہک سے دماغ رشک طبلۂ عطار ہوا جاتا تھا خصوصاً جب آب مقطر کی بوندیں ٹپک کے منھ پر گرتی تھیں۔ تو کیا کہوں جو حالت ہوتی تھی۔ لاکھ لاکھ اکے والے بھلے مانس سے کہا کہ بھائی ہمیں اس پردے کی ضرورت نہیں۔ تم اسے تہ کر رکھو مگر انھوں نے ایک نہ سنی۔ اور "ابھی میاں چلے بھی چلیے" کہہ کے ٹال دیا۔
آپ جانیے گرمی کی فصل۔ برسات کی امس۔ کھانا کھاتے ہی چل کھڑے ہونا۔ پھر کھانے پر بیٹکنی کھانے کا تداخل۔ برساتی ہوا اثر پر دف) سے مسامات کا بند ہو جانا اس پر سے پردۂ لید آلودہ کا خیسا نیدہ نوش فرمانا۔ یہ بے اعتدالیاں اکٹھا ہو گئی تھیں معدۂ شریف میں کچھ ایسا ہیجان ہوا کہ بندے نے شیر کی بولی بولنا شروع کی اور چھیچھڑے اگلنے لگا۔ آنت آنت ٹوٹ گئی ایک ایک لقمے کا حساب مہر معجل کی طرح مع شے زائد بیباق کرنا پڑا۔ دل نے کہا کہ اس کھانے کی رجسٹری نہ ہوئی تھی یہ تو دینا پڑا۔ مہر کی دستاویز رجسٹری شدہ ہے۔ دیکھیے اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ الغرض اوپر سے پانی گر رہا تھا اور حلق سے کھانا۔ نہ اکے صاحب رکتے تھے نہ پیٹ کا ٹٹو دم لیتا تھا ڈاک لگی ہوئی تھی اور ہم گلے سے نکل (جھوپو) بجاتے چلے جاتے تھے۔ خدا خدا کر کے کچہری پہونچے۔ جان میں جان آئی۔

چلتا پھرتا دل

بہت تم نے دل کی لیکن آئی کی

کمبخت کو کسی کے مہر کا نہیں۔ اٹھتے سے بیٹھے پر بیتیزی یہ ہر جائی پن۔ عربی کا ایک مقولہ ہے "قلب المؤمن عرش اللہ" یعنی ایماندار کا دل خدا کا تخت سلطنت ہے مرزا سودا کا شعر ہے ؎

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے

میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

پھر بھلا اس دل کا کہاں ٹھکانا ہے۔ جو لوگ عرش الٰہی تک پہونچ سکتے یا عرش الٰہی کو طرح بوں بیکسوں کا دل دکھا کے ہلا سکتے ہیں انھیں کو معلوم ہوگا۔ مرزا نوشاہ غالب ایک غزل کے مطلع میں فرماتے ہیں ؎

غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہم نے اپنا دل

خوں کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

نقشہ کی ترنگ میں کلی چٹکنے جو دیکھی تو سمجھے دل ہے۔ کہاں ایک مخروطی شکل لبا سندے گوشت کا لوتھڑا اور کہاں نازک خوشبودار کلی۔ پھر جو نشہ کم ہوا تو کہنے لگے ؎

حال دل نہیں معلوم لیکن اسقدر یعنے

ہم نے بارہا ڈھونڈھا تمنے بارہا پایا

پتہ چلا بھی تو ایسی جگہ جہاں اپنا قابو نہیں۔ میاں آتش فرماتے ہیں ؎

الجھا ہے دل تو زلف کے گیسوے پر شکن میں

اگتی ہے جا بجا ئے سبزہ کنگھی سے چمن میں

لیجیے صاحب ان کا دل تو ارنی رسی میں "جھجو ہیلے بھی جھجو بیلے۔ جھجو کی ٹہنی جھوم پڑے" لیے پینگ کے مزے لے رہا ہے۔ زلف معشوق کو اب سنتی کنگھی برش کی ضرورت نہیں رہی۔

ابی یہ لوگ تو شاعر ہیں ان کے دل کا کیا پوچھنا! ان کا دل تو سیماب ہے۔ آتش ہے۔ باغ ہے۔ داغ ہے۔ کرہ حداد ہے۔ بلبل ہے۔ مرغ ہے۔ کباب ہے۔ کوفتہ ہے۔ دریا ہے۔ کوہ ہے۔ لوگی چڑیا ہے۔ بسمل ہے۔ بیمار ہے۔ زار ہے۔ غرضیکہ سب خاک ہے بلا ہے ؎

اک بلا ہے یہ دل نا عاقبت اندیش غنی

میرا پھر کا یا ہوا۔ ناصح کا سمجھایا ہوا

دل نہیں ہے ان کی نیت کا سایہ اور تخیل کا دم چھلا ہے۔ ان کی کوئی بات مبالغہ اور جھوٹ سے خالی نہیں۔ یہ وہم کے دریا بہاتے ہیں۔

آؤ جناب شیخ کا دل ٹٹولیں۔ واہ ان کا دل یا تو جوڑے کے حساب میں ہے۔ سینے کا پنجرا خالی ؎

طوطا ہمارا اڑ گیا کیا ہم لٹا ہوا

رقم زکوٰۃ کے فراہم کرنے میں ہے۔ دست بوسی کرانے کی تدبیر تک ہے۔ حرام حلال کے فتوے میں ہے۔ لوگوں کی داڑھیوں میں ہے۔ عمامہ کے پیچ میں ہے۔ یہ دل شکاری ہے۔ پھر بھی ان کے قابو سے باہر ہے۔

اچھا حضرت واعظ کا دل تو ان کے سینے میں ہوگا۔ نہیں صاحب نہیں۔ ممبر کے اڈے پر میاں مٹھو بنا نبی جی بھیجو کی صدا لگا رہا ہے۔ عمامۂ سبز کی گردش اور قرأت صحیحہ میں حلقوم کی حرکت سے معلوم ہوتا ہے آٹا اگل رہے ہیں۔ آئے ہیں دنیا میں نصیحت کو مگر خود فضیحت ہیں۔ لیجیے ان کو بھی دیکھیے ؎

شریف مکہ وہ آتے ہیں دیکھو رندو

شراب ناب انھیں کے کنویں کا پانی ہے

ان کا دل جب تک چھوٹا سا تھا۔ حرم کی کانس میں تھا یا زمزم کی جگت پر۔ اب سارے حجاز میں ہے۔ سارے یاز میں ہے۔ اب شریف نہیں رہا سلطان ہے۔ چڑھاوے پر قناعت کی ضرورت نہیں۔ خراج تحصیل کرنے دو ؎

از ہزاراں کعبہ مبلغ بہتر است

ندبدست آور کہ حج اکبر است

افسوس دل گڑھے دغا رہیں۔ نہیں احضرات ۔۔۔ کا دل گڑھے میں رہتا ہے۔ جو دوسروں کو اپنے بغض سے نقصان پہونچاتے ہیں۔ کان کن کا دل گڑھے میں رہتا ہے۔ جو اپنی جان دوسروں کیلیے ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ افسوس دل گڑھے ہیں۔ ہاں! شرابی کا دل۔ مٹکے کے اندر جو باہر پھر آتا ہے۔ گر پھر نشے میں دیا نہ ہو کے خدا جانے کہاں چلا جاتا ہے۔ نجومی کا دل آسمان پر رہتا ہے۔ گھر کی خبر نہیں رکھتا ؎

تو بر اوج سما چہ دانی چیست

چون نہ دانی کہ در سرائے تو کیست

فاقہ کش رمال کا دل مخفی خزانہ دوسروں کے ہاتھ کوڑیوں کے مول بیچتا پھرتا ہے ؎

"دست تہی حاصل دنیا مرا است"

طالب علم کا دل۔ امتحان کے پرچے میں اٹکا رہتا ہے ؎

دل کو صرف زندگی سمجھے تھے کیا معلوم تھا

یعنے یہ پہلے ہی صرف امتحان ہو جائے گا

وکیلوں کا دل موکلوں کی تحریر میں۔ بھائی اس عدالت نے اگر ناانصافی کی ہے تو اپیل کرو۔ دیکھ لینا جیت نہ لیں جب ہی کہنا۔ بس کچھ کم سو پیشیاں ہوں گی۔ انھیں پیشیوں میں تمھارا تو کچومر نکل جائے گا مگر میں مقدمہ جیت کے شکرانے کا مستحق ہو جاؤں گا۔

مہاجن کا دل گول گول دھات کے ٹکڑوں میں۔ نہیں بلکہ قرضدار کی جیب میں۔ سود کا دودھ پی کے موٹا ہوتا رہتا ہے "روپیہ دل کی گوٹ ہے"

شاہد ناز کا دل نخرہ رسوائی میں "دمڑی کا یار سدا خوار" ؎

خدا رسوا کند دل را کہ رسوا میکند یارا

رنڈی کا دل کسی کی ہمیانی میں۔ اُتو بنانے کی کارستانی میں ؎

عوض بوسہ حسیناں دل و زر می طلبند

داد و اندانچہ بہ ما کا شکے از ما گیرند

ناٹک کا دل۔ کھیلا کھایا دل۔ کفن کے نوچنے میں۔ مرتے مرتے سے مرنے کی گھات میں۔ وہ کہربا کی تسبیح۔ وہ سر راہ بیٹھنا۔ وہ ہر آیندہ روندہ کی صورت دیکھ کے بغیر ہونٹ ہلائے کھٹ سے دانہ گرا دینا۔ وہ حج و زیارت پر نوجی کے آستانوں سے اشتیاق ظاہر کرنا۔ وہ زہد ریائی کا رد کھا پوڈر ہے چکنے چپڑے چہرے پر ملنا ؎

پھانستی ہیں مرغ دل تسبیح کے دانے پر وہ

غرض جنکو دیکھو ایک دل کا طلبگار ہے جسکا مسکن

سینہ ہو۔ لیکن دنیا کے چٹیل میدان میں آرزوؤں کا ایک قافلہ جادہ پیما ہے۔ اور حضرت دل میر قافلہ بنے ہوس کے کانے ٹٹو پر سوار طے کرتے چلے جاتے ہیں۔ جب سکون سے کام نہیں تو کہاں کا مسکن۔ کمر بند میں باندھا۔ ٹاپے میں بند کیا۔ جیب میں ایک روپیہ والے نوٹ کی طرح رکھا۔ کابک میں چھوٹا۔ کونڈے میں جھکائے۔ چٹکی دکھائی۔ ڈھابلی کی سیر کرائی۔ صندوق میں دھرا۔ خزانے میں سینتا۔ تلے دانی میں جگہ دیا۔ جادو کیے۔ ٹوٹکے ٹامڑے جھاڑ پھونکے سے کام لیا۔ پٹیاں پڑھائیں۔ بہلایا پھسلایا۔ چشم نمائی کی۔ مٹی میں دبایا۔ چھکی پر لگایا۔ مگر حضرت نہ ٹکنا تھے نہ ٹکے بھلا ہم غریبوں کے دلوں کا ذکر ہی کیا۔

اسوقت گورنمنٹ سے بڑھکر صرف اللہ میاں کا نام ہے۔ اللہ میاں کا دل نہیں۔ ہاں گورنمنٹ کا دل ہے مگر وہ بھی رولیٹ بل میں ہے۔ گورنمنٹ کے پاس نہیں۔ سنتے ہیں کہ رولیٹ صاحب ولایت سے ایک بٹا لے آئے تھے۔ اس بٹے سے گورنمنٹ نے اپنا دل بدل لیا ؎

جس دل پہ ناز تھا انھیں وہ دل نہیں رہا

اس بٹے نے وہ اینٹ پتھر اٹھوا لے کر لو یہ چلی۔ اب یہ بٹا ناچا ناچا پھرتا ہے۔ کبھی گورنر بنگال کے ہاتھ میں جاتا ہے تو کبھی سر مائیکل اوڈوائر اس سے کھیلتے ہیں ؎

مثل گل بازی نہ ادھر کا نہ اُدھر کا

لارڈ رانلڈ شی یا سر مائیکل اوڈوائر کے سینے میں پہلے ہی سے دل نہ تھا۔ اگر ہوتا تو لوہے اور گوشت سے مقابلہ نہ کرواتے۔ اگر ہوتا تو انتظام کی مامون و محفوظ راہیں سکھاتا۔ اجتماع مور و مگس پر طیش نہ دلاتا۔ اس سنگین انتظام کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو دل پتا کھڑکنے سے بھڑکتے تھے وہ توپ کے دہرے پر جانے لگے۔

اگر دل ہوتا تو بدنظمی اور سنگدلی کا داغ جبین ولایت پر لگانے سے پرہیز کرتے۔ اور صوبۂ اودھ کے صاحب حاکم کی طرح لوگوں کو رو پیٹ کے دل کی بھڑاس نکالنے دیتے ؎

ہم کو رونے کو نہ تم منع کرو اے حکام
غم دل کرتے ہیں ہم دیدۂ تر سے خالی

بات یہ ہے کہ پنجاب و بنگال کے حاکم ابھی تک اس غلط فہمی میں ہیں کہ ان کے سینے میں دل ہے۔ اچھا صاحب۔ ہوگا۔ مگر ایسا دل کس کام کا ؟ جو رونے پہ ہنسے اور کسی کو ہنستا دیکھ کے روئے ؎

حالت کہوں اپنی بجوزی کی
دل دے کے سنو جو میرے جی کی
الفت نہ کروں گا اب کسی کی
دشمن ہوا جس سے دوستی کی
اول اول بھلا تھیال کہیں
آخر آخر بہت بری کی
مصروف ہے سینہ کوبی میں دل
آتی ہے صدا دھڑا دھڑی کی
رونے پہ میرے ہنستے ہیں آپ
ہنس لیجیے بات ہے ہنسی کی

راقم (بیدل)

بقیہ ــــــــــــــ نمبر

مسالا پس رہا ہے آرزوئے قلب بسمل کا
یہ سینہ تیرا سل ہے اور دل بٹا ہے اس سل کا

کاغذی جھوڑ

یعنی

مناظرہ پریس ایکٹ ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ و رولیٹ بل

(تعزیرات ہند و فیصلہ مارشل لا)

پریس ایکٹ :۔ ذری میرے ٹھڑا تو مل دینا ؟

ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ :۔ یہ کس برتے پر تتا پانی ؟

رولیٹ بل :۔ ہا ہا ہا۔ تم دونوں بہادر ہو۔ مگر انجناب کی چال ہی نرالی ہے۔ شان ہی انوکھی ہے۔

پ :۔ جی ہاں۔ کیوں نہیں۔ بس بیٹھے بھی رہیے ؎

قدم نامبارک و مسعود
گر بدریا رود برآرد دود

یہ جگر جا رہی تھا۔ واللہ دو وہ چٹکیاں لی ہیں کہ بروں کا کلیجہ ہی جانتا ہوگا۔ اور پھر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔"

تعزیرات ہند :۔ بھئی ہم تو تعزیر کافی ثبوت بہم کے کسی کو سزا نہیں دیتے۔ آخر انصاف کا تقاضا کیا ہے ؟"

س :۔ "انصاف انصاف بکے جاتی ہو۔ یہ لفظ قل اعوذ یوں کی صحبت میں رہ کے تم نے رٹ لیا ہے۔ ابھی ضرورت کے وقت ناانصافی عین انصاف ہے۔"

ڈ :۔ یہ ٹھیک ہے مگر ہم کو خونریزی سے نفرت ہے۔ "ما نگیریم و بیند"

پ :۔ "اس سے بھی بد دلی اور کشیدگی پیدا ہوتی ہے۔ بات یہ ہے کہ قلم اور زبان بھی دونوں ذری اندیشناک ہیں۔ زبان کا اثر سریع الزوال ہے اور قلم کا نقش پتھر کی لکیر۔ انجناب نے قلم کی جڑ قلم کر دی۔ پہلے ضمانت ٹھونک دی۔ اس کے بعد ضبطی کی ٹھہرائی۔ یک راگر فتم و دیگر را دعوی کردم۔

چار چھ کروں میں رستمان قلم انٹا چت ہو گئے۔ نہ ہینگ لگی نہ پھٹکری۔ رنگ چوکھا آیا۔"

ڈ :۔ اور بھائی میں نے زبان کے مزے خوب لیے۔ ہمارا تمھارا تو چولی دامن کا ساتھ ہے البتہ بی تعزیرات ہند کیا کیا بڑھ بڑھ کے ایمان انصاف اور خدا کا نام لے رہی ہیں۔ ہم نہ ہوتے تو نصاف انصاف پکار کر تین مفسد کملی کتھری کرتے اور رفوچکر ہو جاتے۔ اس کے علاوہ ان بی صاحبہ کا ایک ایک ورق الٹ کے ہم نے دیکھا ہیں کہیں اللہ کا مقدس نام نظر نہ آیا۔ بھلے مانسوں کا قاعدہ ہے کہ جو کام شروع کرتے ہیں پہلے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہہ لیتے ہیں۔ بڑی مردوا ہیں تو اپنے سرے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم دکھا دیں۔"

پ :۔ ہاں بھائی اسی سے تو ان کا کام ادھورا رہا۔ اور اسے انجناب نے پورا کیا۔"

ڈ :۔ بجا ہے۔ آپ تو ابھی دو دن سے آئے ہیں اور صرف کاغذ پر آپ کا نقشہ کھینچا گیا ہے روح نہیں پھونکی گئی ہے "اسپرید دم داغیہ۔"

پ: یہ بھی فساد مٹانے کا سہرا تو انجناب کے سر ہے۔ چاہے کچھ بھی کہیے۔ بہ اعتبار بیات سن نازل کی بھو بجا ہیں۔ بندے نے آتے ہی انتظام کی چول بٹھا دی۔ اب گھر بھر صاف ستھرا بالکل آئینہ ہو رہا ہے۔ کیوں بھائی ڈ ہ ؟

ڈ: اماں۔ ہاں ہم ہی ہم تو ہیں نا۔

س: شرم تو نہیں آتی۔ آپ بھی تو کتنے دن رہیں گے۔

پ: آپ اپنی تو کہیے۔ میاں کو تین دن کی تو زندگی ملی ہے اُس پر یہ تھیں مٹور مار کے چوہیا کی دم بنائے لیتے ہیں۔

س: اچھا آپ لوگ اپنا اپنا اعمال نامہ ہاتھ میں لے کے پڑھیے۔

ت: بہت خوب سب سے پہلے اس سرزمین پر بندی نے قدم رکھا تھا۔ اس لیے پہلے میں اپنا دکھڑا سناتی ہوں۔ مگر اتنا خیال رہے کوئی صاحب ٹپک کی بیماری نکلے بات نہ کاٹیں۔

پ: یہ ممکن نہیں۔

ڈ: ہاں صاحب جو بات سمجھ میں نہ آئے گی وہ ضرور پوچھیں گے۔

ت: جرح میں سوال کا اختیار ہوگا۔ بعد کو جرح کر لیجیے۔

پ: میں جرح کو ضروری نہیں سمجھتا۔

ڈ: علیٰ ہذا القیاس۔ میرے نزدیک بھی یہ ایک بیکار بات ہے۔ کیوں میاں رولیٹ بل؟

س: اماں ہاں۔ انجناب ان فضول جھگڑوں میں نہ پھنسے نہ پھنسیں گے۔ ہاں ہو اختم کر چلیے۔

ت: ایہا الحاضرون ایک زمانہ تھا جبکہ سرزمین ہند آئین و قانون کی عزت نہ کرتی تھی۔ قانون نام تھا تلوار کا جسکے بازو میں زیادہ قوت ہوتی تھی وہ ہر ایک قانون کو زبردستی توڑ دیتا تھا۔ بھلا خیال تو کیجیے وہ ملک ہی کیا جسمیں قانون کڑی کا جالا ہو۔ اسکے علاوہ بڑے بڑے رئیس جن کے پاس دولت یا طاقت تھی وہ قانون بناتے تھے۔ اسکی پابندی خود اپنی ذات پر لازمی نہیں سمجھتے تھے۔ جہاں حکام نہ ہوں وہاں ضابطہ و ضابطہ کا دخل کیوں ہوتا۔ ملک میں وہ آپا دھاپی مچی کہ آخر غدر ہوا۔ اگر تعلیم کا

چرچا ملک میں ہوتا تو غدر سے بھی زیادہ نقصان ملک کو نہ پہونچتا۔ مگر تعلیم کیوں ہوتی جبکہ اس کے لیے بھی کوئی ضابطہ نہ تھا۔ بعد غدر کے بندی نے جرائم پیشہ جاہلوں کی تو تو تو کی اور کچھ کم ساٹھ سال سے تمام ہندوستان کے افعال کی نگرانی کرتی ہوں۔ آج تک سوائے جزوی اصلاحوں کے عقلمندوں نے مجھ میں کوئی عیب نہیں نکالا۔ بنگال میں بم چلے انارکی کا دور دورہ ہوا۔ ڈکیتیاں ہوئیں۔ سازشیں نکلیں۔ مگر کوئی بتائے تو سہی کہ میں نے کہاں پر کمی کی۔ جو آج یہ چار دن کے لونڈے مجھ بڑھیا کے منھ لگتے ہیں۔ وہی مثل ہے "جن جائے اور ن سجائے" "نیا اٹھو دن کا اور پرانا ساٹھ دن کا۔ میری اتنی عمر آئی ہزاروں مجرموں کو پھانسی دی۔ سیکڑوں کو ڈامل (دوام الحبس) میں کر دیا۔ لاکھوں کو جیلخانے بھیجا۔ پڑھے لکھے عالم جاہل سب ہی تھے مگر کسی نے کان نہ ہلائے۔ تو بات کیا تھی۔ میں تحقیقات کرتی تھی۔ میں کھوج لگاتی تھی میں بات کان دھر کے سنتی تھی۔ میں مجرموں کو بچاؤ اور صفائی کا موقع دیتی تھی۔ میں ایک حاکم کی ناانصافی کرنے پر دوسرے حاکم کے پاس مقدمہ بھجوا دیتی تھی۔ میری نسبت وہ بدگمانی جو ان صاحبزادوں کے بارے میں پھیلی ہوئی ہے کبھی نہ تھی۔ بے گناہ بے جرم کبھی مجھے بُرا ایا جو یا بی شادی نہیں سمجھتا۔

س: دیکھیے بڑی بی! آپ کے بڑھاپے کی جو قدر و منزلت ہم کرتے ہیں اسکا نتیجہ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ آپ ہمارے منھ آئیے۔ اور ریوں ذلیل کیجیے۔

پ: اماں بڑھیا سٹھیا گئی ہے۔ معلوم ہوتا ہے اس نے بھی اُسی گھاٹ کا پانی پیا ہے جس گھاٹ کا پانی مسز اینی بیسنٹ پیتی ہیں۔

ڈ: انجناب کی طاقت سے آگاہ نہیں ہیں۔

ت: دیکھو لڑکوں میں نے پہلے ہی سے کہہ دیا تھا کہ بڑے بڑھوں کی بات کاٹنا گستاخی میں داخل ہے۔ آخر تم سے صبر نہ ہو سکا۔ مگر خیر میں پھر کہے دیتی ہوں جانے مانو یا نہ مانو تم میں کوئی خاص زعفران نہیں لگی ہے۔ تم ایسے میں نے تو جانے دس کھلائے ہیں۔ رہتا پانی رہجائے گا بہتا بہہ جائیگا۔ تم جتنی

فضیلتیں اپنی بیاں کر دگے وہ سب محض اس عذر پر رد کی ہو جائیں گی کہ تم میں وہ شان نہیں تم میں وہ اعتبار نہیں۔ تم میں وہ روح نہیں جو مجھ میں ہے۔ قانون شہادت تمہاری مدد نہیں کرتا۔ انصاف تمہاری پشت گرمی نہیں کرتا۔ تمہاری وہی مثل ہے "سب کو دھکیل آپ ہی رہے اکیلی" ذرا غور تو کرو کہ میں ساٹھ سال سے ہر قسم کے جرائم روکتی رہی ہوں۔ اور تم نے پیٹ سے نکلتے ہی ملک بھر میں تلاطم بپا کر دیا۔ ایسے ایسے جرم لوگوں سے سرزد ہونے لگے جو میرے ہوتے کبھی سنے نہیں گئے تھے۔!!

ڈ: ذرا ٹھہرو۔ اب تو تم اپنے منھ سے آپ ہی قائل ہو گئیں۔ اگر تم جرائم کا انسداد اچھی طرح کر سکتیں تو ہم کیوں آتے۔

پ: اور میں کیوں نازل ہوتا۔

س: اور انجناب کیوں دھر دھکتے۔

اتنے میں دھو تو دھو تو کی صدا آئی ہٹو بچو مارو دیکھو گھیر و لینا پکڑنا جانے نہ دینا۔ آپ کون صاحب ہیں؟ "ہمی مادر دولت و اقبال کو مارشل لا کہتے ہیں۔"

پنچ: اہلاً و سہلاً آپ خوب آئے۔ اب کوئی جھگڑا۔ کوئی منطق کوئی دلیل ضروری نہیں ہے۔ ہاں یقین ہے کہ آپ سب کے باپ ہیں۔ "مار" آپ کے نام کا پہلا حصہ ہے مار کے بعد شل ہونا ہی بنائی بات ہے۔ "شل" ہونے کے بعد "لا" ہو جانا یقینی ہے۔

ت: آپ کا دولت خانہ؟

م: بالفعل مصر سے آتا ہوں۔ میرا کوئی خاص ٹھکانہ نہیں صرف مہمانوں کی قدر دانی کا بھوکا ہوں۔ ادھر یاد کیا اور اُدھر موجود۔

ت: آپ کی مہمانی تو بغاوت خانہ میں ہوا کرتی تھی۔ آجکل بہت جگہ بالشویک پارٹی ادھم مچا رہی ہے اگر وہاں تشریف لیجاتے تو بہت اچھا تھا۔ آؤ بھگت بھی ہوتی۔ اس ملک میں تو کچھ بھوکے پیاسے ننگے بچے رہتے ہیں یہاں آپ کیونکر تشریف لائے۔

م: ہاں! مجھ سے بھی نظیریں طلب کی جاتی ہیں۔ دلیلیں کی جاتی ہیں۔ زبان لڑائی جاتی ہے۔ خدا کی شان! ابتدا تو اس لگا تا کو یہ جانتی ہے یہ اقبال تھا

کوئی مدرسے کے طالب علم ہیں جو منطقی دلیلوں سے قائل ہو جائیں گے۔ اری جہاں ہم جاتے ہیں وہاں نہ عقل کو دخل ہوتا ہے نہ متانت اور حجت کو۔"

ڈ " حضور دیر سے یہ بڑھیا یوں ہی گڑگڑا رہی ہے۔"

پ " اس ناچیز کی بھی کوئی توہین اللہ سمجھ رہی ہے۔"

س " خداوند میں تو دعا مانگ رہا تھا کہ حضور کہیں آ جائیں۔ بھلا دیکھیے تو سہی ہم تینوں کو اس ملک میں حکام نے بلایا تو ہم آئے مگر یہ کہتی ہے کہ بس ہو چکا ہوں میں ہوں اور سب ہیچ ہیں۔ خدا حضور کو سلامت رکھے۔"

م " اچھا تو کم از کم پنجاب میں اس بڑھیا کو اس وقت تک کا بھی ہوس دکھانا چاہیے جب تک لوگ انصاف انصاف کہنا بھول نہ جائیں۔ آج سے جو کچھ انتظام دنیا کا ہے ہم خود کر لیں گے۔ یہی سو دلیلوں کی ایک دلیل ہے۔"

نیازمندان خاص " اے کیوں نہ ہو! خدا حضور کو نادر شاہ بنا دے۔"

ڈ۔ پ۔ س " الٰہی آمین!!! ۔ ارے کہیں حیل حجت تکرار قانون قاعدہ۔ نظیر۔ دستور۔ رواج۔ حق۔ حقوق۔ جھوٹ۔ سچ سے تو نجات ملے جس عدالت میں جاؤ یہی پوچھ گچھ ہوتی ہے۔"

راقم

زبردست کے بیسوں بیس

الف لیلہ کی حکایت اور شہرستانیوں کی حالت

راویان خوش بیان و شیریں زبان۔ اس داستان پارینہ کو اس طرح دہراتے اور شیشہ ہائے تکلم کے بھرے ٹوکرے کو تخیلات بے سر و پا کی ٹھوکر سے یوں ٹھکراتے ہیں کہ جب بغداد کا حجام خلیفہ کے سامنے اپنے چوتھے نابینا بھائی کی حکایت بیان کر چکا تو اس نے اس کا انتظار نہیں کیا کہ خلیفہ کی طرف سے پانچویں بھائی کی سرگذشت بیان کرنے کا اشارہ پائے بلکہ فوراً ہی لڑیوں لڑیاں کر صاحبو اینجانب کا پانچواں بھائی بے پیدا ایشی ہو چکا تھا اور اپنی کاہلی کے بلغت کمانے کھانے کے بجائے تیرے میرے صدقے میں زندگی کے دن بسر کیا کرتا تھا۔ اس شخص کا باپ ایک بوڑھا بے مایہ شخص تھا جب اس نے انتقال کیا تو سات سو درہم ترکے میں چھوڑے۔ ساتوں بھائیوں کے حصے میں سو سو درہم آئے۔ آپ جانیے اتنے دنوں گداگری کی سختیوں اور اپنے بھائی کی جھڑکیوں کے بعد سو درہم یکمشت جو ہاتھ لگے تو بیچارے بوچے کو سوجھ بچارنے دبایا اور وہ متحیر ہوا کہ اس عمدہ اور لاثانی پونجی سے کاروبار کرے۔ آخر بسکہ طبیعت شاعرانہ واقع ہوئی تھی نازک خیالی نے یہ بات سجھائی کہ اس سرمایہ سے شیشے کی تجارت کرنی چاہیے۔ سو روپے کی تھیلی بغل میں دبائی اور شیشہ گر کی دوکان سے کل سرمایہ کا شیشہ مول لے کے ایک ٹوکرے میں بھرا اور سر راہ دیوار سے پیٹھ لگا کے بیٹھا۔ لوگ کہتے ہیں کہ خانۂ خالی را دیو میگیرد یہ بالکل سچ ہے کہ میاں بوچے کے خالی دل میں وہمی شیطانوں نے گھوڑ دوڑ شروع کی اور وہ بیٹھے بیٹھے اس تجارت کی بے نہایت منفعت پر خیالی قلعہ بنانے لگے۔ بندۂ درگاہ کی ساری مایہ بضاعت سو روپے کا شیشہ آلات ہے۔ یہ شیشہ دو سو سے کم نہ بکے گا۔ ان دو سو کی پونجی کو میں اپنے صرف میں نہ لاؤں گا اور نہ مجھے اس وقت روپے کی کیا ضرورت ہے جس تو بھیک کے ٹکڑوں سے آج تک پیٹ پالتا رہا ہوں چند روز تک یہی شغل جاری رکھوں گا تاکہ سرمایہ میں ایک حبہ کی کمی نہ ہونے پائے۔ بعد ازاں ان دو سے چار کھڑے کروں گا اور چار سے آٹھ سو بنا دوں گا اسی خرید و فروخت میں خدا وہ دن بھی لائے گا کہ میں ایک بڑا مالدار آدمی ہو جاؤں گا۔ میرا ذاتی مکان ہوگا۔ میرے زر خرید غلام نفیس پوشاکوں سے آراستہ ہاتھ باندھے سامنے کھڑے ہوں گے۔ زرانداز زین و لجام سے سجے سجائے گھوڑے دروازے پر ہنہناتے اور گوہر دوز جھول والے ہاتھی ڈیوڑھی پر جھومتے ہوں گے۔ عمدہ عمدہ کھانوں سے دسترخوان کی زینت ہوگی۔ بی بیگن نخوا بچوا شہزادی خورشید مہر منیر نسیم جان۔ ماہ لقا پاؤں دبائی پنکھا جھلتی مورچھل ہلاتی ہوں گی۔ دو نیم کی قسمت [illegible] ان میں سے ایک کو تو چھوڑ دوں گا نہیں یہ پہلے کی گنگ۔ بار نیم کے شہر شاہ کی بیٹی [illegible] لاپ سے محفل راجہ اندر کا اکھاڑا ہو گی۔"

دل امنگوں کی آنچ سے تخیلات کے ابخرے اٹھ رہے تھے شیشے کا بھرا ٹوکرا سامنے۔ کھاتا میاں بوچے دیوار کا گاؤ تکیہ لگائے اپنے نزدیک سڑک پر نہیں بلکہ تخت شاہی پر ٹوکرے کی جانب پاؤں پھیلائے جلوہ افروز تھے۔ شوق کا تقاضا تھا کہ ابھی کچھ فخر و مباہات بڑھانے والی باتیں پوری ہونے سے رہ گئیں ہیں۔ لہذا پھر سلسلہ شروع ہوا۔

" ان تمام اسباب کے جمع ہونے پر بڑی بڑی امیرزادیاں مجھ سے شادی کرنے کی ہوس میں سنکھیا کھائیں گی مگر میں کسی طرف نگاہ اٹھا کے بھی نہ دیکھوں گا۔ مگر ہاں اگر وزیر خود اپنی دختر کے لیے مجھ سے درخواست کرے گا تو ہزار اشرفی مہر ادا کر کے اس سے شادی کر لوں گا۔ اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو کیا پروا ہے۔ کیا میں جبر پر قادر نہیں ہوں۔ زبردستی لڑکی چھین لوں گا۔ اور جب وہ میرے گھر میں آ جائے گی تو دس غلامان زرین کمر بے ریش و برودت خرید کروں گا اور اپنے لیے شاہانہ ملبوس بنواؤں گا مرصع ساز و یراق سے آراستہ گھوڑے پر بیٹھوں گا۔ اکڑوں گا بر بر دوں گا اینٹھوں گا۔ نوکر چاکر حوالی موالی آگے پیچھے دوڑتے ہٹو بچو کہتے چلیں گے۔ اس شان و شوکت سے نکلوں گا کہ زار روس کو رشک آئے۔ اس حشمت کو دیکھ کے وزیر صاحب بھی گھبرائیں گے۔ مجھے اونچے پر بٹھائیں گے آپ اپنی فرش بیٹھیں گے۔ میں اپنے غلام کو اشارہ کروں گا وہ دو توڑے اشرفیوں کے سامنے وزیر کے رکھ دے گا۔ ایک تو مہر کا دوسرا انعام کا نیا میری نگاہوں میں ہیچ اور حقیر ہوگی۔ میری سسرال کی جو عورت میرے سامنے آئے گی اس کو سو روپے سے کم انعام نہ دوں گا۔ مطلب کے سب [illegible] کہ " ہاں بھئی ہو [illegible] شسر صاحب کچھ دینے کا ارادہ فرمائیں گے

تو میں عزت سے پالکی میں چڑھاؤں گا اور سنو پھر بولنگا
چاہے وہ کتنی ہی قیمتی چیز ہو۔ بھلا بتلایے تو سہی اگر میں تیرے
پکے فقیروں کی طرح اس پر بے تکو دیکھوں تو لوگ مجھے
اتنا عجیب وار مستغنی با عزت کیوں سمجھیں گے۔ پھر میں
محفل نشاط آراستہ کرنے کا حکم دوں گا جب مجلس سر کے
سامنے آئے گا تو دہیا پر خاک بھی کے مجھوں گا
ادھر ادھر جھک کر نہ دیکھوں گا ورنہ سسرال والیاں
کہیں گی "دلی کیا چھلا ٹلا لڑکا ہے۔ ڈومنیاں
گائیں گی۔

(۱) کوٹھے چڑھ دیکھو مالی آیا ہے لال بنا
تیرے سہرے میں لال لگے اور موتی جڑے
آیا ہے لال بنا۔

(۲) بڑی دھوم گھر سے آیا ری بنا
بڑی دھوم گھر سے آیا ری بنا

(۳) بنا اترا ہوے کے گھاٹ تو آنا کیوں نہیں؛

بندہ منہ پھولائے مونچھوں پر تاؤ دے رہا ہوگا۔
(جیسے سر مائیکل او ڈائر پنجاب میں)۔
اتنے میں میری "اے جی" پردہ سے اس طرح
نکلیں گی جیسے بدلی سے چاند۔ میں غرور میں تنا کے
اُن کی طرف دیکھوں گا۔ سب سسرال والے
کہیں گے "میاں تمھاری لونڈی حاضر ہے۔ اسکا
دل تھوڑا نہ کرو اُسکی طرف پیار کی نگاہوں سے
دیکھو۔ کھڑے کھڑے بیچاری کے پاؤں دکھ گئے ہونگے
توبہ توبہ یا اللہ اتنا گستاخ یہ غرور!"
پھر وہ ہاتھ جوڑ کے کھڑی ہونگی میرے قدم چومیں گی
اور چلی جائیں گی۔ مگر میں پروا بھی نہ کروں گا۔
آخر آپ ہی سے جھک مار کے دوبارہ آئیں گی
میں پھر گون مستون بیٹھا رہوں گا۔ یہ کہنے کو کو نہ
ہوگا کہ دولہا بڑا اچھو رہا ہے۔ وہ لاکھ گڑگڑایا
کریں میری جانب سے صرف اسی قدر ہوگا کہ
نگاہ غلط انداز سے دیکھوں اور گردن جھکا لوں
جلوا ختم ہونے کے بعد میں حکم دوں گا کہ پانچسو
اشرفیاں ان مشاطاؤں کو دیدو مشاطائیں
انعام پاتے ہی دعائیں دیں گی الٰہی دولہا دلہن
کو رہتی دنیا تک اسنا طلبنا نصیب ہو۔ میرا
گنور کنھیا موتیوں دال دلے۔ الٰہی اسی مہینے چاند
سا بچا ہو۔ الٰہی ایک ایک روئیں میں ہزار ہزار دم
ہوں" میں ان کو حکم دوں گا کہ دولہن کو حاضر
کرو۔ دولہن لونڈی کانپتی تھرتھراتی ڈری سہمی
آئے گی۔ بندہ پھر تیکھی چتونوں سے دیکھے گا اور منھ
پھیر لے گا۔ اتنے میں ساس صاحبہ آئیں گی
میرے ہاتھ پاؤں چومیں گی اور کہیں گی میاں
تمھاری لونڈی کا دل بہت نازک ہے دل
ہو تو خیر مگر بدن نازک نہ ہو ورنہ زبردست
شعرا کو ایک اور دلیل تانیث مل جائے گی۔ وہ
نئی نویلی کنواری بالی ورمانوں بھری مرادوں
والی ہے۔ تمھاری عنایت کی امیدوار ہے
میری جان اسکا دل رکھ لو۔ ہنسو بولو بات کرو
آخر معلوم تو ہو اُس سے کیا قصور ہوا ابھی تو تمھارے
گھر میں آئے اُسے کچھ دیر بھی نہیں ہوئی۔ لوگو آخر
یہ روٹھنی، روٹھول کس بات کی ہے۔ لے لو یہ
ایک شراب کا جام پی لو ذرا دل ٹھہرے" یہ
سب کچھ ہوگا مگر میرے کان پر جوں بھی نہ رینگے گی
میں خیال بھی نہ کروں گا کہ کون مخفل کہتی ہے۔
بڑی جھک مار مار کے وہ اپنی بیٹی کے ہاتھ میں
ساغر دے کر کہیں گی دولہن بی تم اپنے ہاتھ سے
پلاؤ۔ شاید مجھ بڑھیا کے ہاتھ سے پینے میں
شرماتے ہوں۔ اب "اے جی" ناز سے ہاتھ
میں پیالہ لے کے بڑھیں گی اور کہیں گی تمھیں
میری جان کی قسم۔ میرا مردہ دیکھو، مجھی کو سب ہے
کرو۔ میری بھتی کھاؤ۔ مجھی کو پیٹو۔ میرا اجلوہ کچھو۔
جو یہ پیالہ نہ پیو۔ ہائے اللہ اس لونڈی سے کیا
خطا ہوئی جو نگاہ بھر کے دیکھنے کی بھی قسم کھائی ہے۔
دیکھو میں تمھارے ہاتھ جوڑتی ہوں پاؤں پڑتی ہوں
ناک رگڑتی ہوں"

وہ میرے لبوں سے پیالہ لگائیں گی میں ہاتھ سے
پیالہ میں جھٹکی دے کے ایک ٹھوکر یوں رسید کروں
گا......"

ٹھوکر سچ مچ شیشہ کے ٹوکرے میں جا لگی جھنجھناہٹ
کی صدا آئی اور ٹوکرا دور جا گرا۔ جلیے طلسم فتح۔
آنکھ جو کھلی تو نجیبا خود ہاتھ میں سارے شیشے چکنا چور
دل سے کہہ رہے ہیں "بات تیرے مغرور کی یہی تھی"۔
آخر غرور کا سر نیچا۔ لاکھ کا گھر ایک منٹ میں خاک
ہو گیا" اکھڑے چھینٹے دماغ کا مطلع صاف ہوا۔
وہ جو سسرال والوں کو ہزاروں روپے کے انعامات
اور خلعت دینے کی نیت باندھ رہے تھے۔ پھر
کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گئے کبھی منھ پیٹتے ہیں کبھی
کپڑے پھاڑتے ہیں۔ اگرچہ بقیہ حکایت بھی ہمارے
کام کی ہے لیکن لطف حکایت اسی مقام تک تھا
لہذا ناظرین بھی ناتمام حکایت پر قناعت فرمائیں۔
اب آئیے ہم آپ کو ہفت اقلیم کے ایک دوسرے
خوش باورخیال یعنی میاں ہندوستان کی زیارت
کرائیں یہ خدانخواستہ بوچے نہیں ہیں۔ مگر خدا معلوم
کیا ہے کہ ان کے معاملات میں ہمیشہ سماعت
عارض رہتی ہے۔ ان کی وہی مثل ہے سے

بیچارہ خر آرزوے دم کرد
نایافتہ دم دو گوش گم کرد

یہ نائی بھی نہیں ہیں نائی کے بھائی بھی نہیں ہیں
مگر سلف گورنمنٹ کے استرے سے اپنی اصلاح
آپ بنانا چاہتے تھے ہاتھ بہک گیا۔
ہاں صرف تیرے میرے صدقے میں جو ریٹ
سے رہا کر دی تھی یعنی غیروں سے مانگ جانچ کے
پیٹ پال لیتے تھے۔ مگر کچھ پدری میں نہیں
شہنشاہ جارج کے تصدق میں اگست کے اعلان
کے بموجب کچھ ملنے کی خبر سنتے ہی ٹانگیں پھیلا کے
بیٹھے اور پتنگ کے وفور میں لگے شیخ چلی کے سے
منصوبے باندھنے چوڑی والوں کی طرح شیشہ آ
آرزوے دل سر راہ آئندہ و روند کی گزرگاہ میں
رکھے ہوئے تھے اتنے میں رولٹ بل سے ایک
چوہا نکلا سمجھے کہ کہیں لاکھ کا گھر چوہے کے کارن
خاک نہ ہو جائے ساتھا کے جگی کا پاٹ کھینچ مارا چوہے
صاحب تو اب تک قانون کی صورت میں زندہ ہیں
پھر بھی مگر انکی آنکھ جو کھلی تو چراغ گل پگڑی غائب
قارورہ دل کا چھینٹا ولایت تک پہونچا۔ پاؤں
کی انگلیاں زخمی ہو گئیں۔ اب اس میدان میں

منہ تو چھپ کر پیٹ بھلاتے ہیں کہ شاید نماز جمعہ سے فارغ ہو کے کوئی شہزادی (اصلاحی اسکیم یا کیٹین) نکلے اور نقصان کی خانہ پُری ہو جائے۔ اتنے میں صبح ہو گئی شہرزاد سے دنیا زاد نے کہا بہن کیا اچھی کہانی تم نے کہی شہرزاد نے کہا جو جیتی رہی تو کل اس سے عمدہ کہانی کہہ سناؤں گی۔

راقم طہیر پایۂ دکان خفیفہ گرسنگ است

بقلم شہریار شوہر شہرزاد

نے تابِ وصل دارم نے طاقت جُدائی

دنیا میں ہر ایک شخص اپنے خیر خواہوں اپنے خوشامدیوں اپنے مدح میں قصیدہ پڑھنے والوں کے ساتھ مراعات میں آتا اور انھیں کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ بالغرض و التسلیم گورنمنٹ بھی اسی درج کی پابند ہے تو کیا خرابی ہے۔ مگر آجکل کے اخبار نویسوں کی الٹی سنیہا ہے ان کی ترکیب یہ ہے کہ جس کسی سے انکے خلاف مزاج کوئی امر وقوع میں آتا ہے اگر کہیں وہ شامت زدہ خطاب یافتہ بھی ہوا تو تمام عیبوں کا ایک عیب سمجھا جاتا ہے۔ گویا خطاب یا تنگی مقناطیس یا کہربا ہے جو بدمعاشوں کے زنگ خوردہ لوہے اور عیوب کے خس و خاشاک کو فوراً جذب کر لیتا ہے۔ "ہاں جناب یہ خطاب کی چاٹ ہے جس نے ہر قسم کی ملک فروشی اور قومی غداری پر.... کو آمادہ کر دیا ہے۔ جناب کوئی کچھ ہی کہے ہمیں تو کسی خطاب یافتہ پر محب وطن ہونے کا گمان نہیں ہوتا۔" ایک طرف تو خطاب انکی رائے میں ایسا مخرب اخلاق ہے۔ دوسری جانب جب سال کے اختتام یا شروع میں خطابوں کی فہرست شائع ہوتی ہے تو اکثر اخبار نویس مذکورۂ بالا طعن و تشنیع کو بھول جاتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں۔

(۱) "ہائے غضب خدا! یہ مولانا و اولانا و اولانا سدرۃ العلما کاشف الفقہا علامۃ الملۃ والدین امام الہند مولوی شمس علی رئیس المریدین المقلدین جو ازلی خیر خواہ سرکار اور نزاد محب وطن تھے اب کی سال بھی خطاب سے محروم رہے۔

(۲) "ہمیں خطابوں کی طولانی فہرست دیکھ کے نہایت افسوس ہوا کہ بڑے بڑے خطابوں میں کسی مسلمان ہند یا دیسی عیسائی کا نام نہیں ہے تمام بڑے خطابوں فوج کے اعلیٰ افسروں کو دیے گئے۔ نواب فتح دھڑیم خاں۔ راجہ صاحب ولی یوم نگر چودھری غارت الدین۔ مہاراج دھوتی پرشاد۔ مولوی جیدالجنۃ۔ پنڈت لٹھ درام وغیرہم جو صوبۂ ہذا کے حکام رس۔ درباری۔ اولوالعزم۔ روسیاہ۔ اسے تو یہ رؤسا میں داخل ہیں۔ اور جنھوں اسنے جنگ ٹرنسوال میں پانچ بوئروں کو کئی مرتبہ گھور کے دیکھا اس توپ کے گولوں کی آواز پر کلفت تن تنہا سنیں۔ ساڑھے تین آنے کی کٹھیاں منگا کے عمل "امن یجیب" پڑھوایا۔ دو گنے ہاتھوں سے پوجا کرایا۔ جنکے خدمات قابل فراموش کر دینے کے ہرگز نہ تھے۔ سو کھٹے ٹال دیے گئے۔ امید ہے کہ گورنمنٹ عالیہ ان زخم خوردہ مظلوموں کے مجروح دلوں پر دست شفقت پھیرے گی اور اپنی غفلت شعاری کی اس طرح تلافی کرے گی کہ ایف۔ او۔ او۔ ال کا خطاب نواب صاحب کو اور ڈبلیو۔ ال کا موروثی خطاب راجہ صاحب کو دیا جائے گا۔ چودھری غارت الدین کو خائن بہادر پشتینی کا خطاب نہایت برمحل اور سچی قدر شناسی پر مبنی ہے تعجب ہے کہ ایسے خیر خواہ فروگذاشت کی نذر ہو گئے۔" اس قسم کے خیالات کا اظہار ہم برابر اخباری کاغذوں پر اچھے اور مشہور اخبار نویسوں کے قلم سے نکلتے دیکھتے ہیں۔ اگر خطاب کوئی عزت بڑھانے والی شے ہے تو جس شخص نے اسکے حصول کی کوشش کی وہ ہرگز قابل مذمت نہیں خواہ اسکا حصول چالاکی ہی پر مبنی ہو کیا معنے کہ دنیا جب ڈبلیو سی پر قائم ہے تو دنیاوی اعزاز اس عیب سے کیونکر علیحدہ رہ سکتا ہے۔ اور اگر خطاب ایسی چیز ہے جس سے اعتماد برباد ہو جاتا ہے تو اسکے نہ ملنے پر گورنمنٹ کو سرزنش کرنا اور خود اظہار افسوس کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔ مگر دنیا میں کوئی اخبار تو میرا ایسا نہیں ہے جس نے کسی اپنے دوست کو خطاب ملنے پر ماتم پرسی کی رسم ادا کی ہو۔ یعنی ہم نے کسی اخبار کے کاغذ میں یہ عبارت نہیں دیکھی۔

"سخت افسوس غیرت و عبرت کا مقام ہے کہ نواب فتح دھڑیم خاں صاحب کو ایف۔ او۔ او۔ ال کا خطاب دیا گیا ہے فی الواقع نیاز مند اخبار نویس اس مصیبت عظمیٰ میں نواب صاحب ممدوح الصدر کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہے اور برابر کا شریک ہے اللہ انھیں صبر جمیل کرامت فرمائے اور دوسرے معززین کو محفوظ رکھے۔"

بعض حضرات کو اس طرح دفع دخل مقدر کرتے بھی سنا ہے کہ درحقیقت خطاب تو عمدہ شے ہے لیکن یہاں کے حکام اکثر ایسے ہی اشخاص کے لیے خطاب یا تنگی کی سفارش کرتے ہیں جو اس قدر افزائی اور اعزاز کے مستحق نہیں ہوتے۔ یہ بالکل ویسا ہی دفع دخل ہے جیسا کہ "مرغے کی ایک ٹانگ" کہنے والے نے اپنے مالک سے کہا تھا "آپ نے دستر خوان پر کیوں تالی نہ بجائی جو مرغ دوسرے ٹانگ مست کھڑا ہو جاتا۔" خوشامد سے خدا راضی ہے تو حکام عالیشان ہیں وہ کیوں رضامند نہوں۔ جو صاحب کسی خطاب کے حقیقی مستحق و وارث سمجھے جاتے تھے انھوں نے کیوں کوشش نہ فرمائی۔ انھوں نے کیوں غفلت کی جائی جگہ دوسرے چالاکوں نے غصب کر لی۔ خطاب دینے ہی کے لیے ہوتا ہے۔ جو سامنے رہتا ہے زمزم گرم رہتا ہے۔ فرمانبرداری میں کوتاہی نہیں کرتا۔ سپاس گزاری میں سرگرم ہوتا ہے وہی صلہ بھی پاتا ہے۔

ایسے افراد دنیا میں کہاں ہیں جو بُرا کہنے والوں کو صلۂ نکتہ چینی عنایت کریں۔ وہ خیر خواہ نہیں خیر خواہ کے باپ ہوں تب بھی نٹ کھٹ بے تمیز نمک حرام محسن کش۔ بیہودہ کے سوا ان کو دوسرے القاب سے عنایت کیے جائیں گے۔

ابھی دنیا نے ایسی ترقی نہیں کی ہے کہ نکتہ چینی پر ٹھنڈے دل سے دل ہی دل میں بحث کیجائے اور حقیقی مجرم کا اقبال یا ہی عنوان کیا جائے

کر کے انہیں کو خلعت و خطاب سے سرفراز کیا جائے
ایک زمانہ آنے والا ہے جب قصیدہ کی جگہ ہجو کو
ملی سکے گی۔ دنیا میں صرف چند ہی مشاہرہ سے ہیں
جو ان الفاظ میں بھیک مانگی جاتی ہے۔
[illegible]
زود دیمیری۔ خدا پدرت را بیامرزد زنجیر ہا می دہی
مرا قصیدہ ایست سہ سال است کہ اینجا پائین حضرت
...... علیہ السلام میباشم آخر حق من چیزے
نیست اے کوزود دیمیری روایت میاد بار"
لوگ اس دعائے خیر کو سنتے ہیں اور جیبیں خالی
کر دیتے ہیں۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب
انہیں مقامات کو سلطنت گورنمنٹ بھی مل گئی ہے۔
یہ سچ ہے کہ بیرونی تعلیم حسن اخلاق یقیناً ترقی
پذیر ہوگا۔ ہندوستان میں ابھی اتنی تہذیب نہیں
پھیلی ہے۔ مگر دیر آید درست آید۔ اسکے علاوہ
ہم نے اکثر حضرات کو جو واقعاً خیر خواہ حکومت و
رعایا ہیں اپنی اپنی محرومی پہ کڑھتے دیکھا ہے۔ اور ان
الفاظ میں شکایت کرتے سنا ہے "ذری دیکھیے گا
تمام انتظام فلاں لیوے کے انسداد کا تو ہم نے کیا
سر پیر اور وہ لوگوں کو بات سمجھائی سرکشوں کو اپنے
اثر سے روکا مگر اس بعیر العلما سے خدا سمجھے جھٹ صاحب کے بنگلے
پر پہونچ گیا نیکنامی اپنے نامہ اعمال میں لکھوائی" یہ بھی عجیب شکایت
ہے۔ جناب یہ دنیا نمائش کی ہے آپ نے
اگر تولہ بھر کام کیا تھا تو سیر بھر شہرت کے پانی
میں اسے گھول دیا ہوتا آپ کو لازم تھا کہ حکام
تک رسائی پیدا کرتے جنکا دروازہ دوست دشمن کے
لیے یکساں کھلا ہوا ہے انکو مکاروں کے حرکات و
سکنات سمجھاتے جھوٹوں کے کرتوت انکو دکھاتے ان
تدابیر سے یقیناً اچھا اثر ہوتا اور بعیر العلما کی کارگزاری
جعلی و فرضی ثابت ہو جاتی۔
مگر آپ کا یہ حال ہے کہ انڈے کے لوک زادے
بنے دڑبے میں چوں چوں کرتے ہیں گھر سے نکلنا
اپنے پرائے سے ملنا جلنا عیب سمجھتے ہیں منہ سے کہنا
یہ ہے کہ ان چالاک لوگوں سے بازی لے جائیں۔
خدا بھی ان لوگوں کی دعائیں قبول نہیں کرتا جو
کوشش چھوڑ چھاڑ کے بیٹھ رہتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ اب تو ہم گھر سے نہ نکلیں گے اگر خدا رزاق ہے
تو ہمیں گھر بیٹھے دے گا" پھر یہ تو حکام دنیا ہیں
غرض میاں پنچ اس دور تک کا حال کہاں تک لکھوں
آپ سے بھی ایک مرتبہ لکھا تھا کہ جو سرکاری اشتہار
نہیں دیے جاتے گورنمنٹ کا پتا نہیں لکھا تھا مگر کچھ نہ کچھ
خیال تھا جو لکھا آپ کے لیے بھی ہمارا یہی جواب ہے
انتسم۔ سوشلائی فلاسفر

تمول کے قدیم وسائل

(۱) ہا ہا ہا۔ واللہ باللہ۔ اگر الہ دین کا عجیب و غریب چراغ
ہمیں نصیب ہو جاتا تو پانچوں گھی میں اور
سر کڑھائی میں ہوتا۔ نہ مزدوری کی سختی جھیلتے
نہ دکان پر بیٹھے اللہ بھیج کی صدا لگاتے۔ نہ امیروں کی
جھک جھک کے بندگیاں کرنی پڑتیں۔ بس ہلکی سی رگڑ دی
اور دیو کل موجود "کیا حکم ہے حضور کا؟" جاؤ ۲ کروڑ
اشرفیاں ڈیڑھ ڈیڑھ من کی لے آ۔ اور بیگم کے
بلاق کے لیے سوا سیر کا ایک موتی بھی لیتا آنا"
(۲) اللہ کرے کہیں سے خزانہ مل جائے۔ وہ بڑا
مسبب الاسباب ہے۔ کل کی بات ہے پنڈت
کھارام نے میاں پرانے خوجہ کا مکان مول لیا۔
مکان میں زینے کے پاس شہید مرد کی پرانی قبر
بنی ہوئی تھی۔ پنڈت جی نے راتوں رات قبر کی اینٹیں
کھود دیں کہ زمین برابر ہو جائے اور کل کوئی شخص یہ
دعوی نہ کرے کہ یہاں ہمارے کسی بزرگ کی قبر ہے
تو گھر میں ہر وقت میلا رہا کرے۔ اب جو کھودتے ہیں
تو جواہرات کے صندوقچے چاندی سونے کے برتن
تعزیہ داری کا قیمتی سامان تلواروں کے مرصع قبضے
لاکھوں روپے کا مال نکلا۔ جس بڑھیا کے قبضے میں
یہ مکان تھا اس نے اپنا مال اس قبر میں دفن کیا تھا
اور لوگوں کو ڈرایا کرتی تھی کہ ادھر نہ جانا شہید مرد
رہتے ہیں۔
(۳) ہاں بھئی اللہ کی دین ہے جسکو دیتا ہے لوٹ دیتا
ہے۔ للو کنجڑے کو دیکھیے اور کیمیا بنانے کو دیکھیے
ایک فقیر موٹا تازہ خنگا اس کے دروازے پر آیا کہنے
لگا کہ بابا کچھ کھلواؤ۔ یہ بیچارہ خود ہی فاقے سے تھا
کہنے لگا کہ سائیں تھوڑی دیر ٹھہرو تو میں پتیلی بیچنے
جاتا ہوں۔ دام لاؤں گا تو جو کہو گے کھلاؤں گا۔ فقیر
نے کہا دیکھوں پتیلی تیری کیسی ہے۔ پتیلی اس کے ہاتھ
سے لی۔ اور آگ منگا کے گرم کی جب خوب گرم ہو گئی
خدا معلوم پڑیا سے نکال کے کیا ڈال دیا کہ کندن ہو گئی
مزا تو یہ ہے کہ نسخہ اسے بتا بھی دیا خدا کرے ہمیں بھی
کوئی ایسا ہی بندہ مل جائے۔
(۴) بی جادی نے میر بندو کو راس بٹھایا عمر بھر
مجرے مجرے میں جو کچھ کمایا تھا سب اس کے نام
لکھ دیا۔ لیجیے صاحب باتوں باتوں کے چوٹے پر تھا جہاں
پتیلی بھی نہ تھی یا اب دیگیں کھنکتی ہیں۔ اللہ کرے
اس شخص کو بھی بستی جان اپنی گود بٹھا لیں ایسی پاک
کمائی بھلا کہاں ملتی ہے۔
(۵) ابھی یہ آغا بھی بڑا قسمت والا ہے کہاں پہونچا۔
کیوں جی جو آج کو تمھاری قسمت بھی ایسی ہوتی تو کیا
کہنا تھا۔ مزے اڑاتے ہوتے۔ نواب بانکے مرزا
کی ڈیوڑھی پر پانچ روپے کا ملازم ہوا تھا۔ اسے لیجیے
نواب کے دل میں ایسا گھر کیا کہ روپیہ اشرفی جواہرات
جو کچھ نواب کے پاس تھا سب اس کے تحویل میں ہو گیا
اب جو نواب کی آنکھ بند ہوئی (کھلی کب تھی؟ پنچ) تو
سب لے اڑا۔ نواب کے بچے جوتیاں چٹخاتے پھرتے
ہیں۔ اور یہ ہاتھی پر سوار ہیں۔
(ٹھنڈی سانس بھر کے) آہ۔ مولا تیری کریمی کے صدقے
جائیے۔ کیا شان ہے کیا قدرت ہے۔
(۶) علی مردان خاں وزیر کو جو سانپ مل گیا جنگل
میں شکار کھیلنے گئے تھے وہاں دیکھا کہ ایک عورت
قبول صورت جوان جہان کھڑی ہے۔ بس یہ دیکھتے
ہی عاشق ہو گئے۔ ہاتھی پر بٹھا لیا۔ گھر لائے۔ نکاح
پڑھا لیا۔ مگر دن بدن دبلے ہونے لگے۔ آخر حکیموں
نے کہا کہ حضور جب سے آپ نے یہ نیا محل کیا ہے
دشمنوں کی طبیعت علیل رہتی ہے۔ کہیں یہ ویسا
نہ ہو جو سو برس کی عمر ہو جانے پر جو دعا مانگتا ہے
قبول ہو جاتی ہے۔ حضور آج گھر بھر کا پانی بند کرا دیں

ایک قطرہ گھر میں نہ رہنے پاتا۔ جو عورت آتی تھی مطلب کرتی اگر وہ پانی پیا کرے تو سمجھ لیجیے کہ لوٹی ہے نواب تے بہی کیا اس عورت نے لیٹے لیٹے جو ہاتھ بڑھایا تو پانی کا بھرا کٹورا ہاتھ میں آگیا۔ استغفر اللہ کا پائجامہ اور سارے گھر کے خواب ہوگیا جیسا تھا پول ہوئی حکیموں سے حال بیان کیا انھوں نے کہا کہ تندور گڑوا لیجیے اور اس میں آگ سلگوا لیجیے جب آگ خوب روشن ہو جائے تو بہانے سے اس کو بلوا کے ڈھکیل دیجیے۔ اور تندور کے منھ پر بڑی سی سل رکھ دیجیے۔ دوسرے دن قدرت خدا کا تماشا دیکھیے گا۔ جو کچھ حکیموں نے بتایا نواب نے وہی کیا۔ بھائی دوسرے دن جو سل اٹھا کے دیکھتے ہیں ایک سونے کی مورت کھڑی ہوئی ہے۔ اور کیسا عمدہ کندن کہ سبحان اللہ۔ اس شخص کی نانی اماں کے پاس اس میں کا تھوڑا سا سونا تھا۔ سارے شہر کے سنار کہتے تھے کہ ایسا سونا ہم نے عمر بھر نہیں دیکھا اس مورت کی یہ خاصیت تھی کہ کوئی عضو کاٹ ڈالیے ذرا سی دیر میں پھر پیدا ہو جاتا تھا۔ منوں سونا ایک ہی دن نکال لیجیے۔ مورت ویسی کی ویسی رہے گی کیا مجال جو رتی بھر کم ہو جائے۔

(۷) بھائی علی نقی خاں پر ایک شہید مرد بہت مہربان تھے جب اُن کو ضرورت ہوتی انکی قبر پر لوبان سلگاتے بارہ بجے رات کو وہ آتے اور جو کچھ یہ مانگتے دے جاتے۔

(۸) اے میاں کاش ہم بھی گلفام ہو جاتے کہ سبز پری کے ساتھ پرستان میں اُڑے اُڑے پھرتے۔ دیکھیے کیا مقدر تھا کہاں سنگلدیپ اور کہاں پرستان۔

(۹) گولر کا پھول ہم نے تو دیکھا نہیں۔ مگر ہمارے سسرے کی بڑی خالہ پر ایک جن عاشق تھا وہ کہتی تھیں کہ مجھ کو اسی جن نے ایک مرتبہ لا دیا تھا وہ میں نے طاق پر رکھ دیا ہوا جو جلی طاق سے اڑ کے دال کی ہنڈیا میں گر گیا۔ اے میری بی بی وہ دال نہ آج ختم ہونے آتی ہے نہ کل سارے محلے کو بانٹی گئی پھر دیکھتی ہوں تو بھری پتیلی موجود۔ یا الٰہی یہ کیا طلسم ہے۔ جب طاق پر پھول لینے گئی تو معلوم ہوا کہ یہ بات ہے۔ دوسرے دن میاں حکیم صاحب آئے تو انھوں نے کہا واہ تم نے بھی کیا چیز لا کے دی تھی کہ گولر کی دال نہ مارے مرتی ہے نہ نکالے گھٹتی ہے۔ جن نے کہا ہوگا جانے ہم یا مدہ جب تک۔ میں موجود ہوں اور تم زندہ ہو تم کو دولت کی کمی نہ ہوگی۔ جی حضرت واقعی یہی حال تھا۔ موتی ہیرا جواہر ٹھوکروں میں مارا مارا پھرتا تھا کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔

(۱۰) ایک سال حیدر آباد دکن میں سُن برسا۔ بہتیروں نے سونے کے ٹوکرے بنوائے۔ میرے مالک کی خوشی ہے وہ چاہے تو پل بھر میں غریب کو غنی کر دے۔

(۱۱) آغا میر جنگلی سرا سے بیچارے ایک غریب تھے۔ راہ میں اُن کو ایک شخص انگوٹھی بیچتے ہوئے ملا انھوں نے چار آنے کو لے لی۔ دیکھیے نگاہ کی بھی کیا بات ہے۔ بیچارے غریب گھر پر کھولا کہ یہ طلائی "دہان نہنگ" ہے بس انگوٹھی کا پہننا تھا کہ دروازے پر ہاتھی جھومنے لگے۔

(۱۲) مرزا انحسرت بیگ کو ایک عامل نے ایک اسم بتا دیا تھا جسے وہ پڑھا کرتے تھے بس دن رات میں چالیس مرتبہ پڑھتے تھے صبح کو دو اشرفیاں تکیے کے نیچے رکھی ہوئی ملتی تھیں۔ عامل نے بتا دیا تھا کہ کسی سے کہنا نہیں ایک دن منھ سے بات نکل گئی اب جو صبح کو تکیے کے نیچے ہاتھ ڈالتے ہیں تو تکیے کے ٹکسال کا دیوالا نکل گیا تھا۔ پھر لاکھ لاکھ کوشش کی جھنجھی نہ ملی۔

جدید وسائل تمول

(۱) بات ترے کی وہ جھانسا دیا ہے کہ عمر بھر یاد کرے گا۔

"ارے میاں کیا ہے؟"

"کچھ نہیں ہم سے اور مقدمہ بازی؟"

"کیا آج تمھاری پیشی تھی؟"

"جی ہاں۔ ہمارے چھوٹے بھائی صاحب نے ہم پر جائداد کا دعوی کیا تھا۔"

"تو پھر کیا ہوا؟"

"ہوتا کیا؟ ہم ہی جیتے ایک داؤں چل گیا۔"

"ذرا ہم بھی تو سنیں؟"

"ابھی یہ حاکم جو نئے آئے ہیں بیچارے کچھ یوں ہی سے ہیں رشوت لیتے نہیں جو کام بنے بلکہ لینے کے نام پر غصہ کرتے انھیں کو دیکھا ہے۔"

"تو کیا انھوں نے رشوت لے لی؟"

"نہیں جی۔ میں نے ایک خط لکھ مارا کہ پانچ ہزار روپیہ حاضر ہے اگر مجھے ڈگری ملے۔"

"پھر تو وہ تم پر بہت جھلائے ہوں گے؟"

"تو کیا میں نے اپنی طرف سے خط لکھا تھا؟ ابی خط تو بھائی کے نام سے لکھا تھا۔ ڈگری مجھے مل گئی۔ اب مجھ سے کوئی کیا لے سکتا ہے؟"

(۲) اماں یہ مولوی نافہ اللہ بھی عجب چیز ہیں کیا پڑاؤ مارا ہے۔ ایک مالدار بڑھیا محلہ میں رہتی تھی۔ مگر تھی بڑی دیندار۔ نماز گزار۔ پرہیزگار۔ حضرت نے معلوم نہیں اسکو کیا پٹی پڑھائی کہ اس نے اپنی ساری جائداد امام باڑہ۔ مکان۔ زیور۔ نقد روپیہ سب کا سب وقف کر کے ان کو متولی کر دیا۔ بڑھیا تو مدت ہوئی مر گئی۔ اب خود مزے کرتے ہیں۔ دمڑی کی شکرگھوں کے فاتحہ بھی نہیں دلواتے۔ ہاں میاں اپنی اپنی تقدیر ہے۔ اس بڑھیا کے بعد پھر تقدیر نے زور مارا تو ایک امیر آدمی کے دل میں گھسے۔ یہ بیچارے شاہ خرچ آدمی تھے۔ اور ہر وقت قرض کی فکر میں رہتے تھے خدا جانے انکو کیا گُر بتایا کہ تیس چالیس ہزار پر چار پانچ گاؤں بیع بالخیار کروا لیے۔ روپیہ اس بہانے سے اپنے ڈبے میں رکھا کہ آپ کے پاس خرچ ہو جائیگا میں لوگوں کا قرضہ اونے پونے چکائے دیتا ہوں۔ دو چار ہزار تو صرف کیے باقی ہضم۔ اب جو وہ مانگتے ہیں تو ان کو حضرت چھچھو بتاتے ہیں۔ ایسا آنکھ کا اندھا گانٹھ کا پورا آج تک نہ ملا۔

(۳) ملا امن غریب عرب عاملے ترک ستم ایجاد پے چند کا دم زر را بہ نیک سیرم گمی باید من رنگ است جلا چندے نیست۔ ترکاں با انگریزہا جنگیدہ دنگ مال من نمی دہد۔"

"ابھی انگا یکسپی صاحب (آغا شیخ جی صاحب) ہم بچاروں (دس ہزاروں) کا سوخ (زوز) ہوا کرتے ہیں جو ہماری بات مانو تو کہیں۔ تم سرکار میں عرضی دو کہ ہم آپ کی رعیت کے کرجدار (قرضدار) ہیں ہمارا نام کھدو کہ بیش ہجار لالہ سے لیا ہے جو سرکار ہم کو دینے کی ہامی کادی (اقرار) نہیں کرتی تو اتحار روپیہ لالہ کو دیدے لالہ تو سرکاری رعیت ہے پس ہم کار روائی کرلیں گے۔"

"بیہ بیہ واللہ اگر ایں کار کنید دو ہزار تو لوق لاحق خدمت ایشما خواہیم داد۔"

عرضی تیار ہوئی پروٹوٹ کی نقل شامل کی گئی۔ منظوری کا حکم آیا۔ لالہ نے سب روپیہ اپنے ڈب میں رکھا۔ سکھ جی منھ دیکھ کے رہ گئے نذی کسے نیست کہ بعزیا دمن رسد چہ طور بگویم کہ لالہ مال من خورد۔ من نوشتم من اقرار کردم" گھڑی بھر میں بیس ہزار کے دارے نیارے ہو گئے۔

(۴) دس ہزار روپیہ کی تھیلیاں ریل پرلے جانے لگے جی میں آئی کہ دس ہزار کا محصول کون ادا کرے کہدیا پانچہزار روپیہ ہے پانچہزار کا رسید لیا آگے بڑھے سا ایک ذات شریف نے بھانپ لیا چپکے پانچہزار کا رسید انھوں نے بھی لکھوالیا اور محصول ادا کردیا دونوں ایک ہی گاڑی میں جا بیٹھے۔

"کہیے حضرت آپ کتنا روپیہ لیے جاتے ہیں؟"

"جی پانچہزار۔"

"اتفاق کی بات ہے کہ بندہ بھی پانچہزار روپیہ لیے جاتا ہے۔"

گاڑی میں بیٹھنے والے مسافروں نے بات چیت سنی۔ اُترتے وقت پانچہزار کی تھیلیاں ذات شریف نے اٹھائیں۔

"ہائیں ہائیں جناب میرا روپیہ ہے۔ گھبرائیے نہیں۔"

"درست کچھ آپ حواس میں ہیں۔"

"اجی تھیلیاں چھوڑیے۔"

"ورنہ دکھائیے۔"

اسٹیشن والے گواہ مسافر گواہ ذہینگ گی نہ چلتی کی سیا پانچہزار خالی رونہ لکھوانے کی بدولت مل گئے۔

(۵) دانتی مکان عاریت مانگ لیا رہنے سہنے لگے تھوڑے زمانے کے بعد متولی نے نوٹس دیا کہ حجرا خالی کرو۔ نوٹس ڈب میں رکھا متولی کی خوشامد کرنے لگے۔

"جناب آخر ہمارے آپ کے ملاقات بھی ہے برادرانہ تعلقات بھی ہیں۔ آپ نے جو کچھ وقف کیا ہے وہ خلق اللہ کی بھلائی اور نفع رسانی کے لیے۔ ہم بھی خدا کے نادار بے خانماں بندے ہیں اگر ہم رہتے ہیں تو کیا نقصان ہے۔ پڑا رہنے دیجیے۔"

الحاح وزاری پر متولی نے صبر کیا دو تین سال کے بعد پھر نوٹس دیا۔ پھر ہاتھ جوڑتے ہوے پہنچے۔ "قبلہ کیا فائدہ ہم غریبوں کے اٹھانے سے۔"

متولی بیچارے نے کہا "آپ لوگ رہتے ہیں تو مکان کی مرمت نہیں کراتے۔ استرکاری گر گئی ہے۔ دیوار میں لونی لگی جاتی ہے۔"

عذر معقول تھا فوراً اقرار کرلیا کہ پہلے تو خیر مگر آپ انشاء اللہ اب اسکو بڑی حالت میں ملاحظہ نہ فرمائیں گے۔" لیت ولعل میں شاہی سے انگریزی ہوگئی۔ بندہ۔ بیس سال گذر گئے۔ متولی صاحب کی بے مروت اولاد نے تخلیہ مکان میں اصرار کیا نوبت بعدالت رسید۔ وکیل مدعاعلیہ عرضی لیے کھڑا ہے۔ جواب دعوی "(۳) یہ کہ مدعی نے اس جائداد کو وقفی قرار دیا ہے یہ تسلیم نہیں ہے۔ (۴) جائداد متنازعہ مدعاعلیہ کے باپ کے وقت سے تا ایندم قبضۂ مخالفانہ مدعاعلیہ کے پاس پدر مدعی و نیز خود مدعی کی چند تحریریں مہری و دستخطی رجسٹری شدہ و غیر رجسٹری شدہ موجود ہیں جس سے مدعی انکار نہیں کرسکتا (۵) یہ کہ باوصف تقاضا و اصرار مدعاعلیہ نے جائداد یعنی مکان متنازعہ پر قبضہ رکھا جو اس وقت تک قائم ہے (۶) نقشہ و خسرہ سرکاری میں بھی مکان کے خانۂ ملکیت میں مدعاعلیہ کا نام درج ہے لہذا مدعاعلیہ عرض پرداز ہے کہ دعوی مدعی مسترد ہو اور مدعاعلیہ کو حق قبضۂ مخالفانہ سے مستفید ہونے کا موقع دیا جائے۔" باپ کی تحریر سے مدعی کو انکار نہیں۔ اپنی تحریر سے انکار نہیں۔ مدعاعلیہ کے قبضہ سے بھی انکار نہیں۔ ٹھہ گاتے چلے آتے ہیں۔

(۶) روپیہ قرض لیا رقعہ لکھدیا۔ گواہی کردی۔ رسید دیدی۔ مگر ادائی کا نام نہیں لیتے تین چار برس تک خوشامد حاضر باشی خیریت طلبی۔ آم خربزہ مجلس مولود کا حصہ برابر بھیجا۔ مگر روپیہ دل کی کور ہوتا ہے قرضخواہ صاحب نے پہلے بآشتی پھر بہ شدت تقاضا کیا جواب ملا "آپ نالش کیجیے۔"

قرضخواہ "بہت خوب۔ بہت مناسب۔ اب عدالت ہی میں لینگے۔" بہ پہنچے وکیل کے بیان وکیل نے واقعات سنے رقعہ عندالطلب کو دیکھا۔ منھ لٹکا کے فرمایا "مقدمہ کمزور بہت ہے۔"

قرضخواہ "ہائیں جناب اور یہ تحریر اور یہ گواہیاں یہ شہادت سب بیکار ہے؟"

وکیل "جی ہاں بیکار ہے۔"

قرضخواہ "کیوں؟"

وکیل "کیا عرض کیا جائے۔ قانون یہی کہتا ہے۔"

قرضخواہ۔ "آخر حضرت کوئی وجہ بھی تو معلوم ہو ہم نے تو اپنی طرف سے پکی پوڑھی کرلی تھی۔ اور وہ خود بھی بے ایمان آدمی نہیں ہیں۔ ابھی کل بھی کہہ رہے تھے کہ روپیہ میں لے بایا۔ گلے گلے پانی کہدوں گا۔"

وکیل "یہ سب کچھ سہی مگر آپ جانیے امیری میعاد سماعت عارض ہے۔ چھتیس مہینے سے زیادہ زمانہ گزر گیا۔ نہ تو آپ نے رقعہ بدلوایا نہ کچھ رقم وصول پائی۔"

منھ پھیلائے کھسیے باے پیاسی مینا کی طرح خالی کلیا پر چونچ مار کر چلے آئے۔

(۷) اصلی بہانے پر بھیک مانگنے کی چلتی ہوئی ترکیب آج تک کتنی انجمنیں کتنے کلب کتنی کمیٹیاں محلے محلے نہیں۔ اور گرجا ہیں۔ چندہ سب ہضم۔ نہ ڈکار لینے کی ضرورت نہ چورن کی حاجت۔ لاوارث مردہ دفن کرنے کے لیے۔ بیواؤں کے نکاح کی خاطر۔ یتیموں کی پرورش کے بہانے سے۔ مدرسہ بنانے مسجد تعمیر کرنے۔ کنواں بنوانے کے حیلے سے غرض جس فند فریب سے ممکن ہوا لوگوں کے اخلاقی مادہ

میں ہیجان پیدا کرکے روپیہ وصول کیا۔ اگر دوبارہ
کاٹھ کی ہانڈی چڑھائی ہوئی تو کسی قدر کام کیا
اور بہت لمبا چوڑا نام کیا۔ ورنہ کھا پی کے بیٹھ
رہے ؎

چلے بھیا جہاں سے کسی سے نہ لیا دیا

طریقہ پڑا تا ہے۔ مگر اب شکوہ او رشان دوسری ہے
یہ بات اگلے زمانے کو کہاں میسر تھی کہ متمول آدمی
خود بھی بھیک مانگنے والے کے گھر پر جائیں اور
اپنا نام بھیک دینے والوں میں لکھوائیں۔ پہلے
حضور کے رجسٹر میں بھیک منگوں کا نام لکھا ہوتا
تھا اب حضور کا نام انجمن کے رجسٹر میں ہے اگلے زمانے
میں بھیک چھپا کے دیتے تھے۔ اب اس خیرات کا
کوئی فخر نہیں جس کا ذکر اخبار کے کالموں میں
نہ ہو۔ ملکی خیر خواہی کی سند صدقۂ مخفیہ میں ملنی ممکن
نہیں۔ مال ہی ذریعۂ عزت ہے اور اسی طرح صرف
کیا جائے گا جس طرح عزت حاصل کرنی ممکن ہو۔
خلق اللہ کی بہی خواہی جو کچھ اپنے دل میں تھی سب کی
سب جمہور کے حوالے کر دینی ضروری تھی۔ بندہ بھی
پبلک کا بندہ ہے کی "اے جی" بھی پبلک کی بندے
کے بچے بھی پبلک کے۔

(۸) اگلے زمانے میں اہل علم کی شان جو کچھ ہو وہ تو
ہماری دیکھی ہوئی نہیں۔ البتہ ان کے باقیات صالحات
یعنی تصانیف اور کارنامے اب تک پیش نظر ہیں۔
گر آج کل دین بھی دنیا کے لیے ہے اور عالم دین
نام ہے چند "مفت خوروں اور اپاہجوں کا"

"کیوں جناب آپ کا پیشہ ؟"

"جی اہل علم کا پیشہ ہی کیا ہے"

"یعنی جناب عالم دین ہیں ؟"

"ہیں ہیں ہیں۔ ایک بندۂ ضعیف و حقیر و
جاہل ہوں"

"جناب کچھ تجارت کرتے ہیں ؟"

"عجیب میں اور تجارت احتیاط کے خلاف ؟"

"تو شاید زراعت پیشہ ہیں ؟"

"نحیف و حقیر بندے زمین خاک زر و سر ہے"

"تو جناب بیکار ہیں ؟"

"جی مجھے اچھی طرح قلم بھی بنانا نہیں آتا۔ نور عین
مولانا و مقتدانا و ہادینا و مرشدنا علامی فہامی
فرزند ارجمند دلبند شکر قند المعی لوذعی سید.....
سلمہ اللہ والبقاہ جب قلم بنا دیتے ہیں تو لکھتا ہوں"

"پھر آخر معاش کی کیا صورت ہے ؟"

"توکل ومن یتوکل علی اللہ فھو
حسبہ"

"یہ تو درست ہے مگر آخر روزی کا کوئی حیلہ مقرر
ہے۔ توکل کوئی روٹیاں ڈھالنے کی مشین نہیں
ہے"

مولانا کیا فرمائیں اور کیا جواب دیں انھوں
نے اپنے لیے ضعیف کا لفظ استعمال کیا آپ نہ
سمجھے کہ ضعف جوارح بیکاری کی دلیل ہے ضعف
ایمان معاش کی طرف سے بےفکری اور وسائل تلاش
کرنے کا واضح ثبوت ہے جس بہا مسند تکیہ سے
کسی وقت جدائی نہ ہو۔ اور آمدنی خاص رہے۔
خواہ وہ افساد بین الناس ہی کیوں نہ ہو۔
ضعف عقل یہ کہ تجارت اور زراعت منافی شان
ہے مولانا نے اپنے تئیں حقیر کہا اور آپ سمجھے کہ
صحیح فرمایا۔ جب امرائے ملت کے ذرائع معاش
متروکۂ آبائی اور حاکم وقت کے ادنی اشارے
پر موقوف تھے تو جن داموں یہ دولت امیر کے
ہاتھ لگتی تھی۔ اسی طرح مولوی صاحب کے پیچھے
چڑھتی تھی۔ اب نہ وہ امارت رہی نہ ذریعۂ امارت
لہذا مولانا کی درخواستیں حقیر ہو گئیں۔ انھوں نے
اپنے تئیں جاہل فرمایا اور بالکل صحیح۔ مولانا
بعض فقہیات سے تو واقف ہیں باقی جمیع علوم
سے کورے ہیں۔ آبا و اجداد کے کارنامے پر تو
ساری اکڑفوں ہے۔ مگر واللہ کیا دنیا ہے اس
وقت بھی حلوے مانڈے انڈے پراٹھے کا
سامان ہے رہنے کو عمدہ مکان ہے سواری کے
لیے اونٹ بھی ہے اور موٹر بھی۔

راقم
زمانہ شناس

گورستان شاہی
یا
مقبرۂ شاعری

خدا غریق رحمت کرے حضرت عالمگیر اورنگ زیب
کو ان کے حکم سے موسیقی کی قبر بنانی تجویز ہوئی تھی
پس اگر حضرت اقبال کی فکر عمیق نے شاعری کے
لیے ایک تاریک گڑھا تیار کیا تو کچھ بیجا نہیں جب
اردو اور ہندی میں دو دو چونچیں ہوئی تھیں اور
بیچاری اردو خاتم گھائل ہو کے گری تھیں تو
محسن الملک نے قیصر باغ کی بارہ دری میں فاتحہ خوانی
کی صحبت برپا کی تھی بڑے بڑے لوگ ماتم پرسی
کو آئے تھے مگر یہ کسی کو معلوم نہ تھا کہ جنازہ کدھر
گیا اور کہاں دفن ہوا۔ ڈھونڈنے والا چاہیے
ساڑھے اٹھارہ صدی کے بعد مرزائے قادیانی
نے یسوع مسیح کی قبر ڈھونڈھ نکالی یہ ان کا معجزہ
تھا۔ اور بیس برس کے بعد ہم نے اردو کی قبر
ڈھونڈھ نکالی یہ ہمارا معجزہ ہے۔ اب آپ
پوچھیں گے کہ یہ قبر کہاں ہے ؟ مگر ہم اس وقت
تک نہ بتائیں گے جب تک آپ ہم کو بھی نبی ماننے
کے لیے تیار نہ ہوں۔ کسی قبر کا ڈھونڈھنا معمولی
سی بات نہیں ہے خصوصاً ایک وہمی شے کی
حقیقی قبر۔ بالفعل اس ٹوٹی قبر سے جو عجیب الہیأۃ
ڈھانچہ نکلا ہے اسکی ہڈیاں پسلیاں علحدہ کر کے
دکھائی جاتی ہیں۔ ماہرین علم تشریح شاعری کا
خیال ہے کہ یہ بیچاری اس تاریک گڑھے میں
جاتے ہی مسخ ہو گئی گوشت پوست جھڑ گیا۔
بیجا سی شکل رہ گئی دُرہائے دنداں ٹیاں کے
ہم رنگ ہیں۔ سیب ذقن کا خمیو قبر کے فرشتوں
نے تمباکو میں ڈال کے سلفہ میں اڑا یا نہ وہ گلی
سی رعنائی ہے نہ زیبائی۔ شاعر فرماتا ہے ؎

آسمان بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے
یعنی دھندلا سا جبین ماہ کا آئینہ ہے

پہلا مصرع متن ہے دوسرا شرح۔ متن کے الفاظ
میں بڑے میاں یعنی آسمان شاہ صاحب کو گدڑی پہنا کے

گھر بنا لیجیے یا شنگ کوئی مضائقہ نہ تھا لیکن اس فن کو شرح سے کیا تعلق ہے؟ یعنی کے بجائے "اگر" اور "ہوتا" تو ہمیں دونوں مصرعوں میں ضرورت پیوند تلاش کرنے کی نہ ہوتی۔ غالبًا مقصود یہ تھا کہ شاہ صاحب اپنی پرانی گدڑی اوڑھے ہوے ہیں۔ اور بھیک میں جو گردۂ نان یعنی قرص ماہ ملی ہے اُسے بھی گدڑی میں لپیٹے ہوے ہیں۔ ان خیالات کا نشو و نما کسی فلسفہ سے نہیں ہوا۔ اس قسم کی نظم لکھنے کے لیے زیادہ فلسفہ کی دست نگری درکار بھی نہیں۔ رینالڈ یا کسی اور انگریزی انشاپرداز کا ناول لیجیے جو منا ظر ان ناول نویسوں نے کسی باب کے ابتدا میں دکھائے ہوں۔ اُن کے کیفیات اردو میں لکھیے پھر نظم کر دیجیے بشرطیکہ سُست نظمی کا عیب طبیعت میں نہ ہو۔ آپ بھی ایسا ہی کہنے لگیں گے اور کوئی نہ کوئی لقب فیاض دنیا آپ کو بھی عنایت کر دے گی۔ اگر الفاظ کی تراش خراش میں حشو و زائد سے حتی الامکان گریز کیجیے گا۔ اور بات ایسی کہیے گا جو دل میں اثر کرنے والی اور ایشیائی حس سماعت کے لیے اجنبی نہ ہو تو یقین رکھیے کہ کوشش رائگاں نہ جائے گی مثلاً دیرینہ کی لفظ مصرعہ اولی میں حشو غیر مفید ہے مطلب شاعر صرف خرقہ کی لفظ سے ادا ہو جاتا ہے تخمیس ملاحظہ ہو ؎

صوف کا جبہ نہیں۔ نہ چادر پشمینہ ہے۔
نہ کوئی قالین ہے اور نہ قالینہ ہے
ہے نہ زینہ رخت تن پر اور نہ مادینہ ہے
آسمان بادل کا پہنے خرقۂ دیرینہ ہے
یعنے دُھندلا سا جبین ماہ کا آئینہ ہے

دوسری کیفیت ؎

چاندنی پھیکی ہے اس نظارۂ خاموش میں
صبح صادق سو رہی ہے رات کے آغوش میں

جناب شاعر صاحب چاندنی پھیکی ہوتی ہے نہ میٹھی نہ سلونی نہ کھٹ مٹھی نہ کڑوی نہ کسیلی نہ چٹپٹی البتہ رنگ پھیکا پڑ جاتا محاورہ ہے۔ تو وہ بھی مقام محاورہ میں مستعمل ہے۔ چاندنی کا پھیکا ہو جانا اگر شاعرانہ تصرفات میں داخل سمجھا جائے تب بھی نظارۂ خاموش کے معنی مہمل ہی رہتے ہیں۔ اس لیے کہ نظارہ بمعنی منظر نہ مستعمل ہے اور نہ کوئی بالغ نظر استعمال کر سکتا ہے۔ نظارہ بمعنے دیدار ہمیشہ خاموش رہتا ہے کبھی پٹر پٹر باتیں نہیں کرتا مگر اس نظارہ کی ظا مشد د نہیں ہے۔ جب نظّارہ کی ظا مشدد ہے اُس کے معنی دیکھنے والے لوگ ہیں (بصیغہ جمع) جو اضافت خاموش کی جانب اس لفظ کو دی گئی ہے غلط در غلط ہے۔ نظارہ بمعنی منظر یا دیدار اگر لیا جائے تو وہ اُردو ہوگا اور اُردو لفظ کی اضافت فارسی لفظ کی طرف ناجائز ہے۔ غالب مرحوم نے بھی ؎

عید نظّارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

کہا ہے اور اس لفظ کے معنی "نگرندگان" کے لیے ہیں۔ نہ "قوت نگریستن" کے۔ اور اگر معنی آخر ثابت ہوں تو انھوں نے بھی غلطی کی۔ اور ان کی غلط تقلید میں آپ نے بھی غلطی کی ہے۔ اور اگر پھیکی کا مرکز کاتب صاحب کی کارگزاری سے بڑھ گیا ہے یعنی یہ "پھیکی" نہیں بلکہ پھیلی ہے۔ تو نظارہ خاموش کا ایک صحن یا میدان دکھانا چاہیے تھا۔ جہاں گازر فلک نے یہ لت روندن میں آئی ہوئی چاندنی پھیلائی ہو۔

پہلے مصرعہ میں تو اتنے عیب نکلے۔ اب دوسرا مصرعہ ملاحظہ ہو۔ اس مصرعہ کو بھی پہلے مصرعہ سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔ فرض کیجیے کہ حقیقۃً بوا شبو (رات) میاں نورا (صبح) کو گود میں لیے چپ سادھے "اللہ اللہ بھائی" کر رہی ہیں۔ اور میاں نورا دودھ منھ میں لیے سو رہے ہیں۔ پھر اس آرام کو چاندنی کے پھیکے بدمزہ ہونے سے اور خاموش نظارہ سے کیا علاقہ۔ ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم" ہوئر آ جاری نیند یا تو آ کیوں نہ جا میاں نورد کی انکھیوں میں گھل مل جا" دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ گود میں سونا۔ کتا یہ عقب میں آنے سے نہیں ہو سکتا رات کے بعد صبح ہوتی ہے بمعیت دو متضاد چیزوں کی اس ترکیب سے کوئی لطف نہیں دیتی۔ بعد اس مختصر تنقید کے اب تخمیس ملاحظہ ہو۔

ہے نہ جھینگر کی صدا گھوار ۂ خاموش میں
اور نہ مینڈک کی صدا نقارۂ خاموش میں
اور نہ کھٹ کھٹ کی صدا ہے بار ۂ خاموش میں
چاندنی پھیکی ہے اس نظارۂ خاموش میں
صبح صادق سو رہی ہے رات کے آغوش میں

تیسری کیفیت دیکھنے کے لائق ہے حقیقۃً شاعر صاحب نے پورا نقشہ کھینچ دیا ہے فرماتے ہیں ؎

جس قدر اشجار کی حسرت فزا ہے خامشی
بربط قدرت کی دھیمی سی نوا ہے خامشی

جل جلالہ و دام اقبالہ۔ ایسے پر تو ایسا کا جل دیے پہ کیسا۔ میاں بربط قدرت جس کی دھیمی سی نوا خاموشی ہے۔ اگر جاگ اٹھے تو معلوم نہیں کیا آفت ڈھاتے۔ جب دھیمے سروں کا نام خاموشی ہے۔ تو اونچے سروں کا نام مرگ رکھنا پڑے گا۔ مگر کیوں جناب شاعر صاحب یہ اشجار کے چکارے سے طبیعت کا کمانچہ بربط قدرت چھیڑنے کے لیے کیونکر ہو گیا اس بیان میں کیا لطف ہے۔ کہ ایک مصرعہ میں آپ شجر کی خاموشی سی حسرت اندوز ہو رہے تھے اور دوسرے مصرعہ میں بربط قدرت کے تار کی خاموش نوا سے تال میل ملانے لگے۔ آخر یہ تو فرمائیے کہ آپ کے اکثر نظموں میں نواد بربط و نغمہ و عود کا ذکر ضرور ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ پھر آلات موسیقی بھی جو عرب اور فارس کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ہندوستان کے طبلہ سارنگی مجیرے نفیری ڈفلی۔ بانسری کھنجری۔ ستار و مہک۔ مرگ دھول۔ تاشہ۔ بھیری۔ سرسنگار۔ چکارے۔ نگڑیاں جلترنگ۔ کنگلوی۔ جھانجھ کا کہیں تذکرہ نہیں ہوتا۔ کسی مقام پر تو ہندوستان والوں کا بھی دل رکھ لیا کیجیے۔ البتہ اگر ان آلات میں یہ عیب ہے کہ انکی اضافت قدرت و فطرت کی طرف نہیں دی جا سکتی اور عادتاً اضافت ترک نہیں ہو سکتی ہے تو ہم سب کی طرف سے اطمینان دلاتے ہیں کہ کوئی برا نہ مانے گا۔ آپ شوق سے۔ کنگڑی قدرت۔ بڑک فطرت فرمائیے۔ کنگڑی تھان تان خاموشی نظم کیجیے۔ کافر ہو جو برا مانے۔ عیر کے اسماء مضمرہ جائز الاضافت ہیں۔ اور نہ بھی ہو...

تو آپ کے تصرف سے مالا مال ہو سکتے تھے۔ ساتھ جناب کی شاعری نے بجز تحسین کے دنیا سے شکایت کا حرف نہیں سنا تو اس ابتکار کیوں اُن سُنی سنے گی۔

نظم طولانی ہے تنقید بھی طویل ہوگی۔ اس لیے مصرعہ لگانے کا کام اختتام مضمون پر شروع کیا جائے گا۔ ناظرین انتظار فرمائیں۔ شاعر رقمطراز ہے ؎

(۴) فطرت نظارۂ امکاں سراپا درد ہے
اور خاموشی لب ہستی پہ آہ سرد ہے

عالم امکان کے نظارے کی فطرت از سر تا پا درد ہے اور درد کے لیے آہ سرد بھی ضروری شے ہے لہٰذا ہستی کا لفظ حشو ہوا۔ لیکن امکان اور ہستی دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ یہ عجیب بات ہوگی کہ درد تو ہو یہاں نظارۂ امکان کے پیٹ میں اور خاموشی کی سرد آہیں بھریں۔ بلا بیچی خانم ہستی یعنی وجود کی دو قسمیں ہیں۔ ایک واجب دوسرے ممکن۔ امکان کے پیٹ میں گڑگڑی ہوتی تو ہوتی اب یہ کونسی ہستی ہے جسکے لب پر خاموشی کی آہ سرد قلابازیاں کھا رہی ہے۔ آخر شعر کا کوئی مطلب بھی ہونا چاہیے یا نہیں؟۔

(۵) آہ جولانگاہ عالمگیر یعنے وہ حصار
دوش پر اپنے اٹھائے سیکڑوں صدیوں کا بار

جولانگاہ عالم یا اہل عالم اگر کہتے تو خیر کچھ بیجا نہ تھا یہ عالم میں گیر کا پیوند اگر خوگیر کی بھرتی نہیں تو کیا ہے۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ عالمگیر سے مراد اورنگ زیب ہو۔

(۶) زندگی سے تھا کبھی معمور اب سنسان ہے
یہ خموشی اُسکے ہنگاموں کا گورستان ہے

بار برداری کا ٹٹو یعنی وہ حصار (خدا جانے کہاں کا حصار) کندھے پر سیکڑوں صدیوں کا بوجھ لادے، زندگی سے کبھی معمور تھا اب سنسان ہے۔ یہ اس کی ہنگاموں کا گورستان ہے۔ اول تو یہ اردو اشعار قبل لذکر ہے۔ اگر ضمیر کا مرجع جولانگاہ عالمگیر ہے۔ تو یہ جولانگاہ بھی خدا کی عنایت سے مبہم ہے۔ عنوان نظم میں "گورستان شاہی" نہ لکھا ہوتا تو محض نظم کے دیکھنے سے کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا تھا کہ شاعر کا مقصود کیا ہے۔ اور وہ کیا بیان فرمانا چاہتا ہے۔ حالانکہ ہم اب بھی خاک نہ سمجھے۔ دوسرے جب کوئی مطلب زبردستی ٹھونس ٹھانس کے ان الفاظ کے اندر بھرا جاتا ہے۔ تو سارا مفہوم ہیچ نظر آتا ہے۔ کیا لطف بیان کے یہی معنی ہیں؟۔ بیشک اگر شاعری یہی ہے تو حافظ بیچارہ یقیناً اس شاعری سے بے بہرہ تھا۔ خدانخواستہ اگر اس قسم کی شاعری حافظ کے اشعار میں ہوتی تو یقین جانیے ہم اپنے کتب خانے میں کبھی اس کا دیوان رکھنا پسند نہ کرتے ؎

(۷) اپنے سکان کہن کی خاک کا دلدادہ ہے
کوہ کے سر پر مثال سائباں استادہ ہے

کیوں صاحب یہ حصار کی تعریف ہے؟ یا جولانگاہ عالمگیر کی یا گورستان پر ہنگامہ شاہی کی؟۔ یہ کون سی چیز ہے جو کوہ کے سر پر مثال سائبان استادہ ہے "سائبان کی طرح چھا جاتا" بھی دلدادگی کی نئی ترکیب ہے۔ دنیا کے دلدادہ اگر یہی ترکیب اختیار کریں تو بہت بہتر ہو۔ ہاں صاحب نیچرل شاعری ہے اسکی ہوا ابھی دنیا کو نہیں لگی گل و بلبل کا افسانہ نظم کرنے والے بھکوسے بھلا ان حقائق و معارف تک کہاں پہنچ سکتے ہیں۔

(۸) ابر کے روزن سے وہ بالائے بام آسماں
ناظر عالم ہے نجم سبز فام آسماں

یہ کوئی نئی فلسفہ ہے۔ اور "وہ" بھی کوئی نیا وہ ہے۔ آسمان نے بادل کی دیرینہ گدڑی اوڑھی جبین ماہ کا آئینہ دھندلا ہوا نظارۂ خاموش میں چاندنی پھیکی ہوئی رات کے آغوش میں صبح صادق سوئی اشجار کی خاموشی کس قدر حیرت افزا ہوئی خاموشی بربط قدرت کی ہمیں سی نوا ہوئی فطرت نظارۂ امکان کے درد اٹھا۔ خاموشی لب ہستی پر آہ سرد بنی۔ آہ جولانگاہ عالمگیر یعنے وہ حصار سیکڑوں صدیوں کا بار بردار ہوا۔ جو زندگی سے معمور تھا سنسان ہے۔ یہ خموشی اُس کے ہنگاموں کا گورستان ہے۔ سکان تو نہیں سکان کہن کا دلدادہ ہے کوہ کے سر پر ہنو کی طرح تنا کھڑا ہے۔ سات شعروں کا مطلب تو یوں ادا ہوا اب یہ آٹھواں شعر کیا رنگ لاتا ہے؟۔ اور کس شخص یا شے کا قصہ سناتا ہے۔

ابر کے پردے میں چھپ کر کے بالائے بام آسمان کہا جا سکتا ہے "نجم سبز فام آسمان" بالائے بام آسمان نہیں پردہ پکارے کہیں ناظر عالم ہے" یہ "اور "وہ" کا استعمال بیکار ہی اور بھی ایسے مقام پر ہوتا ہے۔ جہاں بابو کو مطلب ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ مثلاً تیم ہم بھوت پریت بھوت بھوتنی "یہ کیا۔ اس "یہ" کے معنے دغا فریب برائی چالاکی کے ہیں۔ انگریز لوگ جرمنی شالا کو او ہکر نے لگ جائیگا ہینوز ابھی بنفرنس آر امریکہ کے شنگ ٹریٹی کیا ہے۔ اس "وہ" کے معنے دق کرنے اور دبانے کے ہیں۔ ہمارے شاعر صاحب کا وہ بھی خدا کے فضل سے پنجابی اُردو میں بھونڈے بسرے الفاظ کی خانہ پُری کرنے کی قوت پیدا کر رہا ہے۔ خدا راس لائے۔

(۹) خاکبازی وسعت دنیا کا ہے منظر اسے
داستان نامی انسان کی بہ ساز ہے اسے

بلکہ معقول ہے جس کسی کو "داستان نامی انسان" از بر ہوتی ہے وسعت دنیا کا منظر اس کے لیے بمنزلہ خاکبازی ہو ہی جاتا ہے اور یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے۔ مگر ہائے "اسے" وائے "اسے" اس اسے کا مرجع پھر خدا جانے کدھر ہے۔ نجم سبز فام آسمان کی طرف یا "وہ" کی طرف یا "بام آسمان" کی طرف۔ دوسرے مصرعہ میں "داستان نامی انسان" کی ترکیب بھی بہت لطافت و معنویت لیے ہوئے ہے۔

ہمارے شہر کے ایک شاعر صاحب کو پُرانے شاعروں کی سنگلاخ طرحوں پر طبع آزمائی کا مرض ہے۔ جوڑا سانپ کا اور تھوڑا سانپ کا۔ ناسخ کی ایک غزل ہے۔ آپ نے بھی حسب عادت اسی ردیف قافیہ میں مطلع نظم فرمایا ؎

اسپ کہتے ہیں جسے سب ہے وہ گھوڑا سانپ کا
ہے پشپاں فارسی ہندی لسوڑا سانپ کا

راقم
زبان فطرت۔ ادبار

رفتار تہذیب

حکایت نامہ

اے جی میاں پنچ - میری بندگی - اپنی آنکھوں کی قسم تم بڑے طوطا چشم - بے مروت ہو - کبھی بھولے سے بھی ہم لوگوں کو یاد نہیں کرتے - آخر اس دنیا میں ہم بھی رہتے ہیں - بھلا ہماری دو باتیں سن لوگے تو کچھ قاضی گلہ نہ کریگا - ہم نے مانا کہ نگوڑ مارا رنڈی کا پیشہ ہی بدنام ہے - مگر اسکو ہم کیا کریں کہ رنڈی کے گھر میں خدا نے پیدا کیا - جہاں پیدا ہوے وہیں کی خو بو مزاج میں پیدا ہوئی - امی جان نے جس طریقے سے اٹھان اٹھائی اُسی ڈھرے پر چلے - پھر میری جان یہ کوئی بڑا گناہ نہیں ہے - اگر تمھاری جگہ کوئی مُلّا سیانا ہوتا تو ہم یہ بات زبان سے نہ نکالتے - اُن کو اللہ نے اتنی سمجھ نہیں دی ہے وہ نہیں جانتے کہ ہزار جانوروں کا ست حضرت انسان ہیں - ڈاکٹر ڈاروِن کو ہزارہا برس کے بعد اسی قدر پتہ لگا کہ انسانوں کا باوا آدم بندر ہے - اُنھوں نے صرف اسی قدر دیکھا کہ آدمی کی کایا مایا بندر کی سی ہے - دنیا میں ہر چیز ترقی کر رہی ہے - اس مخلوق نے بھی ترقی کی اور ترقی کرتے کرتے آدمی بن گیا - اگر کچھ دنوں وہ ہماری طرح کوئی ایسا پیشہ کرتے جس میں بھانت بھانت کے آدمیوں سے سابقہ پڑتا تو وہ اپنی راے بدل ڈالتے - اور سمجھ لیتے کہ انسان کا باوا آدم خالی بندر نہیں ہے بلکہ بھیڑیا بھی ہے شکاری کتا بھی - گیدڑ بھی ہے بندر بھی - بکری بھی ہے شیر بھی - اونٹ بھی ہے خچر بھی - چوپایہ جانوروں کے سوا ان میں کیڑے مکوڑوں اور چرند پرند کا بھی میل ہے - اگر میں ڈاروِن ہوتی تو تصویروں کے ذریعے سے اپنی بات سچی کر دکھاتی - دلیلیں حجتیں معدے کی جڑ سے نکالتی اور دنیا کو یقین دلا دیتی کہ جو کچھ میں کہتی ہوں سچ ہے - کسی شخص کی روش سے اُس کی طبیعت سے اُسکے کرتوت سے اندازہ کر لینا کچھ مشکل نہیں کہ حضرت اگلے جنم میں کیا تھے - یا کس جانور کا خون انکی بناوٹ میں زیادہ خرچ ہوا ہے - یا خدا کی مخلوق میں سے کس مخلوق کی طرف زیادہ کھنچے - خیر میں ڈاروِن نہیں ہوں تو نہ سہی آج اس خط میں تم کو بعض گر کی باتیں لکھنا چاہتی ہوں - اگر تم نے میرا یہ خط اپنے اخبار میں نہ چھاپا تو اللہ جانتا ہے پھر میں تم سے کبھی نہ بولوں گی - تمھیں میری جان کی قسم - میرا مردہ دیکھے جو اس خط کو چھاپ نہ دے - جمعہ جمعہ آٹھ ہفتہ نو ہاں کوئی نو دن ہوے کہ بندی کو ایک صاحب نے مجرے کی سائی دی اور کہا کہ پرسوں آپ کا مجرا شب کو فلاں جگہ ہوگا - مگر سب وہاں انگریزی مذاق کے لوگ ہیں - آپ پشواز و شواز پہن کے نہ آئیے گا - خالی ساڑی اور ساڑی کافی ہے - اب تو میں چکرائی کہ بھلا بغیر گھنگرو اور پشواز کے کیونکر ناچوں گی میں نے اُن سے کہا - تو پھر خالی گا دوں گی - ناچ بغیر گھنگرو و پشواز کے کیا خاک لطف دے گا - اُنھوں نے کہا خیر آپ آئیے تو سہی پھر دیکھا جائے گا - مختصر یہ کہ میں گئی مکان انگریزی طرز سے بنا تھا - قالین پر کرسیاں گرد سے میں بچھی ہوئی تھیں - بیچ کا گھیرا ناچ کے لیے چھوڑ دیا تھا - کچھ عورتیں تھیں کچھ مرد تھے - مگر دونوں کا لباس انگریزی وضع قطع کا تھا امی جان خدا بخشے اگلے زمانے کا حال کہا کرتی تھیں کہ محفل کو خوشبودار بنانے کے لیے امیر امرا پردوں میں عطر ملواتے تھے - اگر سوز روشن کراتے تھے - تخلخے بنواتے تھے - پھولوں کے ادٹ کھڑے کراتے تھے - مگر اس محفل میں نگوڑے سگرٹ اور سگار کا دھواں گھٹا ہوا تھا - جتنی عورتیں تھیں ماشے اللہ اُن میں سے آدھی منھ سے دھوئیں کے لُکّے چھوڑ رہی تھیں - ہم بازار کے بیٹھنے والے سگرٹ تو خیر سگار کبھی چھوتے بھی نہیں - مگر وہاں کئی عورتوں کے منھ کو جھلسا لگا ہوا تھا انجن کی طرح بھقا بھق دھواں نکال رہی تھیں - اُن کی بات چیت چلت پھرت بھی مردانی تھی - میں نے بہت کوشش کی کہ گھر کے مالک کا پتا لگاؤں مگر وہاں نائی کی برات میں سب ہی ٹھاکر تھے - ہنسی دل لگی میں "اوہو ہو ہو" کے ساتھ چوتڑ پیٹے جاتے تھے "آئی سے مسز لعنت اللہ" "لک ہیر مس کسیم" "قسیم" "یا پرس رشید" خبیث اللہ" سے شروعات ہوتی تھی اور کچھ کٹ پٹ پھر اُردو پر ختم ہو جاتی تھی - کیسا ناچ کہاں کا مجرا - میں ایک کونے میں کھڑی یہ تماشا دیکھ رہی تھی - کہ اتنے میں وہی صاحب آ گئے - جو مجھے سائی دے آئے تھے - میں نے اُن سے کہا مجرا کب شروع ہوگا - معلوم ہوا کھانا کھانے کے بعد - پھر اُنھوں نے مجھ سے کہا تم بھی کھانا کھا لو - میں نے کہا کہ سازندوں کو کھانا دلوا دیجیے میں کھانا کھا کے ناچ گا نہیں سکتی -

میاں پنچ - اللہ جانتا ہے میں ایسی محفلوں کا نام سُنتی تھی کبھی گئی نہ تھی - آج یہ پہلی محفل تھی جس میں شریک ہوئی - لوگ ایسے تھے جن سے نہ کبھی کی جان نہ پہچان اور جان پہچان کیونکر ہوتی - ان لوگوں نے تو اپنے گھر ہی میں سارا دل کا بہلاوا پیدا کر لیا ہے - ہم لوگوں کو کاہے کو پوچھنے لگے تھے - جب تک لوگ علیحدہ کمرے میں کھانا کھاتے رہے میں ایک کونے میں دبی بیٹھی اُن کا تماشا دیکھتی رہی - کہنے کو بازار میں بیٹھنے والی بیسوا ہوں - مگر ان بہو بیٹیوں کی بے تکلفی دیکھ کے مجھے ایسی شرم آئی کہ پسینہ آ گیا - جس عورت کے ہاتھ میں کسی مرد کے ہاتھ میں دیکھتی تو مجھے خیال ہوتا کہ یہ اس کی بی بی ہوگی - مگر تھوڑی دیر میں اُسی عورت کا ہاتھ دوسرے شخص کے ہاتھ میں چلا جاتا - بات بات پر ہو ما جانی سلامتی ... کچھ ایسی دیدہ دلیری کیسا ہوتی گویا کوئی بات ہوئی نہیں کمرے کی چھت میں ہوسے کا چٹاخا چٹکرا تا اور زور کی آواز ہوتی - گویا گالوں پر سینگیاں کھینچی جا رہی تھیں - کھانا کھانے میں جو گفتگو ہوئی وہ میری سمجھ میں کچھ آئی کچھ نہیں آئی - ان لوگوں میں ایک صاحب "اسلامک پوائنٹ آف ویو" کی لفظ اپنی بول چال میں زیادہ صرف کرتے تھے - میں سمجھی کہ شاید اتنوں میں ایک یہ مسلمان ہیں - جب تو اس حال میں بھی اسلام اور مسلمانوں کو نہیں بھولتے - حالانکہ یہ حضرت نہ دم کی طرف سے مسلمان معلوم ہوتے ہیں نہ منھ کی طرف سے - دُم کا حال تو پتلون جانے منھ بالکل لنڈا منڈا بے رونق ہلوگوں کا سا تھا - مونچھیں جڑ بیڑ سے غائب ڈاڑھی صفا چٹ میں نے ایک نوکر سے پوچھا کہ یہ میاں پچھلے جنم کے سیرو

کون ہیں معلوم ہوا کہ یہ ایک تعلقدار کے صاحبزادے ہیں۔ ابھی ولایت سے تازہ تشریف لائے ہیں۔ کالا پانی بہت پیتے ہیں۔ جب یہ ولایت میں تھے تو ان کی آنتوں میں دانے پڑ گئے تھے پیٹ چاک کرکے آنت کاٹی گئی۔ عجب کہیں زندگی کی صورت ہوئی۔ ورنہ چل بسے ہوتے۔ میں نے دل میں کہا کہ سچ ہے مسلمانوں کی ساری شان ان میں موجود ہے جیں مذہب کے والی وارث اس شان کے ہوں۔

ایکے بھلے دن آگئے۔ دوسرے صاحب دُم دار ٹوپی سر پہ اوڑھائے ہامی مینا کی طرح باچھیں چیرے کرسی پر تشریف رکھتے تھے۔ ان کی ٹوپی صرف اسلامی تھی۔ صورت شکل بھائیں سے نکلی۔ بات کرنے کی تمیز نہ تھی۔ مگر اپنے تئیں بہت بڑا ہنسوڑ۔ دل لگی باز سمجھتے تھے۔ ان کے لطیفے ایسے تھے کہ لنگوڑی للو (زبان) کے قابو سے باہر تھے۔

غرض میں اس جانور خانے میں تازہ گرفتار تھی۔ آخر مجرے کا حکم ہوا۔ اور ایک گھنٹہ تک میں گاتی رہی سازندے اس لالچ میں تھے کہ بیل پڑے گی کچھ ملیگا۔ مگر وہ دن گئے۔ وہ رئیس گئے۔ میں نے اُن کو سمجھا دیا کہ اب اللہ رکھے ہم لوگوں کی کمائی بنیے مہاجنوں کے سہارے ہے۔ ایسی صحبتوں میں قاعدے قانون کی پابندی ہونے لگی ہے۔ جو چکا لیا ہے اُس سے ایک پیسا بڑھ کے نہ ملے گا۔ یہی غنیمت ہے کہ کھانا مل گیا۔ ان جانگلوؤں کا رنگ محفل دیکھ کے سوائے تھیٹر کی سٹ پٹ چیزوں کے اور کیا گاتی "دھوبی کی گاڑی اُڑائے لیجائے" اور ایسے ہی دو چار آئیں بائیں شائیں گیت گا کے میں چپ ہوئی۔ مسٹر ہنسوڑ صاحب نے اشارہ کیا کہ کرسی پر بیٹھ جاؤ۔ میں سلام کرکے بیٹھ گئی۔ میرے بعد بی امیر جان کی باری تھی۔ اُنکے آنے میں خدا جانے کیوں دیر ہوئی۔ ہنسوڑ صاحب مجھ سے باتیں کرنے لگے۔ نام پوچھا۔ مکان پوچھا۔ مسز خبیث اللہ بھی ہنسوڑ صاحب کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھیں۔ مجھے باتیں کرتے دیکھ کے کچھ تیکھی ہوئیں اُن کے دوسرے پہلو میں مسٹر چھیلے بھونے تشریف رکھتے تھے اُن سے کچھ کانا پھوسی ہوئی میں کچھ نہ سمجھی کیا سوال جواب ہوئے۔ مگر چھیلے بھونے صاحب نے مسٹر ہنسوڑ سے کہا۔

چھیلے بھونے "مسٹر..... یہ ایٹیکیٹ کے خلاف ہے خصوصاً آپ کے لیے جو کہ رنڈیوں کو شریف آبادی سے باہر نکالنے کے پُرجوش حامی ہیں"۔

ہنسوڑ "او۔ یس۔ مگر....."

میں "حضور کو اگر ناگوار ہو تو میں اُٹھی جاتی ہوں"

چھیلے بھونے "او۔ نو۔ آپ بیٹھ گئی ہیں تو بیٹھی رہیے میں اپنے دوست سے مذاق کر رہا ہوں"

ہنسوڑ "(مجھ سے) لیجیے آپ کا کیا اسے ہے۔ اگر آپ کا یہ مکان شہر سے دور ڈالا جائے تو کیا عذر ہے"

میں "سرکار کی ... تو ... ہم لوگوں کو کب عذر ہے۔ مگر ... بات کچھ بیکار معلوم ہوتی ہے"

ہنسوڑ "ہاں! کیوں؟"

میں "سرکار بات یہ ہے کہ جب بیبیاں (شرفا کی بیبیاں) اپنے گھروں میں میاں کی آبرو لیے بیٹھی رہتی تھیں۔ مرتی تھیں بھرنا بھرتی تھیں۔ خدمت اطاعت کرتی تھیں۔ اُس وقت اُن کو اگر یہ غرور تھا کہ ہم ان موئی بازاریوں سے افضل ہیں تو بیشک سچ تھا۔ جا سے تھا۔ اور اب تو زمانے کا رنگ کچھ ایسا بے طور ہے کہ جو رنگ ہمارا تھا وہی ساری دنیا کا ہوتا جاتا ہے۔ کچھ دنوں میں سب ایک حمام میں ننگے نظر آئیں گے"

چھیلے بھونے۔ اوہ یہ تو آپ نے فیمیل ایجوکیشن پر بہت سخت اٹیک کیا ہے"

میں "برا ماننے کی بات نہیں حضور قصور معاف آپ لوگ بدکاری کو برا جانتے ہیں۔ مگر نہ بدکاری سے واقف ہیں نہ اُسکی روک تھام آپ کو آتی ہے۔ جس قسم کی تعلیم آپ دینا چاہتے ہیں۔ یہ نہ کسی برائی کو روکنے والی ہے۔ نہ برائی سے بچانے والی"

مسٹر ہنسوڑ "ہیر ہیر۔ آپ کو رنڈی کون کہتا ہے۔ آپ کو تو بشپ کہنا چاہیے"

میں "حضور! بدکار۔ بدکاری کے قانون سے خوب واقف ہوتا ہے۔ آپ کیا جانیے۔ اور یادرکھیے حسینہ کیا جانیں۔ بھلا اکثر گاڑی دہ کون سی بات ہے جو رنڈیاں کرتی ہیں۔ اور آجکل کی بہت سی تعلیم پائی ہوئی بیبیاں نہیں کرتیں۔ میں سب کو نہیں کہتی۔ تو بہ توبہ! خاک چاٹ کے کہتی ہوں۔ میں خود ہزاروں بُروں کی ایک ہوں۔ جسکا پاپ اُس کا باپ میں کہنے والی شنقل کہاں کی نیک پارسا چھپتا بھی دھیتا ہی ہوں جو دوسروں کو برا کہوں۔ اُن کی طرح ہم بھی پڑھتے لکھتے ہیں۔ شعر کہتے ہیں۔ حساب جانتے ہیں۔ اپنے ملنے والوں کا دل خوش رکھنے کے ڈھب سے واقف ہیں۔ پردہ نہیں کرتے۔ کھلی ہوا میں رہتے ہیں۔ باہر والوں کی سیر کرتے ہیں۔ تماشبین کی خاطر مدارات کرتے ہیں۔ بلکہ کا موقع مل سکتے ہیں"

مسٹر ہنسوڑ "اور یہ بھی کہ ناچتے ہیں گاتے ہیں"

میں "ہاں حضور مگر یہ کوئی عیب نہیں"

مسٹر چھیلے بھونے "بیشک ناچنا گانا عیب نہیں۔ تعلیم یافتہ ممالک میں ایک شریف بہو بیٹی کا یہ خاص وصف ہے"

میں "حضور اُسی تعلیم کا یہ اثر ہے تو بیاں بھی اُتارا گیا آخر معلوم تو ہو کہ عورت میں وہ کون سا خاص وصف ہے۔ جو تعلیم یافتہ کو پسند ہوتا ہے؟"

چھیلے بھونے میاں آدمی سمجھدار تھے۔ وہ تو ایسے کھوئے گئے کہ پھر پتا نہ لگا۔ البتہ میاں ہنسوڑ ہنسی میں بات ٹالنے لگے۔ مسز خبیث اللہ کا چہرہ غصے سے سُرخ ہوگیا۔

ہنسوڑ "تو نتیجہ یہ ہوا کہ حال کی اکثر تعلیم یافتہ عورتوں میں۔ اور آپ کے طبقے میں کوئی فرق نہیں؟"

میں "یہ حضور کی سمجھ کا پھیر ہے۔ میں نے تعلیمیافتہ مردوں کی خواہش دریافت کی ہے کہ وہ عورتوں میں کونسی عرض کی ٹوٹی باتوں کے خواستگار ہیں۔ جو ہم میں نہیں پائی جاتیں۔ آپ پردے کو ضروری نہیں سمجھتے۔ ہم سے زیادہ اس بے پردگی کا قدر داں کون ہے۔ آپ عورتوں کو پڑھانا لکھانا چاہتے ہیں۔ میں پڑھی لکھی ہوں۔ اب بھی مولوی صاحب سے بہار دانش اور یوسف زلیخا پڑھتی ہوں جس جرم پر ہم لوگوں کو

شہد صاحب نکالنے کی تجویز ہے۔ وہ اس بے پردگی کی تعلیم اور کھلی بری صحبت کے اثر سے ہاں میں عام ہو جائیگا عورت اپنی مرضی پر سب کچھ کرے گی۔ اور آزادی کے ساتھ کرے گی۔ صرف فرق اتنا ہوگا کہ کوٹھے کے نہ بیٹھیں گی۔ گرمی مکانوں میں سرراہ کرتے ہیں وہ کھو دے نہیں جائیں گے۔ بیٹھنے والیاں پردے کی قید سے آزاد ہوکر اُن پر بیٹھیں گی۔ دیکھنے والے دیکھیں گے۔ مکان نہ برا ہوتا ہے نہ اچھا۔ برائی اور اچھائی رہنے والوں میں ہوتی ہے۔ آج آپ ہم کو نکال رہے ہیں۔ مگر اس کا بندوبست نہیں کرتے کہ اُن گھروں میں جہاں ہم رہتے تھے برا فعل نہ ہونے پائے۔ میں نے آج تک جن بہو بیٹیوں کو دیکھا ہے وہ جو کچھ غرور نہ کریں تھوڑا ہے۔ ایک مرد کے ساتھ مرتی ہیں پھرتی ہیں۔ صبر و شکر سے بیٹھی ہیں۔ دوسرے مردوں سے منھ نہیں چھپاتی پھرتی ہیں۔ اگر اُن میں یہی اوصاف ہوتے جو آج نگاہ سے گزرے۔ تو خدا گواہ ہے میں اپنے نواب کی بیگم کا منھ اُسی وقت نوچ لیتی جو وقت اُنھوں نے مجھے کوسا تھا۔ اور کتنی میٹھی مردانہ بکھیں اور ہم میں فرق ہی کیا ہے۔ تو کون ایسی "نیکا باکا دھیلے میں خاکا ہے" جو ہم سے بڑھ چڑھ کے بولتی ہے۔ مگر میاں یہ اُن کی نیکی ہے جو باتیں سُنواتی ہے۔ اور میں خاموش رہتی ہوں۔ لوگو کیا خالی کمرہ لے کے بیٹھنا ہی گناہ ہے۔ یا انگریزی پڑھ لینے کے بعد۔ آدمی ہر قید بند سے آزاد ہو جاتا ہے۔ انگریزی میں کالم گلوچ کیجیے۔ تو گناہ نہیں نخرہ بگھاریے پیار اخلاص کیجیے۔ سب مباح۔ ڈارلنگ کہہ کے غیر مرد سے منھ چوم لیا اور سارے گناہ دھو گئے"

میں دیکھ رہی تھی کہ مسز خبیث اللہ بہت گرمائی جاتی تھیں۔ اُن کی آنکھوں سے شعلے برس رہے تھے۔ مگر میرے منھ میں جو کچھ آیا بکے گئی۔

ہنسوڑ:۔ ہائی گاڈ۔ تم تو بڑی زٹاق پٹاق ہو"

میں:۔ ابھی کیا ہے۔ ابھی تو آپ نے سو میں ایک نہیں سُنی۔ میں آپ کو بہت کچھ سبق دوں گی۔

جن باتوں کو اگلے مسلمان بُرا جانتے تھے (احتیاط کرتے) اور جن باتوں کی عادت اُنھوں نے اپنی عورتوں میں ڈالی تھی۔ اُن میں تھوڑ دلے پن یا بدگمانی یا وحشت کو دخل نہ تھا۔ وہ بیوقوف نہ تھے۔ بھلا آپ کو معلوم ہے کہ آجکل جو عورتوں کے دیکھنے پڑھنے کے لیے رسالے نکالے جاتے ہیں اُن کا کیا اثر ہوگا۔

مسٹر ہنسوڑ اور مسٹر چھیلے بھولے بلکہ سب کے سب میری طرف متوجہ تھے۔ گر نگاہوں میں کھائے جاتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ بات بڑھ گئی ہے۔ اور اللہ جانے کہاں سے کہاں پہونچے۔ پھر دل سے کہا اوچی جو ہوتا ہے ہو رہے گا۔ بڑی بڑائی اب مجھے مجرے میں نہ بلائیں گے۔ یا شہر میں رہنے نہ دیں گے۔ تو رنڈی کو اسکی کیا پڑا ہے "ندیا تو گنز اٹی کیوں ہے بندی پاؤں ہی نہ دھرے گی" ایک بات سے اور بھی ڈھارس تھی۔ کہ مسٹر ہنسوڑ مجھ پر بہت لٹو تھے۔ اگر میں لگاوٹ کی نگاہ نہ پہچان سکتی تو پھر رنڈی کاہے کی۔ کچھ رنڈی پر موقوف نہیں۔ بلکہ ہر عورت کو بھی اسکا سلیقہ ہوتا ہے۔ وہ بھی اپنے اوپر ریجھنے والے کے دل کو بھانپ لیتی ہے۔ مسٹر ہنسوڑ کی طرف میں نے مسکرا کے دیکھا۔ اور پھر باتوں کا سلسلہ چھیڑ دیا۔

میں:۔ ہاں تو حضور جو کتابیں عورتوں کی تعلیم کی نیت سے آج اردو میں لکھی جاتی ہیں۔ میں سب کتابوں کو نہیں کہتی مگر اُن میں بہت سی میں نے بھی پڑھی ہیں۔ حضور نے بھی پڑھی ہونگی"

مسٹر چھیلے بھولے:۔ اوہیں۔ اسلامک پوائنٹ آف ویو سے آپکو اُن پر کیا اعتراض ہے؟"

میں:۔ "حضور مجھ ایسی ایک غریب بازارن بھلا اسلام کو کیا سمجھ سکتی ہے؟۔ مگر اتنا جانتی ہوں کہ یہ رسالے عورت کو ایک نیا نخرہ سکھاتے ہیں۔ اور وہ نخرہ کچھ زہر عشق کے نخرے سے کم نہیں ہوتا"

ہنسوڑ:۔ "او۔ زہر عشق تو بہت خراب کتاب ہے"

میں:۔ کیوں حضور خیر باشد۔ اس میں کیا خرابی ہے قصہ صرف اسی قدر ہے کہ نواب مرزا شوق کے محلے میں ایک سوداگر رہتے تھے۔ اُنکی ایک جوان لڑکی تھی نواب مرزا اپنے کوٹھے پر چڑھے وہ اپنے کوٹھے پر چڑھی۔ دونوں میں نین لڑگا۔ پھر چلیے پیام سلام شروع ہوئے۔ جب تک دونوں کی ملاقات نہیں ہوئی۔ اُس وقت تک وارے پٹیک پیتا رہی۔ صاحبزادی جمعرات کو درگاہ سدھارا کرتی تھیں اسی بہانے سے یار کے پہلو میں آ بیٹھیں۔ عشق اور مشک چھپائے سے چھپتا نہیں۔ بوپھوٹی۔ ماں باپ کی رائے ہوئی صاحبزادی کو بنارس بھیجدینا چاہیے۔ دل کی لگی بُری ہوتی ہے فراق گوارا نہ ہوا۔ افیم کا انٹا نگل کے لمبی لمبی لیٹ رہیں۔ چلیے قصہ پاک ہوا۔ کیوں حضور! میں جھوٹ تو نہیں کہتی۔ یہی قصہ ہے نا؟۔ اب ملاحظہ کیجیے کہ سیکڑوں ناول ہیں جن میں اس سے بھی زیادہ بُرائیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اور ایسے ہی طرز سے لکھی ہوئی ہیں۔ کہ بڑوں بڑوں کو وہ سب باتیں اچھی دکھائی دیتی ہیں۔ اُن پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔ نہ انکا چھاپنا بند کیا جاتا ہے۔ آج کوئی گھر ایسا نہیں جس میں یہ کتابیں نہ ہوں۔ اور لڑکیاں انھیں دیکھتی نہ ہوں۔ ناول نویسوں نے عشقبازی کے ایسے طریقے بتا دیے ہیں کہ ہم بالزادیوں بازار میں بیٹھنے والی بیسواؤں کو بھی نہیں معلوم تھے۔ عشق کا دیو نگوڑا ایسی نرالی ترکیبوں سے گھروں میں کود آتا ہے کہ گیا کہیے۔ پردے میں بیٹھی ہوئی عورت کو چھینک آئی۔ مرد نے باہر سے سنی۔ چھینک کی آ چھیں پر میاں عشق سوار ہوکے مردوں کے کان کے پہاڑی راستوں میں ہوتے ہوئے دل کے چٹیل میدان میں جا پہونچے اور مسند بچھا دی۔ چلیے مرد صاحب آپ سے بے آپ ہوگئے۔ اب ہائے ہے۔ وائے ہے۔ افسوس ہے۔ حسرت ہے۔ اس سے کچھ مطلب نہیں کہ ہم جس پر عاشق ہیں وہ پری ہے یا چڑیل۔ نہ اُنے کتاب پڑھنے والا سمجھتا ہے نہ قصہ لکھنے والا۔ مگر یہ بی آچھیں سولہوں سے تو چودھویں رات کا چاند ہوتی ہیں۔ چاند میں میل ہے۔ مگر ان میں میل نہیں ہوتا۔ پھر ڈوالی کرنے کو ساتھ کا پڑھا ہوا طالب علم اس بس کی گانٹھ نے معشوقہ کا پتا لگا ۔۔ ماما کو کاڑھا پچھواڑے کے قبرستان میں سیڑھی لگائی۔

اور قبر میں سوتے ہوئے مردوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کے بی آپچیں کو لے اُڑا۔

آخر وہی ہوا جو زمانے میں ہوتا ہے۔ ماں باپ منہ دیکھ کے رہ گئے۔ پھر اس پر ناول لکھنے والوں کی جبیں بھی دیکھنے کے لائق ہوتی ہیں۔ مغربی ایجلیں اس فعل کے جواز میں پیش کرتا ہے کہ اگر کل سداچکی زنجیر پاؤں میں نہ ہو تو ہر ایک بہو بیٹی گھر میں آگ لگا کے ماں باپ بھائی شوہر کے منہ کو جھلسا دے کے باہر نکل کھڑی ہو۔ خداوند اس قسم کے قصوں میں ایسی کون سی بُرائی ہے جو اچھے عقلوں میں دنیا کو نہیں سکھائی جاتی۔ ماں باپ سے بے مروتی۔ بُری بات پر بیجے رہنا۔ زہر کھانا۔ بدزبانی کرنا۔ آپے سے باہر ہو جانا شرم لحاظ کو بیچ دینا۔ ماں باپ کو ظالم بے رحم سمجھنا اپنے آپ کو حق پر خیال کرنا۔ اٹھوائی کھٹوائی لے کے پڑنا۔ بسور نا عاشق بننا معشوق بنانا مردوں کو رجھانا۔ سبز پری کی طرح جوگن بننا۔ عاشقانہ خط لکھنا۔ بے صبری کرنا۔ ڈھکوسلے کے ذریعے سے ماں باپ بھائی کو جوتیاں کھلوانا۔ ذلیل کرنا جبر لینا غرضکہ سب گنوں پوری کوئی نہ کہے لنڈوری۔ یہ حال تو آجکل قصے کہانیوں کا ہے۔ اب لیجیے ان حضرات کی کتابیں جنہوں نے مظلوم عورتوں کی پشت پناہی کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ہم مسلمانوں میں دو دو چار دیں کرنا کوئی عیب کی بات نہ تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ امیروں کی دیکھا دیکھی باندھو لنگوٹی نتھے خاں بھی لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے لگیں اور نباہ نہ ہو سکے۔ لیکن جو سچ پوچھیے تو آج تک سو میں ایک عورت سے زیادہ ایسی نہ نکلے گی جو اس بات کو ناجائز سمجھتی ہو۔ یا اس مصیبت پر صبر کرنا نہ جانتی ہو۔ یا مردوں کو اس بارے میں آزاد نہ خیال کرتی ہو۔ یا جس نے ہوئی سوت کے جلتوں زہر کھا لیا ہو۔ یا گھر سے نکل گئی ہو۔ یا ہر وقت ٹسوے بہاتی ہو۔ یا اپنی جان اور خاوند کی جان ایک کر ڈالے۔ مگر خدا رکھے ان مظلوموں کے خدائی فوجدار داروں کو۔ انھوں نے اپنے قلم سے ایسی آگ لگائی کہ آج ہر ایک عورت جوتی لیے خاوند کے پیچھے تنتناتی ہے سا ایسے کہ جیسے جو تو نے سوت کی طرف آنکھ اُٹھا کے دیکھا تو اللہ جانتا ہے گھر کو نس نس کر کے نکل جاؤں گی۔ بیلنے ملا میں سمجھا کیا ہے۔ یہ حضرات ٹسوے بہانا بھی سکھاتے ہیں۔ بے صبری بھی سکھاتے ہیں۔ زہر کھا لینا بھی سکھاتے ہیں۔ غرض سوت کے دل پر سوت کے کارن وہ نہیں گزرتی جو ان بزرگوں کے دل پر گزرتی ہے۔ میں نے ایک کتاب میں ایک بیوہ عورت کا حال دیکھا جس نے اپنے بھائی کی غفلت اور بھاوج کی جہالت کے باعث خود بھی زہر کھایا اور اپنے معصوم بچوں کو بھی کھلایا۔ لکھنے والے کا منشا تو یہ ہوگا کہ دیکھو کیسی غیرت دار عورت تھی اگر وہ چاہتی تو بھائی کی آبرو خاک میں ملا دیتی۔ اور کہتی بھابو نڈی کا شئے تیری یہ راہ تو ہماری یہ راہ۔ تو بھی جوجو تی سے تیری ناک نہ کٹوادی تو۔ مگر اس نے یہ نہیں کیا۔ بڑی غیرت دار تھی بڑی خدا رسیدہ تھی۔ ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتی۔ اللہ کی مرضی پر شاکر رہتی۔ اپنی جان پر کھیل گئی۔ مگر اس لکھاوٹ کا ثمرہ ہرگز اچھا نہیں ہے۔ اس لکھاوٹ سے خودکشی کے لیے ہوا کو نکل جائے گا۔ سچ پوچھیے کہ عورت کو شرم و غیرت دینے سے اللہ میاں کا یہ منشا نہیں ہے۔ نہ جان پر کھیل جانے کا یہ محل۔

حضور اب پھر کبھی اگر ملاقات ہو گئی تو اس ذکر کو چھیڑوں گی۔ اے لیجیے بی امیر جان آگئیں ان کا مجرا سنیے۔

مسٹر ہنسوڑ: "میں کسی پراس کے مکان پر آج تک نہیں گیا مگر آپ کی باتیں سننے آؤں گا۔ آپ اپنا وقت بتا دیجیے۔"

میں: "خدا نہ کرے جو میں حضور کو باتیں سناؤں میرا کمرہ شہر میں مشہور ہے جس لیے اور جب جی چاہے تشریف لائیے۔"

بی امیر جان کا مجرا ہوا ماشاء اللہ سے خوب گائیں۔ بھینس کے آگے بین بجانے کا تماشا دکھایا۔ میں تو سلام کر کے رخصت ہوئی کہ گشتی ہوں کہ ان کے سنگتیوں نے بیل میں کچھ نہ ملنے پر خوب آمانے کسے۔ خیر بات گئی بات گئی۔

محرم کی ساتویں تاریخ تھی میں اپنے کمرے پر کھڑی ہوئی مہندی کی زیارت کر رہی تھی دیکھتی کیا ہوں کہ مسٹر ہنسوڑ سڑک پر کھڑے ہیں (دیدہ) جاتے سیٹی بجاتے اور گھور گھور کے مجھے دیکھتے جاتے ہیں۔ میں نے سلام کو ہاتھ اُٹھایا۔ انھوں نے اشارے سے کمرے کا راستہ دریافت کیا۔ آدمی کو بھیج کے میں نے انھیں بلوایا۔

مسٹر ہنسوڑ: "میں مجمع میں بیٹھتے گھبراتا ہوں۔ آپ اپنے پرائیوٹ روم میں چلیے۔"

میں: "یہاں تو تخلیہ ہے۔ اگر غیر کوٹھے پر چلیے شاید یہاں کوئی آجائے۔"

ادھر اُدھر کی باتیں ہونے لگیں میں نے مسز ہنسوڑ کی خیریت پوچھی۔

مسٹر ہنسوڑ: "اس روز آپ کی گفتگو سے وہ بہت برافروختہ ہو گئیں اور اس اشتعال کا باعث مجھے سمجھتی ہیں۔ لہذا مجھ سے ملاقات نہیں ہوئی۔"

میں: "آپ تشریف نہیں لے گئے یا انھوں نے ملنے سے انکار کر دیا۔"

ہنسوڑ: "جیسے کچھ نتیجہ دونوں باتوں کا یکساں ہے۔"

میں: "یہ کہیے وہاں نکالا ملا تو ہم غریبوں کی یاد آئی۔"

ہنسوڑ: "نہیں یہاں آنے کا تو میں وعدہ کر چکا تھا۔ اور وعدہ وفائی ازراہِ جنٹلمین مجھ پر فرض تھی۔"

میں: "حضور نے بڑی عنایت کی جو کنیز کو سرفراز کیا۔ بھلا میرے مقدر ایسے کہاں تھے جو حضور کا سا لائق اس اُجڑے گھر کو آباد کرتا۔"

ہنسوڑ: "ہائیں جہاں آپ ہوں وہ اُجڑا گھر ہے؟"

میں: "لے ہاں آج نہ اُجڑا کل اُجڑ جائے گا۔ جب حضور کے سے رئیس ہاتھ دھو کے پیچھے پڑیں گے تو ہمارا کہاں ٹھکانا لگے گا۔"

ہنسوڑ: "تو اس میں نقصان کیا ہے۔ یہاں سے اُجڑ کے دوسری جگہ مورچہ لگا لینا۔"

میں: "اے حضور بغیر تکیے چننے والے نرکی مدد کے کہیں مورچہ لگ سکتا ہے۔ کچھ دنوں میں ہم لوگوں کو مرو نہ چھوڑے گا۔"

ہنسوڑ: "کیوں؟"

میں: "جب منصف میں ایسی آشنائی کا رواج ہو جائے گا تو مجکو کون پوچھے گا۔ حضور بھی مسز خبیث اللہ کے گھر سے نکالے نہ جاتے تو بھلا کاہے کو ادھر آتے"۔

ہنسوڑ: "پھر وہی۔ یہ تو محض بدگمانی ہے"۔

میں: "دیکھیے پھر وہی ہٹ دھرمی۔ بھلا ہم اس نگاہ تک نہیں پہنچا۔ آپ کا میرے پاس بیٹھنا اُنکو ناگوار ہوا تو خالی یہ عذر نہ ملنے کا بہانہ نہیں ہو سکتا۔ رہا میرا بات چیت کرنا تو وہ سبھی سنتے تھے۔ مگر نہیں تو سب گئی گزری ہیں۔ اچھا خیر آپ کی جیب میری سر آنکھوں پر اس ذکر کو جانے دیجیے"۔

ہنسوڑ: "میں سچ کہتا ہوں تم تو قیامت کی آدمی ہو۔ تمہیں خوب باتیں بنانی آتی ہیں کاش تم تمام ناچار رسائل چھا پھر پڑھ لکھ کے کوئی عمدہ علمی رسالہ نکال دیتیں۔ اور کسی جنٹلمین کا مستقل طور پر ساتھ دیتیں تو خوب ہوتا"۔

میں: "آداب یہ حضور کی قدر افزائی ہے۔ مگر اتنا مول نہ بڑھایئے کہ میں غرور کے مارے مر جاؤں حضور نے پھر وہی ذکر چھیڑ دیا اگر مسز خبیث اللہ کو خبر ہو جائیگی کہ آپ کی نگاہ میں میری اتنی قدر و منزلت ہے تو غضب ہی کر دینگی"۔

ہنسوڑ: "دیکھیے واللہ آپ کچھ حد سے آگے بڑھتی ہیں"۔

میں: "نہ بولوں! آپ تو ان کو اپنی ماں بہن سمجھتے ہیں آپ کیا سبھی شریف آدمی کسی کی بہو بیٹی کو اپنی ماں بہن سمجھتے ہیں"۔

ہنسوڑ: "اجی تم تو دل لگی میں بات ٹالتی ہو سچ بتاؤ میری تجویز پر عمل کرنے میں کیا خرابی ہے"۔

میں: "آپ نے دو تجویزیں میرے لیے فرمائی ہیں۔ ایک تو یہ کہ کسی کے گھر بیٹھ جاؤں۔ دوسرے ایک علمی رسالہ نکالوں مگر میں بیٹھوں تو پردہ کروں۔ پردہ آپ کے نزدیک فضول ہے اور بے پردہ رہوں تو جس طریقے سے آجتک زندگی بسر کی ہے اسمیں ایک ہی پر قناعت کی عادت نہیں ڈالی گئی۔ خدا نے ایک سے ایک بڑھ کے مرد پیدا کیا ہے"۔

ہنسوڑ: "تو یہ کہیے آپ بالشویزم کی دلدادہ ہیں"۔

میں: "یہ باتیں آجکل کی تعلیم یافتہ جانیں۔ میں ٹکے کی بیسوا بال شوال شو کو کیا جانوں۔ مگر یوہی چلن نکلا ہی ہے تو خیر ہماری عقل اور انکی عقل برابر ہے۔ فرق اتنا ہے کہ مقدم ہم ہیں"۔

ہنسوڑ: "اور دوسری تجویز کی نسبت کیا رائے ہے"۔

میں: "جن باتوں کو لوگ آجکل پسند کرتے ہیں مجھے نہیں آتیں"۔

ہنسوڑ: "مثلاً"۔

میں: "ملاحظہ کیجیے دیکھیے یہ ایک اخبار کا کاغذ ہے اسمیں نجات کی منتری نے ایک قصہ لکھا ہے۔ پرمن ایک بدگمان مرد تھا اسکی جورو گوری نے محض اس تصور پر کہ وہ کیوں اتنا غیرت دار ہے اُسکے شک شبہ کو مٹانے کے عوض ہنس کے ساتھ آنا کانی شروع کر دی۔ یہ جوہر شریف غیرت دار اور بہادر مردوں میں ہوتا ہے مانا نہیں چاہیے کہ کوئی بی بی ایسا فعل کرے جس سے شک بڑھے۔ گوری کو تعلیم نے یہ سمجھایا تھا کہ ایسی شبہ کرکے میری ہتک کی جاتی ہے چلیے بغیر شوہر کی اجازت کے ایک نوجوان سوامی پرمانند کی چیلی نہیں اور انکا دل گرو کے پریم اور بھگتی سے لبریز ہو گیا۔ ایک نوجوان شخص کے ساتھ اکیلے دُکیلے اُٹھنا بیٹھنا پرمن کو عجیب معلوم ہوا اُسنے روکا۔ بی گوری نے ضد کی۔ اُسنے دروازے میں قفل ڈالا اور یہ جھلا گئیں کیسے دروازہ کھلوا کے گرو کے پاس پہونچیں۔ آخر پرمن نے پھرا بٹھایا۔ گرو جی کو بھی اپنی بیگناہی کے خیال نے ستایا گوری کے نام ایک خط لکھ مارا کہ اگر دنیا کے جھگڑوں سے نجات کا رب اور ایشور کی عبادت کا خیال ہے تو فلاں تاریخ فلاں جگہ مجھے ملو۔ گوری نے خط بالوں میں چھپایا۔ خط گر گیا اور پرمن نے پایا۔ گوری شوہر کے چلنے پر خوش اور مقدس خط کے ناپاک ہاتھوں میں جانے پر رنجیدہ ہوئی۔ پرمن غیرت کے جوش میں کچھ کھا کے مر گیا۔ گوری کے پاس گرو جی آئے (یہاں نقطے ہیں) گمان ہوتا ہے کہ گرو نے اپنے شیر کی مطیع اور فرمانبردار بی گوری کو بھی کچھ کھلا کے مروا رکھا گئے۔ چلیے دونوں کا خاتمہ ہوا جس راہ خصم گیا تھا اُسی راہ جورو چل بسی۔ آپ کو میری جان کی قسم سچ کہیے بھولی بھالی لڑکیاں اگر اس قصے کو دیکھیں جسمیں گوری کی تعریفوں کے پل باندھے گئے ہیں تو اُن پر کیسا اثر ہوگا۔ ابھی مجھے اور بھی رسالے دکھانے ہیں جو خاص عورتوں کی تعلیم کے لیے آجکل نکل رہے ہیں"۔ (راقم عقیلہ جان طوائف)

کچھ عجب رسم ہے سنہ انیس بھی
یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہو جائے

بیٹھتے بیٹھتے سال بھر ہو گیا۔ یورپ کی آتش جنگ بھی صلح کی راکھ میں دب گئی مگر انڈیا والے کو چین نہیں۔ لوٹن کبوتر کی طرح پھڑپھڑا رہا ہے جب بیٹھتا ہے تو زبان چلتی ہے بیچارہ کا رونا کوسنے کاٹنے پر موقوف رہ جاتا ہے۔ حضرت سنیتم کا سال فی الواقع تم بھی قیامت کا سال تھا اگر وہ کوئی جسم محسوس ہوتا تو واللہ باللہ ایسی جھڑپ ہوتی وہ دھینگا مشتی کی ٹھہرتی کہ یاد ہی تو کرتا۔ اسی رنج و فکر میں شعر مندرجہ عنوان نظم ہو گیا۔ نظم ہو گیا تو اب دل سے کسی طرح نہیں نکلتا۔ آستانی میں طلعت نہ تھا انترا رٹنے لگا۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہو جائے

بی بی تمہیں آج میاں کچھ زیادہ ناراض ہیں تڑاخ کے بولیں "غارت ہو جائیں تمہارے ہوتے سوتے وہ یہ برس برس کے دن کوسنا کاٹنا مجھے نہیں اچھا لگتا بھلا اس نے تمہارا کیا قصور کیا ہے یہی نا کہ کوٹھے پر کھڑی تھی۔ پھر لوگو آخر تم بھی دل رکھتے ہو تم اپنے باہر سیر سپاٹے کیا کرتے ہو ہم کوٹھے پر کھڑے ہو کے تماشا دیکھ لیتے ہیں۔ آخر یہ کونسا گناہ ہے اب وہ دن لد گئے جب بیبیاں غیر مرد کا آواز سنانے ڈرتی تھیں اللہ رکھے قوم کے ہونہار پڑھے لکھے مردوں کو اُنھوں نے اس قید بند سے ہماری بندی آزاد کرائی"۔

میں اپنی دھن میں تھا میں نے پھر کہا۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہو جائے

ایوبی گھر کسی سے صبر نہ ہو سکا ایک دہتڑ رسید کیا "اے غارت ہو تو تیری ہفتاد پشت تیرے اماں باوا" بات بڑھانی مناسب نہ تھی مصرعہ گنگناتا ہوا باہر نکلا۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہو جائے

خدمتگار بیٹھا تھا ایکا ایک اُس سلف کر جھک کر بیونت ہوتی ہے تنا اُسکی خبر میاں کو ہو گئی۔ ہاتھ جوڑ کے آگے بڑھا۔

"خداوند! مائی باپ کا نمک پھوٹ پھوٹ کے نکلے جو میں نے کمال کیا ہو۔ دستوری کے سوا دام ہیں کچھ بھی دخل نہ کیا ہو۔ اور یوں آپ مالک ہیں جو چاہے فرمائیں۔ تابعدار ہر وقت گنہگار ہیں حضور ای مالکی لگائی بجھائی کا خیال نہ فرمائیں کل چڑیل نے میرے دیکھتے دیکھتے بازار سے گھی لیجانے میں پاؤ بھر گھی کا ڈالا نیفہ کر رکھا اسی انکے غائب ہونگی مجھے کچھ پروا نہ ہوئی لیکن آجکل عطر کے داموں بک رہا ہے۔ آگے بڑھا۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہو جائے

اُدھر سے سالے صاحب آئے تھے۔ آنکھیں نیلی پیلی کرکے طرح تر "دولہا بھائی یہ کیا گفتگو ہے معلوم ہوتا ہے کہ باجی نے بیچ کہدیا کہ میں نے اُنکا زیور بلا ضرورت ذاتی رہن رکھ لیا۔"

پھر جناب قرض کی ماں تو مری نہیں۔ انشاء اللہ ادا ہو جائیگا۔ یہ کوسنا کا "نامہ صحیح دار دیا" میں نے انھیں سر سے پاؤں تک دیکھا اشارہ کیا کہ جائیے۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہوجائے

ایک دست صاحب بولے "حضرت کچھ خیر ہے۔ بیچارا بیقصور آپ کو ں سب سے ہیں۔ آپکی زنانی بازی کی خبر میں نے ہرگز آپکے گھر میں نہیں کہی بھلا میں ایسا نادان تھا کہ مفت میں فساد کرادیتا۔ بات یہ ہوئی کہ آغا مرزا صاحب حلوا سوہن لیے سڑک پہ جا رہے تھے میں نے انھیں آواز دی انھوں نے کہا مجھے فرصت نہیں۔ یہ حلوا سوہن بی چھمی جان کے یہاں لئے جاؤں آپکا نام لیا کہ وہ دسترخوان پر بیٹھے میرا راستہ دیکھتے ہونگے۔ اتفاقاً آپ کی بیگم صاحب کوٹھے پر سے سُن پائیں" ان حضرت کو بھی رخصت کیا۔ آگے چلا۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہوجائے

اُدھر سے وکیل صاحب ٹمٹم پر سوار چلے آتے تھے یہ مصرعہ سُنتے ہی باگ کھینچی۔ فرمایا "جناب آپکے مقدمہ میں بہت طوالت ہوئی جاتی تھی اسلیے میں نے مدعی کے دعوی کے بعض حصص تسلیم کر لیے۔ اس سے کوئی نقصان آپکے اصلی حق کو نہیں پہونچے گا۔ افسوس آپ قانون سے واقف نہیں۔ میں آپ سے صحیح عرض کرتا ہوں کہ مدعی سے میں نے سازش نہیں کی۔ یہ گمان نہایت لغو ہے آپ کو خیال رکھنا چاہیے کہ یہ کوسنا کا شنا بھی انسان کو دھوکہ کے رو سے بڑا الگھر دکھا دیتا ہے۔ میں نے اُنکی گفتگو سُنکے جواب دیا۔ حضرت قانون قاعدے سے آپ زیادہ واقف ہیں مُردہ بدست زندہ مقدمہ آپکے ہاتھ میں ہے جو چاہے کیجیے۔ میرا روے سخن آپکی جانب نہیں۔ یہ کہا اور آگے کی راہ لی۔ پھر وہی دُھن۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہوجائے

فٹن پر سوار سب جج صاحب تشریف لاتے تھے "اسے موت آئے" کے فقرے نے انھیں بھی روکا۔ سڑک کے کنارے تنہائی میں لیجا کے فرمانے لگے "آپکا کدھر خیال ہے بھلا میں اور رشوت۔ رشوت اور میں۔ آپکے فریق کی کوشش کو اُسکی کامیابی میں بہت دخل ہے۔ آپ کا وکیل بھی اتنا ہوشیار نہیں جتنا کہ مدعی کا ہے۔ پھر جناب آپ ہی جانیے۔ یہ تو عدالت ہے یہاں سچ کے لیے بھی جھوٹ ثبوت کی بار ہا ضرورت ہوتی ہے۔ پیروکاری کی عمدگی پر کامیابی موقوف ہے۔ کوسنے کاٹنے کا ذرا بھی اثر عدالت پر نہیں پڑتا۔ آجتک سیکڑوں ولی اللہ جلتا نے چلے گئے۔ نہ دعا نے کام کیا نہ گنڈے تعویذ نے۔ ہم لوگوں کے کاموں میں اللہ میاں زیادہ دخل نہیں دیتے نہ ہم نے اپنی قانونی کتابوں میں اُن کے نام کو کہیں آنے دیا ہے۔ یہ قانونی کتابیں بغیر بسم اللہ کے پیدا ہوئی ہیں۔ اسی طرح ہماری ججمنٹ بھی بلا بسم اللہ و الحمد للہ کے تولد ہوتی ہے۔"

یہ کہا اور ان بھی سُنی۔ ہُوں ہاں غوں غاں کر کے ٹالا۔ آگے بڑھا۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہوجائے

ایک اینگلو انڈین صاحب بہادر چھڑی ہاتھ میں لیے موزوں برتاؤ دیتے چلے آتے تھے۔ مصرعہ سنتے ہی چھڑی تان کے جھپٹے۔

"او یو کالا آدمی ڈیم نیٹو۔ سور کا بچہ۔ تم کس فاقف ہکو گالی دیتا۔ ہم تم کو جیل کھانے بھیجنا سکتا۔ البتہ بھیجنا سکتا۔ ڈیم۔ راسکل۔ بگر۔ بلاڈی۔ ڈنکی۔ ہم سٹر مانٹیگو کو چٹھی لکھے گا۔ انڈیا ریفارم اسکیم کا واسطے فل لی آن فٹ ہے" خیریت ہوئی کہ بندہ انگریزی سے ناواقف تھا ورنہ دھر پٹخ میں کسر ہی کیا رہ جاتی۔ میں سمجھا کہ بڑے دن کا زمانہ ہے سور کا بچہ" مانگ رہے ہیں میں نے کہا صاحب! سور کا بچہ یہاں نہیں ہے دیہات جاؤ کسی گاؤں میں مل جائیگا۔ وہ اُردو انگریزی کس نس ملایا کیے۔ بندہ آگے بڑھا۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہوجائے

ایک خفیہ پولیس کے افسر صاحب نے چلتے چلتے کان کھڑے کیے۔ "کیوں حضرت یہ کیا بے اعتدالیاں ہیں آپ کا سا مہذب آدمی اسطرح علانیہ لب سڑک (یعنے سر راہ) لوگوں کو کوسنے سنائے یہ بات انسانیت سے بعید ہے بندہ ہرگز اس امر میں قصور وار نہیں ہے کہ باغیوں کی فہرست میں آپکا نام لکھا گیا میں نے صرف اسقدر رپورٹ کی ہے کہ مشتبہ اشخاص آپسے میل جول رکھتے ہیں۔ محمد علی شوکت علی سے آپ سے خط و کتابت ہے۔ کانگریس کے ممبروں میں آپکا نام ہے۔ سرکار کے خلاف ہر ایک ایجیٹیشن میں آپکا قدم سب سے آگے بڑھتا ہے بنیہ گردہ کے آپ لیڈر ہیں۔ پنجاب میں شورش آپکے باعث سے ہوئی۔ دہلی میں ماریپیٹ کی اُجاپت آپکی خفیہ چالوں سے ہوئی۔ آپکا وہ مضمون بھی بنیہ کے پاس ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ سرکاری سخاوت جو دکاور یا اکثر ہندوستان کے شہروں کیطرح بہتا ہے آپ لکھتے ہیں کہ لارڈ ہیسٹن کو بجاے لارڈ آف آگرہ کے لارڈ آف کانپور کہنا چاہیے اسلیے کہ کانپور کے لوگوں کو اُن سے بڑی محبت ہے اُنکی حکومت اور رعب کا نقش اب تک دلوں پر بیٹھا ہوا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ رولیٹ صاحب کو جو خطاب دیا گیا ہے وہ موزوں نہیں ہے اُنکو بھی لارڈ آف پنجاب کا معز ز خطاب دینا چاہیے جنرل ڈائر اور سر مائیکل اڈوائر کے خدمات خطاب سے بالاتر ہیں۔ ملکان ولایت پسند تکلے لیے یہ خطاب تصنیف ہو حروف تہجی سے کام نہ نکلے گا۔ ہمارے نزدیک ڈیمی گاڈ آف مرسی (رحم) نہایت مناسب خطاب ہے۔ یہ قابل اعتراض طعن و تشنیع اور دوسرے کرتوت کچھ مخفی نہیں ہیں سے تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث، مجھ سے شکایت بیکار ہے۔ مجھے ناحق کوستے ہیں اگر میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو وہ بھی آپکو باغیوں کی فہرست میں لکھ دیتا۔"

واہ عجب طلسمی مصرعہ ہے اِدھر زبان پر جاری ہوا اُدھر سب جرول نے اپنی اپنی ادھی ٹرلی لی۔ ان حضرت سے پیچھا چھڑایا آگے بڑھے۔

یا الٰہی اسے موت آئے یہ غارت ہوجائے

شاہ مینا کی درگاہ سے پلٹی ہوئی بی چھمی جان چلی آتی تھیں مصرعہ سنتے ہی لگیں فرمانے گالیاں دینے۔ "کوڑے تو آپ ناپید ہو جائے۔ الٰہی لاش بچھاتی نکلے رہ تو جا تری ایسی تیسی کی۔ ارے ہم غارت ہو جائیں تو دنیا سے خوشی خرمی چہل پہل رونق اٹھ جائے رخصت ہو جائے۔ آج معلوم ہوتا ہے بیگم صاحب نے کچھ زیادہ مرمت کی ہے جب ہی تو ہم کا ٹا پر اُتار رہے ہو۔ یا کسی نے کہہ دیا ہے کہ چھمی جان بڑے آغا سے لگاوٹ کر رہی تھیں پھر ہمیں تمہارا کیا اجارہ ہے رنڈی کسی کی جورو ہو۔ بھڑوا کسکا سالا!"

بی صاحب جھاڑو کا کانٹا ہو کے جو پیچھے پڑیں بندہ سر پر پاؤں رکھ کے بھاگا سیدھا پنچ کے دفتر میں پہونچا۔ یہاں ۱۹۱۹ کی ارتھی تیار ہو رہی تھی۔ گھنٹی بند ہو چکی تھی خدا کا شکر کیا کہ دعا قبول ہوئی۔ میاں ۱۹۱۹ غارت ہو گئے۔ اگر کہیں دو چار برس یہیں قیام کر جاتے تو دنیا میں اندھیر ہو جاتا خیریت گزری دفع دفان کالا منھ نیلے ہاتھ پاؤں۔

راقم
بددعا گوسے مورو ثی

قانون مرفوع القلمی نقلی نیت اور منطقی جورو کی درایت

دیکھو میاں مرد و ابھی تو آہی ہو کھل ہے اسنے دیکھو پیاسی مینا کی طرح باچھیں چیرے چلے آتے ہیں۔ اللہ خیر کرے۔ کوئی اختلا آتے ہی چھوڑیں گے۔

میاں:۔ بی بی۔ بی بی۔ اجی سنتی ہو۔ واللہ آج کل دنیا میں بڑا اندھیر ہے۔"

بی بی:۔ ہا ہو اس۔ پھر تمھیں دنیا سے کیا مطلب تم اپنے اس جی سے گھر میں بیٹھو۔"

میاں:۔ بھلا گھر میں کیا خاک جی لگے۔ تم کو خدا نے وہ دماغ دیا ہے کہ افلاطوں کو بھی نصیب نہ ہوا ہوگا وہ جرح کرتی ہو کہ کوئی وکیل کیا کرے گا۔ اسی سے تو باہر مارا ڈھکیلا پھرتا ہوں۔"

بی بی:۔ اے واہ! ہوش کی دوا کرو آپ ہی تو باہر سے دیوانے بن کے آتے اور نئی نئی باتیں معدے کی جرات نکالتے ہو۔ پھر جو ہمارے جی میں آتا ہے ہم بھی پوچھتے پچھتے ہیں۔"

میاں:۔ بات یہ ہے کہ سرکار نے ایک نیا قانون نکالا ہے۔"

بی بی:۔ تمھاری بلا سے سرکار کا کام ہی قانون بنانا ہے۔ پھر قانون بھی دو طرح کے بناتی ہے۔ جیسے ہم لوگ کپڑے دو طرح کے بنا کے رکھتے ہیں کچھ دھراؤ کچھ گھریلو۔ گھریلو کپڑے روزمرہ پہنے جاتے ہیں۔ دھراؤ آنے جانے کے لیے رکھے رہتے ہیں۔ اب یہ بتاؤ کہ یہ قانون دھراؤ ہے یا گھریلو۔"

میاں:۔ یہ قانون بھی رولٹ ایکٹ اور مارشل لا کی طرح بقول تمھارے دھراؤ ہے۔"

بی بی:۔ اس قانون کا مطلب کیا ہے؟"

میاں:۔ اجی کیا بتاؤں۔ ابھی ریفارم اسکیم کا ڈھیلا ڈھالا مسہل تیار بھی نہیں ہوا حکیم حکما نسخہ ہی پر کٹھ حجتیاں کر رہے ہیں مگر بدرقے پر بدرقہ بیچارے ہندوستان کو پلایا جا رہا ہے۔ اب آج سنتے ہیں کہ ایک نیا قانون پیش ہونے والا ہے۔ اس قانون کی رو سے انتظامی برکلاش میں متعلق جو کچھ بہ پاؤ دنیا کے سے کرکریں وہ قابل گرفت نہیں رہتا نہ حاکم پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اپنے نزدیک اس قانون کو انصاف سے قریب کرنے کے لیے "نیک نیتی اور خوش اعتقادی" کی قید لگادی ہے۔"

بی بی:۔ پھر یہ قید کیا بری ہے۔"

میاں:۔ اجی اس نیک نیتی اور خوش اعتقادی کی جانچ کون کرنے بیٹھے گا۔"

بی بی:۔ اس کی جانچ کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

میاں:۔ سنئے۔"

بی بی:۔ سنئے یہ کہ بُری نیت لاکھ پردوں میں چھپائی جائے تب بھی نہیں چھپتی۔ ایک شہزادے پر بڑا آفت پڑا۔ شہزادے خوبصورت تو ہوتے ہی ہیں مگر بھانو میں اکثر سنا ہے کہ بھولے بھی شدت سے ہوتے ہیں۔ افلاس میں گھر سے جو نکلے تو ایک قلعہ دار کے یہاں نوکری کی وہ شکار کھیل کے گھر آرہا تھا اپنا باز اور شکاری کتا اُن کے سپرد کیا کہ گھر پہونچا دو اور خود کسی کے یہاں دعوت میں چلا گیا۔ باز اور کتا لے کے جو میاں شہزادے چلے تو باز پھڑکنے لگا آپ نے اُس کو تنگی میں لپیٹ کے خرجین میں بند کردیا اتنے میں گلیوں کے کُتے اس کتے کی جان کو لپٹے اُنھوں نے گھبرا کے رسی چھوڑ دی۔ دمن اُرہ کتوں نے اس کُتے کو تکہ بوٹی کرڈالا۔ گھر پہونچے تو خرجین سے باز کو نکالا وہ کب کا عالم بالا کو پرواز کرچکا تھا بیچارے مارے ڈر کے بیہوش ہوگئے۔ گھر کی بی بی کو اُنکے حال پر ترس آیا۔ اُسنے دم دلاسا دیا کہ گھبراؤ نہیں میں تمھیں بچالوں گی لو تم میرا لڑکا کھلاؤ اور اپنا جی بہلاؤ۔ لڑکا بھی عجب بلا کا تھا ماں سے چھوٹتے ہی لگا رونے چلانے۔ انھوں نے بچپن میں دائی کو افیم کھلاتے دیکھا تھا۔ ایک انٹا افیم کا لے کے لونڈے کو نگلا دیا۔ ذرا سا بچہ انٹا کھا کے ٹیں ہوگیا ماں بیچاری جو دیکھتی ہے تو لڑکے میں نہ دم ہے نہ درود۔ رونے پیٹنے لگی مگر تھی نیک ان کو پھر تسکین دی کہ تمھاری نیت بُری نہ تھی خیر بچے کی قضا اسی بہانے سے تھی وہ مرتا ضرور۔ اب میاں گھر سے آئے تو اُنھوں نے دیکھا کہ نہ کتا ہے نہ باز ہے نہ بچہ مگر بی بی نے راہ رسانگی سے بات بنائی۔ وہ بھی صبر کرکے چپ ہو رہے اور اُن کو بُلا کے حکم دیا کہ دیکھو یہ چراغ لے جاؤ اور تم اصطبل میں جا کے بیٹھو بیل بیمار ہے اگر اس کی حالت غیر ہو تو ذبح کرڈالنا کہ حرام نہ ہونے پائے اور گھوڑے کو چارہ پانی دے دینا بہت تھکا ہوا ہے۔ میاں شہزادے چراغ نزدیک رکھ کے اصطبل میں بیٹھے مگر نیند نہ آج رکتی ہے نہ کل آخر آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد گھوڑے کے خراٹوں سے چونک پڑے چراغ آستین کی ہوا سے گل ہوگیا خراٹے کی آواز سنتے ہی سمجھے بیل مرتا ہے۔ آستین چڑھا کے آواز کے سہارے گھوڑے کے قریب آئے اور بسم اللہ اللہ اکبر کر ہی تو دیا اب اطمینان سے تھان پر بیٹھے۔ صبح ہوئی تو دیکھتے کیا ہیں کہ بیل مرا ہوا اور گھوڑا ذبح کیا ہوا پڑا ہے۔ بیچارے سر پر پاؤں رکھ کے بھاگے اگر دو تین روز رہ جاتے تو سارے گھر کا صفایا ہوجاتا۔ میاں انصاف سے پوچھو تو اس غریب بھولے شہزادے کا کیا گناہ تھا وہ بیچارہ اپنی عقل سے مجبور تھا کوئی کام اُسنے بدنیتی یا بداعتقادی سے نہیں انجام دیا۔ نہ اُسکے فعل پر اُسے کوئی الزام دیا جاسکتا ہے۔ ہندستانی سرکار (گورنمنٹ) اور اُسکی کونسل قلعہ دار اور اُس کی بی بی ہے اگر ایسے شہزادوں کے بچاؤ کے لیے اُسنے کوئی قانون بنایا ہے تو کیا برائی کی۔ تم مسلمان ہو تمھاری شرع میں اگر بچہ (توبہ توبہ معاذ اللہ) مسجد میں پیشاب کرے یا پاگل قرآن (قربان جاؤں) کو پھاڑ ڈالے یا سوتا ہوا آدمی نماز کا وقت گزار دے تو اُسے گنہگار نہیں سمجھتے۔

میاں۔ لاحول ولا قوۃ اگر ایسے ہی بھولے شہزادے ہندوستان میں بڑے بڑے ذمہ داری کے عہدوں پر بھیجے گئے تو ہمارا خاتمہ ہی ہے۔"

بی بی۔ زیادہ نہ گھبراؤ ولایت میں کوئی بھولا پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اور اگر ہو بھی تو ہندوستانیوں کو اس قانون میں صرف اتنا سا عذر کرنا چاہیے کہ اگر کوئی اعلیٰ حاکم خوش نیتی کے ساتھ ہندوستانیوں کو ضرر پہونچائے اور اُس کی انتظامی غلطی ثابت ہوجائے تو پھر اُس سے ہندوستان کے متعلق کوئی کام نہ لیا جائے

نہ ہندوستان کے بارے میں اُسکی کوئی بات مانی جائے نہ اُسکی راے قبول کی جائے۔ ورنہ باز، کتا، بچہ، بیل، گھوڑا کوئی شے ہندوستان میں نہ بچے گی اور ہندوستانی نقصان میں سرکار کا نقصان ہے۔"

میاں: "ہونہہ! اجی تم تو عقل کی دشمن ہو آجکل کوئی ہندوستانیوں کی بات سنی بھی جاتی ہے؟ جو یہ مطالبہ سُنا جائے گا۔ وہی سر مائیکل اوڈوائر ہیں جنھوں نے آنکین ٹیڑھا ہونے کا عذر کیا تھا مگر اب سنتے ہیں کہ آرمی کمیشن کے صدر بن کے ہندوستان تشریف لائیں گے۔"

بی بی: "تو پھر کیا قباحت ہے۔ ایکی مرتبہ مارشل لا کی جے تو نہ بلوائیں گے اپنے کام سے آتے ہیں۔ جب جی چاہیگا چلے جائیں گے۔"

راقم تسیم منلق آرا بیگم تقلم فلا سفر

لعوق تسخیر قلوب

از نتائج افکار حضرت ادبار السیاستہ

ھوالشافی

تخم چناں چنیں۔ برگ نورس وعدہ ہاے عرقوبی بیخ درق انجال دسواسی مغز خستہ لیت ولعل۔ گل حیلہ ہاے خوا مخواہ۔ ثمر خوشامد جبلی۔ غنچہ ناشگفتہ۔ لقائلی۔ شاخ سوختہ تحویف و ترہیب۔ مساوی الوزن گرفتہ در آب معقر عاد بے رنگ تملق تا سہ چہار سال بجیسانند۔ بعدہ بہاون تہاون ریختہ از دستہ اسماعیل گوئی وتغافل تا پنجاہ سال سحق بلیغ نمودہ تا پنج سال دیگر از چوب خشک کلک چنداں حرکت دہند کہ تمیز اجزا ایش از میکراسکوپ ہم خارج از امکان باشد پس چہار پنج سال در سایہ دامن تو از خیاباں دیار و خوش ہا و راں خود کار نمودہ شکر صبر صبر آموزی وعسل بے اصل غمخواری وقتہ دہ چند ہمدردی زبانی ونبات بے ثبات توقع افزودہ تا چہل سال بر دیگدان ھفل تسلی داشتہ بقوام لعوق آرند وملعقہ ازاں گرفتہ ہر مریض طالب داہل غرض راغب عقب گو فشردن ولقمہ ربودن بسند الامرین را از تابش عقل دور تر دارند چناں مطیع ومنقاد شود کہ جان باختن بر خویشتن آسان شمارد وحرف شکوہ بر زبان نیارد

نکل اور چاندی کا مکالمہ

نکل: "کیسے بی گوری بیگم مزاج تو اچھا ہے۔ بہت اونچی تھیں مزاج ہی نہیں ملتے تھے بھلا نے اہل ہیئت نے اتنا کہدیا کہ فلک اول چاندی کا ہے اور آپ اس جھوٹ موٹ کی داستان رنگیں آسمان سے باتیں کرنے دماغ عرش اعلیٰ پر جا کے چڑھ گئیں کھانے لگا سہ

تکبیر عزازیل را خوار کرد

چاندی: "دور ہو نگوڑے اپنی تو خبر لے۔ جوتی بھی کیسے مجھ کمی سے کھا۔ منہ لگائی ڈومنی گائے تال بے تال ارے یہ ہم ہی ہیں کہ لاکھ لٹ گئے ہیں پھر بھی جیسکے سر پہ ہماری جوتی پڑی وہی دھنا سیٹھ بن بیٹھا۔"

نکل: "کمیانے کا گھی گرا اُسنے کہا مجھے اُبالی بھاتی ہے۔ ہر طرف سے نکالا ملا ہے مگر عزت عزت کھانے جاتی ہیں۔ ارے عزت وہی عزت ہے جو خدا کی طرف سے ملے۔ انسانوں کی دی ہوئی عزت چار دن کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھ۔"

چاندی: "ارے ہم کو تو اللہ نے ایسا شرف دیا ہے کہ قرآن میں ہمارا ذکر کیا "وحلوا اساور من فضۃ" تو اپنے نصیبوں کو جھینک تیرا تو کہیں ذکر نہیں ہے نگوڑے حرامی۔ ماں ٹینی باپ گلنگ۔ انڈے بچے رنگ برنگ۔"

نکل: "اب یوں آئیں۔ لگیں قالے اللہ قالے رسول کرنے۔ اگر "فضہ" کے معنی چاندی کے ہیں تو "نکال" کے معنی بھی عذاب کے ہیں۔ میرا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ رہا حرامی حلالی کا قصہ تو وہ کونسی گمنش ہے جسمیں ڈنڈی نہیں۔ اگلے زمانے میں تمہارا سکہ کھرا تھا تم میں جھنکار رہتی تھی جب تمہارا جوڑا تانبے کے ساتھ لگا لگیں بجنے۔ مگر یہ عجیب بات ہے رزیل کے ساتھ میل کھاتے ہی غرور کا پلہ اور بھاری ہو گیا۔"

چاندی: "موے ہاں۔ ہم تو نیچ ذات ہیں۔ پھر تیرے باوا کا کیا اجارا ہے۔ ایسے نیچ ذات ہیں کہ تیرے چہرے پر اتنی رونق بھی ہماری ہی جوتیوں کا صدقہ ہے نہیں تو موے کالے کلوٹے بگن تو نے تجھے کون پوچھتا۔"

نکل: "اللہ رکھے میری سرکار کو وہ پوچھتی اور کون پوچھتا۔ اُس ہٹنے پوچھا نہیں تو تجھے نکالا کیونکر ملا۔ وہی غریب پرور ہے جس نے گھورے کے دن پھیرے۔ تھوڑے دنوں میں دیکھ لینا دیور میں بھی میرا دور دورا ہو گا جب تیری دوانیاں چلتی تھیں تو لاکھوں سے بڑھکے کرور تک کبھی نوبت نہ آئی۔ اور جب سے یہ بدولت آئے کروروں کی تعداد میں اٹھنے بچے جنوا دیے۔ اکنیاں دوانے ہر جیب میں رائج رہے ہیں۔ اب چوتے اٹھنے بھی نکل آئیں گے اور دیکھ لینا کیسے چلتے ہیں۔ وہ زر پرستی کا زمانہ نہیں رہا جو تم پوچھی جاؤ۔ یقین رکھو تمہارے ہاتھ سے کوڑی کے دو بیر بھی اب کوئی نہ کھائے گا۔ بنیئے مہاجنوں کی کوٹھری میں سل بنی پڑی رہنا۔ تمہارے روپے کی دھاک بھی مٹ چکی ہے۔ اگر روپے والے نوٹ کے بارے میں لوگوں نے کچھ شکایت کی تو انجناب کے لیے ترقی کا ایک اور زینہ بھی کھڑا کر دیا جائے گا۔ بس تم پڑی ٹرایا کرنا انجناب مزے کریں گے۔ ڈھائی روپے کا نوٹ نکلنے سے میں سمجھا تھا کہ اٹھنی کا دھڑا بندھ گیا مگر میں قسمت والا تھا اللہ میری کونسل کو سلامت رکھے اُسنے مجھ غریب کی بات رکھ لی۔"

چاندی: "لاکھ کچھ ہو مگر میرے میں اور میرا ابنا (سونا) اور سب ہی لوگ "روتا" زیور پہننا تجھے کبھی نصیب نہ ہو گا۔ اور جو کہیں کسی شامت نے تجھے بیسے مول بجا تو آگے کے ہاتھ پیچھے ہوں گے۔"

نکل: "مگر بی صاحب تم کو تو گی میرے ہی داموں جو کوئی اٹھنا پھینکے گا تمھیں خریدے گا پھر بھی میری باندی رہو گی۔"

چاندی: "دیکھو میرے منھ نہ لگ نہیں تو سیکڑوں بھوگ سنا کے رکھ دوں گی تیری بھی یہ حقیقت ہوئی کہ مجھے باتیں سُنائے اللہ کی شان اللہ کی قدرت۔"

نکل: "بیٹھ مردار۔ میری تکوین وایجاد میں اللہ کی شان اللہ کی قدرت کو دخل ہی نہیں مجھے تو میری سرکار نے بنایا ہے۔"

کمرا لیکر آئے تھے میں نے پوچھا کہ کیا تم اصلی کپڑے پہنے ہو۔
ہیں مالی۔
جیمن۔ تو انھیں جلدی اتار دیکیونکہ اونی کپڑے بجلی کو بہت کھینچتے ہیں۔ ان کو اتیل ہی میں نے فوراً کی لفظ میں جیمن سے پوچھا کہ ہاں کیو ریم۔ اس کتاب میں یہ بھی لکھا تھا کہ بجلی کا گھنٹا بجانے سے اپنے پاس بجلی کی طاقت بالکل زائل ہو جاتی ہے۔
یہ سنتے ہی وہ الماری سے گھنٹا نکال لایا اور لگے زور زور سے بجانے لگا۔
اب میری قطع ملاحظہ کیجیے کمرے کے بیچوں بیچ میں ایک کرسی پر بالکل ننگا اور زرا دکھڑا ہوں ور ہاتھ میں بجلی کا گھنٹا لیے لگے جلدی جلدی بجا رہا ہوں۔ گھنٹے کی آواز سنکر جیمن نے تسکین آمیز لہجے میں کہا شکر ہے۔ اب میری اور تمھاری دونو کی جانیں بچ گئیں۔
کچھ ہی دیر بعد آدمیوں کی آواز بنگلے کے باہر سنائی دی مگر میں نے گھنٹا بجانا موقوف نہیں کیا۔ اتنے میں لوگوں نے بنگلے کے دروازے بھڑ بھڑانا شروع کیے۔ اور چلا چلا کر پوچھنے لگے کیوں صاحب کیا بات ہے آج اتنی رات گئے یہ گھنٹا کیوں بجایا جا رہا ہے دروازہ جلدی کھولیے انکے بار بار چلانے اور پوچھنے پر بھی جب نہ تو کوئی جواب ہی دیا اور نہ گھنٹا بجانا روکا اور نہ دروازہ کھولا تب وہ سب لوگ کھڑکی کے راستے لالٹین لیے ہوے کمرے میں گھس آئے جب وہ لوگ سامنے آئے تو میں نے پہچانا کہ وہ لوگ سائیس کوچبین۔ خانساماں بہشتی چپراسی اور مالی کے سوا اور کوئی اور نہیں ہیں یہ سب نوکر چاکر بنگلے کے آس پاس والے مکانوں میں رہتے تھے۔ اسلیے گھنٹے کی آواز سنکر وہ چونکے اور یہ دیکھنے کو دوڑے آئے کہ کیا معاملہ ہے۔ مگر جب انھوں نے دیکھا کہ خود بیرسٹر صاحب ہی ننگ دھڑنگ کرسی پر کھڑے گھنٹا بجا رہے ہیں تو انھیں گھبرا کر پوچھنا پڑا کہ حضور ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ جواب میں جب میں نے آندھی پانی کی شکایت کی تو وہ ہنسکر بولے حضور آج رات کو تو ایک قطرہ پانی کا بھی آسمان سے نہیں گرا اور نہ کہیں بادل ہی آیا دیکھیے آسمان پر کیسے ستارے جگمگا رہے ہیں۔ یہ سنکر مجھے بہت تعجب ہوا اور ساتھ ہی ساتھ شرمندگی بھی دامنگیر ہوئی۔ میں فوراً کرسی پر سے اترا اور کپڑے پہنکر کمرے سے باہر نکلا۔ باہر آکر دیکھا کہ مطلع بالکل صاف ہے اور تارے چھٹک رہے ہیں تب میں نے ان سب سے پوچھا کیوں بھی یہ تو بتاؤ گڑگڑاہٹ کاہے کی سنائی دی تھی اگر آندھی پانی نہیں آیا تو یہ گرج کاہے کی تھی۔
یہ بات سنکر نوکر چاکر ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئے اور بڑی مشکل سے ہنسی روک کر بولے سرکار وہ گڑگڑاہٹ آپ نے سُنی تھی وہ بادل بجلی کی نہ تھی بڑے لاٹ صاحب آج آدھی رات کو دہلی روانہ ہوے ہیں انھی کی سلامی کی توپیں چھوٹی ہیں۔ اگر حضور تھوڑی دیر پہلے بنگلے سے نکل کر دیکھتے تو ایسا دھوکا نہ ہوتا۔ اب تو میں بھی مارے ہنسی کے لوٹن کبوتر بنگیا۔ یہاں ٹھہرنا مناسب نہ تھا میم صاحبہ کو جب اصلی بات معلوم ہوئی تو وہ بھی ہنستے ہنستے لوٹ لوٹ گئیں۔ نوکر سب ہنستے ہوے پلٹ گئے اور باقی رات ہم دونوں نے بھی ہنستے ہی ہنستے کاٹ دی۔

(مترجمہ از بجلی ہندی پرچہ)

ہندی ندیم

گول گول باتیں

کسی فرنگی حکیم کا قول ہے کہ "خوبصورتی کا راز قوسی خطوط میں پوشیدہ ہے" یعنے جس چیز میں محراب بنتی ہے وہ خواہ مخواہ خوبصورت ہوتی ہے ہم کہتے ہیں کہ عقلمندی تدویر میں مخفی ہے یعنے بات جتنی گول ہو اتنی ہی پرمغز ہوتی ہے۔ جو بات تیر کی طرح ہونٹوں کے کمانچے سے نکلتی اور کان میں ترازو ہو جاتی ہے۔ سننے والا اس سے مفید یا مضر نتیجہ فوراً نکال لیتا ہے۔ کس کام کی ایسی بات! ایسی بات کے معنی یہ ہیں کہ سنتے ہی سر پھنگی کی طرح چکر گھن کھائے تخیل کو الجھن ہو۔ قیاسات کی چرخی کی ڈور لڑکوں کی پتنگ کی طرح الجھے۔ نتائج مرغ رشتہ در پا کی طرح چل نہ سکیں میرا کون نام رکھتے پھریں مطلب کا رخ ناچنے والے کا منھ یا ہوشیار ناٹک کا اشارہ یا تصویر کی نگاہ ہو لکھا ہوا کا چاک ہونا چاہیے کہ ہر رُخ پہ ہے اور کسی طرف نہیں۔ اقرار بھی ثابت انکار بھی ہو بیان بھی اقرار ہے شاکا ہے مدعی بھی مستغیث مدعا علیہ بھی ہو۔ یہ اگلے زمانے کی بعض حکایتیں (اسی قسم کی الف لیلہ وغیرہ بھی ہوئی ہیں۔

(۱)

ایک صاحب نے کسی نعلبند سے کہا کہ تم میرے گھوڑے کے نعل باندھ دو تو میں تمھیں راضی کر دونگا نعلبندی ہو چکی تو روپیہ دیتے ہیں۔ اشرفی دکھاتے ہیں مگر نعلبند صاحب راضی نہیں ہوتے تو ایک قبلہ و کعبہ مولانا و مرشدنا کا ادھر سے گزر ہو گیا ہے۔
حضور۔ اس نعلبند سے میں نے کہا تھا کہ گھوڑے کے نعل باندھو میں تمھیں راضی کر دونگا۔ اب کسی طرح پر راضی نہیں ہوتا۔
مولانا۔ "یہ کتنی بڑی بات ہے جبکہ تم اسے دیتے تھے مجھے دیدو میں ابھی راضی کر دوں۔"
"بہت خوب یہ میں اشرفیاں حاضر ہیں۔"
مولانا۔ "اے نعلبند ادھر آ میں خلیفۂ وقت کے حق میں دعا کرتا ہوں۔ خدا یا امیر المومنین کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ رہے۔ دین اسلام کو ترقی ہو۔ تو اس دعا سے راضی ہوا؟"
نعلبند۔ "بیشک راضی ہوں۔" (ورنہ راضی ہوتے تو راضی کیسے جاتے؟)
مولانا۔ "بہتر ہے اب چال کھائیے۔"

(۲)

صاحب خانہ۔ "میاں حجام ذری میرا خط بنا دو۔ میں تمھیں کچھ دونگا۔" خط بنگیا تو حجام صاحب "کچھ" مانگ رہے ہیں۔ اے بھائی روپیہ لو۔ پیسہ لو۔ اشرفی لو۔ مکان لو۔ باغ لو۔
حجام۔ "جی نہیں میں تو "کچھ" لونگا۔"
پھر وہی مولوی صاحب تشریف لائے اور ایک بال کی گولی بنا کے ہاتھ میں لے لی حجام سے پانی مانگا اور پانی میں وہی گولی ڈال دی۔
مولوی۔ "اماں اس پانی کو دیکھو تو اس میں کیا پڑا ہے؟"
حجام۔ "اس میں تو کچھ پڑا ہے۔"
مولوی صاحب۔ "وہی تم لیلو اشرفیاں میں لیے لیتا ہوں۔"
خیر میاں تو ان گول گول باتوں میں کچھ پہلو مولویوں کی ذہانت نے نکال لیے۔ اللہ میاں کی بہت سی باتیں ہیں جو کسی کی سمجھ میں نہیں آتیں مثلاً نقل الموت ... امور دینی میں روح کا مسئلہ گول گول ہو کے رہ گیا۔ مولوی صاحب اسے نہ سمجھا سکے۔ شاید قیامت میں خود

اللہ میاں اس مسئلے کو سمجھائیں تو سمجھ میں آئے۔ مگر اسکی بھی امید نہیں نہ سمجھ میں آنے سے کچھ فائدہ ہے۔ کیا معنی کہ وہ وقت ایسا ہوگا کہ روحیں اپنے اپنے قالبوں میں بیچین ہونگی۔ لمن الملک الیوم کا نعرہ لگانا جواب دینے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔ آج تو میاں مارشل لا اپنے مقام پر کوس لمن الملک بجا رہے ہیں مگر اسوقت وہ بھی ڈبے سہمے کسی کونے میں بیٹھے ہونگے۔ اگر روح کا مسئلہ سمجھ میں آیا تو کیا؟ نہ آیا تو کیا؟ مزا تو جب تھا کہ اس دنیا میں یہ گول مول بات سمجھ لی جاتی ایک طرف روح نکلنے کی مشق ہوتی تو دوسری طرف یا۔ لوگ نفخت فیہ من روحی کے نعرے مارتے۔

شرع کو دیکھیے تو اسمیں بھی بہت کچھ گول گول ہے فلاں قول بہ نسبت فلاں کے اقوی ہے۔ فلاں شے کا ترک احوط ہے فلاں شے میں اشکال ہے۔

ایک مہربان کا قول ہے "سیاسی زبان خیالات ظاہر کرنے کیلیے نہیں ایجاد ہوئی" بیشک اس زبان میں بھی گولائی بہت ہے۔ ربوٹر کے تار دل سے کسقدر اسکی گولائی کا پتا چلتا ہے "حالت نازک ہے" "خدا معلوم دوست کی یا دشمن کی مراسلت جاری ہے" "خدا جانے کس مضمون کی" "اہمیت بڑھتی جاتی ہے" یہ چہ معنی دارد؟ "صلح کا مسئلہ روز بروز پیچیدہ ہوتا جاتا ہے" واہ رے مرے مٹی کے شیر "یہ معاملہ خاص طور پر غیر معمولی صورت اختیار کرتا جاتا ہے" کیوں نہ ہو۔ جو کچھ آپنے فرمایا سب سمجھ میں آیا۔ قانونی زبان بھی گول ہوتی ہے۔ ایکٹ نمبر ۱۱ برائے انسداد جرائم باغیانہ و مفسدانہ سنہ ۱۹۱۹ء اس گولائی کا ایک عمدہ نمونہ ہے اس گولائی کے پھیر سے بمشکل کوئی فعل بچ سکتا ہے، خواہ وہ دشمن کا فعل ہو یا دوست کا۔ پولیس جسکو چاہے خود اپنے اطلاعات کی بنیاد پر دشمن بنادے جسے چاہے دوست کی فہرست میں نام لکھدے۔ انقلاب انگیز تحریک کا مفہوم ہے جسکا حل محض طبیعت کا رجحان کرسکتا ہے۔ قانون کے ساتھ ہی ساتھ اسکی علت ایجاد بھی گول ہے یعنی انسداد جرائم باغیانہ کیلیے گورنمنٹ کو خاص اختیارات کی ضرورت ہے۔ بھلا احتمال تو کیجیے بغاوت سی بری شے کا وجود کسی پرامن اور صلح پسند امن دوست کو مرغوب ہوگا۔ اور جب کبھی اسکا وجود ہو تو ان خاص اختیارات کو عمل میں لانے سے کسی نے اختلاف کیا۔ اسوقت تک کسی نظر بندی پر جو ضرورت کے وقت عائد کیگئی کوئی بلوا یا کوئی ہنگامہ نہیں ہوا۔ البتہ یہ دعوی کیا گیا کہ واقعات پوشیدہ نہ رکھے جائیں اور کھلی عدالت میں دفاع کا موقعہ دیکے سزا دیجائے اکثر یہ مطالبہ گرفتاری یا نظر بندی کی گولائی دفع کرنے کیلیے کیا گیا۔ اگر اس سے مراد بغاوت ردتی ہے تو یہ بھی گول بات ہے کبھی صاف صاف اسکے پہلو تحریر و تقریر میں حکومت نے نہیں ظاہر کیے بغاوت کی حالت میں جب مارشل لاء سے سخت چیز کچھ زیادہ قابل گرفت نہیں سمجھی جاتی تو "ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ" کس کھیت کی مولی ہے۔ ایک حکومت کا ضرور یہ حق ہے کہ بقائے قیام و بقا کے لیے جسطرح شرعاً بے سرے فاقہ مردار شے کھانی جائز ہے اسیطرح کوئی جابرانہ انداز اختیار کر بیٹھے۔ اسکے لیے کسی قانون کی ضرورت ہے نہ قاعدے کی۔ نہ خاص عدالت کی۔ اس قانون میں اس قسم کی گولائی ہے جسے منطقی لوگ دور کہتے ہیں۔ اور ابہام کی گولائی نے اور بھی لوگوں کے دماغ میں چکر بنادیے ہیں۔

بھلا دہلی اور پنجاب میں جو فسادات ہوے یہ کس قانون کے اندر آتے ہیں؟ اگر باغیانہ ہیں تو ایکٹ نمبر ۱ محریہ سنہ ۱۹۱۹ء سے کام لینا چاہیے تھا۔ نہ مارشل لا سے۔ اگر محض لوٹ مار پر مبنی ہیں تو تعزیرات ہند بہت قوت کے ساتھ ان کا انسداد کرنے کے قابل ہے کسی دوسرے حربے کی ضرورت نہیں۔ القصہ یہ بات بھی گول کی گول رہی۔ اور شاید جب تک دماغ اور دنیا کی گرویت قائم ہے اسوقت تک یوں ہی رہے۔ یہ منطق بدل نہیں سکتی۔ کیوں جی مفسدانہ اور باغیانہ تحریک سے کیا مراد ہے؟ "وہی جو پولیس اور تحقیقات کنندہ رپورٹر سمجھتا ہے" یہ رپورٹر کیا سمجھتا ہے؟ - مفسدانہ اور باغیانہ تحریک۔

خدا بخشے ملا دو پیازا کو بھی ایک مرتبہ گول گول مناظرہ کرنا پڑا تھا۔ ایران سے کوئی بڑے عالم اپنے علم کا ڈنکا بجاتے ہوے ہندوستان وارد ہوے۔ ملا دوپیازا کو خبر ہوئی انھوں نے فوراً حکم دیا کہ کتاب "اینٹ البجر" پر غلاف چڑھائے جائیں۔ بس پھر کیا تھا بڑی بڑی جگی جہازی اینٹوں پر بقان گاڑھے کے لپیٹ گئے۔ وہ جھکڑ ملوں پر بار کی گئیں اور ملا صاحب نے آقا کو راستے میں گھیرا۔ اول تو یہ مثل بہانا یا پ نغیرہ کتب دیکھتے ہی آقا کے ہوش کی سٹی گم ہوگئی دوسرے شکل مقدار علم جو کچھ ہو گڈر اور چند درجن جانوروں سے مرکب ہوا تھا بادی مسافران شکم کا بدرقہ راہ بنا جب اینٹ البجر اور عمامہ کے گنبد کا رعب کسی قدر کم ہوا تو آقا نے ایک انڈا نکال کے ملا کو دکھایا۔ ملا نے پیاز کی گٹھی دکھائی۔ آقا نے ایک انگلی اٹھائی ملا نے دو انگلیاں دکھائیں۔ آقا سر جھکا کے چپ ہورہے۔ نوکر کو آواز دی کہ بچہ بستر را بار کن۔ ملا ے جید ہست۔ بندہ حریف او نیستم۔ انمغدہ لوگوں نے آقا سے اس معمے کو دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ میں نے آسمان کی کرویت کی مثال انڈے سے دی تھی ملا نے پیاز دکھائی یعنی آسمان گول ہی نہیں بلکہ پرت دار ہے۔ میں نے انگلی سے خدا کی وحدانیت کا اشارا کیا ملا نے جواب دیا کہ خدا کے ساتھ رسول کا ماننا بھی ضروری ہے۔ ملا ے بسیار عالم جید است۔ ادھر ملا سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کیا سمجھے انھوں نے کہا کچھ بھی نہیں اس مسخرے نے انڈا دکھایا میں نے کہا پیاز کے ساتھ زیادہ مزا دے گا اسنے انگلی سے ایک آنکھ پھوڑنے کا اشارہ کیا میں کوئی سکا ویلا تو تھا نہیں میں نے دونوں آنکھیں پھوڑنے کی دھمکی دی آخر تم نے دیکھا کہ وہ بھاگ کھڑا ہوا اور بھگایا"

غرض ہمارا غریب ہندوستان آجکل اسی قسم کے گول گول مناظرہ میں مبتلا ہے۔ قانون کی عبارت گول ہے سمجھنے والوں کی سمجھ گول ہے کوئی بم کا انڈا دکھاتا ہے تو کوئی دونالی بندوق۔ پھر ان دونوں چیزوں کی نسبت ہندوستانیوں سے فرمائش کی جاتی ہے کہ آقا والا دماغ پیدا کرو اور ملا دوپیازا کی سمجھ سے کام نہ لو۔ دیکھیے یہ گو مگو کا تماشا کب ختم ہوتا ہے۔

ـــــــــ

چرخ عرف گول ٹپو

گردِ زمانہ

روحانی خط وکتابت

اب جسم وجسمانیات سے علاقہ رہنا بغایت مخوف اور بالکل بیکار ہے مگر گلا گھونٹ کے جان دینا یا زہر کھا کے سو رہنا بھی اخلاقی جرم ہے لہذا اینجانب نے دوستی اور ربط وضبط کا سلسلہ اُس عالم کے رہنے والوں سے زندگی ہی میں قائم کر لیا ہے بعض اولیائے خدا سے کسی نے دریافت کیا تھا کہ حضرت آپ قبرستان میں کیوں بیٹھے رہتے ہیں جواب عنایت ہوا کہ ایسے دوستوں کے پاس رہنا غنیمت ہے جو نہ پیٹھ پیچھے غیبت کرتے ہیں نہ منہ در منہ ملامت۔ بے زبان بے زبانی جو کچھ کہتے ہیں اُس سے نصیحت اور عبرت حاصل ہوتی ہے۔ اور جسم فانی وعمارت کا انجام معلوم ہو جاتا ہے اینجانب کو ولی اللہ بننے کا شوق نہیں ہے۔ مگر مقبروں کی زیارت اور اہل قبور سے گفتگو کا شوق ضرور ہے جینا مرم کے اعمال میں معمولی کور وح کی تصویر دکھائی دیتی ہے اور بندہ نے یہ مشق بہم پہونچائی ہے کہ بغیر ہاتھ سے آنکھ کھولے ادھر ماہی قبر نظر آئی نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ یونس وار داخل ہو جاتا ہوں۔ اصحاب قبور میری مداخلت بیجا سے ناخوش نہیں ہوتے۔ اور اس دنیا کی خبریں بہت غور سے سنتے ہیں۔ حسن اتفاق سے آجکل کلکتہ میں واجد علی شاہ جنت مکان مرحوم کی قبر کی زیارت نصیب ہوئی۔ دل نے نہ مانا اور غڑاپ سے بے پردہ بیچارہ قبر میں داخل ہی تو ہو گیا۔ آداب کورنش مجرا نگاہ روبرو کے بعد حضرت نے فرمایا کہ دنیا کا کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بہت بڑا۔ فرمایا کہ اگر ایک کام کرو تو بہت احسان ہو۔ میں نے قبول کیا حضرت نے ایک محبت نامہ اپنے دست مبارک سے بنام نامی صاحب عالیشان حضور والسرائے بہادر تحریر کیا اور فرمایا کہ یہ کسی طرح مکتوب الیہ کو پہونچاؤ۔ میں نے دست بستہ عرض کیا کہ وہ بڑی اونچی جگہ مزے کرتے ہیں۔ دہلی اور پہاڑ پر آجکل رہتے ہیں میری رسائی وہاں تک نہ ہوگی۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ حرافت آپ حضرت پنچ کی خدمت میں بھیجدوں سی آئی ڈی کا محکمہ ان تک خود ہی پہونچا دے گا۔ فرمایا تمہیں سہی۔ لہٰذا میں جناب پنچ کی خدمت میں نقل خط حاضر ہے اس وجہ سے اصل نہیں بھیجی کہ زبان ملکوتی کا مدرسہ ہندوستان میں ابھی تک کھولا نہیں گیا۔ اس خط کو پڑھتا کون اور پڑھتا تو سمجھتا کون۔

وھو ھذا

صاحب والاشان۔ بعد ما وجب واظہار شوق ملاقات واضح ہو کہ اب سے ۵۳ سال ادھر جبکہ لکھنؤ کے تخت سلطنت پر مابدولت واقبال جلوس کرتے تھے حضرات ریزیڈنٹ صاحبان نے تختوں میں تیر چلا دیے۔ زندگی دو بھر کر دی۔ ناچ گانا بھی بند کر دیا۔ آج کیا ہے خلال جگہ ڈاکہ پڑا۔ برات لُٹ گئی پروانہ چلا آتا ہے کہ تم بڑے غافل بہت بے پروا نہایت نالائق ہو تم سے امور سلطنت کا انجام پانا دشوار معلوم ہوتا ہے۔ کل کیا ہے ہنومان گڑھی میں ہندو مسلمانوں سے فساد ہوا امیر علی شہید ہوئے۔ ڈانٹ پڑی کہ دیکھا ہم تو پہلے ہی سے جانتے تھے یہ سب عیش پرستی کا نتیجہ ہے۔ پرسوں شہر کے اندر پانچ خانہ جنگیوں کے واقعے رونما ہوئے۔ عتاب نازل ہوا کہ دیکھو سنبھلو اب بھی خیریت ہے۔ پرسوں عمال شاہی کی رشوت ستانی کا مرثیہ چند ملامت جملوں سمیت محبت نامے میں لکھا ہوا دیکھا گیا۔ الغرض خلق اللہ کی مامتا نے کمپنی کے پیٹ میں وہ مروڑ پیدا کیا کہ مابدولت واقبال نے اُکتا کے قبائے فرمانروائی اتار پھینکی۔ اور کلکتہ کی جانب چلتا دھندا کیا۔ خیر زندگی جس طرح کٹنے والی تھی کٹ گئی آج گور تنگ ہے اور مابدولت کا تن نازک مگر شکر ہے اُس کشاکش کا خاتمہ ہو گیا جسکے ابتلا سے جسم و روح ہر وقت ان بن رہتی تھی۔ اب مابدولت کا جسم قبر کی چار دیواری میں مقید ہے لیکن روح آزاد ہے اور اوضاع واطوار زمانہ سے بغیر تار برقی یا پیام رسال کبوتر کے بخوبی واقف ہوتی رہتی ہے یہاں کی خبروں پر سنسر کا پہرا نہیں نہ کوئی قانونی پابندی عائد ہے۔ نظر بندی کا خوف نہ مارشل لا کا دھڑکا مدت سے تمنا تھی کہ کسی طرح صاحبان عالیشان سے حسن انتظام کے معمے حل کروں مگر پیام پہونچانے والا کوئی نہ ملتا تھا۔ بارے صد شکر کہ ایک معتمد خاص مل گیا براہ نوازش ومحبت کہ ہمیشہ عائد حال مابدولت واقبال رہی۔ ذیل کے چند مسائل حل کر دیجیے۔

ایام دولت بکام باد۔

یہ بات آجتک دیاں زد خاص وعام ہے کہ سرکار انگریزی نے تعلیم کی طرف نہایت توجہ کی مگر جو اعداد کہ شائع ہوئے اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی سَو میں پورے دس آدمی بھی تعلیم یافتہ نہیں ہیں۔ ان دس آدمیوں میں بھی اکثر بے روزگار سے سڑکوں پر جوتیاں چٹخاتے پھرتے ہیں۔ اگر تعلیم بڑھی ہے تو آبادی بھی سہ چند بڑھ گئی ہے۔ اس حساب سے تو دنیا والے کولھو کے بیل ہی رہے دائرے سے باہر قدم نہ بڑھنا تھا نہ بڑھا ہاں کسی قدر ناداری بڑھ گئی۔ اینجانب کے زمانے میں آبادی کم تھی معمولی درس تدریس مکتب کے ملاؤں کے حوالے تھی۔ کھانے کو اللہ نے بہت دیا تھا اتنا بھی نہ پڑھتے تو کیا نقصان تھا۔ دوسرے موسیقی کا سا فن لطیف عام طور پر مروج تھا جس سے فاقہ کشی میں بھی افسردہ دل نہ ہوتے تھے۔ پس بایں سنماق صاحبان عالیشان نے دنیا کو کچھ زیادہ تعلیم نہیں دی۔ اور اینجانب ایک دقیقہ کے لیے اپنی ذات کو اس الزام کا مورد نہیں سمجھتے کیا یہ درست ہے؟

دوسرا مسئلہ امن عام کا ہے۔ زمانۂ فرمانروائی مابدولت واقبال میں سب مسلح رہتے تھے کھانے پینے کی چیزیں ارزاں تھیں جابجا اکھاڑے کھدے تھے بانک پٹا بنوٹ پاتا کشتی ہر شخص کو مرغوب تھی ان کی بدولت جسم میں بافراط ہوتی تھی تو لڑائی بھڑائی کیوں نہ ہوتی۔ آپ کا عملدرآمد خالی ہوتے ہی آلات مردی ومردانگی کھول کر رکھدیے گئے جب قدر زراعت بڑھتی گئی اتنی ہی قحط اور کال نے ترقی کی

جو چیز گراں ہوئی پھر ارزاں نہ ہو سکی۔ معاش کی تنگی نے بہادری کی میانی اتنی تنگ کر دی کہ گوگیل کو مات کر دیا اُس پر بھی بہو کے شریف ہمیشہ لڑتے ہی رہے۔ اعظم گڈھ کا بلوا اور دیگر فسادات تو خیر پُرانے ہو گئے۔ ابھی چند روز کا ذکر ہے کہ کٹار پور میں خون کی ندیاں بہہ گئیں۔ کہا جائے گا کہ افعال کی ذمہ داری قبل از وقوع نہیں ہو سکتی ہاں بعد وقوع تدارک ممکن ہے مگر یہ عذر سابقہ دولت واقبال کے زمانے میں قابل پذیرائی نہ تھا تو آج کیوں ہو۔ اسی طرح پنجاب میں نہتے پنجابیوں پر کیا کیا ستم نہیں ہوئے مگر تاحال نہ مظلوم کی دادرسی ہوئی نہ ظالم کیفر کردار کو پہونچے اگر انتظام امن عام کے یہی معنی ہیں کہ مخالف کو ہوائی جہاز اور توپ سے یکسر فنا کر دیں تو واقعہ ننوہان گڈھی کیوں قابل اعتراض تھا علیٰ ہذا القیاس بنگال میں ڈاکے کی واردات برسوں سے ایک معمولی بات ہو گئی ہے کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا کہ کم سے کم چار ڈاکے نہ پڑتے ہوں۔ اینجانب کے عہد میں بھی ڈاکے پڑتے تھے اور حتی الوسع والامکان تدارک بھی عمل میں آتا تھا مگر ذات اینجانب ہمیشہ مورد طعن رہی دس سال کی تخت نشینی میں صدہا اعتراضات ہوئے۔ اعتراضوں کے جواب اور انتزاع ملک کے اضطراب میں ممکن ہے کہ انتظام جلدی نہ ہوا ہو جیسا کہ آج بھی سیکڑوں واقعات ہوتے ہیں اور سالہا سال کے بعد اُن کے انسداد میں کامیابی ہوتی ہے مگر ؎

اُن کی آنکھوں کو کوئی کہتا نہیں

دل ہمارا مفت میں بدنام ہے

علیٰ ہذا القیاس مصر اور آئرلینڈ میں جو بد امنی آجکل پھیلی ہوئی ہے اُسکی نظیر اینجانب کے عہد میں نہیں مل سکتی۔ اگر تہذیب یوں ہی پھیلتی ہے اور تہذیب وشائستگی کے یہی معنی ہیں تو میں خوش ہوں کہ میری رعایا مہذب تھی نہ میں ایسا مہذب تھا۔ فرمائیے کیا حسن انتظام کے یہی معنی ہیں؟۔ اینجانب ایسی اور بھی سوالات کی شعاعیں سینہ میں رکھتے ہیں۔ مثلاً بعض شعرائے لکھنؤ نے سیکڑوں شعر ہجو بانیٔ دولت واقبال میں نظم کیے اور ان میں سے بعض سمع اقدس ہمایوں تک پہونچے مگر حاشا کبھی اینجانب نے اُن سے بازپرس نہیں کی مگر سنتا ہوں کہ آج آپ کی سرکار اپنے خلاف ایک حرف بھی سننا پسند نہیں کرتی سیکڑوں کا نقد اخبار ضمانت اور ضبطی کی نذر ہو گئے کیا آزادیٔ خیال اور حلم کے یہی معنی ہیں۔

جان عالم مرحوم معزول کا خط بنام وزیر اعظم

صاحبین۔ جنت آرامگاہ جد مرحوم حضرت فردوس مکانی نواب سعادت علی خاں کے بعد سے جن کو اُن کی بیدار مغزی نے زہر کھلوایا ہم میں کا کوئی ایسا ذہین ہوا جسے ملک گیری کی ہوس ہوتی۔ ملک میں بھی اس قدر کشتر بندی پہلے ہی ہو چکی تھی کہ ایسی ہوس کرنی داخل حماقت تھی۔ معاہدات نے بھی ایسی جکڑ بندی کر دی تھی کہ ایک پابند عہد و پیمان بس نہیں سکتا تھا۔ اہل ملک کو ایسے سکھانے بھڑکانے والے بھی مل گئے تھے کہ خفیف سی بات میں بے نکال کے احساسات میں ہیجان پیدا کرتے سبز باغ دکھا کے اپنا گرویدہ بناتے انصاف وآزادی کی چاٹ دلاتے اپنا بوت پھنگر دوسرے کا ڈھنگر بناتے افیون کے پینکیوں کو ٹھیلتے حقوق کی اضاعت کی نوحہ گری کے طریقے تعلیم کرتے بات بات میں شاخیں پھندنے کلیاں نکالتے اور معاہدات کی ہنڈیا کھٹکنی کرنے کی تدبیر میں مبتلا تھے۔ ایک طرف یہ سامان ہو رہا تھا دوسری طرف ریاست کے رئیس فارغ از غم روزگار ہو کر طرح طرح کے مشاغل میں مصروف تھے۔ کوئی صاحب بھنگ کے پیالے چڑھائے فلک کی سیر میں مشغول کوئی صاحب شراب خانہ خراب کے جام عقیق میں پرستان کی پریوں کی اُڑن گھائیاں دیکھنے میں مصروف۔ کوئی صاحب عوظہ طہارت اور ورد ووظائف میں اس قدر منہمک کہ شب وروز کا کوئی دقیقہ یا ثانیہ مصلے پر اُن کے وجود سے خالی نظر نہیں آتا گویا مصلے کے جزو اعظم ہو گئے۔ اور کوئی صاحب راجہ اندر سے مگر لڑانے کی تدبیر میں مصروف الغرض انجام کے دستور سے بادشاہ کے اعتراضوں کا دفعیہ اُس وقت ضروری ہوتا جبکہ خانگی وابستہ معاہدات میں کوئی خامی نظر آتی اندرونی بغاوت کا ڈر ضرور ہوتا اگر بغاوت کرنے کے لیے ایک بیرونی طاقت آمادہ نہ ہوتی۔ دور اندیشی کی ضرورت جب محسوس ہوتی جبکہ مسلسل آرام میں کبھی کھنڈت پڑتی یا بے اطمینانی کی ترشی نشہ اُتارتی۔ اپنے ظالم اور بے انصاف یا غافل ومغرور ہونے کا اُس وقت یقین ہوتا جب دروغ بان وسراج گو شعرا اسکندر ودارا و بہرام گور ونوشیرواں ورستم واسفندیار و حاتم کو قبروں سے نکال کے بادشاہی کے جلوس کی وردیاں نہ پہناتے اور سواری کے ہمراہ نہ دوڑاتے دربان نہ بناتے۔ سائیس نہ قرار دیتے آسمان کے بڑے اجرام کی یکجی کاری سنگ آستانہ شاہی میں نہ کرتے۔ محل خانۂ شاہی میں اتنی چنڈال چڑیاں نہ بھری ہوتیں جنکے نخروں کی چونک سے عمر کا رباب نہ چھلنی ہو جاتا اور غیرت وغیرت کا پانی کچھ دیر ٹھکتا۔ ملک میں کوئی شریک وسہیم ہوتا ملکیت میں کسی قسم کے بادھا لگنے کا اندیشہ ہوتا اپنے بعد خاطر خواہ انتظام کر دینے کی حامی بھرنے والا کوئی موجود نہ ہوتا تو قوی النفس پروری کی خدمت سے کنارہ کشی اختیار کرتے۔ خیر اینجانب واہل خاندان اینجانب تو تباہی کے جھ بجہ میں پھنس گئے اُن مشاغل کی پاداش میں جو کچھ دکھ سہہ رہے ہیں وہ آپ پر پوشیدہ نہ ہوگا مگر عقل حیرت میں ہے کہ آپ اور آپ کے دوسرے ہم قوم صاحبان عالیشان کو کیا ہو گیا۔ یہ دفعتاً ہوا کا رخ کیوں بدل گیا یہ داد بیداد کی صدائیں کیسی بلند ہیں۔ یہ ترا ترا کیسی ہے یہ روٹھی روٹھول یہ گھمکمّا یہ ترکم ترکا یہ گل پھلول کیسی ہے۔ وہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے ہم قوم بادشاہوں اور حکمرانوں پر آپ کو ترجیح دی۔ الحمد آمین سے آپ کو اس ملک دراجنبی ملک میں ہمارا

آپ لوگوں کے ناخن پا پر جائیں قربان کیں ۔آپ کی قوم میں نہ تو کوئی محمد شاہ رنگیلا ہے نہ واجد علی شاہ گلفام ہے۔ شراب بدبختی اچھلتی نہیں۔ اندر کے اکھاڑے کی پری ناچتی نہیں۔ آپ لوگوں کی تو ہر بات ضابطہ کے اندر رہوتی ہے۔ اینجانب شریعت اسلام کے تابع تھے۔ دیوانی و مال و فوجداری اہل مذہب کے سپرد کر کے بیٹھ رہے کیونکہ جانتے تھے کہ مانتے تھے کہ شریعت ایک الہامی قانون ہے۔ ہندوؤں کے پاس بھی قانون تھا مسلمانوں کے پاس بھی ان میں تغیر و تبدل کا حق کسی غیر معصوم انسان کو نہیں ہے اگر از راہ دینداری اپنے خدائی قانون کی پابندی کروگے تو بہتر ہوگا نہ کروگے تو خدا سمجھے گا یا قاضی خبر لے گا۔ آپ کی شریعت نے کوئی مکمل قانون شاید اسلیے نہیں بنایا کہ آپ کی قانون ساز جماعت کے وجود کی اسکو پہلے ہی سے سن گن لگ گئی ہوگی اس نے یہی سمجھا ہوگا کہ دو تین اصولی حکم سو سوا شریعت کے بتا دیے گئے ہیں یہ لوگ سمجھدار ہیں اگر ضرورت ہوگی تو جب چاہیں گے اسی پر داغ بیل نیا قانون گڑھ لیں گے ایک سے نہ بن سکے گا تو سو مل کے بنالیں گے اور ہر نیا قانون، نیا بنایا ہوا قانون ضرور دلپسند بھی ہوگا۔

پھر کیا وجہ ہے کہ سو دو سو برس کی جد و جہد میں بھی آپ لوگوں کے بنائے ہوئے قوانین دلوں میں گھر نہ کرسکے؟ اور ان قوانین سے لوگوں کو محبت ہی ہوئی نہ قانون شکنی سے ڈرے سہمے۔ آپ لوگوں نے بگناہ موتتا تک قانون کے اندر بند کیا مگر یار لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ادھر راہ چلتے قدرت کے اندرونی تقاضے کی ڈونٹی کھونٹی مقصود ہوئی داہنے بائیں دیکھا کوئی لال پگڑی والا تو نہیں کھڑا ہے جو تھانے میں پکڑا لے اور جھٹ موتنے بیٹھ گئے کچھ ہندوستانیوں پر موقوف نہیں ضرورت کے وقت جو لوگ تہذیب و شائستگی پھیلانے کا بیڑا اٹھا کے خدا کے یہاں سے آئے ہیں وہ بھی یہی کرتے ہیں۔ اگر پکڑ لیے گئے تو جرمانہ ہوا نہ پکڑے گئے تو ٹھنڈے ٹھنڈے گھر چلے آئے۔ دل میں پشیمانی کے پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ٹپکا۔ اینجانب کو بحالت طالب علمی تجربہ کار استادوں نے سکھایا تھا کہ جرم ایک ایسا ڈھیلا ہے جسکے سرزد ہوتے ہی دل کے شیشے میں ٹھیس لگتی ہے اور بصیرت کے کانوں میں اسکی جھنکار پہونچتی ہے۔ قانون اس ڈھیلے کو بار بار شیشہ شکنی سے روکتا ہے قانون مجرموں کو جرم سے پاک کرتا ہے مگر ناہوں کو ارتکاب جرم سے باز رکھتا ہے چنانچہ عہد بادشاہت و اقبال میں صدہا ناسزایافتہ چور قبلہ و کعبہ کی خدمت میں آئے اور انھوں نے بہ ہدایت ایمان اپنے جرم سے توبہ کی حالانکہ وہ بیچارے پڑھے لکھے نہ تھے اسکی کیا وجہ تھی؟ یہی کہ سزا کتاب خدا کی رو سے خدا کا نام لے کے دیجاتی تھی۔ آپ لوگوں کی حکومت میں خدا کو کوئی دخل نہیں ہے۔ آپ کا قانون صرف مجرم سازی کی خدمت انجام دیتا ہے۔ جرائم کی دفعات میں روزانہ ترقی ہے کچھ آدمی جنگل کے قانون نے مجرم بنائے کچھ ریٹ نے کچھ انھوں نے کچھ آبکاری نے کچھ مونسپلٹی نے کچھ چیچک کے ٹیکے نے کچھ تعزیرات ہند نے کچھ قانون تحفظ ہند نے کچھ پریس ایکٹ نے کچھ جلسہ ہائے مغویانہ نے کچھ رولٹ بل نے کچھ مارشل لا نے۔ اس کشمکش میں گنہگار بھی پھنس جاتے ہیں اور بے گناہ بھی۔ واہ ؎

تصور ڈھونڈھ کے پیدا کیے جفا کیلیے

یعنی مجرموں کا ٹڈی دل ہمیشہ فضائے امن و امان و سکون و اطمینان کو تاریک کرتا رہتا ہے قانون بنانے کا ہوکا رفع نہیں ہوا ہے نہ جرم دوستی میں کوئی قلت۔ سنا گیا ہے کہ لیجسلیٹو کونسل اب کسی قدر روپ بدلے گی پس امید ہے کہ وہ بھی چند نئے عنوان مجرم سازی کے تجویز فرمائے مجھے صرف یہ دریافت کرنا ہے کہ ان قوانین سے دنیا کی حقیقی خوشحالی میں کسقدر ترقی ہوئی۔ اور اس مفاد کو کتنی مدد ملی جسکو میں نے اوپر بیان کیا۔ یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ نئے لیجسلیٹو کونسل والے خدا سے کتنا تعلق رکھتے ہیں۔ رسم آئین سازی میں انصاف کو کسقدر دخل دیتے ہیں اور آسائش عامہ میں کس درجہ افزائش کرتے ہیں۔ صاحب من آپ یقین فرمائیں کہ اگر انڈمنٹی ایکٹ آپ نے کسی نہ کسی طرح پاس نہ کرالیا ہوتا تو مجرموں کے ذیل میں اکثر حکام بھی آجاتے شکر ہے کہ آپ نے اور صرف آپ نے ایک گروہ کے گروہ کو تو جرم کی کثافت سے بچالیا۔ اور بعد مدت یہ مسئلہ حل ہوا کہ سوزن قطب نما سمت قرار قطب سے کسی قدر ہٹی ہوئی ہے یعنی کتب اخلاق میں جو معنی انصاف کے بتائے گئے ہیں ان معنی سے بحث و تعلق نہ رکھنے پر بھی ایک شخص منصف و عادل کہا جاسکتا ہے بے آئینی اور بے اصولی نے اینجانب کو ملک سے بیدخل کیا مگر عجب ناشکرا زمانہ ہے کہ باوجود اتنے کثیر التعداد قوانین کے محض قوانین سازی کی بدولت لوگ آپ کو اس ملک سے سمندر پار بھاگ جانے کے لیے اعلیٰ حضرت شاہ انگلستان کی خدمت میں ملتجی ہیں۔ وہ یہ تو وہی مثل ہے ؎

بے زری کردم انچہ بہ قمار دل زر کرد

حالانکہ تا حال سرزمین ملک آپ قانون کی اتنی ہی بھاگی ہے جتنی کہ پہلے تھی اینجانب تھے کہ صرف ان ہی افعال سے ایک شخص عزل کے قابل ہوتا ہے جن کا ارتکاب مابدولت اپنی چند روزہ زندگی میں کرتے تھے۔ مثلاً بکثرت محلات عظمیٰ و مخدرات علیا کا وجود۔ اوقات شبانہ روزی کا صرف لہو و لعب ہونا خوشامد خوروں رشوت خوروں تا صدا تیسوں کا اجتماع غفلت و بے پروائی اعتماد بیجا ان امور کے علاوہ کوئی فعل مجھ سے سرزد نہیں ہوا۔ یہانتک اینجانب کو اطلاع ہے خدا کے فضل سے آپ کو یہ کوئی روگ نہیں ہے آپ کی شریعت میں ایک ہی نکاح کا حکم ہے تو محلات کی ریل پیل کیوں ہوتی۔ کام بہت ہے ذمہ داری کا احساس بھی ہے تو لہو و لعب میں مشغولیت کیوں ہوتی اور یوں کہنے کو تو دنیا کی حیوٰۃ ہی لہو و لعب ہے وہ لوگ کچھ بیوقوف سے ہیں جو آپ کے قیام شملہ کو عیش پرستی سے تعبیر کرتے ہیں۔ رہا خوشامد خوروں اور رشوت کے پوٹ سے پیٹ کا جہنم بھرنے والوں کا اجتماع تو یہ ہے ضرور رہے اور عہد اینجانب سے کچھ زیادہ ہے کم نہیں ہے خوشامد خوروں کو آپ خود ہی خوب جانتے ہوں گے۔ اور خطابات

عطا کرنے کے وقت تفصیل خدمات پر بخوبی نظر فرمائی
ہوگی۔ باقی رشوت خواہی ہے۔ اگر خفیہ پولیس کو نئے
مجرم گڑھنے سے فرصت ملتی اور وہ ان عادی [illegible]
مجرموں کی جانچ کرتی تو حال کھلتا۔ اس بارۂ خاص
میں اینجانب کا اور صاحب الاشان کا عہد بالکل
یکساں ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ آج کوئی زبردست
اعتراض کرنے والا نہیں یہ اپنی اپنی قسمت ہے کہ
رشک ہی کیا۔ اس مرحلے کے بعد غفلت اور
بے پروائی کا افسانہ ہے اینجانب اس گوشۂ تنگ
[illegible] رتبے میں بیٹھے ہوئے اپنی روحانی [illegible]
کر رہے ہیں کہ آں صاحب الاشان نے استیصال
باغیاں پر [illegible] کوئی [illegible] نہیں اٹھا رکھی ریل سے
بھی کام لیا تار برقی سے بھی ہوائی جہاز سے بھی ٹیلیفون
سے بھی۔ تعلیم یافتہ آدمیوں سے بھی۔ اعلیٰ حضرت شاہنشاہ
انگلستان کی حکومت نے اپنا اعتماد بھی ظاہر فرمایا لیکن
دنیا کی بیہودگی لکھ رکھنے کے لائق ہے کہ کسی طرح وثوق
واعتماد نہیں رکھتی۔ اینجانب کو یاد ہے کہ جب یا تشخیر
اپنے وطن مالوف لکھنؤ سے جانب کلکتہ روانہ ہوئے
بحسرت و یاس گھربار بچے بالے بالی موالی ڈھور ڈھاری
مد زائد و فضول سمجھ کے وہیں چھوڑ دیے اور اہل وطن
سے مخاطب ہو کے اپنا تصنیف کیا ہوا شعر پڑھا ؎

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
خوش رہو اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

تو درحقیقت سارا شہر اس طرح بلک بلک کے رویا جیسے
بچہ انا کے چھوٹنے پر یعنی اس قدر محبت اہل وطن
کو بائی تھی۔ اب دیکھنا ہے کہ آں صاحب والاشان
کی رخصتی از ہندوستان پر کتنی آنکھیں پرنم ہوتی ہیں۔
کتنے دل دھڑکتے ہیں، کتنے منہ بسورتے ہیں۔ پس [illegible]
واعتماد کے مسئلہ میں اینجانب آپ سے زیادہ خوش قسمت
نکلے کیا معنی کہ اینجانب نے خلق اللہ کی بھلائی کا صرف
ایک ہی کام کیا جو کہ مشغلۂ سلطانی کے نام سے آج تک
مشہور ہے اس ایک مشغلہ کی شان میں آج تک تعریف خوانیاں
ہوئی ہیں اور آپ نے صدہا کام کیے مثلاً اجرائے [illegible]
عطائے اختیارات پر بھی اینجانب کے عدم پر دنیا روتی
ہے اور آپ کے وجود پر بے اعتمادی کے الزام سے

خاص اینجانب کی خلعت [illegible] اینجانب نے
تکرام وزراء و عمائد پر اعتماد کیا تو سلطنت کھوئی اب
دیکھیے آپ کی کرامت کیا کچھ جاتا ہے سر مائیکل اوڈائر
اور انکے دست و بازو مسٹر ڈائر کے کرتوت کسقدر
آپ کے نامۂ عمل میں لکھے جاتے ہیں۔ خلائق کے خیالات
پر پہرا بٹھانے، زبانوں کا ختنہ کرنے قلموں کو توڑنے
کا قانون عہد اینجانب میں نہ تھا لوگ اپنی صحبتوں میں
جو جی چاہتا تھا کہتے بے تکلف سے نظم و نثر ہجو لکھتے تھے
[illegible] بہت اس کو ہم سنتے تھے اس کان اڑا دیتے
تھے۔ آپ کے عہد میں یہ سب کچھ ہوا پھر بھی
بدگوئی نا راضی، غیبت کا ایک عالم رواج ہو گیا
ہے اور کوئی خوش نہیں ہے۔
المختصر گو دنیا سے قطع تعلق ہو گیا قبر ہے اور اینجانب
کی ذات پر نہ بدگوئی کا اثر ہے نہ ستائش کا پھر بھی [illegible]
اُن ناواجب و ناروا اعتراضات کی [illegible]
جو ذات اینجانب پر عائد کیے جاتے تھے اکثر رہ جاتی
تھی۔ آں صاحب الاشان کے کوائف معلوم ہونے
پر اس ہچکی سے کسی قدر چھٹکارا ملا۔ اینجانب
اپنی ذات کو اب ہر ایک اعتراض سے بری سمجھتے
ہیں۔ بفرض محال یہ اعتراضات بجائے خود وارد
و صحیح بھی ہوتے تو معزولی از سلطنت کے لیے ناکافی
تصور کیے جانے چاہییں ؎

اے درد بیت کیا پوچھا ہم نے
دیکھا یہی جہان کا لیکھا ہم نے
بینائی نہ تھی تو دیکھتے تھے سب کچھ
جب آنکھ کھلی تو کچھ نہ دیکھا ہم نے

اینجانب کو ابھی اس تمہید کے بارے میں بھی کچھ
لکھنا ہے (یعنی ہوس ملک گیری و قوت معاہدہ)
جو کہ صدر رنجیدہ ہوا ہیں ہے اس وقت اتنے ہی
پر اکتفا کرتے ہیں امید کہ آں صاحب والاشان ان
شکایت ناموں سے مختلف کو جو کہ نسبت ذات اینجانب
لکھے گئے ہیں غلط خیال کریں گے۔ دنیا میں کاہل اور
مستعد جاہل و عالم سب کو ایک لکڑی ہانکنے
کی عادت ہے۔ بعد مرنے کے معلوم ہوا کہ جو مزا
مر جانے میں ہے وہ کسی چیز میں نہیں آتا۔ [illegible]

صاحب عالی مناقب! تحریر نمبر ۳ میں ہوس ملک گیری کا
ذکر اس وجہ سے کیا گیا تھا کہ یہ کمبخت ہوس جس سر میں
سماتی ہے اپنے ساتھ ایک خون کا دریا لے جاتی ہے
جو آنکھوں سے ٹپکتا گلیوں سے بہتا اور جامۂ انسانیت
کو جلاد کی صافی کی طرح رنگین کر دیتا ہے اس خود رائی
و خونخواری کی بدولت عالم دشمنی پر آمادہ ہو جاتا
ہے یہ دشمنی اس وقت تک ضرر نہیں پہونچا سکتی
جب تک بازو پر قوت اور اقبال یاور رہتا ہے۔
لیکن ؎

انسان کا اک طرح سے رہتا نہیں ہے حال
خورشید کو عروج کبھی ہے کبھی زوال

چاند ہلال سے بدر بنتا ہے اور بدر سے پھر ہلال
ہو جاتا ہے انسانی عمر طبیعی کی طرح ملک کی عمر طبیعی
بھی مقرر ہے اور حکومت کی عمر بھی۔ جب انحطاط کا
زمانہ اور کہولت کا تشدد و تسلط شروع ہوتا ہے
تو قوت اعضا و جوارح کی طرح اقبال بھی رو بزوال
نظر آتا ہے۔ دوست دشمن ہو جاتے ہیں اعزہ بیگانہ
بن جاتے ہیں اور دشمن انتقام کی فکر میں سرگرمی دکھاتے
ہیں۔ آپ نے اور آپ کی ہم قوموں نے کبھی ہوس
ملک گیری کا اظہار نہیں کیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ
ملک آپ کی طرف خود بخود مائل ہوا ہو اور آپ نے
از راہ ہمدردی انسانی اہل ملک کی دلشکنی گوارا نہ کی ہو جیسا کہ
بضرورت حفاظت ہند سرکار انگریزی کو کابل سے
لڑنا پڑا اور لڑائی بھڑائی کے بعد سرکار نے کابلیوں
کا ملک انھیں کو واپس دے دیا پھر خالی خولی ملک ہی
واپس نہیں دیا بلکہ اس کے ساتھ کچھ رقم سالانہ بھی
عنایت کی جسکو بعض پالیٹشین حضرات پولیٹکل احسان
یا فیاضی کہتے ہیں۔ اور بعض افسران فوج کشی و [illegible]
کا انعام قرار دیتے تھے۔ اینگلو انڈین جرائد وظیفہ کے
لقب سے یاد کرتے تھے امیر عبدالرحمن خراج کے
معنے میں لیتے تھے ان کے جانشین عمال دست غیب
یا خزانۂ خداداد سمجھتے تھے۔ حال کے سرکش کابلی رشوت
کہتے ہیں اور اہل ہند نے ہمیشہ اس زریں لفظ کو مرد
ہندوستانی کشتی کے معنوں میں لیا حقیقت خواہ کچھ ہی
ہو واقعہ یہی ہے کہ اگر ملک گیری مقصود ہوتی تو وہ آپکا ملک

پس جب ملک گیری نے دشمن آفرین صفت سرکار انگریزی میں نہیں دیکھے کہ اینجانب و آبا و اجداد اینجانب میں یہ بھی ہوگی یوں آج اضطراب و عام ناراضی کا ایک طوفان اٹھا ہے دجیسا کہ اینجانب کے زمانے میں اٹھا تھا معلوم ہوتا ہے کہ سرکار انگریزی نے بھی اپنی تکوین میں رفتہ رفتہ ان عناصر بے تمیزی و غرور کو داخل کر لیا جنکے دخل سے حکومت اینجانب کا توام بگڑا تھا۔ یہاں شمس الدولہ نکوام الملک غفلت شعار جنگ نواب تن تن زئی خاں بہادر فدوی خاص حضرت شاہنشاہی بکثرت جمع ہوگئے تھے۔ اینجانب بچشم نورانی روحانی دیکھتے ہیں کہ ایسے افراد کی کمی آپ کی سرکار میں بھی نہیں ہے۔ کیا فساد پنجاب میں کوئی شخص حکومت کو یہ سمجھانے والا نہ تھا کہ اندھیل اوبرائن ساتندور کنش ہیرنی صاحب کا ساتھ باں۔ راز مسٹر سمپور کا ساجیسو رفتم مزاج جنیلیل ڈائر کا سا ناعاقبت اندیش خونخوار اس موقع کے لیے سراسر نامناسب ہے ہم مزاج گو خطاب و خگان جلسہ کرنے ہڑتال کو روکنا چاہتے تھے۔ یہ انکی فرض نہ تھا کہ ہوا کا رخ دیکھتے اور خیر خواہی کی راہ سے حکام کو مداخلت سے باز رکھتے۔ گیا نتیے سینکیا پہلوان جو تھوڑی سی بیمار اور گولی کھاکے سیر ہوگئے ایسے شہ زور تھے کہ فوج اور پولیس کا طبقہ الٹ دیتے۔ صاحب من شہ زوری دکمزوری کی حقیقت تو کھل گئی ایک آن میں ہزاروں فنا ہوے اور آدھی نہ کی کسی ایک پولیس والے یا فوج دالے کا۔ وہاں بھی نہ دکھا صوبہ اودھ میں بادشاہی بہت بڑا اجتماع رولٹ بل کی مخالفت میں ہوا پھر اس سے حکومت کا کیا بگڑا؟ مقابلہ پر کوئی نہ تھا تو لپا ڈگی کیوں ہوتی؟۔

تعجب ہے کہ جن باتوں پر ایشیائی سلاطین کی ہجو کی جاتی تھی وہی قابل ملامت امور کیونکر آپ کے عمال میں پیدا ہوگئے۔ دربار بدولت وزوال میں جھک کے تین تسلیمیں کرنی ہر ایک درباری پر فرض تھیں۔ تسلیمیں کرنے کے بعد پچھلے پاؤں مجرا گاہ تک واپس جانا ضروری تھا۔ مگر آپ کے ماتحت حکام نے پیٹ کے بل خشکی میں پیدل چلنے کی ترکیب تو نئی نکالی واللہ یہ طریقہ ایک نو کھا رہا کر۔ جب اینجانب نے سنا تو غش غش کرنے لگے

قدیم قید خانوں کا حال سنا ہے کہ قیدیوں کو کھانے میں برابر کا نمک ملتا تھا۔ نمک ہنگی شے ہے اس لیے آدمی خاک بان ہوئی روٹی کفایت کے اصول پر مبنی ہے (بروایت قید یان پنجاب) اور یہ ترکیب بھی ایشیائی طرز سیاست سے بہتر ہے۔ کال کوٹھریوں دبلیک ہول) کی روایت سنی ہوئی ہے دیکھی ہوئی نہیں مگر جو پنجراپنجی سا بن بنایا گیا تھا وہ ان سب پر سبقت لے گیا پرانے اصول سیاست میں گنہگار کے ساتھ زن و بچے بھی گنہگار سمجھے جاتے تھے۔ اس طریقے کی مذمت یہاں تک کی گئی کہ اکثر سلاطین کی رعایا کو سلاطین سے ناراض کرنے میں دشمنوں نے بہت مدد حاصل کی لیکن ہوائی جہاز سے بم پھینکنا اور بعض فید گنتا بکار بے گناہ طلبہ کو چن چن کے تازیانے لگانا کچھ زن و بچہ کشی سے کم نہیں۔

الغرض دنیا پچھلے پاؤں پلٹ رہی ہے وہی افعال رفتہ رفتہ عروج ہوتے جاتے ہیں جن کو تعلیم انگریزی نے قابل مذمت ٹھہرایا تھا۔ کل چنگیز و ہلاکو جن باتوں پر نازکرتے تھے انھیں پر آج اوڈائر صاحب و ڈائر صاحب بھی مفتخر ہیں جب حال یہ ہے تو کیا آپ بجانب کو ان افعال سے جو کہ عمال سرکاری کے افعال سے بدرجہا نہایت کم تکلیف دہ ہیں معذور سمجھیں گے اور جب کہ ان افعال کے بانیوں کا اجمالی ستائش نامہ سٹرماٹنیگو کی جانب سے شائع ہوگیا ہے تو کیا ناممکن ہوگا کہ اینجانب کے طومار سوانح پر صاحبان پریذیڈنٹ نے جو گل افشانیاں فرمائی تھیں ان پر بجاے صاد تصدیق کے نظری کانوں بنائیں گے؟۔

مارشل لا یا دیگر فوری قوانین (مثلاً رولٹ ایکٹ) کی ضرورت خواہ کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے ایشیائی سلاطین ماضیہ میں سے بہتوں کی راے آپ کے موافق ہے وہ کہتے ہیں کہ رولٹ ایکٹ کیسا؟ سرکار انگریزی نے مساوات مساوات مساوات کا ورد کرا کے کراتے تمام رعایا کو خود ہی سرکش اور اس مساوات کی ثناخوانی نے ہر ایک کو بے ادب و گستاخ بنا دیا ہے لہذا عجب نہیں کہ کسی ماہ قانون بھی جاری و نافذ کرنا پڑے۔ معلوم نہیں ان کی راے کہاں تک صحیح ہے لیکن روش حقوق طلبی و سرگرمی سیاسی کو دیکھتے ہوے اغلب ہے کہ اس ضروری قانون کی حاجت جلد پیدا ہو جائے اگر ایسا ہی اتفاق ہو تو جنرل ڈائر یا کسی دوسرے معتمد کو چنگیز خاں ہلاکو نادر و دیگر تجربہ کار سلاطین سے مشورہ کرنے کے لیے بھیجنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ بے قاعدہ کشی کا الزام پھر اعیان اہل انگلستان کی جانب سے حکومت ہند پر عائد کیا جائے یا مسٹر ماٹنیگو کو پھر اظہار افسوس کرنا پڑے۔

اب تو تعلیم کا ذکر آ ہی گیا لہذا اینجانب مناسب تصور کرتے ہیں کہ ایک مختصر موازنہ قدیم و جدید نتائج تعلیم کا آں صاحب والاشان کو سنائیں۔ عہد بدولت میں تعلیم پانچ برس سے شروع ہوتی تھی اور اس زمانے میں آٹھ برس سے شروع ہوتی ہے۔ ادنی تعلیم فارسی زبان اور مختصر حساب کتاب تک ہوتی تھی اور اعلی تعلیم عربی زبان و منطق و فلسفہ و حکمت تک پہنچتی تھی کوئی میعاد مقرر نہ تھی۔ عمر اسکولوں کی جگہ مکتب تھے امتحان نہ لیا جاتا تھا نہ ضرورت تھی ذکی و ذہین طالب علم اپنے خداداد جوہر سے کام لیتا اور ڈنیا اسکو خود ہی تعلیم کرلیتی تھی نہ وہ سند رسا سرٹیفکٹ کے لیے پھرتا تھا نہ گزٹ میں اس کا نام شائع کیا جاتا تھا۔

مکتبوں میں یہ بیجی الک گل قادر مطلق ہوتے تھے جن کی مشیت میں کسی کو دخل دینے کی مجال نہ تھی مکتب اصول کفایت پر خود بخود تیار ہو جاتا تھا لعینین مکان سے بالکل مستغنی۔ سامان مکتب میں ایک چٹائی اور بیس درجن مہندی یا گلاب کی پھیاں۔ المختصر یہ باقی ہوئیں یہ پھیاں طالب علم خود ہی باری باری فراہم کرتے تھے اور ان سے خوب خوب کام نکالے جاتے تھے جب طالب علم استاد کے سپرد کیا جاتا تھا تو والدین استاد محترم سے کہہ دیتے تھے کہ اسکی روح میری ہے اور گوشت پوست ہڈی پسلی آپ کی لیجیے پڑھائیے اور خوب عبرت سکھیے صرف اتنی مہربانی کیجیے گا کہ جان سے نہ مار ڈالیے گا۔

سزا بلا تحقیق گناہ کی ضرورت۔ یہ بھی کچھ

ابتدا ہی ایسی ہوتی وہی قابل سزا ہوتی۔ میاں بیوی کی آزادی لڑکوں کو آشنا پانہ کر دیتی تھی کہ اکثر طالب علم سب سے نشا استاد تعلیم پر کر نکلتا تھا کھیل کود میں بیہودہ اور بے ادبی کی حرکات پیدا ہونے نہیں پاتی تھی اس معمولی اور غریبانہ سامان اور اس تکلف سے بے ضابطہ تعلیم و تربیت سے ادب شناس اور مہذب مطیع و فرمانبردار طلبہ کی ایک ریوڑ نکلتی رہتی تھی۔ ایسے ایسے پابند وضع نمک حلال پیدا ہوئے جنھوں نے اپنے آقاؤں پر ہمیشہ جانیں فدا کیں اتفاقاً اگر کوئی فعل کسی سے خلاف آئین مروت و حق شناسی صادر ہوا تو وہ ننگ خاندان ہو جاتا لوگ اس کی صحبت سے متنفر ہو جاتے جا بجا محفلوں اور صحبتوں میں اس کا نام بہت بُری طرح لیا جاتا سرکاروں میں عہدہ اسکو ساہ نہ ملتی۔ شعرا اُس کی ہجو کرتے۔ بھانڈ بھگتیے اُس کا ذکر نقل محفل بناتے۔ اور اسطرح اس کی عاقبت تنگ کرتے کہ یا تو وہ خانہ نشین ہو کر کسی کو منھ نہ دکھاتا کسی طرف منھ کالا کر جاتا۔ غیرت داری اس قدر ضروریات سے تصور کی جاتی تھی کہ ادنیٰ سے افعال پر لوگ اپنی جانیں دیتے تھے آپ اس کو حماقت پر محمول فرمائیں گے مگر یہ واقعہ ہے کہ مرزا خانی مرحوم کی ریچ سر محفل نکل گئی کچھ لوگ مسکرائے بیچارے شرمائے نتیجہ یہ ہوا کہ انھوں نے روح کو بھی ساتھ ہی ساتھ نکال دیا کہ نہ مشتق رہے نہ مشتق منہ حالانکہ وہ کوئی سلیمان تھے کہ ہوا پر قابو رکھتے۔

میر کاظم علی برجیس (بالفتح مشتق از برجیا کر سنالاست) کوئی جن نہ تھے کہ آگ سے نہ ڈرتے مگر حقہ پینے میں حلیم سے۔ ہتھیلی پر ایک چنگاری گری اور اتفاقاً ہاتھ ٹھہر گیا سمجھے کہ آنکھیں میں فرق آیا ایسلم اُٹھیل کے ہاتھ میں ساری آگ لے لی اور ہاتھ کو پشت پر رکھ لیا جب چربی جلی اور چراہند پھیلی تو لوگوں نے تفتیش کی اُنھوں نے کہا کہ کچھ پروا نہ کیجیے یہ تھرانے کی سزا ہے۔ وائے برحال زمانۂ حال اکثر مدرسہ کے اعلیٰ تعلیمیافتہ مہذب اشخاص کس بے پروائی سے سرمحفل آواز بلند نقارہ بجاتے ہیں۔

اُشتہر

کنور کنھیا پنچ:- الٰہی زندہ سلامت رہو جب تک گنگا جمنا میں پانی رہے۔ پاجاموں میں میانی رہے۔ قلم میں روانی رہے۔ گھڑیوں میں بال کمانی رہے۔ بچوں میں نادانی رہے۔ نوا سوں میں نانی رہے۔ رنڈیوں میں جوانی رہے۔ اندوں میں سانی رہے۔ داڑھیوں میں مسلمانی رہے۔ فلاں میں ارزانی اے تو یہ گرانی ہے۔ دو غلے (اینگلو انڈین) پرچوں میں بدزبانی رہے۔ صاحب لوگوں میں لن ترانی رہے۔ سرحدی افغانوں میں آنا کانی رہے۔ اس ابھی چوٹی چکلی دعا کے بعد مطلب کی بات سنو کہ آجکل دنیا بغیر اخبار کے ٹوالہ نہیں توڑتی۔ ادھر دیکھو اخبار۔ اُدھر دیکھو اخبار گھر میں اخبار۔ باہر اخبار۔ سرہانے اخبار۔ پائنتی اخبار۔ ایک ہمہ پیار یاں گھر میں بیٹھنے والیاں۔ کوئی قرآن آباد کرنے والیاں ہیں جنکا کوئی اخبار نہیں۔ مردوں میں جو لوگ بارسے حماقتی بنتے ہیں وہ اپنا دوارا سالے پلٹنیں نکالتے ہیں جن کو کوئی معمول نہیں اُٹھ اتنا دن جڑھ گئے کبھی شیث نت۔ آنہ تو کیا آپ اپنی کچھ منہ یا ڈونڈی کی کمائی ہوتی ہے کچھ پوت خصم کا دکھڑا ہوتا ہے۔ رشیدہ نے خصم کے ستم پر یوں صبر کیا۔ یوں جان بی حمیدہ نے سوت کو یوں الٹا آئین سے سر چڑھایا۔ زبیدہ نے خاوند کے پیچھے یوں خاک اُڑائی۔ عائشہ پوری ولی اللہ تھی یوں عبادت کرتی یوں نماز پڑھتی یوں وعظ کہتی وہ تو اللہ میاں پر عاشق تھی۔ کیسا خاوند کیسے بچے بالے۔ رقیہ نے سلائی کر کے پیٹ پالا اور رنڈاپا کاٹا۔ کلثوم کو خاوند کے ظلم سے دق ہو گئی۔ میاں جیبق الدین نرے جانگلو شکی وہمی تھے بھائی فتح اللہ پرلے سرے کے ظالم رنڈی باز تھے۔ میر نہنگ حسین نے ساری دولت چنڈو و کمبو کے توامنع کی۔ بہنو وہ پانچ حرف کا لفظ کون سا ہے جسکو مجازی خدا کہتے ہیں اگر اس کا دوسرا حرف سرے پر جوڑ دیں تو اُستاد کے معنوں میں ہو جائے غرض جتنے رسالے نکلتے ہیں سب میں یہی خزانہ بھرا ہوتا ہے کیسے ان باتوں کو کہاں تک کوئی دیکھے

کوئی حد بھی ہے بھلا جس عورت نے سیکڑوں مرد جن جن کے ہوں وہ زیادہ تجربہ کار ہو گی یا وہ مرد وا جس کے باوا نے کبھی جوب کا بچہ نہ جنا ہو۔ یہ ہمارے سکھانے پڑھانے والے سلامت رہیں مگر تبدی صاف صاف کہتی ہے کہ خالی خولی ان باتوں سے اب کام نہیں چلے گا دنیا سیانی ہوتی جاتی ہے۔ عورتوں کی سنیا بھی پلٹتی جاتی ہے۔ سو بک کے جاے ہمیشہ سوپ میں نہیں رہتے۔ ہم کو بھی اب عقل آچلی ہے۔ وہ زمانہ گیا جب ڈونیاں گاتی تھیں۔

"میری بنو ہے نادان سیانی ہونے دو"

اب بنو سیانیوں کی ایک سیانی ہوتی ہے۔ خم ٹھونک جٹ لنگوٹ باندھ کے مردوں کے ساتھ کشتی لڑنے کو موجود۔ وہ ایسا کون سا فیل (فعل) ہے جو عورت کر نہیں سکتی۔ اور آجکل تو ساری انسانیت مردوں کی لڑائی بھڑائی میں سا ہے بچے پالے ہماری بلا پالے گی۔ اڈیٹر ہم تو رنیا رہیں گے لیڈر نی بنکے جلسوں میں بکاریں گے شرع ترع یہ کے قرآت ذرا نخرے کرینگے۔ جلنے والے جلیں کیا ہم کسی کے دبیل ہیں اخبار تو بہت نکلے ہم اخبریا نکالتے ہیں۔ دیکھیں کوئی طرم ہیگ تو ان ہمارا کیا بنا لیتے ہیں۔ اے ہاں جھوٹ سچ جوڑ کے طومار بنا لینا کیا مشکل ہے۔ اپنی اخبار نویسی کا نمونہ آج دکھاتے ہیں۔ اگر پسند آیا تو آگے ایسی ایسی سنائیں گے کہ لوگ یاد کریں۔

اخبریا

(تاریخ پہیلی بھینا میران جی سنہ ترلالوٹن دن کالی جمعرات)

بے پردہ

نگوڑے میں آگ لگ جائے کیا جان کا جنجال ہو کے پیچھے پڑا ہے (آگے بھی پڑا ہے۔ پنچ) ہم لوگوں کو کہیں کا نہ رکھا۔ سودے سُلف کو حیران۔ پان تمباکو کو لاچار سیر سپاٹے میں ہارج۔ نین مٹکے کا دشمن۔ دل کی اُمنگ کا بیری۔ جہالت کی جان۔ جان کا روگ۔ جی کا وبال میاں حسرت کی بی بی غیرت جگ جگ جییں اللہ انکی مانگ کوکھ ٹھنڈی رکھے جنھوں نے اب کی اس نگوڑے کرلی کے جالے کو توم کے رکھدیا۔ وہ بالکل سچ کہتی ہیں کہ پردے کے متعلق اسلامی حکم اتنا ہے کہ عورتوں اور مردوں کو

اپنا جسم چادر سے ڈھانپ لینا چاہتے۔ اللہ اللہ خیر صلاح۔ مردوں کی چالاکی دیکھیے چادر اُتار کھسوٹ پھینکی اپنا چکھن تو انٹ لی چدریا نہیں اوڑھتے چسٹر ڈانسٹے پھرتے ہیں۔ اگر آج ہم عورتیں نہ ہوں تو یہ چادر جسمیں شرع نے عورتوں اور مردوں دونوں کو لپیٹا ہے کہیں دکھائی نہ دے۔ شرع کی بات آج تک ہم نے رکھی۔ غضب خدا کا جن مردوں کو کپڑا اتنا میسر نہیں لنگوٹی باندھے مزے سے سڑکوں پر گھومتے ہیں پھر لوگو آخر ہم بھی آدمی کا بچہ ہیں ہمارے بھی تو دل ہے اس مہنگی میں کپڑا نہیں ملتا تو کیوں میلے کچیلے کپڑے پہنیں کیوں نہ مزے سے جالی لوٹ کی ہوا کھا ہیں کے مونکھائیں کھلائیں۔ اے بی بی غیرت کے منہ میں گھی شکر اے تو سبھی جو تم لوگ بھی پردے کی قسم میں۔ رہ دہ نہ لگاتیں۔

بے جوڑ

[illegible] بیٹی اس طرح ایک اگر دال بٹیہ نے چالیس ... دبیالیس سال کی عمر میں ایک تیرہ برس کی [illegible] بالی سے شادی کی تھی ایک ایک مسلمان دوسرے کو بڑھیس لگا اور اُس نے کچھ کم پچاس برس کی عمر میں ایک بھتیجی پر ... سولہ برس کی پوزہ سے تا... جانے کی ٹھہرائی سب خدا جانے آجکل کے اماں بادا کیسے بے درد ہیں کہ اپنی لڑکیوں کو اسطرح دیدہ و دانستہ بھاڑ میں جھونکے دیتے ہیں۔ کہو ایسا ہی ہے تو لڑکی جنوانے کیوں ہو اسے ہاں ... یا پیدا ہوتے ہی گلا کیوں نہیں گھونٹ دیتے۔ اور اگر جورو پیسے کے لالچ سے شادی کی ہے تو ترکیب ہم بتلائے دیتے ہیں چکلے میں کرالو وہی چار مہینے میں اتنا کماؤ گے کہ ساری عمر مزے سے تیر ہوجائے گی۔ غضب خدا کا گویا لڑکی کو بیس برس پہلے سے رنڈسالہ پہنا دیا۔ آل انڈیا سوشل کانفرنس معلوم نہیں کہاں سنڈے یا مردے پڑی سو رہی ہے۔ کیوں سرکار کے سامنے دُہائی تہائی نہیں مچاتی اور قانون نہیں بنواتی۔ یہ سچ ہے کہ سہ
بڈھے خصم کی جورے گلے کا ڈھولنا

مگر آخر لوگوں کو خان خوبی ہو ماجیا ٹی سے کہیں زیادہ سجھتی ہے۔ نوج چھائیں پھوئیں۔ کپڑوں سے تو کافور کی بو آتی ہے اور سہاگ پٹے کی ہوس!

دل لگی بازوں کے استاد میاں پنچ نے ایک درد دولہا کا حال لکھا ہے کہ ان بیچارے بے سونڈ کے ہاتھی بن تونٹی کے بدھنے نے لوگوں کے اتنا کہنے سننے پر کہ نواب اللہ کرے سر پر سونے کا سہرا بندھے چاند سی دلھن آئے چھنّد نا سے بچے ہوں نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ بیاہ کر ہی تو ڈالا۔ اسلامتی سے یہ معلوم نہیں تھا کہ شادی میں کیا ہوتا ہے اور کیوں کی جاتی ہے۔ بچے کیونکر پیدا ہوتے ہیں اور جورو کیا ہوتی ہے۔ اماں بھی خوش بادا بھی خوش جوڑے پہنے والے بھی خوش جوڑا لگانے والی بھی نہال۔ بیچاری لڑکی کی خرابی ہوگئی میکے میں پڑی تیا سر جھاڑے رہی ہے۔ ... پہلی خطا تھی لونڈا جاہل ... تھا کہ لوگوں کے اتنا کہہ دینے پر وہ اللہ ... سمجھا کہ ہاں بھی ہم مرد ہیں۔ ... مصیبت یہ ہے کہ آجکل میاں نے ایک اور نئی پھانس لی ہے بات گھر گھر کی ہے اور میاں پنچ کی کہ پگڑیاں بھی انھیں کی سمجھ میں آتی ہیں جو دانشکار ہیں۔ آگے چل کے شاید کچھ حال کھلے۔

آج جمعہ تیس کل تھی ۲۹ پرسوں ۲۸ منگل کو سنا ہے تونا تاریخ مسٹر محمد علی اور اُن کے بھائی مسٹر شوکت علی جوڑی کی جوڑی اسٹیشن پر آدھمکی۔ شہر والوں نے خوب دل کھول کے آؤ بھگت کی۔ چوک والیوں نے بھاری بھاری ازاریں اور ساریاں مارے خوشی کے کھمبوں پر لپیٹ دیں نگوڑا جیسے نوبت خانے کے آگے سبیل نہیں ہوتی ہے۔ بلکہ ایک آدھ جگت باز نے آوازہ بھی کسا "سبیل ہے نذر محمد علی کی" وہ غل وہ ہنگامہ کہ تو بہ کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ سنتے ہیں اُنکی والدہ بھی ساتھ آئی تھیں۔ اللہ رکھے وہ بھی ہم لوگوں کی سرپرست ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ اگر کسی کو لیڈر بنانے تو مسز حسرت کی سی جورو اور مسٹر محمد علی کی سی ماں دے۔ نہیں تو میں سچ کہتی ہوں لیڈری میں کچھ مزا نہیں۔

ایک میاں زرے گھورے خوش پوشاک نہ خاک اتے نہ خاک پتے نام کے طرم بیگ قرم دبنگ ایک روٹی کے ٹکڑے پر ساری دنیا کے مالک بننے والے جورو کے برتے پر لیڈر بنے پھرتے تھے سارا مال تال دھوکے دھڑی میں موس لیا جب وہ بیچاری کھکھ ہوگئی تو اتنا دق کیا کہ رسیاں تڑا کے علاحدہ ہو بیٹھی سنتی ہوں مقدمہ چلنے والا ہے نگوڑا کیا زمانہ ہے خدا ایسے خدائی خواروں سے بچائے۔

جب سے یہ نگوڑی جنگ چھڑی ہے مردوں اور عورتوں کا تھوڑوں میں دم آگیا ہے۔ مردوؤں سے عورتوں نے لاکھ لاکھ کہا سہ
میں لٹ کر جانے نہ دوں گی
مگر ان اللہ کے بندوں نے ایک نہ سنی۔ تن تو بڑا باندھ۔ ن جو چڑھتا ہے تو زن سے میدان کی طرف دُم کی لنگوٹی کر گئے۔ اب جورو بیچاری گھر میں بیٹھی جوانی کے نشے میں جمائیاں لیتی ہے۔ آخر کب تک صبر کرتی بیٹھے سے بیگار بھلی اُس نے بھی میاں کا غم غلط کرنے کو کسی سے آنکھ لگالی۔ آجکل سنتی ہوں کہ ولایت میں "خصم چھوڑ" بیماری بہت پھیل گئی ہے۔ کوئی مقام ہے اسکاٹ لینڈ وہاں کی کچہری میں ایک سلاٹ نے اپنی جورو سے طلاق مانگی ہے کہ کوئی اللہ کا بندہ میری بندی چھڑا دے لاٹ صاحب جورو کی بدی اور ... میں کر دی گیا۔ ۸ برس ہوئے اس کمبخت کا اور میرا ساتھ ہوا دو بچے بھی ہوئے۔ خوب نبھتی تھی جب جنوری (سنہ ...) ہتیارے کی بدولت لڑائی ٹھنی تو میں نے نام لکھوا لیا اور کنعان میں زلیخا کی زیارت ... اس درمیان میں ... کئی مرتبہ ... کیسے بیوی پہلے تو اچھی ... [illegible]

پلٹی کر خط بھی لکھتی تھیں تو دو بول طلاق کی طرف سے اور تین چار برس سے تو جواب لکھنا ہی بھول گئیں۔ ایک آدھ دفعہ میں اُنکے اشتیاق میں فرانس سے گھر آیا مگر وہ گھر چھوڑ کے چلدیں۔ بہت ہاتھ پاؤں جوڑے گر قصور نہ معاف ہوا نگیں بہانے بازیاں کرتے رہے "مجھے تم سے کبھی محبت نہ تھی۔ شادی ہی غلط ہوئی تھی۔ یہ تھا وہ تھا"
عدالت نے بچے خصم کے حوالے کیے کہ تو تو اپنی علانات پالو اور طلاق دلوادی۔

آجکل کونڈا اکرکٹ کے محکموں یعنی نسپلٹیوں کو نئے آزار نے گھیرا ہے۔ رنڈیوں سے زبردستی کا بیر باندھا ہے۔ گرد نیں کپڑ کے شہر سے نکالنے پر تیّن دیتی ہیں۔ آمادہ مقرر ہیں۔ انبرسر ادھر امرتسر اور دوسرے کونڈا اعداللہوں نے طے کر لیا ہے کہ کتنے رہیں گے سور اور ٹیں سے گا ان اللہ کی بندیوں کا بنس نہ رہنے پائیگا۔
ہماری سرکار نے شراب اور افیم کو مضر سمجھ تو بڑی بڑی پالیسیکل مادہ یا قیمت الاتوی کردی مگر یوں دور کی سی کبھی نہیں بنایا۔ افیم بھی شہر میں موجود ہے۔ نگوڑا اکالا پانی بھی دنادن بک رہا ہے گیا یہ مرنے جوگیاں افیم زور کالے پانی سے بھی بدتر ہیں۔ ان کو چاہیے تھا کہ پوری خرچی ٹیکس میں لیلیں مگر نکال باہر نہ کرتیں ــــ ہے ہے بیچاریاں گھروں سے بے گھر ہوتی ہیں۔ اللہ جانتا ہے شہر والے بڑے بے مروت ہیں۔ نکاح میں بیاہ میں خوشامدیں کرکے ان کو بلاتے ہیں اور جب اپنا کام نکل جاتا ہے تو یہ دن ٹھیکری کھ لیتے ہیں۔

کلکتہ بھی آجکل شہر شملہ بنا ہوا ہے۔ ایک طرف تو توڑ ڈاکوؤں نے اُدھم مچا رکھا ہے دوسری طرف نگوڑے لفافیے مربھکوں نے۔ ایک صاحب نے اپنی شادی کی۔ اور ہوٹل میں دوستوں کو خوب کھانے کھلائے مگر قرض اب ہوٹل والے نے نالش کردی تو معلوم ہوا کہ شادی کا تمام سامان قرض دام سے آیا ہے۔ ساری دنیا ہندوستانیوں کو بڑا کہا کرتی تھی کہ یہ لوگ جیسا پاس کچھ ہو یا نہ ہو مگر اپنی جوڑو دیا ندھ لیتے ہیں۔ اب ان صاحب بہادر کو کون کہے۔

سند کا چونگا

رنڈی کا بھی چمکے گا ستارا
گردش میں سدا یہ آسماں ہے

جو کام بڑے بڑے رئیس امیر نک گھسنی مہری ٹیک ناجالوجی چاپلوسی بو الہوسی خوشامد قوم فروشی کرکے نکالتے ہیں۔ وہ ہمارا جنس نخرے غمزے کرکے ناچ کے گا کے پیڑ کے وہ کرکے نکال لیتی ہے۔ خبروں کے کاغذ میں کون ایسا آنکھ کا اندھا نام نین سکھ ہوگا جس نے یہ دھوم دھامی خبر نہ لکھی دیکھی ہو کہ غازی پور کی ایک خیرخواہ سرکار طوائف نے اب سے دو برس پہلے کے جشن میں جو جلسہ ہوا تھا اس میں سرکار کو ایسا لبھایا رجھایا ایسا لہلوٹ کیا کہ خوشنودی کا پروانہ حاصل کرلیا اب دشمن میری انگاروں پر لوٹ رہے ہیں صاحب جب سند ایسی کنی گزری ہوتی تو یہ رنڈی دیتے۔ کسیں جب راضی ہوئی اُسی کے پاس چارہی تو ہم ہیں اور ایک سند ہی بازاروں میں ترقی ہی کیا۔ جلنے والے لاکھ جلیں اُن کے جلنے سے کس کا کیا بگڑے گا۔ ہماری سرکار تو ہم سے خوش ہے وہ تو ہم کو وفادار سمجھتی ہے۔ مگر آخر عورت تو ہی اس بات پر کڑھتی ہے کہ سند دینی تھی تو بھرے دربار میں دی ہوتی۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ وقت بھی آئیگا جب آن ٹوٹ جائیگی کہ بھرے دربار میں کرسی دینا اور بات چیت کرنا بڑی بات ہے اور لوگوں کا جلنا بھی بیکار اگلے زمانے میں جہاں مردوں کو خلعت کے ساتھ ہاتھی نالکی پالکی گھوڑے اونٹ دوشالے رومال دیے جاتے تھے وہاں انعام اکرام میں بھانڈوں اور رنڈیوں کو بھی یہی چیزیں خوش ہوکے دی جاتی تھیں پھر لوگو اگر ہماری سرکار نے سند دی تو کیا بُرا کیا۔ اسی طرح بڑھا کے کرسی دینا بھی پُرانی رسم ہے آج بھی رنڈیاں امیروں کا کھلونا ہیں شادی بیاہ میں ناچتی گاتی بغل گرماتی اور کرسی تو کرسی میاں کی گود میں بیٹھتی ہیں اگر دربار میں کرسی مل گئی تو امیر امرا کو بُرا ماننے کی جگہ نہیں ہے۔

سنتے ہیں کہ آئرلینڈ میں ایک عورت نے اکیلے گھر کے اندر باغیوں کے تڑا نہ چلے آنے پر ایسی گولیاں چلائیں کہ جوسے باغیوں کے دانت کھٹے کر دیے بھاگتے ہی بن پڑی۔ اسے جو ہم لوگوں کی پلٹن بنائی جائے تو مردوں کو دوہرے ہتیاروں سے مار بھگائیں۔ ایک طرف تو نگاہوں کے تیر اور بھوؤں کے خنجر چلائیں دوسری طرف گولیاں داغیں۔ بھلا ہماری مار کوئی سہ سکتا ہے سہ

حریفِ غمزہ ہائے خونِ چکانِ من نۂ باغی
بدست آور رگِ جانے و نشتر آزما شاکن

آجکل بیچارہ ایران دہرم میں پھنسا ہوا ہے سنتے ہیں کہ ایران کی عورتیں بھی بڑی بہادر ہیں مردوں کے کان کاٹتی ہیں۔ آخر کیوں یہ لوگ عورتوں کی فوج نہیں بناتے لے ہا۔ خود تو نگوڑے حینڈ وغیرہ شراب کباب میں غلیں ہیں۔ میں اپنے سلطۂ عورتوں کو بھی گھر میں بٹھار کھا ہے اس سے فائدہ ؟ آخر ترکیں بھی تو عورت ہیں پھر دیکھو آجکل یہ میدان جنگ میں کیا کام کر رہی ہیں۔ بڑے بڑے تجربہ کار کہتے ہیں کہ مردی کچھ مردوں ہی پر موقوف نہیں۔ یہ تو خدا کی دین ہے اسلیے اسکا نام بھی مونث ہے۔

ایک مرکا کی بہادر عورت کا ذکر ساری دنیا میں ہو رہا ہے ان بی صاحب کو روز نیا جوڑہ بدلنے کا روگ ہے چودہ جوڑ بیاہ کر چکی ہیں اور شاید جبتک کی زندگی لکھا کے آئی ہیں اُس وقت تک ہر سال بانس پیا کی طرح بیاہ رچاتی رہیں گی۔ ایک وہ بیٹھنا ہندوستان ہی پر موقوف ہے۔ انکا شوہر شکایت کرتا ہے کہ صاحب اس مرد مار عورت سے میرا نباہ نہ ہوگا غصہ میں یہ عورت ایسی نشانہ باز ہو جاتی ہے کہ زیور کھینچ کھینچ کر مارتی ہے اور کبھی خالی نہیں جاتا یہ بات کچھ جھوٹی معلوم ہوتی ہے بھلا امریکا میں عورتیں بھاشی نیو رک بھیجتی ہیں یہاں شاید پھکنی دیپنے توے جلتی لکڑی سے میاں کی خبر لیتی ہوگی مارے شرم کے تو لیتے نہیں نگوڑا اُٹھتا ہے اور پھر بھی عدالت میں کھڑے ہو کے ٹسوے بہاتا ہے غیرت نہیں آتی۔

راقم اخبار نویسہ بقلم منطق آرا بیگم

گرانی اور کلرک

دہائی ہے تمہاری ہے جو قصائی ہے لٹے جاتے ہیں گھٹے جاتے ہیں۔ دین و دنیا سے چھٹے جاتے ہیں۔ پنچ بہادر کی دہائی اور نامہ نگاروں کی سہائی۔ کوئی نہیں سنتا۔ کوئی نہیں پوچھتا سب چھوٹے بڑے کانوں میں تیل ڈالے بیٹھے ہیں۔ برعکس یہ رائے ہے کہ اب ترقی کی ضرورت نہیں ایک دفعہ ٹکا سا ٹکا بٹ چکا ہے اب کیا ضرورت ہے جنکو اُس وقت نہیں ملا۔ اُن کو ملنا چاہیے ارے غضب واے بحال ما۔ کسی اُستاد کا شعر ہے ؎

اُنکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منھ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

ہم اپنا کلیجا نکال کر کھ کی لیا نیجا سچ کر عدالت میں کسی قدر صاف ستھرے کپڑے پہن کر جاتے ہیں۔ صاحب بہادر سمجھتے ہیں منشی ہمارا خوشحال ہے اُسکو ترقی کی ضرورت نہیں۔ واہ ری پھوٹی قسمت اور اُلٹی تقدیر۔

... بھئی خیر تو ہے۔ یہ کیا ہنوا اڑا اکار ہے ہو۔ کیا مصیبت نازل ہو گئی۔ کیا مشکل درپیش ہے۔ یا کہیں شیطان نے انگلی دکھائی؟

... رنی آواز بنا کر) واہ حضرت واہ۔ اچھی مصیبت میں پھنسی ہی۔ یہاں تو جان کندنی کی حالت ہے اور آپ زخم پر بجائے مرہم رکھنے کے نمک چھڑکتے ہیں۔ سچ ہے مصیبت کے وقت کوئی ساتھی نہیں حواس بھی فقرو اہو جاتے ہیں۔ خداوند کریم کسی کو بے بس نہ کرے یا بقول پادری صاحبان آزمائش میں نہ ڈالے۔

ارے میاں کچھ منھ سے تو بولو۔ سب سے پہلے یہ تو بتاؤ کہ ہو کون۔ کس کھیت کی مولی کس کیاری کی بتھوی ہو۔ کہاں بندھتے ہو تھان کہاں ہے۔ خرگاہ کہاں ہے آپ کون ذات شریف ہیں۔ عراقی کہ خراسانی جو اس طرح تھپیڑوں سے بیزار تھا ندہ لوگوں کی ایسی صورت بنائے ہائے ہائے کر رہے ہیں۔

سچ ہے میاں سچ ہے۔ اللہ نے چاہا اور اُسکے حبیب نے چاہا تو جس دن تم مروگے ہم بھی کہیں گے یہ مارکیا دم چرایا ہے اُٹھ کے چھیو۔ ارے جائیے حقیر کوئی پھڑ پڑا نہیں کہ پاؤں سمٹ گئے دم ساد ھے۔ زاہد ریائی نہیں کہ روزہ ایک نہ رکھے اور باہر نکلے تو تسبیح ہاتھ میں مسواک کی پٹریاں ہونٹوں پر۔ لیڈر قوم نہیں کہ تن میں شیخ فریدہ اور بغل میں اینٹیں ہوں۔ لا مجی حکیم نہیں کہ اچھے بھلے آدمی کو نبض دیکھ کے مدقوق بنائے۔ یہاں ظاہر و باطن یکساں ہے۔ بلکہ باطن کا حال ظاہر سے عیاں ہے وہ زمانہ گیا جب خلیل خاں فاختہ اُڑاتے تھے۔ ایک وقت تھا جب ؎

مرا چنیں چہرہ گلفام بود
بلو نیم از خوبی اندام بود

اب وہ دن گدھے پر بار ہوکے سمندر پار گئے۔ تو بھائی ؎

آدمی را بچشم حال نگر
از خیال پدی ددی بگذر
کل کا لیپا گیا جھڑ اسے
آج کا لیپا دیکھو آئے

یا حضرت اتنا کچھ کہہ گئے پھر بھی یہ چیستاں نہ معلوم ہوئی کہ آپ ہیں کون صاحب؟

معقول یہی کہتے تھے کہ ہم اڑتی چڑیا کے پر گنتے ہیں بڑے قیافہ شناس ہیں ایسے ہیں ویسے ہیں آپ کو اینجانب کی دستار کثیف رفتار شریف اندام نحیف آواز ضعیف سے بھی معلوم نہ ہوا کہ ہیں کون ہیں۔ فدوی قلم در گوش دستہ در بغل عینک بر چشم کو آج مصیبت زدگان کچہری میں ایسا کوئی نہیں جو نہ جانتا ہو۔ اے جناب بندہ ہے کچہری کا کلرک لوگ اہلمد کہتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ مدت ہوئی مدجاتی رہی اب دوات کے کھرل میں قلم کے دستے سے حرفوں کی اکسیر تیار کیا کرتا ہوں۔ دن بھر اسی سحق بلیغ میں گذر جاتا ہے۔ بیل کے منھ پر غلہ روندتے وقت کپڑی چڑھائی جاتی ہے کہ منھ نہ ڈال دے۔ بندہ کے منھ پر قدرتی کپڑی گرانی نے چڑھا رکھی ہے علم قسم جو جگالی کی نوبت بھی آتی ہو بھلا خالی پیٹ میں کوئی جگالی کیا کرے۔ اسکے علاوہ سو گرانیوں کی ایک گرانی بی گھر بیسی ہیں جو بھوک میں بھی پیٹ بھری رہتی ہیں کبھی ہلکی پھلکی نہیں رہتیں۔ موتی جگتی ہیں لال اگلتی ہیں پالنا ہم کو پڑتے ہیں۔ یہاں پیٹ میں خاک اُڑتی ہے وہاں صاحبزادے کو خالی میدان قلابازیں لگانے کو ملجاتا ہے۔ عجب بے کہے کی عورت ہے نہ صلاح لیتی ہے نہ مشورہ۔ سال میں ایک جھول نکال لیتی ہے گویا شادی کی سالگرہ پیٹ میں لگتی ہے خدا جھوٹ نہ بلائے ایک درجن گرہیں اب تک اس ناڑے میں لگ چکی ہیں۔ جب گھر میں جاتا ہوں معلوم ہوتا ہے تھیٹر کے اسٹیج پر پہونچ گیا پرانا تھیٹر کے فوج کی فوج کھڑی ہو جاتی ہے ایک جیب ٹٹولتا ہے ایک کندھے پر چڑھتا ہے ایک ٹینٹ کا جائزہ لیتا ہے ایک دامن گھسوٹتا ہے ایک قلم لیے بھاگتا ہے ایک پگڑی سے چھوا چھو کھیلتا ہے۔ دہائی ہے۔ بھلا ان چھیس گول گول کھلیون اے تو یہ بھول گیا اتھا کاغذ کی جھنبوں کو دیکھیے اور اس فوج کو دیکھیے۔ لائڈ جارج بیچارے انگلستان میں اُدھم مچائے ہوئے ہیں کہ ہائے اتنی بڑی فوج کو کہاں سے پالوں بندہ ادھر غل مچاتا ہے کہ اپنا بھی یہی حال ہے ؎

آعندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے فوج کہہ تو میں چلاؤں ہائے پیٹ

روپے کا سوا پانچ سیر آٹا جسمیں جوار کی ملونی۔ پانچ آنے سیر ارہر کی دال روپے کے چار سیر چاول۔ چودہ چھٹانک کا تیل جسمیں گلوا اور بنولے کا میل۔ گھی اور چربی میں اول سے ڈیڑھ بد لول ہے دودھ اور پانی میں بڑا اتا یارا نہ ہے۔ روٹی کو دیکھ کے رقت طاری یا بقول لالہ گڑ بڑ سہائے رونائی آوت ہے۔ ایک لحاف کے وسیع میدان میں ڈیڑھ درجن بچوں کی پلٹن لیسنس اسلحہ سے مستثنیٰ قواعد کرتی۔ خالی گھر ہے دیدہ یا خالی پیٹ میں ہوا بھرے بلی گاردیر دھاوا کر رہی ہے۔ چھٹانک ستے کی توپ چھوٹی وہ دھڑ تی دھماکے کا گولا چلا۔ دن۔ ٹر۔ بھڑ۔ اس چاند ماری کی تماشے

دماغ کی درنالی بندوق میں خود بخود دینک بھی پیدا ہوئی مگر قسمت کی گردش نہ تیغ سرکاری نہ کل جلوؤں کی بیر الگ جلوہ رہے۔" بزن وکشن یہ ستقد یہاں کا تاقیا جکت دی۔ یہ ہملا یاد رکھایا۔ ایک چادر میں کہ بھر رسدی حصے پر ہر ایک کا قبضہ۔ تو تلے میں اور پر بلے ہائے سردی لگتی ہے۔ دیکھو بڑے بھیا سارا لحاف چھینے لیتے ہیں۔ بچوں کے علاوہ بچوں کی بلاؤ الگ چھیڑ طوں سے بیزار۔ خود ہی جھنکتی ہیں اور خود ہی کڑھتی ہیں۔ لاکھ لاکھ سمجھایا کہ صاحب ذری طبیعت کو روکو گران کی جوتی مانتی ہے۔ صبح ہوئی اور تنخی بھولی۔ اللہ میاں کو دیکھیے انسانوں کو عقل دے کے ساری ذمہ داری سے چھٹی پاگئے جاہیے کمائیے کھائیے پہنیے اوڑھیے بہت خوب یہ سب منظور مگر آپ کو تو پیار کرنے کی اور اپنے بندوں کی تعداد بڑھانے کی عادت ہے اس کو کسی قدر دیکھیے بھلا یہ دائی جنائی کا خبط کس کے گھر سے آئے۔ آپ کے گھر میں تو آج کل نہیں کبھی کاذکر ہے کہ تیل کے گلگلے اور چاول کا رتم دکھائی دیتے تھے سو اب وہ بھی ندارد۔ اور جو مل بھی جائیں تو دائی کیوں ماننے لگی۔ وہ تو بے روپیہ نال کٹائی لیے ٹلتی نہیں۔ مرغی، بندر، بچھو، شیر، ہاتھی کسی کے یہاں اس ترکیب سے بچہ نہیں ہوتا کہ بچہ نکالنے کے لیے دائی درکار ہو۔ نہ تیل کی ضرورت نہ دھامے ہنڈی کی حاجت۔ آج کو عقل نہ ہوتی تو بی بی بجائے بچہ دینے کے انڈے پر قناعت کرتیں۔ یہ مصیبت کاہے کو ہوتی یقین کرتا ہوں کہ دائی نہ بلاؤ میں خود موجود ہوں مگر وہ اللہ کی بندی کسی طرح راضی نہیں ہوتی۔ خدا جانے دائی آئے گی تو کیا دونا کرے گی میری کل کی گری میں بوجہ ناتجربہ کاری تو یہ بھی احتمال ہے کہ شاید ایک آدھ کی تخفیف ہو جائے۔ کھلونوں جیسے دن نہ بچوں پوتڑوں گھٹی کی دواؤں کی فکر سے بچاتے ملے۔ پھر اس کشاکش میں اگر کوئی مہمان صاحب وارد ہو گئے۔ تو سمجھ لیجیے کہ عزرائیل آگئے۔ کہاں بٹھائیں کیا اوڑھائیں کیا کھلائیں۔ زمانہ وہ آیا ہے کہ رشوت کی جگہ کوئی پیسے کی رشوت بھی نہیں دیتا۔

اول تو بندہ رشوت کے نام سے کوڑی نہیں لیتا ہاں یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص حق الخدمت میں کچھ دے نکلے۔ یا تحفۃً کچھ پیشکش کر دے تو وہ بےشک حلال ہے خدا کے نزدیک بھی بنجوں کے نزدیک بھی.............اگر کوئی اس طرح کے لینے کو بھی رشوت میں شامل سمجھے تو یہ اُس کی سمجھ کا قصور ہے۔ کیا معنی کہ ہمارا اودھ مہاراجوں کے یہاں جب کسی بڑے حاکم کی دعوت ہوتی ہے تو مرغن کھانوں اور آتشبازیوں کے علاوہ اکثر بیش قیمت موتیوں کے ہار نذر کیے جاتے ہیں۔ خود حاکم صاحب نہیں تو میم صاحب کو سہی کی شریعت نے آج تک ان تحائف کو رشوت میں داخل نہیں کیا ہاں صبح یہ آلو گوبھی وغیرہ کیلا نارنگی یا چائی کی ڈالیاں جو لگائی جاتی ہیں یہ البتہ بعض کے نزدیک رشوت میں داخل تھیں تو سنا ہے کہ ان کی روک ہو گئی ہے۔ دورے پر حاکم لوگ جاتے ہیں۔ تو گاؤں کے زمیندار بھوسا، اکھلی، پیال، گھاس، ایندھن، لکڑیاں دعلانے کی نذر کرتے ہیں اپنی خوشی سے نہیں تو تحصیلدار صاحب (مہتمم رسد) کی خوشی سے سہی یہ بھی رشوت میں داخل نہیں۔ رئیسوں کی گاڑیاں موٹریں حاکم کی سواری میں تا زمانہ ملازمت رہتی ہیں۔ کرایہ کی تخفیف خرچ کی تخفیف ہو جاتی ہے یہ بھی رشوت میں داخل نہیں غرض بندہ کچھ بھی رشوت نہیں لیتا۔ صرف اتنا قصوروار ہے کہ جب گھر سے کچہری چلتا ہے تو ایک چھوٹے بچے کو ساتھ لے لیتا ہے۔ لیجانے میں دقت تو ہوتی ہے لیکن اس دقت کے کارن نفع سے ہاتھ نہیں دھو سکتا جب کچہری پہونچا پیسے کے امرود لیکے بچے کے ہاتھ میں پکڑا دیے۔ ٹاٹ پر بٹھالیا اب آپ آئیے۔

"منشی جی منشی جی فلاں کام ہے" منشی جی کو کیا غرض جو جواب دیں پانچ چار مرتبہ کے بعد بولے تو اتنا "کہا کیا جان کھائے جاتے ہو حساب بھلا دیا لاحول ولا قوۃ تم آدمی ہو" پھر کام میں مشغول دو گھنٹے تک یوں سزا دی اب لڑکے کو اشارہ کیا وہ پہلے ہی سے سدھا ہے

نگار و نے "ہائے جھنجنا ہائے چیز لوں گا ہائے مٹھائی ولے پوڑی" آپ جانیے دفتر کوئی حلوائی کی دوکان تو ہے نہیں مجبوراً انھیں حضرت سے کہا "بھائی ذری تکلیف کرکے اس لڑکے کو باہر سے سودا لادو" اتنا کہا اور جیب ٹٹولی وہاں کیا رکھا ہے آخر بچارے نے روپیہ نکالا "ارے بیٹی اس کی کیا فکر ہے۔ یہ تو بچہ ہیں ہر وقت یوں ہی ضد کریں گے" بیٹے اُن سے لے لیا کسی سے ایک آدھ پیسہ لے کے بچے کے حوالے کیا۔ بھلا بتائیے تو سہی اس طریقے سے جو کوئی کچھ دے جائیے وہ رشوت کی حد میں داخل ہے! ہرگز نہیں۔ نہ میں نے کچھ کسی سے مانگا نہ کسی نے مجھے کچھ دیا۔ مگر ہائے تقدیر اس طرح بھی جو کچھ ملتا ہے اُسے بھی دوسروں کا مقدر شامل ہے جاما آنے چپراسی صاحب بہ اخفائے جرم وراز داری لے بھاگتے ہیں۔ پھر سررشتہ دار صاحب بھی آخر حقدار ہیں انھیں کچھ نہ ملے تو شکایتی رپورٹ نہ کریں۔ معاذ اللہ خدا نے کسے دیوتا کو پوجا نہ چڑھائی جائے تو بدر کے دارسے لوکھلا نہ دیں۔ اب آگے بڑی بڑی سرکاریں ہیں ان کا نام لوں تو۔ بان منہ میں کہ جیسے کو رہنے پائے۔ بھلا جن لوگوں کے ہاتھوں میں ترقی و تنزل کی باگ ڈور ہو یاں یوں کہیے کہ بندہ سرافگندہ کی نکیل ہو ان سے کہیں سرکشی کر سکتا ہوں۔ اس پر یاد نوجن ہیں دو چار پیسے ملے بھی تو ڈر کے مارے انگ کو نہیں لگتے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب کا ڈر۔ ڈپٹی صاحب کا ڈر۔ کلکٹر صاحب کا ڈر۔ جج صاحب کا ڈر۔ جوڈیشل صاحب کا ڈر۔ کمشنر صاحب بہادر کا ڈر۔ پولیس کے کپتان کا ڈر۔ اکونٹنٹ جنرل صاحب کے معائنہ کا ڈر۔ ہیڈ کلرک صاحب کی دوڑ دھوپ دیر سویر آنے کا ڈر۔ اس کا ڈر اُس کا ڈر۔ دھڑکوں میں جان سوکھی جاتی ہے۔ دن بھر کچہری میں اتنے ہتوں کے درمیان جیسے تیس دانتوں کے بیچ میں زبان۔ اب سنیے کہ جہاں ڈر وہاں میرا گھر کیا معنے کہ سو ڈروں کا ایک ڈر بی گھر بی کا ہے۔ ان کی ناز برداری نہ کیجیے تو رات بھی آرام سے نہ کٹے۔

پنچ بہادر، نامہ نگاران و خریداران پنچ بہادر اب اسکا
فیصلہ آپ ہی کے سپرد ہے انصاف کیجیے ایک زمانہ
تھا کہ کلرکی سے ہم لوگ بڑھتے بڑھتے نائب تحصیلدار
بھی ہو جاتے تھے اور جہاں اس راستے پر آئے تو ڈپٹی کلکٹر
تک پہنچ جانا کوئی دشوار امر نہ تھا۔ اب وہ ڈر بالکل بند ہی کر
دیا گیا۔ اب تو گھٹ گھٹ کر اسی میں جان دینی ہے۔
جب کوئی موقع ترقی کا ہوتا ہے تو یہ حالت ہوتی ہے
کہ پہچان پہچان کر ترقی دی جاتی ہے۔ تم میں لیاقت نہیں
کبھی اس جگہ پر تم نے کام نہیں کیا۔ فلاں کام خراب کیا۔
تم ترقی نہیں پا سکتے۔ فلاں دفعہ کی رو سے تم ترقی سے
محروم۔ کوئی سرٹیفکٹ حاصل نہیں کیا اسلیے اس لائن
میں نہیں جا سکتے۔ فلاں شخص کی ملازمت تم سے زیادہ
ہے۔ وہ اس جگہ کے لیے تم سے زیادہ موزوں ہے۔
تم اس جگہ پر کام نہیں کر سکتے۔ تم ۱۹۲۷ء کے ملازم نہیں۔
یہ انتظام اُردو لائن کا ہے۔ اسمیں اُردو داں کو ترجیح
فوقیت دی جائے گی، تم تو انگریزی داں ہو۔ اُردو
کے ساتھ انگریزی جاننا گویا گناہ کبیرہ ہے۔ اب اگر
درخواست دیجیے تو آگے کوئی سننے والا نہیں۔ بلکہ
اُلٹی دھونس کہ آپ انتظام پر درخواست دیتے ہیں۔
اُن تو دل گردہ یا انکی اسکیم میں گریڈ اس طرح قائم
ہیں کہ پچاس روپے تک پہونچنا گویا ہفت خوان طے کرنا
ہے۔ اگر زندہ بچے اور کل مرحلے طے کر جائے تو شاید
پچیس تیس کی ڈگری ہی میں قلابازیاں کھایا کرتے ہیں۔
یہی حالت ہم سب کی ہے۔

۲۰ جنوری کے انڈیپنڈنٹ میں پارک ماسٹری کے
کلرکوں نے بھی واویلا مچائی ہے کیونکہ یہ عالمگیر مرض
سب دفتروں میں موجود ہے اور مرض بھاری ہے۔
چند روز سے بہت ہی دل خوش کن خبریں ٹڈی دل
کی طرح اُڑ رہی ہیں کوئی ترپن فیصدی دلواتا ہے کوئی
پچاس فی صدی۔ کوئی کہتا ہے کہ انڈیا گورنمنٹ نے
تینتیس فی صدی منظور کر لیا ہے اور لوکل گورنمنٹوں
کو اجازت دی ہے کہ اب زائد جس قدر دینا مناسب
ہو الاؤنس کے نام سے دو۔ کوئی کہتا ہے کہ پچاس
روپے کی تنخواہ تک پچاس فی صدی ترقی دی جائیگی۔
مگر یہ کب ملے گا۔ اس کا ابھی کہیں ذکر نہیں ہے۔

اور یہاں یہ حال ہے۔ ع

تا تو بہ من میرسی من بہ فدا می رسم

علاوہ بریں ان تینتیس فی صدی ترقی میں سے ایک پائی بھی
نہیں۔ سولہ آنے کے چار آنے رہ گئے ہیں اور وہ بھی
نکل سکے اب یہ ترقی جب ملے گی تو ملازمین کو دیوالیہ ہونے
سے کہاں تک بچائے گی ذہن میں نہیں آتا۔ جنھوں نے
اپنی پُرانی جائداد۔ پس انداز گرو رکھ کر یا کلیجا مسوس کر
خرچ کر ڈالا ہے اور ابھی عزت آبرو اور بڑوں کا نام
قائم رکھا ہے اس جائداد کا کیا حشر ہوگا سنتے سنتے
مہینوں ہو گئے مگر بی ترقی صاحبہ کی سواری نہ آج
آئی ہے اور نہ کل لائن کا ڈولا ہو گیا۔

بظاہر تو ہیں پورے مختار ڈپٹی
مگر جھگڑوں سے ہیں بیزار ڈپٹی

لوگ سمجھتے ہوں گے کہ ڈپٹی ہونا اور جنت میں جانا برابر
ہے۔ پتھر پڑیں ایسی سمجھ پر ارے میاں ڈپٹی ہونا بڑی
مشکل کی بات ہے۔ ڈنڈے گو پالی کی ڈال پٹیک چیا
کی بپے ٹھائیں ٹھائیں کی ٹے یہ وہ گوئی کی لے سے
مرکب ہو کر یہ دو پاؤں کا جانور بنا ہے یعنی ہم تو
اپنے تجربے کی بات کہتے ہیں چاہے مانو یا نہ مانو واللہ
وہ بھی کیا دن تھے جب اینجانب کے اسم مبارک میں اس
عہدے کا نام شامل نہ تھا۔ چھوٹی سی زمینداری
اور اُسکی برکات کا حال کیا بیان کروں اپنی نیند
سونا اپنی نیند جاگنا اسکول سے فرصت ملی بغیا میں
آئے آم امرود کیلے نارنگی کے رسیلے پھل توڑے
کھائے کھلائے خدا بھلا کرے والد مرحوم کا جنھوں
نے انھیں پھلوں کی ڈالی لگا لگا کے ہم کو ڈپٹی بنوایا
اور کوڑی کام کا نہ رکھا۔ انصاف کیجیے یہ بھی کوئی
زندگی ہے۔ صبح اچھی طرح روشن بھی نہیں ہوئی کہ
ڈپٹی صاحب پھونس کی جھگیا یعنی اپنے آشیانے میں
چارپائی کی چول سے چوں چوں کرتے اُٹھے۔ کیسی
نماز کیسا خدا کا نام اُٹھتے ہی آرام کرسی پر جا ڈٹے
ذلیفہ کی کتاب یعنی مقدمات کی مسلیں میز پر ڈھیر
دیکھیں پیٹ میں غٹر غوں شروع ہوئی رفع قبض کا
کا نسخہ ہاتھ لگا بارے پیٹ سے جلد ہی فراغت ہوئی۔
آدھی رات تک فیصلہ لکھا اور نامکمل چھوڑا تھا وہ
سامنے رکھا تکمیل کی فکر تھی کہ نظر ایک لفافے پر جا پڑی
جس پر سرخ روشنائی سے 'ضروری' کا حواس گم کن
نقشہ کھنچا ہوا تھا۔ اس لفافے میں جو کچھ ہے وہ راز ہے
اگر کسی کو اس راز سے آگاہی ہو جائے تو ڈپٹی گری کا
بھرم جاتا رہے۔ اس لفافے میں جو کچھ ہے وہ عدالتی
اصطلاحات میں ہے اور اس کا خلاصہ صرف اس قدر
ہے کہ رپورٹ کیجیے، رہا سہا نیند کا خمار لفافہ دیکھتے
ہی غائب غلہ آنکھیں کھلیں عینک جو کہ منجملہ لوازم
ڈپٹی گری ہے صاف کی اتنے میں چپراسی نے کانپتے
ہوئے ہاتھ سے دوسرا بد رقم لفافہ پیش کیا اس پر
"ڈی، او" (نیم سرکاری) تحریر ہے۔ ڈی او ذاتی
ہے اُن دو اکھروں کا جن سے سکون قلب کا بھوت
بھاگتا ہے۔ ٹھنڈی سانسیں شروع ہو جاتی ہیں۔
رازداری کی رگ کو ہیجان ہوتا ہے۔ تین روز سے
حاکم اعلیٰ کی غیر حاضری میں پوسٹ مین کی ڈیوٹی بجا لا
رہے دیکھیے صاحب خوش ہوتے ہیں یا ناراض۔
استقبال کے لیے جانا ضروری ہے۔ کہیں سے موٹر
منگانی چاہیے۔ اب چپراسی صاحب پھر بلائے ناگہانی
کی طرح دھر دھمکے۔ نصف درجن معززین کا دردولت
پر دھاوا ہے "اچھا بھئی بلاؤ" آداب عرض تسلیمات
عرض۔ مزاج شریف۔ یہ بات وہ بات۔ ان سے
پیچھا چھوٹا نہ تھا کہ ایک بھاری بھرکم خان بہادر مع
ایک بندوق اور دو ریوالور تشریف لائے خان
بہادر کا دروازے پر استقبال ضروری ہے کیا معنی
کہ خان بہادر کوئی خدانخواستہ معمولی آدمی نہیں ہیں
ابھی کل کی بات ہے کہ ایک آنریبل رائے صاحب
نے محض اس جرم پر کونسل میں باضابطہ سوال کرنے
کی دھمکی دی کہ ڈپٹی صاحب ادھر سے موٹر پر جا رہے
تھے رائے صاحب ادھر سے آ رہے تھے اتفاق کی بات
دونوں کی بول چال نہ [illegible] ناک [illegible] کی۔ ڈپٹی صاحب
کو [illegible] آ [illegible] [illegible] صاحب سلام
کی رسم ادا نہ ہو سکی موٹر پیچھے کا [illegible] یہ ادا نہ ہو سکا
اور [illegible] خان بہادر [illegible]

پان لاؤ۔ حقہ لگاؤ۔ خان بہادر آرام کرسی پر میراث پدری کی طرح قابض ہیں خدا معلوم کتنے حاکموں مسٹروں اسکوائروں کی داستان چھیڑ دی جیسی اسٹیشن ماسٹر ٹکٹ کلکٹر پادری صاحب۔ لیڈی ڈاکٹر۔ مسٹر ڈاک۔ ڈن عرف بلیا چھاپ مسٹر کریلا۔ مسٹر شلجم۔ مس گانٹھ گوبھی شامل ہیں۔ یہ سب خان بہادر کے یہاں پارٹیوں میں تشریف لاتے اور شکر تناول کرتے ہیں اس داستان کے بعد مختلف اسکیموں کا تذکرہ چھیڑا۔

ان اسکیموں کو سرکاری و غیر سرکاری افسروں نے پسند فرمایا ہے شہر کے معزز حضرات اور لیڈیاں بھی صاد کرتی ہیں۔ پسند کرنے والوں میں ڈرل ماسٹر نیچر و منتظم ریاست روٹی گودام کے سپرنٹنڈنٹ پارک ماسٹری کے ہیڈ نقشہ نویس سلیمن اینڈ کو نیلام کنندہ۔ ٹیلر ماسٹر۔ موٹر کار کمپنی کے ڈرایور مسٹر ٹولیٹ (کرایہ کے لیے) اُن کے پرائیویٹ سکریٹری مسٹر نو تھارو فیر (عام گزرگاہ نہیں) اُن کے نوجی سکریٹری مسٹر اور مسز کیپ ٹو دی لفٹ (بائیں طرف موڑو) مسٹر اور مسز کاشن (ہوشیار) شریک ہیں۔ خان بہادر غریب ڈپٹی سے آزادانہ بحث کرنا چاہتے ہیں ڈپٹی کے سر کی جنبش اور قبولیت کے منتظر ہیں کیوں؟ اسلیے کہ خان بہادر کے پدر کرم سے اور ڈپٹی سے گہرا یارانہ تھا۔ خان بہادر بغیر ڈپٹی کے مشورہ کے نوالہ نہیں توڑتے۔ خان بہادر ابھی تشریف ہی رکھتے تھے کہ قانون گو صاحب مسلوں کا پشتارہ رجسٹروں کا گٹھر لادے ہوے تشریف لائے۔ بوجھ قانون گو پر لدا ہے اور گردن ڈپٹی صاحب کی ٹوٹ رہی ہے۔

قانون گو صاحب نے تحصیلدار کی رپورٹ پیش فرمائی۔ معاملہ ٹیڑھا ہے۔ دیر بہت ہوگئی ہے اگر خاطر خواہ انجام نہ ہوا تو ڈپٹی کی بدنامی ہے لہذا ڈپٹی پر مخصوص الفاظ میں تحصیلدار اور قانون گو پر ناراض ہونا فرض ہے۔

"قانون گو صاحب یاد رکھیے کہ آپ اپنے کام میں نہایت غفلت کرتے ہیں میں آپ کو فوجداری سپرد کردوں گا۔ علاوہ بریں آپ کے متعلق شکایات بہت سنے جاتے ہیں میں اُن لوگوں میں نہیں ہوں کہ ماتحتوں کی جوتیاں سیدھی کروں۔ مجھے افسوس ہے کہ تحصیلدار صاحب بھی منصبی امور میں غفلت کرتے ہیں آپ کی تحصیل بہت بدنام ہے۔ جائیے جس طرح ممکن ہو اس معاملہ کو ٹھیک کیجیے۔ عنقریب میں تحصیل کا معائنہ کروں گا۔ خان بہادر دل میں قانون گو کو کوس رہے تھے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ انگریزی نہیں پہونچی ہے یہ مردود شکایت کردے۔ صورت دیکھتے ہی اتوار کو بازو دیکا دھرے کے تھکے ڈپٹی نے پتلون گلے میں ڈالا۔ لاحول ولاقوۃ عجب احمق درزی تھا گریبان بناتا بھول گیا آستینیں اتنی لمبی بنائیں اسے توبہ یہ تو پتلون تھی ہزار خرابی کپڑے پہنے اسی اثنا میں ایک درجن ملاقاتی اہل غرض آئے کچھ جھوٹ بولے کچھ جھوٹ بلوایا اور چلتے ہوے بھیا مبارک قدم آئے اُن کے ہاتھ میں گزشتہ جنگ میں مدد دہی کا سارٹیفکٹ ہے۔

یہ ڈپٹی صاحب حضور کو یاد ہوگا کہ آنریری مجسٹریٹ اور پولیس کی رائے ہے کہ ایک معزز زمیندار کا فلاں معاملہ میں ساتھ ہونا ضروری ہے" ڈپٹی صاحب "یا ادھو" کرکے آگے بڑھے۔ لالہ بکوڑی مل سنتشٹ کی کہ لالہ لات جیت سہلے نے صرف پانچہزار روپیہ قرضۂ جنگ میں دیا اور رائے صاحب کا خطاب پایا۔ اس عاجز نے دو سو چھپن قرضۂ جنگ میں دسیئے ۹۹،۵ خیراتی چندہ دیا دو کمل ساختہ مظفر نگر ہوازی دو من گندم تین راس ڈبہ چائے ۲ نفر سگریٹ کے بنڈل اس قدر کے علاوہ مگر ابھی تک نیولون چاٹتا ہوں تحصیلدار صاحب کے گھر میں گھی میرے ہی گھر سے جاتا ہے اور خداوند نعمت حضور کے گھوڑے کی گھاس ہمیشہ بندہ ہی بہم پہونچاتا ہے پھر بھی ناراضی کا گمان ہے اگر کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرمائیے۔ بندے کا قصور صرف اتنا ہے کہ فلاں روز چندہ کے جلسے میں شریک نہ ہوسکا مجبور تھا کیا کرتا میرے منیب کے سائیس کی نانی کے پوتے کے طوطے کے پنجرے کی سسرال میں نواسی کی ساس کے دیور کے سالے کے سمدھی کا سالا سخت بیمار ہوگیا تھا حضور اگر ذرا سی مہلت ملتی تو ضرور حاضر ہوتا پھر بھی بندہ حاضر ہے جو حکم ہو فوراً بجا لائے۔

ڈپٹی صاحب نے "ہاں" کہا اور قدم بڑھایا بابو کم بخت زباں نے آگے بڑھ کے گزارش کی۔ میں بہت ضعیف اور بڈھا ہوگیا ہوں اگر میرا نام اسیسروں کی فہرست سے خارج ہو جائے تو حضور کی جان و مال کو دعا دوں گا۔ اور پھر حضور کو بندوق کا لیسنس طلب کرکے دق نہ کروں گا اور حضور انکم ٹکس کی بھی اچھی طرح تحقیقات ہونی چاہیے مجھ پر بیجا ظلم ہوا ہے۔

ڈپٹی صاحب نے اچھا اچھا فرمایا اور چلے۔

کھیا دھن داس نے ٹانگ لی "کھداوند آج سلام کا حاجر ہوا ہوں" ان مکھیا صاحب نے بعض فوجداری مقدمات میں بڑی بہادری دکھائی۔ کئی بدمعاش چور گرفتار کرائے۔ کم سے کم سات مقدموں میں سے سبیل القانون حسبۃ للہ کام والپولیس گواہی دی۔ انکو بھی ٹالا آگے بڑھے اور خدا خدا کرکے گاڑی تک پہونچ گئے۔

گاڑی تک پہونچنا اور سوار ہونا یہ دو جداگانہ دقتیں ہیں جنکو کثیر الاشغال اشخاص بخوبی سمجھتے ہیں۔ عموماً ہر شخص باتیں اُسوقت ختم کردیتا ہے جب سواری کا احرام باندھے پھر سواری بھی کون وہ عمل ملی الا یمن کو ممکن بناء نے دالی بائیسکل۔ مگر غریب ڈپٹی کے لیے یہ احرام سواری کشتی کا جتنا اور جینی کا خمیر ہے۔

مکھیا صاحب انکو چھیا سنبھالتے کتے کی طرح دم سونگھتے ساتھ تھے۔ ایک دفعہ آگے بڑھ کے فرمانے لگے "سجور ہمار اور زمیندار سسر یاک جھوٹا دھوسے کے دہن سے ای کی بٹیا کی .... تو اپنا آج حجور کے اجلاس اپر حاجر ہو بے۔ جی دن سے لوٹیرا سنگھ ڈاکو جمیدار کے گھ لکا چھپا اور ہم بیچ گواہی دیا ہے سسر دمنا کی پہ تیب دتعین) ہے۔ ہم پنچ پاک سرکاری کام کا جایت ہے جو دیا ددیر) سویر ہوے جائے تو دمعمس نہ کے دیو" ڈپٹی آگے بڑھے لالہ چونگا پرشاد ولد پونگا پرشاد نے ٹانگ لی۔ ان حضرت کے بھائی کے خسر کے سائیس کی دادی کے نندوئی کے بھائی کے سمدھی کے نواسے کی سالی کا لڑکا قائم مقام قانون گو ہوگیا تھا اور وہ خود پٹواری ہے مڈل تک تعلیم ہے اتنی چوک ہوگئی کہ پاس نہیں کیا۔ اب نقل نویسوں کی جگہ کا امیدوار اور نیک چلنی کا سرٹیفکٹ ڈپٹی صاحب سے درکار ہے "خداوند نعمت مشفق والہ ہر لونگ بخش کے طفل کی عرضی تو حضور کے اجلاس پر پیش ہوئی ہوگی۔

منطقی جورو کی گفتگو

تدبیر المنزل

میاں:۔ بی تمھارے ساتھ بکتے بکتے منھ خشک ہوگیا ذرا کسی کو بلاؤ پانی پلا دے۔"

بی بی:۔ اوئی تم ایسے روز بروز ننھے ہوتے جاتے ہو کہ معاذ اللہ جیسے بیچارے کچھ جانتے ہی نہیں۔ گھر میں ماما آج چار روز سے نہیں ہے۔ بلاؤں کس کو میں ہی اٹھتی ہوں۔"

میاں:۔ تمھیں میری جان کی قسم بیٹھو میں خود پی لوں گا۔ مگر واللہ یہ تو قیامت ہے کہ ماماؤں کا قحط ہوگیا۔"

بی بی:۔ ور لاکر تو گلی گلی مارے مارے پھرتے ہیں نا؟"

میاں:۔ ابی لاکر بھی نہیں ملتے اب دیکھو میاں عبدل کل سے رخصت مانگ رہے ہیں۔ یہ بھی چلے گئے تو سودا سلف کون لائے گا سردست تو کوئی آدمی ملنا دشوار ہے۔"

بی بی:۔ آدمی تو تم بھی ہو۔ ہاں یہ کہو کہ اچھا نوکر ضرور نہیں مل سکتا۔ مگر میں کہتی ہوں کہ آخر یہ آفت کیا ہے یہ نوحہ نگی ہے اس پر نہ ماما ملتی ہے نہ خدمتگار۔"

میاں:۔ ہاں یہ بھی پیداوار کی بات ہے نوکر جس کھیت میں پیدا ہوتے ہیں شاید اب اسمیں پیدائش کی قوت نہیں رہی۔ یا بیج مار گیا۔"

بی بی:۔ مگر سرکار کو تو برابر نوکر چاکر مل رہے ہیں۔"

میاں:۔ سرکار کو بھی دقت محسوس ہو رہی ہے ہر محکمہ میں تنخواہ بڑھانے کا سوال درپیش ہے ریل میں جہاں آدمیوں کی ریل پیل رہتی تھی تل پھٹتے ہڑتال ہوتی ہے۔ ہاں اتنی بات البتہ ہے کہ سرکاری خاص کاموں میں آدمی کی کمی نہیں۔ مثلاً پولیس ہے کچہریاں ہیں۔ اس میں لوگ شوق سے نوکری کی درخواستیں دیتے ہیں اور بہت کم تنخواہ بڑھانے کا تقاضا کرتے ہیں۔"

بی بی۔ اونھ کچہری دربار کا کیا ہے وہاں تو سو میں دس شاید تنخواہ کی پروا کرتے ہوں۔ ورنہ تیر تکے پر کام نکل جاتا ہے۔"

میاں:۔ ہاں رشوت کی چاٹ ہے مگر سب انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔ جو بیچارے رشوت نہیں لیتے انکی وہاں بھی مرن ہے۔ روزگار نہ ملنے اور حکومت کی طمع سے مرتے ہیں اور بھرتے ہیں آخر کیا کریں۔"

بی بی:۔ سنتی ہوں کہ خلافت کے جھگڑے میں بھی بہت سے آدمی سرکاری نوکری چھوڑنے پر تئیں ہوگئے ہیں بلکہ بعض بعض پولیس والوں نے بھی استعفا دے دیا۔"

میاں:۔ ہاں جی خدا جانے لوگوں کی عقل پر پتھر پڑ گئے کیسے کیا سرکار ان کے کام کاج کی محتاج ہے۔ تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی۔"

بی بی:۔ یہ تو تم ناحق کہتے ہو کہ ذرا سی ترکم ترکا کا یہ نتیجہ ہوا کہ لکھنؤ میں کوئی پڑھا لکھا قانون داں مجسٹر ڈھونڈھے نہ ملا۔ عرب کے "اختیار کگری العنکبوت کگری العامت بکری الشاۃ بکری الحلب لکری کہنے والوں سے جگہ بھر گئی ہے۔ جو آدمیوں کا قحط نہ ہوتا تو کاہے کو عرب سے آدمی بلائے جاتے۔"

میاں:۔ اس کے کیا معنے؟"

بی بی:۔ واہ رے میرے بھولے میاں سارے شہر میں تو گڑ ہے کہ ایک آغا عرب لکھنؤ میں انا رلی (آنریری) مجسٹر بنائے گئے ہیں۔"

میاں:۔ یہ تو ایک اعزاز ہے سرکار جسکو چاہے عنایت کرے۔"

بی بی:۔ تو پھر ہم نے کیا قصور کیا ہے ہم کو بھی انجنیر بنا دے۔ فوج کا جنڈیل بنا دے کنڈیل بنا کے ڈپٹی بنا دے قاعدہ قانون انگریزی اُردو جاننے کی قید کیوں لگائی جاتی ہے۔ کسی امتحان پاس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

میاں:۔ تم بھی کیا باتیں کرتی ہو آنریری مجسٹریٹی ایک ایسا عہدہ ہے جسمیں لیاقت کی ضرورت کبھی محسوس نہیں ہوئی ان عرب صاحب سے بھی زیادہ ناتجربہ کار (انا ڑی) اس عہدے پر رہ چکے ہیں اور کبھی کام کا ہرج نہیں ہوا نہ کبھی اس کی شکایت ہوئی۔ دوسرے یہ صاحب اب عرب نہیں رہے یہ تو مدت سے لکھنؤ کے مجاور ہیں۔ کچہری کے کاموں میں ان کو بڑا سلیقہ ہے۔"

بی بی:۔ میں تو جانتی تھی مجسٹر بننے کے لیے بڑے علم کی ضرورت ہے۔ اللہ ایک بات کہیں برا تو نہ مانو گے؟"

میاں:۔ کہو۔"

بی بی:۔ تم جیتے رہو سلامت رہو اب کی ہم کو بھی مجسٹر بنوا دو۔"

میاں:۔ واللہ تم اتنی سمجھدار ہو کہ مجسٹریٹ کیا ہے لفٹنٹ گورنر بن جاؤ تو اس کا بھی انتظام خوب کرو۔"

بی بی:۔ پھر آخر کب صاحب سے کہو گے؟"

میاں:۔ دیکھا جائے گا۔"

بی بی۔ بس یہی تو میرا جلعہ ہے تمھاری یہ دیکھا جائیگا میں سب عہدے یوں ہی غیروں کو مل جائیں گے۔ ابھی عربوں سے شروعات ہوئی ہے۔ اس کے بعد شیدی بابا شود (مقصود) افریقہ والے عہدے دار بنائے جائینگے پھر اور قوموں کا نمبر آلے گا۔ ایسے میں آدمیوں کی سرکار کو تاک ہے میرے لیے کہو سنو گے تو شاید کوئی جگہ مل جائے۔ بس پھر کیا ہے ادھر تم نے دوسری عورت کی طرف نگاہ اٹھا کے دیکھا ادھر چٹ سے بندی نے اُس موئی کے نام وارنٹ کاٹا۔ چھ مہینے کی پھانسی دے دی۔"

میاں:۔ تو یوں کہو کہ تمکو مجسٹریٹ بنوا کے مجھے ہجرت کرنی چاہئے۔"

بی بی کیوں ہجرت کیوں کرو عرب میں بہت سے عہدے خالی ہیں کوشش کرکے تم عرب چلے جاؤ۔ آخر یہ شیخ جی یہاں مجسٹر بنے ہیں ان کی جگہ خالی ہوگی۔ اللہ جانتا ہے چلے جاؤ تو مزے میں رہو گے۔ سُنتی ہوں کہ ہندوستان میں جیوٹی اُست کے لوگ ایک دم سے نوکریاں چھوڑنے والے ہیں۔ عرب چلے جاؤ گے تو وہاں غلام آسانی سے مل جائیں گے۔ یہاں ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ شاگرد پیشہ ڈھونڈھے نہ ملیں گے۔"

راقم
منطق آرا بیگم
بقلم فلاسفر

عالم خیال میں ایک لطیف مکالمہ

ایرانی:۔ بابا من خستہ۔ دلگیرم آخر دمحبت شما خانہ بغارت گران سپردم وشخص خودم باین وآن بنامے عجزو لابہ گزاشتم تا کار شما در ایران استوار می گیرد۔

اکنوں باز دست بزرگان بالشویک بہشت برین ولندن گرفتہ ایم فردوس باشد۔ این کونک کہ خوردم ہم ترپ گیت تا بوو آیا نمی شود کہ این بد سوختگان را از من دور سازید؟

صاحب: آقا جان این ہمہ کارہائے خدائی است۔ در ظرف مدت سہ چہار سال کہ جنگ برپا بود شما چرا بدست جمعے بے پدران ملک را اگر اشنید و چشم خود تان را از وضائع و اطوار زنانہ ہم بستید۔ ما کہ در بال جان شما را ایذا نکرده ایم تقریبًا بعہدۂ خود مال لازم بگرفتہ ایم۔ کار ما و شما ہم چو کار مجیم نیست کہ او فراہم برخواست او اتفاق کرده ایم۔

ایرانی: پس بفرمائید لازمۂ دوستی و یگانگی چیست؟

صاحب: مایۂ دوستی ہمیں اینگلو پرشین آئل کمپنی و دیگر معدنیات ایران است۔ و الله الحمد کہ پائے شوم بختی بالشویکان تا ایں معدنیات ہنوز نرسیده است دیگر کار بدست شما است۔

ایرانی: آخر در سال ۱۹۰۷ میلادی مسیحی مابین ایران و انگلیس نہ ایں عہد نامہ شده بود کہ دولت ایران نخواہد گذاشت کہ ہیچ لشکر از خاک ایران گذر کرده در ہندوستان یا رو بہ یکے از بنادر ہند حملہ کند۔ برایں بنا تا حال کسے را نہ گذاشتیم کہ بہ ہندوستان گزندی بکند ہل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

صاحب: آقا جان آن وقت دولت ایران بہ این گمنامی و بیچ کاری و پریشان روزگاری نبود۔ ما ہم خواجہ بودیم و شما ہم۔ اکنوں می بینیم کہ ورق برگشت مردے خدا رسیده گفتہ است اتق الی من شئت تکن اسیره۔ و استغن عمن شئت تکن نظیره۔ و انعم علی من شئت تکن امیره۔ حالا شما از ما چیزے می خواہید پس خیال خام نظیر و امیر شدن از دماغ خود تان دور سازید اسیر ما شوید۔ نیک بنگرید۔ منتہائے مقصد ما تحفظ ہند است از ہر قرار کہ ممکن باشد تحفظ ہند موقوف بر حفظ سواحل ہند است پس چنانکہ حفظ لاہور بدون حفظ پشاور ممکن نبود حفظ پشاور و دیگر سرحدہا متعلقًا موقوف بر گرفتن ہرات و سیستان است ہمچنان تا اتیلا بر عراق عرب و کردستان ہم در ذیل تحفظ ہند است۔ و ما بہ دانشمندی نا چار دائرۂ استیلائے خود ما را متصل وسعت می دہیم۔ اگر شما دارائے پا استواری بودید با شما طرح دوستی و یگانگی انداختہ بدستیاری ہم دیگر کار را می ساختیم۔ اکنوں کہ شما شخص خود تان را از صولت و مکنت دور تر رسانیدید۔ لازمۂ دوستی داں است کہ شما لقمۂ دہن دشمن شوید بلکہ باید در شکم دوستان جا گیرید۔ چنانکہ ہندیان می گویند گرم گرم بگرا ہضم۔

ایرانی: وائے وائے ستم ۔

ایں یک سوے خود کشتہ ہاں یک سو غلطیدہ

افتادہ کارہ ما بہ میان دو کسریا

ما بالیگ آف نیشن کجائی۔ فریاد فریاد۔ اگر انمی با ہم انگلستان از بالشویکان بنائے دعوے می گزارند و در جنگ و صلح ایں دو فیل مست طبقۂ خاکی بیچاره ایران پارہ پارہ می شود و کار ایرانیاں تمام۔

صاحب: غم مخورید بالشویکہا محض برائے گرفتن مال غنیمت جنرل ڈینکن بر اتزلی تاختند۔ صبر فرمائید

تا یار کرا خواہد و میلش بکہ باشد

بندہ نامہ نگار در گوشۂ نشستہ چپوق می کشیدم بیدار شده دیدیم ہے لکھا است کہ در صور رخ بینی جائے کرده نہ ایرانی است و نہ صاحب۔ بہ بہ بہ عجب خیال نامربوط پیدا کرده بودم خواب آ کرد زود تر رستگار شدم۔ ورنہ گلولۂ توپہائے بالشویک گنبد دماغ بندہ را قلعۂ خیالی تصور دیده کلاہ نمدم را از سر دور تر می انداخت۔ و حال اینکہ کلاہ مال بندہ است مال ڈینکن نیست۔

راقم

آغا چلو خوار پلو گزار بہبہانی

محبت نامہ منطق بیگم اہلیہ منطق بیگ بنام مولانا پنچ

اجی مولانا میری بندگی قبول ہو۔ یہ معلوم ہو کہ آپ کے دشمنوں پر آجکل حکام ضلع بری طرح اُدھار کھائے بیٹھے ہیں یہ تو وہی مثل ہوئی سے:

سیدھے لوگوں سے بھی رکھتی ہو کجی باتیں

کیا بڑی خو ہے تمھاری بھی باجی بیستی

اعتراض پر اعتراض ہو رہا ہے۔ پھر اعتراض بھی وہ جسکا سر نہ پیر۔ اصل تو یہ ہے کہ ہماری سرکار سلامتی سے دست و قلم ہے خصوصًا اردو زبان پر تو اسکا قابو سالہا سال سے تسلیم ہو چکا ہے یعنی جب سے میاں "اخوت" آنجہانی کو پھانسی لگی۔ اشتے اقتدارسے لفظوں کے عالم زر پر قبل از خلقت ڈنکے کی چوٹ یہ دعوے حاصل ہے کہ جسے چاہے مذکر بنائے جسے چاہے مؤنث بنائے "دیکھو۔ کمفی کلاسحام دکیف نیشاء" گلبدن سیم تن دونوں لفظ مادہ ہوگئیں اگر پوری طرح مادہ نہیں تو زنانہ زبان ہونے میں جو شک کرے اسکا حشر مکار متکر کے ساتھ ہو۔ اسی طرح دوسری جولائی کے لیبل برخیز م و الی شہور حکایت پر یہ اعتراض کرد یہ نوٹ یورپین یا درس پر ایک فحش حملہ ہے" ضرور بجا ہے تو کیا سبب؟ کہ سرکار کو ہر طرح کا اختیار ہے جس چیز کو چاہے فحش بنا دے دوگ جھک مارا کریں کہ ناصاحب اس حکایت میں کوئی گالی کی بات نہیں ہے اور جو یہ گالی ہے تو دنیا میں کوئی واقعہ گالی سے خالی نہیں۔ کوئی کتاب گالی سے خالی نہیں۔ الف لیلہ کی بسم اللہ غلط ہی ہے یہاں زنانے بھیس والے کلموہوں کا سبھی پر ذکر ہے۔ طلسم ہوشربا سر سے لے کر پاؤں تک فحش ہے جسمیں دوسرا پایا نظم اور نثر میں لکھے گئے ہیں۔ ہر غزل فحش ہے جس میں وصل کا ذکر اور غیر کا ڈکھڑا ہے۔ اجی سب تو سب بائبل فحش ہے جسمیں لوط کی بیٹیوں کا قصہ اور دوسرے مرد اور عورت کے ناجائز تعلقات کا ذکر ہے دنیا پڑی ترّایا کرے یہ اختیارات ہماری سرکار اور بڑے زبان داں مہذب ہی آئی ڈی پی والے جن میں سے اکثر بیچارے اردو کی دم سے بھی واقف نہیں کر گذریں خدا کیطرف سے رکھنے میں اور آپ کچھ بنا نہیں سکتے آپ کہینگا کہ یہ حکایت ایسی کتاب سے نقل کی گئی ہے جسکے ہیں حقے بی اے اور ایم اے کے فارسی کورس میں انتخاب کئے گئے ہیں تو کیا بنا لیجیئے گا۔ یہ عذر کیجیئے گا کہ دل لگی کا جواب ہے تو کون سنے گا۔ سنید ہی پر سیاہی پھیر نا تھی سو پھیر گئی۔

ٹن ہوں یا ہم معنی ہوں یا دیسی یا فرانسیسی ہوں
جن کے یہاں آج تک فحش کا نام ہی کوئی نہیں جانتا
جب میں نے حافظہ کے خواص پڑھے تھے تو مجھے
استاد نے بتایا تھا کہ وہ شئیں ذہن کی جب کہ
ایک طرح کی ہوں لیکن ان کا وقوع دو وقتوں میں
یا مختلف حالتیں ایک ہی وقت میں واقع ہوں
تو ایک دوسرے کو یاد دلا دیتی ہے خواہ حالت
پیش نظر ہو یا محل وقوع۔ اسی طرح تلازم۔
جیسے حاتم کے دھیان سے سخاوت کا یاد آنا۔ جن
الفاظ کو میں اوپر بیان کر آئی ہوں ان میں لزوم
و تلازم کی صنعت موجود ہے۔ کنوارے کی لفظ زبان
سے نکلی اور ریسی لے کان میں پھونک دیا۔ ابھی تو
دنیا کا اونچ نیچ کچھ نہیں جانتی۔ پورا کھول نہ کھول
کہ اس بات سے واقف نہیں جیسے سی آئی ڈی
والے فحش بتاتے ہیں۔

مولانا آپ نے جو نوٹ دوسری جولائی کو لکھا ہے
وہ اس صنعت کی پوری دلالت کرتا ہے لہذا منطق
کے رو سے یہاں تو حکام ضلع کی بھی تعریف کرتی ہوں
اور سی آئی ڈی والوں کی بھی۔ نام خدا کیا جنتی لوگ
ہیں کبھی گالی کے قریب نہیں جاتے کتنے صاحب علم
ہیں کتنے مہذب ہیں۔ اور کتنے سمجھدار ہیں۔ اپنے
دل میں آپ سمجھتے ہوں گے کہ جب انگریزی پنچ کا
ہو بہو ترجمہ اردو میں نہیں ہو سکتا تو اردو محاوروں کا
انگریزی میں ترجمہ کیا ہو سکے گا (خصوصاً ہندوستانی
ترجمہ کرنے والوں سے) یہ خیال خام ہے۔ اللہ رکھے
یہ لوگ خوب ترجمہ کرتے ہیں اور خوب قدردانی بھی
ہوتی ہے۔

راقمہ

وہی منطق آرا بیگم تعلیم فلاسفر

جواب

بیگم صاحب پالیسی کے قیاس منطقی کا نتیجہ تو ٹھیک
وہی ہے جو آپ نے نکالا۔

سابق نواب صاحب مرشد آباد جب ولایت تشریف
لے گئے تھے تو اُن کے کچھ ساتھی اتفاقاً سیر کرتے کرتے
راہ بھول گئے آپ جانیے لندن کا سا شہر دونوں
بیچارے انگریزی سے ناواقف گھومتے پھرتے میں ہی
سہی غذا تحلیل ہو گئی مارے بھوک کے برا حال
تھا اشارے سے بھی کام نہیں نکل سکتا آخر ایک
راہگیر سے بھوک کا اشارہ کر کے ہوٹل کا پتا پوچھا اتفاقاً
سامنے ہی ہوٹل تھا بہر حال وقت و خرابی ہوٹل میں داخل ہوئے
مگر اب مجبوری کہ حلال حرام کا عذر مجبور کرتا ہے کہ کہیں بدمزہ
(سور) اور مرا ہوا ذری مرغی کا سامنا نہ ہو خانساماں
حیرت سے منھ تک رہا ہے کھانے کی فہرست میز
پر پڑی ہے مگر انگریزی کون جانتا ہے جو فرمائش
کیجیے دونوں ہندوستانی مسافروں نے صلاح
کی کہ بس دودھ منگا کے پینا چاہیے ایک آدمی کو
گائے بنایا اور دوسرے صاحب نے دوہنا
شروع کیا۔ خانساماں اس گفتگوے بے لفظ
پر ہنستے ہنستے لوٹ گیا ایک جگ میں دودھ لے گیا
اور اپنی ذہانت سے سمجھا کر روٹی کی بھی ضرورت
ہو گی وہ توڑ لینے گیا یہاں ضرورت دودھ
کے تقسیم کی پیدا ہوئی دوسرا پیالہ نہ تھا۔ ایک صاحب
نے کونے میں کموڈ رکھا دیکھا کھول کے دیکھتے ہیں تو
نہایت نفیس چینی کا پاٹ رکھا ہے خوش ہو کے
اٹھا لائے آدھا آدھا دودھ الگ کیا اتنے میں
خانساماں روٹی لے آیا مگر پاٹ کو دیکھ کے گھبرایا
ایک صاحب بہادر کو اپنی بے زبانی کا حس ہوا کیونکر
اشارہ کرتے کہ یہ موتنے کا برتن ہے بیزار خرابی ہو گئی
نے پاٹ اٹھا کے دودھ میں موت دیا۔ ہماری حالت
بھی یہی ہے گو کہ مضمون یوں ہی ادا ہوتا ہے کبھی
ہم معنوی گائے سے دوہتے کبھی عمال سرکاری دودھ
میں موتتے ہیں۔ نجاست ساری۔ یہ مصیبت البتہ
اس وقت تک رہے گی جب تک ہندوستانیوں پر
بدگمانی ہوتی رہے گی اور اس بدگمانی کا احساس
ہندوستانی ملازمین کو ہوتا رہے گا کبھی موت میں
دودھ ہو گا کبھی دودھ میں موت۔ بہر حال اب
تو یوں ٹھنی چل رہی ہے سے

اچھا کیا جو آپ نے باندھا ہے ہم سے بیر
جیتے رہے تو سمجھیں گے مر گئے تو خیر

تعجیل کار شیاطین بود

خدا رکھے ہماری میونسپلٹی کو واللہ رہنمائی کیسی اُس نے
راہ سازی میں ایسی مہارت پیدا کی کہ شہر بھر میں چکنی
ہی سڑکیں دکھائی دیتی ہیں یہ دوسری بات ہے کہ
اکثر راہیں وجود نگر سے انسان کو سیدھا عدم آباد
پہنچا دیتی ہیں کیا معنے کہ برسات میں یوں ہی سڑکیں
بالائی کا لطف ہوتی ہیں کمی سرمایہ کے باعث مرمت
نہ ہوئی تو تمام ڈھیلا ہو کے رابڑی تیار ہو گئی اب
اس رابڑی کی چکنائی پر اگر کسی شامت زدہ کا
پاؤں پھسلا اور وہ اڑا اڑا دھڑام قلابازی کھا گیا
تو اپنے پاؤں کی کمزوری کو دے میونسپلٹی کا
قصور نہیں سڑک کا کھا جانے کی واردات تفریح
کا باعث بھی ہے (اپنی تفریح نہ سہی دوسروں کی
سہی) اور معمولی بات بھی۔ رہی یہ شکایت کہ جدید
سڑکیں اکثر تاریک ہیں اور ان پر روشنی کا کوئی انتظام
نہیں تو یہ بھی بیجا شکایت ہے اس لیے کہ کائنات
وجود میں بعض ایسی قندیلیں لٹکائی گئی ہیں جن کی روشنی
زمین تک ہزار ہا سال میں پہونچتی ہے اگر کارکنان
میونسپلٹی نے عالم بالا کی پیروی میں یہاں بھی ایسے
کارخانے بنا لیے ہیں جو اپنے ثبت و نفی نظام
میں التعجیل من الشیطان والتانی من الرحمٰن
پر کاربند ہیں تو شہر والوں کے خرمن صبر و سکون پر یوں
بجلی گرتی ہے۔ یہ اعتراض بھی بیجا ہے کہ جب تک بجلی
کی لو تھامی جائے اس وقت تک تیل کی لالٹین ہی
جلائیں۔ صاحبو! زمانہ نئی روشنی کا ہے اگر نئی روشنی
میسر نہیں تو اندھیرا ہی بھلا۔ خدا کافروں کے بارے
میں کہتا ہے۔ قریب ہے کہ بجلی کوندھ کے اُن کی
آنکھوں کو چوندھیا دے جب وہ چمکے تو راستہ
چلیں اور جب اندھیرا گھپ ہو تو ٹھٹک رہیں۔
ظلمات و رعد و برق کا زمانہ ہے۔ میونسپلٹی کے
منتظم اگر خدا نہیں تو خدائی فوجدار ضرور ہیں۔
وہ کافروں کو اس مصیبت میں مبتلا کرتا ہے تو یہ
اہل مذاہب کو بھی سزا دیتے ہیں۔ اس حسن انتظام کا
کیا کہنا۔

نادان محل۔ وہ تنا بہ پل رکاب گنج ظلمات ہے مگر وہ ظلمات نہیں جس نے سکندر کو آب حیوۃ تک پہونچایا تھا یہ ظلمات راہ رو کو بشرطیکہ غیرت رکھتا ہو چشمۂ فنا تک پہونچا دیتی ہے تانگا لڑے گھوڑا گرے آدمی کچلے کیا پروا "خس کم جہاں پاک" اگر کوئی شخص ایک لالٹین بھی اس راستے پر اصولاً نصب کرائے تو خدا اُسے آدمی سے جگنو کر دے۔ خیر نواب نادان محل تو بیچاری ایک ہندوستانی صوبہ دار کی بیوی تھیں اُن کے نام کی گلی میں اندھیرا ہے تو جاتے ہے۔ وکٹوریہ اسٹریٹ ایک ایسی ملکہ کے نام پر بنائی گئی ہے جو ابھی تک روشن ہے قرن ہا قرن کے بعد دو تین سال ہوئے کہ مسٹر اودھ پنچ کے عتاب و خطاب سے اس پر روشنی کا بندوبست کیا گیا اُجالے پاکھ میں نصف شب ابتدائی روشن رہتی ہے اور اندھیرے پاکھ میں نصف آخری آجکل اجالا پاکھ ہے مگر ایک بجے جو انجانب سڑک پر سے گزرے تو کہیں ڈنڈی بھی دُبدُبا [illegible] نہ دیکھی اکا گاڑی بگھی ٹمٹم چھکڑا بہل رتھ ٹھیلا بائیسکل موٹر کار اور خدا بھلا کرے سواری کی چیزوں میں رنڈی تک ٹیکس سے نہیں بچی۔ گتا بھینس بیل پر اب ٹیکس باندھا گیا ہے اور زیادہ ترقی ہو جائے تو ممکن ہے کہ کھیوں پر بھی [illegible] نہیں سستی خریدی جاتی ہیں اور مہنگے داموں بیچی جاتی ہیں آمدنی کا یہ حال ہے لیکن آسایش رسانی کا یہ حال کاب گنج کے پل سے تا عیش آباد۔ شاہ مینا کے مزار سے تا بلند باغ سڑک کا عالم اور میدان جنگ میں پامال شدہ لاشوں کا حال یکساں ہے بعض چوری چھپے پیٹ کھولنے والیاں دعا دیتی ہیں کہ "اللہ ہماری میونسپل بورڈ کو سلامت رکھے" ہم نے سنا شاہ مینا کے اسپتال میں گئی تھی میم صاحب نے کہا کہ یہ تختی نہیں بٹیا نہیں تمھارے پیٹ میں بچہ ہے ہم آپریشن کر کے نکالنے نہیں سکتا اب کیا کروں آئے حواس جاتے رہے اکے والے سے کہا بھیا گولا گنج دگڑی پلٹ جاؤ حکیم مقبرے کے مہدی والے تو بہ حکیم مہدی کے مقبرے تک جو پہونچی تو جیسے جانیں بگھرتی ہیں پیٹ والا گھوڑا تلے اوپر ہونے لگا میں نے کہدیا کہ گھوڑا تیز کر دے۔ لے میری بیوی ادھر گھوڑا اسکا اُدھر بچہ اپنی جگہ سے کھسکا۔ گھر تک آتے آتے میم صاحب کی ضرورت نہ رہی بعض دوستوں کو بواسیر سے باہر نکل آنے کی شکایت ہے وہ بھی اس حسن انتظام سے خوش ہیں۔ اور سنیے بعض سڑکوں پر (مثلاً وکٹوریا اسٹریٹ) پیادہ چلنے والوں کے لیے کنارے کنارے چبوترے بنائے گئے ہیں ان چبوتروں کی عجب گت ہے کہیں تو غازی مردہ گاڑی بچھا بڑی میں نگہانس اور لید سمیت جھنار رہتے ہیں۔ عارضی طور پر نہیں بلکہ مستقل طور پر۔ اور کہیں بلی کبڑن نے سڑے ہوئے آم ڈھیر کر دیے ہیں۔ راہ رو کو اجازت نہیں کہ ان آموں کی خدمت میں گستاخی کرے اور بھڑک کے چلے کسی مقام پر تخت بچھائے میاں تنبولی صاحب بیٹھے ہیں اور دوستوں کے لیے انھوں نے نشست کا انتظام بھی کیا ہے بنچیں بچھائی ہیں۔ کسی مقام پر اینٹیں ڈھیر ہیں۔ کیچڑ کا یہ حال کہ پاؤں رکھا اور دھنسے نہ دھنسے تو پھسلے۔ پھسلے اور گرے کپڑے خاکی رنگ میں شرابور آدمی سے کنواں اگارنے والوں کی میں داخل بعض سڑکوں کے کنارے کنکروں پتھروں کے چٹے لگے ہوئے ہیں یعنی اپنے وقت سے مرمت کی جائے گی مگر دیجیے تعجیل کار شیاطین بود بہ عملہ راہ رہے۔ دیکھیے جب تک روشنی اور مرمت کا انتظام ہوتا ہے اسوقت تک بیچارے اہل شہر کن حالوں کو پہونچتے ہیں۔ اکے اور تانگے کے مالک الگ ہائے واے کرتے ہیں کہ صاحب گھوڑا شل ہوا جاتا ہے اس سے تو گنوتیں گاؤں کی کچی سڑکیں اچھی۔

مولانا پنچ۔ ذری تو شہر کی حالت پر توجہ فرمائیے آپ نے تو منھ میں ایسی گھنگنیاں بھری ہیں کہ مسٹر مانٹیگو کو کم سخنی میں مات دیدی۔ بے تکی بات سہی مگر وہ بیچارے کچھ نہ کچھ کہتے ضرور ہیں آپ ہیں کہ کان بھی نہیں ہلاتے۔

مراسلہ

اندیشۂ شہر

باغی

"چپ رہو" یہ لفظ بُرا ہے۔ ہے تو چار حرف کا ننھا مُنا لفظ مگر بغایت سامعہ خراش ہندوستانیوں کو شکایت ہے کہ جب ہم غدر کے وقت لڑ رہے تھے تو ہمارے لیے اس لفظ کا ناجائز استعمال ہوا کیا عجب کہ اپنے مقبوضات کو اپنے قابو میں رکھنا چاہتے تھے بس بغاوت کا مصداق ہم نہیں ہو سکتے۔ مصریوں اور حبشیوں کی طرح عراق عرب والے جب اپنی نسبت یہی لفظ سنیں گے تو دل میں گرم گرم جلیبی تلنے لگیں گے کہ یہ ! ہمارا ہی ملک لو اور ہمیں کو باغی کہو۔ ان سب شکایت کرنے والوں کے اطمینان خاطر کے لیے ہم اس لفظ کے اصلی معنی بتلائے دیتے ہیں۔ ارے میاں جو کوئی کسی شے کا طالب ہے وہ باغی ہے لغت اٹھا کے دیکھ لو۔ یہی ہیں معنے۔

میاں باغی بوسے کا طالب ہے۔ بی بی باغیہ روٹی کپڑے کی طلبگار ہے بچے باغی پچی کھلونے پر مچلتے ہیں۔ اماں باغی۔ مہر نہیں معاف کرتیں۔ ابا باغی چاہتے ہیں کہ میں تاش نہ کھیلوں۔ ساس باغی داماد سے اپنی لڑکی کی جہیز تیار ۔ سیدھی کرانا چاہتی ہیں۔ سسرے باغی داماد کو غلام بنانا چاہتا ہے۔ رنڈی باغی فرمائشوں کے گھو مرنکالے دیتی ہے۔ اسکول ماسٹر باغی فیس وصول کرنا چاہتا ہے۔ شاگرد باغی چھٹی ملنی چاہیے۔ نوکر چاکر باغی تنخواہ مانگتے ہیں۔ نائی باغی سر منڈائی ایک چپت کی فکر میں ہے۔ دھوبی باغی میاتی پھاڑنے کی اجرت میں مچھر میں آ گئی۔ ڈاکٹر باغی اپریشن کی خون کرٹھائی میں باندھا لگا۔ حکیم باغی نقرات نبض نے ٹکے نہیں گنے۔ فقیر باغی کاسہ خالی رہا۔ امیر مہاجن باغی سود میں بٹا لگا۔ رعایا باغی حقوق طلبی کے درپے ہے۔ میونسپلٹی باغی ٹیکس کا پھندا گلے میں ڈالتی ہے الغرض اس دار البغاۃ میں جو شخص کسی چیز کا خواہاں ہے وہ باغی ہے۔ ایرانیوں نے قرضہ مانگا۔ عربوں نے خود مختاری مانگی۔ ہندی مسلمانوں نے خلافت مانگی۔ مصریوں نے آزادی مانگی۔ ہندوستانیوں نے

ہوم رول مانگا۔ آئرلینڈ والوں نے گلو خلاصی مانگی تیرا کیا اپنی نے پارا مانگا۔ بالشویکوں نے بے دھرمی مانگی مسٹر چرچل نے نیست مانگی۔ کاتب نے کھائی مانگی۔ چھاپے والوں نے چھپائی مانگی۔ ڈاک خانے نے پوسٹیج مانگا۔ سب تو سب ہماری سرکار دولت مدار نے سب کچھ مانگا۔

اس دنیا میں ہم نے تو کوئی ایسا نہ ملا جو کچھ نہ مانگتا ہو ہر میرے بھائی جب مصداق بغاوت خواہش ہر دل ہے تو ساری دنیا باغیوں سے بھری پڑی ہے اس کا بڑا ماننا ہی کیا۔ جو تم کو باغی کہے وہ کبھی خود بھی باغی و طالب تھا اور جیتے جی بغاوت کی عالمگیر صفت سے متصف رہے گا۔ اس کے باپ دادا بھی ایسے ہی تھے اور اس کی نسل بھی ایسی ہی رہے گی۔

باغی

باغی

خواب

”جب آنکھ کھل گئی نہ زیاں تھا نہ سود تھا“

مولانا پنچ۔ آج کل اپنجانب کا جی کسی کام میں نہیں لگتا دنیا کچھ ایسی پر آشوب ہے کہ سیر تماشے میں بھی ہو لاہے کی طرح ناحق کی چوٹ کا اندیشہ ہے گھر میں پڑے پڑے اسی اکتاہٹ میں الف لیلہ اٹھائی اور ورق الٹنے لگا۔ اتفاقاً نگاہ خاتم تار کی انگلیاں دوڑاتے دوڑاتے ایک حکایت پر جم گئیں۔ جواری بند ہو گئی؟ اول یوں! پھر کیا ہوا؟ اجی ایک بیچارا آوارہ معیت کا مارا اغلاف کعبہ سے لپٹا دعا مانگ رہا تھا کیا رب فلاں امیر بھر اپنے باورچیخانے کی لونڈی سے زنا کے ذہنیے کا مطیع دل روشن ہو“ بس اتنی سی دعا پر لوگ اس بیچارے کو قاضی کے پاس سزا دلانے لے گئے جناب قاضی صاحب نے کباب دل برشتہ میں لون نمک لگایا کہ یہ کیا نامعقول دعا ہے؟۔ اس بیچارے نے جواب دیا کہ خداوند اگر میری سی آپ پر گزرتی تو آپ بھی یوں ہی دعا مانگتے۔ حضرت اس بندہ خدا کا پیشہ سرگین فروشی ہے آپ جانیے اس شہر سے پیشے میں سوا اسے نقاہیں شامیں کے رکھا ہی کیا ہے۔ زندگی تکلیف میں بسر ہوتی تھی اتفاقاً ایک روز میرا گزر فلاں مقام پر ہوا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک امیرزادی خچر پر سوار ہے پیادے ہٹو بچو کہتے چلے آتے ہیں۔ اس خوف سے کہ مبادا میری وجہ سے امیرزادی کے دماغ کو تکلیف پہونچے میں کنارے بیٹھ موڑ کے کھڑا ہو رہا مگر شامت کدھر کے تو آتی نہیں دیکھتا کیا ہوں کہ لوگوں نے مجھ پر ہجوم کیا ہے مگر دہ گئی تھے میں اکیلا چپ ہو رہا۔ ان لوگوں نے مجھے گرفتار کیا اور امیرزادی کی محلسرا تک لائے میں لاکھ وجہ گرفتاری پوچھتا ہوں کوئی بتاتا نہیں۔ میرے کپڑے اتار لیے گئے میں نہلایا دھلایا گیا۔ میرے عطر لگایا گیا جب سب باتیں پوری ہو گئیں تو زنانے محل میں مجھ کو پہنچایا گیا۔ دسترخوان چنا ہوا تھا طرح طرح نعمتیں مہیا تھیں حکم ہوا بیٹھو کیا کرتا مجبوراً بیٹھا بیگم صاحب نے رخ مہر آگین سے نقاب کا ابر جو ہٹایا تو معلوم ہوا کہ بجلی کوندھ گئی آخر کھانے پینے سے فراغت ہونے کے بعد بیگم صاحب مجھے اپنی آرام گاہ میں لے گئیں صبح کو مجھے پچاس اشرفیاں عنایت کی گئیں اور شام کو حاضر ہونے کا حکم ہوا۔ اسی طرح تین شبیں گزریں چوتھی شب آئی یا میری شامت کے دروازے پر نوبت نقارے اللہ بسم اللہ کی صدا بلند ہوئی۔ مجھے حکم دیا گیا کہ سامنے کی صحنچی میں جاؤ۔ اور پردے ڈال دیے گئے۔ تجسس کی قوت نے زور جو کیا تو پردے کے سوراخ سے تماشا دیکھنے لگا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک نوجوان رئیس وجیہ حسین جمیل آیا اور آتے ہی بیگم کے قدموں پر گر پڑا کچھ باں ہوئی کچھ نہیں ہوئی۔ دور ہو نگوڑے پاجی برت بشر بیگم قصور معاف کرو اب جو ایسی خطا ہو تو معاف نہ کرنا خدا کے لیے کہنا مانو اے لیجیے ملاپ ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد بیگم صاحبہ ٹالے بالے دے کے مجھ غریب کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا یہ لو پچاس اشرفیاں اب اس طرف کبھی رخ نہ کرنا۔ ہائے قاضی صاحب مجھ پر تو بجلی گری آسمان پھٹ پڑا آنکھوں کے چہ بچے سے کچھ پانی بہنے لگا تب اس نے مجھے سمجھایا کہ ہوش کی دوا کرو کیا تم کچا میں۔ بات یہ ہوئی کہ میرے شوہر نے ایک نہایت کثیف باورچن لونڈی کو مجھ پر ترجیح دی میں نے بھی قسم کھائی کہ دنیا بھر کا چھٹا ہوا گندا شخص جو مجھے ملے گا اسے پہلو میں سلاؤں گی میں نے اپنی قسم پوری کی اس نے منت سماجت کر کے صفائی کرالی ہے لہٰذا تم رخصت اگر پھر کبھی ایسی نامعقول حرکت اس سے سرزد ہو گی تو تم کو پھر تکلیف دوں گی۔ جناب قاضی صاحب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ یوں ٹھری سے نکلے صندل کی چوکی پر جا بیٹھنا اور پھر خواب یا سراب کی طرح سامان عیش کا نکل جانا مجھ پر کس قدر شاق گزرا ہو گا اب اسی امید پر زندہ ہوں کہ باورچن اور میاں خدا کرے پھر ساجھے کی ہنڈ کلھیا پکائیں۔ قاضی نے کہا سچ کہتا ٹھیک ہے اسے چھوڑ دو اور کچھ انعام اپنی جیب خاص سے بھی عنایت فرمایا۔ مولانا پنچ آشوب زمانہ فتنۂ پنجاب احساس جمہوریت اور ڈوائرشاہی اور ڈائر گردی کا خیال اور اس حکایت کے تعجب خیزی کے سلسلہ میں کچھ ایسا الجھا کہ نیند آگئی دیکھتا کیا ہوں کہ کف دست میدان ہے نہ انسان ہے نہ حیوان ہے سر پر پاؤں رکھ کے وہاں سے بھاگا ایک ٹوٹا پھوٹا کلیسا نظر آیا دھوپ کی گرمی سے تھوڑی دیر بچنے کے لیے اندر جو پہونچا تو واہ واہ کیا تماشا ہے کئی ایک میاں ڈائر منہ بسورے گھٹنے ٹیکے دعا مانگ رہے ہیں ”اے میرے مالک پنجاب پھر ان پھر کسی کل موہنی جمہوریت باورچن سے ساجھا کریں تو کھائی گھڑی کی سلطنت میں ملجائے“۔ اتنے میں ایک ہاتھ سی تھا آکر انھوں نے فرمایا کہ تم ہو نہیں ہندوستان میں ان کو ہر شخص بھیلا ہے عجب نہیں کہ پنجاب کی طرح پھر کل موہنی جمہوریت پر دکھیں کمبخت دیکھیے کوئی بے وقت کا ناتھا خط لیجا و خط لیجا و آنکھ کھلی تو دو تین دوست کارڈ دوستوں کے ایک دو ہیں لکا نذر کا تین پر سیدھی کر خانوں کی فہرستیں سامنے رکھی تھیں لاحول ولاقوۃ نکلیسا تھا نہ ڈائر نہ بندوق نہ فائر گلابار تنگ

راقم ایمرشیہ

نسخہ ہائے نو بنو تازہ بتازہ مجرب آزمودہ شیخ طبیو

شفیع الملک حضرت حکیم اودھ پنچ صاحب حکمت نواز جنگ
بہادر معتدل تسلیم اور طبی تعلیم قبول فرمائیے۔ پولٹیکل
بیماریوں کی بڑھتی دیکھ کر چند نسخے پیش کرتا ہوں جنھیں
آج تک گناہ کی طرح صندوق سینے میں مخفی رکھا تھا۔ دنیا کی
خاطر ایسی ہی عزیز ہے کہ ان جواہر آبدار کو عرض بازار
کرنے کی جرأت کی ورنہ آپ جانتے ہیں کہ ایشیا کے
اہل ہنر اپنا ہنر قبر تک لے جانے کے عادی ہوتے
ہیں۔ ابن مقنع نے مختسب کا چاند تصنیف کیا مگر نسخہ
نہ بتایا کہ کون سی گیس تھی جو نورانی لنگور کی طرح ہر ماہ
کے نصف تاریک میں فضائے سجت کے بانس پر
چڑھتی اور دوپہر تک قلابازی کا تماشا دکھا کے
صبح کو کنوئیں میں غوطہ لگا جاتی ہے۔ پروفیسر کالاکار
گراھموں نے وہ مٹھوتی کسی کو نہ سکھائی کہ مشکل سے
مشکل گت میں بلبلہ بچے اور کلائی نہ ہلے۔ لکھنؤ کے
پتنگ باز خاں ملک الموت سے لڑ ورا انے چلتے
ہوئے گر وہ گر نہ بتانا تھا نہ بتایا جس سے چار میل کی
دوری پر دوہرا نکلتے تھے۔ جس مصالحہ سے دہلی کا
حمام سدا گرم رہتا تھا آج تک نامعلوم ہے۔ غرض
ذری ڈنر ٹل دیکھیے یہ آپ کا نامہ نگار ہی ہے جو ان
جواہرات کو مفت لٹاتا ہے ؎

خبر کرو مرے خرمن کے خوشہ چینوں کو

نسخہ ہائے حصول لیڈریت خانہ ساز (۱)

جو شخص بے روزگار اور کس مپرسی کی بیماری میں مبتلا ہو
اُسے چاہیے کہ اگلی پچھلی خطاکاریوں کو بغیر توبہ کا غسل
دیے ہوئے بے حیائی کی قبر میں دفن کر دے۔ ڈاڑھی
بڑھائے اول فول بکنا سیکھے۔ بڑے بڑے آدمیوں کی
فہرست حاصل کرے اور سر اسم مغلظات سنانا شروع
کر دے یہ گالیاں اسم القوم والقومیات شروع ہوں۔
جورو کی بغاوت۔ لڑکے کی شرارت۔ دوا کا ضرر۔
پیٹ میں ریاح باسوری کا اُدھم۔ ڈکاروں کا آنا
سب کو حوالہ بہ خطاکاری گورنمنٹ فرمائے کھٹملوں
نے یورش کیا مچھروں نے شب خون مارا رات بھر
نیند نہ آئی۔ کیوں ؟ گورنمنٹ کی خرابی سے اید گلو
موذن گلا پھاڑ کے صبح کو چیختا ہے۔ کیوں ؟ گورنمنٹ کی
خرابی سے !۔

(۲) ہتھکڑی پہننے کی فکر کرے خواہ بوجہ حلال حاصل ہو
یا بوجہ حرام۔ آپ پوچھیں گے کہ دیکھو پھر خط رمز
میں نسخہ لکھا۔ حضرت ہتھکڑی بوجہ حلال یوں حاصل
ہوتی ہے کہ دفعات تعزیرات ہند میں سے ایک جرم
کا ارتکاب کیا جائے اور بوجہ حرام یوں کہ تعزیرات
ہند مجرم سازی میں فیل ہو جائے اور پولیس سلطانی
کی حدود ہند سے مفت میں بخشش ہو جائے اور مومنین کی بیلو
تہمت یعنی بے کرایہ کا قصر لینے پڑا گھر لینے جیل نہ نصیب ہو۔

(۳) در کشاکش ہائے معاشرتی مبتلا کردن کا ریڈیان
ہست لہذا جتنی مشکل آفرینی صرف کرنے کے ریزولیوشن
دہ ہوں بے پاس کرائے نہ چھوڑے۔ مثلاً فاقہ کشی
شعار صلحا ہے زمانہ گزشتہ میں اگر فی صدی صائم النہار
وقائم اللیل بزرگواروں کی تعداد پانچ تھی تو اس
ترقی یافتہ زمانہ میں سو میں سو ہونا چاہیے۔ اس
ریزولیوشن کے پاس کرانے کی چنداں ضرورت
نہیں اس لیے کہ یہ ریزولیوشن ہندوستان کے
حق میں عالم بالا سے پاس ہو کر صدہا سال ہوئے
کہ معمول بہ ہو چکا ہے۔ قسرًا ہو یا قہرًا۔ یا مثلاً
اگلے زمانے میں ہزاروں خدا کے خاص بندے پہاڑ
کے غاروں میں زندگی بسر کرتے تھے۔ تمھیں چاہیے کہ
گھر کے کوڑے کرو جورو کا ہاتھ تھامو بچہ بغل میں دباؤ۔
"بولتا پپیہا لیتا تیرا نام" کوہستان کی ہوا کھاؤ جنگل کی
تازی تازی ہوا کھانے کو آبشاروں کا فلٹر کیا ہوا
پانی پینے کو۔ ہوا سے پیٹ نہ بھرے تو قدرتی گھاس
کی کمی نہیں۔ انسانی درندے چیر پھاڑ کے کھا جائیں
تو خدا کی راہ میں شہادت سرخروئی دارین کا موجب۔
مگر بھائیو اتنا لحاظ رہے کہ اس غریب کو میر قافلہ نہ
بنانا۔ اس فقیر کا کام تو گھر میں گاؤ تکیہ لگا کے ہدایت
کرنا ہے۔ الدال (علی الخیر کفاعلہ) اور یہی
ہلکی پھلکی چپاتی پر قناعت کرتا ہوں۔ یا مثلاً بیرونی یا ملکی
کا استعمال قطعاً موقوف کر دو۔ گھر میں اندھیرا رہے
تو رہے۔ یا مثلاً اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے ؎

بے مگس ہرگز نماند عنکبوت
رزق را روزی رساں پر می دہد

دیکھو ہزاروں بچے بھیڑیوں کے بھٹ میں پلتے ہیں۔
"قوم پرستی" (خدا پرستی کی مجازی بہن) کے یہ معنی ہیں
کہ بچہ بھتا دودھ تڑپے مگر ولایتی کنڈینڈ ملک (دودھ نہیں)
کا ایک قطرہ نہ دینا۔ یا مثلاً جب تک تمام میونسپلٹیاں
سرکاری نگرانی سے آزاد نہ ہوں اُس وقت تک حدود
میونسپلٹی میں ہگنا موتنا بالکل موقوف۔ ہو سکے تو تنگالی
کرنے کی عادت ڈالو۔ اگر یہ تدابیر یا اسی قسم کی دوسری
تدابیر یاد ہیں تو انشاء اللہ تم ترشے ترشائے بنے بنائے
کھرے کھرے لیڈر ہو ہر کہ شک آرد کافر گردد۔

نسخہ ہائے زوجتین۔ (ہم دل بدست آید ہم جورو نہ رنجد)

ابھی ایک ہی انجمن میں سب کام سپرد کر کفایت
شعار کے کفایت شعار جورو بھی راضی رہے ملکی
خیر خواہی کی دم بھی نہ جھڑے تب کی سنا ہے مہنگ لگے
نہ پھٹکری رنگ ہو کھا آئے۔ اگر جورو صلوٰۃ اللہ علیہا
کو خدانخواستہ ململ ساٹن لیسٹ گرنٹ چکن جالی جنگلی پاکے
کا مرض اور فرمائش بیجا کی علت ہو جھٹ منھ بنا کے کہہ دیجیے
بیگم یہ کیسی باتیں کرتی ہو روپیہ پیسا تمھارے صدقے جان تک
سے تم کو تھی مگر یہ تو خیال کرو کہ میں نے کانگریس میں تقریر
کی تھی کہ غیر ملکی چیزوں کی خریداری یک قلم موقوف کر دو
اب میں ہی خود یہ انگور کھٹا ہول لوں تو دنیا کیا کہے گی
خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت تم خدا کی عنایت سے
سمجھدار لکھی پڑھی ہو دیکھو تو ہم اس شیشہ موتی کے
عوض اپنی گاڑھی کمائی کا روپیہ غیروں کے حوالے
کر دیتے ہیں یہ کتنی بڑی ملکی بدخواہی ہے "پھر میں
کیا پہنوں ؟" کے جواب میں جھٹ منگل کی بازار سے
دو تھان گاڑھے کے ایک تھان ململ چھپیلاام کا تین
تھان کھار وے کے اٹھا لاؤ۔ تیوری پر میل ہو نہ
پیشانی پر شکن ہاتھ میں تسبیح لو اور پڑھتے رہو "الحمد
للہ الذی جعلنی من الوطن پرستان" لو بی بی کھار وے
کی بناؤ ساری گاڑھے کی بناؤ باڈی یہ ٹاٹ نہایت
اعلیٰ قسم کا ہے اس کی انگیا بہت اچھی رہے گی۔۔
مونج کا گوکھرو بھی لیتا آیا ہوں اس کی بنیا سبحان اللہ
اللہ نے چاہا تو یہ وہی جوڑے عمر بھر کرتے کو کافی
ہیں۔ اور "دور دور گورمیرے دشمن پہنیں" کی صدا سنو

آدمیت و اعضا میں جاؤ گے۔ ہاں بی بی تم تو سمجھدار عورت اور نہ ناقص۔ واللہ باللہ اسلام کا یہی لباس رہا ہے۔ تم اس کی مذمت کرتی ہو۔ اس پاس کو کمخواب سمجھ۔ الحمد للہ غنیمت ہے پیارے۔ دن میں سات نسخے کا جلت بھی ان کا ہوتا ہے اور کوئی بھی۔ خالی مولے میں کا فرق ہے۔ تمھاری جان کی قسم تم پہ یہ لباس ایسا زیب دیتا ہے کہ ہزار جان سے صدقے ہونے کو جی چاہتا ہے۔ الٰہی جامہ زیب ہو تو ایسی ہو۔

نسخۂ خوش پوشاکی مفت بلا عذر سفید عامہ و خاص جامہ نہ دارم دامن از کجا آرم کا عذر قطعاً بر طرف آجکل دھوبیوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ایک نفر گدھا خرید فرمائیے اور بن جائیے دھوبی۔ طرح طرح کی پوشاکیں روز بدلیے اور پہنا کیجئے۔ نیا خیال جو کوئی شکایت میں دو بوند بھی گھوڑے پیٹے تو دو سرا ڈھکنے آپ کی بلا سے۔ خرسواری مفت۔ اگر ایک شوہر پہن سکے گھاٹ جی کو گدھے کے حوالے کر دیجئے تو بیبیاں بھی خوش اور خاوند بھی۔ اور نہ دیجئے تو بھی اچھا۔

نسخۂ حصول زر بلا زحمت برائے اغراض ملکی۔ آجکل جن مقامات پر ایسا تکرار کی نہر نسبت اسے وہاں کے کاشتکاروں نے خوب روپیہ جمع کیا ہے۔ روپے کی جھنک ور جھنکار نے اندھا بھی کر دیا ہے اور بہرا بھی۔ پرتاب گڈھ والوں کی طرح ہر جگہ فسادات کو ترقی دینا آسان ہے۔ دانہ ڈالنے کی کسر ہے۔ زمیندار اور کاشتکار کی جو بھیڑ کا ہے کالا ما لے باہور آپ لی بلا سے۔ ایک پانی لڑائیے ادھر بھولی سیب ادھر پہنچا دیجئے۔ وطن پرستی کا اکھاڑا قابل دید ہوگا۔

انشاء اللہ اگر زندگی باقی ہے تو پھر بیاض نسخوں کی جولانی ہے ہر نمبر میں لیجیے۔ فقط

راقم

بقراطیس

کرو۔"

بی بی:۔ "سنا۔ میں کئی دفعہ کہہ چکی ہوں کہ تمھارے وعدے سب جھوٹے ہوتے ہیں۔ جاؤ میں جھوٹوں سے بات نہیں کرتی۔"

میاں:۔ "ہائیں ہائیں آخر میں نے کون سا جھوٹا وعدہ کیا۔"

بی بی:۔ "لے ہے ایسے ننھے ہو گئے جیسے کچھ جانتے ہی نہیں۔ بچارے کے منھ سے دودھ کی بو آتی ہو چلو ہٹو۔ زیادہ بنو نہیں۔"

میاں:۔ "واللہ باللہ مجھے کچھ یاد نہیں۔"

بی بی:۔ "بتانا دیتا تا کچھ نہیں سو بات کی ایک بات ہے اگر تم ایسی حرکتیں کرو گے تو میرے تمھارے نہ بنے گی۔"

میاں:۔ "عقل کے ناخن لو۔ بے خطا بے قصور خفا ہوئی جاتی ہو۔"

بی بی:۔ "جب مکرنے ہی کا دستور ہے اور انکار کرنے سے اصل بات بے اصل ہو جاتی ہے تو جاؤ آج سے نہ میں تمھاری بی بی نہ تم میرے میاں۔"

میاں:۔ "خدایا خیر کرنا۔ بندۂ خدا کچھ بتاؤ گی بھی آخر کیا قصور ہوا۔"

بی بی:۔ "سنو جی کل رات کو بارہ بجے یاد کرو تم نے کوئی وعدہ کیا تھا۔ وہی جڑاؤ کنگن والی بات۔"

میاں:۔ "لاحول ولا قوۃ۔ تمھاری بھی کیا باتیں ہیں بھلا اس وقت دو ہزار روپیہ کس کے گھر سے لاؤں قرض الگ چکاتا ہوں۔ مالگزاری سرکاری کا بار الگ سر پر لدا ہے۔ تین مقدمے فوجداری کے پیش رہتے ہیں۔ گاؤں کے داخل خارج کا مقدمہ جان لیے لیتا ہے۔ جن اسامیوں پہ بیدخلی لگائی ہے وہ آمادہ بفساد ہیں۔ بھلا ان آفتوں میں جڑاؤ کنگن کا خیال کس کو رہ سکتا ہے۔ رات گئی بات گئی۔"

بی بی:۔ "اے شاباش کیوں نہ ہو۔ وہ جو کہتے ہیں کہ مردوے اپنے مطلب کے میت ہوتے ہیں تو سچ ہے آنکھیں ہوئیں چار دل میں آیا پیار۔ آنکھیں ہوئیں اوٹ دل میں آئی کھوٹ۔ اپنے مطلب کے وقت کیا کیا خوشامد یں کرتے تھے کیا کیا بڑھ بڑھ کے بول رہے تھے نکلتے ہو۔ گویا ہفت اقلیم کی شاہی تمھیں کو مل گئی ہے۔ بہت خوب کبھی پھر بھی مطلب اٹکے گا۔ اُس وقت مزاج پوچھ لونگی۔ اے ہاں۔ کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں۔"

میاں:۔ "اچھا تم بتاؤ میں نے کیا کہا تھا۔"

بی بی:۔ "تم نے کہا تھا کہ ایک بات ہماری مان لو تو تمھیں جڑاؤ کنگن جو آج بڑے بیٹا کا مہاجن لایا تھا مول لے دینگے۔"

میاں:۔ "تو پھر میں اس سے کب انکار کرتا ہوں۔ اول تو یہ ایک خیال تھا وعدہ نہ تھا۔ دوسرے وہ مہاجن اس وقت موجود نہیں ہے۔ تیسرے تمھارے ہاتھ میں پھوڑا ہے کنگن پہنو گی تو پھوٹ جائے گا۔ رگڑ لگ جائے گا تو تکلیف پہونچ جائے گی۔ اور ایک بات کہوں جو نہ ناراض ہو تو مانو۔"

بی بی:۔ "لگے ہاتھوں وہ بھی کہہ ڈالو۔ اُٹھا نہ رکھو۔"

میاں:۔ "بھئی دیکھو ناراض نہ ہونا۔ تمھارے ہاتھ تو کالے کالے ہیں۔ ہیرے کے جڑاؤ کنگن کی مٹی بھی برباد ہوگی۔"

بی بی:۔ "بس کہہ چکے جو کہنا تھا یا ابھی کچھ باقی ہے۔ اچھا تو اب جواب سنو۔ وعدے کے سر پر سینگ تو ہوتے نہیں تم نے زبان سے کہا کہ بات مان لو تو کنگن لے دیں گے۔ پھر جو بات تم نے کہی میں نے مانی یا نہیں۔"

میاں:۔ "میں یہ کب کہتا ہوں کہ نہیں مانی۔"

بی بی:۔ "تو پھر منگا دو کنگن۔"

میاں:۔ "اپنی پریشانیوں کا حال تم سے پہلے ہی کہہ چکا۔"

بی بی:۔ "تو صاف صاف کہو کہ ہم کچھ نہ دیں گے دیکھو تمھاری انھیں باتوں سے میرے آگ لگتی ہے مہاجن نگوڑا مر نہیں گیا۔ مٹا کلٹا موجود ہے آج گھر میں نہیں تو کل آجائے گا نہیں تو کچھ اسی پر ٹکا نہیں جہاں زر خرچو گے وہیں سے مول لے لینا۔ رہ گیا پھوڑا تو وہ میری کلائی میں ہے تم کو پھوٹنے بہنے سے کیا مطلب میں جانوں اور میری کلائی۔"

میاں:۔ "مگر بی بی اس کالی کلوٹی کلائی میں ہیرے کے کنگن پہنو گی۔"

بی بی:۔ "یہ بات میں جان بوجھ کے پی گئی مگر تم اپنی کانی سے باز نہیں آتے چھیڑے جاتے ہو تو سنو۔

منطقی جورو اور ترک تعاون

میاں:۔ "جی کیا سنہرے گنگنیاں بھرے بیٹھی ہو کچھ بولتے

ساتھ کھاکے ذات پوچھنا تمھارا ہی کام ہے۔ یہ وہی کلائیاں ہیں جو تمھاری گردن کا ہار ہوتی ہیں۔ اپنے مطلب کے وقت تم ان کو آنکھوں سے لگاتے تھے آج سے نہیں جب سے تمھارا میرا ساتھ ہوا ان کلائیوں سے خدا جانے کتنے کام تم نے لیے۔ جب میں نے تمھارے لیے پان بنائے تو تم نے کبھی یہ کہہ کے کھانے سے انکار نہیں کیا کہ پان میں کالک بھر گئی۔ جب بیماری دکھی میں انھیں ہاتھوں سے تم کو نوالے کھلائے تو تم نے اوغ تھو کرکے نوالہ نہیں تھوکا کہ اس کالک سے تمھارا منھ کالا ہوا جاتا ہے۔ جب تمھارے بچے کھلائے بچوں کو دودھ پلا کے موٹا دھنڈگا کیا اُس وقت بھی تم شربت کا گھونٹ غٹرغٹر پی گئے۔ آج اس کلائی کا کلوٹا پن آگئنے بیٹھے ہو صد رحمت ہے تمھارے دیدے کو۔ میاں ذری خیال تو کرو اماں باوا نے جب مجھے تمھارے سر منڈھا ہے تو میں گھر سے ننگی بوچی نہیں آئی تھی۔ موتیوں میں سفید اور موتے میں پیلی ہو رہی تھی۔ گہنا پاتا سب تم نے نابسے لگایا اُلٹے تلے اُٹھا کے اپنے ہوتوں سوتوں کے حوالے کیا۔ شرابیں لنڈھائیں الفتوں کو کھلایا باوا کا قرضہ چکایا۔ بہنوں کا بیاہ رچایا۔ یہ سب انھیں کالے کلوٹے ہاتھوں کا صدقہ تھا۔ اسی گہنے کی کالک نے تمھارے گھر میں روشنی پھیلائی۔"

میاں:۔ چپ رہ زباں دراز شوخ دیدہ۔ کچھ شامت آئی ہے۔ خدا کی شان یہ ہم سے گفتگو کی جا رہی ہے۔ ہے شرط کہ ابھی سر مائیکل او ڈائر سے جا کے نوسے ناک کاٹ لوں۔ مجھے بھی کوئی ایسا ویسا بنایا ہے۔ واللہ رستم کی تو میرے سامنے حقیقت نہیں۔ تیرا کام اطاعت کرنا ہے ہمارا کام حکومت کرنا ہے۔ جتنا چپ ہوا تم ہی سر چڑھتی چلی جاتی ہے ابھی کل کا ذکر ہے سترکھ کے میلے سے جھوٹے موتیوں کا ہار لا دیا۔ دلی کی شیشے کی چوڑیاں خرید کر دیں۔ جرمن سلور کے بندے لے دیے اُس پر منھ در منھ ناشکری۔"

بی بی:۔ اے میاں دیکھو پچھتاؤ گے میرا جو دل بُرا ہو گا کہے دیتی ہوں یہ نکاح بیاہ کی شرم اسی وقت تک ہے جب تک میں تمھارے گھر میں تھی اماں باوا کے کیے کو بھگت رہی ہوں۔ بس لاج شرم کی بھی انتہا ہوتی ہے۔ یہ ساری طرم بازخانی دھری رہ جائے گی جو میں سر صحرا نکل کھڑی ہوئی۔ تم دل میں سمجھتے ہو گے کہ اس کے ننھے ننھے بچے ہیں اولاد کی ماتنا پہ بیٹھی رہے گی اور ہم جتنا ظلم چاہیں گے کر لیں گے تو اس بھروسے نہ رہنا۔ جب آگ لگتی ہے تو بندریا اپنے بچے کو چوتڑ کے نیچے رکھ لیتی ہے۔ اب مجھے نہ تمھارے قول کا اعتبار ہے نہ فعل کا۔ تمھارے کرتوت دیکھتے دیکھتے اتنی عمر آگئی۔ میں کوئی ننھی مچھنو تو ہوں نہیں کہ بات کے معنے مطلب نہ سمجھوں خدا کے فضل سے اب اتنی عقل آگئی ہے۔"

میاں:۔ ابھی میں تمھیں خوب سمجھ گیا ہوں۔ تمھاری رگ رگ پہچانتا ہوں یہ سب گن تم نے آجکل کے اخباری کاغذ دیکھ دیکھ کے سیکھے ہیں۔ تو سہی جو یک قلم سارے اخبار آنے بند نہ کر دیے ہوں۔ اس بھروسے نہ رہنا۔ اوہ ہاں یہ تو بتائیے آپ کو پڑھنے لکھنے کی اجازت کس نے دی ہے آپ بغیر ہماری اجازت کے واہیات خبریں پڑھنے کی کیونکر مجاز ہوئیں۔"

بی بی:۔ اے واہ۔ وہی مثل ہے دھوبی سے بس نہ چلا چلے گدھے کے کان مروڑنے۔ اب بول آئے۔ سارا الزام چاند لوا کے سر۔ دعدے کرکے تم بھولو۔ جھائیں جھپے تم بتاؤ۔ مہر ہضم کر گئے ڈکار نہ لی۔ میرا سارا جہیز الفتوں کے کٹھے لگا میں بے بول سے ٹوں نہیں کی۔ خود ہی بات کہو خود ہی مکرو۔ اور اوپر سے غرے ڈبکے بتاتے ہو۔ اتنا جانے رہنا کچھ بندی کی گھاٹ نہیں کٹی ہے ہمیں میرے میکے والے ابھی تم ایسے میں کو مول لے کے آزاد کر سکتے ہیں۔ اخبار نہ پڑھنے دو گے تو کیا ہو گا یہی نہ کہ دو گھڑی جی بہلتا ہے نہ بہلے گا۔ آج سے سور کھائے جو تمھاری بات ماننے۔ تم کہو گے دن بندی کہے گی رات۔ تم کہو گے گرمی تو بندی کہے گی برسات۔ تم اُٹھاؤ گے ہاتھ تو بندی اُٹھائے گی لات۔ تم کہو گے ایک تو بندی سنائے گی سو مغلظات۔ تم ڈال ڈال تو بندی پات پات۔"

میاں:۔ اخاہ کہاں ہیں وہ آپ کے حاتی پیرا للّو بیفائی میکے والے ذری بلاؤں تو اُن کی صورت وہ دن بھول گئے کہ اپاہجوں کی طرح پلنگ کے بان توڑ رہے تھے۔ کمانے کونے کا ذکر نہ تھا۔ تن تن کے مفت کا پلاؤ چکھتے تھے۔ حد درجے کے مغرور۔ فضول خرچ۔ یاوہ گو۔ عیش پرست۔ زمانے بھر کے بھولے (شاعر) نامعقول یہ ہماری دیکھا دیکھی پیاری صاحبیت ہے۔ دعوت نبدہ گنوار۔ مردود۔ بنال۔

بی بی:۔ لے دیکھ لو ذری اپنی باتیں۔ زبان تمھاری بہت بڑھ گئی ہے۔ اللہ جانتا ہے دانتوں سے بوٹیاں نوچ کے رکھ دوں گی۔ کوس کوس کے کھا جاؤں گی۔ فاقہ کر کر کے جان دیدوں گی۔ پاندان پر اپنا سر دے ماروں گی۔ اپنی تو کہو جب تک میری شادی نہ ہوئی تھی گھروا ہٹ میں فاقے ہوتے تھے۔ عزیزوں میں عزیز کوئی موچی کوئی بساطی کوئی بنیا کوئی نائی کوئی دھوبی کوئی بوچڑ۔ یہ انھیں وہوت بندوں کی برکت ہے جو آج مونچھوں پر تاؤ دیتے پھرتے ہو۔ گاؤں والے تھے گراؤں والے تھے۔ اتنا دیا اتنا دیا کہ تم تر گئے۔ ایسا سخی کوئی ہو تو لے تمھارے ہی جلیتوں لنگوٹی بندھ گئی۔ سیکڑوں دفعہ تمھارا قرضہ چکایا۔ بیسیوں دفعہ جرمانی بھری۔ ہزاروں دفعہ تمھاری جان بچائی۔ انھیں کے مال سے تم نے جائدادیں خریدیں۔ ہمیشہ یہی کہا کیے کہ یہ سودا اچھا ہے تمھاری خاطر تم چکا لیے لیتے ہیں مگر کبھی منھ پر نہ آئے بیچارے چپ رہے۔ ایسے ہی بے احسانے ہو کہ جس ہانڈی میں کھاتے ہو اسی میں چھید کرتے ہو۔ بُزدل نہ ہوتے تو تمھارا ساتھ کیوں دیتے۔"

میاں:۔ بڑے ساتھ دینے والے۔ اجی یہ نہیں کہتیں کہ خوشامد خورے تھے۔ ہم ہی اس قابل کہ ہمارا حکم مانا جائے۔"

بی بی:۔ اچھا یوں ہی سہی آپ اپنے وقت کے نادر شاہ تھے۔ خوشامد نہ کرتے تو کیا کرتے۔ اب بس آئے گھر سے آ لیے۔

[illegible] ہے کہ جو کچھ ہوا سو ہوا آئندہ آپ کے جھوٹے وعدوں کا اعتبار ہیں نہیں کروں گی۔ وہ یہ اپنے جھوٹے موتیوں کا ہار۔ یہ ایمیٹیشن کی انگوٹھی۔ یہ پیتل کی پازیب۔ یہ نقلی ہیرے کے بُندے۔ باز آئی میں تمھاری گرنٹ کریپ سے بوسکی پتلون کی گڈسکی چدریا اوڑھوں گی۔ تمھارے ساتھ رہنا ہے نہ رہوں گی۔ جاؤ تم اپنے مولوی ملّا کے ساتھ شادی کرو۔"

لیجیے جناب بی بی کے آگے کچھ زور نہ چلا۔ پہنچے۔ مہاتما گاندھی سے مشورہ لیجیے یہ سبق انھوں ہی نے پڑھایا ہے۔

ف ۱۷ س

منطق آرا آسیگم بقلم فنا سفر

ایک خط

لیجیے حضرت پنچ۔ اب باندھیے تانت اور اکتارا ہاتھ میں لے کے گاتے پھریے۔

"چُن چُن کنکر محل بنایا لوگ کہیں گھر میرا رے بابا"
"نا گھر میرا نا گھر تیرا ان کوا پریشن کا بسیرا رے بابا!"

گاندھی جی کہتے ہیں کہ میاں لنگوٹی میں پھاگ کھیلنا ہو تو کرو اس مفلسی بے سروسامانی میں اخلاقاً اولاد پیدا کرنے کا تمھیں کوئی حق نہیں۔ یار بڑی مشکل ہوئی زبان سے تو کہہ دیتے تھے "جورو جنجال لڑکے بھونچال" گر کچھ ایسی بات ہو جاتی تھی کہ سال میں دو ایک جھول نکل ہی آتے تھے۔ اس جھول جھال کا نتیجہ بعد کو چاہے کچھ ہی بھگتنا پڑے۔ مثلاً ادھر شامت اعمال کی گٹھری یعنے زوجہ مقدسہ صلوات اللہ علیہا کی تخمِ مقدسہ یعنے نتیجۂ آرزوہائے متحرک پر نظر پڑی [illegible] جان سن سے نکل گئی"۔ ہائے بی بی نواں مہینہ سر پہ ہے۔ اب کیا ہوگا۔ تم بھی [illegible] معلوم کس طرح کی عورت ہو۔ بچوں سے جی ہی نہیں بھرتا۔ بڑی مصیبت یہ ہے کہ جب سلامتی سے درد لگتے ہیں تو صاحبزادے بد خلقت سے اس قدر ہٹیلے پیدا ہوتے ہیں کہ انھیں [illegible] بغیر لیڈی ڈاکٹر کے برآمد نہیں ہوتے۔ اس شکایت کا ننھا سا جواب مل جاتا "پھر کوئی کیا کرے؟ ہوتے ہوتے بعض نظر میرے دشمن ہائے بجوڑی شیطان کی لنگوٹی ہوں۔ بیچ ہی پیچھے تو کون کافر اپنے حساب اس نتیجہ کی ترجیع رکھتا ہے۔"

گاندھی جی کہتے ہیں کہ اگر شادی شدہ اشخاص خوبصورت طاقتور اور صاحب دماغ اولاد پیدا ہونے کے متوقع ہیں تو اولاد پیدا کرنا بند کر دیں۔ بڑا اس نے نہیں نے گنہگاروں کو بھی تمہاری سزا لے توبہ مشورہ دیتا ہوں۔ بات معقول ہے کیا معنے کہ اعضا کا ان کوا پریشن بھی مضبوط نتیجہ اپنے ساتھ لائیگا جب اولاد کا وجود ہی نہ ہوگا تو شریر سرکش نفس پرست بے ادب ناحق شناس کمرور لاغر غلام سرشت کوئی خطاب اُسے مل سکے گا۔ شُفرہ گستردن صد عیب دہ گستردن یک عیب۔ بڑا نے تو خیر پچپن سال کی عمر میں ہر کام سے منش پا جاتے ہیں اس بڑے کام سے بھی دست بردار ہو جائیں گے۔ کچھ قدرت کے زور سے کچھ عقل بختہ رس کے تجربہ کارانہ مشورے سے۔ البتہ لوکاروں کا ماجھا اگر رقعہ کی طرح واپس آیا تو بُری ہوگی اُس وقت گاندھی صاحب کو لوگ کہاں ڈھونڈھتے پھریں گے یا اس زمد قسمت اندیش سفارش سسرال والوں پر کیا اثر پذیر ہوگی۔ عدم ادائے حقوق زوجیت کا شتاپ کس دعا کے اثر سے زائل ہوگا۔ غرض نمازی دولھا ابرار دولھن دونوں اس تجویز پر عمل کرتے نظر نہیں آتے شاید اگلے رہبان یا دس ہزار برس اُس طرف کے جوگی رشی مُنی نفیس علیہ ہوں تو معمورۂ عالم حضرت واعظ کی بہشت ہو جائے جس کے ایک مکان میں ستر ہزار سورجوں کی وسعت اور مکین ٹٹروں ٹون خود حضرت واعظ کی ذات ملکوتی صفات۔ عیسائی ممالک میں اولاد تنومند چست و چالاک صاحب ارادہ جو پیدا ہوئی تو راہبوں کی نصیحت ترک لذات کو اس میں چنداں دخل نہ تھا۔ اگر دخل ہوتا تو جس طرح کوٹ پتلون نکٹائی کالر ہندوستانیوں نے پسند کیا تھا اسی طرح رہبانیت بھی فیشن میں داخل کر لیتے اور آج آزاد یورپ آزاد پولے سرے کے خود مختار ہو جاتے۔ اُنھوں نے اپنے ارادی قوت اور حرص تغلب سے سب کچھ حاصل کیا ہے آج بھی حاصل کر رہے ہیں اور جب تک یہ صفت مضمحل نہیں ہوتی حاصل کرتے رہیں گے (لاحول ولا قوۃ) معاف کیجیے گا اس مقام پہ بندہ نامہ نگار نہیں رہا بلکہ فلسفی ہو گیا۔ ہاں جناب تو جو سسرال والے ہو چکے ہیں وہ برہمچاری نہیں ہو سکتے۔ خواہ گھی دودھ مقوی غذا ملے یا نہ ملے۔ قحط کے چلتوں مقوی غذا میسر ہی کب ہو سکتی ہے؟

گاندھی جی مشورہ دیتے ہیں کہ میاں بی بی تنہائی میں یک جا نہ ہوں الگ الگ کمرہ میں سوئیں۔ یہ بھی سسرال میں مار کھلوانے والی بات ہے۔ کل ہی شکایت شروع ہوگی کہ صاحب جورو خالی مسند دیکھنے بھر کی نہیں ہوتی اور جو کہیں کہہ دیا کہ جناب ہم کو مہاتما گاندھی نے یہ صلاح دی ہے تو جورو صاحب فرمائیں گی میاں بی بی کے تخلیہ میں گاندھی صاحب کو دخل دینے کا کیا حق ہے اور جو دخل دیتے ہیں تو لائیں مہر کے سولہ لاکھ روپے نقد النقد۔

گاندھی صاحب کے یہ مشورے جورو والوں کے لیے قابل عمل تو نہیں۔ ہاں آئندہ نسل کے لیے اگر رواج دی جائے کہ بھائیو ادھر بلاؤ نائی کو اور کہہ دو "کر دے دنیا کی چڑیا کا نان کوا پریشن" نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسلی رہی لڑکی تو اُس کا اللہ مالک ہے۔ جھک مار کے عابدہ زاہدہ تارکۃ اللذات بن جائے گی۔

۹۱ س

تجربہ کار
بقلم۔ بارہا من کردم وشد

۱

عجب نہیں کہ اس سحاب کو گرد باد سے ڈائنامیکی امداد کی بارش ہو اور آتش انتقامی دل کچھ اور ترقی کر جائے۔ مسٹر صاحب چلے آئے تھے کرنیل ڈائر اب آئے ہیں اگر خدا نخواستہ ترقی ہوئی تو شاید انگلستان کے تمام ہمدردی نمائی انگشت در دہان سرزمین ہند پہ قانون کی گلکاری دیکھنے چلے آئیں۔ سختی اگر مفید ہوتی تو تجربہ حضرت ڈائر کچھ کام دے جاتا اور اس سرزمین دل کی گرمی صرف اشک گرم سے چشمہ (ــــ) گرم چشمہ نکالنے پر اکتفا کرتی۔ مگر یہ نہیں ہوا نہ تو مسٹن و سنجیدہ ماڈریٹ لیڈر اپنی آواز کو اس بار بھی ریکارڈ کر سکے نہ خداوندان نعمت کے چھینٹے اس آتش کو فرو کر سکے

کریدتے ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

منشے جوگی یہی دوا کی طرح رفتہ رفتہ ماڈریٹ اجزا بھی اسی خاکستر میں ایک ذات ہوتے جاتے ہیں شاید آگے چل کے دونوں جزوؤں کا امتیاز بھی نہ ہو سکے ترک تعلقات بڑی بات سہی مگر جنھوں نے اس ماتے کو اُبھارا ہے اُنھوں نے کوئی قابل شکریہ خدمت گورنمنٹ کی ادا نہیں کی۔ گو کہ اُن کے قدردانوں نے عملاً شکریہ ادا کیا اور پھر ادا کرانے کی دوسروں سے خواہش و تمنا رکھتے ہیں اُنھوں نے غلطی سے اس انجکشن میں بجائے مارفیا کے مرچوں کا سفوف استعمال کیا پھر بھلا نیند کیونکر آتی۔ حالات ابھی اس قسم کے اعلان کی مقتضی نہیں ہے۔ سنتے ہیں کہ چیمبر لین صاحب کی خدمت میں وائسرائگی کا عہدہ پیش کیا گیا تھا مگر اُنھوں نے انکار کر دیا اُنکا کی وجہ ظاہر نہیں کی گئی مگر سمجھنے والے یہی سمجھتے ہیں کہ اُنھوں نے ہوشیاری کو دخل دیا جو حکومت ہند کے پتلون کو جس میں بدنظمی و بے عنوانیوں کی بھڑیں گھسی ہوئی ہیں نہیں پہنا۔

ترک تعلق کی انتہائی کارروائی کسی خوشدلی یا محرکی پر مبنی نہیں ہے بھلا جان دینے میں دل لگی کو کیا دخل ہے۔ عہدہ خطاب دربار یہ وہ چیزیں ہیں جنکی تمنا ہر دل میں تھی اب انھیں کو لوگ کڑوی دوا سمجھتے اور اُنکی طرف سے منہ پھیرتے جاتے ہیں۔ وہ دن دور نہیں جب کہ مسٹر چیٹ فارسٹس (ــــ) تہ آب جنگل کی طرح ماہرین علم طبقات الارض خطابوں کے لہلہاتے نیستانوں کو بھی پُرانی عجائب میں شمار کریں۔ اور قبروں کے کتبہ یا تاریخوں کے اوراق یا نسب ناموں اور بائیگرافی کے صفحات کی چھان بین سے اس کا پتا لگائیں کہ اگلے زمانہ میں اعزاز کی چٹانیں کیونکر مرتب ہوتی تھیں اور اُن میں سے کون سینڈ اسٹون تھے کون سی کونگلومیریٹ اور کون سی لائم اسٹون عربی کی نحوی کتابوں میں ایک مثال عام ہے "ضرب زید عمرا" بیچارہ عمرو جس طرح مثال میں ہر ایک کی زبان سے مار کھایا کرتا تھا اور کچھ بولنا جانتا نہ تھا ٹھیک اسی طرح ہندوستانی افراد حقیقت میں نہایت غمخوار تھے۔ جہاں گئے پٹیاں سے پٹ گئے۔ اور کبھی ہاتھ نہ لگی۔ چار برس میں ان غمخواروں کو آخر کس چیز نے سرکش بنا دیا۔ اگر حکومت تسلیم کرے تو ہم یہی کہیں گے کہ سختی اور بے جا سختی۔ اغراض ملکی کا لاوا اس سختی کی رگڑ سے مشتعل ہوا اور جب تک حکومت کی سختی باقی ہے اُس وقت تک محکوموں کی کم بختی باقی رہے گی۔ آئرلینڈ گورے آدمیوں کا ملک ہے وہاں بھی سختی کا قانون خواہ مجبوراً ہی کیوں نہ ہو مفید ثابت نہیں ہوا۔ پولیس عموماً رعایا کی حفاظت کے لیے رکھی جاتی ہے مگر وہاں پولیس کو عجیب و غریب کام انجام دینے پڑتے ہیں۔ مثلاً ایک پولیس کا سارجنٹ باغیوں پر بھینٹ چڑھا۔ پولیس نے اُس کے عوض ایک شہر لوٹ لیا۔ فوجی لفٹنٹ مارا گیا کئی چھاپے خانے[1] تباہ کر دیے گئے۔ شہر والے جنگلی بنے یا صحرا نورد ہوئے پولیس والوں نے اشتہار لگائے کہ اے جی تم ایک کھوؤ گے تو ہم سو سنائیں گے۔ بوٹی کے عوض بکرا لیں گے۔ گرانارڈ شہر کی مارکیٹ اور ہوٹل میں آگ لگانی پڑی۔ یہ ردّ و بدل حاکم و محکوم میں کہیں نہیں ہوتی۔ یہ برابر والوں سے کی جاتی ہے۔ کرنیل ڈیجوڈ انگلستان سے

[1] ایرلینڈ زندہ باد مردہ باد جنہیں کہہ ـ یعنی واللہ چھاپے خانے خوب تباہ کیجیے یہ بڑی بدمعاشی کے مرکز ہوتے ہیں۔ اودھ پنچ۔

کوئی خزانہ ہندوستانیوں پر تقسیم کرنے کے لیے نہیں لائے خالی خولی باتیں بناتے ہاتھ جھلاتے آئے ہیں کچھ زبانی اظہار ہمدردی فرما کے نو دو گیارہ ہو جائیں گے۔ مگر میٹھی زبان اور کلمۂ خیر سے اُنھوں نے رد دیا گی حاصل کی ہے۔ اور ایسی گرد بدگی کہ آج ہمارے وائسرائے بہادر کا بھی ایسا استقبال نہیں ہوا۔ ہمارے صوبے کے لفٹنٹ گورنر آج ہر دل میں بیٹھے ہوئے راج رچ رہے ہیں۔ یعنی اُنھوں نے دلوں کو اتنا نہیں گرمایا کہ عیسائی مذہب کا اسفل السافلین ہو جاتا بلکہ اہل ہند کا پاتال بنا دیا ہے جس میں اب راجہ مہاراجہ حکومت کرتے اور امرت بیل اُگتے ہیں۔ حکومت ہند پہ آج کل منطقی اعتراضات ہیں منطقی قلعے پر بندوق توپ کے فیر شاید کارآمد ہوں ہیں تو یقین نہیں ہے لہذا مناسب ہوگا کہ دھمکی کے عوض نرمی۔ بے پروائی کے بجائے توجہ اور ہمدردی سے کام لیا جائے۔

راقم

سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار
اب مانو نہ مانو تم ہو مختار

فرنیالوجیکل سرایا

(۲)

"خدمات الاعضا" کے ماہرین نے وظائف اعضا سے متعلق سیکڑوں کتابیں بھر دیں مگر اعضا و جوارح سے جو کام آج لیا جاتا ہے وہ کسی کتاب میں لکھا ہوا نہیں ہے یہ تحقیقات ناقص رہتی اگر ہم اس کی جانب توجہ نہ کرتے۔ مشابہات زیادہ تر صرف ہندوستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہماری طرح دوسروں کو اختیار ہے اگر چاہیں تو اپنی اپنی خصوصیات و خاصیات کو شامل فرما کر مضمون ہذا کو زیادہ طولانی بنالیں اس وقت یہ مضمون فی حد ذاتہ بفضل خدا من جمیع الجہات مکمل ہے۔ آئندہ کا حال نہ ہمیں معلوم ہے نہ دوسروں کو۔ ماضی حال کا استاد ہے اور حال ماضی ہو جانے پر مستقبل کا گرو۔ فرضی شاعری اور لفاظی سے ان کو ابرش کرنا واجب تھا۔ ارے ہاں مفت میں گاندھی جی، کو

مگر یہ ساری محنت نقش برآب ہو اور تہبتہ کے وقت کسی طرح یاد نہ آئے۔ دنیا میں ایسے آدمی فی صدی ایک بھی بمشکل میسر آئیں گے۔

آج کل ہندوستان کے اکثر عامل خدا سے دعا کرتے ہیں نہیں بلکہ قانون کی قوت سے حافظے کے بھوت پر اس قسم کا تسلط چاہتے ہیں کہ جو کچھ ہم سکھاتے ہیں حافظہ رکھنے والے خواہ وہ معتکفو ہوں یا نہ ہوں وہی یاد رکھیں اور باقی باتیں بھول جائیں۔ پنجاب والوں کا ایسا ذہیٹ حافظہ ہے کہ اپریل ۱۹ء میں جو کچھ ان کے حافظے کی سلیٹ پر نقش ہو چکے تھے وہ ابھرتے ہی چلے آتے ہیں۔ سرکاری بھاپ کا بھپارا علانہ اسپنج کا پچارا لاکھ لاکھ دو رگڑتا ہے مگر یہ پتھر کی لکیر مٹائے نہیں مٹتی سے

بدل شے اور دل اس اک کے بدلے
الٰہی تو تو رب العالمین ہے

کتب اخلاق میں اخلاقی امراض کا علاج نہ کسی جڑی بوٹی سے ہے نہ کسی کشتہ یا معجون سے۔ نہ احراق و تقطیر و تصعید ادویہ سے۔ ہاں مخالفت نفس سو علاجوں کا ایک علاج ہے۔ جو کچھ جلیانوالے باغ میں گزرا اگر اس کی بنا کسی تدبر، مصلحت خوش خلقی انصاف یا مجبوری پر تھی تو اس پر کپیا نا بیکار ہے اور اگر خدانخواستہ دشمن کے کان بہرے کہنے والے کے منہ میں خاک یہ کچھ بری بات تھی تو اس کا علاج "اچھائی" سے ہونا چاہیے۔ ہم نے مانا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب امرت سر نے ہوم رول لیگ پنجاب کا جلسہ جلیان والے باغ میں اس لیے نہ ہونے دیا کہ بغاوت و بے اطمینانی اور اشتعال پیدا ہونے کا اندیشہ تھا مگر یہ تو فرمائیں کمبخت ناشدنی حافظے کے دم میں نمدا باندھنے کا کیا انتظام فرمایا ہے۔ اس بخیل نے سچ کہا تھا کہ جس سے کسی دوست نے یادگار کے طور پر انگوٹھی مانگی تھی کہ "میاں جب تم اپنی انگلی بے انگوٹھی دیکھنا تو یاد کر لینا کہ فلاں شخص سے انگوٹھی مانگی تھی اس نے نہ دی۔" یہ بخیل بہ نسبت صاحب ڈپٹی کمشنر امرت سر کے علم النفس (سیکالوجی) کا زیادہ واقف کار تھا وہ جانتا تھا کہ واقعہ اگر کسی شے سے متعلق ہو تو اس شے (انگلی) کے دکھاتے ہی یاد آجاتا ہے اور اس کا سبب بھی ساتھ ہی ساتھ۔ کم اشخاص ہیں جن کو معلوم ہوگا کہ عورتیں شوق سے ایک زیور پہنتی ہیں جس کا نام "جہانگیری" ہے یہ زیور چوڑی یا پہونچی کی شکل رکھتا ہے۔ وجہ ایجاد کا تذکرہ اہل خبرت یوں کرتے ہیں کہ نورالدین جہانگیر تخت پر بیٹھے تھے اور بی نورجہاں بیگم اپنے ہاتھ سے سلطنت کی پشت گرمی کرتی رہتی تھیں ایک مرتبہ ہاتھ پشت سے علیحدہ ہو گیا۔ بادشاہ کو تکلیف ہوئی اور انھوں نے بمقتضائے فراوانی عشق عہد کر لیا کہ ہاتھ کاٹ ڈالوں گا۔ جب محل میں گئے تو سرد رکت غصے میں بھرے ہوئے تھے صورت دیکھتے ہی عہد کی گرفت سست پڑ گئی مگر کرتے ہی کیا "اوفو بالعھد" کی تعمیل واجب تھی آخر ملاؤں سے مشورہ کیا انھوں نے کہا آپ نے قطع کی قسم کھائی ہے قطع میں جراحت بھی داخل ہے لہٰذا خنجر سے کلائی پر ایک گھیرا بنا دینا جس سے صرف جلد کٹ جائے کافی ہے۔ بہرکیف کلائی پر نشان بنا دیا گیا۔ جراحت مندمل ہوئی اب بدوضع کا داغ خوبصورتی کی شان کھنکھنی کرنے لگا۔ اس کے چھپانے کے لیے "جہانگیری" کا جوڑا تیار ہوا۔ جن لوگوں کو یہ قصہ معلوم ہے وہ جب جہانگیری کا نام سنتے یا صورت دیکھتے ہیں تو انھیں یہ قصہ بھی یاد آجاتا ہے۔ ہم نے مانا کہ بات پرانی ہو کے خود ہی بے اثر ہو جاتی ہے۔ مگر ناعاقبت اندیشی اور اضطراب ذمہ داری غلط راہ دکھاتی ہے۔ وہ عمال صورت ذہنیہ کی چنگاری پر غفلت و ضعف کی راکھ جمنے نہیں دیتے۔ برخلاف اس کے کوشش یہ ہے کہ سیکالوجی کے قواعد کسی طرح بدل جائیں ٹوکے پر ٹھوکا دیں اور کوئی چین نہ جاگے انفعالات نفسانیہ کا بیج ایسا بانجھ ہو جائے کہ کبھی بچہ نہ دے خواہ عمال کی جانب سے کتنے ہی افعال صادر ہوں۔ اگر جلیانوالے باغ میں جلسہ ہو جاتا تو کسی کا کیا بگڑتا اگر بغاوت ہے تو اس کی علت آفرینش بھی کچھ ضرور ہے اگر اشتعال ہے تو شعلہ بھی ضرور ہے۔ ان وجوہ کا ان لوگوں سے ذکر ہاں ہاں خبردار فلاں باغ میں جلسہ نہ کرنا اس سے بغاوت پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ سو کہہ فلاں بات کا ذکر نہ آنے پائے لوگ سُن لیں گے اور بھڑک اٹھیں گے بھلا کہیں آگ چھپتی ہے۔ اے صاحب آپ دوسروں کی آنکھوں پر ہاتھ نہ رکھیے اپنے عیب کو دفع کیجیے۔ نہ یہ ہوگا نہ سب دیکھیں گے۔ ذہن کے انفعال پر پہرا بٹھانا ممکن نہیں جلیان والا باغ آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ اس باغ کے گل بوٹے ابھی تک خزاں سے محفوظ ہیں۔ اور سچ پوچھیے تو تشدد اور سختی کی آبیاری نے اس باغ کو سدا بہار بنا دیا ہے وہاں جلسہ ہوا تو کیا نہ ہوا تو کیا۔ اہل ہند مار کھانے کی قوت پیدا کرنے اور پرانی عادت کو مستحکم کرتے جاتے ہیں گویا اس طرح اپنے دل کو مضبوط بنا رہے ہیں۔ آپ اگر صرف بدن کی عادت کو قوی بنائیں گے تو لازماً یہ عادت انطلام مضبوط ہوتی جائے گی اور مجبوراً آپ سکے ہاتھ تھک کے ہاری بول جائیں گے مصیبت کا مقابلہ کرنا ہندوستانیوں کو نہیں آتا تھا۔ یہ تو مزے سے کھاتے پیتے سوتے اور بندگان خدا کے شمار کو بڑھایا کرتے تھے جب تک تھوڑی سی آسائش ان کو میسر رہی اس وقت تک یہ غافل رہے جو قدر آسودگی کا ورق بالسوخت ہوتا گیا یہ دیکھتے رہے کبھی اس کونے میں کبھی اس گوشے میں۔ اب حالت بدل گئی ہے۔ خزاں کو بہار سمجھتے ہیں۔ آپ کا یہ سوال ہے کہ ہاری طرح آپ کو مار کھانے کی عادت نہ تھی اس پر طرہ یہ کہ بعض خوشامدخورے آگے سری ہاں کرتے ہیں اور تفصیل معاملات کی خفت کی رپورٹ دیکے خوش خوش چلے جاتے ہیں۔ آپ سمجھتے ہیں کہ ہمارے دوست موجود ہیں پس مخالفت سے کیا خوف ہے علم نفس جھوٹے افسانے سننے کا مخالف ہے اس لیے کہ کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ روز انہ جھوٹی خوشامدیں یا قصے سنتے سنتے دماغ کا رجحان انہی کی صحت کو یاد کر لیتا ہے۔ ایشیائی امرا میں سے اکثر اسی رجحان کا شکار رہے قصیدہ گویوں نے کبھی ان کو حاتم کا باوا بنایا کبھی شمس و قمر کو ان کے آستان مقدس کا سجدہ

کر یا کبھی عناصر اربعہ کو ان کا زر خرید غلام قرار دیا۔ گفتہ گفتہ باور کردند۔ ایک حکیم ختن خوردہ نے اسی مسئلہ کو ایک شعر میں یوں نظم کیا ہے ؎

وہ سنے کان میں اس گل کے پھر نکاہی پہ نشتر
کہ اس نے دوری کی بات سننے کی قسم کھائی

اسے صاحب انتقال ذہن و فکر کا یہ حال ہے کہ بعض وقت ایسی باتیں یاد آجاتی ہیں جن کا تذکرہ فی الحال نہیں ہو رہا ہے۔ چنانچہ بعض انگریز پرانے زمانے کی ولتی لڑائیوں کا تذکرہ کر رہے تھے اتنے میں ایک شخص پوچھ بیٹھا کیوں جی درہم رومی کی حال کے سکے سے کیا قیمت ہوگی؟ - یہ بات کچھ عجیب معلوم ہوئی آخر اس سے کہا کہ بھئی یہ الل ٹپو بات کیسی۔ اب وہ چونکا اور اس نے جواب دیا کہ لڑائیوں کے ذکر میں مجھے چارلس اول شاہ انگلستان کا خیال آیا۔ چارلس کا نام یاد آیا تو یہ واقعہ بھی ذہن میں آیا کہ اس کے امرا نے اپنے بادشاہ کی خیانت کی اور اسکے قتل کا باعث ہوئے۔ قتل کے واقعہ نے حضرت عیسیٰ کے حال پر ذہن کو منتقل کر دیا۔ حضرت عیسیٰ کے حالات یاد آتے ہی یہود اسخریوطی کی جفا و غداری یاد آئی جس نے چند رومی درہموں کے عوض اپنے خداوند کے ساتھ دغا کی یہاں تک پہونچنے کے بعد میں نے درہم رومی کی قیمت تم سے پوچھی۔ پنجابیوں کا حال یہی ہے کہ اصلاحات کا حال کسی نے بیان کیا انھیں مارشل لا کا زمانہ یاد آگیا کونسل کے انتخاب کا ذکر ہوا اور وہ لگے وحشی کی طرح جلیان والے باغ کے کشتوں کی تعداد گننے۔ اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ آپ صرف تشدد کے خار دار دھانے سے ذہن کے منہ زور ٹٹو کے گلپھڑے چیر رہے۔ اس کا علاج جہانگیر بادشاہ کی طرح جہانگیری بنوانے اپنے سلوک پر اظہار ندامت کرنے اور محبت کے گسستہ سلسلہ کو جوڑنے سے کیجیے تو امید ہے کہ آنسوؤں کی لڑی آنکھوں سے تان کو پرشیں کرے۔

راقم :- وہی پرانا ناصح۔ جلم

سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار
اب مانو نہ مانو تم پہ مختار

(۲)

جنوبی افریقہ میں پانی برسانے کا عمل

ایک حکیم کہتا ہے کہ اگر واہمہ نہ ہو تو آدمی و دنیا بھوکوں مر جائے۔ سچ کہتا ہے۔ خدا بخشے عرب کے جہلا دماغ زمانۂ جاہلیت میں بقول کے قحط خشک سالی میں کرتے تھے یعنی لپوے کی چھال کی پیر کیاں گاے کی دُم میں بر دکے گلیپ کی طرف بھگاتے اور پھر کیوں میں آگ لگا دیتے تھے۔ گاے کے آزانے سے رعد کی فال اور دُم کی حرکت سے بجلی کا شگون لیتے تھے۔ ہمارے ہندوستانی بھائی گھر سے برہنہ نکلتے اور گلیوں میں بیکتے ہوئے لوٹتے ہیں "گگری پھوٹی بیل پیاسے کالے میگھا پانی دے" کالے میگھا کو اختیار ہے کہ پانی برسائے یا ہندوستان کے خزانے کی طرح کھیتوں میں خاک اُڑائے صفا چٹ میدان رہے یا جھیل ڈبرے جوہڑ تالاب نالے لبریز ہو جائیں مگر اسمیں شبہ نہیں کہ جیب میں کچھ کوڑیاں پیسے آجاتے ہیں اور زخریدوں کو وہی دھن برسنے کا فائدہ پہونچا دیتے ہیں "کوڑی پھیری ریت میں پانی برسے کھیت میں" کہنے کا یہ مسئلہ ملتا ہے "پیسہ آیا ٹینٹ میں، اندر آیا پیٹ میں"

جنوبی افریقہ میں اکثر خشک سالی رہتی ہے جیسے سوکھے ساون ویسے ہرے بھادوں مگر وہاں پانی برسانے کی خاص خدمت ایک معین شخص کے سپرد ہے۔ ان حضرت کی طرف اس وقت لوگ رجوع کرتے ہیں جب بارش نہیں ہوتی اہا وہ شان تجبر وہ جمال تکبر دیکھنے کے قابل ہے جسوقت ہمہ تن ابر بنے ہوئے حضرت میدان میں تشریف لائے اور جھم جھم کے سانپوں کی ہڈیاں درختوں کی جڑیں چڑیوں کے پر مگر مچھ کا بھیپڑا۔ بعض اشجار کی چھال ابالتے یا جلاتے ہیں۔ بارش ہوئی تو خیر کرامات کی افزائی ہے نہ ہوئی تو پھر جان کی خیر نہیں لیکن جان پیاری چیز ہے اعمال استسقا کی تان نہیں توڑتے لڑائیں لڑ لگاتے چلے جاتے ہیں۔ کبھی دھونی رمائی کبھی آگ پر دھال جھائی۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ایک پانی برسانے والے گوالہ والوں نے گھیرا۔ اس نے کہا کہ اگر تم مجھے بکرے دو تو پانی برسا دوں ہو اگر بیل دو تو بارش کا تماشا دکھاؤں ساتھ تھا بارش ہونے لگی مگر حضرت اس وقت آرام میں تھے لوگ اظہار اطمینان کے لیے در دولت پر جو آئے تو سوتا دیکھ کے تعجب کیا اور کہنے لگے "باپ ہم سمجھتے تھے کہ تم ہی پانی برسا رہے ہو اب تو ہم گھبرائے اُٹھ دیکھا تو جدو حاجب کر رہی ہیں۔ بس جھٹ سے فقرہ تراشا "اسے دیکھتا نہیں کہ تیری اماں دہی کی دو دھیا ہیر کو اپنی متھانی سے حرکت دے رہی ہیں۔ سادہ لوحوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ متھانی بھی پانی برسانے کا ایک آلہ ہے۔ انگلو انڈین پارلی بھی ڈائرازم کی جانب سے ویسی ہی خوش اعتقاد ہے اور برابر ثنا خوانی میں مصروف ہے کہ واہ وا واہ اگر تم نہ ہوتے تو انگریزی عملداری کا خاتمہ تھا بھی کیا مؤثر تدبیر کی ہے کہ عملداری کی بنیادیں تو بالاش کر دیں بھی تمھارے صدقے تمھاری متھانی کے قربان (حالانکہ اس خونریز متھانی نے تان کو اپریشن کا زلزلہ بار بار ہندوستان کے سطح پر پھیلا دیا) افریقہ کا پانی برسانے والا کہا کرتا تھا کہ اگر شیر کا دل مل جائے تو اتنا پانی برساؤں کہ جل تھل ہو دوں گھر تیرے تھکے بہیر بہے پھر یہ شیر کا دل آسانی سے مہیا نہ ہو سکتا تھا۔ قضا را ایک شامت زدہ شیر نے قریب کے گلہ پر حملہ کیا کچھ سفید رنگ پادری صاحبان نے گولی سے شیر کو مار لیا۔ گاؤں والے شیر کو تکا بوٹی کر گئے اور دل کی برات نکالی اچکتے عواندے ملا۔ یہ گاتے پانی برسانے والے کے گھر پہونچے۔ اس نے ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کے آگ سلگائی اور لگا دل بھوننے کبھی آسمان کو نیزہ دکھا کے ڈرا تا دھمکاتا کبھی ابر کو نزدیک آنے کا اشارہ کرتا جب یہ عمل کارگر نہ ہوا اور میاں ابر صاحب اہل ہند کے دل کی طرح ناراض ہی رہے تو اس نے سارا الزام پادری صاحبان کی گوری رنگت پر دھر دیا کہ ابر آنے کو تو آئے مگر ان کا گورا رنگ دیکھ کے سہما جاتا ہے اور گرجے کا گھنٹہ بجتا ہے تو بارش شرماتی ہے۔ حملہ ہونے والا تھا مگر رک گیا جو لوگ پانی برسانے والے سے عاجز آگئے تھے انھوں نے جوش کی ٹھہرائی مگر مشنری صاحبان نے اس کی جان بچائی۔

سراف

شکست اعتقاد

کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا ہے جس کا خلاصہ مضمون یہ ہے کہ انگیٹھیوں میں برسات کے باعث عفونت پیدا ہو جاتی ہے اور جو کیڑے اس عفونت سے پیدا ہوتے ہیں وہ بالوں میں گھس کے دماغ کو خشک اور بھیجے کو کھوکھرا کر دیتے ہیں۔ اس نئی تحقیقات کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ گندھیوں کی کپیاں شیشے اور کانچ کی بوتلوں سے بدل گئیں۔ اور عظیم نقصان ہوا۔ مزید براں یہ بھی کہ پرمنگنٹ آف پوٹاش سے جن لوگوں نے کپیاں دھو رکھی ہیں ان پر ناجائز سختی کی جاتی ہے۔ نہایت مہربانی ہوگی اگر گورنمنٹ ان تلف شدہ کپیوں کی ایک فہرست مع ان شیشیوں کی تعداد کے میز پر رکھے گی جو بے احتیاطی یا نازکی کی بدولت دوکانوں میں اس طرح ٹوٹ گئیں جیسے ہندوستانیوں کا دل تاکہ اس عظیم نقصان کا موازنہ بخوبی ہو سکے اور تیل دیکھا جائے تیل کی دھار دیکھی جائے۔ نیز یہ بھی کہ بالخورے کا مرض آجکل کتنے مرد و زن کو ہے اور کیوں اس مرض کے ازالہ کی فکر نہیں کی جاتی۔ یہ بھی دریافت طلب ہے کہ زجاؤں کے سر سے بال کیوں آجکل زیادہ اُڑتے ہیں۔

(۷) اس فتنے کا کیا بندوبست کیا گیا؟ جب کہ اس قسم کی متواتر وارداتیں ہو رہی ہیں کہ بیہودہ تماشبین زنانِ بازاری کی ناک کاٹ کے ان کو عطر کی بو اور اسبابِ آرائش سے کلیۃً محروم کر دیتے ہیں۔ اور اسی طرح یہ خوشبودار تجارت روز بروز گھٹتی ہوئی جاتی ہے۔ کیا مہتمم صاحب ناک بندی براہ عنایت بتلائیں گے کہ سال ماسبق میں کتنی روئی پھریریوں میں صرف ہوئی اور کتنی سینکیں کام آئیں۔ اور یہ بھی کہ امسال جنس کا عارضہ کتنی ناکوں میں گھسا۔

(۸) کیا گورنمنٹ واقف ہے کہ شعرا نے میوے کے بازار کو اپنے طرزِ عمل سے سرد کر دیا ہے کہ تمام میووں سے معشوقوں کے اعضا کی تشبیہ دینی شروع کر دی ہے۔ لوگ میوے چھوڑ کے سیب ذقن بادامِ چشم نارپستان پستۂ دہن خرمائے بینی۔ مویز لب کی جانب متوجہ ہو جاتے ہیں اور ان معنوی میووں کی خریداری میں ساری دولت ضائع کر دیتے ہیں۔ اور کیا گورنمنٹ براہ مہربانی اس کے انسداد کی فکر فرمائے گی یا کوئی خاص ایکٹ قبول کرے گی۔ نیز یہ کہ کیا گورنمنٹ کو معلوم ہے کہ کلیک در اصل غلط ہو اور کثرتِ استعمال کلیک مستند پس آئندہ لغت کی کتاب میں اس کی اصلاح واجب ہے۔

(۹) امید ہے کہ گورنمنٹ بخوبی حال کی سنگین سڑکوں کے نقصان سے واقف ہوگی جس سے گھوڑے کے نعل جلد گھس کے کھوپری (ناریل) کا ہلال بن جاتا ہے اور تانگے کا پال چھلنی کا جال۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا آئندہ اجلاس میں گھسی ہوئی نعلوں کی کمل فہرست برائے اطلاع کونسل تیار کرے گی اور اجازت دے گی کہ ہر میونسپلٹی اس ضرر رساں فعل پر جو کہ سواریوں کے لیے بھی موذی ہے غور کرے اور انسداد بھی کرے۔ کیا گورنمنٹ اس سے واقف ہے کہ کمہاروں نے عموماً اس میں مٹی ملا کے اشیا کی مٹی شروع کر دی ہیں جس سے اگاڑی پچھاڑی ہمیشہ نامضبوط رہتی ہے اور گھوڑے تھان پر سے بھاگ کے سڑکوں والوں کے ساتھ چہل کرنے لگتے ہیں۔ کیا گورنمنٹ کی رائے میں یہ ضروری نہیں ہے کہ ایسی اگاڑیوں پچھاڑیوں کے ٹوٹنے جوڑنے کی تعداد معلوم ہو جائے۔ اور یہ بھی کہ اس سال گرہ کے ناڑے میں ہر سال کتنی گرہوں کا اضافہ ضروری ہے۔

(۱۰) کیا گورنمنٹ شاعر کے اس مقولے سے اتفاق ہے؎

بی بی مفلسی نے عطا کیا مجھے جب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی نہ جنون کی پردہ دری رہی

مفلسی اور جنگ نے جو قطع و برید بالفعل اس پیشہ کو نقصان پہونچانے کے لیے کی ہے وہ ہر آئینہ قابل توجہ ہے۔ بس یہ سمجھ لیجیے کہ عریانی تن میں اور مرزا فشی میں صرف بالشت بھر کا فرق ہے جسے لنگوٹی سے تعبیر کرتے ہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ بذریعہ کمیشن قبل سے تحقیقات ہوتی جائے۔ کیا مفلسی کی گرفتاری اور دیدہ زوری کی جانب گورنمنٹ توجہ فرمائے گی۔ نیز گورنمنٹ ضرور اس امر سے واقف ہوگی کہ عمدہ کپڑوں کی خریداری دیہاتی کی ریل پیل باہر سے ہو اکرتی تھی مسٹر گاندھی کے کارن موقوف ہو گئی ہے۔ گزی گاڑھا کھادر وا بڑے بڑے لوگ استعمال کرنے لگے ہیں۔ اس سے کارخانوں کی بخیہ ادھڑی جاتی ہے۔ اس کے انسداد کے لیے کیا تدابیر اختیار کیے گئے ہیں۔

(۱۱) صاحبو اکر پا کے دیوورسے گیتاں آپ پرچا کا جیا سے لیو جیدار ہو دھری لوگ مارینی انیھی سسٹر ادھیر ٹے ڈارت ہیں۔ اُس بنا وکرد کہ جبر دتی نہ ہوئے پائے۔ اور مورسے داتا یو عرج ہے کہ سرکیا سسٹر ہوا کھراب ہے۔ جیتی کیر تلی بھر لہ کیر ایڑی گھست گھست دگھستے گھستے تھیلی رہ گئی۔ ہار منسا ہے کہ آسول (بالفعل) کتی تلی گھسی۔ یہ بتائے دیو ادر مینا سپلٹی سے پوچھو کا ہے رتی بن پکیس سڑکیا بنائے ہے۔ بسسری نہکے سب ٹام گھٹیا۔ اپھیم دافیم، تائیں دکی طرح) گرگرم (ضبط) کیہے لیت ہے۔

(۱۲) ہم تک ٹیک تائیں تائیں پھندیں ہو گئی جائیں جائیں
مصر کی روئی لائیں لائیں، گن کر روئیں ہمیں بتائیں
سارے بنورے گننے دو، ہائیں ہائیں ہائیں جائیں جائیں
جائیں۔

(۱۳)؎ تاکو میں کہہ دوں اگر پوچھے کوئی
بیٹھ کر کونسل میں سب تیر اکیا

کیا مہتمم درختان کھیریا و بیل بتائیں گے کہ لاکھ کی پیداوار میں اب کی کیوں جو کمی آگئی۔ اور کمانڈر انچیف صاحب فرمائیں گے کہ میدانِ جنگ میں کتنے بیاہے ہوئے سپاہی کام آئے تاکہ سہاگنوں کے گھٹنے سے چوڑیوں کی تجارت کو جو نقصان پہونچا ہے اُس کا تخمینہ کیا جا سکے۔

(۱۴) کیا گورنمنٹ اس شعر سے جو فتح علی حزیں نے پان کھانے والوں کی مذمت میں کہا ہے آگاہ ہے۔ نیز کیا گورنمنٹ نئی تعلیم یافتہ جماعت پر نقصان رسانی کا دعوے کرنے کے لیے کوئی ایکٹ بنانا پسند کرے گی۔ جو پان کی مخالفت کرتے اور استعمال چھوڑتے جاتے ہیں۔

یہ بھی ثابت ہے کہ جو نرنے کے دام بہت بڑھ گئے ہیں یہ چونے والوں کی شرارت ہے جس سے پان کی تجارت کو عظیم خسارہ ہو رہا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ پان سالانہ جس قدر ملک میں صرف ہوتے ہیں مع تفصیل کپور چپلوا کافوری بستی وساوری اساپوری بنگلہ ملاسی کے معلوم کیے جائیں اور جو رکاوٹ اس تجارت میں پیدا ہو گئی ہے وہ دور کی جائے۔ یہ مقولہ کہ کھاؤ تو منہ لال نہ کھاؤ تو منہ لال" بالکل قابل قبول نہیں ہے غالباً معلوم ہوا ہے کہ لے پنج تان بازاری جب کبھی پس کے گال بھالی میں تو اس پیشے کو اختیار کر لیتی ہیں گو اس فعل سے پیشے کو ترقی ہوئی ہے لیکن اصلی پیشہ وروں کی توہین متصور ہے۔ لہٰذا اس کا انسداد ہونا چاہیے۔

(۱۵) کیا گورنمنٹ کو ابھی تک اس مشہور توہین آمیز شعر کی اطلاع نہیں ہوئی ؎

اک روز کمہار ل ... ہے مری نظر جو اٹکی
میں دیکھ اسے لوٹا وہ دیکھ مجھے مٹکی

میونسپلٹی کے آویں میں جو چاک چلتا ہے اس سے ہر ایک قانونی برتن ٹیڑھا نکلتا ہے یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ہمارے خاک بیز فرقے پر طرح طرح کے قیود عائد کیے گئے ہیں۔ اہل ہند عموماً جام وسبوئے سفالی سے کام لیا کرتے تھے اور کوئی ٹیکس اس پر عائد نہیں کیا گیا تھا مگر اب جہاں ناظر مبونجوں کو دریا سے بالو لینے کی ممانعت ہے وہاں ہماری روزی کی ہنڈیا بھی درکائی جانے والی ہے۔ پس کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ گورنمنٹ اس میں دست اندازی کرے نیز یہ امر بھی دریافت طلب ہے کہ جھنجھیا اور ٹیسو کی تجارت پر کیوں زوال آیا اور دسہرے میں جو عام طور پر "اک لال لال لالہ رنگ لال جامہ" کی دلفریب صدائیں بلند ہوا کرتی تھیں اب بلند نہیں ہوتیں۔ غالباً یہ سررشتۂ تعلیم کی غلط طرز تعلیم کے نتائج ہیں۔ اب مکمل فہرست مرتب ہونی چاہیے ٹیسوؤں کی تعداد جس میں دہسالہ تفاوت تجارت ٹیسو معلوم ہو سکے۔

(۱۶) پبلک کی گستاخانہ روش نوٹس لینے کے قابل ہے کہ وہ مثل میں "ایسے ہی رنگریز ہوتے تو اپنی داڑھی رنگتے" کہا کرتی ہے۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ داڑھی کا رنگنا اول تو کسی رنگریز کے فرائض میں داخل نہیں۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے تو جناب شیخ کو کیا کہیں گے جو ہر جمعہ کے روز وسمہ اور مہندی کا پلاستر چڑھا کے ہاتھ منہ کالا کیا کرتے ہیں۔ برعکس گورنمنٹ محض ہم مذہب ہونے کا اتنا پاس کرتی ہے کہ آرمینیا سے دور دراز مقام پر جس سے پاس پڑوس کا بھی واسطہ نہیں مدد کرنے دوڑی جاتی ہے۔ ہم کو اگر ہم مذہب ہونے کا فخر حاصل نہیں تو ہم وزن ہونے کا فخر ضرور حاصل ہے۔ یعنے رنگریز بروزن انگریز۔ باعتبار رنگ انعت کی جگہ اسے جہلا نے لے لی ہے پس ہماری توہین عین گورنمنٹ کی توہین ہے۔ لہٰذا (۱) کیا گورنمنٹ براے عنایت اس مثل کے استعمال کو بھی زیر دفعہ ۵۰۰ قانون تعزیرات ہند یا زیر دفعہ ۱۲۴ ناجائز قرار دے گی؟ (ب) گورنمنٹ بخوبی واقف ہے کہ قزاق جرمنی نے سستے رنگ نکال کے اس پرانے لوقلمون پیشے کو ہندوستان میں بہت نقصان پہونچایا اب کہ جرمنی سے مال خرید کرنا وضعداری کے خلاف ہے اور جدید رنگ سازی کے کارخانے یہاں کھولنا دشواری سے خالی نہیں کیا گورنمنٹ از راہ مہربانی قوس قزح سے رنگ کاٹنے اور رنگ سازی کو ترقی دینے میں اہل ہند کی مدد کرے گی۔ (ج) معشوق کے رنگ کی تشبیہ میدے اور شہاب سے دی جاتی ہے۔ اس تشبیہ کا یہ نتیجہ ہے کہ جس کو شہاب کی ضرورت ہوتی ہے وہ سیدھا کسی نہ کسی معشوق کے دروازے پر پہونچ جاتا ہے۔ نیز لوگ گاتے ہیں۔

"کیسی کروں موے راجہ نینا کسم رنگ ہوے گئے"

اور چشم شہابی کا کٹھا ہوا رنگ جمع کرکے پھرتے ہیں۔ اس سے رنگریزوں کو سراسر خسارہ ہوتا ہے۔ پس اس قسم کے گیت بھی بند ہونا چاہییں۔

(۱۷) کیا گورنمنٹ اس امر سے اطلاع رکھتی ہے کہ معزز گروہ حلوائیان شہر کا دائرہ روز بروز افیم کی گولی کی طرح گھٹتا جاتا ہے اور گزک میں جو سیروں مٹھائی درکار ہوتی تھی اب نہیں ہوتی۔ نیز یہ امر بھی غالباً گورنمنٹ کی نوٹس میں آیا ہوگا کہ بکثرت اشخاص آدمی سے نیشکر ہو گئے ہیں یعنے ذیابیطس میں مبتلا ہو کے اتنے میٹھے ہوتے جاتے ہیں کہ سیکڑوں من شکر پیشاب کی دھار میں بہا دیتے ہیں فی الحال گرانی شکر سے جو تلخی پبلک میں پیدا ہو گئی ہے وہ اسراف بیجا کی متقضی نہیں ہے۔ آیندہ اجلاس میں براہ مہربانی اُن اشخاص کی تعداد معلوم ہونی چاہیے جو اس شکر ریزباری میں مبتلا ہیں۔

(۱۸) ہندوستان کی روشن دماغی قدیم ایام میں ضرب المثل تھی اور بعض محققین داہل حقہ فرماتے ہیں کہ یہ "ناس" لینے کی عام عادت کی بدولت تھی۔ کیا براہ عنایت گورنمنٹ ایک کمیشن اس عمدہ عادت کی تحقیقات کے لیے مقرر فرمائے گی؟ جس میں یہ تفصیل بھی معلوم ہو کہ ہندو نے بجائے تنباکو کی ناس کے کب سے سونٹھ کی ناس لینی شروع کر دی ہے۔ کیا گورنمنٹ کو معلوم ہے کہ سگریٹ کشی کا رواج عام طور پر ہوتا جاتا ہے اور عظیم اللہ خان کی بہترین یادگار (زردہ ...) کی تجارت روز بروز ماند پڑتی جاتی ہے۔ نیز کیا گورنمنٹ واقف ہے کہ لکھنؤ میں بیربل نے سارے زمانے کا گوڈر گلہری کی طرح سمیٹنا شروع کر دیا ہے اور جوتوں کے گٹھے باندھنے کے لیے اب بیچارہ بندوالا کو گوڈر کی تلاش میں گھورے کا جائزہ لینا پڑتا ہے اور اس دشواری کے باعث تجارت کو عظیم نقصان ہو رہا ہے۔ پس کیا گورنمنٹ پسند فرماتی ہے کہ آیندہ اجلاس کونسل ہذا میں ایک قانون بنام "مقاسمۂ گوڈر ہند" (ایکٹ نمبر آخر ۱۹۲۶ء) پیش کیا جائے۔

(۱۹) کیا گورنمنٹ آگاہ ہے کہ جس طرح ... پیشواؤں کی مسندیں پیروں کی گدیاں دنیا میں [illegible] سے دیکھی جاتی ہیں اسی طرح [illegible]

پیر مغاں کی سرکار رندوں کی نگاہوں میں سے رندوں کی تعداد روبہ ضعف مذہب روز افزوں ترقی کرتی جاتی ہے اور اس شیخ طینت کی جماعت میں زیادہ تر ہیں اسلام و عیسائی مذہب قبول کرتے جاتے ہیں۔ اگر واقف ہیں تو کیوں دیگر مقتدیان مذہبی کی طرح حضرت پیر مغاں کی منزلت نہیں کی جاتی۔ اور ان کو خطابات نہیں دیے جاتے۔ ایک شاعر خوش عقیدہ ساقی سے سوال کرتا ہے ؎

بتا ساقی جو کفارہ ہو رسم مے پرستی میں
قسم پیر مغاں کی بھولی کھا بیٹھا ہوں مستی میں

ازبس کہ کسی مذہب میں دخل دینا گورنمنٹ کی پالیسی کے بالکل خلاف ہے لہٰذا میں گورنمنٹ کو گروہ رند کے مذہب کی جانب متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور اس امر کی طرف بھی کہ آل پری کی جناب میں ٹیمپرنس سوسائٹی والے اور جناب شیخ و واعظ و خطیب و ملا و محتسب برابر گستاخیاں کرتے ہیں جو آئینہ ناقابل عفو جرم ہے۔ پیر مغاں کی بیعت سے مشرف گورے کالے نیلے پیلے گندمی ہر رسے ہر ایک نسل کو ہے لہٰذا توہین و تحقیر کے متعلق خاص حکم اور قانون کی ضرورت ہے ؎

مے کہ بدنام کنند اہل خرد را غلط است
بلکہ مے می شود از صحبت نادان بدنام

(۲۰) کیا گورنمنٹ کو معلوم ہے کہ مسٹر گاندھی اور مسلمانوں کی متفقہ ... سے گوشت کی تجارت پر سخت اثر ہوا ہے۔ بجائے بڑے بڑے جانوروں کے اب چھوٹی چھوٹی چڑیاں بکثرت شکار کی جانے لگیں ... چڑیماروں کے پیشے کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ لوگ زیادہ تر خود شاعروں کے معشوق کی طرح آدمی سے چڑیا رہتے جاتے ہیں ہوائی بندوقوں کا رواج بڑھ رہا ہے۔ اور یہ باور کرنے کے وجوہ پیدا ہو گئے ہیں کہ آئندہ مرغان ہوا کو اپنے گھونسلے میں جگہ نہ ملے گی بلکہ عجب نہیں کہ مرغ قبلہ نما بھی بھون کے کھا لیا جائے۔ پس ظاہر ہے کہ چڑیماروں کی روزی عنقا ہو جائے گی۔ لاسا نے بس کیا شکستہ ہنڈکی میں چھید تھیلے میں چیں بچیں جال تار تار۔ ان نقصانات کے علاوہ یہ مسئلہ بھی غور طلب ہے کہ میم صاحبات کی ٹوپی کے لیے پر دستیاب نہ ہو سکیں گے۔ ٹوپیاں لنڈوری ہو جائیں گی۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ایک محکمہ بنایا جائے جو اڑتی چڑیا کے پر گنا کرے اور حساب لگائے کہ سال میں کس قدر جانور صدقہ کر کے اڑائے جاتے ہیں۔ اور باغبانوں نے کتنے آشیانے اجاڑے۔

(۲۱) یہ مثل کہ "سائیسی علم دریاؤ ہے" بہت مشہور ہے اور غالباً معزز ممبران کونسل اس سے بخوبی واقف ہوں گے۔ زمانۂ قدیم میں ہر گاڑی کے ساتھ ایک بدعو نفر ضرور ہوتا تھا۔ بالفعل اصطبل کی یونیورسٹی سنسان پڑی ہے اور بدعو نفر نہایت تکالیف میں مبتلا ہیں کہیں گھر بار بچا مگر قاعدہ کا کہیں نام و نشان نہیں۔ لوگوں نے بائیسکل کی سواری اختیار کر لی ہے جو ان تمام قیود سے آزاد ہے۔ سائیسوں کو کبھی قحط کی پروا نہ تھی اس لیے کہ دانہ بچرا کے پیٹ پال لیتے تھے۔ کیا گورنمنٹ نے اس گروہ کے لیے کوئی خاص تدبیر بسر اوقات تجویز فرمائی ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو کیا گورنمنٹ براہ عنایت اجلاس کونسل میں کونسل کے اطمینان کے لیے ان تدابیر کا انکشاف فرمائے گی۔

(۲۲) حسب ذیل سوال گورنمنٹ کے غور فرمانے کی غرض سے مع ایک مختصر تمہید کے پیش کرتا ہوں جو ادبار حالات کہاروں کا معزز گروہ سخت پریشانی میں مبتلا ہے۔ بی بیاں بے پردہ ہوتی جاتی ہیں ڈولی اٹھانے والے گھم گھم نہر اچھرپ جاتی ٹھوکر کے نذر ہوئے جاتے ہیں۔ بٹیربازی ہالے باہر ہو گئی ہے۔ جال کی تجارت میں پھندا پڑ گیا۔ دریا پر میونسپلٹی کا قبضہ ہے۔ بڑھن پھانسنے کا وقت نہیں ملتا پنیں اور ڈولی نہیں تو مہر لوں اور محلداروں کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جب کہ بکن لالٹین خود کرتی ہیں تو کہاروں کو کون پوچھے۔ گھوڑے مع سوار کے غائب ہو گئے تو رسی کی تجارت بیچارگی کی عمر کیونکر بن سکتی ہے۔ میشنول سے آبپاشی ہوتی ہے تو رسّے کی طلب کیوں ہونے لگی۔ چلیے صاحب میاں بی بی ندارد صرف ایک ہی تجارت باقی ہے یعنی سنگھاڑے کی اور ظاہر ہے کہ ایک اتنی بڑی جماعت کے لیے یہ کانٹوں دار تجارت کسی طرح کافی نہیں۔ پس کیا گورنمنٹ براہ نوازش بتلائے گی کہ اس معزز گروہ کے لیے کیا اسباب ترقی مہیا کیے گئے ہیں۔

ذرا سی بات قیامت ہے کیوں اٹھا رکھو
نہیں جواب نہ دو دیکھے سوالوں کا

✱

مسودۂ درخواست بخدمت گورنمنٹ ہند دربارۂ اصلاحات

منجانب وٹران پاپوش خوردہ

(ابھی یہ مسودہ ہے بھیجا نہیں لہٰذا احباب کا انتظار ہے تاکہ ہم وطنوں کی ضروری ترمیمات کا انتظار ہے۔ مضمون نگار)

یوآنر گورنمنٹ ہند!

جب ان جناب نادان بچے تھے سوتے وقت آیا جی ایک کہانی کہا کرتی تھیں۔ بندہ نہایت شوق سے ہنکارا یا ہں کر کے سنتا تھا اور رفتہ رفتہ سو جاتا تھا۔ بات کوئی زیادہ گہری نہیں مگر مزے کی ضرور ہے۔ ایک ننھے میاں سوداگرزادہ ایک مینڈکی پر عاشق تھے عشق ہی تو ہے جب موجود ہے تو صرف ضرور ہوگا خواہ مصرف انسانی ہو یا حیوانی۔ ہر مینڈکی ایک اندھے کوئیں میں رہتی تھی۔ میاں سوداگرزادہ سہ پہر کے وقت دوکان بڑھا کے جیبوں میں لونگ الائچی پستہ بادام ساتھ لاتے اور کوئیں کی جگت پر بیٹھ کے افسوں پڑھتے تھے۔

"آئیں گی بی مینڈکی پیاری جائیں کی لونگ سپاری بیٹھیں گی گود ہماری"

ادھر اس افسوں کی آواز بی مینڈکی نے سنی اور جھٹ سے "گودی میں ستیاں کی گیند" ہو گئیں اچھلیں پھدکیں قلقاریاں ماریں لونگ کھائی الائچی چبائی پستہ بادام نقل کیے تھوڑی دیر تماشا دیکھ

یہاں سوداگر بیٹھے جاتے تھے۔ بی بی سمجھ لیں تھیں کہ میاں شام کے وقت روزانہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں کہیں کچھ دال میں کالا تو نہیں ہے۔ آخر تو وہ اپنے محل میں اور ایک درخت کی آڑ سے سارا تماشا بچشم خود دیکھ لیا مارے غصے کے آگ ہی تو ہو گئیں جیسے کسی نے سر پہ لک چلا کر مال بھی دل میں کہنے لگیں "لو موئے فارتی کو دیکھو مینڈکی کو سیر اپنے ہاتھ سے آگنے کے لیے سوت بنایا ہے رہ تو جا کم گھڑی۔ یہ منہ اور رسالا دیکھیے کو دیکھ کے کیا نخرے کرتی ہے۔"

دوسرے دن تھوڑی تو گئیں الاچیاں ہیں ایک کر چھے ہیں آگ لی ایک دسپنا لیا اور میاں کے پیشتر کوئیں کی جگت پر پہونچتے ہی افسوں پڑھا۔ بی مینڈکی تو بکھی ہوئی تھیں جھٹ سے گود میں آ بیٹھیں ادھر دسپنا آگ میں خوب لال ہو گیا۔ بی بی نے چپکے سے دسپنا اٹھایا مینڈکی کے چوتڑ داغ دیے۔ بی مینڈکی چلبلاتی جا گئیں۔ اب جو میاں سوداگر اپنے وقت پر آئے اور کہنے لگے۔

"آئیں گی بی مینڈکی پیاری بیٹھیں گی گود ہماری جائیں گی دونگ سپاری"

بی مینڈکی جلی ہوئی بیٹھیں تھیں کہنے لگیں۔

"نہ آئیں گی بی مینڈکی پیاری نہ بیٹھیں گی گود تمہاری آئیں گی بی بی تمہاری داغیں گی چوتڑ ہماری"

خدا بخشے انا جی کو جب وہ آخری فقرہ اس افسوں کا کہتی تھیں تو انجانب مارے ہنسی کے لوٹ جاتے تھے اور بار بار فرمائش کرتے تھے "اللہ میری انا جی مینڈکی نے کیا کہا پھر کہیے" وہ کہتی تھیں "آئیں گی بی بی تمہاری داغیں گی چوتڑ ہماری" لیکن انجانب کو اصلاً گمان نہ تھا کہ یہ حکایت سراپا درایت آجکل کے ووٹ ہنگامہ پر پوری صادق آئے گی۔ کیا معنی کہ اس وقت ملک عجب گورکھ دھندے میں پھنسا ہوا ہے ایک طرف کوانپریشن ہے دوسری طرف نان کوآپریشن۔ ووٹ بازی کا معاملہ ہندوستانیوں کی ذات سے تعلق رکھتا ہے اگر ووٹ دیا جائے تو ہندوستانی ناراض نہ دیا جائے تو ہندوستانی چیں بہ جبیں۔ یہ فیصلہ کرنا کہ کس کا ساتھ دیجیے کس کا نہ دیجیے نہایت دشوار ہے۔ پولنگ اسٹیشن کے اندر کوئیں میں ووٹر صاحب کی بی مینڈکی پھدکتی پھرتی ہیں۔ سوداگر صاحب دونگ الائچی سے مدارات کر رہے ہیں۔ اتنے میں بی نان کوآپریشن خانم آتی ہیں اور چوتڑ داغ کے سوتاپے کی جلن مٹاتی ہیں۔ بعض اخباری کاغذ ناقل ہیں کہ خان بہادر عبد الاحد خان دہلوی کا جنازہ دو روز تک گل بازی رہا مسلمان لٹتے ہوئے تھے کہ مسلمان اہل قبور کے پڑوس میں ہم انھیں جگہ نہ دیں گے۔ مردے صاحب کو تو کچھ پروا نہ تھی مگر وارث بیچارے "دست شکستہ وبال گردن" وہی وہی کرتے پھرتے تھے۔ کوآپریشن کا نتیجہ بعد از مرگ تو یہ دیکھا۔ نتیجہ قبل از مرگ کی حرکات بعض اخباری کاغذ یوں بیان کرتے ہیں کہ آگرے میں بعض ووٹر صاحبان کی چند پاپیچ می چھینی سے جڑا کام کی ٹھہری۔ گاندھی صاحب فرماتے ہیں "جو پیچے سو دھیچے" مگر اس شکرہ نان کوآپریشن میں بلا و آب کو دیتے ہیں کہیں مظروف بقدر ظرف ہے اور کہیں لوگ ایک ہی چلّو میں الّو ہو جاتے ہیں۔ نازک خیالی کا حریف ہونا اور رگ جان تو بچائے جانا کار ہر کس نیست حب حلقہ وسیع ہو تو عالی ظرفی اور تنگ ظرفی کا امتیاز نہیں ہو سکتا۔ جن حضرات کی سرکوبی بذریعہ پاپوش عمل میں آئی ہے ان کی حالت قابل رحم ہے۔ نان کوآپریشن والوں کو ان سے ہمدردی نہیں۔ گاندھی جی کے پاس شکایت جائے گی وہ جلسے میں کھڑے ہو کے فرماویں گے کہ میں ایسے پاجی کو جس نے ایسی ناشائستہ حرکت کی قابل نفرین اپنا یعنی میرا بدنام کرنے والا نان کوآپریشن کی اہمیت اور صلح کل پالیسی کا نام ڈبونے والا خیال کرتا ہوں وہ ہرگز ہم میں شامل نہیں نہ ہم اس کے افعال کے ذمہ دار ہیں۔ ہوا گورنمنٹ اگر تم سے شکایت ہوگی تو تم بیکو کی ندیا سے پاپوش بندی سر بندی یا با ماراجہ۔ بر دوش گاندھی صاحب البتہ کسی قدر ہمدردی جتائیں گے مگر خالی خولی۔ "اے میاں ٹھیاں سے ہٹ گئے جھنجھی نہ لاگی لاحول ولا قوۃ جینا الینا پکڑنا جانے نہ دینا۔ ہائیں یہ ہمارے ووٹر کی گت" انبوہ میں یہ آواز چند یا کے ہالے فعل کو ابر بن کے چھپا نہیں سکتی۔ وہ تو جھکے گا اور کلف ہو کے چمکے گا۔ اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو لوگ ووٹ ہی نہ دیں۔ نان کوآپریشن والوں سے کہیں کہ بھائی ہم تمہارے ساتھ ہیں اور کوآپریشن والوں سے کہیں کہ شناعت و شماتت اور کوبکاری کے خوف سے ہم ووٹ تو نہیں دے سکتے مگر دل سے تمہارے شریک ہیں۔ بھائی کیا کریں آبرو کا معاملہ ہے یا ووٹ دیں اور سمجھ لیں ؎

سو جوتوں سے کم رتبہ عالی نہیں ہوتا
عزت وہ خزانہ ہے کہ خالی نہیں رہتا

صورت اول بھی صفحۂ دہر پر موجود ہے اور صورت ثانی بھی جلوہ گر پس بمقتضائے ہمدردی و انصاف یہ ہے کہ قانون تعزیرات ہند میں جہاں زیر دفعہ ۱۷ از شق ثانی۔ ناجائز دباؤ۔ تلبیس۔ غلط بیانی۔ ناجائز خرچ متعلق انتخاب کی سزائیں بڑھائی گئی ہیں۔ وہاں ایک ضمن یہ بھی بڑھا دی جائے کہ ہر امیدوار ممبری پر لازم ہے کہ فی راس ووٹر ایک ایک ہتھان مارکین کا درخواست کے ساتھ داخل کرے۔ اگر ایسا نہ کرے گا تو اسے ممبر بننے کا کوئی حق نہ ہوگا اور اس کا نام تا ابد الآباد رجسٹر امیدواران سے خارج کیا جائے گا۔ یہ مطالبہ بہر نوع حق بجانب ہے کیا معنے کہ پاپوش کاری سے چندیا کا بچاؤ نہ بذریعہ رلوار ہو سکتا ہے نہ بذریعہ شمشیر و سپر۔ اس کے لیے چند گز کپڑا بر سر چندیا وبال دوشندگی رفتن و بسلامت آمدن کا مضمون بہترین وسیلۂ نجات ہے۔ یہ کپڑا سودیشی ہونا چاہیے تاکہ ضرب کو ہمدردی اور ضارب کو پاس ادب رہے۔ "این پاپوش کر پاس در زندگی سوچ خواہد بود و در مرگ تن پیچ" سوال دستار و اغفا کی طرح پیچ در پیچ نہیں۔ لہذا امیدوار ساجواب ملنا چاہیے۔ الٰہی سر ووٹران سلامت و داغ دست پناہ نصیب دشمن باد۔

العــــــــارض

ووٹروں کے سر کو منڈلوں سے بچانے کے لیے
نین سکھ کا تھان اک سر پہ لپیٹا چاہیے

بھــــــــتــــــــلم

حسن حسین

مرسلہ از منطق آرا بیگم صاحبہ

میاں شیخ مقدار کے گاندھی بھیا کو بعض وقت ایسی بات
کہہ بیٹھے ہیں کہ دل عش عش کرتا ہے جب سے میں نے اُن کا
یہ قول سنا ہے کہ مفلس کو اولاد پیدا کرنے کا حق ہی کیا
ہے غلامی کی حالت میں خانہ زادوں کی ماتا دہن
سے فائدہ پہونچے گا تو آقاؤں کو اس لیے نہ نماز پڑھو
نہ قضا ہو نہ شادی کرو نہ شامت اعمال گود میں
قلابازیاں کھائے اور ٹوٹی بانہہ گلے نہ پڑے
اسوقت سے اس اُدھیڑبُن میں ہوں کہ کوئی تدبیر
ایسی نکالوں جو اُن کا منشا بھی پورا ہو اور کام کا بھی
ہرج نہ ہو۔

بات ذری گہری ہے اس کوئیں کو اگارنے کے لیے
سیکڑوں ہاتھ رسی درکار ہوگی اخلاق کی باؤلی میں جھام
ڈالنے ہوں گے جب کہیں تہ کا کوڑا کرکٹ صاف ہوگا۔
گاندھی بھیا کا آج ایسا بول بالا ہے کہ جو کچھ کہتے ہیں لوگ
اس کو گرہ میں باندھ لیتے ہیں۔ دن کو رات کہیں تو لوگ
تارے گننے لگتے ہیں انھوں نے کہا چرخا کاتو اور سوت
بچھو۔ لیجیے بہت سی بہو بیٹیاں آدمی سے چرخا ہو گئیں
بات تکلا سی دل میں گڑ گئی۔ انھوں نے تبرا دان کو اپنے
لینے تولی کی مخالفت سکھایا اور سب تبرائی ہو گئے۔
انھوں نے سوسی گزی گاڑھے کی ازار پنہائی اور بہتوں
نے پہنی مگر یہ تانت باندھنے والی بات اس کان سنی
اس کان اُڑائی کوئی منکا بھی نہیں۔ سب تو سب یہ
نیچر گڑھ کا گزٹ دُ ذال سے لکھنے کا دستور نبھا ہے مگر
جس طرح محمڈن کالج کی ڈال ہے اسی طرح گزٹ کی ذال،
جو ہر بات پر چہ میگوئیاں کرتا اور طعن و تشنیع دیتا ہے
اس نیچر کے نبکے نے بھی سونٹھ کی ناس لی۔ ایسی سونٹھ کھچی
کہ سانس نہ لی۔ سلامتی سے آجکل میاں گزٹ فال
بیر النیچر چھوڑ چھاڑ کے قال اللہ قال رسول پر آمادہ
ہوئے ہیں۔ سچ ہے مصیبت پڑنے پر اللہ یاد آتا ہے۔ میں
کہتی ہوں کہ آخر اس بات کو سن کے لوگ کیوں شتر کا
سا گھونٹ پی گئے اور زبان نہ ہلائی شاید ہم لوگوں کے
نو ... کا پرچھاواں اُن پر بھی پڑ گیا۔ خیر دو چار بیٹے تو
یہاں کس کو پروا ہے اللہ نے بارہ ہاتھ کی زمین دی ہے
ہم خود ہی جو کچھ کرنا ہے کر لیں گے۔ زمانہ پلٹا کھا چکا لوگوں کو وہ
دن بھی یاد ہوں گے جب بابا آدم اور بی اماں حوا اس سنسان
دنیا میں جنت سے آ کے بسے۔ بچے بالے ہوئے پروان چڑھے۔
برسوں کی زندگی میں کسی کی مجال نہ تھی جو تین پانچ کرتا۔
بعد کو نئی نئی بات رسم ہوئی کہیں کے مردوں نے عورتوں
کا اصطبل باندھ لیا اور کہیں مٹر گشتی ایک عورت کے گلے
سے پندرہ مرد وسے بندھ گئے۔ یہ سب کچھ ہوا مگر شادی
بیاہ کی راہ کھلی رہی۔ عورتوں کی سمجھ میں کہاں کو رشک
بہت سے سمری کے ناطے ہیں فساد کی جڑ ہیں شعر یہ کہیں گی
مگر جب شاعر صاحب کا دیوان کھول کے دیکھا تو آخر
میں قطعہ تاریخ وفات جناب والدہ ماجدہ مرحومہ بھی لکھا
ہوا پایا یعنی اماں جان کی بھی عورتوں میں کی ایک عورت
نکلیں اور والد ماجد بھی اسی فساد کی جڑ میں پھنسے نظر
آئے اگر وہ بس کی گانٹھ تھیں تو شاعر صاحب کی اماں
جان تھیں اگر شادی حماقت تھی تو شاعر صاحب اپنے
ابا جان کی بیوقوفی ہوئے۔ وہی مثل ہے جن جائے اپنی
بجائے۔ جانی بوجھی حماقت میں پھنسنے کی بیماری عالمگیر
رہی۔ خود شاعر صاحب بھی نہ بچ سکے۔ بڑھے تو اتنا بڑھے
کہ ہزار پرند نہ ہوئے گھٹے تو اتنا گھٹے کہ ایک بھی رکھنے
پر آمادہ نہیں مگر نہ وہی بات بھننے والی ہے نہ یہی نبھے گی
بے عورت کے کاروبار چلے یہ ہرگز ممکن نہیں۔ تھوڑی دیر کے
لیے یہ بھی مانے لیتے ہیں کہ خانہ زادوں کی پیدائش
موقوف ہو گئی اور سارے ہندوستان میں اُلّو بولنے
لگا۔ مگر جو آقا زادیاں اور آقا زادے باقی رہے آخر
اُن کا بھی تو حل بیڑا کہیں لگنا چاہیے یا نہیں۔ انکے
لیے بھی کوئی کام ضرور تجویز کیا جائے۔ کچھ کام عورتوں
کے لیے تجویز ہوئے ہیں جیسے چرخا کاتنا یا جیسلمیر کی
ریاست میں سنتی ہوں کہ بازاریوں کو پہرا دینے
کا کام سپرد ہوا ہے۔ سپاہیوں کی وردیاں پہنا دی
گئی ہیں چلیے چھٹی ہوئی چوری بھی موقوف اور
چھنالا بھی الگ۔ مگر ان کاموں میں بعد رک
نہ ہوگی تدبیر وہ اختیار کرنی چاہیے کہ جو ... نے جنگل
اختیار کی ہے یعنی ہر سال لاکھوں من ... جلا دی
جاتی ہے دانہ جھونکا جاتا ہے پھر بھی جب کبھو فاقہ کھایا ہے
کم اٹھتے جاتے ہیں غلہ زیادہ پیدا ہوتا ہے مگر جس کو دیکھو
پیٹ بھر کھانا چاہیے سرکاری رپورٹ دیکھو تو جسال کھلے
کہ پار سال سے اس وقت تک کتنا غلہ پیدا ہوا کتنی پونجی
زیادہ جمع ہو گئی پھر پیدائش اور مرگ کا دفتر اٹھا کے دیکھو
تو معلوم ہوتا ہے کہ لاکھوں آدمی طاعون کی نذر ہو گئے
انفلوئنزا میں چٹ پٹ۔ کروڑوں بھوک سے فنا۔
لاکھوں لڑائی بھڑائی پر بھینٹ چڑھے۔ آدمی کم
ہو گئے غلہ زیادہ پیدا ہوا۔ کاشتکاری کو ترقی
ہوئی مگر ہائے فاقہ ہائے فاقہ جوروؤں کے پیچھے ایسی قسم
کی تدبیر نکل سکتی ہے اور وہ تدبیر کوئی انوکھی نہیں تبت والیاں
بھی کرتی ہیں یعنی ایک عورت کے لیے ایک درجن شوہر قانون
کی رو سے جائز کر دیے جائیں عورت نو مہینے میں
ایک ہی بچے کی ماں بن سکتی ہے اور مرد ایک سال میں
پچاس کا باپ۔ اگر یہ تدبیر یہاں بھی پوری ہو جائے
تو سال میں ایک عورت کے یہاں ایک ہی غلام پیدا ہو
اور مردوں کی بھی یہ تلافی جاتی رہے کہ ہائے ہائے گاندھی
جی نے ہم کو کہیں کا نہ رکھا۔ جو لوگ عورتوں کے خیر خواہ
ہیں اُنکی یہ شکایت بھی جاتی رہے کہ عورتوں کو آزادی
نہیں دی جاتی عورتوں کو بھی تسلی ہو جائے کہ سوت کے
جلاپے سے چھٹکارا ہوا۔ ہزاروں برس اطاعت کی اب
حکومت کرنے کے دن آ گئے ٹیکس کا بار بھی کم ہو جائے گا۔
فوج کے خرچ میں بھی کمی۔ لڑائی بھڑائی میں فوج کی ضرورت
ہوئی تو درجن بھر شوہروں میں سے چھ سات شوہر ہر
عورت کا جی چاہے گا جیب سے نکال کے پھینک دے گی
اولاد کی بڑھتی نے غیروں کی نگاہ میں ہم کو ذلیل بھی بہت
کیا ہے۔ فجی اور جنوبی افریقہ میں یا دوسری نئی بستیوں میں
جو لوگ بھرتی ہو کے گئے ہیں ان کی حالت سن کے رونگٹے
کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر یہ تدبیر راست آئی تو نہ باسی بچے
گی نہ کتا کھائے گا۔ بیوہ عورتوں کی دنیا میں شکل نہ
دکھائی دے گی۔ رہا رقابت کا رشک تو وہ قانون بن جانے
سے اور عادت پڑ جانے سے جاتا رہے گا۔ نہ اولاد مفلس
نہ بیوہ کی فریاد نہ خاوند پریشان نہ ملک مصیبت زدہ
آقا زادے بھی خوش آقا زادیاں بھی خوش غلامی کی افزائش
یک قلم موقوف۔ آگے جو آپ کی مرضی فقط۔

راقمہ

دہری منطق آرا بیگم عرف بیگم ...